تفسیر دُرِّ منثور مترجم

جلد اوّل

تالیف

امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۱۱ھ

ترجمہ متن قرآن

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

مترجمین

سید محمد اقبال شاہ ۔ محمد بوستان ۔ محمد انور مگھالوی

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور ۔ کراچی ۔ پاکستان

نام کتاب	تفسیر درمنثور مترجم (جلد اول)
مصنف	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ متن قرآن مجید	ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ
مترجمین	مولانا سید محمد اقبال شاہ، مولانا محمد بوستان، مولانا محمد انور مگھالوی
	من علماء دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
زیر نگرانی	ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف
	قاری اشفاق احمد خان، انور سعید، لاہور
سال اشاعت	نومبر 2006ء
ناشر	الحاج محمد حفیظ البرکات شاہ
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z 31
قیمت	-/3000 سیٹ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-221201-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

انسانی زندگی رواں دواں ہے۔ کوئی چاہے بھی تب بھی اس کے بہاؤ کونہیں روک سکتا۔ عموماً انسان کی ذاتی ضروریات اسے اس انداز میں جکڑے ہوئے ہوتی ہیں کہ اپنی ذات سے بالا ہو کر اسے سوچنا اور کوئی کردار ادا کرنا اس کے لئے ناممکن سا ہوتا ہے۔ مگر کتنے ہی خوش بخت ہیں وہ لوگ جو اپنی انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھلائی کا سوچتے ہیں اور کچھ نہ کچھ کرنے میں مصروف کار رہتے ہیں۔

حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ العزیز انہیں یگانہ روزگار افراد میں سے تھے جنہوں نے محض اپنی ذاتی منفعتوں کو پیش نظر نہیں رکھا بلکہ دوسروں کے لئے سوچا خصوصاً اپنے متعلقین کی اصلاح، فکری پختگی اور مقصد سے لگن جیسے عظیم اوصاف پیدا کرنے کی طرف توجہ فرمائی اور یہ تڑپ عطا کی کہ ملک وملت کی خدمت میں ہی ان کی معراج ہے۔

ناچیز کو 1981ء میں ضیاء القرآن کی پبلی کیشنز کی خدمت سونپی گئی اور ان اعلیٰ مقاصد کی طرف توجہ دلائی گئی جو ادارہ قائم کرتے وقت معین کئے گئے تھے اور یہ عہد لیا گیا کہ ادارہ کو اوج کمال تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کروں گا اور اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں بخشی ہیں انہیں صرف کرنے میں بخل سے کام نہ لوں گا اور دعاؤں سے نوازا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل اپنے بندے کی دعا کی لاج رکھی۔ مجھے خدمت کی توفیق نصیب فرمائی مشکلات کو آسان کیا اور نئی نئی جہتوں پر کام کرنے کی راہیں کھول دیں۔

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ خواہش تھی کہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں تصنیف وتالیف کا ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو دین اسلام خصوصاً اہلسنّت کی فکری راہنمائی کا فریضہ سرانجام دے اور اسلام کی تعلیمات کو افراط وتفریط کے بغیر اہل اسلام تک پہنچائے تاکہ مسلم معاشرہ ظاہری وباطنی محاسن سے آراستہ وپیراستہ ہو۔

اس وقت قارئین کی خدمت میں امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ''درمنثور'' کو پیش کیا جا رہا ہے جسے ادارہ ضیاء المصنفین کے فضلاء نے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔

ادارہ نے آپ کے اعلیٰ ذوق کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کی اشاعت میں ظاہری وباطنی محاسن کا اہتمام کرنے کی پوری کوشش کی ہے امید واثق ہے کہ اعتماد ومحبت کا یہ سلسلہ مزید بڑھتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں یہ دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل ہماری اس کاوش کو دنیا وآخرت کی کامیابیوں کا وسیلہ بنادے۔ اپنے دین متین کی بیش از بیش خدمت کی توفیق ارزانی فرمائے اور جملہ احباب کی طرف سے جو اعتماد نصیب ہے اس پر پورا اترنے کی ہمت عطا فرمائے۔

دعاؤں کا طالب

محمد حفیظ البرکات شاہ

کلمات تحسین

حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے 1957ء میں جس علمی تحریک کا آغاز کیا تھا اس کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ تصنیف و تالیف کا ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو امت مسلمہ کے تمام طبقات کو فکری اور علمی رہنمائی مہیا کرے۔ آپ کے وصال کے بعد ادارہ ضیاء المصنفین کی باقاعدہ تشکیل مئی 2000ء میں ہوئی۔

آستانہ عالیہ امیر السالکین رحمۃ اللہ علیہ اور دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے خادم ہونے کی وجہ سے اس کے انتظامی اور مشاورتی شعبوں کی نگرانی فقیر کو تفویض کی گئی۔

مختصر سے عرصہ میں متعلقہ شعبوں نے جس حسن و خوبی سے اپنے فرائض کو سرانجام دیا وہ میری توقعات سے بڑھ کر ہیں۔

اس وقت امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر (کمال الدین) سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 849-911ھ کا علمی شاہکار قرآن حکیم کی تفسیر ''درمنثور'' کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے جس کی سعادت دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے تین فضلاء مدرسین کو نصیب ہوئی اور اس کی اشاعت کا شرف ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کو حاصل ہو رہا ہے۔

اس علمی کام کو قارئین کے سامنے پیش کرنے میں جن احباب نے بھی حصہ لیا ہے میں انہیں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور بروز قیامت ہم سب کو حضور شافع یوم نشور ﷺ کی سعادت نصیب فرمائے۔

محمد امین الحسنات شاہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیر السالکین رحمۃ اللہ علیہ، بھیرہ شریف

پرنسپل مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف

حقیقت حال

2001ء میں جب ہم تینوں ساتھی سید محمد اقبال شاہ، محمد انور مگھالوی اور ناچیز محمد بوستان تفسیر مظہری کے ترجمہ سے فارغ ہوئے تو الحاج محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر (درمنثور) کا اردو ترجمہ کیا جائے ادارہ ضیاء المصنفین کے ششماہی اجلاس میں اس پر غور وخوض ہوا ادارہ ہذا کے صدر پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ العالی نے اس کی منظوری دی یوں اس پر کام کا آغاز ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو جو قبول عام عطا فرمایا وہ اظہر من الشمس ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علمی میدان میں ان سے ایسے ایسے کام لئے جو علماء کی پہچان بن گئے آپ کی مختلف فنون پر جوامع کتب موجود ہیں جن سے بالغ نظر محققین اور مصنفین فائدہ اٹھاتے ہیں اور فن میں درک وبصیرت حاصل کرتے ہیں۔

آپ کی تصانیف کی تعداد پانچ سو سے زائد ہے آپ کا اپنا قول تین سو کا ملتا ہے اور کچھ علماء سے 460 تعداد ذکر کی ہے۔ آپ کی تصانیف، تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان اور طب وغیرہ پر ہیں۔

تفسیر درمنثور حقیقت میں آپ کی مبسوط تفسیر ترجمان القرآن کا خلاصہ ہے اس تلخیص کی وجہ آپ نے یہ بیان کی کہ میں نے لوگوں کی ہمتوں کو اس کے استفادہ سے قاصر پایا اس لئے اس کے اختصار کی ضرورت محسوس ہوئی۔

یہ تفسیر علم کا ایک خزانہ ہے کسی بھی آیت کے بارے میں اسلاف سے جو منقول ہے آپ نے اسے یکجا کر دیا ہے جس وجہ سے کوئی پہلو مخفی نہیں رہتا اور حق تک رسائی حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

ہم نے ترجمہ کے ساتھ مصادر کی تخریج کا بھی اہتمام کیا ہے۔ دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے دورہ حدیث کے طلباء کو یہ فریضہ سونپا گیا جس کو انہوں نے باحسن نبھایا۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت کے کئی مراجع ذکر کرتے ہیں تخریج میں صرف ایک مرجع کا ذکر کیا گیا ہے جو متن کے قریب ترین ہے۔

ہم تینوں ساتھی ان تمام طلباء خصوصاً علامہ افتخار تبسم اور حافظ ندیم اختر کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے تخریج والے مقالے چیک کئے اور اس مرحلہ کو آسان بنایا اور علامہ افتخار تبسم صاحب نے تمام مسودہ پر نظر ثانی بھی کی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْد

مترجمین

مقدمہ

امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ کا زمانہ اور ان کی زندگی

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ ان یکتا اور یگانہ شخصیات میں سے تھے جن کی زندگی کا اکثر حصہ ورثۂ اسلامی کی خدمت میں گزرا۔ خصوصاً تفسیر اور حدیث ان کی خدمت کا مرکز رہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کی شخصیت کے متعلق دو قسم کے نظریات موجود ہیں۔ بعض نے ان کی عظمت کو انتہائی بلند انداز میں خراج تحسین پیش کیا جبکہ بعض لوگوں نے ان کی زندگی پر ایسی تنقید کی جس نے ان کی تمام عظمتوں پر پردہ ڈال دیا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان پر اپنے زمانہ کے حالات وواقعات کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ ہم آپ کے زمانہ کے سیاسی اور معاشرتی حالات پر طائرانہ نظر ڈالیں۔

امام موصوف رحمہ اللہ نے برجیہ اور جراکسہ بادشاہوں کے زمانہ میں 849ھ میں منصۂ شہود پر جلوہ فرمایا اور 911ھ میں اس دار فانی کو خیر باد کہا۔ یہ دور ظلم وتشدد، عدم ثبات اور اضطراب کا دور تھا۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کے مختصر دور میں دس سے زیادہ سلاطین کا بدلتا ہوا اقتدار دیکھا۔ ایک سال میں تین بادشاہ متواتر مسند اقتدار پر براجمان ہوئے۔ ۱۔ ملک ظاہر ابونصر الاینالی المؤیدی، ۲۔ ابوسعید تمر بغا الظاہری، ۳۔ الملک الاشرف قایتبائی المحمودی۔ ان سلاطین نے ایک سال سے کم عرصہ میں سلطنت کی حکمرانی کے لیے آپس میں جھگڑا کیا اور ہر ایک نے بادشاہی کا اپنا حصہ وصول کیا۔ ان اقتدار کے حریصوں نے فتنہ وفساد کی آگ کو خوب بھڑکائے رکھا اور امراء کو قلعہ کی خدمت سے روکے رکھا۔ یہ امام سیوطی رحمہ اللہ کے دور کے سیاسی حالات تھے جن میں آپ نے زندگی بسر کی اور یہ حقیقت ہے کہ حالات زمانہ کا عکس اس وقت کے باسیوں پر ضرور پڑتا ہے۔ معاشرتی اعتبار سے بھی یہ دور کچھ قابل فخر نہ تھا۔ افتراق وانتشار کا اژدہا ہر طرف اپنا بھیانک منہ کھولے ہوئے تھا۔ اس وقت کا معاشرہ کئی متضاد اور نفرت آمیز طبقات میں منقسم تھا۔ انہیں کوئی مشن ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں کرسکتا تھا اور کوئی ہدف انہیں ایک میز پر نہیں لاسکتا تھا۔

ایسے سیاسی اور معاشرتی حالات میں بھی علم کا شجر ثمر بار اپنی ترقی اور منزل کی طرف بڑھتا اور بلند ہوتا رہا اور اس کی ترقی کے مندرجہ ذیل تین اسباب تھے:

۱۔ علماء مشرق ومغرب سے ہجرت کرکے مصر اور شام میں تشریف لائے اور جنوب مغرب میں کوچ کر آئے۔

۲۔ ان مدارس میں علم کثرت سے پھلتا پھولتا رہا جو ان سلاطین کے دور سے پہلے کے بنے ہوئے تھے۔ مساجد اور مدارس کو ان سربراہوں کے دور میں اور زیادہ شہرت نصیب ہوئی۔

۳۔ جلیل القدر اساتذہ اور طلبہ پر بہت زیادہ اموال اور جائیدادیں وقف تھیں۔ اس کی خدمت کے لیے زمانے کے امراء، اہل ثروت، علماء، تجار اور پیشہ ور لوگ قرب الٰہی کی خاطر علم کے عروج اور علم کی خدمت کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے

جانے کی کوشش کرتے تھے۔

۴۔ مؤلفین کی طباعت کتب پر کوشش اور شوق، جنہوں نے اس تمام علمی ورثہ کو دوبارہ مدون کیا جو تاتاریوں اور صلیبی جنگوں کی نظر ہو گیا تھا۔ ان مذکورہ حالات میں امام سیوطی رحمہ اللہ نے آنکھ کھولی اور ان کی نیکیوں سے خوب استفادہ کیا، لیکن ان کی برائی سے انتہائی کم متاثر ہوئے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کا اسم، نسب اور نسبت

آپ کا نام حافظ عبدالرحمن ابن الکمال ابوبکر بن محمد بن سابق الدین ابن الفخر عثمان ابن ناظر الدین الہمام الخضیری السیوطی ہے۔ صاحب معجم المؤلفین نے یہ اضافہ کیا ہے: الطولونی المصری الشافعی۔ آپ کا لقب جلال الدین اور کنیت ابوالفضل ہے۔

امام مذکور اپنا نسب عجمی اصل کی طرف بیان کرتے تھے۔ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ثقہ شخص نے بتایا کہ اس نے میرے والد صاحب سے سنا تھا کہ وہ ذکر فرماتے تھے کہ ان کا جداعلیٰ عجمی تھا اور مشرقی تھا۔ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرا جداعلیٰ ہمام الدین اہل حقیقت اور مشائخ طریقت میں سے تھا اور ان کے بعد کے لوگ اہل وجاہت وسیاست تھے۔ ان میں سے بعض شہر کے حاکم تھے، بعض محاسب تھے اور بعض تاجر تھے۔ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے میرے والد صاحب کے علاوہ کسی نے علم کی کماحقہٗ خدمت کی ہو۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کی پیدائش اور نشو ونما

آپ محلہ سیوط میں مغرب کے بعد اتوار کی رات یکم رجب المرجب 841ھ میں پیدا ہوئے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ پیدائش یہی لکھی ہے اور مؤرخین کا بھی اسی پر اتفاق ہے، لیکن ابن ایاس اور ابن باشا البغدادی کا خیال ہے کہ وہ جمادی الآخرۃ میں پیدا ہوئے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ کے والد گرامی نے 855ھ میں 5 صفر سوموار کی شب وفات پائی جبکہ امام سیوطی رحمہ اللہ کی عمر چھ سال تھی۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کی تلاش علم اور حصول علم کے لیے سفر

امام سیوطی رحمہ اللہ نے آٹھ سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے قرآن حکیم حفظ کر لیا۔ اس کے بعد جو کتب میسر تھیں ان کو یاد کیا۔ آپ نے العمدۃ، منہاج الفقہ والاصول اور الفیہ ابن مالک زبانی یاد کیں۔

اس کے بعد علم کی تلاش میں مشغول ہو گئے۔ 864ھ کے آغاز میں جبکہ آپ کی عمر مبارک سولہ سال تھی، فقہ اور علم نحو بہت سے مشائخ سے حاصل کیا۔ علم فرائض علامہ شہاب الدین الشارمساحی سے حاصل کیا اور حصول فقہ کے لیے شیخ الاسلام البلقینی کی خدمت میں رہے حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ پھر ان کے بیٹے علم الدین البلقینی سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ چودہ سال کا طویل عرصہ علامہ استاذ الوجود محی الدین الکافیاجی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ان سے تفسیر، اصول، عربیہ، معنی کے فنون سیکھے۔

علمی تشنگی بجھانے کے لیے آپ نے کثرت سے سفر کیا، آپ فیوم محلّہ اور دمیاط تشریف لے گئے اور شام، حجاز، یمن، ہند

اور مغرب کا بھی سفر اختیار فرمایا۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کا تبحر علمی اور مہارت تامہ

امام سیوطی رحمہ اللہ کو سات علوم پر کامل عبور تھا: تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معنی، بیان، بدیع۔ آپ کو عرب بلغاء کی طرح مہارت حاصل تھی۔ امام سیوطی رحمہ اللہ کو ان علوم میں مہارت حاصل کرنے کا حد درجہ شوق تھا حتیٰ کہ خود فرماتے ہیں فقہ اور نقول کے علاوہ ان سات علوم میں مجھے وہ مقام حاصل ہے جس تک میرے شیوخ میں سے بھی کوئی نہیں پہنچا۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کی مسموعات

امام موصوف رحمہ اللہ نے شیخ سیف الدین الحنفی رحمہ اللہ کے پاس کشاف اور توضیح کے کئی اسباق پڑھے اور ان کے والد انہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی مجلس میں لے آتے تھے اور شیخ سیرانی رحمہ اللہ کے پاس صحیح مسلم پڑھی تھی لیکن اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا۔ اسی طرح شفا، الفیہ ابن مالک، شرح الشذور، المغنی (فی اصول فقہ الحنفیہ)، شرح عقائد (للتفتازانی) بھی شیخ مذکور کے پاس پڑھی۔ شیخ شمس مرزبانی الحنفی پر کافیہ اور اس کی شرح پڑھی اور المتوسط، الشافیہ اور اس کی شرح (للجاروردی) اور الفیہ العراقی کا کچھ حصہ بھی شیخ شمس سے سنا۔ اور علامہ البلقینی سے بھی اسباق پڑھے اور ان کے پاس بیشمار کتب پڑھیں۔ الشرف المناوی کی موت تک ان کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس بھی بے حد وحساب کتب پڑھیں۔ سیف الدین محمد بن محمد الحنفی کے اسباق کا بھی لزوم کیا۔ علامہ شمنی اور علامہ کافیجی کے دروس بھی لیتے رہے۔ سماعت روایت کے باوجود خود لکھتے ہیں کہ میں نے سماع روایت زیادہ نہیں کی کیونکہ میں اس سے زیادہ اہم کام قراءت درایت میں مشغول رہا۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کے مشائخ، تلامذہ اور ہم عصر

امام سیوطی رحمہ اللہ نے تقریباً اپنے ڈیڑھ سو شیوخ کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے مشہور یہ ہیں: حضرات احمد الشارمساحی، عمر البلقینی، صالح بن عمر بن رسلان البلقینی، محی الدین الکافیجی، القاضی شرف الدین المناوی رحمہم اللہ۔

اور آپ سے متعدد لوگوں نے شرف تلمذ حاصل کیا اور سب سے معروف قابل ذکر شخصیت حضرت العلامہ المحدث الحافظ شمس الدین محمد بن علی بن احمد الداودی المصری الشافعی رحمہ اللہ ہیں۔

طلب علم اور سماع کے وقت کئی علماء کی معیت نصیب ہوئی جن میں سے قابل ذکر حضرت علامہ شمس الدین سخاوی، علی الاشمونی رحمہما اللہ ہیں۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کا عقیدہ

امام سیوطی رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذوات کے دفاع اور سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کے متعلق جو کتب تحریر فرمائی ہیں ان سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ آپ مسلک اہل سنت۔ کے حامل تھے اور اس کے علاوہ ان کا کوئی

مسلک معروف نہیں ہے لیکن تصوف کی طرف مائل تھے، جس کی وجہ ان کے جد اعلیٰ ہمام تھے۔ لیکن کتاب وسنت کا علم رکھنے کی وجہ سے ان تمام تصرفات سے محفوظ تھے جو بعض جاہل صوفیاء کو لاحق ہوتے ہیں اور ان سے صادر ہوتے ہیں۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کے آثار

جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو لوگوں سے الگ تھلگ ہو گئے اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہو گئے۔ پس زندگی کے بقیہ بائیس سال کے عرصہ میں مکتبہ اسلامیہ کو متعدد تصانیف کی میراث عطا فرمائی۔ بعض علماء فرماتے ہیں آپ کی تصانیف کی تعداد مختلف فنون میں چھ سو تک پہنچتی ہے مثلاً تفسیر، علوم تفسیر، حدیث، علوم حدیث، فقہ، اصول فقہ، سیرت، تاریخ اور عربی کی تمام فروعات۔ صاحب ہدیۃ العارفین نے آپ کی متعدد تصانیف ذکر کی ہیں جن کی تعداد تقریباً چھ سو تک پہنچی ہوئی ہے اور خود مصنف نے بھی یہی تعداد نقل کی ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات

امام موصوف کی حیات مستعار بحث وتالیف سے عبارت ہے۔ اپنے گھر میں روضۃ المقیاس میں اپنے آپ کو پابند کیے رکھا اور اس سے باہر نہ نکلے۔ اس حال میں رہے حتی کہ سات دن متواتر بیمار رہنے کے بعد دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ کے بائیں بازو میں شدید درد اور ورم تھا۔ اس کی وجہ سے 19 جمادی الاولیٰ 911ھ کو جمعرات کے روز وصال فرما گئے۔ آپ کو قوسون کے قریب دفن کیا گیا۔

علم تفسیر

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ نے اپنے شہرہ آفاق مقدمہ میں لکھا ہے کہ قرآن حکیم عربوں کی لغت اور اس کے اسالیب بلاغت میں نازل ہوا ہے۔ وہ اس کے معانی کو مفردات وتراکیب کے لحاظ سے سمجھتے تھے۔ نیز قرآن جملوں اور آیات کی صورت میں توحید اور فرائض دینیہ کے بیان کے لیے حسب ضرورت نازل ہوتا رہا۔ بعض آیات عقائد ایمانیہ پر مشتمل ہیں، بعض ظاہری احکام کو بیان کرتی ہیں، بعض مقدم اور بعض مؤخر ہیں۔ بعض مؤخر، مقدم کے لیے ناسخ ہوتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ مجمل کی تفسیر خود بیان فرماتے تھے اور ناسخ ومنسوخ میں خود ہی امتیاز فرماتے تھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس کو جانتے تھے اور آیات کے اسباب نزول بھی وہ پہچانتے تھے اور اس کے منقول ہونے کے حال کا مقتضیٰ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے: اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ۔ اس آیت کریمہ نے نبی کریم ﷺ کے وصال کی خبر دی۔

علامہ موصوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قرن اول سے قرآن سینہ بسینہ منتقل ہوتا آیا ہے حتیٰ کہ اس کے معارف، علوم کی صورت اختیار کر گئے اور ان پر کتب کی تدوین ہونے لگی، علوم قرآنیہ کے متعلق آثار واخبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے منقول ہیں۔ یہ سلسلہ طبری، واقدی اور ثعلبی رحمہم اللہ جیسے مفسرین تک پہنچا۔ پس انہوں نے اس کے متعلق آثار نقل فرمائے۔

پھر علوم لسان، کلام کی ایک صنعت بن گئے، مثلاً لغت، احکام، اعراب اور تراکیب میں بلاغت وغیرہ۔ اس کے بعد کتب مدون کی گئیں اس کے بعد کہ وہ تمام چیزیں عربوں کے ملکہ میں تھیں جن میں کسی نقل اور کتاب کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا تھا۔ پھر اہل زبان کی کتب سے یہ علوم حاصل کیے گئے۔ پھر قرآن حکیم کی تفسیر میں اس کی ضرورت محسوس کی گئی کیونکہ قرآن عربی لغت میں تھا اور ان کے منہاج بلاغت پر تھا۔

تفسیر کی اقسام اور اس کے مناہج کے متعلق رقم طراز ہیں: تفسیر کی دو قسمیں ہیں: ا۔ تفسیر نقلی جو سلف صالحین سے منقول ہوتی ہے اور ناسخ اور منسوخ، اسباب نزول اور رائے کے مقاصد کی پہچان ہے اور یہ تمام صرف اور صرف صحابہ اور تابعین کی نقل سے معلوم ہوتی ہے۔

اور دوسری تفسیر کی قسم وہ ہے جس میں لغت، اعراب اور بلاغت کی معرفت کے لیے لغت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تاکہ مقاصد واسالیب کے مطابق معنی معلوم ہو جائے۔

تفسیر کی ضرورت

امام سیوطی رحمہ اللہ الاتقان میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ایسی زبان کے ذریعے خطاب فرمایا جس کو وہ سمجھتے تھے۔ اس لیے اس نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اپنی کتاب کو ان کی لغت پر نازل فرمایا۔ تفسیر کی

ضرورت ایک قاعدہ کو سمجھنے کے بعد ذکر کی جائے گی۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر انسان جو بھی کتاب لکھتا ہے وہ اس طریقہ پر لکھتا ہے کہ وہ بغیر شرح کے سمجھی جا سکے لیکن شرح کی ضرورت تین امور کی وجہ سے پڑتی ہے:

ا۔ مصنف کا کمال فضیلت: چونکہ وہ اپنی تبحر علمی کی وجہ دقیق معانی کا سمندر ایک مختصر عبارت میں سمو دیتا ہے۔ بعض اوقات اس کی مراد کو سمجھنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ پس ان خفیہ معانی کے انکشاف کے لیے شروح کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ بعض ائمہ نے اپنی تصانیف پر خود شروح لکھی ہیں جو دوسروں کی شروح کی نسبت معنی و مراد پر زیادہ دلالت کرتی ہیں۔

۲۔ کبھی مصنف بعض مسائل کو مکمل نہیں کرتا اور اس کی شرائط کو ذکر نہیں کرتا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ واضح ہیں یا یہ سوچ کر چھوڑ دیتا ہے کہ یہ دوسرے علم سے متعلق ہیں۔ پس شارح کو محذوف کے بیان اور اس کے مراتب کی وضاحت کی ضرورت پڑتی ہے۔

۳۔ کبھی لفظ کئی معانی کا احتمال رکھتا ہے جیسے مجاز، اشتراک اور دلالت التزام میں ہوتا ہے۔ پس مصنف کی غرض اور اس کی ترجیح کے بیان کا محتاج ہوتا ہے۔

اور تصانیف میں کبھی انسان سے سہواً کوئی غلطی واقع ہو جاتی ہیں یا کسی چیز کا تکرار ہو جاتا ہے یا کسی مبہم کو حذف کر دیتا ہے۔ پس شارح کو اس بات پر آگاہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں:

قرآن حکیم افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عربی زبان میں نازل ہوا اور وہ لوگ اس کے ظواہر اور احکام کو جانتے تھے۔ لیکن اس کے باطنی دقائق، بحث و نظر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کے بعد ظاہر ہوتے تھے جیسا کہ ارشاد ربانی نازل ہوا وَ لَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (انعام: 82) تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی ہم میں سے کون ہے جو ظلم نہیں کرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کی تفسیر شرک سے بیان فرمائی اور اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان) کے قول سے استدلال فرمایا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آسان حساب کے متعلق سوال فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے مراد اعمال کا پیش کرنا ہے۔ اسی طرح حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے خیط ابیض اور خیط اسود کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت صبح کی سفیدی اور سیاہی سے بیان فرمائی۔ اس کے علاوہ بھی صحابۂ کرام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چند استفسارات کیے۔

پس ہم بھی اسی طرح تفسیر کے محتاج ہیں جس طرح صحابۂ کرام اس کی تفسیر کے محتاج تھے۔ نیز ہم ان چیزوں کے بھی محتاج ہیں جو بغیر سیکھے ہم نہیں سمجھ سکتے جنکا مدار احکام لغت پر ہوتا ہے۔ جبکہ وہ لوگ ایسی چیزوں کے محتاج نہیں تھے۔ پس ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت تفسیر کے زیادہ محتاج ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن کی تفسیر کبھی مختصر الفاظ کی ہوتی ہے اور کبھی ان کے معانی کے انکشاف کے متعلق ہوتی ہے اور کبھی بعض احتمالات کو بعض پر ترجیح دینے کے لیے ہوتی ہے۔

علم تفسیر کا شرف اور اس کی فضیلت

امام سیوطی، علامہ الاصبہانی رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے بلند مرتبہ کام جو انسان کرتا ہے وہ قرآن کی تفسیر ہے۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ صنعت کا شرف اس کے موضوع کے شرف کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے صیاغت (سناروں والا کام) دباغت (چمڑہ رنگنے کا کام) سے افضل ہے۔ کیونکہ صیاغت کا موضوع سونا اور چاندی ہے اور یہ دونوں دباغت کے موضوع سے افضل ہیں جو مردار کی جلد ہے۔ یا مقصود کے شرف کی وجہ سے اس کام کو شرف حاصل ہوتا ہے جیسے طب کی صنعت۔ یہ کناست (جھاڑو دینا) کی صنعت سے اشرف ہے کیونکہ طب کا مقصود صحت کا افادہ ہے اور کناست کا مقصود آرام کی جگہ کی صفائی ہے۔ یا اس کام کا شرف اس کی شدت احتجاج کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے فقہ۔ کیونکہ فقہ کی ضرورت طب کی ضرورت سے زیادہ ہے۔ کیونکہ کائنات کا ہر واقعہ فقہ کا محتاج ہوتا ہے خواہ وہ کسی مخلوق کے فرد سے متعلق ہو۔ کیونکہ فقہ کے ذریعے دین و دنیا کے احوال کی اصلاح کا انتظام ہوتا ہے جبکہ طب کی ضرورت بعض افراد کو بعض اوقات میں پڑتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تفسیر کی صنعت تین جہات سے شرف رکھتی ہے: جہۃ الموضوع کیونکہ اس کا موضوع اللہ کا کلام ہے جو ہر حکمت کا سرچشمہ ہے اور ہر فضیلت کا منبع ہے۔ اس میں پہلے لوگوں کی اخبار بھی ہیں اور تمہارے بعد آنے والوں کے متعلق اخبار بھی ہیں۔ تمہارے متعلقہ احکام بھی ہیں، بار بار پڑھنے سے اس کی حکمت بوسیدہ نہیں ہوتی اور اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے۔ یا شرف مقصود کی جہت سے ہوتا ہے۔ چونکہ اس کی غرض اور مقصود مضبوط زنجیر کا پکڑنا ہے اور حقیقی سعادت تک رسائی حاصل کرنا ہے جس کو فنا نہیں ہے۔ رہا شدت ضرورت کی وجہ سے شرف، تو ہر کمال خواہ دینی ہو یا دنیاوی، جلدی ملنے والا ہو یا تاخیر سے یہ تمام علوم شرعیہ اور معارف دینیہ کے محتاج ہیں اور یہ علوم و معارف کتاب اللہ کے علم پر موقوف ہیں۔ یہ تمام بحث علم تفسیر کی فضیلت اور اس کے شرف کے بیان کی جہت سے تھی۔ لیکن تفسیر اور تاویل کے درمیان فرق کی حیثیت سے اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ تفسیر کا لغوی معنی ایضاح اور تبیین ہے۔ اسی مفہوم میں سورۂ فرقان کی آیت کریمہ ہے: وَ لَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا۞۔

اور تفسیر کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ وہ علم جس میں قرآن حکیم کے متعلق بشری طاقت کے مطابق، اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کی حیثیت سے بحث کی جاتی ہے۔ اور علم تفسیر کی تعریف علماء نے اس طرح کی ہے: وہ علم جس میں کتاب عزیز کے احوال کے متعلق اس کی جہت نزول، سند، آراء، الفاظ اور معانی (جو الفاظ کے متعلق ہوتے ہیں اور جو احکام کے متعلق ہوتے ہیں) سے بحث کی جاتی ہے۔ یہ تعریف بہت سی جزئیات پر مشتمل ہے جو علم قراءات، علم اصول، علم قواعد لغت (مثلاً صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع) کے متعلق ہیں۔

تفسیر کی علماء نے ایک تیسری تعریف بھی کی ہے: وہ علم جس میں الفاظ قرآن کے بولنے کی کیفیت، ان کے معانی، ان کے احکامات افرادیہ اور ترکیبیہ کے متعلق بحث کی جاتی ہے اور ان معانی کے متعلق بحث ہوتی ہے جن پر ترکیب کی حالت میں

B

الفاظ کو محمول کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ بھی کچھ چیزیں زیر بحث آتی ہیں مثلاً نسخ کی معرفت، سبب نزول اور ایسی چیزیں جن کے ساتھ مقام کی وضاحت ہو مثلاً قصہ اور مثال وغیرہ۔

یہ تعریف مذکورہ بالا دونوں تعریفوں کے بین بین ہے۔ اس کو پہلی تعریف کی طرف لوٹانا زیادہ سہل ہے اور وہاں جو تفصیل کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد کلام الٰہی کی مراد کو بشری طاقت کے مطابق بیان کرنا ہے۔

اور تاویل لغوی اعتبار سے تفسیر کے مترادف ہے۔ صاحب قاموس فرماتے ہیں:

أَوَّلَ الْكَلَامَ تَأْوِيلًا وَتَأَوَّلَهُ'' یعنی کلام میں غور وفکر کرنا، اس کی تقدیر اور تفسیر بیان کرنا۔ اسی معنی میں قرآن حکیم کی آیت کریمہ ہے فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ (آل عمران: 7)

اسی طرح بہت سی آیات میں تاویل کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ان تمام آیات میں اس کا معنی بیان، کشف اور ایضاح ہے۔

اور مفسرین کی اصطلاح میں تاویل کا معنی مختلف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں، یہ تفسیر کے مترادف ہے۔ پس اس معنی کے اعتبار سے ان کے درمیان نسبت تساوی ہوگی اور متقدمین علماء میں یہ معنی عام مشہور ہے۔ اسی سے مجاہد کا قول ہے: اِنَّ الْعُلَمَاءَ يَعْلَمُوْنَ تَأْوِيْلَهُ یعنی علماء قرآن کی تفسیر کو جانتے ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا قول اس کی تفسیر میں ہے ''اَلْقَوْلُ فِيْ تَأْوِيْلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى كَذَا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر یہ ہے۔ اہل تاویل کا اس آیت میں اختلاف ہے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں: تفسیر عموم اور خصوص کے اعتبار سے تاویل کے مخالف ہے۔ تفسیر اعم مطلق ہے۔ گویا تاویل سے مراد کسی دلیل کی وجہ سے لفظ کا ایسا مدلول بیان کرنا ہے جو مروج معنی کے علاوہ ہو۔ اور تفسیر سے مراد مطلقاً لفظ کا مدلول بیان کرنا ہے، خواہ وہ مدلول متبادر ہو یا غیر متبادر ہو۔

بعض علماء فرماتے ہیں تفسیر، تاویل سے جدا اور مخالف ہے۔ تفسیر قطعی ہوتی ہے کہ اس کلمہ کی مراد الٰہی یہ ہے اور تاویل میں یہ ہے کہ بغیر قطعیت کے چند احتمالات میں سے کسی احتمال کو ترجیح دینا ہے۔ یہ امام ماتریدی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ یا تفسیر کا مطلب روایت کے طریق سے لفظ کا بیان ہے اور تاویل درایت کے طریق سے لفظ کا بیان ہے۔ یا تفسیر ان معانی کا بیان ہے جو وضع عبارت سے متضاد ہوتے ہیں اور تاویل ان معانی کا بیان ہے جو اشارہ کے طریق سے مستفاد ہوتے ہیں۔ یہ مفہوم علمائے متاخرین میں مشہور ہے جیسا کہ علامہ آلوسی نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اس موضوع پر مختلف آراء ذکر کرنے کے بعد علامہ مذکور لکھتے ہیں، یہ تمام اقوال جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور جنکا ہم نے ذکر نہیں کیا، یہ سب آج کے عرف کے مخالف ہیں کیونکہ اب مؤلفین کے نزدیک جو متعارف ہے وہ یہ ہے کہ تاویل قدسی معانی اور ربانی معارف کا بیان ہے جو عارفین کے دلوں پر غیب کے بادلوں سے اترتے ہیں اور تفسیر اس کے مخالف ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ تاویل اس مفہوم کے ساتھ خاص ہے جو اشارہ سے ماخوذ ہوتا ہے اور تفسیر اس مفہوم کے ساتھ خاص ہے جو عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

تفسیر کی اقسام

علامہ زرکشی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب البرہان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تفسیر کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں: ۱۔ جس کو عرب اپنے کلام میں جانتے ہیں۔ ۲۔ وہ جس سے جہالت کی وجہ سے کوئی شخص معذور نہیں سمجھا جاتا۔ اس میں حلال اور حرام چیزیں آتی ہیں۔ ۳۔ وہ قسم جس کو صرف علماء جانتے ہیں۔ ۴۔ وہ قسم جسے صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے، جو اس کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے، علامہ زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ تقسیم صحیح ہے۔ اور رہی وہ قسم جس کو عرب جانتے ہیں اس سے مراد وہ قسم ہے جس میں عربوں کی زبان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ یہ لغت اور اعراب کے اعتبار سے ہے۔ لغت کے معانی کی معرفت اور اسماء کے مسمیات کی معرفت مفسر کے لیے ضروری ہے لیکن قاری کے لیے یہ لازم نہیں۔ پھر اگر کوئی ایسی صورت ہو جس کو الفاظ اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہوں اور وہ عمل کو ثابت کرتی ہو۔ تو اس میں ایک اور دو شخصوں کی خبر، ایک یا دو اشعار سے استشہاد کافی ہوتا ہے اور اگر ایسی صورت ہو کہ جس میں علم ثابت ہوتا ہو تو پھر ایک اور دو اشخاص کی خبر کافی نہیں ہے بلکہ اس لفظ کا مشہور ہونا اور اشعار میں کثرت سے اس کے شواہد کا ہونا ضروری ہے۔ رہا اعراب کا مسئلہ تو اگر اس کا اختلاف معنی کو تبدیل کر دیتا ہو تو اس کا مفسر اور قاری کے لیے جاننا ضروری ہے تاکہ مفسر حکم کی معرفت تک پہنچ سکے اور قاری غلطی سے محفوظ رہے۔ اور اگر اعراب کی ایسی صورت ہو کہ اس کا معنی تبدیل نہ ہوتا ہو تو اس کا جاننا قاری کے لیے ضروری ہے تاکہ غلطی سے مامون رہے اور مفسر پر اس کا جاننا واجب نہیں کیونکہ وہ مقصود تک اس کے بغیر بھی پہنچ جاتا ہے۔

لیکن اس سے جہالت مفسر و قاری ہر ایک کے حق میں جہالت ہے۔ جب یہ بات مسلم ہے تو جو تفسیر اس قسم کی طرف راجع ہو مفسر کے لیے عرب زبان میں جو کچھ وارد ہے اس پر آگاہی ضروری ہے۔ جو شخص لغت کے حقائق اور اس کے مفہومات سے آشنا نہ ہو اس کے لیے کتاب عزیز کی تفسیر کرنا جائز نہیں۔ اس کا تھوڑا سا سیکھ لینا کافی نہیں ہے کیونکہ کبھی لفظ مشترک ہوتا ہے اور لیکن ایک معنی جانتا ہے۔

۲۔ ایسی تفسیر جس سے ناواقف ہونا کسی کے لیے عذر نہیں ہے۔ یہ تفسیر کی وہ قسم ہے جس میں نصوص کے معانی کی طرف ذہن فوراً پہنچ جاتا ہے۔ ایسی نصوص جو احکام شریعت اور دلائل توحید کو اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہوتی ہیں۔ پس ہر لفظ جو ایک واضح معنی اور مفہوم رکھتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہی اللہ کی مراد ہے تو اس قسم کا حکم مختلف نہیں ہوتا اور اس کی تاویل ملتبس نہیں ہوتی کیونکہ ہر شخص آیت کریمہ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (محمد: 19) سے توحید کا معنی سمجھتا ہے کہ الوہیت میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے اگرچہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ ''لَا'' کا کلمہ لغت میں نفی کے لیے وضع کیا گیا ہے اور ''اِلَّا'' اثبات کے لیے موضوع ہے اور اس کلمہ کا مقتضی حصر ہے اور ہر شخص بداہۃً جانتا ہے کہ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ اور اس جیسے دوسرے اوامر کا مطلب مامور کی ماہیت کو بجالانا ہے، اگرچہ وہ نہیں جانتا کہ اِفْعَلْ صیغہ کا تقاضا وجوباً یا ندباً ترجیح ہے۔ تو جس تفسیر کا تعلق اس قسم سے ہو کوئی شخص الفاظ کے معانی سے جہالت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ہر شخص کے لیے یہ معانی بداہۃً معلوم

ہوتے ہیں۔

۳۔ وہ تفسیر جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، جو غیوب کے قائم مقام ہوتی ہے جیسے وہ آیات جو قیام قیامت، بارش کے نزول اور مافی الارحام کے علوم کو مشتمل ہیں۔ اسی طرح روح کی تفسیر اور حروف مقطعات کی تفسیر۔ وہ آیات جو قرآن میں اہل حق کے نزدیک متشابہ ہیں ان کی تفسیر میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور ان کے مراد تک پہنچنا صرف تین طریقوں سے ہو سکتا ہے: یا تو کوئی نص قرآنی اس کا مفہوم و معنی متعین کرے یا نبی کریم ﷺ نے اس کی وضاحت فرمائی ہو یا اس کی تاویل پر امت کا اجماع ہو۔ پس ان تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی نہ پائی جائے تو ہم جان لیں گے کہ یہ ان علوم میں سے ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

۴۔ ایسی تفسیر جس کا مرجع علماء کا اجتہاد ہوتا ہے۔ یہ وہ تفسیر ہے جس پر تاویل کا اطلاق ہوتا ہے اور تاویل کا مطلب لفظ کو اس کے معنی مراد کی طرف پھیرنا ہے۔ پس مفسر ناقل اور مؤول مستنبط ہوتا ہے۔ اس میں احکام کا استنباط، مجمل کا بیان اور عموم کی تخصیص وغیرہ شامل ہیں۔

ہر وہ لفظ جو دو یا دو سے زائد معانی کا احتمال رکھتا ہے۔ اس میں علماء کے علاوہ افراد کے لیے اجتہاد جائز نہیں ہے اور علماء پر لازم ہے کہ وہ شواہد اور دلائل پر اعتماد کریں، صرف اپنی رائے پر اعتماد نہ کریں جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

تفسیر کی ایک اور اعتبار سے تقسیم

بعض علماء نے تفسیر کی ایک دوسری جہت سے تین اقسام بیان کی ہیں:

۱۔ تفسیر بالدرایت: اس کو تفسیر بالرائے بھی کہتے ہیں۔

۲۔ تفسیر بالاشارہ: اس کو تفسیر اشاری کہتے ہیں۔

۳۔ تفسیر بالروایت: اس کو تفسیر بالماثور کہتے ہیں۔

تفسیر کی پہلی دونوں قسموں کا مقصود بیان کرنے کے بعد ہم تفسیر بالماثور پر تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

تفسیر بالرائے کا معنی تفسیر بالاجتہاد ہے۔ اگر اجتہاد ایسی مستند چیز پر موقوف ہو جس سے استشہاد کیا جاتا ہو اور وہ اجتہاد جہالت اور گمراہی سے پاک ہو تو وہ قابل تعریف ہوتا ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ قابل مذمت ہوتا ہے۔

اور تفسیر اشاری سے مراد ظاہر قرآن سے ہٹ کر کسی اشارۂ خفیہ کی وجہ سے قرآن کی تاویل کرنا ہے جو ارباب سلوک و تصوف پر ظاہر ہوتا ہے اور ظاہر معنی اور اس خفیہ اشارہ کو جمع کرنا ممکن ہوتا ہے۔

تفسیر بالماثور

وہ تفسیر ہے جس میں قرآن حکیم، سنت یا کلام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعے مراد الٰہی بیان کی جاتی ہے۔ مثلاً قرآن حکیم میں ہے وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرہ: 187) اس آیت

میں مِنَ الْفَجْرِ کا کلمہ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ کے مراد کی شرح اور بیان ہے۔ اسی طرح قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (الاعراف 23) یہ آیت بعض وجوہ تفسیر کے مطابق فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ (البقرہ:37) میں موجود کلمات کے لفظ کا بیان ہے۔ اسی طرح حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ (المائدۃ:3) آیت کریمہ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ (المائدۃ:1) کے الفاظ مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ کا بیان ہے۔ اور لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ (المائدۃ:12) کا ارشاد ان دو عہدوں کا بیان ہے جن کا ذکر اَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (البقرہ:40) میں ہے۔ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْ کا بیان لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (المائدۃ:12) ہے اور اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ کا بیان لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ (المائدۃ:12) ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ (الطارق 3-2) اس ارشاد میں النَّجْمُ الثَّاقِبُ کا کلمہ الطَّارِقِ کے کلمہ کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو کتاب الٰہی میں غور و فکر سے مل سکتی ہیں۔ قرآن کی شرح جو احادیث میں وارد ہے مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ...... (الانعام:82) میں موجود ظلم کی تفسیر شرک سے بیان فرمائی اور پھر بطور دلیل اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (لقمان) کا ارشاد تلاوت فرمایا۔ اسی طرح فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۙ (الانشقاق:8) کی تفسیر العرض (اعمال کا پیش کرنا) سے فرمائی۔ یہ واقعہ اس طرح سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ عُذِّبَ'' یعنی جس سے حساب میں مناقشہ ہو گیا اسے عذاب ہوگا۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں ہے فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۙ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۙ (الانشقاق) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے مراد العرض ہے (اعمال کا پیش ہونا)۔ اسی طرح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (الانفال:60) میں موجود قوۃ کی تفسیر تیر اندازی سے بیان فرمائی۔ احادیث صحیحہ میں کثرت سے اقوال موجود ہیں۔ تفسیر کی ان دونوں اقسام کو قبول کرنے میں کوئی شک نہیں ہے۔

تفسیر بالقرآن کی قبولیت میں اس لیے شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مراد کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے۔ اور سب کتابوں سے سچی کتاب قرآن حکیم ہے۔ اور تفسیر بالحدیث کا تسلیم کرنا اس لیے ضروری اور غیر مشکوک ہے کیونکہ بہترین ہدایت اور رہنمائی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت ہے اور آپ کا منصب بھی شرح و بیان تھا جبکہ ہم یقینی طور پر آپ کی عصمت اور مامونیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (النحل:44)

اور تفسیر کی تیسری قسم جو صحابۂ کرام کے آثار سے مروی ہے اس کے متعلق مستدرک (للحاکم) میں ہے کہ اس صحابی کی تفسیر، جو وحی اور نزول قرآن کے وقت موجود تھا مرفوع کے حکم میں ہے۔ اسی طرح امام حاکم رحمہ اللہ نے مطلق یہ قول ذکر کیا ہے جبکہ بعض علماء نے اس کو نزول کے بیان سے مقید کیا ہے اور ایسی بات سے مقید کیا ہے جس میں صحابی کی اپنی رائے کی گنجائش نہ ہو۔ اگر مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو وہ موقوف کے حکم میں ہوگی۔

امام حاکم رحمہ اللہ اور ان کے ہم فکر لوگوں کے قول کے مطابق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وحی اور نزول کے وقت موجود تھے اور انہوں نے اسباب نزول کا مشاہدہ کیا تھا جس کی وجہ سے کتاب کے معانی ان پر واضح تھے۔ نیز ان کی فطرت سلامت تھی اور ان کے نفوس وقلوب صاف شفاف تھے اور فصاحت وبیان میں بھی بلند مقام پر فائز تھے۔ اس لیے کلام الٰہی کی مراد سمجھنا ان کے لیے ممکن تھا اور اس فہم صحیح اور سلامت فکر کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی مراد کو یقین سے حاصل کر لیتے تھے۔

اور وہ تفاسیر جو تابعین سے منقول ہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں یہ بھی تفسیر بالماثور ہے کیونکہ تابعین نے صحابہ سے علم حاصل کیا تھا اور بعض علماء فرماتے ہیں: یہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے۔

اور تفسیر ابن جریر طبری میں قرآن حکیم کے بیان میں بہت سے صحابہ اور تابعین کے اقوال منقول ہیں۔ لیکن حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اکثر تفسیر بالماثور راویوں تک یہودیوں، فارسیوں اور اہل کتاب کے ذریعے پہنچی، بعض علماء فرماتے ہیں: انبیائے کرام علیہم السلام کے اپنی امتوں کے ساتھ واقعات، ان کے معجزات، ان کی کتب اور ان کی تاریخ مثلاً اصحاب کہف کا واقعہ، ارم ذات العماد کا شہر، بابل کا جادو، عوج بن عنق اور امور غیب مثلاً قیامت کی علامت، قیام قیامت اور جو کچھ قیامت کے دن اور قیامت کے بعد واقع ہونے والا ہے۔ یہ تقریباً تمام مواد یہود ونصاریٰ کے ذریعے راویوں تک پہنچا، اکثر ان میں سے خرافات اور مفتریات ہیں جن کے متعلق راویوں نے مروی عنہم کو سچا سمجھا حتیٰ کہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان کی بات کو سچ سمجھ کر روایت کر دیا۔ اس لیے امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں تین چیزوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ۱۔ تفسیر، ملاحم اور مغازی۔ پس تمام مفید روایات کو مستقل کتب میں جمع کرنا واجب ہے جس طرح کہ بعض روایات کتب احادیث موجود ہیں اور ان کی اسانید کی جرح وتعدیل کرنا بھی واجب ہے۔ پھر تفسیر میں وہ احادیث ذکر کرنی چاہئیں جو سند کے اعتبار سے صحیح ہوں جس طرح کہ کتب فقہ میں احادیث ذکر کی جاتی ہیں لیکن ان کے مخرج کی طرف نسبت کرنا ضروری ہے۔

وہ تفسیر جس میں قرآن کی تفسیر قرآن سے ہو یا سنت صحیحہ مرفوعہ سے ہو اس کی وجاہت اور قبولیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور قرآن کی تفسیر جو صحابۂ کرام اور تابعین کی طرف منسوب ہے اس میں کئی اعتبار سے ضعف پایا جاتا ہے: ۱۔ اسلام کے دشمنوں نے ان کی اصل کو ختم کر دیا ہے۔ مثلاً یہود اور فارس کے زندیق لوگ۔ ۲۔ مختلف مذاہب فقہیہ کے اصحاب نے اپنے اپنے مسلک ومذہب کی ترویج کے لیے ایسی روایات نقل کی ہیں۔ ۳۔ صحیح اور غیر صحیح کا ملاپ، نیز بہت سے اقوال کا نقل ہونا جو بغیر سند اور تحری کے صحابہ اور تابعین کی طرف منسوب ہیں۔ ۴۔ ایسی بہت سی روایات اسرائیلیات سے بھری ہوئی ہیں اور ان میں بہت سی ایسی خرافات بھی ہیں جن کے بطلان پر دلیل قائم ہے۔ ۵۔ اور سابقہ کتب سے جو صحیح بھی منقول ہے مثلاً تورات، انجیل تو اس کے متعلق ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توقف کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہم اس کی تصدیق نہ کریں کیونکہ ہوسکتا ہے یہ اس مواد سے ہو جو ان کی کتب میں تحریف شدہ ہے اور نہ اس کی تکذیب کریں کیونکہ ہوسکتا ہے یہ وہ کلام ہو جو اہل کتاب کی دست برد سے محفوظ ہو۔

انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تفسیر بالماثور کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ایک وہ جس کی قبولیت کی صحت پر دلائل کثیر ہوں، اس کو ورد کرنا کسی کے لیے مناسب نہیں اور اس سے غفلت اور بے اعتنائی جائز نہیں ہے۔

۲۔ دوسری وہ جو کسی سبب غیر معروفہ کی وجہ سے صحیح نہ ہو، اس کا رد کرنا واجب ہے۔ اس کا قبول کرنا اور اس کے متعلقات میں مشغول ہونا جائز نہیں ہے۔ ہاں اس کے غلط ہونے کی تشخیص اور تنبیہ کی خاطر اس سے تعرض جائز ہے تا کہ کوئی سادہ لوح اس سے دھوکے میں مبتلا نہ ہو جائے۔

تفسیر بالماثور کی تدوین اور تفسیر بالماثور میں مشہور کتب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین رحمہم اللہ کا دور آیا تو اس میں کثرت سے تفاسیر مرتب ہوئیں۔ ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور تابعین رحمہم اللہ کے ارشادات جمع کیے گئے۔ مثلاً حضرات سفیان بن عیینہ، وکیع بن جراح، شعبہ بن الحجاج، یزید بن ہارون، عبدالرزاق، آدم بن ابوایاس، اسحاق بن راہویہ، روح بن عبادہ، عبد بن حمید، ابوبکر بن ابی شیبہ، علی بن ابی طلحہ، بخاری اور دوسرے علماء کی تفاسیر رحمہم اللہ۔ ان کے بعد تفسیر ابن جریر مرتب ہوئی جو اہم تفاسیر میں سے ہے۔ پھر حضرات ابن ابی حاتم، ابن ماجہ، حاکم، ابن مردویہ، ابن حبان وغیرہم رحمہم اللہ نے تفاسیر لکھیں۔ ان تفاسیر میں سے ہر تفسیر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال پر منحصر ہیں، لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ کی تفسیر میں اقوال کی توجیہ بھی کی گئی ہے اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح بھی دی گئی ہے نیز اس میں اعراب اور استنباط کا بھی ذکر ہے۔

تفسیر بالماثور کی مشہور کتب یہ ہیں۔

۱۔ تفسیر ابن جریر، ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ یہ اہم ترین اور جامع ترین تفسیر ہے۔

۲۔ تفسیر ابواللیث السمر قندی، اس میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے اقوال درج ہیں لیکن اس میں اسانید کا ذکر نہیں ہے۔

۳۔ تفسیر ابن کثیر، یہ تفسیر، تفاسیر ماثورہ میں سے اصح ترین تفسیر ہے۔ اگرچہ مکمل طور پر اصحیت کا قول اس کے بارے بھی نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔ تفسیر بغوی، یہ تفسیر بھی اسانید سے خالی ہے۔

۵۔ تفسیر بقی بن مخلد، علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ میں قطعی طور پر کہتا ہوں کہ دور اسلام میں اس تفسیر کی مثل کوئی تفسیر مرتب نہیں کی گئی۔ اس کی ہم پلہ نہ تفسیر ابن جریر ہے اور نہ کوئی دوسری تفسیر۔

۶۔ اسباب النزول للواحدی، اس میں مصنف نے اسباب نزول جو ماثور و منقول ہیں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی تفسیر کی ایک خاص نوع ہے۔ اس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہوئی۔

۷۔ الناسخ والمنسوخ لابی جعفر النحاس، اس میں مؤلف نے الناسخ کے متعلق گفتگو کی ہے اور انہوں نے اسانید کے ساتھ علماء

کے اقوال ذکر کئے ہیں۔ نسخ کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اس کا انہوں نے اس کا احاطہ کیا ہے اگر چہ وہ ان کے نزدیک صحیح نہ بھی تھا۔ یہ بھی تفسیر کی ایک قسم ہے جس میں رائے کی مجال نہیں ہے۔

۸۔ تفسیر الدر المنثور للسیوطی، یہ وہ تفسیر ہے جس کو ہم پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

تفسیر الدر المنثور کی تعریف اور مؤلف کا انداز تحریر

الامام السیوطی رحمہ اللہ خود اپنی کتاب الاتقان میں فرماتے ہیں میں نے ایک مسند کتاب جمع کی ہے جس میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تفسیر کا بیان ہے۔ اس میں دس ہزار سے زائد احادیث موجود ہیں، کچھ مرفوع اور کچھ موقوف ہیں۔ یہ چار مجلدات ہیں۔ الحمد للہ مکمل ہو چکی ہے اور میں نے اس کا نام ترجمان القرآن رکھا ہے۔ اس کی تصنیف کے دوران میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی، اس میں ایک طویل قصہ ہے جس میں ایک حسین بشارت ہے۔

اس تفسیر کے مقدمہ میں علامہ مذکور فرماتے ہیں: میں نے جب اپنی کتاب ترجمان القرآن مرتب کی اس میں میں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی تفاسیر کا اسانید کے ساتھ تذکرہ کیا۔ الحمد للہ۔ وہ ضخیم چار جلدوں میں مکمل ہوئی۔ اس میں میں نے تمام احادیث اور آثار کو ان کے مخارج سے اسانید کے ساتھ ذکر کیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ علم کے حصول کا شوق و ذوق ماند پڑ گیا ہے اور احادیث کے متون پر بھی انحصار میں رغبت ہونے لگی ہے اس لیے میں نے اس تطویل سے یہ مختصر تفسیر تلخیص کی اور صرف اثر کے متن پر اکتفا کیا اور ہر اثر کو معتبر مخرج سے منسوب کیا۔ اور میں نے اس کا نام ''الدر المنثور فی التفسیر بالماثور'' رکھا۔

ہم اب اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں تفسیر بالماثور کے طریقہ کا کامل التزام کیا ہے اور انہوں نے اپنی نقل کردہ روایات میں رائے کے عمل کو خلط ملط نہیں کیا جس طرح کہ دوسرے مفسرین نے کیا ہے۔ اسی چیز کو انہوں نے ہمارے لیے اس کتاب میں ایک واضح مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔

خطبۃ الکتاب

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے آثار کو دوبارہ منصۂ شہود پر زندہ فرمایا جو ایک وقت میں صفحۂ ہستی سے مٹ چکے تھے، جس نے اخبار ماثورہ کے لیے اسناد عالی کے ساتھ پہنچنے والے اقوال و آثار کے ساتھ تفسیر لکھنے کی توفیق بخشی اور میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کے کلمہ کے ساتھ ایسی شہادت دیتا ہوں جو شہادت دینے والے کے اجر میں اضافہ کا باعث ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا و مولا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے وہ عبد مقرب ہیں جنہوں نے ایمان کی فجر صادق کو ذوق طلوع بخشا اور کج رو اور فسق و فجور کی گمراہیوں میں بھٹکنے والوں کی ظلمتوں کو اپنے روشن پیغام سے کافور کر دیا۔ درود ہو آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر جو علم مرفوع اور فضل مشہور کے حامل تھے جب تک یہ گردش لیل و نہار قائم ہے ان پاک طینت ذوات پر دائمی درود و سلام ہو۔

حمد و ثناء اور درود و سلام کے بعد! جب میں نے کتاب ترجمان القرآن مرتب کی جو ایسی تفسیر تھی جس میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار و اقوال منقول تھے۔ الحمدللہ وہ چند جلدوں میں مکمل ہوئی۔ میں نے اس میں آثار کو اسانید کے ساتھ نقل کیا اور جن کتب سے نقل کیا ان کا حوالہ بھی دیا لیکن میں نے دیکھا کہ ہمتیں کوتاہ ہو گئی ہیں اور ذوق علم اس تطویل کے پڑھنے سے قاصر ہو گیا ہے اور صرف متون احادیث میں رغبت ہونے لگی ہے تو میں نے اس طویل کتاب سے یہ مختصر کتاب مرتب کی ہے جس میں متن کے ذکر پر انحصار کیا ہے لیکن ہر اثر کے مخرج کا بھی ساتھ ذکر کیا ہے میں نے اس کا نام الدر المنثور فی التفسیر بالماثور رکھا ہے! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف کے اجر میں اضافہ فرمائے اور اسے اپنے کرم اور احسان سے خطا اور نافرمانی سے محفوظ فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکیوں کی توفیق بخشنے والا اور غلطیوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔

خطبۃ الکتاب

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمُ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے آثار کو دوبارہ منصۂ شہود پر زندہ فرمایا جو ایک وقت میں صفحہ ہستی سے مٹ چکے تھے، جس نے اخبار ماثورہ کے لیے اسناد عالی کے ساتھ پہنچنے والے اقوال و آثار کے ساتھ تفسیر لکھنے کی توفیق بخشی اور میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡكَ لَہٗ کے کلمہ کے ساتھ ایسی شہادت دیتا ہوں جو شہادت دینے والے کے اجر میں اضافہ کا باعث ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا و مولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اس کے وہ عبد مقرب ہیں جنہوں نے ایمان کی فجر صادق کو ذوق طلوع بخشا اور کج رو اور فسق و فجور کی گمراہیوں میں بھٹکنے والوں کی ظلمتوں کو اپنے روشن پیغام سے کافور کر دیا۔ درود ہو آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر جو علم مرفوع اور فضل مشہور کے حامل تھے جب تک یہ گردش لیل ونہار قائم ہے ان پاک طینت ذوات پر دائمی درود و سلام ہو۔

حمد و ثناء اور درود و سلام کے بعد! جب میں نے کتاب ترجمان القرآن مرتب کی جو ایسی تفسیر تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار و اقوال منقول تھے۔ الحمدللہ وہ چند جلدوں میں مکمل ہوئی۔ میں نے اس میں آثار کو اسانید کے ساتھ نقل کیا اور جن کتب سے نقل کیا ان کا حوالہ بھی دیا لیکن میں نے دیکھا کہ ہمتیں کوتاہ ہوگئی ہیں اور ذوق علم اس تطویل کے پڑھنے سے قاصر ہو گیا ہے اور صرف متون احادیث میں رغبت ہونے لگی ہے تو میں نے اس طویل کتاب سے یہ مختصر کتاب مرتب کی ہے جس میں متن کے ذکر پر انحصار کیا ہے لیکن ہر اثر کے مخرج کا بھی ساتھ ذکر کیا ہے میں نے اس کا نام الدر المنثور فی التفسیر بالماثور رکھا ہے! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف کے اجر میں اضافہ فرمائے اور اسے اپنے کرم اور احسان سے خطا اور نافرمانی سے محفوظ فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکیوں کی توفیق بخشنے والا اور غلطیوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔

پارہ ۱ سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

''سب تعریفیں اللہ کے لیے جو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے سارے جہانوں کا۔ بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا۔ مالک ہے روز جزاء کا۔ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ چلا ہم کو سیدھے راستے پر۔ راستہ ان کا جن پر تو نے انعام فرمایا، نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا''۔

امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت اسود سے سورۂ فاتحہ کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ قرآن مجید کا حصہ ہے؟ اسود نے فرمایا: ہاں۔

امام عبد بن حمید اور محمد بن نصر المروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں اور ابن الانباری نے المصاحف میں محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فاتحۃ الکتاب اور معوذتین، اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ، اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ لکھتے تھے۔ لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان چیزوں سے کچھ بھی نہ لکھتے تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فاتحۃ الکتاب اور معوذتین لکھے تھے۔

امام عبد بن حمید نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا عبد اللہ قرآن حکیم میں فاتحۃ الکتاب نہیں لکھتے تھے اور فرماتے اگر میں اسے لکھتا تو سب سے پہلے لکھتا۔

امام الواحدی نے اسباب النزول میں اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا فاتحۃ الکتاب مکہ میں عرش کے نیچے والے خزانہ سے نازل کی گئی ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، ابونعیم نے (دلائل النبوۃ میں) واحدی اور ثعلبی نے ابومیسرہ عمرو بن شرجیل سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ میں جب اکیلا ہوتا ہوں تو میں کوئی آواز سنتا ہوں، قسم بخدا مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی اہم حادثہ واقع ہونے والا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ

1۔ اسباب النزول، صفحہ: 11، مطبوعہ بیروت

آپ کو کسی پریشانی اور مصیبت میں گرفتار نہیں کرے گا اللہ کی قسم آپ امانت دار ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچی بات کرتے ہیں۔ پھر جب ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے جبکہ نبی کریم ﷺ گھر پر تشریف فرما نہ تھے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضور ﷺ کی (گزشتہ) گفتگو کا ذکر کیا اور کہا کہ تم محمد ﷺ کے ساتھ ورقہ کے پاس جاؤ، جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہمارے ساتھ ورقہ کے پاس چلو، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا (ابوبکر!) تجھے یہ ساری باتیں کس نے بتائی ہیں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بتائی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں ورقہ کے پاس گئے اور سارا ماجرا بیان کیا، فرمایا جب میں اکیلا ہوتا ہوں تو پیچھے سے یا محمد یا محمد کی آواز سنتا ہوں میں یہ سن کر اس جگہ سے بھاگ آتا ہوں۔ ورقہ نے کہا آئندہ جب تیرے پیچھے سے آواز آئے تو بھاگنا نہیں ٹھہرے رہنا حتیٰ کہ اس کی باتیں سننا پھر میرے پاس آ کر مجھے بتانا۔ پس جب آپ تنہا ہوئے تو یہ ندا آئی اے محمد ﷺ کہو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حتی کہ وَلَا الضَّآلِّيْنَ تک پڑھا۔ کہا بلکہ کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ پس رسول اللہ ﷺ یہ سن کر ورقہ کے پاس آئے اور سب کچھ بتایا۔ ورقہ نے رسول اللہ ﷺ کو کہا بشارت ہو، بشارت ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی وہ ذات ہیں جن کی (آمد) کی بشارت ابن مریم نے دی تھی اور آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام والا فرشتہ آیا ہے اور آپ بھیجے ہوئے نبی ہیں (1)۔

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں ابن اسحٰق کے طریق سے بنی سلمہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ جب بنی سلمہ کے جوان مسلمان ہوئے اور عمرو بن الجموح کے بیٹے نے بھی اسلام قبول کر لیا تو عمرو بن جموح کی بیوی نے اسے کہا کیا تم نے سنا ہے جو آپ کا بیٹا اس شخص سے روایت کرتا ہے؟ عمرو نے کہا بیٹا تو نے اس شخص سے کیا بات سنی ہے؟ بیٹے نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ تک پڑھا، عمرو کہنے لگا کتنا خوبصورت اور حسین کلام ہے۔ کیا اس کا تمام کلام اسی طرح ہے؟ بیٹے نے کہا اے والد محترم! اس سے بھی خوبصورت کلام فرماتا ہے۔ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے (2)۔

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، ابوسعید بن الاعرابی نے اپنی معجم میں اور طبرانی نے الاوسط میں مجاہد کے واسطہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابلیس نے چیخ ماری جب فاتحۃ الکتاب نازل ہوئی تھی اور یہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی تھی۔

وکیع اور فریابی نے اپنی اپنی تفسیر میں، ابوعبد اللہ نے فضائل القرآن میں، ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے اپنی اپنی تفسیر میں ابوبکر ابن الانباری نے کتاب المصاحف میں ابوالشیخ نے العظمۃ میں، ابونعیم نے الحلیۃ میں مجاہد کے طریق سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا فاتحۃ الکتاب مدینہ میں نازل ہوئی (3)۔ وکیع نے اپنی تفسیر میں مجاہد سے

1۔ دلائل النبوۃ از ابونعیم، جلد 2، صفحہ 158، مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ حلب بیروت۔ 2۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 413

3۔ فضائل القرآن از ابوعبید، صفحہ 367، مطبوعہ دار المحاسن القاہرہ۔

روایت کیا ہے کہ فاتحۃ الکتاب مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی، ابوبکر بن الانباری نے المصاحف میں قتادہ سے روایت کیا ہے کہ فاتحۃ الکتاب مکہ میں نازل ہوئی (1)۔

امام ابن الضریس نے فضائل قرآن میں ایوب سے روایت کیا ہے کہ حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ام القرآن کہنا مکروہ ہے۔ وہ فرماتے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ (الرعد) لیکن فاتحۃ الکتاب کہنا چاہیے۔

امام دار قطنی نے روایت کیا ہے اور اس روایت کو انہوں نے صحیح بھی کہا ہے اور البیہقی نے السنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم اَلْحَمْدُ پڑھو تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھو۔ یہ (سورۃ) ام القرآن، ام الکتاب اور سبع مثانی ہے اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اس کی آیتوں میں سے ایک ہے (2)۔

امام بخاری نے اور دارمی نے اپنی مسند میں، ابوداؤد، ترمذی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن ابی مردویہ نے اپنی اپنی تفاسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (سورۃ) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، ام القرآن، ام الکتاب اور سبع مثانی ہے (3)۔ امام احمد نے اپنی مسند میں ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے اپنی اپنی تفاسیر میں ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ام القرآن ہی ام القرآن ہے۔ یہ فاتحۃ الکتاب ہے، یہ سبع مثانی ہے، یہ قرآن عظیم ہے (4)۔ الثعلبی نے عبد الجبار بن العلاء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سفیان بن عیینہ فاتحۃ الکتاب کو وافیہ کہا کرتے تھے۔ الثعلبی نے عفیف بن سالم سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن یحییٰ بن ابی کثیر سے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا تو الکافیہ کے متعلق پوچھ رہا ہے؟ میں نے کہا الکافیہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا الفاتحہ۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ اپنے ماسوا کی کفایت کرتی ہے لیکن اس کا ماسوا اس کی کفایت نہیں کرتا۔ الثعلبی نے الشعبی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے پسلی میں درد کی شکایت کی تو شعبی نے فرمایا تو اساس القران پڑھ! اس نے پوچھا اساس القرآن کیا ہے؟ فرمایا فاتحۃ الکتاب۔ دار قطنی اور بیہقی نے السنن میں صحیح سند کے ساتھ عبد خیر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سبع مثانی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ حضرت علی سے کہا گیا یہ تو چھ آیات ہیں حضرت علی نے فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ایک آیت ہے (5)، طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سات آیتیں ہیں۔ بسم اللہ ...... ان میں سے ایک آیت ہے، یہ سبع مثانی، قرآن عظیم ہے اور یہ ام القرآن ہے اور یہ فاتحۃ الکتاب ہے (6)۔

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 205 مطبوعہ وزارت تعلیم پاکستان
2۔ سنن الدار قطنی، جلد 1، صفحہ 312، مطبوعہ دار المحاسن القاہرہ
3۔ شرح سنن ابوداؤد، جلد 5، صفحہ 371 مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض
4۔ تفسیر طبری، جلد 1 صفحہ 55، مطبوعہ، بیروت
5۔ سنن الدار قطنی، جلد 1، صفحہ 313
6۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 436، مطبوعہ، بیروت

کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک آدمی اس کے ساتھ گیا اور بکریوں کا نذرانہ وصول کرنے کی شرط پر سورۂ فاتحہ پڑھی۔ پس وہ شخص ٹھیک ہوگیا۔ وہ بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس نذرانہ کو ناپسند کیا اور کہا تم نے اللہ کی کتاب پر اجرت لی ہے۔ حتیٰ کہ وہ مدینہ طیبہ پہنچے تو عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فلاں شخص نے اللہ کی کتاب پر اجر لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جن چیزوں پر تم اجر لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ حقدار اللہ کی کتاب ہے۔

امام احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں جید سند کے ساتھ عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا کیا میں تجھے اس سورت کے متعلق نہ بتاؤں جو قرآن میں سب سے آخر میں نازل ہوئی؟ میں نے کہا یا رسول اللہ بتائیے۔ فرمایا فاتحۃ الکتاب۔ میرا خیال ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سورت میں ہر بیماری سے شفا ہے(1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں اور دار قطنی نے الافراد میں اور ابن عساکر نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کے ساتھ دم پڑھ کر مجھ پر پھونک ماری(2)۔

امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں، بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فاتحۃ الکتاب زہر سے شفاء ہے(3)۔

امام ابو الشیخ ابن حبان نے کتاب الثواب میں ایک دوسرے طریق سے حضرات ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً اسی طرح روایت کی ہے۔ دارمی اور بیہقی نے شعب الایمان میں ثقہ رجال کی سند سے عبد الملک بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فاتحۃ الکتاب ہر مرض سے شفاء ہے(4)۔ ثعلبی نے معاویہ بن صالح عن ابی سلیمان کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ میں ایک شخص کے پاس سے گزرے جس کو سر درد کی تکلیف تھی۔ کسی صحابی نے اس کے کان میں ام القرآن پڑھی تو وہ ٹھیک ہوگیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ ام القرآن ہے اور یہ ہر بیماری کی شفاء ہے۔

امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلہ اور حاکم نے (اور انہوں نے اس کو صحیح بھی قرار دیا ہے) اور بیہقی نے دلائل میں خارجہ بن تمیمی سے اور انہوں نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے پھر جب حاضری دیکر واپس آرہے تھے تو ایک قوم کے پاس سے گزرے جن میں ایک پاگل شخص تھا جو لوہے کے سنگلوں سے باندھا ہوا تھا۔ اس مجنون شخص کے گھر والوں نے کہا کیا تمہارے پاس کوئی اس مریض کا علاج ہے۔ بے شک تمہارا ساتھی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خیر لایا ہے حضرت خارجہ کے چچا فرماتے ہیں میں نے اس مجنوں پر فاتحۃ الکتاب تین دن پڑھی۔ ہر روز دو مرتبہ صبح وشام اپنی تھوک جمع کر کے اس پر تھوک دیتا تھا۔ پس وہ مجنون ٹھیک ہوگیا۔ انہوں نے مجھے سو بکریاں پیش کیں۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سارا واقعہ سنایا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم کھاؤ اور جو باطل دم کے ساتھ

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 450، رقم الحدیث: 2367 مطبوعہ، بیروت
2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 20 صفحہ 113، مطبوعہ دار الفکر بیروت
3۔ شعب الایمان، جلد 2 صفحہ 450، رقم الحدیث: 2368 مطبوعہ، بیروت
4۔ ایضاً، جلد 2 صفحہ 450، رقم الحدیث 2370

کھاتا ہے (اس کے لیے جائز نہیں) تو نے تو حق کے دم کے ساتھ کھایا ہے (1)۔ بزار نے اپنی مسند میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تو اپنا پہلو بستر پر رکھے اور فاتحۃ الکتاب، اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے تو تو موت کے سوا ہر چیز سے امن میں ہوگا۔

امام طبرانی نے الاوسط میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ام القرآن اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی گویا اس نے قرآن کا تیسرا حصہ تلاوت کر لیا (2)۔

امام عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور الفریابی نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں فاتحۃ الکتاب قرآن کا تیسرا حصہ ہے۔ امام عبد بن حمید نے اپنی مسند میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا فاتحۃ الکتاب قرآن کا 2/3 حصہ ہے۔

حاکم نے روایت نقل کی ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے اور ابوذر الہروی نے فضائل میں بیہقی نے الشعب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے۔ ایک جگہ اترے۔ پس آپ ﷺ کے ساتھ ایک صحابی چل رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تجھے قرآن کا افضل ترین حصہ نہ بتاؤں تو آپ ﷺ نے اس پر سورۂ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تلاوت فرمائی (3)۔

ابن الضریس نے فضائل القرآن میں اور بیہقی نے شعب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر احسانات فرمائے ہیں ان میں مجھے یہ بھی عطا فرمایا کہ (اے محبوب) میں نے تجھے فاتحۃ الکتاب عطا فرمائی ہے۔ یہ میرے عرش کے خزانوں میں ہے پھر میں نے اسے اپنے اور تیرے درمیان نصف نصف تقسیم کیا ہے (4)۔ اسحٰق بن راہوایہ نے اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے فاتحۃ الکتاب کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ سورت عرش کے نیچے کے خزانہ سے نازل کی گئی ہے۔ حاکم نے روایت کیا ہے اور اس نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں ابوذر الہروی نے فضائل میں، بیہقی نے شعب میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورۂ بقرہ مجھے ذکر اول سے عطا کی گئی اور فاتحۃ الکتاب اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے سے عطا کی گئی اور المفصل نافلہ ہے (5)۔

امام دیلمی نے مسند الفردوس میں عمران بن حصین سے روایت کیا ہے کہ فاتحۃ الکتاب اور آیۃ الکرسی جو شخص اپنے گھر میں پڑھتا ہے اس کے گھر والے اس دن انسان اور جن کی آنکھ سے بچے رہتے ہیں۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1 صفحہ 747، رقم الحدیث 2055، مطبوعہ، بیروت

2۔ المعجم الاوسط، جلد 3، صفحہ 33، رقم الحدیث: 2056، مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض

3۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 444، رقم الحدیث: 2358، مطبوعہ، بیروت

4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 448، رقم الحدیث 2363

5۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 485، (2478)۔

امام ابوالشیخ نے الثواب میں، الطبرانی، ابن مردویہ، دیلمی، الضیاء المقدسی نے المختارۃ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چار چیزیں عرش کے نیچے سے اتری ہیں ان کے علاوہ کوئی چیز عرش کے نیچے سے نہیں اتری: (۱) ام الکتاب (۲) آیۃ الکرسی (۳) سورۂ بقرہ کی آخری آیات (۴) الکوثر (1)۔ ابن الضریس نے ابوامامہ سے اس کی مثل موقوف نقل کی ہے۔

امام ابونعیم اور دیلمی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورۂ فاتحہ اتنی کفایت کرتی ہے جتنی کفایت قرآن کا کوئی اور جز نہیں کرتا اگر فاتحۃ الکتاب کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور پورے قرآن کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو سورۂ فاتحہ قرآن سے سات گنا زیادہ ہوگی (2)۔

امام ابوعبید نے فضائل میں الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے فاتحۃ الکتاب پڑھی گویا اس نے تورات، انجیل، زبور اور فرقان پڑھی۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتب نازل فرمائیں پھر ان کے علوم چار کتب میں رکھے تورات، انجیل، زبور، فرقان پھر تورات، انجیل اور زبور اور قرآن میں رکھے پھر قرآن کے علوم المفصل (سورتوں) میں رکھے پھر المفصل کے علوم فاتحۃ الکتاب میں رکھے پس جس نے فاتحۃ الکتاب کی تفسیر کو جان لیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے تمام نازل شدہ کتب کی تفسیر کو جان لیا (3)۔

امام وکیع نے اپنی تفسیر میں ابن الانباری نے المصاحف میں، ابوالشیخ نے العظمۃ میں ابونعیم نے الحلیہ میں مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابلیس نے چار مواقع پر چیخیں ماریں۔ ۱: جب سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔ ۲: جب اس پر لعنت کی گئی۔ ۳: جب اسے زمین کی طرف اتارا گیا۔ ۴: جب محمد ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔ ابن الضریس نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب سورۂ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نازل ہوئی تو ابلیس کو بڑی تکلیف ہوئی اس نے بہت زور سے چیخ ماری اور اپنے آپ کو لوہے سے مارا، مجاہد فرماتے ہیں جس نے چیخیں ماریں اور اپنے آپ کو لوہے سے مارا وہ ملعون ہے۔

امام ابن الضریس نے عبدالعزیز بن الربیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب فاتحۃ الکتاب نازل ہوئی تو اس نے اس طرح چیخیں ماریں جس طرح اس نے اپنے اوپر لعنت ہونے کے دن چیخیں ماری تھیں، ابوعبید نے مکحول سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ام القرآن، قرأت ہے، مسئلۃ ہے اور دعا ہے۔ ابوالشیخ نے الثواب میں حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو فاتحۃ الکتاب آخر تک پڑھ ان شاء اللہ تیرا وہ کام پورا ہوگا۔ ابن قانع نے معجم الصحابہ میں رجاء الغنوی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ شفاء طلب کرو ان الفاظ سے جن سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے حمد کرنے سے پہلے خود اپنی حمد فرمائی اور ان الفاظ سے شفاء طلب کرو جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مدح خود

1۔ معجم کبیر از طبرانی، جلد 8، صفحہ 235، (7920)، مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم

2۔ الفردوس بماثور الخطاب، جلد 2، صفحہ 144، (21386)، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

3۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 451، (2371)، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

فرمائی ہے ہم نے عرض کی اے اللہ کے نبی وہ کیا ہے فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ پس جس کو قرآن شفا نہیں دیتا اسے اللہ تعالیٰ بھی شفا نہیں دیتا(1)۔

امام ابوعبید نے ابوالمنہال سیار بن سلامہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ایک مہاجر شخص نے پایا جبکہ آپ تہجد پڑھ رہے تھے آپ صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اس پر زائد کچھ نہ پڑھتے تھے تکبیر کہتے، تسبیح کہتے پھر رکوع کرتے اور سجدہ کرتے جب صبح ہوئی تو اس شخص نے یہ سب کچھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیری ماں کے لیے ہلاکت ہو کیا یہ ملائکہ کی نماز نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں بے شک ملائکہ کو صرف فاتحہ پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ ابن الصلاح نے ذکر کیا ہے کہ قراءۃ القرآن ایک خصوصیت ہے جو صرف انسان کو عطا کی گئی ہے، فرشتوں کو یہ سعادت نہیں ملی وہ انسان سے قرآن سننے کے حریص ہیں(2)۔

امام ابن الضریس نے حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورۂ فاتحہ کے آغاز میں حاضر ہوا وہ اس شخص کی مانند ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد میں حاضر ہوا اور جو سورۂ فاتحہ کے اختتام پر حاضر ہوا وہ اس شخص کی مانند ہے جو مال غنیمت (جمع کرنے کے وقت) حاضر ہوتی کہ وہ تقسیم ہو گیا۔

امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں حضرت شداد بن اوس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم میں سے کوئی سونے کے لیے بستر پر جائے تو اسے ام القرآن اور ایک سورت پڑھنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو اس کے ساتھ رہتا ہے جب وہ نیند سے بیدار ہوتا ہے(3)۔

امام الشافعی نے الام میں، ابن ابی شیبہ نے المصنف میں احمد نے اپنی مسند میں، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے السنن میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے فاتحۃ الکتاب نہ پڑھی اس کی نماز (کامل) نہیں ہے(4)۔

امام دارقطنی اور حاکم نے حضرت عبادہ بن الصامت سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ام القرآن دوسری تمام (آیات) کا عوض ہے لیکن دوسری تمام (آیات) اس کا عوض نہیں(5)۔

امام احمد اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ فرمایا ہر وہ نماز جس میں فاتحۃ الکتاب نہ پڑھی جائے وہ نامکمل ہے(6)۔

امام مالک نے مؤطا میں اور سفیان بن عیینہ نے اپنی تفسیر میں ابوعبیدہ نے فضائل میں اور ابن ابی شیبہ اور احمد نے اپنی

1۔ معجم الصحابہ، جلد 4، صفحہ 1622، 444، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز

2۔ فضائل القرآن از ابوعبید، صفحہ 147، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق	3۔ تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، جلد 6، صفحہ 292 مطبوعہ دار المیسرۃ بیروت

4۔ سنن کبریٰ از بیہقی کتاب الصلاۃ، جلد 2، صفحہ 38 مطبوعہ دار الفکر بیروت

5۔ سنن الدارقطنی، جلد 1، صفحہ 322، دار المحاسن القاہرہ	6۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ جلد 4، صفحہ 87

مسند میں، بخاری نے جزء القراءۃ میں مسلم نے اپنی صحیح میں، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن الانباری نے المصاحف میں، ابن حبان، دارقطنی اور بیہقی نے السنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کوئی نماز پڑھی اور اس میں ام القرآن نہ پڑھی تو وہ نماز نامکمل ہے وہ نامکمل ہے وہ نامکمل ہے تین مرتبہ فرمایا۔ ابو السائب فرماتے ہیں میں نے عرض کی اے ابو ہریرہ! رضی اللہ عنہ کبھی میں امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوتا ہوں (کیا اس وقت بھی فاتحہ پڑھنی ہے) انہوں نے میرے بازو کو حرکت دی اور کہا اے فارسی! اس وقت دل میں پڑھا کر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا ہے۔ پس نماز کا نصف میرے لیے ہے اور نماز کا نصف میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو وہ سوال کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھو۔ بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد بیان کی بندہ کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ بندہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اس کا اول میرے لیے ہے اور اس کا آخر میرے بندے کے لیے ہے اور بندے کے لیے وہ ہے جو وہ سوال کرے۔ بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لیے ہے اور اس کے لیے وہ ہے جو اس نے سوال کیا (1)۔

امام دارقطنی اور بیہقی نے السنن میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس نماز کو میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا ہے جب بندہ کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری تعریف کی۔ جب بندہ کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثناء کی۔ جب بندہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ جب بندہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان نصف، نصف ہے۔ اس سورت کا آخر میرے بندے لیے ہے اور اس کے لیے وہی ہے جو اس نے مانگا (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی تفسیر میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کیا ہے اور بندے کے لیے وہی ہے جو اس نے سوال کیا۔ جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری تعریف کی۔ جب بندہ کہتا ہے الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثناء بیان کی۔ پھر فرماتا

1۔ سنن الدارقطنی، جلد 1 صفحہ 312　2۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 99، مطبوعہ، بیروت

ہے یہ میرے لیے ہے اور باقی اس کے لیے ہے (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط حضرت میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فاتحۃ الکتاب تلاوت فرمائی پھر فرمایا، تمہارا رب فرماتا ہے: اے ابن آدم میں نے تجھ پر سات آیات نازل فرمائی ہیں، تین میرے لیے ہیں اور تین تیرے لیے ہیں اور ایک میرے اور تیرے درمیان ہے، جو میرے لیے ہیں وہ یہ ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۞ اور جو میرے اور تیرے درمیان ہے وہ یہ ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۞۔ تیری طرف سے عبادت ہے اور میری طرف سے تیری معاونت ہے اور وہ آیات جو تیرے لیے ہیں وہ یہ ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ۞۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

امام ابوعبید، ابن سعد نے (الطبقات میں) ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ابن خزیمہ، ابن الانباری نے (المصاحف میں) دارقطنی اور حاکم، بیہقی، خطیب اور ابن عبد البر ان دونوں نے کتاب المسائلہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سورۂ فاتحہ، بسم اللہ سے آخر تک ایک ایک آیت علیحدہ علیحدہ کر کے پڑھتے تھے اور اعراب کے شمار کرنے کی طرح شمار کرتے تھے اور بسم اللہ کو بھی شمار کیا اور لوگوں پر شمار نہ کیا (2)۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی، دارقطنی اور بیہقی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں مسجد سے باہر نہیں نکلوں گا حتی کہ تمہیں ایک آیت یا ایک سورت کے متعلق بتاؤں گا جو سلیمان علیہ السلام کے بعد میرے سوا کسی نبی پر نازل نہیں ہوئی۔ حضرت بریدہ فرماتے ہیں آپ ﷺ چلے تو میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے چل پڑا حتی کہ آپ ﷺ مسجد کے دروازے پر پہنچ گئے، پس آپ ﷺ نے مسجد کی دہلیز سے ایک پاؤں نکالا تھا اور دوسرا ابھی مسجد میں تھا کہ میں نے دل میں سوچا کہ آپ ﷺ وہ سورت بتانا بھول گئے ہیں پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا جب تم نماز پڑھتے ہو تو قرآن کا آغاز کس طرح کرتے ہو؟ میں نے کہا بسم اللہ سے تو فرمایا یہی ہے یہی ہے۔ پھر آپ مسجد سے باہر تشریف لے گئے (3)۔

امام ابن الضریس نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ بسم اللہ ایک آیت ہے۔

امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں ابن خزیمہ نے اپنی کتاب البسملۃ میں اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا شیطان نے بسم اللہ لوگوں سے چوری کر لی ہے۔ ابوعبید، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی ایک آیت سے غافل ہو گئے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ کے علاوہ کسی نبی پر نہیں اتری مگر یہ کہ سلیمان علیہ السلام پر اتری تھی۔ اور وہ آیت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

1۔ سنن الدارقطنی، جلد 1، صفحہ 307، مطبوعہ دار المحاسن القاہرہ 2۔ سنن الدارقطنی، جلد 1 صفحہ 310

3۔ شعب الایمان، جلد 2 صفحہ 438، (2328)

الرَّحِیْمِ ہے(1)۔

امام دارقطنی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبریل امین جب میرے پاس وحی لیکر آتے ہیں تو پہلے بسم اللہ پڑھتے ہیں(2)۔

امام الواحدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بسم اللہ ہر سورت پر نازل ہوئی(3)۔

امام ابوداؤد، البزار، طبرانی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح بھی کہا ہے) بیہقی نے المعرفہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ بسم اللہ کے نزول سے پہلے کسی سورت کا اختتام یا سورتوں کا فاصلہ نہیں جانتے تھے۔ امام البزار اور طبرانی نے یہ زائد ذکر کیا ہے کہ جب بسم اللہ نازل ہوتی تو آپ جان لیتے کہ پہلی سورت ختم ہوگئی ہے اور دوسری سورت شروع ہوگئی ہے(4)۔

امام حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسلمان بسم اللہ کے نزول سے پہلے کسی سورت کا اختتام نہیں جانتے تھے جب بسم اللہ نازل ہوتی تو وہ جان لیتے کہ پہلی صورت ختم ہوگئی ہے(5)۔

امام ابوعبید نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں لوگ سورت کا اختتام نہیں جانتے تھے حتی کہ بسم اللہ نازل ہوئی جب بسم اللہ نازل ہوتی وہ جان لیتے کہ پہلی سورت ختم ہوگئی ہے اور دوسری شروع ہو گئی ہے۔

امام طبرانی، حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جب جبریل امین آتے تو بسم اللہ پڑھتے۔ آپ ﷺ جان لیتے کہ یہ نئی سورت ہے(6)۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور الواحدی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم دو سورتوں کا فاصلہ نہ جانتے تھے حتیٰ کہ بسم اللہ نازل ہوئی(7)۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ وہ نماز میں بسم اللہ پڑھتے تھے جب سورت کو ختم کرتے تو بسم اللہ پڑھتے اور فرماتے تھے کہ بسم اللہ پڑھنے کے لیے ہی تو المصحف (قرآن) میں لکھی گئی ہے۔

امام دارقطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبریل نے مجھے نماز کا طریقہ سکھایا وہ کھڑا ہوا اور ہمارے لیے تکبیر کہی پھر ہر نماز میں بسم اللہ پڑھی(8)۔

1۔ سنن الدارقطنی، جلد 1 صفحہ 305
2۔ اسباب النزول، صفحہ 11، مطبوعہ بیروت
3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 356، (845) مطبوعہ الریاض۔
4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب الصلاۃ، جلد 2، صفحہ 43
5۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 439، (2332)
6۔ ایضاً: (2333)
7۔ ایضاً: (2336)
8۔ سنن الدارقطنی، جلد 1، صفحہ 307

امام ثعلبی نے حضرت علی بن زید بن الجد عان سے روایت ہے کہ عبادلہ (عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر) بسم اللہ سے قراءت شروع کرتے تھے اور اس کو جہراً پڑھتے تھے (1)۔

امام ثعلبی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں میں مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا ایک شخص آیا اور نماز شروع کی اس نے ثناء پڑھی اور تعوذ پڑھا اور پھر الحمد للہ رب العالمین پڑھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اس طرح پڑھنا سنا تو فرمایا اے فلاں تو نے اپنی نماز کو توڑ دیا ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ بسم اللہ، الحمد سے ہے۔ جس نے بسم اللہ کو چھوڑ دیا اس نے ایک آیت کو چھوڑ دیا اور جس نے ایک آیت کو چھوڑ دیا اس کی نماز فاسد ہو گئی۔ امام ثعلبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ جب نماز میں سورت شروع فرماتے تو بسم اللہ پڑھتے اور فرماتے جس نے بسم اللہ کو چھوڑ دیا اس نے کمی کر دی اور فرماتے یہ سبع مثانی کی تکمیل ہے۔

امام ثعلبی نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بسم اللہ چھوڑ دی اس نے اللہ کی کتاب کی ایک آیت چھوڑ دی۔

امام شافعی نے الام میں، دار قطنی، حاکم انہوں نے اس کو صحیح بھی کہا ہے، اور بیہقی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ مدینہ طیبہ میں آئے تو لوگوں کو نماز پڑھائی اور بسم اللہ نہ پڑھی اور جب نیچے کی طرف گئے اور اوپر اٹھے تو تکبیر بھی نہ کہی۔ مہاجرین اور انصار نے سلام کے بعد انہیں کہا۔ اے معاویہ تم نے نماز سے چوری کی ہے۔ بسم اللہ کہاں گئی اور تکبیر کہاں گئی، پھر جب اس کے بعد نماز پڑھائی تو سورۂ فاتحہ کے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ پڑھی اور دوسری سورت کے ساتھ بھی بِسْمِ اللّٰهِ پڑھی، سجدہ کی طرف گئے تو تکبیر بھی کہی۔ بیہقی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا نماز کی سنت میں سے ہے کہ تو بِسْمِ اللّٰهِ پڑھے اور جس نے سب سے پہلے مدینہ میں بِسْمِ اللّٰهِ کو مخفی کیا وہ عمرو بن سعید بن العاص تھے یہ بڑے حیادار شخص تھے (2)۔

امام ابو داؤد، ترمذی، دار قطنی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز بِسْمِ اللّٰهِ سے شروع فرماتے تھے (3)۔

امام البزار، دار قطنی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو الطفیل رحمہ اللہ کے طریق سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور عمار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرضی نمازوں میں فاتحۃ الکتاب اور بِسْمِ اللّٰهِ پڑھتے تھے (4)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں دار قطنی اور بیہقی نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

1۔ ایضاً: جلد 1 صفحہ 311

2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب الصلاۃ، جلد 2 صفحہ 50

3۔ سنن الدار قطنی، جلد 1 صفحہ 304۔

4۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 302

جب نماز شروع فرماتے تھے تو اَلْحَمْدُ میں بِسْمِ اللّٰهِ پڑھتے (1) اور ساتھ ملائی جانے والی سورت میں بھی بِسْمِ اللّٰهِ پڑھتے اور یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ امام دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ جہراً پڑھتے تھے (2)۔

امام طبرانی، دارقطنی، اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوالطفیل رحمہ اللہ کے طریق سے اور دارقطنی اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہراً بِسْمِ اللّٰهِ پڑھتے ہوئے سنا (3)۔

امام دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے حضرت نعیم مجمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھا انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھی حتیٰ کہ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ تک پہنچ گئے پھر کہا آمین لوگوں نے بھی کہا آمین اور آپ جب بھی سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے اور سجدہ سے اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ جب سلام پھیرا تو فرمایا میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں (4)۔

امام دارقطنی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں سورتوں میں بِسْمِ اللّٰهِ جہراً پڑھتے تھے (5)۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو کیسے قراءت کرتا ہے میں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ بھی کہو (6)۔

امام دارقطنی اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز پڑھتا ہے تو کیسے قرأت کرتا ہے میں نے کہا میں الحمد سے شروع کرتا ہوں فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ پڑھو (7)۔

امام دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی وہ تمام بِسْمِ اللّٰهِ جہراً پڑھتے تھے (8)۔

امام دارقطنی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبرئیل

1۔ سنن کبری از بیہقی، کتاب الصلاۃ جلد 2، صفحہ 49
2۔ سنن الدارقطنی، جلد 1، صفحہ 307
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 308
4۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 357، (849)
5۔ سنن الدارقطنی، جلد 1، صفحہ 302
6۔ سنن الدارقطنی، جلد 1، صفحہ 302
7۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 308
8۔ سنن الدارقطنی، جلد 1، صفحہ 305

علیہ السلام نے کعبہ شریف کے پاس میری امامت کرائی اور بِسْمِ اللّٰہِ جہراً پڑھا (1)۔

امام دار قطنی نے حضرت حکم بن عمیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (اور یہ بدری صحابی ہیں) فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے رات کی نماز، صبح کی نماز اور جمعہ کی نماز میں بِسْمِ اللّٰہِ جہراً پڑھی (2)۔

امام دار قطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بِسْمِ اللّٰہِ جہراً پڑھتے تھے (3)۔

امام ابو عبید نے حضرت محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں فاتحۃ الکتاب بِسْمِ اللّٰہِ کے ساتھ سات آیتیں ہیں (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حاکم نے مستدرک میں اور انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں، ابوذر الہروی نے فضائل میں خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان نے نبی کریم ﷺ سے بِسْمِ اللّٰہِ کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اس کے درمیان اور اللہ کے اسم اکبر کے درمیان آنکھ کی سیاہی اور سفیدی جیسا قرب ہے (5)۔

امام ابن جریر، ابن عدی نے الکامل میں، ابن مردویہ، ابونعیم نے الحلیہ میں، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اور ثعلبی نے انتہائی ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کاتب کے پاس لے گئی تاکہ معلم اسے تعلیم دے۔ معلم نے عیسیٰ سے کہا لکھو بِسْمِ اللّٰہِ الخ عیسیٰ نے معلم سے کہا بِسْمِ اللّٰہِ کا کیا معنی ہے۔ معلم نے کہا مجھے تو معلوم نہیں، عیسیٰ نے کہا الباء سے مراد بہاء اللہ ہے اور سین سے مراد اس کی سناء ہے اور میم سے مراد اس کی مملکت ہے اور اللہ سارے جھوٹے معبودوں کا معبود حقیقی ہے، الرحمٰن سے مراد رحمان الدنیا و الآخرۃ ہے اور رحیم سے مراد رحیم الآخرۃ ہے (6)۔

امام ابن ابی حاتم نے جویبر عن الضحاک سے اسی کی مثل روایت کیا ہے، ابن جریج اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سب سے پہلے جبریل امین جب محمد ﷺ کے پاس آئے تو کہا اے محمد ﷺ بسم اللہ پڑھو۔ فرمایا اللہ کے ذکر سے پڑھو۔

اللہ تمام مخلوق کی عبادت کے لائق اور عبادت کا مستحق۔

الرحمٰن۔ یہ رحمۃ سے فعلان کے وزن پر صفت کا صیغہ ہے۔ الرحیم، جو اس سے رحم کو پسند کرتا ہے اس کے ساتھ انتہائی شفقت و رحمت کا مظاہرہ کرنے والا۔ اور اس سے بہت دور جو یہ پسند کرتا ہے کہ اس پر کوئی گناعذاب ہو۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "اللہ" اسم اعظم ہے۔

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 309
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 310
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 311
4۔ فضائل القرآن از ابو عبید، صفحہ 217، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق
5۔ شعب الایمان، جلد 2 صفحہ 437، 2327
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ھذا، جلد 1 صفحہ 63

امام ابن ابی شیبہ اور بخاری نے اپنی تاریخ میں، ابن الضریس نے فضائل میں، ابن ابی حاتم نے حضرت جابر بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کا اسم اعظم ''اللہ'' ہے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ قرآن حکیم میں ہر اسم سے پہلے اس کا ذکر فرمایا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا نے الدعاء میں الشعبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کا اسم اعظم یا اللہ ہے۔ ابن جریر نے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ الرحمٰن اسم ممنوع ہے (1) ابن ابی حاتم نے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ الرحیم ایسا اسم ہے جو لوگ اپنے لیے نہیں رکھ سکتے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ضحاک سے روایت کیا ہے کہ الرحمٰن تمام مخلوق کے لیے ہے اور الرحیم مومنین کے ساتھ خاص ہے۔ بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الرحمٰن سے مراد الرفیق (دوست) ہے اور الرحیم سے مراد مخلوق پر رزق کے ذریعے مہربانی فرمانے والا۔ یہ دونوں اسماء نرمی اور شفقت پر دلالت کرتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے زیادہ نرمی پر دلالت کرتا ہے۔ ابن جریر نے عطاء الخراسانی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کے اسم الرحمٰن پر عیب لگایا جائے گیا تو وہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہوگیا (2)۔

امام البزار، حاکم اور بیہقی نے دلائل میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میرے باپ نے مجھے فرمایا کیا میں تجھے وہ دعا نہ سکھاؤں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے۔ فرمایا حضرت عیسیٰ یہ دعا اپنے حواریوں کو سکھاتے تھے اگر تجھ پر احد پہاڑ کی مثل قرض ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے اتار دے گا۔ میں نے کہا ضرور بتائیے۔ فرمایا یہ دعا پڑھ اَللّٰهُمَّ فَارِجَ الْهَمِّ، كَاشِفَ الْغَمِّ اور البزار کے الفاظ یہ ہیں وَ كَاشِفَ الْكُرَبِ مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا اَنْتَ تَرْحَمُنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَمَّنْ سِوَاكَ (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمٰن بن سابط سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دعا فرماتے تھے اور یہ دعا دوسروں کو سکھاتے بھی تھے۔ اَللّٰهُمَّ فَارِجَ الْهَمِّ وَكَاشِفَ الْكُرَبِ وَمُجِيْبَ الْمُضْطَرِّيْنَ وَرَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا اَنْتَ تَرْحَمُنِيْ فَارْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَمَّنْ سِوَاكَ (4)۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابن سلیمان عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایک ایسی سورت نازل کی ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی اور رسول پر نازل نہیں کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اس سورت کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کیا ہے۔ وہ سورت سورۂ فاتحہ ہے اس کا نصف میں نے اپنے لیے کیا ہے اور نصف اپنے بندوں کیلئے کیا ہے۔ اس میں ایک آیت میرے اور میرے بندوں کے درمیان مشترک ہے جب بندہ کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میرے دو رقت پر دلالت کرنے والے اسماء سے دعا مانگی۔ ایک دوسرے سے زیادہ رقت پر دلالت کرتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 69
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 67
3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 696، (1898)
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 109، (29866) مطبوعہ مدینہ منورہ

الرَّحِیۡمِ، الرَّحۡمٰنِ سے زیادہ رقت پر دلالت کرتا ہے دونوں رقت پر دلالت کرنے والے۔ جب بندہ کہتا ہے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میرا شکریہ ادا کیا اور میری حمد بیان کی جب کہتا ہے رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گواہی دی کہ میں رب العالمین ہوں یعنی انسانوں، جنوں، ملائکہ، شیاطین کا رب ہوں، ساری مخلوق کا رب ہوں اور ہر چیز کا رب ہوں پھر جب الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری عظمت بیان کی۔ جب بندہ کہتا ہے مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ (یعنی حساب کے دن کا مالک) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گواہی دی کہ میرے سوا اس دن کوئی مالک نہیں ہوگا اور جب کہتا ہے مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس نے میری ثناء بیان کی۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ (یعنی میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں اور اسے ایک مانتا ہوں) وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ایک آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے۔ وہ میری عبادت کرتا ہے پس یہ حصہ میرے لیے ہے اور وہ مجھ سے مدد طلب کرتا ہے تو یہ حصہ اس کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہی ہے جو اس نے طلب کیا۔ اِهۡدِنَا کا معنی یہ ہے کہ ہماری رہنمائی فرما۔ الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ اس سے مراد دین اسلام ہے کیونکہ دین اسلام کے علاوہ کوئی دین مستقیم نہیں جس میں توحید نہیں ہے، صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ: اس سے مراد انبیائے کرام اور وہ مومنین ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اسلام اور نبوت کا انعام فرمایا۔ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ یعنی بندہ کہتا ہے ان لوگوں کے دین کے علاوہ دین کی طرف راہنمائی فرما جن پر تیرا غضب ہوا اور اس سے مراد یہودی ہیں۔ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ اس سے مراد نصاریٰ ہیں اللہ تعالیٰ نے جنہیں گمراہ فرما دیا ہدایت دینے کے بعد۔ ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر اللہ کا غضب ہوا اور انہیں بندر اور خنازیر بنا دیا اور بتوں کے پجاری انکا برا ٹھکانا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ یعنی آگ کا بدترین ٹھکانا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مومنین کے سیدھے راستہ سے گمراہ کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ (آمین) آگ سے تیری نجات ہے اور تیری امت کی نجات ہے اور تیرے دین کے پیروکاروں کی نجات ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں حدیث میں رقیقان کے الفاظ ہیں اور یہ تصحیف ہے اصل میں رفیقان ہے اور رفیق اللہ کے اسماء میں سے ہے (1)۔

امام ابن مردویہ اور ثعلبی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب بسم اللہ الخ نازل ہوئی تو بادل مشرق کی طرف دوڑا، ہوا رک گئی اور سمندر موجیں مارنے لگا، چوپائے ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگے، شیطانوں کو آسمان سے پتھر لگنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت وجلال کی قسم اٹھائی کہ جس چیز پر بسم اللہ پڑھی جائے گی اس میں برکت ڈالی جائے گی۔

امام وکیع اور ثعلبی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کے انیس فرشتوں سے اسے نجات دے تو وہ بسم اللہ پڑھے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر حرف کے بدلے جنت کر دے۔ دیلمی نے مسند الفردوس میں ابن عباس سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ معلم جب بچے کو کہتا ہے پڑھ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تو معلم،

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 447، (2362)

بچے اور اس کے والدین کیلئے آگ سے برأت (کا پروانہ) لکھا جاتا ہے۔ ابن السنی نے عمل الیوم واللیلہ میں اور دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ جب تو کسی مشکل میں پڑے تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھ اللہ تعالیٰ اس ذکر کی برکت سے بہت سے مصائب سے جو چاہے گا ٹال دے گا۔

امام الحافظ نے عبد القادر الرہاوی سے الاربعین میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر وہ کام جو اہمیت والا ہو اس کا آغاز بِسْمِ اللّٰهِ سے نہ ہو تو وہ بے برکت ہوتا ہے۔

امام عبد الرزاق نے المصنف میں اور امام ابو نعیم نے الحلیہ میں عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رات کو گدھے ہینگنا شروع کر دیں تو کہو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (1)۔

امام ابو الشیخ نے العظمۃ میں صفوان بن سلیم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جن انسانوں کے سامان اور کپڑے کو استعمال کرتے ہیں پس جو تم میں سے کپڑا اٹھائے یا رکھے تو کہے بسم اللہ کیونکہ اللہ کا اسم مہر ہے۔

امام ابو نعیم اور دیلمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں جب بسم اللہ نازل ہوئی تو پہاڑوں نے شور کیا حتی کہ اہل مکہ نے ان کی آواز سنی لوگوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑوں پر جادو کر دیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے ایک دھواں بھیج دیا حتی کہ اس نے اہل مکہ پر سایہ کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص بسم اللہ پڑھے گا اس یقین سے کہ پہاڑوں نے اس کے ساتھ تسبیح بیان کی ہے تو وہ پہاڑوں کی آواز نہیں سنے گا۔ دیلمی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے بسم اللہ شریف پڑھی اس کے لیے ہر حرف کے بدلے چار ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور چار ہزار گناہ مٹائے جائیں گے اور اس کے چار ہزار درجات بلند کئے جائیں گے۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، دار قطنی، حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قراءت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرأت مد کے ساتھ ہوتی تھی پھر بسم اللہ پڑھی۔ تو اسم اللہ جلالت پر مد کی۔ الرحمٰن پر مد کی۔ رحیم پر کی (2)۔

امام الحافظ ابو بکر البغدادی نے الجامع میں حضرت ابو جعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بسم اللہ ہر کتاب کی چابی ہے۔ الخطیب نے الجامع میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہر کتاب کی ابتداء میں بسم اللہ ہو اگر چہ وہ اشعار کی کتاب ہو۔

امام الخطیب نے الزہری سے روایت کیا ہے کہ سنت قائم ہو چکی ہے کہ شعروں میں بِسْمِ اللّٰهِ نہ لکھی جائے۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر بن ابی داؤد اور الخطیب نے الجامع میں حضرت شعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ ناپسند کرتے تھے کہ اشعار سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ لکھیں الخطیب نے الشعبی سے روایت کیا ہے کہ علماء کا اجماع ہے کہ شعر سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ نہ لکھیں۔ ابو عبید اور ابن ابی شیبہ؛ نے المصنف میں مجاہد اور شعبی سے روایت کیا ہے کہ یہ دونوں حضرات ناپسند کرتے تھے کہ جنبی آدمی بِسْمِ اللّٰهِ لکھے (3)۔

1۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، صفحہ 315، مطبوعہ مصر 2۔ سنن الدار قطنی، جلد 1، صفحہ 308 3۔ فضائل القرآن، صفحہ 218

امام ابونعیم نے تاریخ اصبہان میں، ابن اشتہ نے المصاحف میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تعظیم الٰہی کی خاطر خوبصورت بِسْمِ اللّٰہِ لکھی اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے خوبصورت اور ترتیب کے ساتھ بِسْمِ اللّٰہِ پڑھی تو اسے بخش دیا گیا۔

امام السلفی نے اپنے جزء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باء کو میم کی طرف لمبا نہ کیا جائے حتیٰ کہ سین ختم ہو جائے۔

خطیب نے الجامع میں الزہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **بسم اللّٰہ** کو لمبا کرنے سے منع فرمایا۔ الخطیب اور ابن اشتہ نے المصاحف میں حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ الباء کو میم کی طرف لمبا کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ حتیٰ کہ سین لکھی جائے۔ دیلمی نے مسند الفردوس میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو بسم اللہ لکھے تو سین کو واضح کر۔

الخطیب نے الجامع میں اور دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی بسم اللّٰہ لکھے تو الرحمٰن کو لمبا کرے۔

امام دیلمی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ دوات کو رکھ دے، قلم کو علیحدہ کر، الباء کو سیدھا لکھ، سین کو جدا کر اور میم کو گہرا کر اور اللہ کو خوبصورت کر الرحمٰن کو لمبا کر، رحیم کو عمدہ کر اور اپنا قلم اپنے دائیں کان میں رکھ کیونکہ یہ تجھے یاد دلائے گا۔

الخطیب نے مطر حضرت الوراق رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے، انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ باء اور سین کے حروف کو جمع کرو اور سین کو میم کی طرف لمبا کرو پھر اللہ، الرحمٰن الرحیم کے حروف کو جمع کرو اور اللہ کے اسماء میں سے کسی اسم کو کتابت اور قرأت میں لمبا نہ کرو۔

امام ابوعبید نے حضرت مسلم بن یسار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بِسْمِ اللّٰہِ کو "بم" لکھنے کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ اس طرح آغاز میں سین رہ جاتی ہے(1)۔

امام ابوعبید نے حضرت ابن عون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن سیرین کے لیے (بم) لکھا تو ابن سیرین نے کہا رک جاؤ سین لکھو۔ اس بات سے بچو کہ تم میں سے کوئی گناہ میں ملوث ہو اور اسے علم بھی نہ ہو(2)۔

امام ابوعبید، عمران بن عون سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کاتب کو مارا جس نے بسم اللہ میں سین سے پہلے میم کو لکھا۔ کاتب سے پوچھا گیا کہ تجھے امیر المومنین نے کیوں مارا ہے تو اس نے کہا سین نہ لکھنے کی وجہ سے مارا ہے(3)۔

1۔ فضائل القرآن، صفحہ 218 2۔ ایضاً، صفحہ 219 3۔ ایضاً، صفحہ 219

امام ابن سعد نے طبقات میں حضرت جویریہ بنت اسماء رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے اس کاتب کو معزول کر دیا تھا جس نے بسم اللہ میں سین کو نہیں لکھا تھا اور (بم) لکھا تھا۔ ابن سعید نے حضرت محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ وہ باء کو اس طرح لکھنا ناپسند کرتے تھے کہ اسے میم کی طرف لمبا کیا جائے حتی کہ پہلے سین لکھی جائے۔ (بم) لکھنے میں بڑا سخت قول (وارد) ہے۔

الخطیب نے حضرت معاذ بن معاذ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت سوار کے پاس بسم اللہ لکھی تو میں نے باء کو لمبا کر دیا اور سین کو نہ لکھا تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حسن اس کو ناپسند کرتے تھے۔

خطیب نے حضرت عبداللہ بن صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے بسم اللہ لکھی اور باء کو اتنا بلند کر دیا کہ وہ طویل ہوگئی۔ اللیث سے اس کو ناپسند کیا اور اس کا انکار کیا۔ اور فرمایا تو نے معنی بدل دیا ہے یعنی باء، لام بن گئی ہے۔

امام ابوداؤد نے مراسیل میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک زمین پر پڑی کتاب کے اوپر سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کے پاس بیٹھے نوجوان کو فرمایا اس کتاب میں کیا ہے؟ اس نے کہا بِسْمِ اللّٰهِ تو فرمایا جس نے ایسا کیا اس پر لعنت کی گئی بسم اللہ کو اپنے مقام پر رکھا کرو۔ خطیب نے تالی التلخیص میں حضرت انس سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ جس نے اس کاغذ کو اٹھا لیا جس پر بِسْمِ اللّٰهِ لکھی ہوئی تھی تاکہ اس کی بے ادبی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ شخص صدیقین میں لکھا جائے گا اور اس کے والدین سے عذاب کی تخفیف کی جائے گی اگرچہ وہ کافر ہوں گے۔

امام ابن ابی داؤد نے البعث میں حضرت ام خالد بن سعید بن العاص رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں میں نے سب سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھی تھی۔

امام ثعلبی نے کلبی کے طریق سے ابوصالح سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں کھڑے ہو کر بِسْمِ اللّٰهِ پڑھی تو قریش نے کہا: اللہ تعالیٰ تیرا منہ چھوٹا کر دے۔

امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بِسْمِ اللّٰهِ جہراً پڑھتے تھے۔ اہل مکہ مسیلمہ کو الرحمٰن کہتے تھے۔ لوگ یہ سن کر کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یمامہ کے خدا کی طرف بلاتا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بِسْمِ اللّٰهِ مخفی پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال تک کبھی جہراً نہ پڑھی۔ طبرانی نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بِسْمِ اللّٰهِ پڑھتے تو مشرکین آپ سے استہزاء کرتے اور کہتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یمامہ کے خدا کا ذکر کرتا ہے مسیلمہ کو الرحمٰن کہا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخفی پڑھنے کا حکم دیا(1)۔ طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بِسْمِ اللّٰهِ آہستہ پڑھتے تھے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی انہوں نے اس کو حسن بھی کہا ہے۔ نسائی، ابن ماجہ، اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی

1۔ معجم کبیر از طبرانی، جلد 11، صفحہ 440، (12245)، مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکمہ　2۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 255، (739)

اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میرے باپ نے مجھے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھتے سنا تو فرمایا اے بیٹے یہ کیا بدعت ہے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے میں نے ان میں سے کسی کو جہراً بِسْمِ اللّٰہِ پڑھتے نہیں سنا (1)۔ ابن ابی شیبہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے بِسْمِ اللّٰہِ بلند آواز سے پڑھنا بدوؤں کی قرأت ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا امام کا بلند آواز سے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا بدعت ہے۔

امام ابن الضریس نے یحییٰ بن عتیق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ قرآن کریم کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰہِ لکھو اور ہر دو سورتوں کے درمیان بھی لکھو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ: سب تعریفیں اللہ کے لیے

امام عبدالرزاق نے المصنف میں اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، الخطابی نے الغریب میں بیہقی نے الادب میں دیلمی نے مسند الفردوس میں، اور ثعلبی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ الحمد، شکر کی اصل ہے اس بندے نے شکر ادا نہیں کیا جس نے اس کی حمد نہیں کی (2)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت نواس بن سمعان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی چوری ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے میری اونٹنی لوٹا دی تو میں اپنے رب کا شکریہ ادا کروں گا۔ وہ اونٹنی عربوں کے ایک قبیلہ میں پہنچ گئی جس میں ایک مسلمان عورت بھی رہتی تھی۔ اس نے خیال کیا کہ وہ اس کو بھگا کر لے جائے۔ اس عورت نے دیکھا کہ قوم غافل ہے۔ وہ اس اونٹنی پر سوار ہوئی اور اسے بھگا کر لے گئی۔ صبح کے وقت مدینہ طیبہ پہنچ گئی۔ صحابہ کرام نے جب دیکھا تو بہت خوش ہوئے وہ اس کو ساتھ لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو دیکھا تو فرمایا الحمد للہ! صحابہ کرام انتظار کرنے لگے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور شکر روزہ رکھتے ہیں یا نماز پڑھتے ہیں۔ صحابہ کرام نے خیال کیا کہ آپ بھول گئے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ آپ نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ میری اونٹنی لوٹائے گا تو میں اپنے رب کا شکر کروں گا (لیکن آپ نے شکر تو نہیں کیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں نے کہا نہیں تھا الحمد للہ۔

امام ابن جریر اور حاکم نے تاریخ نیسابور میں اور دیلمی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت الحکم بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے (حکم کو صحابیت کا شرف حاصل ہے)۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہا تو تو نے اللہ کا شکریہ ادا کیا، پس اللہ تعالیٰ تیری نعمت میں اضافہ کرتا ہے (3)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے کہ الحمد کلمہ شکر ہے۔ جب بندہ الحمد للہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میرا شکریہ ادا کیا۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا الحمد شکر ہے، اور اللہ کی نعمت کا مقابل ہے، اس کی نعمت کا اقرار ہے، اس کی ہدایت اس کی ابتداء وغیرہ کا اقرار ہے (4)۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

1۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 33، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد
2۔ نوادر الاصول، صفحہ 196، مطبوعہ بیروت
3۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 70
4۔ ایضاً

نے فرمایا ہم نے سبحان اللہ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو جان لیا یہ الحمد کیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ وہ کلمہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے اور یہ کہنے کو وہ محبوب رکھتا ہے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے کہ الحمدللہ اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے (1)۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے الضحاک سے روایت کیا ہے کہ الحمدللہ، رحمٰن کی چادر ہے۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابوعبدالرحمٰن الجبائی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نماز شکر ہے، روزہ شکر ہے، ہر نیکی کا کام جو تم اللہ کی رضا کیلئے کرتے ہو وہ شکر ہے اور افضل ترین شکر الحمد ہے۔ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے شعب الایمان میں جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افضل الذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور افضل الدعا الحمد للّٰہ ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے (2)۔ امام ابن ماجہ اور بیہقی نے حسن سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس بندے پر اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت فرمائی اور اس نے الحمدللہ کہا تو جو نعمت عطا کی گئی اس سے افضل ہے جو اس سے لیا گیا (یعنی حمد ہر نعمت پر افضل ہے) (3)۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس بندے پر اللہ تعالیٰ کا کوئی انعام ہو تو اس سے الحمد افضل ہے (4)۔

امام عبدالرزاق اور بیہقی نے الشعب میں حسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندے پر کوئی نعمت فرمائے اس پر وہ اس کی حمد کرے تو وہ حمد اس نعمت سے افضل ہوگی خواہ وہ کوئی بھی نعمت ہو (5)۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر دنیا تمام کی تمام اپنی کثرت کے ساتھ میرے کسی امتی کے ایک ہاتھ میں ہو پھر وہ کہے الحمدللہ تو حمد اس دنیا سے افضل ہوگی۔

امام احمد، مسلم اور نسائی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طہارت ایمان کا نصف ہے اور الحمدللہ میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ زمین اور آسمان کو بھر دیتا ہے، نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر ضیاء ہے۔ قرآن تیرے حق میں یا تیرے خلاف حجت ہے، ہر شخص صبح کرتا ہے تو اپنے نفس کو بیچنے والا ہے، وہ اسے آزاد کرنے والا ہے یا اس ہلاک کرنے والا ہے (6)۔ سعید بن منصور، امام احمد، ترمذی اور ابن مردویہ نے بنی سلیم کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ نصف میزان ہے، الحمدللہ میزان کو بھرتا ہے، اللہ اکبر آسمان اور زمین کو بھرتا ہے، پاکیزگی نصف میزان ہے اور روزہ نصف صبر ہے (7)۔ امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تسبیح نصف میزان ہے، الحمدللہ میزان کو بھرتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 70
2۔ شعب الایمان، جلد 4 صفحہ 90، (4371)
3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4 صفحہ 287، (3805)، مطبوعہ بیروت
4۔ شعب الایمان، جلد 4 صفحہ 98، (4404)
5۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 98، (4405)
6۔ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، جلد 1، صفحہ 118، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
7۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 13، صفحہ 44، (3519)، مطبوعہ، بیروت

اللّٰہُ، اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے (1)۔

امام احمد، بخاری نے الادب المفرد میں، نسائی اور حاکم نے (اس نے اسے صحیح بھی کہا ہے) اور ابونعیم نے الحلیہ میں بیہقی نے الشعب میں حضرت الاسود بن سریع التیمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا میں آپ کو وہ محامد نہ بتاؤں جن کے ساتھ میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی حمد کی ہے۔ فرمایا یقیناً تمہارا رب حمد کو پسند فرماتا ہے (2)۔ ابن جریر نے الاسود بن سریع سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کے نزدیک اس کی حمد سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں اسی وجہ سے تو اپنی تعریف میں فرمایا الحمد للہ (3)۔ بیہقی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آہستہ آہستہ کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور عجلت شیطان کی طرف سے ہے اور کوئی چیز اللہ کی بارگاہ میں عذروں کو قبول کرنے سے زیادہ نہیں ہے اور اللہ کی بارگاہ میں حمد سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے (4)۔

امام ابن شاہین نے السنہ میں اور دیلمی نے ابان عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا توحید جنت کی قیمت ہے، الحمد للہ ہر نعمت کی قیمت ہے، لوگ جنت کو اپنے اعمال کے ساتھ تقسیم کریں گے (5)۔ الخطیب نے تالی التلخیص میں ثابت عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ توحید جنت کی قیمت ہے اور حمد ہر نعمت کے شکر کی ادائیگی ہے۔ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر اہمیت والا کام جو حمد الٰہی سے شروع نہ کیا گیا ہو وہ بے برکت ہے (6)۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ کہے الحمد للہ تو فرشتہ کہتا ہے رب العالمین۔ جب بندہ رب العالمین کہے تو فرشتہ کہتا ہے یرحمک اللہ۔

امام بخاری نے الادب المفرد میں، ابن السنی اور ابونعیم نے الطب النبوی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے ہر اس چھینک کے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ مَّا كَانَ کہا جو اس نے سنی اسے کبھی ڈاڑھ اور کانوں کی تکلیف نہ ہوگی۔

حکیم ترمذی نے حضرت واثلہ بن الاسقع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس چھینک مارنے والے نے جلدی سے الحمد للہ کہا اسے پیٹ کا کوئی مرض تکلیف نہیں پہنچائے گا (7)۔ حکیم الترمذی نے حضرت موسیٰ بن طلحہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اگر چھینک مارنے والا سات سمندروں کے پیچھے چھینک مارے تو تم مجھے یاد کرو (8)۔ بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 13، صفحہ 44، (3519)، مطبوعہ بیروت
2۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 712، (6515)
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 70
4۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 89، (4367)
5۔ مسند الفردوس از دیلمی، جلد 2، صفحہ 74، (2415)
6۔ سنن ابوداؤد مع شرح، جلد 4، صفحہ 433، (1065) مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض
7۔ نوادر الاصول، صفحہ 152، مطبوعہ دار صادر بیروت
8۔ ایضاً، صفحہ 153

فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاندان کے افراد میں سے ایک لشکر بھیجا تو یہ دعا فرمائی ''اَللّٰھُمَّ لَکَ عَلَیَّ اِنْ رَدَدْتَھُمْ سَالِمِیْنَ اَنْ اَشْکُرَکَ حَقَّ شُکْرِکَ'' کچھ عرصہ بعد وہ صحیح سلامت واپس آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے کہا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی سَابِغِ نِعَمِ اللّٰہِ'' میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو صحیح سلامت لوٹائے گا تو میں شکر کروں گا جیسا شکر کرنے کا حق ہے فرمایا کیا میں نے (الحمدللہ کہہ کر) ایسا کر نہیں دیا (1)۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الشکر میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے سعید بن اسحٰق بن کعب بن عجرہ عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کا ایک لشکر بھیجا اور کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں سلامت لوٹائے گا اور انہیں مال غنیمت عطا فرمائے گا تو مجھ پر اللہ کا شکر واجب ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ مال غنیمت لے کر سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے کسی صحابی نے کہا ہم نے آپ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ اگر یہ صحیح سلامت اور مال غنیمت لے کر واپس آ گئے تو مجھ پر اللہ کا شکر واجب ہے؟ فرمایا میں نے شکر ادا کر دیا ہے۔ میں نے کہا تھا ''اَللّٰھُمَّ شُکْرًا وَ لَکَ الْفَضْلُ الْمَنُّ فَضْلًا'' (2)۔

امام ابو نعیم نے الحلیہ میں اور بیہقی نے حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میرے باپ کا خچر گم ہو گیا تو انہوں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ اسے لوٹا دے گا تو میں اس کی ایسے محامد کے ساتھ حمد کروں گا جو اسے پسند ہیں کچھ وقفہ کے بعد وہ خچر اپنی زین اور لگام کے ساتھ واپس آ گیا وہ اس پر سوار ہو گئے جب سیدھے بیٹھ گئے تو اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر کہا الحمد للہ۔ اس سے زیادہ کلام نہ کیا۔ اس کے متعلق ان سے کچھ کہا گیا تو انہوں نے فرمایا کیا میں نے کوئی چیز چھوڑی ہے یا کوئی چیز باقی رکھی ہے میں نے مکمل تعریف اللہ کے لیے کر دی ہے (3)۔ بیہقی نے منصور عن ابراہیم کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ الحمدللہ بہت سی کلاموں سے زیادہ ثواب کا حامل ہے۔ ابو الشیخ اور بیہقی نے محمد بن حرب سے روایت کیا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا الحمد ذکر اور شکر ہے اس کے علاوہ کوئی چیز ذکر و شکر نہیں ہے۔

امام ابن ابی الدنیا اور ابو نعیم نے الحلیہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں بندہ جب سبحان اللہ کہتا ہے تو یہ مخلوق کی صلاۃ ہے اور جب کہتا ہے الحمدللہ تو یہ وہ کلمۂ شکر ہے کہ جب تک کوئی بندہ یہ کلمہ نہ کہے اس نے کبھی شکر ادا نہ کیا۔ اور جب بندہ کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہ وہ کلمۂ اخلاص ہے کہ جب تک بندہ یہ نہیں کہتا اللہ تعالیٰ بندے کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ جب بندہ کہتا ہے اللہ اکبر یہ آسمان اور زمین کو بھر دیتا ہے اور جب کہتا ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسلام قبول کیا اور تابعداری کا مظاہرہ کیا۔

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ: جو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے سارے جہانوں کا

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رب العالمین کے متعلق نقل کیا ہے کہ العالمین سے مراد جن وانس ہیں (4)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 95، (4390) 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 96، (4391) 3۔ ایضاً، (4392)

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 73، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر رحمہما اللہ نے مجاہد سے بھی العالمین کا معنی جن و انس نقل کیا ہے (1) ابن جریر نے سعید بن جبیر سے بھی اس کی مثل مفہوم روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رب العالمین کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ ساری مخلوق کا معبود ہے، تمام آسمان اور جو کچھ ان میں مخلوق ہے۔ تمام زمینیں اور جو کچھ ان کے اندر ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے خواہ معلوم ہے یا نامعلوم ہے (2)۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابو یعلی نے مسند میں ابن عدی نے الکامل میں ابوالشیخ نے العظمہ میں، بیہقی نے شعب الایمان میں الخطیب نے التاریخ میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مکڑی کم ہوگئی، آپ نے اس کے متعلق پوچھا تو کوئی خبر نہ ملی آپ اس کی وجہ سے پریشان ہوئے آپ نے ایک شہسوار کداء کی طرف دوڑایا، ایک شام کی طرف اور ایک عراق کی طرف دوڑایا تاکہ وہ پوچھ کر آئیں کہ کسی نے کوئی مکڑی دیکھی ہے یا نہیں یمن کی طرف جانے والا شہسوار مکڑیوں کی ایک مٹھی لایا اور حضرت عمر کے سامنے ڈال دیں جب آپ نے انہیں مردہ دیکھا تو تکبیر بلند کی اور پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار امت پیدا فرمائی ہے چھ سو سمندر میں ہیں اور چار سو خشکی میں ہیں اور ان امتوں میں جو چیز سب سے پہلے ہلاک ہوگی وہ مکڑی ہوگی جب ایک ہلاک ہوگی تو سلسلہ چل پڑے گا جیسے کسی دھاگہ میں پروئی ہوئی چیز کا دھاگہ ٹوٹتا ہے (تو وہ متواتر گرنے لگتی ہے) (3)۔

امام ابن جریج نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے رب العالمین کا معنی یہ نقل کیا ہے کہ ہر قسم کے عالم کا رب۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت تبیع الحمیری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں عالمین ہزار امت ہیں چھ سو سمندر میں ہیں اور چار سو خشکی میں ہیں۔

امام امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ سے رب العالمین کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ انس ایک عالم ہے۔ جن ایک عالم ہے اور ان کے علاوہ فرشتوں کے اٹھارہ ہزار عالم ہیں اور زمین کے چار زاویے ہیں ہر زاویہ میں تین ہزار عالم ہیں اور ان میں سے پانچ سو عالم اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کئے ہیں (4)۔ ثعلبی نے شہر بن حوشب کے واسطہ سے ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ العالمین سے مراد فرشتے ہیں اور یہ اٹھارہ ہزار اسی فرشتے ہیں ان میں سے چار سو یا پانچ سو فرشتے مشرق میں ہیں، اتنے ہی فرشتے مغرب میں ہے۔ اتنے ہی دنیا کے تیسرے کندھے پر ہیں، اتنے ہی فرشتے دنیا کے چوتھے کندھے پر ہیں اور ہر فرشتے کے ساتھ اس کے معاون فرشتے ہیں جن کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

امام ابوالشیخ نے اور امام ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اٹھارہ ہزار عالم ہیں دنیا میں ان میں سے ایک ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 74، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 73
3۔ الکامل از ابن عدی، جلد 7، صفحہ 58، (1511)، مطبوعہ بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 74

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا

امام عبد بن حمید نے مطر الوراق کے واسطہ سے قتادہ سے سورۂ فاتحہ کی تفسیر روایت کی ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وہ قول اور حمد ہے کہ مخلوق میں سے کسی نے اس کا یہ وصف بیان نہیں کیا۔ الرحمٰن الرحیم اس نے اپنی مدح فرمائی ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اس دن سے مراد وہ دن ہے جس میں لوگوں کو جزاء دی جائے گی۔ پھر فرمایا یعنی تم اسطرح کہو اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اپنی ذات پر آگاہی بخشی ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صراط مستقیم سے مراد صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ہے اور اس سے مراد انبیاء کا راستہ ہے۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد یہود ہیں وَلَا الضَّآلِّيْنَ سے مراد نصاریٰ ہیں۔

امام دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھا تو اسے ایک آیت شمار کیا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کو دوسری الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو تیسری، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کو چوتھی آیت شمار کیا اور فرمایا اسی طرح اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اور اپنی پانچوں انگلیاں جمع فرمادیں (1)۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ: ترجمہ مالک ہے روز جزا کا

امام ترمذی، ابن الانباری اور ابن ابی الدنیا نے کتاب المصاحف میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مٰلِكِ کو بغیر الف کے پڑھتے تھے (2)۔

ابن الانباری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر، طلحہ، زبیر، عبد الرحمٰن بن عوف اور معاذ بن جبل مٰلِكِ کو بغیر الف کے ملك پڑھتے تھے۔ امام احمد نے الزہد میں، ترمذی، ابن ابی داؤد اور ابن الانباری نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر، عثمان الف کے ساتھ مٰلِكِ پڑھتے تھے (3)۔

امام سعید بن منصور اور ابن ابی داؤد نے مصاحف میں حضرت سالم عن ابیہ کے طریقہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھتے تھے (4)۔ وکیع نے اپنی تفسیر میں، عبد بن حمید، ابوداؤد اور ابن ابی داؤد نے زہری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھتے تھے۔ اور سب سے پہلے جس نے بغیر الف کے پڑھا تھا وہ مروان تھا۔

امام ابن ابی داؤد اور الخطیب نے ابن شہاب کے طریق سے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان دونوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھتے تھے۔ ابن ابی داؤد نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر، عثمان، معاویہ اور اس کا بیٹا یزید یہ سب مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھتے ہیں۔ ابن شہاب کہتے ہیں مروان نے سب سے پہلے بغیر الف کے مٰلِكِ پڑھا تھا۔

ابن ابی داؤد اور ابن الانباری نے زہری سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر ابن

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 435، (2318)
2۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 116 مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد
3۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 11، صفحہ 38، (2928)
4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 515، (169)، مطبوعہ الریاض

مسعود اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی داؤد اور ابن الانباری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی یہ تمام حضرت مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھتے تھے۔ ابن ابی داؤد اور ابن ابی ملیکہ نے نبی کریم ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھا۔

امام ابن ابی داؤد، ابن الانباری اور دارقطنی نے الافراد میں، ابن جمیع نے اپنی معجم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھتے تھے۔

امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مٰلِكِ پڑھتے تھے (1)۔ امام طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مٰلِكِ کو الف کے ساتھ پڑھا ہے اور غیر کو کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام وکیع، الفریابی، ابوعبید، سعید بن منصور، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے کئی طرق سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ الف کے ساتھ مٰلِكِ پڑھتے تھے (2)۔

امام وکیع اور سعید بن منصور نے حضرت ابوقلابہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مٰلِكِ پڑھتے تھے (3)۔

امام وکیع، الفریابی، عبد بن حمید اور ابن ابی داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ مٰلِكِ الف کے ساتھ پڑھتے تھے۔ عبد بن حمید نے ابوعبیدہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے مٰلِكِ پڑھا تھا۔

امام ابن جبیر اور حاکم نے حضرت ابن مسعود اور بہت سے صحابہ سے روایت کیا ہے کہ يَوْمِ الدِّيْنِ سے مراد یوم حساب ہے (4)۔ اس روایت کو حاکم نے صحیح کہا ہے۔ امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ اس دن اس کے ساتھ حکم کا کوئی مالک نہ ہوگا جس طرح کہ لوگ دنیا میں مالک ہیں۔ اور يَوْمِ الدِّيْنِ سے مراد مخلوق کے حساب کا دن ہے۔ وہ قیامت کا دن ہے وہ لوگوں کو ان کے اعمال کی جزاء دے گا اگر اعمال اچھے ہوں گے تو جزاء بھی اچھی ہوگی اگر اعمال برے ہوں گے تو جزاء بھی بری ہوگی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے (5)۔ عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت قتادہ سے یوم الدین کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزاء دے گا۔

امام ابوداؤد، حاکم اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بارش کی کمی کی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے منبر لانے کا حکم دیا پھر اسے عیدگاہ میں رکھا گیا اور ایک دن لوگوں کے لیے مقرر فرمایا کہ وہ باہر نکلیں۔ آپ ﷺ تشریف لائے جبکہ سورج طلوع ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ تکبیر کہی

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 252، (2911)
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 532، (172)، مطبوعہ ریاض
3۔ ایضاً، 171
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 79
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 79-76

اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان فرمائی پھر فرمایا تم نے اپنی زمینوں کے بنجر ہو جانے کی شکایت کی اور عرصہ دراز سے بارش نہیں اتری۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اسے پکارو اور اس نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعا کو قبول کرے گا پھر آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِيُّ وَ نَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ قُوَّةً وَ بَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ۔ ابوداؤد فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند مفید ہے۔ اہل مدینہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھتے ہیں اور حدیث ان کی حجت ہے(1)۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ترجمہ: تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن حاتم نے ابن عباس سے اِيَّاكَ نَعْبُدُ کی یہ تفسیر نقل کی ہے ہم تجھے ایک مانتے ہیں اور تجھی سے ڈرتے ہیں اور تجھ سے امید رکھتے ہیں تو ہمارا رب ہے تیرے سوا کوئی رب نہیں ہے۔ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اور ہم تجھ سے تیری اطاعت پر اور اپنے تمام امور پر مدد طلب کرتے ہیں (2)۔

امام وکیع اور الفریابی نے حضرت ابورزین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سنا آپ نے یہ حروف پڑھے اور آپ فصیح و بلیغ قریشی تھے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا آپ نے دونوں صیغوں کو مرفوع پڑھا۔

الخطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت ابورزین سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ، پہلے ہمزہ پھر مد، پھر شد پڑھی۔

ابو القاسم البغوی اور الماوردی نے معرفۃ الصحابہ میں، طبرانی نے الاوسط میں اور ابونعیم نے دلائل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہمارا ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمن سے مقابلہ ہوا میں نے آپ ﷺ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ فرمایا میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ گر رہے ہیں ملائکہ انہیں آگے اور پیچھے سے مار رہے ہیں (3)۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ چلا ہم کو سیدھے راستہ پر

امام حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے اور ذہبی نے انکا تعاقب کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے الصراط کو صاد کے ساتھ پڑھا (4)۔ سعید بن منصور، عبد بن حمید، بخاری نے التاریخ میں اور ابن الانباری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ الصراط کو سین کے ساتھ پڑھتے تھے (5)۔

ابن الانباری نے عبداللہ بن کثیر سے روایت کیا ہے کہ وہ الصراط کو سین کے ساتھ پڑھتے تھے۔

ابن الانباری نے الفراء سے نقل کیا ہے کہ حضرت حمزہ رحمہ اللہ نے الزراط زاء کے ساتھ پڑھا۔ الفراء کہتے ہیں الزراط

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 476، (1225)
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 80، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی
3۔ دلائل النبوۃ از ابونعیم، جلد 2، صفحہ 592، مطبوعہ المکتبۃ العربیہ بحلب
4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 253، (2912)
5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 532، مطبوعہ ریاض

زاء کے اخلاص کے ساتھ قبیلہ عذرہ، کلب اور بنی العین کی لغت ہے، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ ہمیں اپنا دین حق الہام فرما۔ ابن جریر نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس کا معنی ہے ہمیں ہدایت دینے والا راستہ الہام فرما اور وہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جس میں کوئی کجی نہیں (1)۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الطراط کا معنی طریق (راستہ) نقل کیا ہے (2)۔

وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، المحاملی نے المصنف کے نسخہ سے امالی میں اور حاکم حضرت نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اس کی یہ تفسیر نقل کی ہے الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۝ سے مراد اسلام ہے اور یہ آسمان اور زمین کے درمیان جو وسعت ہے اس سے بھی زیادہ وسیع ہے (3) ابن جریج نے ابن عباس سے اس کا معنی الاسلام نقل کیا ہے۔ ابن جریر نے ابن عباس اور کئی دوسرے صحابہ سے اس کا معنی الاسلام روایت کیا ہے (4)۔

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن بھی کہا ہے) نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابوالشیخ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک سیدھا راستہ بنایا ہے اور اس کی اطراف پر دو دیواریں ہیں جن میں دروازے کھلے ہوئے ہیں اور ان دروازوں پر لٹکے ہوئے پردے ہیں اور راستہ کے دروازہ پر ایک بلانے والا ہے جو یہ کہہ رہا ہے اے لوگو! تمام کے تمام راستہ پر چلو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ ایک بلانے والا راستہ کے اوپر سے بلا رہا ہے جب کوئی انسان ان دروازوں میں سے کسی دروازہ کو کھولنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے تیرے لیے ہلاکت ہو اس کو نہ کھول اگر تو اس کو کھولے گا تو اس میں گھس جائے گا، الصِّرَاطَ سے مراد اسلام ہے دروازے اللہ کی حدود ہیں اور کھلے ہوئے دروازے اللہ کی محارم ہیں اور راستہ کے سرے پر بلانے والا کتاب اللہ ہے اور اوپر سے بلانے والا اللہ کی طرف سے وہ واعظ ہے جو ہر مسلمان کے دل میں ہوتا ہے (5)۔

امام وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابوبکر ابن الانباری نے المصاحف میں اور حاکم انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی تفسیر کتاب اللہ سے کی ہے (6)۔

امام ابن الانباری نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ راستہ مختصر ہے شیاطین اس کے اوپر آجاتے ہیں۔ اے اللہ کے بندو! یہ سیدھا راستہ ہے اس کی اتباع کرو۔ اور الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اللہ کی کتاب ہے اسے مضبوطی سے پکڑلو۔

امام ابن ابی شیبہ، دارمی، ترمذی (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن الانباری نے المصاحف میں ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ فتنے ہوں گے۔ میں نے کہا ان سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ فرمایا کتاب اللہ، اس میں تم سے پہلے لوگوں کے واقعات بھی ہیں اور تمہارے بعد آنے والوں کی خبریں بھی ہیں، اس میں تمہارے درمیان جھگڑوں کا فیصلہ بھی ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 86 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً
5۔ شعب الایمان، جلد 5 صفحہ 445، (7216) 6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا جلد 1 صفحہ 86

یہ قول فصل ہے مزاح نہیں ہے۔ یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے یہ اس کا پختہ ذکر ہے اور یہی الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ہے (1)۔

امام طبرانی نے حضرت الکبیر میں حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ وہ ہے جس پر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑا۔ ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرمایا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ وہ ہے جس کی ایک طرف پر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑا اور اس کی دوسری طرف جنت میں ہے۔ بیہقی نے الشعب میں قیس بن سعد عن رجل کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن نور مبین، ذکر حکیم اور الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ہے (2)۔ عبد بن حمید، ابن جریج، ابن ابی حاتم، ابن عدی اور ابن عساکر نے عاصم الاحول کے طریق سے حضرت ابو العالیہ سے الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد کے دونوں ساتھی ہیں ہم نے اس کا ذکر حضرت حسن کے سامنے کیا تو انہوں نے فرمایا ابو العالیہ نے سچ کہا ہے اور خالص بات کی ہے۔ حاکم نے ابو العالیہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے کہ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھی ہیں (3)۔ عبد بن حمید نے حضرت ابو العالیہ الریاحی سے روایت کیا ہے فرمایا اسلام کو سیکھو اور جب تم اس کو سیکھ لو تو پھر اس سے انحراف نہ کرو اور تمہیں الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ پر چلنا لازم ہے کیونکہ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے مراد اسلام ہے اس سے دائیں، بائیں انحراف نہ کرو۔ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں ابن المنذر اور بیہقی نے کتاب الرؤیا میں حضرت سفیان سے روایت کیا ہے فرمایا قرآن کی تفسیر میں اختلاف نہیں ہے یہ ایک جامع کلام ہے اور اس سے یہ یہ مراد ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں، ابو نعیم نے الحلیہ میں ابو قلابہ سے روایت کیا ہے فرمایا، ابو درداء نے فرمایا تو پوری طرح سمجھ نہیں رکھتا حتی کہ تو قرآن میں کئی وجوہ دیکھے۔ ابن سعد نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس کو خوارج کے متعلق بتاتے ہوئے سنا جنہوں نے حکومت کا انکار کیا تھا اور حضرت علی بن ابی طالب سے جدا ہو گئے تھے فرمایا ان سے بارہ ہزار جدا ہوئے تھے۔ حضرت علی نے مجھے بلایا اور فرمایا ان کی طرف جاؤ ان سے مخاصمہ کرو اور انہیں کتاب وسنت کی طرف بلاؤ اور قرآن کے ساتھ ان سے نہ جھگڑو کیونکہ قرآن کئی وجوہ رکھتا ہے لیکن سنت کے ذریعے ان سے مناظرہ کرو۔

امام ابن سعد نے حضرت عمران بن مناح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا اے امیر المومنین میں ان سے کتاب اللہ کو زیادہ جانتا ہوں، ہمارے گھروں میں یہ نازل ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے لیکن قرآن جمال ہے کئی وجوہ رکھتا ہے وہ یہ کہتا ہے وہ اور کہیں گے لیکن ان سے سنت کے ساتھ جھگڑا کر کیونکہ اس سے انہیں بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں، ابن عباس ان کے پاس گئے اور سنن کے ساتھ ان سے مناظرہ کیا تو ان کے پاس کوئی دلیل نہ رہی۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ۔ راستہ ان کا جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 326، (1935)	2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 226، 1598

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 284، (3025)

امام وکیع ، ابوعبید، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی داؤد اور ابن الانباری ان دونوں نے المصاحف میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ وہ صِرَاطَ مَنْ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھتے تھے(1)۔

امام ابوعبید، عبد بن حمید، ابن ابی داؤد اور ابن الانباری نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے صراط من انعمت نماز میں پڑھا تھا(2)۔

ابن الانباری نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ عَلَيْهِمِي یعنی ہاء اور میم کے کسرہ اور یاء کے اثبات کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ابن الانباری نے اعرج سے روایت کیا ہے کہ وہ علیھمو یعنی ہاء اور میم کے ضمہ اور واؤ کے الحاق کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ابن الانباری نے حضرت عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ انعمت علیھمو یعنی ہاء کے کسرہ میم کے ضمہ اور واؤ کے الحاق کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ابن الانباری نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ وہ عَلَيْهُمْ یعنی ہاء اور میم کے ضمہ کے ساتھ بغیر واؤ کے پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی داؤد نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں عکرمہ اور اسود دونوں صراط من انعمت پڑھتے تھے۔ ثعلبی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ چھٹی آیت ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی تفسیر یہ نقل کی ہے ملائکہ، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین جنہوں نے تیری اطاعت کی اور تیری عبادت کی ان کا راستہ(3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک قول اس کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ مومنین کا راستہ(4)۔ ابن جریر نے حضرت ابوزید سے صِرَاطَ الَّذِيْنَ کی تفسیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے راستہ کے ساتھ روایت کی ہے(5)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الربیع بن انس سے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ اس سے مراد انبیائے کرام ہیں۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد یہود اور الضالین سے مراد نصاری ہیں۔ عبد بن حمید نے مجاہد سے بھی یہود ونصاری کی تفسیر نقل کی ہے۔ اسی طرح عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر سے یہی تفسیر نقل کی ہے۔ امام عبدالرزاق، احمد، عبد بن حمید، ابن جریر اور البغوی نے معجم الصحابہ میں، المنذر اور ابوالشیخ نے عبداللہ بن شقیق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے اس شخص نے بتایا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا جبکہ آپ وادی قریٰ میں گھوڑے پر سوار تھے بنی القین کے ایک شخص نے پوچھا الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے یارسول اللہ سے کون مراد ہیں؟ فرمایا یہود۔ پھر پوچھا الضَّآلِّيْنَ سے کون مراد ہیں؟ فرمایا نصاریٰ(6)۔

امام وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ

1۔ سنن سعید بن منصور جلد 2، صفحہ 533، (77-176)، مطبوعہ ریاض
2۔ فضائل القرآن از ابوعبید، صفحہ 290، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 88،
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً
6۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 61، (2329)

ﷺ وادی القریٰ کے لوگوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھے ایک شخص نے کہا یہ کون ہیں فرمایا یہ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ یعنی یہود ہیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ دوسرا طائفہ کن کا ہے فرمایا الضَّآلِّیْنَ یعنی نصاریٰ ہیں (1)۔

امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن شقیق کے طریق سے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ کے متعلق پوچھا تو فرمایا یہود ہیں میں نے پوچھا الضَّآلِّیْنَ سے کون مراد ہیں فرمایا نصاریٰ۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن شقیق عن رجل من بلعین عن ابن عم کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ وادی القریٰ میں تھے میں نے پوچھا آپ کے نزدیک یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ (یہود ہیں) اور الضَّآلِّیْنَ نصاریٰ ہیں (2) سفیان بن عیینہ نے اپنی تفسیر میں سعید بن منصور نے اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ سے مراد یہود ہیں اور الضَّآلِّیْنَ نصاریٰ ہیں (3)۔

امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی، انہوں نے اسے حسن کہا ہے، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان نے اپنی صحیح میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ یہود ہیں الضَّآلِّیْنَ نصاریٰ ہیں (4)۔ احمد، ابوداؤد، ابن حبان، الحاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور طبرانی نے الشرید سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میرے پاس سے نبی کریم ﷺ گزرے جبکہ میں اسطرح بیٹھا تھا کہ میرا بایاں ہاتھ میری پیٹھ کے پیچھے تھا۔ اور میں اپنے ہاتھ کی جڑوں پر سہارا لیے ہوئے تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ کی طرح بیٹھتا ہے (5)۔

امام ابن جریج نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ سے مراد یہود اور الضَّآلِّیْنَ سے مراد نصاریٰ ہیں۔ ابن جریج نے مجاہد سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ سے مراد یہود اور الضَّآلِّیْنَ سے مراد نصاریٰ ہونے میں مفسرین کا کوئی اختلاف میں نہیں جانتا۔

آمین کا ذکر

امام وکیع اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابومیسرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرمایا جبریل نے رسول اللہ ﷺ کو فاتحۃ الکتاب پڑھائی پھر جب وَلَا الضَّآلِّیْنَ پر پہنچے تو کہا کہو آمین تو آپ ﷺ نے کہا آمین۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ترمذی (انہوں اس کو حسن کہا ہے) نسائی، ابن ماجہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت وائل بن حجر الحضرمی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ نے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پڑھا پھر آمین کہا اور اس کے ساتھ آپ آواز کو لمبا کرتے تھے (4)۔

امام طبرانی اور بیہقی نے وائل بن حضرت حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 537، (179)
2۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 95-91
3۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 299، (7703)۔
4۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 34، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد

جب آپ ﷺ نے غَيْرِ الْمَغْضُوبِ کہا تو پھر رَبِّ اغْفِرْ لِیْ آمِیْن کہا(1)۔

امام طبرانی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا میں نے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں داخل ہوئے پھر جب سورۂ فاتحۃ الکتاب سے فارغ ہوئے تو تین مرتبہ آمین کہا(2)۔ امام ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جب آپ ﷺ نے وَ لَا الضَّآلِّيْنَ کہا تو امین کہا(3)۔ امام مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا(4)۔

امام مالک، شافعی ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین، ملائکہ کی آمین سے موافقت کرے گی اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے(5)۔

امام ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں اور ابن مردویہ نے جید سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ کہتا ہے اور اس کے مقتدی آمین کہتے ہیں تو آسمان اور زمین والے متوجہ ہوتے ہیں اور جس نے آمین نہ کہی وہ اس شخص کی مانند ہے جو کسی قوم کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوا لیکن انہوں نے اپنے حصے (مال غنیمت) سے نکالے لیکن اس کا حصہ نہ نکلا، اس نے کہا میرا حصہ کیوں نہیں نکلا تو کہا تو نے آمین نہیں کہی(6)۔

امام ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابوزہیر النمیری سے روایت کیا ہے ان کو شرف صحابیت حاصل ہے، فرماتے ہیں جب انسان دعا مانگے تو اس کا اختتام امین سے کرے کیونکہ آمین صحیفہ پر مہر کی مانند ہے اور فرمایا میں تجھے اس کے متعلق بتاؤں؟ ہم ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، ہمارے پاس ایک شخص آیا جو سوال کرنے میں اصرار کر رہا تھا، نبی کریم ﷺ ٹھہر گئے اور اس کی باتیں سنتے رہے پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر اس نے مہر لگائی تو اس نے واجب کر دیا ایک شخص نے پوچھا کس کے ساتھ مہر لگائے فرمایا آمین سے۔ کیونکہ اگر امین کے ساتھ مہر لگائی تو واجب کر دیا(7)۔ امام احمد، ابن ماجہ اور بیہقی نے سنن میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہود تمہاری کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کرتے جتنا کہ آمین پر تم سے حسد کرتے ہیں(8)۔ ابن ماجہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہود تمہاری کسی بات پر اتنا تم سے حسد نہیں کرتے جتنا کہ آمین پر تم سے حسد کرتے ہیں پس تم آمین زیادہ کہا کرو(9) ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہود انتہائی حاسد

1۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 289، (2668)، مطبوعہ دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، (2667)
3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 1، صفحہ 462، (854) مطبوعہ، بیروت
4۔ مجمع الزوائد، جلد 2 صفحہ 289، (2666)
5۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 34
6۔ مسند ابویعلی، جلد 5، صفحہ 229، مطبوعہ بیروت
7۔ شرح سنن ابوداؤد، جلد 4، صفحہ 200، (914)، مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض
8۔ سنن ابن ماجہ، جلد 1، صفحہ 464، (856) مطبوعہ بیروت
9۔ ایضاً، (859)

قوم ہے وہ تم سے تین چیزوں پر حسد کرتی ہے۔سلام کا پھیلانا،صف کا سیدھا کرنا اور آمین (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہود حاسد قوم ہے وہ مسلمانوں پر تین چیزوں پر زیادہ حسد کرتے ہیں۔سلام کا لوٹانا،صفوں کا قائم کرنا،اور فرضی نمازوں میں امام کے پیچھے انکا آمین کہنا۔

الحرث بن اسامہ نے اپنی مسند میں،حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں اور ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے تین خصال عطا کئے گئے ہیں مجھے نماز صفوں میں عطا کی گئی، مجھے سلام عطا کیا گیا جو اہل جنت کا سلام ہے، مجھے آمین عطا کیا گیا جو تم سے پہلے لوگوں میں سے کسی کو عطا نہیں ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے ہارون علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔حکیم ترمذی کے الفاظ یہ ہیں اللہ تعالیٰ نے میری امت کو تین چیزیں عطا فرمائی ہیں جو ان سے پہلے کسی کو عطا نہیں فرمائیں۔سلام۔یہ اہل جنت کا سلام ہے۔ملائکہ کی طرح صفوف اور آمین مگر یہ کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو آمین کی سعادت عطا کی گئی تھی۔الطبرانی نے الدعاء میں،ابن عدی اور ابن مردویہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آمین مومن بندوں کی زبان پر رب العالمین کی مہر ہے۔

امام جویبر نے اپنی تفسیر میں ضحاک کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ آمین کا کیا معنی ہے فرمایا: اے میرے پروردگار قبول فرما۔ثعلبی نے کلبی کے طریق سے ابن صالح عن ابن عباس سے اس کی مثال روایت کی ہے۔وکیع اور ابن ابی شیبہ نے المصنف میں ہلال بن یساف اور مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آمین اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ابن ابی شیبہ نے حکیم بن جبیر سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مستحب ہے کہ جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ آمِيْن کہا جائے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو تو اس طرح کہہ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْاَلُكَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت الربیع بن خثیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو جو دعا تو چاہے اس سے مدد طلب کر۔

امام ابن شاہین نے السنۃ میں اسماعیل بن مسلم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابی بن کعب کے مصحف میں غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ آمِيْن بِسْمِ اللّٰهِ تھا،اسماعیل کہتے ہیں حسن سے جب آمین کے متعلق پوچھا گیا کہ اس کی تفسیر کیا ہے تو انہوں نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ اے اللہ قبول فرما۔دیلمی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے بسم اللہ پڑھی پھر فاتحۃ الکتاب پڑھی پھر آمین کہی تو آسمان میں ہر مقرب فرشتہ اس کیلئے استغفار کرتا ہے۔

1۔الکامل از ابن عدی،جلد 4،صفحہ 229،مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

سورۂ بقرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امام ابن الضریس نے فضائل میں، ابوجعفر النحاس نے الناسخ والمنسوخ میں ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے فرمایا سورۂ بقرہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے عبد اللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ سورۂ بقرہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ ابوداؤد نے ناسخ ومنسوخ میں عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پہلی سورت جو مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی وہ سورۂ بقرہ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت جامع بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم ایک غزوہ میں تھے جس میں امام عبدالرحمٰن بن یزید رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے لوگوں کے درمیان یہ بات پھیل گئی کہ لوگ سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران کہنا ناپسند کرتے ہیں حتی کہ وہ کہتے ہیں وہ سورت جس میں بقرہ کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں آل عمران کا ذکر ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو سنا جب وہ وادی کے بطن میں جارہے تھے اور جمرہ ان کے دائیں طرف تھا پھر انہوں نے کعبہ کی طرف منہ کیا، پھر سات کنکریاں پھینکیں اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہی پھر جب فارغ ہوئے تو فرمایا قسم ہے اس کی جسکے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں یہاں سے اس ذات نے کنکریاں پھینکی تھیں جس پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی (1)۔ ابن الضریس، الطبرانی نے الاوسط میں ابن مردویہ اور بیہقی نے الشعب میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء اسی طرح تمام قرآن میں سورتوں کا ذکر نہ کرو بلکہ کہو وہ سورت جس میں بقرہ کا ذکر ہے وہ سورت جس میں آل عمران کا ذکر ہے اس طرح پورے قرآن میں سورتوں کا ذکر کرو (2)۔ امام بیہقی نے الشعب میں صحیح سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرمایا سورۂ بقرہ نہ کہو بلکہ اس طرح وہ سورت جس میں بقرہ کا ذکر ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) اور بیہقی نے سنن میں حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رمضان شریف میں رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ ﷺ نے سورۂ بقرہ پڑھی، میں نے خیال کیا کہ ایک رکعت اس کے ساتھ پڑھیں گے پھر آپ ﷺ نے سورۂ نساء شروع فرمادی وہ پڑھی پھر آل عمران شروع کردی وہ بھی آہستہ آہستہ پڑھی، جب آپ ﷺ کسی تسبیح والی آیت سے گزرتے تو تسبیح کرتے جب کسی سوال والی آیت سے گزرتے تو سوال کرتے اور جب کسی تعوذ والی آیت سے گزرتے تو پناہ مانگتے (4)۔

1۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، جلد 1، صفحہ 36-235، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد 2۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 519، (582)

3۔ ایضاً، (583) 4۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 264 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

امام احمد، ابن الضریس اور بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑی تھی آپ ﷺ نے سورہ بقرۂ، آل عمران اور نساء پڑھی، جب آپ بشارت والی آیت سے گزرتے تو دعا مانگتے اور رغبت کرتے، جب خوف والی آیت سے گزرتے تو دعا مانگتے اور پناہ طلب کرتے۔

امام ابوداؤد، ترمذی نے شمائل میں، نسائی اور بیہقی نے حضرت عوف بن مالک اشجعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات کھڑا نماز پڑھ رہا تھا آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو سورۂ بقرہ پڑھی۔ آپ کسی آیت رحمت سے گزرتے تو ٹھہر جاتے اور دعا مانگتے اور آیت عذاب سے گزرتے تو ٹھہر جاتے اور پناہ مانگتے پھر آپ ﷺ نے قیام کی مقدار رکوع فرمایا اور رکوع میں یہ تسبیح پڑھی ''سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ'' پھر قیام کی مقدار سجدہ کیا اور سجدہ میں بھی رکوع والی تسبیح پڑھی۔ پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے تو آل عمران پڑھی پھر ایک ایک سورت پڑھی (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حضرت سعید بن خالد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک رکعت میں السبع الطوال (سات پہلی بڑی سورتیں) پڑھیں۔

امام ابوعبید، احمد، عبد بن حمید، حمید بن زنجویہ نے فضائل قرآن میں مسلم، ابن الضریس، ابن حبان، الطبرانی، ابوذر الہروی نے فضائل میں حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابوامامہ الباہلی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے قرآن پڑھو کیونکہ قیامت کے دن یہ اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرتے ہوئے آئے گا'' زہراوین پڑھو یعنی سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کا دفاع کرتے ہوئے آئیں گی گویا دونوں بادل ہیں یا گویا دونوں پر پھیلائے ہوئے پرندوں کے گروہ ہیں جو اپنے مالکوں کے بارے جھگڑ رہے ہیں سورۂ بقرہ پڑھو، کیونکہ اس کا (پڑھنا) برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت ہے جادوگر، کاہن اس کو پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے (2)۔

امام احمد اور بخاری نے تاریخ میں، مسلم، ترمذی اور محمد بن نصر نے حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قرآن اور دنیا میں قرآن کے مطابق عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا ان کے آگے آگے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران ہوں گی فرمایا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی تین مثالیں بیان فرمائیں جن کو میں ابھی تک نہیں بھولا۔ گویا وہ دونوں بادل ہیں یا گویا وہ دفاع کرنے والی ہیں یا گویا دو سیاہ سائبان ہیں جن کے درمیان کی جگہ بلند ہے یا گویا وہ دونوں پر پھیلائے ہوئے پرندوں کے دو گروہ ہیں جو اپنے مالک کے متعلق جھگڑ رہے ہیں (3)۔ امام ابن ابی شیبہ، احمد بن حنبل اور ابن ابی عمر العربی نے اپنی اپنی مسانید میں، دارمی، محمد بن نصر، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورۂ بقرہ سیکھو کیونکہ اس کا پکڑنا

1۔ شرح سنن ابی داؤد، جلد 4، صفحہ 79، (850)، مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض
2۔ فضائل القرآن از ابوعبید، صفحہ 229
3۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 270

(پڑھنا) برکت ہے اور اس کا چھوڑ نا حسرت ہے اس کو جادوگر اور کاہن پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا سورۂ بقرہ اور آل عمران سیکھو گویا یہ دونوں روشن اور چمکدار ہیں جو قیامت کے روز اپنے پڑھنے اور عمل کرنے والوں پر سایہ کئے ہوئے ہوں گی گویا دونوں بادل ہیں گویا دونوں اس کا دفاع کرنے والی ہیں یا دونوں پر پھیلائے ہوئے پرندوں کے دوگروہ ہیں (1)۔ طبرانی اور ابوذر الہروی نے فضائل میں ضعیف سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زہراوین یعنی سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران سیکھو کیونکہ یہ قیامت کے روز آئیں گی گویا یہ دو بادل ہیں یا گویا یہ دونوں پر پھیلائے ہوئے پرندوں کے دوگروہ ہیں جو اپنے مالکوں کے بارے جھگڑ رہے ہیں۔ بقرہ سیکھو کیونکہ اس کا پکڑنا برکت ہے اور اس کا چھوڑ نا حسرت ہے اس کو کاہن اور جادوگر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے (2)۔

امام البزار نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرات ابوذر الہروی اور محمد بن نصر رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بقرہ اور آل عمران پڑھو کیونکہ یہ دونوں قیامت کے دن آئیں گی گویا وہ دو بادل ہیں یا دفاع کرنے والی ہیں یا پر پھیلائے ہوئے پرندوں کے دوگروہ ہیں۔

امام ابوعبید اور دارمی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تمہارے بھائی نے خواب میں دیکھا ہے کہ لوگ ایک خوفناک لمبے پہاڑ کے سامنے چل رہے ہیں اور پہاڑ کے اوپر دو سبز درخت ہیں جو آواز دے رہے ہیں کیا تم میں کوئی سورۂ بقرہ پڑھنے والا ہے کیا تم میں کوئی سورۂ آل عمران پڑھنے والا ہے، جب ایک شخص نے کہا ہاں تو وہ دونوں سبز درخت اپنے تنوں کے ساتھ اس کے قریب ہو گئے حتیٰ کہ وہ شخص ان دونوں درختوں سے چمٹ گیا پس وہ دونوں اسے پہاڑ پر چڑھا لے گئے (3)۔

امام دارمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس کسی شخص نے سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے ایسی دو سورتیں پڑھی ہیں جن میں وہ اسم اعظم ہے جب اس کے وسیلہ سے دعا مانگی جاتی ہے تو قبول ہوتی ہے اور جب اس کے وسیلہ سے سوال کیا جاتا ہے تو عطا کیا جاتا ہے۔ ابوعبید اور ابن الضریس نے ابومنیب سے انہوں نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے سورہ بقرۂ اور آل عمران پڑھیں۔ جب اس نے نماز مکمل کر لی تو اسے حضرت کعب نے فرمایا کیا تو نے سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھی ہے اس نے کہا ہاں، تو فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ان سورتوں میں وہ اسم اعظم ہے جب اس کے ساتھ دعا مانگی جائے تو قبول ہوتی ہے۔ اس شخص نے کہا مجھے اس کے متعلق بتا دیجئے فرمایا قسم بخدا میں تجھے نہیں بتاؤں گا اگر میں تجھے بتاؤں تو ہو سکتا ہے کہ تو کوئی ایسی دعا مانگ لے کہ جس میں میں اور تم ہلاک ہو جائیں (4)۔

امام احمد، مسلم اور ابونعیم نے دلائل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص سورہ بقرۂ اور آل عمران پڑھ لیتا تو وہ ہم میں عظیم ہو جاتا ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1 صفحہ 748، (2057)
2۔ مجمع الزوائد، جلد 7 صفحہ 23، (10828)، مطبوعہ دار الفکر بیروت
3۔ فضائل القرآن، صفحہ 236، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق
4۔ ایضاً

امام دارمی نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھی وہ قیامت کے روز یہ کہتے ہوئے آئیں گی اے ہمارے پروردگار اس پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ الاصبہانی نے الترغیب میں عبدالواحد بن ایمن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے سورۂ بقرہ اور آل عمران جمعہ کی رات کو پڑھی اس کے لیے اتنا اجر ہوگا جتنا کہ لبید اور عروبا کے درمیان فاصلہ ہے۔ لبید ا ساتویں زمین ہے اور عروبا ساتواں آسمان ہیں۔ حمید بن زنجویہ نے فضائل الاعمال میں عبدالواحد بن ایمن سے انہوں نے حمید الشامی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے رات کو سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھی اس کے لیے اتنا اجر ہوگا جتنا لبیدا اور عروبا کے درمیان فاصلہ ہے۔ لبیدا ساتویں زمین اور عروبا ساتواں آسمان ہے۔

امام حمید بن زنجویہ نے فضائل القرآن میں محمد بن ابی سعید کے طریق سے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے جمعہ کی رات سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھی تو اس کے لیے نور ہوگا جیسا کہ عریبا اور عجیبا کے درمیان نور ہے خود فرماتے ہیں عریبا سے مراد عرش ہے اور عجیبا سے مراد نچلی ساتویں زمین ہے۔

امام ابوعبید نے حضرت ابوعمران رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک شخص تھا جس نے قرآن پڑھا تھا اس نے اپنے پڑوسی پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اس کو پھر قصاصاً قتل کیا گیا، اس سے قرآن کی ایک ایک سورت جدا ہو گئی حتیٰ کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران ایک جمعہ کو باقی رہ گئیں پھر آل عمران بھی اس سے جدا ہو گئی پھر ایک جمعہ کو صرف بقرہ رہ گئی اسے کہا گیا مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ (ق:29) پھر سورۂ بقرہ بڑے بادل کی طرح نکلی۔ ابوعبید نے بتایا کہ وہ دونوں اس کے ساتھ قبر میں رہیں اور اس کا دفاع کرتی رہیں اور اس کے ساتھ انس کرتی رہیں اور قرآن کی یہی دو سورتیں آخر میں باقی رہ گئیں (1)۔

امام ابوعبید، سعید بن منصور، عبد بن حمید اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو سورۂ بقرہ، آل عمران، النساء ایک رات میں پڑھتا ہے وہ اطاعت گزاروں میں لکھا جاتا ہے (2)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو نامراد نہیں فرمائے گا جو رات کے جوف میں کھڑا ہو کر سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھتا ہے۔

امام ابوعبید نے سعید بن عبدالعزیز التنوخی سے روایت کیا ہے کہ حضرت یزید بن الاسود الجرشی رحمہ اللہ بیان کرتے تھے کہ جس نے سورۂ بقرہ اور آل عمران ایک دن میں پڑھیں وہ شام تک نفاق سے بری ہو گیا۔ اور جس نے ان دونوں سورتوں کو رات میں پڑھا وہ صبح تک نفاق سے بری ہو گیا۔ فرمایا اپنے مخصوص معمول تلاوت کے علاوہ ہر دن اور ہر رات کو ان دونوں سورتوں کی تلاوت کرتے تھے (3)۔

ابوذر نے فضائل میں حضرت سعید بن ابی ہلال رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جو بندہ سجدہ

1۔ فضائل القرآن، صفحہ 236، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق　2۔ ایضاً، صفحہ 237　3۔ ایضاً

کرنے سے پہلے ایک رکعت میں سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے جو مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے۔

امام احمد، مسلم اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ، شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے (1) ترمذی کے الفاظ یہ ہیں وہ گھر جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔

امام ابو عبید، نسائی، ابن الضریس اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور اپنے گھروں کو قبور نہ بناؤ اور اپنی آوازوں کو قرآن کے ساتھ مزین کرو کیونکہ شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے (2)۔

امام ابو عبید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے (3)۔

امام ابن عدی نے الکامل میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قرآن سیکھو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بے شک شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے (4)۔ طبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ عبداللہ بن مغفل سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ گھر جس میں سورۂ بقرہ تلاوت کی جاتی ہے اس رات اس گھر میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ ابن الضریس، نسائی، ابن الانباری نے المصاحف میں، طبرانی نے الاوسط اور الصغیر میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ضعیف سند کے ساتھ ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے ہو پھر وہ تھک جائے اور سورۂ بقرہ کا پڑھنا چھوڑ دے کیونکہ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے (5)۔ دارمی، محمد بن نصر، ابن الضریس، طبرانی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ ہر چیز کی ایک کوہان ہوتی ہے اور قرآن کی کوہان سورۂ بقرہ ہے اور شیطان جب سورۂ بقرہ سنتا ہے تو اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں یہ پڑھی جاتی ہے اور شیطان گوز مار رہا ہوتا ہے (6)۔ ابو یعلی، ابن حبان، طبرانی اور بیہقی نے الشعب میں سہل بن سعد الساعدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کی کوہان ہوتی ہے اور قرآن کی کوہان سورۂ بقرہ ہے جس نے دن کے وقت اپنے گھر اس کی تلاوت کی اس کے گھر میں شیطان تین راتیں داخل نہیں ہوتا (7)۔

امام وکیع، الحرث بن ابو اسامہ، محمد بن نصر اور ابن الضریس نے صحیح سند کے ساتھ حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 265، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی　2۔ فضائل القرآن، صفحہ 228، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق

3۔ ایضاً　4۔ الکامل لابن عدی، جلد 7، صفحہ 427، (1679) مطبوعہ بیروت　5۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 453، (2779)

6۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 748، (2060)، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت　7۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 453، (2378)

فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کا افضل حصہ سورۂ بقرہ ہے عظیم ترین آیت آیۃ الکرسی ہے اور شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ سعید بن منصور، ترمذی، محمد بن نصر، ابن المنذر، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کی کوہان ہوتی ہے اور قرآن کی کوہان سورۂ بقرہ ہے، اس میں ایک آیت ہے جو قرآن کی آیات کی سردار ہے وہ آیۃ الکرسی ہے۔ کسی گھر میں نہیں پڑھی جاتی جس میں شیطان ہوتا ہے مگر وہ اس گھر سے نکل جاتا ہے (1)۔ بخاری نے تاریخ میں السائب بن حباب سے روایت کیا ہے کہا جاتا ہے کہ انہیں شرف صحابیت حاصل تھا۔ فرمایا سورۂ بقرہ قرآن کی کوہان ہے۔

امام دیلمی نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ سورت جس میں بقرہ کا ذکر ہے وہ قرآن کا خیمہ ہے اس کو سیکھو کیونکہ اس کا سیکھنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت ہے اس کو کاہن اور جادوگر نہیں سیکھ سکتے (2)۔ دارمی نے خالد بن معدان سے موقوفاً اسی طرح روایت کیا ہے۔ امام احمد، محمد بن نصر اور طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت معقل بن یسار سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورۂ بقرہ قرآن کی کوہان اور اس کی چوٹی ہے، اس کی ہر آیت کے ساتھ 80 فرشتے نازل ہوئے اور اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ عرش کے نیچے سے نکالا گیا پھر اس سورت کے ساتھ ملا دیا گیا (3)۔

امام بغوی نے معجم الصحابہ میں ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ربیعہ الحرشی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا قرآن کا کون سا جزء افضل ہے فرمایا وہ سورۂ جس میں گائے کا ذکر ہے پھر عرض کی گئی سورۂ بقرہ میں سے کون سا جزء افضل ہے فرمایا آیۃ الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور یہ عرش کے نیچے سے نازل ہوئی ہیں۔ عبید، احمد، بخاری (نے صحیح میں تعلیقاً ذکر کی ہے) امام مسلم، نسائی، حاکم، ابو نعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل النبوۃ میں کئی طرق سے حضرت اسید بن حضیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ رات کو سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے اور ان کی گھوڑی ان کے قریب بندھی ہوئی تھی اچانک گھوڑی اچھلنے لگی، حضرت اسید خاموش ہوگئے تو وہ بھی ٹھہر گئی پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو وہ پھر اچھلنے لگی وہ خاموش ہوئے تو وہ بھی پرسکون ہوگئی، پھر تیسری مرتبہ انہوں نے تلاوت شروع کی وہ پھر اچھلنے لگی پھر وہ خاموش ہوئے تو وہ بھی ٹھہر گئی۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو پھر وہ اچھلنے لگی وہ اپنے بیٹے یحیٰی کی طرف گئے جو کہ گھوڑی کے قریب تھا۔ تاکہ وہ گھوڑی اس پر نہ چڑھ جائے۔ جب انہوں نے اسے پکڑا پھر آسمان کی طرف سر اٹھایا تو چھتری کی مثل کوئی چیز تھی جس میں چراغوں کی مثل چیزیں تھی پھر وہ چھتری آسمان کی طرف بلند ہوگئی۔ حتی کہ ان کی نظروں سے غائب ہوگئی۔ جب صبح ہوگئی تو یہ سارا واقعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھے معلوم ہے وہ کیا تھا؟ اس نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا وہ فرشتے تھے تیری قرآن کی آواز کی وجہ سے قریب ہوگئے تھے۔ اگر تو پڑھتا رہتا تو لوگ ان کو صبح دیکھ لیتے اور وہ لوگوں سے پوشیدہ نہ ہوتے (4)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1 صفحہ 748، (59-2058)
2۔ مسند الفردوس للدیلمی، جلد 2 صفحہ 344، (3559) مطبوعہ مکہ مکرمہ
3۔ مسند امام احمد، جلد 4 صفحہ 323 مطبوعہ دار صادر بیروت
4۔ دلائل النبوۃ، جلد 7 صفحہ 84

امام ابن حبان، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں رات کو سورۂ بقرہ پڑھ رہا تھا تو میں نے اپنے پیچھے سے دھما کہ کی آواز سنی میں نے گمان کیا کہ میرا گھوڑا بھاگ گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوعبید پڑھو۔ وہ متوجہ ہوئے تو چراغ کی مثل زمین اور آسمان کے درمیان لٹکے ہوئے ہیں۔ پس مجھے پڑھنے کی طاقت نہ ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ فرشتے تھے جو تیرے سورۂ بقرہ کی تلاوت کرنے کی وجہ سے اترے تھے۔ اگر تو پڑھتا رہتا تو عجائب کا مشاہدہ کرتا (1)۔

امام طبرانی نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں چاندنی رات کو نماز پڑھ رہا تھا اور میری گھوڑی باندھی ہوئی تھی وہ اچھلنے کودنے لگی اور وہ ڈر گئی پھر اچھلی تو میں نے سر اٹھایا ایک بادل ہے جو مجھ پر چھایا ہوا ہے وہ میرے اور چاند کے درمیان حائل ہو چکا ہے۔ میں ڈر گیا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے فرمایا وہ ملائکہ تھے جو رات کے آخر میں تیری سورۂ بقرہ کی قرأت سننے آئے تھے (2)۔ ابوعبید نے حضرت محمد بن جریر بن یزید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اہل مدینہ کے بزرگ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی کیا جناب نے نہیں دیکھا کہ ثابت بن قیس بن شماس کے گھر میں گزشتہ رات چراغ روشن رہے۔ فرمایا شاید اس نے سورۂ بقرہ تلاوت کی ہو۔ ثابت سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا میں نے سورۂ بقرہ پڑھی تھی (3)۔

امام ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک صحابی باہر تشریف لے گئے تو انہیں راستہ میں شیطان ملا، دونوں نے ایک دوسرے کو پچھاڑنا شروع کر دیا، صحابی نے شیطان کو پچھاڑ دیا۔ شیطان نے کہا مجھے چھوڑ دے میں تجھے ایک بات بتاتا ہوں اس صحابی نے اسے چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا نہیں (بتاتا) دوسری مرتبہ انہوں نے اسے پکڑ لیا اور ایک دوسرے کو گرانے لگے، تو صحابی نے اسے گرا دیا۔ اس نے کہا اب مجھے چھوڑ دے میں تمہیں ایک ایسی بات ضرور بتاؤں گا جو تجھے اچھی لگے گی۔ صحابی نے اسے چھوڑ دیا اور کہا مجھے وہ بات بتا۔ اس لعین نے کہا نہیں۔ صحابی نے تیسری مرتبہ پکڑ لیا پھر کشتی شروع ہوگئی۔ صحابی نے پھر اسے گرا دیا اور اب اس کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اس کا انگوٹھا پکڑ کر منہ میں چبانے لگا۔ شیطان نے کہا مجھے چھوڑ دے۔ صحابی نے کہا میں تجھے نہیں چھوڑوں گا حتی کہ تو مجھے وہ بات بتا دے۔ اس نے کہا سورۂ بقرہ کیونکہ اس کی کوئی آیت شیطانوں کے وسط میں نہیں پڑھی جاتی مگر شیطان تتر بتر ہو جاتے ہیں یا جس گھر میں یہ پڑھی جاتی ہے اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ لوگوں نے کہا اے ابوعبدالرحمن یہ تجھے کس نے بتائی ہے اس نے کہا، اس نے جس کو عمر بن خطاب کے علاوہ تم نہیں دیکھتے۔ امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) نسائی، ابن ماجہ اور محمد بن نصر المروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا تو بڑی تعداد میں تھا۔ آپ

1۔ مستدرک حاکم جلد 1، صفحہ 740، (2035) 2۔ معجم کبیر از طبرانی، جلد 1، صفحہ 208، (565)

3۔ فضائل القرآن از ابوعبید، صفحہ 66

صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر والوں سے قرآن کے متعلق پوچھا یعنی ایک سے پوچھا کہ اسے کتنا قرآن یاد ہے۔ پھر آپ ایک شخص کے پاس آئے جو جوان تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے فلاں تیرے پاس کتنا قرآن ہے؟ اس نے بتایا کہ میرے پاس یہ یہ ہے اور سورۂ بقرہ ہے، فرمایا کیا تیرے پاس سورۂ بقرہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ فرمایا جا! تو اس لشکر کا امیر ہے۔ لشکر میں سے ایک معزز شخص نے کہا قسم بخدا مجھے سورۂ بقرہ سیکھنے سے کوئی چیز مانع نہ تھی مگر یہ کہ میں اس کے ساتھ قیام نہیں کرسکوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن سیکھو اور اس کی تلاوت کرو کیونکہ قرآن کی مثال اس شخص کیلئے جو اس کو سیکھتا ہے پھر اس کی تلاوت کرتا ہے اور اس کے ساتھ قیام کرتا ہے اس کستوری سے بھری ہوئی بوری کی طرح ہے جسکی خوشبو ہر طرف مہکتی ہے اور جو اس کو سیکھتا ہے اور سویا رہتا ہے جبکہ قرآن اس کے سینہ میں ہوتا ہے اس کی مثال اس کستوری کی بوری کی ہے جسکا منہ باندھ دیا گیا ہے (1)۔

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت عثمان بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامل بنایا حالانکہ میں ان چھ افراد میں سے عمر میں چھوٹا تھا جو ثقیف سے وفد کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی میں سورۂ بقرہ پڑھتا تھا (2)۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت الصلصال بن الدلہمس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں میں سورۂ بقرہ پڑھو اور انہیں قبور نہ بناؤ فرمایا جو سورۂ بقرہ پڑھے گا اسے جنت میں ایک تاج پہنایا جائے گا (3)۔ وکیع، دارمی، محمد بن نصر اور ابن الضریس نے حضرت محمد بن الاسود رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے رات کو سورۂ بقرہ تلاوت کی اسے اس کے بدلے جنت میں تاج پہنایا جائے گا۔ طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے سورۂ بقرہ پڑھی اس نے زیادہ کرلیا اور عمدہ کرلیا۔

امام وکیع اور ابوذر الہروی نے فضائل میں حضرت التیمی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا قرآن میں کونسی صورت افضل ہے؟ انہوں نے فرمایا سورۂ بقرہ، پھر میں نے پوچھا کون سی آیت افضل ہے؟ فرمایا آیۃ الکرسی۔

امام محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قرآن میں بلند عظمت سورۂ بقرہ ہے اور بلند عظمت آیت، آیۃ الکرسی ہے۔ حاکم (انہوں نے اس کو صحیح بھی کہا ہے) ابوذر الہروی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا سورۂ بقرہ، سورۂ نساء، سورۂ حج، سورۂ نور سیکھو کیونکہ ان میں فرائض ہیں (4)۔

امام دار قطنی اور بیہقی نے السنن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ! میری رائے وہ ہے جو آپ کی رائے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے منگیتر کو کہا کیا تو نے قرآن کا کوئی حصہ پڑھا ہوا ہے اس نے کہا سورۂ بقرہ اور المفصل میں سے ایک سورت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 11، صفحہ 6، (2876)
2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 308، مطبوعہ بیروت
3۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 455، (85-2384) مطبوعہ بیروت
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 477، (2451)

میں نے تیرا اس کے ساتھ نکاح کر دیا اس شرط پر کہ تو اسے پڑھائے گا اور تعلیم دے گا (1)۔

امام ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے پوچھا تجھے کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا سورۂ بقرہ اور اس کے ساتھ والی سورت۔ فرمایا اٹھ اس عورت کو بیس آیات سکھا دے اور یہ تیری بیوی ہے۔ مکحول کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں (2)۔ الزبیر بن بکار نے الموفقیات میں عمران بن ابان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان کے پاس ایک چور لایا گیا تو آپ نے فرمایا میں تو تجھے خوبصورت دیکھ رہا ہوں تیرے جیسا تو چوری نہیں کرتا۔ کیا تو قرآن کا کچھ حصہ پڑھا ہوا ہے اس نے کہا ہاں۔ میں سورۂ بقرہ پڑھتا ہوں۔ فرمایا جا میں نے سورۂ بقرہ کی وجہ سے تیرے ہاتھ تجھے دے دیئے۔ بیہقی نے اپنی سنن میں ابو جمرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عباس کو کہا میں بہت تیز قرأت کرتا ہوں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا میں صرف سورۂ بقرہ پڑھوں اور ترتیل کے ساتھ پڑھوں تو میرے نزدیک یہ سارا قرآن پڑھنے سے محبوب ہے۔

خطیب نے رواۃ مالک میں، امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر نے سورۂ بقرہ بارہ سال میں پڑھی جب اس کو ختم کیا تو ایک اونٹ ذبح کیا۔ امام مالک نے مؤطا میں ذکر کیا ہے کہ انہیں خبر پہنچی ہے کہ عبداللہ بن عمر آٹھ سال تک سورۂ بقرہ پڑھتے رہے۔

امام ابن سعد نے طبقات میں حضرت میمون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سورۂ بقرہ چار سال میں سیکھی۔ امام مالک، سعید بن منصور اور بیہقی نے سنن میں عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھی تو اس کی دونوں رکعتوں میں سورۂ بقرہ پڑھی۔

امام شافعی نے الام میں، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی تو سورۂ بقرہ پڑھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا سورج طلوع ہونے والا ہے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا اگر طلوع ہوتا تو آپ ہمیں غافل نہ پاتے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ ابوبکر نے عید کے روز سورۂ بقرہ پڑھی حتی کہ ایک بوڑھا شخص قیام کے لمبے ہونے کی وجہ سے ڈول رہا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ اور المروزی نے الجنائز میں، ابوذر الہروی نے فضائل میں شعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انصار میت کے پاس سورۂ بقرہ پڑھتے تھے۔

امام ابوبکر بن الانباری نے المصاحف میں ابن وہب عن سلیمان کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ربیعہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا جبکہ میں موجود تھا، سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کو پہلے کیوں ذکر کیا گیا ہے حالانکہ ان سے پہلے اسی 80 سے زائد سورتیں مکہ میں نازل ہوئی تھیں۔ انہوں نے فرمایا وہ جانتا ہے جس نے ان کو مقدم کیا ہے وہی ان کی تقدیم کی وجہ جانتا ہے۔ وہ ذات ہے جس پر سوال کی انتہاء ہوتی ہے اور اس سے سوال نہیں کیا جاتا۔ امام عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ دونوں نے

1۔ سنن الدارقطنی، جلد 3، صفحہ 50-249، مطبوعہ دار المحاسن قاہرہ۔　2۔ سنن کبریٰ از بیہقی جلد 7، صفحہ 242، باب النکاح، مطبوعہ دار الفکر بیروت

المصنف میں حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مسیلمہ کذاب سے جنگ کے روز نبی کریم ﷺ کا شعار یہ تھا۔ یَا اَصْحَابَ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ (اے سورہ بقرہ والو!) (1)

امام احمد نے الزہد میں حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابواسید الانصاری رضی اللہ عنہ ایک صبح اٹھے تو یہ کہہ رہے تھے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اس رات میرا وظیفہ فوت ہو گیا ہے اور میرا وظیفہ سورۂ بقرہ تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ گائے مجھے سینگ مار رہی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے مسدد سے انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے سورۂ بقرہ کے ساتھ قسم اٹھائی اور ایک روایت میں ہے قرآن کی کسی سورت کے ساتھ قسم اٹھائی تو اس پر ہر آیت کی وجہ سے قسم ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن کی کسی سورت کے ساتھ قسم اٹھائی اس پر ہر آیت کے بدلے یمین صبر (منعقدہ) ہے جو چاہے تو قسم کو پورا کرے جو چاہے قسم کو توڑ دے۔ امام احمد اور حاکم نے الکنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے لیے یاقوت اور موتیوں سے مرصع دو پر بنا دے گا۔ ابواحمد فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے۔

آیاتہا ۲۸۶ | سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۲ | رکوعاتہا ۴۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ ''الف لام میم''۔

امام وکیع اور عبد بن حمید نے ابو عبد الرحمٰن السلمی سے روایت کیا ہے کہ وہ الٓمّٓ کو ایک آیت اور حٰمٓ کو ایک آیت شمار کرتے تھے۔ بخاری (نے تاریخ میں) ترمذی (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) ابن الضریس، محمد بن نصر اور ابن الانباری (نے المصاحف میں) حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) ابن مردویہ، ابوذر الہروی (نے فضائل میں) اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کے لیے اس کے بدلے ایک نیکی ہے اور ایک ایک نیکی کے بدلے دس نیکیاں ہیں میں الٓمّٓ کو ایک حرف نہیں کہتا بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، دارمی، ابن الضریس، طبرانی اور محمد بن نصر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل موقوف نقل کی ہے۔ محمد بن نصر، ابو جعفر النحاس نے کتاب الوقف والابتداء میں، الخطیب نے تاریخ میں اور ابونصر السجزی نے الابانۃ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 529، (33571)، مطبوعہ مکتبۃ الزمان

پڑھو کیونکہ تمہیں اس پر اجر دیا جائے گا میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے۔ لیکن الف (کی) دس (نیکیاں) ہیں، لام (کی) دس (نیکیاں) ہیں اور میم (کی) دس نیکیاں ہیں اور یہ 30 ہیں۔ ابن ابی شیبہ، البزار، المرہبی (نے فضل العلم میں) ابوذرالہروی، ابونصر السجزی نے ضعیف سند کے ساتھ عوف بن مالک الاشجعی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر حرف بدلے ایک نیکی لکھے گا میں نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ ایک حرف ہے لیکن الف، ذال، الف اور کاف (علیحدہ علیحدہ حرف ہیں)

امام محمد بن نصر اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور السجزی نے حضرت عوف بن مالک سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے بدلے ایک نیکی لکھے گا میں نہیں کہتا کہ بسم اللہ (ایک حرف ہے) لیکن باء، سین اور میم علیحدہ علیحدہ حروف ہیں۔ اور میں الٓمّٓ کو حرف نہیں کہتا بلکہ الف حرف ہے لام حرف ہے اور میم حرف ہے۔ محمد بن نصر السلفی نے کتاب الوجیز میں مجاز اور مجیز کے ذکر میں انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا اللہ اس کے لیے دس نیکیاں لکھے گا۔ یعنی باء، تاء، ثاء۔ (1)

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں اور ابونصر السجزی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب انسان اپنے کام سے فارغ ہو پھر اپنے گھر لوٹ آئے تو اسے قرآن کے پاس آنا چاہیے پھر اسے کھول کر اس کی تلاوت کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں لکھے گا اور میں نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے لیکن الف کی دس نیکیاں ہیں، لام کی دس نیکیاں ہیں اور میم کی دس نیکیاں ہیں۔

ابوجعفر النحاس نے الوقف والابتداء میں اور ابونصر السجزی نے حضرت قیس بن سکن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا قرآن سیکھو کیونکہ اس کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے بدلے دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور میں نہیں کہتا الٓمّٓ حرف ہے لیکن میں کہتا ہوں الف (کی) دس (نیکیاں) ہیں، لام (کی) دس (نیکیاں) ہیں اور میم (کی) دس (نیکیاں) ہیں۔

امام وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور النحاس نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الم کی یہ تفسیر روایت کی ہے کہ اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ یعنی الف سے اَنَا، لام سے اللّٰهُ اور میم سے اَعْلَمُ مراد ہے۔ (2)

امام ابن جریر اور بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الٓمّٓ حروف ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء کے ہجاء کے حروف سے مشتق ہیں (3)۔ امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے الٓمّٓ، حم اور ن کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ یہ کاٹا ہوا اسم ہے (4)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الٓمّٓ، المص، الر، المر، کھیعص، طه، طس، یس، ص، حم، ق اور ن کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ یہ قسم ہیں اللہ تعالیٰ

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 342، (1983) مطبوعہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 102 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

نے ان کی قسم اٹھائی ہے اور یہ اللہ کے اسماء سے ہیں (1)۔

امام ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ الٓمّٓ قسم ہے (2)۔

امام ابن جریج نے حضرت ابن مسعود سے الٓمّٓ کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔ امام ابن جریج اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے الٓمّٓ، حم اور طس کے متعلق روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی تفسیر میں عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت عامر سے روایت کیا ہے کہ ان سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات کے متعلق پوچھا گیا مثلاً الٓمّٓ، الر تو انہوں نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کے ہجاء کے حروف ہیں۔ جب ان کو تو ملائے گا تو اللہ کے اسماء میں ایک اسم بن جائے گا۔ عبد بن حمید نے ربیع بن انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الٓمّٓ میں الف اس کے اسم جلالت اللہ کی چابی ہے اور لام اس کے اسم لطیف کی چابی ہے اور میم اس کے اسم مجید کی چابی ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورتوں کے آغاز اللہ کے اسماء میں سے ہیں۔

ابوالشیخ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں السدی سے روایت کیا ہے کہ سورتوں کے آغاز اللہ کے اسماء ہیں۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الٓمّٓ قرآن کے اسماء میں سے ایک اسم ہے (3)۔ ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ الٓمّٓ قرآن کے اسماء میں سے ایک اسم ہے (4)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الٓمّٓ حم، المص، ص، آغاز ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن کا آغاز فرمایا ہے (5)۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الٓمّٓ، طسم، فواتح ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے سورتوں کا آغاز فرمایا ہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تمام سورتوں کے آغاز الٓمّٓ، الر، حم، ق وغیرہ ہجاء ہیں جن کا ایک معنی اور مفہوم ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الٓمّٓ اور اس جیسے دوسرے حروف سورتوں کے اسماء ہیں (6) ابن اسحاق اور بخاری نے تاریخ میں اور ابن جریر نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور انہوں نے عبداللہ بن رباب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابو یاسر بن اخطب یہود کے گروہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ پڑھ رہے تھے، ابو یاسر کا بھائی حیی بن اخطب یہودیوں کے پاس آیا اور کہا تم جانتے ہو واللہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہ تلاوت کرتے سنا ہے جو ان پر نازل ہوا ہے الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ یہودیوں نے کہا واقعی تو نے سنا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ حیی یہودیوں کو لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ یہودیوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 101　　2۔ ایضاً جلد 1، صفحہ 102　　3۔ ایضاً جلد 1، صفحہ 100　　4۔ ایضاً

5۔ ایضاً　　6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 101

نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا تمہیں یاد نہیں جو تو تلاوت کرتا ہے اس میں الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں یہ اس کلام میں موجود ہے۔ یہود نے کہا کیا یہ جبریل تمہارے پاس اللہ کی طرف سے لایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ وہ کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے تجھ سے پہلے انبیاء مبعوث فرمائے ہیں ہم نہیں جانتے کہ آپ کے سوا ان میں سے کسی نبی کے لیے اللہ نے اس کی بادشاہی کی مدت اور اس کی امت کی عمر بیان کی ہو۔

امام حیی بن اخطب اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا، الف، ایک، لام تیس اور میم چالیس یہ کل اکہتر سال بنتے ہیں کیا تم اس نبی کے دین میں داخل ہو گئے جس کی بادشاہی کی مدت اور اس کی امت کی عمر اکہتر سال ہے۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے محمد کیا اس کے علاوہ بھی کچھ ہے۔ فرمایا۔ ہاں، اس نے پوچھا کیا ہے فرمایا آلمص۔ اس نے کہا یہ زیادہ بھاری اور طویل ہے۔ الف، ایک، لام تیس، میم چالیس، صاد نوے یہ کل ایک سو اکسٹھ سال بنتے ہیں۔ پھر اس نے پوچھا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے فرمایا ہاں ہے۔ اس نے کہا کیا؟ فرمایا (الر)۔ اس نے کہا یہ زیادہ بھاری اور طویل ہے۔ الف ایک، لام تیس، راء دوسو یہ کل دوسو اکتیس سال ہو گئے۔ پھر پوچھا اس کے علاوہ بھی کچھ ہے۔ فرمایا ہاں المر کہنے لگا یہ پہلے سے زیادہ بھاری اور طویل ہے۔ الف ایک، لام تیس، میم چالیس، راء دو سو، کل دوسو اکہتر سال ہو گئے۔ پھر اس نے کہا اے محمد تو نے ہم پر معاملہ کو خلط ملط کر دیا ہے حتیٰ کہ ہمیں کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا کہ تمہیں تھوڑا دیا گیا ہے یا زیادہ۔ پھر وہ کھڑے ہو گئے، ابو یاسر نے اپنے بھائی حیی اور دوسرے ان کے ساتھی علماء کو کہا کہ تمہیں کیا معلوم ہو سکتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تمام تعداد دی گئی ہو۔ 271,231,161,71 اور یہ کل 734 سال بنتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم پر اس کا معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے وہ یہ گمان کرتے تھے کہ یہ آیات ان کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ (آل عمران: 7)(1)

امام ابن المنذر نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہود محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کو جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوں گے۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی مدت نہیں جانتے تھے۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور الٓمّٓ نازل ہوا تو کہنے لگے ہم جانتے تھے کہ یہ امت مبعوث ہوگی اور ہم ان کی مدت نہیں جانتے تھے کہ وہ کتنی ہے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچا ہے تو وہ اس امت کا نبی ہے ہمارے لیے بیان کر دیا گیا ہے کہ اس کی مدت کتنی ہے کیونکہ الٓمّٓ ہمارے حساب جمل کے اعتبار سے اکہتر سال بنتی ہے ہم اس دین کو کیا کریں جسکی مدت ہی کل اکہتر سال ہے۔

پھر جب الر نازل ہوئی اور ان کے حساب جمل کے اعتبار سے اس کی مدت دوسو اکتیس سال بنتی تھی تو کہنے لگے اب یہ دو سو اکتیس سال اور اکہتر سال ہو گئے۔ کہا گیا ہے پھر آلمر نازل ہوا تو ان کے حساب جمل کے حساب سے دوسو اکہتر سال بنتی تھی اسی طرح تمام سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات نازل ہوئے تو کہنے لگے ہم پر ان کا معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ تین حروف، انتیس حروف تہجی سے

1 تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 107

ہیں اور تمام زبانیں ان کو استعمال کرتی ہیں۔ ان حروف میں سے ہر حرف اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم کی چابی ہے اور ان میں کوئی حرف نہیں ہے مگر وہ آیت ہے اور ان میں سے کوئی حرف نہیں ہے مگر وہ قوم کی مدت اور ان کی عمر کے متعلق ہے۔ الف، اللہ تعالیٰ اسم جلالت کی چابی ہے۔ لام اس کے اسم اللطیف کی چابی ہے، الف سے مراد اللہ کی نعمتیں، لام سے مراد اللہ کا لطف، اور میم سے مراد مجد اللہ۔ الف ایک سال، لام تیس سال، میم چالیس سال (1)۔

امام ابن المنذر، ابو الشیخ بن حبان سے اپنی تفسیر میں حضرت داؤد بن ابو ہند رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے شعبی سے سورتوں کے آغاز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا اے داؤد ہر کتاب کا ایک راز ہوتا ہے اور اس قرآن کا راز سورتوں کے آغاز ہیں، ان کو چھوڑ کر اور کچھ پوچھو۔

حضرت ابونصر السجزی نے الابانۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرمایا آخری حرف جو جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کئے وہ الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ہیں (2)۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ۔

یہ ذیشان کتاب ذرا شک نہیں اس میں۔

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابن الضریس، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سورۂ بقرہ کی پہلی چار آیات مومنین کی تعریف ہیں اور دو آیتیں کفار کی صفت ہیں اور 13 آیات منافقین کی صفت میں ہیں اور چالیس نمبر آیت سے ایک سو بیس تک بنی اسرائیل کے متعلق نازل ہوئیں۔ وکیع نے مجاہد سے نقل کیا ہے فرمایا پہلی چار آیات الْمُفْلِحُوْنَ تک مومنین کی صفت میں نازل ہوئیں۔ اس کے بعد دو آیات (عَظِيْمٌ) تک کفار کی صفت میں نازل ہوئیں اور دس تک آیات منافقین کے حق میں نازل ہوئیں (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ربیع بن انس سے روایت کیا ہے کہ سورۂ بقرہ کی پہلی چار آیات ایمان والوں کے متعلق ہیں اور دو آیتیں کفار کے سرداروں کے متعلق ہیں (4)۔

امام ابن جریر اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ الٓمّٓ اللہ تعالیٰ کے اسم کا حرف ہے الکتاب سے مراد قرآن ہے۔ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ کا معنی ہے اس میں کوئی شک نہیں (5)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ کا معنی هٰذَا الْكِتَابُ (یہ کتاب) نقل کیا ہے (6)۔

امام ابن جریر اور ابن الانباری نے المصاحف میں حضرت عکرمہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ کا معنی لَا شَكَّ فِيْهِ (اس میں شک نہیں)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 102
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 119
3۔ ایضاً جلد 1، صفحہ 120
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 111
5۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 286، (3032)
6۔ تفسیر طبری، جلد 1، صفحہ 111

نقل کیا ہے(1)۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے لَا رَیْبَ کا معنی اَلشَّكُّ مِنَ الْكُفْرِ (کفر کا شک) نقل کیا ہے۔ الطستی نے مسائل ابن عباس میں نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ مجھے لَا رَیْبَ ۚ فِیْهِ کے متعلق بتایئے تو انہوں نے فرمایا لَا شَكَّ فِیْهِ یعنی اس کا معنی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ابن نافع نے کہا کیا عرب ریب کا یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا ہاں جانتے ہیں کیا تو نے ابن الزبعری کا یہ قول نہیں سنا۔

لَيْسَ فِي الْحَقِّ يَا اُمَامَةَ رَيْبٌ　　اِنَّمَا الرَّيْبُ مَايَقُوْلُ الْكَذُوْبُ

یعنی اے امامہ حق میں کوئی شک نہیں ہے ریب وہ ہوتا ہے جو کوئی جھوٹا شخص بیان کرتا ہے۔

عبد بن حمید نے قتادہ سے بھی اس کی یہی تفسیر نقل کی ہے۔

امام ابن جریر نے مجاہد سے بھی یہی نقل کیا ہے(2)۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔

''یہ ہدایت ہے پرہیزگاروں کیلئے''۔

امام وکیع نے اور ابن جریر نے شعبی رحمہ اللہ سے هُدًى کا مطلب گمراہی سے ہدایت پانا نقل کیا ہے(3)۔ ابن جریر نے حضرت ابن مسعود سے هُدًى کا معنی نور نقل کیا ہے اور فرمایا لِّلْمُتَّقِيْنَ سے مراد مومنین ہیں(4)۔ ابن اسحاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ جن کو ہدایت نصیب ہو چکی ہے وہ اس کو چھوڑنے پر عذاب الٰہی سے ڈرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس کی تصدیق کی وجہ سے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں(5)۔ امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے ایک مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ ہدایت ان مومنین کے لیے ہے جو شرک سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کی اطاعت کے مطابق عمل کرتے ہیں(6)۔ عبد بن حمید نے حضرت قتادہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ہدایت اور روشنی بنایا ہے ان کے لیے جو اس کی تصدیق کرتے ہیں اور قرآن متقین کے لیے نور ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے روز لوگوں کو ایک کھلی زمین میں روک لیا جائے گا ایک منادی کرنے والا ندا دے گا متقین کہاں ہیں۔ پس وہ رحمٰن کی رحمت میں کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے حجاب نہیں فرمائے گا اور نہ ان سے وہ پوشیدہ ہوگا کہا جائے گا المتقون کون ہیں؟ ارشاد ہوگا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے شرک سے اجتناب کیا اور بتوں کی عبادت سے بچتے رہے، اور خالص اللہ کی عبادت کرتے رہے، پس وہ جنت کی طرف چلے جائیں گے۔

امام احمد، عبد بن حمید، البخاری نے التاریخ میں، ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے)، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عطیہ السعدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے (اور عطیہ کو شرف

1۔ کتاب الزہد از امام احمد، صفحہ 175، مطبوعہ بیروت　　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 113　　3۔ ایضاً
4۔ ایضاً　　5۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 115　　6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 116

[illegible] تھا)، فرماتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بندۂ مومن اس وقت تک متقین کی صف میں شامل نہیں ہوتا حتی کہ اس چیز کو ترک کر دے جس میں حرج نہیں اس وجہ سے کہ کہیں اس میں حرج نہ ہو(1)۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب التقویٰ میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ تقویٰ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کیا تو نے کبھی کانٹوں والا راستہ اختیار کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا پھر تو نے گزرتے وقت کیا کیا تھا؟ اس نے کہا جب میں کانٹا دیکھتا تو اس سے ہٹ جاتا تھا یا اس سے بچ کر جاتا تھا یا اس سے نہیں گزرتا تھا۔ فرمایا یہی تقویٰ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا، ابن ابی حاتم نے حضرت طلق بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے کہا گیا کہ آپ ہمارے لیے تقویٰ کی تعریفات میں ایک جامع اور مختصر کلام میں تعریف فرمادیں۔ انہوں نے فرمایا تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور کی توفیق سے رحمت الٰہی کی امید کرتے ہوئے اللہ کی اطاعت کے اعمال کرنا اور تقویٰ یہ ہے کہ اللہ کے عذاب کے خوف سے اللہ کے نور کی توفیق سے اللہ تعالیٰ کی نافرنی کو ترک کرنا۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مکمل تقوی یہ ہے کہ انسان اللہ سے ڈرے حتی کہ رائی کے ذرہ برابر غلطی سے بھی اس سے ڈرے حتی کہ بعض حلال امر کو بھی چھوڑ دے اس اندیشہ سے کہ کہیں حرام نہ ہو، یہ چیز اس کے اور حرام کے درمیان پردہ بن جائے گی۔ ابن ابی الدنیا نے حضرت الحسن سے روایت کیا ہے کہ تقویٰ ہمیشہ متقین کے ساتھ رہا حتیٰ کہ انہوں نے اکثر حلال چیزوں کو حرام کے اندیشہ سے ترک کیے رکھا۔

امام ابن ابی الدنیا نے سفیان الثوری سے روایت کیا ہے کہ متقین کو اس نام سے اس لیے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اس سے بھی بچتے ہیں جس سے بچا نہیں جاتا۔

امام ابن ابی الدنیا نے عبداللہ بن المبارک سے روایت کیا ہے کہ اگر ایک شخص سو چیزوں سے اجتناب کرے اور ایک چیز سے اجتناب نہ کرے تو وہ متقین میں سے نہیں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا نے حضرت عون بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مکمل تقویٰ یہ ہے کہ تو ان چیزوں کا علم حاصل کرے جن کا تجھے علم نہیں حتی کہ تو ان کو جان لے۔ ابن ابی الدنیا نے رجاء سے روایت کیا ہے کہ جسکو اپنا متقی ہونا پسند ہے تو وہ اونٹ کے بچے سے بھی زیادہ فروتر ہو جائے کہ جو بھی اس کے پاس آتا ہے وہ بلبلا اٹھتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے مالک بن انس عن وہب بن کیسان کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن زبیر کی طرف نصیحت لکھی: حمد وصلوٰۃ کے بعد بے شک اہل تقویٰ کی کچھ علامات ہیں جن کی وجہ سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور وہ اپنے نفسوں سے تقوی کی پہچان کراتے ہیں مثلاً مصیبت پر صبر کرنا، قضائے الٰہی پر راضی ہونا، نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور قرآن کے حکم کی تابعداری کرنا۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن المبارک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹے سلیمان علیہ السلام کو کہا تھا اے بیٹے تین چیزوں کے ذریعے انسان کے تقویٰ کا استدلال کیا جاتا ہے جو مصیبت اس پر

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 517، (4215)، مطبوعہ بیروت

اترے اس میں بحسن وخوبی اللہ پر توکل کرے جو اس پر عنایات ہوں ان پر راضی ہو اور جو فوت ہو جائے اس میں دلچسپی نہ رکھے۔

ابن ابی الدنیا نے سہم بن سحاب سے روایت کیا ہے کہ تقویٰ کا معدن یہ ہے کہ تیری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہے۔ احمد نے الزہد میں اور ابن ابی الدنیا نے سعید بن ابی سعید المقبری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک شخص عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کی اے خیر کی تعلیم دینے والے! میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا کیسے بن سکتا ہوں جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہیے۔ انہوں نے فرمایا ایک چھوٹے سے عمل کے ساتھ وہ یہ کہ تو اللہ تعالیٰ سے محبت کرے دل کی گہرائیوں سے۔ اور جتنی تیری استطاعت ہے اس کو پوری طرح صرف کر کے عمل کر، اپنی جنس کے بیٹوں پر رحم کر جس طرح تو اپنے نفس پر رحم کرتا ہے، اس نے کہا میری جنس کے بیٹوں سے کیا مراد ہے؟ اے خیر کے معلم! فرمایا تمام اولاد آدم۔ جو تکلیف تو پسند نہیں کرتا کہ تجھے پہنچے تو کسی دوسرے کو وہ (تکلیف) نہ پہنچا (اگر تو ان خیر کے احکام پر عمل کرے گا) تو یقیناً تو اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تقویٰ کی اصل یہ ہے کہ تو اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کر پھر تو تقویٰ اور پرہیز گاری کے ساتھ لوگوں کو فضیلت دے۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت عون بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تقویٰ کا آغاز حسن نیت سے ہے اور اس کا خاتمہ توفیق الٰہی سے ہے، بندہ ان کے درمیان ہے، وہ ہلکات اور شبہات کے درمیان ہے۔ نفس اپنی آسائش پر معاونت کرتا ہے جبکہ دشمن بڑا مکار، بیدار مغز اور چاک وچوبند ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت محرز الطفاری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ تقویٰ کی چابیوں کی کیسے امید رکھتا ہے جو آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے کہ دن کو روزہ رکھنا اور رات کو قیام کرنا اور ان کے درمیان میں معاملات کو خلط ملط کرنا تقویٰ نہیں ہے بلکہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ نے جو حرام کیا ہے اسے ترک کر دے، جو اللہ نے فرض کیا ہے وہ ادا کرے اور جسے اس کے بعد نیکی کی توفیق دی گئی ہے وہ خیر ہی خیر ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت محمد بن یوسف الفریابی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے سفیان سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ لوگ سفیان الثوری کا ہر وقت تذکرہ کرتے ہیں اور جناب تو ساری رات سوئے رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے فرمایا خاموش! اس چیز کا دارومدار تقویٰ پر ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت شبیب بن شبہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے ایک حکیم عبدالملک بن مروان کے دربار میں متقی کا وصف بیان کر رہا تھا کہ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو مخلوق پر ترجیح دے آخرت کو دنیا پر ترجیح دے، خواہشات نفس اس کو غم میں مبتلا نہ کریں، لالچ اس کے لیے رکاوٹ نہ ہو، اپنے ارادہ کی بلندیوں کو اپنے دل کی نظر سے دیکھے اور بلندیوں کا متلاشی ہو، اس کا زہد پوشیدہ ہو، جب لوگ سو جائیں تو وہ غم کی حالت میں رات گزارے، دنیا میں مغموم، مسجون زندگی گزارے اس کے ارادہ سے راحت کا تصور ختم ہو جائے لیکن موت کا خیال دور نہ ہو، اس کی شفاء قرآن ہو، اور اس کی دوا حکمت کا کلام اور موعظۂ حسنہ ہو، اس وعظ ونصیحت پر عوض طلب نہ کرے، وعظ ونصیحت کے علاوہ اسے کسی چیز میں راحت ولذت نہ ملے۔ عبدالملک نے کہا

میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ ہم سے زیادہ پرامید ہے اور اچھی زندگی والا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انسان متقین سے نہیں ہوتا حتیٰ کہ اپنے شریک کے محاسبہ کی نسبت اپنا محاسبہ زیادہ کرے حتیٰ کہ جان لے کہ اس کا کھانا کہاں سے آیا ہے، اس کا لباس کہاں سے آیا ہے، اس کا پینا کہاں سے آیا ہے۔ کیا یہ حلال ذرائع سے آیا ہے یا حرام ذرائع سے (1)۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت عمر بن عبد العزیز سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے زمام حکومت سنبھالی تو اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان کی پھر فرمایا میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اللہ کا ڈر ہر چیز کا خلف ہے لیکن اللہ کے ڈر کا کوئی خلف نہیں۔ ابن ابی الدنیا نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا تو اسے کہا بات کر اس نے کہا متقین کیلئے مبارک ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ قیامت متقین کی خوشی کا دن ہے۔ ابن ابی الدنیا نے محمد بن یزید الرحبی سے روایت کیا ہے کہ ابودرداء کو کہا گیا کہ انصار میں کوئی گھر ایسا نہیں جس میں شعر و شاعری نہ ہو لیکن آپ اشعار کیوں نہیں کہتے۔ انہوں نے فرمایا میں نے اشعار کہے ہیں سنو!

يُرِيْدُ الْمَرْءُ اَنْ يُّعْطٰى مُنَاهُ ... وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّامَا اَرَادَا
يَقُوْلُ الْمَرْءُ فَائِدَتِيْ وَذُخْرِيْ ... وَتَقْوَى اللّٰهِ اَفْضَلُ مَااسْتَفَادَا

انسان خواہش کرتا ہے کہ اس کی ہر تمنا پوری ہو لیکن اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کو پورا فرماتا ہے۔

انسان کہتا ہے میرا فائدہ اور میرا ذخیرہ حالانکہ اس کے فائدہ سے اللہ کا خوف و تقویٰ افضل ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوالعفیف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ معاذ بن جبل کے ساتھیوں میں سے تھے۔ فرمایا اہل جنت چار طبقوں میں جنت میں جائیں گے۔ پہلے متقین پھر شاکرین پھر خائفین پھر اصحاب الیمین

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

''وہ جو ایمان لائے ہیں غیب پر اور صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز اور اس سے جو ہم نے روزی دی خرچ کرتے ہیں''۔

امام ابن جریر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ الخ یہ متقین کی صفت ہے (2)۔ ابن اسحاق اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے مذکورہ آیت کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ تصدیق کرتے ہیں اس کی جو اللہ کی طرف سے آیا (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت سے مراد عرب کے مومنین ہیں اور فرمایا ایمان کا معنی تصدیق ہے اور الغیب سے مراد ہر وہ چیز ہے جو بندوں سے غائب ہے مثلاً جنت، دوزخ اور جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ اس کی تصدیق وہ اہل کتاب کی وجہ سے یا اس علم کی بنیاد پر نہیں کرتے جو ان کے پاس تھا۔ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ اس سے مراد اہل کتاب کے مومنین ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کو جمع کر کے فرمایا اُولٰٓئِكَ عَلٰى

1۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 4، صفحہ 89، مطبوعہ مصر 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 116 3۔ ایضاً

ھُدًى ی وہ اپنے رب کی توفیق سے ہدایت پر ہیں (1)۔ امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ، ملائکہ، رسل، یوم آخرت، جنت، دوزخ، آگ، اللہ کی ملاقات اور مرنے کے بعد حیات پر ایمان رکھتے ہیں (2)۔ عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ سے مذکورہ آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ مرنے کے بعد اٹھنے، حساب، جنت، دوزخ پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو وعدہ فرمایا اس کی تصدیق کی (3)۔

امام الطستی نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق نے ان سے پوچھا کہ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کے متعلق مجھے بتائیے۔ انہوں نے فرمایا جو لوگوں کے حواس سے غائب ہے مثلاً جنت، دوزخ۔ نافع نے کہا کیا عرب اس مفہوم کو جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا ہاں کیا تو نے ابو سفیان بن حارث کا شعر نہیں سنا۔

وَبِالْغَيْبِ آمَنَّا وَقَدْ كَانَ قَوْمُنَا يُصَلُّوْنَ لِلْاَوْثَانِ قَبْلَ مُحَمَّدِ

ہم غیب پر ایمان لائے جبکہ ہماری قوم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے بتوں کی پوجا کرتی تھی۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مندہ اور ابو نعیم ان دونوں نے معرفۃ الصحابہ میں حضرت تویلہ بنت اسلم سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں نے بنی حارثہ کی مسجد میں ظہر یا عصر کی نماز پڑھی ہم مسجد ایلیاء کی طرف متوجہ تھے (یعنی ہمارا منہ بیت المقدس کی طرف تھا کیونکہ پہلے قبلہ وہی تھا) ہم نے دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ادا کر لیں تو ایک خبر دینے والا آیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت الحرام کی طرف منہ کر لیا ہے۔ پس مرد (حالت نماز میں ہی) عورتوں کی جگہ پھر گئے اور عورتیں مردوں کی جگہ لوٹ گئیں۔ بقیہ دو رکعتیں ہم نے بیت الحرام کی طرف منہ کر کے ادا کیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہماری اس نماز کی خبر پہنچی تو فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لائے۔ سفیان بن عیینہ، سعید بن منصور، احمد بن منیع نے اپنی مسند میں ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے المصاحف میں، حاکم (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) اور ابن مردویہ نے حضرت الحرث بن قیس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ابن مسعود سے کہا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا حساب ہوگا جو تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی وجہ سے ہم پر سبقت لے گئے اے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حضرت ابن مسعود نے فرمایا اللہ کی بارگاہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تمہارے ایمان لانے کا حساب ہوگا حالانکہ تم نے انہیں دیکھا بھی نہیں ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کا امر بالکل واضح تھا ہر اس شخص کے لیے جس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، قسم ہے اس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں کوئی شخص ایمان بالغیب لانے والے سے افضل ایمان والا نہیں ہے پھر آپ نے الٓمّٓ سے الْمُفْلِحُوْنَ تک آیات تلاوت فرمائیں (4)۔ البزار، ابو یعلی، المرہبی نے فضل العلم میں، حاکم (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے بتاؤ کہ ایمان والوں میں سے از روئے ایمان افضل کون ہیں؟ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ملائکہ؟ فرمایا وہ اسی طرح ہیں ان کے لیے ایمان قبول کرنا حق تھا اور ان کو ایمان لانے سے کوئی چیز مانع نہ تھی اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 117 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 118 عن الربیع بن انس 3۔ ایضاً

4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 45-544 مطبوعہ ریاض

نے ان کو وہ مقام دیا جو اللہ نے انہیں عطا فرمایا۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ پھر انبیاء کا ایمان افضل ہوگا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغامات اور نبوت سے نوازا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اسی طرح ہیں ان کیلئے ایمان قبول کرنا حق تھا اور انہیں کوئی چیز ایمان قبول کرنے سے مانع نہ تھی۔ اللہ نے انہیں وہ مقام عطا فرمایا تھا جو انہیں عطا فرمایا تھا۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ پھر شہداء کا ایمان افضل ہوگا جو انبیاء کے ساتھ شہید ہوئے فرمایا وہ بھی اسی طرح تھے کہ ان کے لیے ایمان قبول کرنا حق تھا اور کوئی چیز انہیں مانع بھی نہیں تھی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں انبیاء کی شہادت کے شرف سے نوازا تھا بلکہ ان کے علاوہ لوگ ہیں جو ازروئے ایمان کے افضل ہیں۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو ابھی مردوں کی صلبوں میں ہیں، میرے بعد آئیں گے، مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں، وہ میری تصدیق کریں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں، وہ معلق کاغذ پائیں گے ان میں جو ہوگا اس پر عمل پیرا ہوں گے یہ لوگ ازروئے ایمان افضل ہیں (1)۔

حضرت حسن بن عرفہ نے اپنے مشہور جزء میں، بیہقی نے دلائل میں، اصبہانی نے الترغیب میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں ازروئے ایمان کون لوگ زیادہ عجیب لگتے ہیں؟ صحابہ نے کہا ملائکہ۔ فرمایا ان کو کیا تھا کہ وہ ایمان نہ لاتے جبکہ وہ اپنے رب کی بارگاہ میں رہتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کی حضور! پھر انبیاء! فرمایا ان کو کیا تھا کہ وہ ایمان نہ لاتے ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ صحابہ نے کہا پھر ہمیں فرمایا تمہیں کیا تھا کہ تم ایمان نہ لاتے جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ خبردار ساری مخلوق سے ازروئے ایمان عجیب، وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے۔ کتاب کو پائیں گے جو کچھ اس میں ہوگا اس پر ایمان لائیں گے (2)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا کچھ پانی ہے؟ کیا کچھ پانی ہے؟ صحابہ نے عرض کی نہیں۔ پھر پوچھا کیا مشکیزہ ہے؟۔ صحابہ مشکیزہ لے آئے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا پھر اپنی انگلیاں علیحدہ علیحدہ کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی اس طرح پھوٹنے لگا جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے سے پھوٹتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا لوگوں میں اعلان کر دو کہ وضو کر لیں، لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان وضو کرنے لگے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارادہ پانی پینے کا تھا۔ جب سب لوگوں نے وضو کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبح کی نماز پڑھائی، پھر آپ لوگوں سے باتیں کرنے کے لیے بیٹھ گئے فرمایا اے لوگو مخلوق میں تعجب انگیز ایمان کن لوگوں کا ہے؟ لوگوں نے کہا ملائکہ کا۔ فرمایا ملائکہ کیسے ایمان نہ لاتے وہ تو ہر معاملہ کا آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! نبیوں کا! فرمایا انبیاء کیوں ایمان نہ لاتے ان پر تو آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر آپ کے اصحاب کا۔ فرمایا میرے صحابہ ایمان کیوں نہ لاتے وہ بھی تو (معجزات) اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں لیکن سب سے زیادہ تعجب انگیز ایمان ان لوگوں کا ہے جو میرے بعد آئیں گے، مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا وہ میری تصدیق کریں گے حالانکہ انہوں نے مجھے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ [illegible] (6993)، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 6، صفحہ 538

دیکھا نہیں ہوگا یہ میرے بھائی ہیں (3)۔

امام اسماعیلی نے اپنی معجم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون لوگ ازروئے ایمان تعجب خیز ہیں، عرض کی گئی کہ ملائکہ فرمایا وہ کیسے ہوسکتے ہیں حالانکہ وہ آسمان میں رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان امور کا مشاہدہ کرتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے۔ عرض کی گئی پھر انبیاء۔ فرمایا وہ کیسے ان کے پاس تو وحی آتی ہے۔ صحابہ نے کہا، ہم! فرمایا تم کیسے تم پر تو اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے لیکن ان لوگوں کا ایمان تعجب خیز ہے جو میرے بعد آئیں گے، مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا یہ لوگ ازروئے ایمان تعجب خیز ہیں یہ لوگ میرے بھائی ہیں اور تم میرے اصحاب ہو۔ البزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کونسی مخلوق ازروئے ایمان تعجب خیز ہے، صحابہ نے کہا ملائکہ، فرمایا ملائکہ کیسے ایمان نہ لاتے؟ صحابہ نے کہا انبیاء! فرمایا انبیاء کی طرف تو وحی آتی ہے وہ کیسے ایمان نہ لاتے تعجب خیز ایمان تو ان لوگوں کا ہے جو میرے بعد آئیں گے، وحی پر مشتمل کتاب پائیں گے وہ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی پیروی کریں گے، یہ لوگ تمام لوگوں سے ازروئے ایمان متعجب ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں حضرت عوف بن مالک سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کاش میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کرتا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم آپ کے بھائی اور اصحاب نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں! لیکن وہ لوگ جو تمہارے بعد آئیں گے مجھ پر ایمان لائیں گے جیسے تم ایمان لائے ہو اور تمہاری تصدیق کی طرح میری تصدیق کریں گے وہ تمہاری نصرت کی طرح میری نصرت کریں گے، کاش میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کرتا۔

امام ابن عساکر نے الاربعین السباعیہ میں ابو ہدبہ کے طریق سے حضرت انس سے روایت کیا ہے اور ابو ہدبہ کذاب (جھوٹا) شخص تھا۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کاش میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کرتا۔ ایک صحابی نے عرض کی کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں تم میرے اصحاب ہو اور میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ الخ۔

امام احمد، دارمی، الباوردی، ابن قانع نے معجم الصحابہ میں بخاری نے تاریخ میں طبرانی اور حاکم نے حضرت ابو جمعہ الانصاری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا کوئی قوم ازروئے اجر ہم سے عظیم ہے؟ ہم آپ پر ایمان لائے، ہم نے آپ کی اتباع کی۔ فرمایا تمہیں ان چیزوں سے کون سی چیز مانع تھی جبکہ اللہ کا رسول تمہارے درمیان تھا، تم پر آسمان سے وحی آتی ہے۔ بلکہ وہ قوم زیادہ اجر کی مستحق ہے جو میرے بعد آئیں گے دو تختیوں کے درمیان کتاب ان کے پاس آئے گی وہ اس پر ایمان لائیں گے اور جو کچھ اس میں احکام ہوں گے اس پر عمل کریں گے یہ تم سے زیادہ اجر کے مستحق ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی عمر، احمد اور حاکم نے حضرت ابو عبد الرحمٰن الجہنی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ دو سوار ظاہر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کندیان او مذحجیان'' ''حتیٰ

1۔ مجمع الزوائد، جلد 6، صفحہ 528، (14104)

2۔ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 52، (16692)

کہ وہ قریب آ گئے تو وہ مذحج قبیلہ کے دونوں شخص تھے۔ ایک ان میں سے قریب آیا تا کہ آپ ﷺ کی بیعت کرے جب آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑا تو اس نے عرض کی یارسول اللہ جو آپ پر ایمان لایا، آپ کی اتباع کی اور آپ کی تصدیق کی اسے کیا ملے گا؟ فرمایا اس کے لیے سعادت ہے۔ پھر اس نے آپ ﷺ کے ہاتھوں کو مس کیا اور واپس چلا گیا۔ پھر دوسرا آیا حتی کہ اس نے آپ کے ہاتھوں کو پکڑا تا کہ بیعت کرے تو اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ جو آپ پر ایمان لائے، آپ کی تصدیق کرے اور آپ کی اتباع کر حالانکہ اس نے آپ کو دیکھا نہ ہو اس کا کیا حکم ہے فرمایا اس کے لیے سعادت ہے، پھر اس کے لیے سعادت ہے۔ پھر اس نے آپ ﷺ کے ہاتھ کو مس کیا اور واپس چلا گیا (1)۔

امام الطیالسی، احمد اور بخاری نے تاریخ میں الطبرانی اور حاکم نے حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس کے لیے سعادت ہے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور سات مرتبہ سعادت ہے اس کے لیے جو مجھ پر ایمان لایا حالانکہ اس نے مجھے نہیں دیکھا (2)۔

امام احمد اور ابن حبان نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ سعادت ہے اس شخص کے لیے جس نے آپ کی زیارت کی اور آپ پر ایمان لایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا سعادت ہے اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور سعادت پھر سعادت پھر سعادت ہے اس کے لیے جو مجھ پر ایمان لایا اور میری زیارت نہیں کی (3)۔

امام طیالسی اور عبد بن حمید نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص حضرت ابن عمر کے پاس آیا اور کہا اے! عبدالرحمٰن! کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھا تھا؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا ہاں۔ فرمایا تمہارے لیے سعادت ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا کیا میں تجھے خبر نہ دوں ایک ایسی بات کی جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اس شخص نے کہا ضرور بتائیے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ سعادت ہے اس کیلئے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ اور تین مرتبہ سعادت ہے اس کے لیے جو مجھ پر ایمان لایا اور مجھے دیکھا نہیں۔

امام احمد، ابو یعلی اور طبرانی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سعادت ہے اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور سات مرتبہ سعادت ہے جو مجھ پر ایمان لایا اور مجھے دیکھا نہیں (4)۔

امام حاکم نے ابو ہریرہ سے مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ میری امت کے لوگ میرے بعد آئیں گے ان میں کوئی پسند کرے گا کاش اپنے اہل اور مال کے بدلے میری زیارت کو خرید لے (5)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس سے یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ پانچوں نمازیں ادا کرتے ہیں اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ دیتے ہیں (6)۔ امام ابن اسحٰق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم

1۔ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 55، (16701)　2۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 248　3۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 248
4۔ مسند ابو یعلی، جلد 3، صفحہ 504، (3378)　5۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 95　6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 21، (120)

نے مذکورہ الفاظ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ نماز کو اس کے فرائض کے ساتھ قائم کرتے ہیں اور حساب کر کے اپنے مالوں کی زکوۃ دیتے ہیں (1) ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اقامۃ الصلوۃ کا معنی رکوع، سجود، خشوع اور پوری توجہ کے ساتھ تمام ارکان کو ادا کرنا ہے (2)۔ عبد بن حمید نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اقامۃ الصلوۃ کا معنی نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرنا۔ اس کے لیے وضو کرنا، رکوع کرنا اور سجدہ کرنا ہے۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کا یہ مطلب نقل کیا ہے کہ وہ اللہ کے فرائض میں خرچ کرتے ہیں جو اللہ نے ان پر فرض کیے ہیں یعنی اس کی اطاعت اور اس کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں۔

امام ابن المنذر نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ دوسرے نفقات کے علاوہ خاص زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ نماز کا ذکر جہاں بھی ہوتا ہے ساتھ ہی زکوۃ کا ذکر ہوتا ہے اب یہاں زکوۃ کا نام نہیں لیا تو نماز کے ذکر کے بعد فرمایا وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کی یہ تفسیر نقل کی ہے مرد کا اپنے اہل پر خرچ کرنا (3)۔ امام ابن جریر نے الضحاک سے مذکورہ جملہ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ نفقات قربت ہیں اور وہ ان کے ذریعے اپنی خوشحالی اور تنگ دستی کے مطابق ان کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرتے تھے حتی کہ سورہ برأت میں صدقات کے فرائض نازل ہوئے۔ یہ پہلے صدقات کے ناسخ ہیں (4)۔

وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓىِٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵

''اور وہ جو ایمان لائے ہیں اس پر (اے حبیب) جو اتارا گیا آپ پر اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں۔ وہی لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب (کی توفیق) سے اور وہی دونوں جہانوں میں کامیاب ہیں''۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے مذکورہ آیت کی یہ تفسیر نقل فرمائی ہے کہ جو آپ اللہ کی طرف سے لائے ہیں وہ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور جو آپ سے پہلے مرسلین لائے ہیں اس کی بھی تصدیق کرتے ہیں وہ ان کے درمیان فرق نہیں کرتے جو ان کے رب کی طرف سے پہلے رسول لے کر آئے ہیں اور اس کا وہ انکار نہیں کرتے اور وہ مرنے کے بعد اٹھنے، قیامت قائم ہونے، جنت، دوزخ، حساب، میزان پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جو کہتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لائے جو آپ سے پہلے نازل ہوا اور اس کا انکار کرتے ہیں جو آپ لیکر آئے ہیں (5)۔

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 121 | 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 120 | 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 121

4۔ ایضاً | 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 122

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ سے مراد فرقان ہے جس کے ذریعے اللہ نے حق و باطل کے درمیان فرق کیا اور وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ سے مراد پہلی کتب ہیں جو گزر چکی ہیں۔ آیت نمبر 5 میں ان خوش نصیبوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ ہدایت وفلاح کے حق دار ہیں اور اللہ نے ان کے لیے حق کو مقدر کر دیا ہے۔ یہ اہل ایمان کی صفت ہے اس کے بعد مشرکین کی صفت ذکر فرمائی۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ۔

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد المسند میں، حاکم اور بیہقی نے الدعوات میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ ایک اعرابی آیا اس نے کہا یا نبی اللہ! میرا ایک بھائی ہے اس کو تکلیف ہے۔ پوچھا کیا تکلیف ہے۔ عرض کی اس کو تھوڑا سا جنون ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ، وہ لے آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسے لٹا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ، سورۂ بقرہ کی پہلی چار آیات، سورۂ بقرہ کی آیت 163، آیۃ الکرسی، سورۂ بقرہ کی آخری تین آیات، آل عمران کی آیت نمبر 18، سورۂ الاعراف کی آیت نمبر 54، سورۂ مومنوں کی آیت نمبر 116، سورۂ جن کی آیت نمبر 3، سورۂ الصافات کی پہلی دس آیات اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات، قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ اور قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر اس آدمی کو دم فرمایا تو وہ اس طرح اٹھ کھڑا ہوا کہ اسے کبھی تکلیف ہوئی ہی نہیں تھی (1)۔

امام ابن السنی نے عمل الیوم واللیلہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کے طریق سے عن رجل عن ابیہ کے سلسلہ سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

دارمی اور ابن الضریس نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں جس نے سورۂ بقرہ کی پہلی چار آیات، آیۃ الکرسی اور آیۃ الکرسی کے بعد کی دو آیات سورۂ بقرہ کی آخری تین آیات تلاوت کیں اس دن اس کے اور اس کے گھر والوں کے قریب نہ شیطان آئے گا اور نہ ہی کوئی ایسا امر لاحق ہوگا جو ناپسند ہوگا اور یہ آیات کسی مجنون پر پڑھی جائیں گی تو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔

امام دارمی، ابن المنذر اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس نے رات کو سورۂ بقرہ کی آیات پڑھیں تو صبح تک اس گھر میں اس رات شیطان داخل نہ ہوگا یعنی پہلی چار آیات، آیۃ الکرسی اور آیۃ الکرسی کے بعد کی دو آیات، سورۂ بقرہ کی آخری تین آیات جن کا آغاز لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ سے ہے۔

امام سعید بن منصور، دارمی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت مغیرہ بن سبیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور یہ مغیرہ کے عبداللہ اصحاب میں سے تھے فرماتے ہیں جو سورۂ بقرہ کی یہ دس آیات پڑھے گا وہ قرآن نہیں بھولے گا۔ پہلی چار آیات، آیۃ الکرسی، اسکے بعد کی دو آیات اور آخری تین آیات (2)۔

امام طبرانی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 458، (8269)، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 429، (138)

کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اسکو روک کر نہ رکھو اسے جلدی اپنی قبر کی طرف لے جاؤ، اور قبر پر اس کے سرہانے سورۂ بقرہ کی پہلی آیات اور اس کی پائنتی سورۂ بقرہ کی آخری آیات پڑھی جائیں (1)۔

امام طبرانی نے الکبیر میں حضرت عبدالرحمٰن بن العلاء بن لجلاج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے میرے والد محترم نے فرمایا اے بیٹے جب تو مجھے میری لحد میں رکھے تو یہ کہنا بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ پھر مجھ پر مٹی ڈال دینا پھر قبر پر میرے سر کے قریب سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات اور آخری آیات تلاوت کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے (2)۔ ابن النجار نے اپنی تاریخ میں محمد بن علی المطلبی کے طریق سے خطاب بن سنان عن قیس بن ربیع عن ثابت بن میمون عن محمد بن سیرین کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ ابن سیرین فرماتے ہیں ہم ایک سفر کے دوران یسیری کے مقام پر اترے تو وہاں کے لوگ آگئے اور کہنے لگے کہ یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ ہمارے پاس اس جگہ جو بھی اترتا ہے اس کا مال لے لیا جاتا ہے۔ میرے تمام ساتھی چلے گئے لیکن میں اس حدیث پر بھروسہ کرتے ہوئے ٹھہرا رہا جو مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات کو تینتیس آیات پڑھے گا اسے اس رات کوئی خونخوار درندہ، مال کو ہانک کر لے جانے والا چور نقصان نہیں پہنچائے گا اور صبح تک اس کی ذات، اسکے اہل، اسکا مال سلامت رہے گا۔ جب رات ہوئی تو میں نہ سویا حتی کہ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ تیس سے زیادہ مرتبہ آئے جبکہ انہوں نے تلواریں سونتی ہوئی تھیں لیکن وہ مجھ تک نہ پہنچے۔ جب صبح ہوئی تو میں روانہ ہو گیا۔ ان میں سے ایک شخص مجھے ملا تو اس نے کہا جناب آپ انسان ہیں یا جن ہیں؟ میں نے کہا انسان۔ اس نے کہا کیا وجہ ہے کہ ہم تیری طرف ستر مرتبہ آئے اور ہر مرتبہ ہمارے اور تیرے درمیان لوہے کی دیوار حائل ہو گئی۔ میں نے ان کو حدیث سنائی اور تینتیس آیات یہ ہیں سورۂ بقرہ کی پہلی چار آیات الْمُفْلِحُوْنَ تک، آیۃ الکرسی، اسکے بعد والی دو آیات خٰلِدُوْنَ تک، سورۂ بقرہ کی آخری تین آیات یعنی لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ سے آخر تک، سورۂ اعراف کی تین آیات اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ سے مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ تک (اعراف 54-56) بنی اسرائیل کی آیت نمبر 110 قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ الخ، سورۃ الصافات کی پہلی دس آیات طِيْنٍ لَّازِبٍ تک، سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر 35,33 یعنی يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ سے فَلَا تَنْتَصِرٰنِ تک، سورۂ حشر کے آخر سے لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ سے سورۃ کے آخر تک، سورۂ جن کی دو آیات وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ سے عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا تک۔

میں نے یہ حدیث حضرت شعیب بن حرب رحمہ اللہ سے بیان کی تو انہوں نے مجھے فرمایا کہ ہم ان آیات کو آیات حرب کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں ہر مرض کی دواء ہے۔ انہوں نے میرے سامنے، جنوں، جذام، برص وغیرہ کا ذکر کیا۔ حضرت محمد بن علی فرماتے ہیں میں نے یہ آیات ایک مفلوج بزرگ پر پڑھیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ بیماری دور فرما دی۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے سورۂ بقرہ کی پہلی دس آیات دن کے آغاز میں پڑھیں شام تک شیطان اس کے قریب نہیں آئے گا اور اگر شام کے وقت پڑھے گا تو صبح تک

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 16، (9294) 2۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 161، (4243)

شیطان اس کے قریب نہیں آئے گا اور کوئی ناپسندیدہ امر اپنے گھر والوں اور مال میں نہیں دیکھے گا اگر انہیں مجنون پر پڑھے گا تو وہ ٹھیک ہو جائے گا یعنی سورۂ بقرہ کی پہلی چار آیات، آیۃ الکرسی، اور اسکے بعد والی دو آیات اور سورۂ بقرہ کی آخری تین آیات (1)۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَ عَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ٝ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

''بیشک جنہوں نے کفر اختیار کر لیا ہے یکساں ہے ان کے لیے چاہے آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے مہر لگا دی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے''۔

امام ابن جریج، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الکبیر میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت نمبر 6 کی یہ تفسیر نقل کی ہے۔ یعنی ان کو آپ کا ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے اور قرآن کی بھی ان کے سامنے یہی مثال ہے انہیں اس سے رہنمائی نہیں ملتی۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی خواہش فرماتے تھے کہ تمام لوگ ایمان لے آئیں اور ہدایت کی پیروی کریں لیکن آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیا کہ صرف وہی ایمان کے نور سے فیض یاب ہوگا جس کی سعادت ذکر اول میں لکھی جا چکی ہے اور گمراہ بھی وہی ہوگا جس کی بدبختی ذکر اول میں لکھی جا چکی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم قرآن پڑھتے ہیں اور پر امید ہو جاتے ہیں، کبھی قرآن پڑھتے ہیں اور مایوس ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں جنتیوں اور دوزخیوں کے متعلق آگاہ نہ کر دوں، صحابہ نے کہا ضرور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہ جنتیوں کا ذکر ہے۔ صحابہ کرام نے کہا ہم امید رکھتے ہیں کہ ہم ہی یہ لوگ ہوں گے۔ پھر فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ سے عَذَابٌ عَظِيْمٌ تک یہ دوزخی لوگ ہیں۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگ تو یہ نہیں ہیں فرمایا ہاں تم یہ نہیں ہو۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ جو انکار کرتے ہیں آپ پر نازل شدہ قرآن کا اگرچہ وہ آپ سے پہلے نازل شدہ کلام کا اقرار کرتے ہیں ان پر آپ کا ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے انہوں نے اس کا بھی انکار کیا ہے جو تیری ذات وصفات کا ذکر ان کی کتابوں میں تھا اور انہوں نے انکار کیا اس عہد کا جو ان سے آپ کے متعلق لیا گیا تھا۔ پس انہوں نے انکار کیا جو آپ لے کر آئے اور اس کا بھی

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 464، (2412)

انکار کیا جو ان کے پاس پہلے انبیاء کا لایا ہوا کلام تھا۔ پس یہ آپ کا خوف دلانا کیسے سنیں گے جب کہ یہ انکار کر چکے ہیں آپ کی ان صفات کا جو ان کے پاس مذکور ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے ہدایت پانے سے انہیں محروم کر دیا ہے کیونکہ انہوں نے اس حق کی تکذیب کی ہے جو آپ اپنے رب کی طرف لائے ہیں۔ اگرچہ آپ سے پہلے نازل شدہ کا یہ اقرار بھی کرتے ہیں۔ چونکہ یہ آپ کی مخالفت کرتے ہیں اس لیے ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ اس آیت سے مراد یہود کے علماء ہیں (1)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت کے متعلق نقل کیا ہے کہ یہ دونوں آیات کفار کے رئیسوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا (ابراہیم: 28) فرمایا یہ لوگ بدر کے روز قتل ہوئے اور ان سرداروں میں سے ابو سفیان اور الحکم بن ابی العاص کے علاوہ کوئی بھی اسلام میں داخل نہ ہوا (2)۔

امام ابن المنذر نے السدی رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت نمبر 4 کی تفسیر یہ نقل فرمائی ہے کہ آپ انہیں وعظ کریں یا نہ کریں، امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے شیطان کی اطاعت کی۔ پس وہ ان پر مسلط ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ پس وہ ہدایت کے نور کو نہ دیکھیں گے اور حق کی آواز کو نہ سنیں گے اور حقائق کو نہ سمجھیں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ ان کے دلوں اور کانوں پر مہر ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے (3)۔

امام ابن جریج نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت نمبر 5 کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ حق کی آواز سمجھیں گے نہ حق کا پیغام سنیں گے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے پس وہ حقیقت کا رخ زیبا نہیں دیکھ پائیں گے۔

امام الطستی نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ نافع نے کہا کیا ختم کا یہ مفہوم عرب جانتے ہیں فرمایا کیا تو نے اعشیٰ کا یہ قول نہیں سنا۔

صَهْبَاءَ طَافَ يَهُوْدُ بِهَا فَاَبْرَزَهَا وَ عَلَيْهَا خَتَمَ

یہود نے صہباء کا طوائف کیا پس اس نے اس پر مہر لگا دی۔

امام سعید بن منصور نے حضرت حسن بصری اور ابو رجاء رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے ان میں سے ایک نے غِشَاوَةٌ اور دوسرے نے غِشْوَةٌ پڑھا ہے (4)۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۸

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 33-32-29-126
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 126
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 131
4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 546، (182)

''اور کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر حالانکہ وہ مومن نہیں''۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ اس سے مراد اوس وخزرج کے منافقین ہیں اور وہ لوگ ہیں جو ان کے پیروکار تھے (1)۔

امام ابن اسحاق اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ سورۂ بقرہ کی پہلی سو آیات یہود کے علماء اور اوس وخزرج کے منافقین کے متعلق ہیں۔ آپ نے ان کے نام اور نسب بھی بتائے ہیں۔

حضرت ابن جریر نے حضرت ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ اس آیت سے مراد منافقین ہیں (2)۔ امام عبد الرزاق اور ابن جریر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ وَمِنَ النَّاسِ سے لیکر وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ تک آیات منافقین کے متعلق ہیں (3)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت منافق کی صفت ہے۔ یہ اس بندے کی صفت ہے جو باطنی خیانت کرتا ہو۔ کثرت سے اختلاف کرتا ہو، زبان سے اعتراف کرتا ہو اور دل سے انکار کرتا ہو، زبان سے تصدیق کرتا ہو، عمل سے مخالفت کرتا ہو، صبح ایک حالت پر ہو اور شام کو دوسری حالت پر ہو، کشتی کی طرح ڈولتا ہو، جدھر کی ہوا چلے ادھر ہی چلا جائے۔ ابن المنذر نے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک اس آیت سے زیادہ خوفناک آیت کوئی نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت یحیٰی بن عتیق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں محمد، حجاج کے ذکر کے وقت یہ آیت پڑھتے تھے اور کہتے میں اس کے علاوہ اس آیت سے زیادہ ڈرتا ہوں۔

امام ابن سعد نے ابو یحیٰی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے حذیفہ سے پوچھا جب کہ میں ان کے پاس بیٹھا تھا نفاق کیا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو زبان سے باتیں کرے اور ان کے مطابق عمل نہ کرے۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۙ﴿۹﴾

''فریب دینا چاہتے ہیں اللہ کو اور ایمان والوں کو اور (حقیقت میں) نہیں فریب دے رہے مگر اپنے آپ کو اور اس حقیقت کو نہیں سمجھتے''۔

حضرت احمد بن منیع نے اپنی مسند میں ضعیف سند کے ساتھ ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ ایک مسلمان نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کیا ہے فرمایا تو اللہ کو دھوکا نہ دے عرض کی ہم اللہ تعالیٰ کو کیسے دھوکا دے سکتے ہیں؟ فرمایا تو عمل تو وہ کرے جس کا اس نے تجھے حکم دیا ہے اور اس عمل سے ارادہ غیر اللہ کا کرے۔ پس ریا کاری سے بچو کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔ ریا کار کو قیامت کے روز مخلوق کے سامنے چار ناموں سے پکارا جائے گا۔ یا کافر، یا فاجر، یا خاسر، یا غادر تیرا عمل ضائع ہو گیا اور تیرا اجر ختم ہو گیا۔ آج اللہ کی بارگاہ میں تیرا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اے دھوکا دینے والے آج اپنے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 134 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

عمل کا اجر اس سے تلاش کر جس کے لیے تو عمل کرتا تھا۔ پھر آپ نے سورۂ کہف کی آیت نمبر 110 فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ الخ اور سورۂ نساء کی آیت نمبر 142 اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ تلاوت فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ وہ ظاہراً لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے ہیں اوران کا مقصود یہ ہے کہ اس کے ذریعے وہ اپنے خون مال محفوظ کرلیں اوران کے دلوں میں مقصود اور غرض اور ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابن زید سے اس مذکورہ آیت کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا یہ منافقین کے متعلق ہے جو اللہ تعالیٰ اس کے رسول مکرم ﷺ اور مومنین کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ظاہر یہ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے ہیں۔ فرمایا انہیں شعور نہیں کہ وہ جو کفر ونفاق چھپائے ہوئے ہیں اس کا نقصان ان کو ہی ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا (المجادلہ:18) فرمایا وہ منافق ہے۔ یہ آیت انہوں نے وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ تک تلاوت کی (1)۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت قیس بن سعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ مکر اور دھوکہ (کرنے والا) آگ میں ہے تو میں اس امت کا مکار ترین شخص ہوتا (2)۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝۱۰

"ان کے دلوں میں بیماری ہے پھر بڑھادی اللہ نے ان کی بیماری اوران کے لیے دردناک عذاب ہے بوجہ اس کے جو وہ جھوٹ بولا کرتے تھے"۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت میں مذکورہ مرض کا معنی شک نقل کیا ہے (3)۔ ابن جریر نے ابن مسعود سے اس کی مثل روایت کیا ہے (4)۔ امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے مَّرَضٌ کا معنی نفاق اور عَذَابٌ اَلِيْمٌ کا معنی دردناک سزا اور يَكْذِبُوْنَ کا معنی تبدیلی کرنا روایت کیا ہے (5)۔

الطستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ کی وضاحت فرمائیں تو انہوں نے فرمایا مرض کا مطلب نفاق ہے۔ حضرت نافع رحمہ اللہ نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا۔

أُجَامِلُ أَقْوَاماً حَيَاءً وَقَدْ أَرٰى　　صُدُوْرَهُمْ تَغْلِيْ عَلَى مَرَاضِهَا

میں ایک قوم سے حیا کی وجہ سے حسن سلوک کا مظاہرہ کرتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ ان کے سینے مجھ پر منافقت کی وجہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 39-136　2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 324، (5268)
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 41-140　4۔ ایضاً　5۔ ایضاً

سے کھولتے رہتے ہیں۔

پھر نافع نے پوچھا اَلِیۡمٌ کا کیا معنی ہے فرمایا دردناک: نافع نے پوچھا عرب کیا یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا قول نہیں سنا

نَامَ مَنْ كَانَ خَلِيًّا مِّنْ اَلَمٍ　　وَبَقِيْتُ اللَّيْلَ طُوْلًا لَمْ اَنَمٍ

جو درد والم سے محروم تھا وہ آرام کی نیند سو گیا جب کہ طویل رات میں نے بے آرامی اور بے خوابی میں گزاری۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن میں ہر جگہ اَلِیۡمٌ کا معنی دردناک ہے، ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ پورے قرآن میں اَلِیۡمٌ کا معنی الموجع (دردناک) ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مَّرَضٌ کا معنی اللہ تعالیٰ کے امر میں شک کرنا نقل کیا ہے۔ فرمایا جھوٹ سے بچو کیوں کہ یہ نفاق کا دروازہ ہے۔ فرماتے ہیں قسم بخدا ہم جھوٹ اور تکبر کے علاوہ کسی دوسرے عمل کو بندے کے دل میں فساد کو جلدی پیدا کرنے والا نہیں دیکھتے (1)۔ ابن جریر نے ابن زید سے اس آیت کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ یہ دین میں مرض ہے، اس سے مراد جسمانی مرض نہیں ہے، اور اس سے مراد منافقین ہیں۔ اور مرض سے مراد وہ شک ہے جو انہیں اسلام کے متعلق لاحق تھا (2)۔

امام ابن جریر نے الربیع رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ یہ اہل نفاق کے متعلق ہے اور مرض سے مراد وہ شک ہے جو ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے امر کے متعلق تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس شک کو بڑھا دیا (3)۔

امام ابن جریر نے الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس روایت میں عَذَابٌ اَلِیۡمٌ سے مراد دردناک عذاب ہے اور قرآن حکیم میں ہر جگہ اَلِیۡمٌ کا معنی موجع یعنی دردناک ہے۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝۱۱ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۲

''اور جب کہا جائے انہیں کہ مت فساد پھیلاؤ زمین میں تو کہتے ہیں ہم ہی تو سنوارنے والے ہیں: ہوشیار! وہی فسادی ہیں لیکن سمجھتے نہیں''۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے الفساد کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ فساد سے مراد کفر اور نافرمانی والے اعمال ہیں (5)۔ امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ جب وہ معصیت کے سرکش گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں اور پھر انہیں اس سے روکا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم ہدایت پر ہیں (6)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 41-140　2۔ ایضاً　3۔ ایضا　4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 142

5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 145　6۔ ایضاً جلد 1، صفحہ 146

امام ابن اسحاق اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ ہم مومنین اور اہل کتاب کے درمیان اصلاح کا ارادہ کرتے ہیں (1)۔ وکیع، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عباد بن عبد اللہ الاسدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ سلیمان نے تلاوت کی اور کہا اس آیت کے مصداق ابھی نہیں آئے (2)۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

”اور جب کہا جائے انہیں ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے (اور) لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بیوقوف۔ خبر دار! بے شک وہی احمق ہیں مگر وہ جانتے نہیں“۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تم بھی اس طرح تصدیق کرو جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے تصدیق کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور رسول ہیں اور جو ان پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے تو کہتے ہیں کیا ہم اس طرح ایمان لے آئیں جس طرح ایمان لائے بیوقوف۔ تو وہ السُّفَهَآءُ سے مراد اصحاب محمد لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خبر دار بے شک وہی احمق ہیں جاہل ہیں، کچھ سمجھتے نہیں ہیں (3)۔

امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ایک کمزور سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ جس طرح حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ایمان لائے ابن جریر نے ابن مسعود سے كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ اس سے مراد اصحاب محمد لیتے تھے (4)۔ الربیع اور ابن زید سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ یَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾

”اور جب ملتے ہیں ایمان والوں سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہتے ہیں، ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف (انکا) مذاق اڑا رہے ہیں اللہ سزا دے رہا ہے انہیں اس مذاق کی اور ڈھیل دیتا ہے انہیں تاکہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں“۔

امام الواحدی اور ثعلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت عبد اللہ بن ابی اور اسکے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی۔ واقعہ اس طرح ہے کہ وہ ایک دن نکلے تو ان کی ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ سے ہوئی، عبد اللہ بن

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 146
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 144
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 48-147
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 148

ابی کہنے لگا دیکھو ان بیوقوفوں کو تم سے کس طرح دور کرتا ہوں۔ وہ آگے بڑھا اور سیدنا صدیق اکبر کا ہاتھ پکڑا اور کہا خوش آمدید اے بنی تیم کے سردار، اے شیخ الاسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں دوسرے، ذات رسول پر اپنی جان اور مال کو نثار کرنے والے۔ پھر اس نے حضرت عمر کا ہاتھ پکڑا اور کہا خوش آمدید اے عدی بن کعب کے سردار، حق و باطل میں فرق کرنے والے، اللہ کے دین میں مضبوط، اللہ کے رسول کی خاطر اپنا جان و مال قربان کرنے والے۔ پھر اس نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا خوش آمدید اے اللہ کے رسول کے چچا کے بیٹے، اے اللہ کے رسول کے داماد، اے اللہ کے رسول کے علاوہ بنی ہاشم کے سردار پھر جب صحابہ کرام جدا ہو گئے تو عبداللہ بن ابی کہنے لگا تم نے دیکھا میں نے کیا کیا۔ جب تم بھی انہیں دیکھو تو ایسا کیا کرو جیسا میں نے کیا ہے اور ان کی خیر کے ساتھ تعریف کرو۔ مسلمان جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر آئے اور اس ساری گفتگو کے متعلق بتایا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (1)۔

امام ابن جریر اور ابن حاتم نے حضرت ابن عباس سے مذکورہ آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ یہودی جب صحابہ کرام سے ملتے تو کہتے ہم تمہارے دین پر ہیں اور جب اپنے ہم مسلکوں سے ملتے تو کہتے ہم تمہارے دین پر ہیں، ہم اصحاب محمد سے استہزاء کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لینے کے لیے ان سے استہزاء کرتا ہے تا کہ اپنے کفر میں بھٹکتے رہیں (2)۔

امام بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابن عباس سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ اس آیت میں اہل کتاب کے منافقین کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کا اور ان کے استہزاء کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ جب اپنے ہم مسلکوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے دین پر ہیں اور ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے استہزاء کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انہیں اس استہزاء کی سزا دے گا، ان کے لیے جنت سے جہنم میں ایک دروازہ کھولا جائے گا پھر انہیں کہا جائے گا کہ جنت کی طرف آؤ، جب وہ ادھر آئیں گے تو دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے، اس وقت مومنین عروسی پلنگوں پر مسند آراء ہوں گے اور ان کی حالت زار کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے جب وہ کافر دروازہ (جنت) پر پہنچیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا مسلمان ان کی اس رسوائی کو دیکھ کر ہنسیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ کا یہی مطلب ہے جب ان پر دروازہ بند ہو گا تو مسلمان قہقہے لگائیں گے۔ اللہ کے ارشاد فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ (المطففین) کا یہی مطلب ہے۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھی اللہ کے رسول پر ایمان لائے لیکن وہ خاص تمہاری طرف مبعوث ہوا ہے اور جب وہ یہود سے ملتے ہیں جو انہیں تکذیب کرنے کا حکم دیتے تھے ہم تمہارے ساتھ ہیں یعنی تمہارے دین پر ہیں ہم مسلمان قوم سے استہزاء کرتے ہیں (3)۔

امام ابن الانباری نے الیمانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لَقُوْا کو لَاقُوْا پڑھا ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے ابو مالک سے خَلَوْا کا معنی مَضَوْا (گزرنا) نقل کیا ہے۔ امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کا یہ معنی

1۔ اسباب النزول، صفحہ 13، مطبوعہ بیروت	2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 57-56-54-51-149

3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 51-149

نقل کیا ہے کہ جب وہ اپنے کفار رؤساء کے ساتھ تنہا ہوتے ہیں (1)۔

حضرت عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ جب وہ منافقین اور مشرکین ساتھیوں کے ساتھ علیحدہ ہوتے ہیں (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے جب وہ اپنے مشرک بھائیوں اور اپنے قائدین اور شرارتی سرغنوں کے ساتھ علیحدہ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم اس مسلمان قوم سے استہزاء کرتے ہیں (3)۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے اَللّٰہُ یَسْتَہْزِئُ بِہِمْ کا یہ مفہوم روایت کیا ہے کہ دوزخی جب دوزخ میں ہوں گے تو انہیں کہا جائے گا دوزخ سے باہر نکلو اور ان کے لیے دوزخ کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ جب وہ دروازے کھلے دیکھیں گے تو دوڑ کر آئیں گے اور نکلنے کا ارادہ کریں گے۔ جب بالکل دروازوں کے قریب پہنچ جائیں گے تو دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور مومنین ان کی یہ رسوائی اپنے پلنگوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔ اس ارشاد کا یہی مفہوم ہے جب دروازے ان پر بند ہونگے تو مومنین قہقہے لگائیں گے۔ فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۙ یَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ (المنافقون) کا یہی معنی ہے۔ پس آج مومنین کفار پر ہنس رہے ہیں (عروسی) پلنگوں پر بیٹھے (کفار کی خستہ حالی کو) دیکھ رہے ہیں۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یَمُدُّہُمْ کا معنی یہ روایت کیا ہے کہ وہ انہیں ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ کفر میں سرکشی کرتے رہیں (4)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے یَعْمَهُوْنَ کا معنی یَتَمَادُوْنَ (سرکشی کرنا) نقل کیا ہے (5)۔ الطستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ مجھے یَعْمَهُوْنَ کے متعلق بتائیں تو حضرت ابن عباس نے فرمایا یَلْعَبُوْنَ، یَتَرَدَّدُوْنَ (کھیلنا اور بھٹکنا)۔ حضرت نافع نے کہا کیا عرب یَعْمَهُوْنَ کا یہ معنی جانتے ہیں انہوں نے فرمایا ہاں تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا۔

اَرَانِیْ قَدْ عَمِهْتُ وَ شَابَ رَاْسِیْ وَهٰذَا اللَّعْبُ شَیْنٌ بِالْكَبِیْرِ

میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں کھیل رہا ہوں اور میرے سر کے بال سفید ہو چکے ہیں اور اس وقت کا کھیل بزرگ آدمی کے لیے عیب ہے۔

امام الفریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یَمُدُّہُمْ کا معنی یَزِیْدُہُمْ نقل کیا ہے یعنی وہ ان میں اضافہ کرتا ہے تاکہ وہ گمراہی میں بھٹکتے رہیں (6)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 149 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 150 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 51-150
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 56-155 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 157 6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 56-155

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَٰلَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَٰرَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٦﴾

''(یہ) وہ لوگ ہیں جنہوں نے خرید لی گمراہی ہدایت کے بدلے مگر نفع بخش نہ ہوئی ان کی (یہ) تجارت اور وہ صحیح راہ نہ جانتے تھے''۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ آیت میں ضلالت سے مراد کفر اور ہدایت سے مراد ایمان نقل کیا ہے (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ انہوں نے گمراہی کو اختیار کیا اور ہدایت کو چھوڑ دیا (2)۔ عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ ایمان لائے پھر کفر کیا (3)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ انہوں نے ہدایت پر گمراہی کو پسند کیا۔ فرماتے ہیں قسم بخدا میں نے ان کو دیکھا کہ وہ ہدایت سے گمراہی کی طرف، جماعت سے گروہ بندی کی طرف، امن سے خوف کی طرف اور سنت سے بدعت کی طرف نکل گئے (4)۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَٰتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ﴿١٧﴾ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾ أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَٰتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَٰبِعَهُمْ فِي ءَاذَانِهِم مِّنَ الصَّوَٰعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَٰفِرِينَ ﴿١٩﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَٰرَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَٰرِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾

''انکی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی پھر جب جگمگا اٹھا اس کا آس پاس تو لے گیا اللہ ان کا نور اور چھوڑ دیا انہیں گھپ اندھیروں میں کہ کچھ نہیں دیکھتے۔ یہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو وہ نہیں پھریں گے۔ یا پھر جیسے زور کا مینہ برس رہا ہو بادل سے جس میں اندھیرے ہوں اور گرج اور چمک ہو، ٹھونستے ہیں اپنی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 158 2۔ ایضاً

3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 60-158

انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کے باعث موت کے ڈر سے اور اللہ گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔ قریب ہے کہ بجلی اچک لے جائے ان کی بینائی، جب چمکتی ہے ان کے لیے تو چلنے لگتے ہیں اس کی روشنی میں اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے ان پر تو کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر چاہے اللہ تو لے جائے ان کے سننے کی قوت اور ان کی بینائی، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، الصابونی نے المائتین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لیے یہ مثال بیان فرمائی ہے جو اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور مسلمان ان سے نکاح کر لیتے ہیں اور وہ ان کے وارث بن جاتے ہیں اور مال غنیمت میں ان کے حصہ دار بنتے ہیں۔ پس جب وہ مرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے (اسلام والی) عزت سلب کر لیتا ہے جیسے آگ جلانے والا آگ کی روشنی ختم کر دیتا ہے اور چھوڑ دیا انہیں عذاب میں بہرے، گونگے اور اندھے یہ نہ ہدایت کا پیغام سنتے ہیں نہ ہدایت کا ماہ درخشاں انہیں دکھائی دیتا۔ اور نہ حقائق و معارف کو سمجھتے ہیں۔ الصیب سے مراد بارش ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مثال بیان فرمائی ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں منافقین کے لیے اسلام میں ابتلاء اور خوف ہے، فرماتے ہیں قریب ہے کہ قرآن حکیم ان منافقین کی کارروائیوں پر مسلمانوں کی رہنمائی کر دے، فرماتے ہیں جب منافقین کو اسلام میں کوئی عزت ملتی ہے تو مطمئن ہو جاتے اور اگر اسلام کو کسی آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو یہ (دوں ہمت اور لالچی) ٹھہر جاتے ہیں تا کہ کفر کی طرف لوٹ جائیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ (الحج: 11) ترجمہ: اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی کنارہ پر کھڑے کھڑے (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دوسرے کئی صحابہ سے اس کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ طیبہ پہنچے کے ساتھ اسلام قبول کیا پھر منافقت کرنے لگے۔ پس ان کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو اندھیرے میں ہو پھر وہ آگ جلائے۔ جب آگ کا اردگرد روشن ہو جائے یعنی غلاظت واذیت دور ہو جائے تو وہ دیکھتا ہے حتی کہ جن چیزوں سے بچنا ہے وہ انکو پہچان لیتا ہے۔ پس اسی اثناء میں اس کی آگ بجھ جاتی ہے تو اسے تکلیف دہ چیزوں سے بچنے کا کوئی حیلہ معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح منافق شرک کی ظلمت میں تھا پھر اس نے اسلام قبول کیا اس نے حلال و حرام پہچان لیا، خیر و شر کا ارادہ کیا۔ اسی دوران اس نے کفر اختیار کیا۔ پس وہ اب حرام سے حلال کی اور شر سے خیر کی تمیز نہیں کر سکتا۔ وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہو چکے ہیں وہ اسلام کی طرف نہیں لوٹیں گے۔ اَوْ كَصَيِّبٍ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں مدینہ طیبہ کے دو منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھاگ کر مشرکین کے پاس پہنچ گئے۔ ان کو اس بارش سے واسطہ پڑا تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اس میں سخت گرج اور کڑک تھی اور بجلی تھی جب انہیں کڑک سنائی دیتی تو وہ ڈر کی وجہ سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونستے کہ کہیں کڑک ان کے کانوں میں داخل ہو کر انہیں قتل نہ کر دے۔ جب بجلی چمکتی تو وہ اس کی روشنی میں چلتے اور نہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 78-70-68-163

چمکتی تو انہیں کچھ دکھائی نہ دیتا۔ اپنی جگہ ٹھہرے رہتے اور چلتے نہ تھے اور کہتے کاش صبح ہو جاتی اور ہم محمد ﷺ کے پاس پہنچ جاتے اور اپنے ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھ دیتے۔ پس صبح ہوئی تو وہ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا اور اپنے ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر رکھ دیئے اور اسلام کے تقاضوں کو خوب نبھایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو نکلنے والے منافقین کی حالت کی مثال بیان کی ہے اور ان منافقین کی مثال بیان کی ہے جو مدینہ طیبہ میں رہتے ہیں، وہ منافقین جب نبی کریم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تا کہ کلام نبوی ان کے ذہنوں میں اتر نہ جائے یا کوئی چیز یاد نہ کرلیں پھر وہ مر جائیں، جیسا کہ وہ دو نکلنے والے منافق اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالتے تھے۔ جب ان کے مال اور اولاد زیادہ ہوگئی، مال غنیمت اور فتح ملی تو کہنے لگے دین محمد سچ ہے اور اس پر قائم ہوگئے جیسا کہ وہ دو منافق چلتے تھے جب بجلی چمکتی تھی۔ اور جب مال ہلاک ہوگئے اولاد مرنے لگی اور مصائب سے دو چار ہونے لگے تو کہا یہ سب مصائب دین محمد کی وجہ سے ہیں۔ پس وہ مرتد ہوگئے جیسا کہ وہ دو منافق ہوگئے تھے جب ان پر بجلی نہ چمکی تھی (1)۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم نے السدی رحمہ اللہ سے مذکورہ آیات کا یہی مفہوم نقل کیا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر بھی نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافق کے لیے یہ ایک مثال بیان فرمائی ہے اور بِنُوْرِهِمْ سے مراد ان کا وہ ایمان ہے جس کے ساتھ وہ کلام کرتے تھے۔ اور ظلمت سے مراد ان کا کفر اور گمراہی ہے اور الصیب سے مراد بارش ہے۔ یہ منافق کی مثال ہے کہ جس کے پاس اللہ کی کتاب ہے، اس کے ساتھ کلام کرتا ہے اور لوگوں کے دکھاوے کے لیے عمل کرتا ہے پھر جب تنہا ہوتا ہے تو ایسے گھناؤنے افعال کرتا ہے جو لوگوں کے سامنے نہیں کرتا، جس ڈگر پر وہ چل رہا ہے یہ انتہائی تاریک ہے، ظلمات سے مراد گمراہی ہے اور الْبَرْقُ سے مراد ایمان ہے۔ اس آیت میں اہل کتاب مراد ہیں۔ وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ۔ پس ایک شخص ہے جو حق کی ایک طرف کو پکڑتا ہے لیکن اس سے تجاوز نہیں کرسکتا (2)۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مَثَلُهُمْ الخ کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لیے مثال بیان فرمائی ہے جو حق کو دیکھتے تو ہیں لیکن اس کو بیان کرنے سے ان کی زبانیں گنگ ہیں حتیٰ کہ جب وہ کفر کی ظلمت سے نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے کفر اور نفاق کی وجہ سے ان کے نور کو بجھا دیتا ہے اور پھر انہیں کفر کی تاریکیوں میں چھوڑ دیتا ہے جہاں سے نہ انہیں ہدایت کا نور نظر آتا ہے اور نہ وہ حق کے راستے پر قائم رہ سکتے ہیں، وہ خیر اور نیکی کا پیغام سننے، حق کی بات کہنے اور حقیقت کا آفتاب دیکھنے سے بہرے، گونگے اور اندھے ہیں، وہ شاہراہ ہدایت اور خیر کے چشمہ شیریں کی طرف کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

اَوْ كَصَيِّبٍ الخ کے متعلق فرماتے ہیں یہ ان کے اس کفر، قتل سے ڈر، مسلمانوں سے اختلاف اور تمہیں ڈرانا وغیرہ کی تاریکیوں کی مثال ہے جسے کوئی شخص بارش کی تاریکی میں ہوتا ہے اور اپنے کانوں میں کڑک کی وجہ سے اپنی انگلیاں ٹھونستا ہے وَ اللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ یعنی اللہ تعالیٰ ان پر بطور انتقام موت کو مسلط کرنے والا ہے جس کی روشنی اتنی تیز ہے کہ ان کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 77-69-68-163
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 78-64-163

آنکھوں کو اچک دے پھر وہ بجلی چمکتی ہے یعنی وہ حق کو پہچان لیتے ہیں۔ اور حق کے ساتھ کلام کرتے ہیں تو ان کی باتوں سے یوں لگتا ہے کہ وہ حق پر قائم ہیں پھر جب حق سے کفر کی طرف لوٹتے ہیں تو متحیر ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب انہوں نے حق کو سننے اور جاننے کے بعد ترک کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس جرم میں ان کی قوت سماعت سلب کر لیتا (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر یہ بیان فرمائی کہ آگ کے روشن ہونے سے مراد ان کا مومنین اور ہدایت کی طرف متوجہ ہونا ہے اور ان کے نور کے لے جانے سے مراد ان کا کفار اور گمراہی کی طرف متوجہ ہونا ہے اور بجلی کا چمکنا اور اس کا بجھنا بھی اس قسم کی مثالیں ہیں وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جہنم میں جمع کرنے والا ہے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ سے مذکورہ آیت کی یہ تفسیر نقل فرمائی ہے۔ مَثَلُهُمْ الخ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ منافق کے لیے مثال بیان فرمائی کہ منافق لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتا ہے اس بناء پر وہ مسلمانوں سے نکاح کرتا ہے، اس کی وجہ سے وہ مسلمانوں کا وارث ہوتا ہے۔ اسکی بنا پر وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوتا ہے اور اس کلمہ کی ہی برکت سے اپنے خون اور مال کو محفوظ کرتا ہے پھر جب موت کا فرشتہ پہنچ جاتا ہے تو اس کلمہ کی اس کے دل میں کوئی اصل نہیں ہوتی اور اس کے عمل کی کوئی وقعت و منزلت نہیں ہوتی ہے (3) اللہ تعالیٰ منافق سے یہ ساری حقیقتیں سلب کر لیتا ہے اور انہیں تاریکیوں میں چھوڑ دیتا ہے اور وہ اندھے شخص کی طرح ان تاریکیوں میں بھٹکتا رہتا ہے جس طرح وہ دنیا میں حق کو دیکھنے اور اطاعت الٰہی سے اندھا تھا اور پیغام حق سننے سے بہرا تھا۔ پس وہ حق کو موت کے وقت نہیں دیکھتے اور اپنی گمراہی کی تاریکیوں سے واپس نہیں لوٹتے، نہ وہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں اَوْ كَصَيِّبٍ الخ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ منافق کی بزدلی کی مثال بیان فرمایا ہے وہ اتنا ڈرپورک ہے کہ جب بھی کوئی آواز سنتا ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ ابھی مجھ پر یہ گرے گی جب بھی کوئی چیخ سنتا ہے تو یہ لرزنے لگتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ بھی ابھی مجھ پر آئی۔ اور جب کبھی کوئی زوردار آواز سنتا ہے تو یہی کہتا ہے کہ میں ابھی مرا۔ قوم نے اسے بزدل کر دیا ہے اور حق کے لیے اس کی مدد چھوڑ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا۔ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ (منافقون: 4) گمان کرتے ہیں کہ ہر گرج ان کے خلاف ہی ہے۔

فرماتے ہیں الْبَرْقُ سے مراد اسلام ہے اور الظُّلْمَةُ سے مراد مصائب اور فتنے ہیں جب منافق اس کی وجہ سے طمانینت، عافیت، سہولت اور زندگی کی راحتیں دیکھتا ہے تو کہتا ہے ہم تمہارے ساتھ ہیں اور جب کبھی اسلام کی وجہ سے مصیبت اور کسی امتحان میں مبتلا ہوتا ہے تو اس بیچارے کی آواز گلے میں اٹک جاتی ہے اور امتحان میں صبر نہیں کرتا اور نہ اجر و ثواب کی امید رکھتا ہے اور نہ اچھے انجام اور کامیابی کی امید رکھتا ہے۔ منافق دنیا کا بندہ ہوتا ہے۔ دنیا کی خاطر خوش ہوتا ہے اور دنیا کی خاطر ناراض ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی صفات کا ذکر کیا ہے۔

امام وکیع، عبد بن حمید اور ابو یعلی نے اپنی مسند میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 83-77-69-68-163
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 181-164
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 164

رضی اللہ عنہما سے کئی طرق کے واسطہ سے صیب کا معنی بارش روایت کیا ہے (1)۔

امام ابن جریر نے مجاہد، ربیع اور عطاء سے بھی اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا بارش وہاں سے ہے۔ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یَكَادُ الْبَرْقُ الخ یعنی بجلی چمکتی ہے لیکن اس نے ان کی آنکھوں کو اچکا نہیں اور قرآن میں جہاں بھی کاد، اکاد، کادو ا استعمال ہوا ہے وہ اس مفہوم میں ہے کہ وہ فعل کبھی نہیں پایا جائے گا۔

وکیع نے المبارک بن فضالہ سے روایت کیا فرماتے ہیں میں نے حضرت حسین کو یَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ پڑھتے سنا ہے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾

''اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے پیدا فرمایا تمہیں اور جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ''۔

امام البزار، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی اور يَاَيُّهَا النَّاسُ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، عبد بن حمید، طبرانی نے الاوسط میں اور حاکم نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح بھی کہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے المفصل سورتیں پڑھیں جبکہ ہم مکہ میں حج کرنے والے تھے اس میں يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کا ارشاد نہ تھا (2)۔ ابوعبید، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن الضریس، ابن المنذر اور ابوالشیخ نے اپنی تفسیر میں حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرمایا قرآن میں جہاں يَاَيُّهَا النَّاسُ سے خطاب ہے وہ مکی ہے اور جہاں يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب ہے وہ مدنی ہے (3)۔ ابن ابی شیبہ، ابن مردویہ، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے ضحاک سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔ ابوعبید نے میمون بن مہران سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جہاں قرآن میں يَاَيُّهَا النَّاسُ، یا بنی آدم سے خطاب ہے وہ مکی ہے اور جہاں يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب ہے وہ مدنی ہے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں يَاَيُّهَا النَّاسُ کا خطاب مکی ہے اور يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کا خطاب مدنی ہے۔ ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ نے عروہ سے روایت کیا ہے فرمایا حج یا کسی فریضہ کا جہاں تک تعلق ہے یا حد اور جہاد کا تعلق ہے یہ سب چیزیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں اور جہاں قرآن میں گزشتہ امتوں کا ذکر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 171 2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 244، (2888)

3۔ فضائل القرآن از ابوعبید، صفحہ 367، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق

ہے یا ضرب الامثال کا ذکر ہے وہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے فرمایا ہر وہ سورت جس میں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ذکر ہے وہ مدنی ہے۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ کا خطاب کفار اور مومنین دونوں فریقین کے لیے ہے فرماتے ہیں اعْبُدُوْا کا معنی ہے وَحِّدُوْا (توحید بیان کرو)(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مذکورہ آیت کا معنی ہے کہ اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تمہیں اور پیدا کیا ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں لَعَلَّكُمْ میں لعل کی کے معنی میں ہے اور سورۂ شعراء کی آیت نمبر 129 میں کی کے معنی میں نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عون بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہو وہاں وجوب کے معنی میں ہوتا ہے۔

وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد سے تَتَّقُوْنَ کا معنی تُطِيْعُوْنَ (تم اطاعت کرو) روایت کیا ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم نے ضحاک سے ان الفاظ کا معنی یہ نقل کیا ہے کہ تم آگ سے بچو۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

''وہ جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کے لیے پس نہ ٹھہراؤ اللہ کے لیے اور مقابل اور تم جانتے ہو''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور کئی دوسرے صحابہ سے مذکورہ آیت میں فراش کا یہ معنی نقل کیا ہے جس پر چلا جائے، بچھونا، ٹھہرنا۔ یعنی اس نے زمین کو تمہارے لیے بچھونا بنایا اور اس پر آسمان کو قبہ کی طرح تعمیر فرمایا اور یہ زمین کے اوپر چھت ہے۔ امام ابوداؤد، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! انسان مشقت میں مبتلا ہے، بچے ضائع ہو گئے ہیں، مال ختم ہو گئے ہیں اور مویشی ہلاک ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہمارے لیے بارش طلب فرمائیں، ہم آپ کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ کی سفارش پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی سفارش پیش کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ آپ سبحان اللہ کہتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 185، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً

اپنے اصحاب کے چہروں پر پریشانی دیکھی تو فرمایا تیرے لیے ہلاکت ہو تو جانتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کا مرتبہ کیا ہے، اس کی شان بہت عظیم ہے، کسی کے پاس اس کو بطور سفارش پیش نہیں کیا جاتا، وہ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے اور اس کا عرش، آسمانوں پر ہے اور آسمان زمین پر اس طرح ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبہ کی طرف اپنی انگلیوں کا اشارہ کیا اور آسمان میں اس طرح کی چرچراہٹ ہے جیسے سوار کی وجہ سے کجاوے میں ہوتی ہے۔

امام عبد بن حمید، ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آسمان زمین پر قبہ کی طرح بنا ہوا ہے۔

امام ابوالشیخ، حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ زمینیں آسمان کی اطراف سے گھیری ہوئی ہیں اور سمندر خیموں کے اطراف کی طرح ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قاسم بن ابو برہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آسمان چکور شکل میں نہیں ہے لیکن وہ قبہ کی شکل میں ہے جسے لوگ سبز دیکھتے ہیں۔

حضرت ابوالشیخ، العظمہ میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ بارش آسمان سے ہوتی ہے یا بادل سے ہوتی ہے فرمایا آسمان سے، بادل تو فقط نشانی ہے بارش اس پر آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ حضرت ابو الشیخ نے وہب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ بارش آسمان سے بادل میں نازل ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ بادل میں بارش پیدا فرماتا ہے پھر وہ نیچے برساتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بادل بارش کیلئے چھاننی ہے اگر بادل نہ ہوتا تو پانی ایک جگہ گرتا اور اسکو خراب کر دیتا۔ اور بیج آسمان سے اترتا ہے۔ ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے خالد بن معدان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بارش ایک پانی ہے جو عرش کے نیچے سے نکلتا ہے پھر پے در پے ہر آسمان پر اترتا ہے حتیٰ کہ پہلے آسمان میں جمع ہو جاتا ہے اور جس جگہ جمع ہوتا ہے اسے الاریم کہا جاتا ہے پھر کالے بادل آتے ہیں وہ آسمان میں داخل ہو کر اس بارش کو پیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے انہیں لے جاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پانی ساتویں آسمان سے نازل ہوتا ہے پھر اس سے ایک قطرہ بادل پر اونٹ کی طرح گرتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت خالد بن یزید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بادل سے بارش آسمان کی طرف سے ہوتی ہے، بادل کی بارش سمندر کی طرف سے بھی ہوتی ہے جو بادل اٹھا کر لاتے ہیں۔ پس کڑک اور بجلی اسے میٹھا کرتے ہیں پس جو سمندروں سے ہوتا ہے اس سے پودے نہیں اگتے اور جو پودے اگتے ہیں وہ آسمان کے پانی سے ہوتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے جو قطرہ نازل فرماتا ہے اس سے گھاس اگتی ہے یا سمندر میں موتی بنتا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب المطر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب بارش برستی ہے تو دریاؤں میں صدف اپنے منہ کھول لیتے ہیں جو قطرہ ان میں گرتا ہے وہ موتی بن جاتا ہے۔ ابوالشیخ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ صدفوں میں موتی بارشوں کے ذریعے پیدا فرماتا ہے بارش کے وقت اصداف اپنے منہ کھول لیتے ہیں پس بڑا موتی، بڑے قطرے سے ہوتا ہے اور چھوٹا موتی چھوٹے قطرے سے ہوتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے الام میں اور ابن ابی الدنیا نے کتاب المطر میں المطلب بن حنطب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا دن اور رات میں کوئی وقت ایسا نہیں جبکہ بارش نہ برس رہی ہو، اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے اسے وہاں پھیر دیتا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب بارش نازل ہوتی ہے تو ساتھ ہی بیج بھی نازل ہوتا ہے اگر تم چمڑے کا دستر خوان بچھاؤ تو تم اسے دیکھ لو۔

حضرت ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے کہ بارش کی آمیزش جنت سے ہے، جنت کی آمیزش زیادہ ہوتی ہے تو برکت زیادہ ہوتی ہے اگرچہ بارش کم ہوتی ہے اور جب جنت کی آمیزش کم ہوتی ہے تو برکت کم ہوتی ہے اگرچہ بارش زیادہ ہوتی ہے۔

ابوالشیخ نے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ کوئی سال، دوسرے سال سے بارش کے اعتبار سے زیادہ نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے اسے پھیر دیتا ہے اور بارش کے قطروں کے ساتھ فرشتے نازل ہوتے ہیں اور جہاں وہ بارش ہونی ہے جس کو رزق ملنا ہے اور جو ہر قطرے سے پیدا ہونا ہوتا ہے یہ سب چیزیں وہ لکھتے ہیں۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا کی ابن عباس سے یہ تفسیر نقل کی ہے اور ان چیزوں کو اللہ کا شریک بنا کر شرک نہ کرو جو نہ نفع دے سکتی ہیں اور نہ نقصان اور تم جانتے ہو کہ تمہارے لیے کوئی اور رب نہیں ہے جو اس کے علاوہ تمہیں رزق عطا کرے (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے اَنْدَادًا کا معنی اشباھًا (ہم مثل) روایت کیا ہے۔ احضرت بن مسعود سے ابن جریر نے یہ مفہوم روایت کیا ہے ان مردوں کو اللہ کا ہم پلہ نہ بناؤ جن کی تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اطاعت کرتے ہو (2)۔

امام الطستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے انداد کا مفہوم پوچھا تو انہوں نے فرمایا الاشباہ والامثال، پوچھا کیا انداد کا یہ مفہوم عرب جانتے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہاں کیا تو نے لبید کا قول نہیں سنا

اَحْمَدُ اللّٰهَ فَلَا نِدَّلَهٗ بِيَدِهِ الْخَيْرُ مَاشَاءَ فَعَلَ

میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں اس کی مثل کوئی نہیں اس کے ہاتھ میں خیر ہے جو چاہے کرے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 188 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 187

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے انداد کا معنی شرکا نقل کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عوف بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے مؤذن کی آواز سنی اس نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو آپ ﷺ نے فرمایا فطرت پر ہے اس نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے الانداد (بتوں) کی غلامی کا پٹہ اتار کر پھینک دیا ہے۔ ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری نے الادب المفرد میں، نسائی، ابن ماجہ اور ابونعیم نے الحلیہ میں اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کو ایک شخص نے کہا جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا مقابل بنا دیا ہے (یوں کہا کرو) جو اللہ وحدہ چاہے (1)۔

امام ابن سعد نے حضرت قتیلہ بنت صیفی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی عالم نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی اے محمد ﷺ تم بہت اچھی قوم ہوتے اگر تم شرک نہ کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہم کیسے شرک کرتے ہیں۔ اس یہودی نے کہا تم میں سے کوئی کہتا ہے لَا وَالْكَعْبَةِ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو قسم اٹھائے تو رب الکعبۃ کی قسم اٹھائے۔ پھر یہودی نے کہا اے محمد تم بہت اچھی قوم ہوتے اگر تم اللہ کے شریک نہ بناتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیسے؟ اس نے کہا تم میں سے کوئی کہتا ہے مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو تم میں سے ایسا کہے تو یوں کہے۔ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شِئْتَ۔ (2)

امام احمد، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت طفیل بن سنجرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ وہ یہودیوں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے یہودیوں کو کہا تم اچھی قوم ہوتے اگر تم یہ نہ کہتے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، یہودیوں نے کہا تم اچھی قوم ہوتے اگر تم ماشاء اللہ وشاء محمد نہ کہتے۔ پھر فرماتے ہیں نصاریٰ کا گروہ گزرا تو انہیں کہا کہ تم اچھی قوم ہوتے اگر تم المسیح کو ابن اللہ نہ کہتے۔ نصاریٰ نے کہا تم اچھی قوم ہوتے اگر تم یہ نہ کہتے جو اللہ نے چاہا اور محمد ﷺ نے چاہا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اپنا خواب نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا، نبی کریم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ طفیل نے خواب دیکھا ہے اور تم ایسا کلمہ کہتے ہو حیاء مجھے تمہارے سامنے کہنے سے مانع ہے۔ تم یہ نہ کہا کرو بلکہ اس طرح کہا کرو۔ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ (3)

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت حذیفہ بن الیمان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ فلاں نہ کہا کرو بلکہ یہ کہا کرو مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ۔ (4)

امام ابن جریج نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے انداد کا معنی عدلاء (مساوی) روایت کیا ہے یعنی اللہ کے مدمقابل نہ بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو کہ اللہ نے تمہیں پیدا فرمایا ہے اور آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا ہے۔ وکیع، عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد سے مذکورہ آیت کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ اللہ کے مدمقابل نہ بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ ایک خدا ہے تورات اور انجیل میں

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 214، مطبوعہ دار صادر بیروت
2۔ طبقات ابن سعد
3۔ تہذیب الکمال، جلد 9، صفحہ 236، مطبوعہ دار الفکر بیروت
4۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 558، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اس کا کوئی مدمقابل نہیں (1)۔

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

''اور اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے نازل کیا اپنے (برگزیدہ) بندے پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور بلالو اپنے حمایتوں کو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر ایسا نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لیے''۔

امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں آیا مگر اسکو ایسے معجزات عطا کئے گئے جن پر لوگ ایمان لائے اور مجھے قرآن عطا کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کیا ہے (چونکہ یہ معجزۂ قرآن قیامت تک رہنے والا ہے) اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے روز میرے امتی زیادہ ہوں گے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے وَاِنْ كُنْتُمْ الخ کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ یہ آیت کریمہ ان کفار کے متعلق ہے جو اس چیز (قرآن) میں شک کرتے تھے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔ عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اس آیت میں مذکور مِّثْلِهٖ کی ضمیر کا مرجع قرآن نقل کیا ہے۔ فرمایا ان لوگوں کو بلاؤ جو تمہاری گواہی دیں کہ تمہارا کلام قرآن جیسا ہے جب تم اس کے مقابلہ میں کلام پیش کرو۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ مذکورہ آیت میں رَيْبٍ کا معنی شک ہے اور مِّثْلِهٖ میں ضمیر کا مرجع قرآن ہے یعنی ایسا کلام پیش کرو جو قرآن کی مثل حق اور سچ ہو اس میں باطل اور جھوٹ کی آمیزش نہ ہو (3)۔ وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں مِّثْلِهٖ کی ضمیر مرجع قرآن ہے اور شُهَدَآءَ سے مراد ایسے لوگ ہیں جو کہ جب تم ان کو لے آؤ تو وہ تمہارے حق میں گواہی دیں کہ فلاں کلام قرآن کی مثل ہے (4)۔

امام ابن جریر، ابن اسحٰق اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے شُهَدَآءَ سے مراد عقیدہ میں حمایتی ہیں اگر تم اسکا مقابل پیش نہ کرسکو اور ہرگز ایسا نہیں کرسکو گے تو پھر تمہارے لیے حق واضح ہو گیا (5)۔ عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا الخ کا مطلب یہ ہے کہ تم ہرگز اس پر قادر نہیں ہو گے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 188 2۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 160 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 190
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 191

اور ہرگز تمہیں اس کا مقابل کلام پیش کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں دوزخ کے ذکر سے گزرے تو آگ سے اللہ کی پناہ مانگے اور جب جنت کے ذکر سے گزرے تو اللہ سے جنت کا سوال کرے (1)۔ ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے ایک آیت تلاوت فرمائی تو فرمایا میں آگ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اور دوزخیوں کے لے ہلاکت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سنا کہ میں تمہیں آگ سے ڈراتا ہوں۔ میں تمہیں آگ سے ڈراتا ہوں یہاں تک کہ آپ کی چادر کی ایک طرف آپ کے کندھے سے گرگئی (2)۔

امام عبد بن حمید نے طلحہ عن مجاہد رحمہ اللہ کے طریق سے روایت ہے کہ وہ قرآن حکیم میں ہر جگہ وقود کو واؤ کو ضمہ کے ساتھ پڑھتے تھے لیکن سورۂ بروج میں واؤ کے فتحہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ عبدالرزاق، سعید بن منصور، الفریابی، ہناد بن السری (فی کتاب الزہد) عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الکبیر میں اور حاکم (انہوں نے اسکو صحیح بھی کہا ہے) اور بیہقی نے الشعب میں ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جن پتھروں کا ذکر کیا ہے اس سے مراد کبریت کے پتھر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جیسے چاہا بنا رکھا ہے (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ یہ سیاہ کبریت کے پتھر ہیں ان کے ساتھ کفار کو آگ میں سزا دی جائے گی (4)۔ ابن جریر نے عمرو بن میمون سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں الْحِجَارَةُ سے مراد کبریت کے پتھر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے دن سے پہلے آسمان میں تخلیق کر رکھا ہے۔ ان کو کافروں کے لیے تیار کر رکھا ہے (5)۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہزار سال آگ جلائی حتی کہ وہ سرخ ہوگئی اور پھر ہزار سال جلائی حتی کہ وہ سفید ہوگئی پھر ہزار سال جلائی تو وہ سیاہ ہوگئی اور یہ بالکل سیاہ ہے اسکا شعلہ نہیں بجھے گا (6)۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی، ابن مردویہ اور بیہقی نے الشعب میں حضرت بوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہزار سال آگ جلائی گئی حتی کہ سرخ ہوگئی پھر ہزار سال جلائی گئی تو سفید ہوگئی پھر ہزار جلائی تو سیاہ ہوگئی پس اب یہ سیاہ تاریک ہے (7)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 300 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 51

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 194، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت۔ 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 193

6۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 489، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت

7۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، باب صفۃ النار، جلد 9، صفحہ 42، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

امام احمد، مالک، بخاری اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی آدم کی آگ جہنم کی آگ کا 1/70 جزء ہے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ آگ بھی کافی تھی۔ فرمایا دوزخ کی آگ 69 جزء زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر جزء اس آگ کی مثل ہے (1)۔

امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کیا تم دوزخ کی آگ کو اپنی اس آگ کی طرح سرخ سمجھتے ہو جو تم خود جلاتے ہو۔ دوزخ کی آگ تو تارکول سے بھی زیادہ کالی ہے (2)۔

ترمذی نے ابوسعید کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے اور ترمذی نے اسے حسن بھی کہا ہے فرمایا تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا 1/70 جزء ہے اور جہنم کی آگ کا ہر جزء اس آگ کی مثل ہے (3)۔

امام ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا 1/70 جزء ہے۔ اگر یہ آگ پانی کے ساتھ دو مرتبہ بجھائی نہ گئی ہوتی تو تم اس سے کچھ بھی نفع نہ اٹھا سکتے اور تمہاری یہ آگ اللہ سے دعا مانگتی ہے کہ اسے اس آگ میں دوبارہ نہ لوٹایا جائے (4)۔

امام بیہقی نے البعث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ تمہاری یہ آگ دوزخ کی آگ کا 1/70 جزء ہے، اگر اس کو سمندر میں دو مرتبہ غوطہ نہ دیا جاتا تو تم اس سے نفع نہ اٹھا سکتے۔

امام بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا 1/7 جزء ہے اس آگ کو سمندر میں دو مرتبہ گزارا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا ہوتا تو اس میں اللہ تعالیٰ کسی کے لیے منفعت نہ رکھتا (5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ سے پناہ مانگتی ہے (6)۔

امام ابن اسحاق فرماتے ہیں یہ ان کافروں کے لیے تیار کی گئی جو تمہاری مثل کفر کی روش اختیار کیے ہوئے ہیں (7)۔

وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۵

''اور خوشخبری دیجئے انہیں جو ایمان لائے اور کئے نیک عمل (کہ) یقیناً ان کے لیے باغات ہیں بہتی ہیں ان کے

1۔ مؤطا امام مالک، صفۃ جہنم، صفحہ 733، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد
2۔ ایضاً
3۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، باب صفۃ النار، جلد 9، صفحہ 42
4۔ سنن ابن ماجہ، جلد 9، صفحہ 581، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت
5۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 70، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت
6۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 52، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
7۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 194

نیچے نہریں کھلایا جائے گا انہیں ان باغوں سے کوئی پھل (تو صورت) دیکھ کر کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے کھلایا گیا تھا اور دیا گیا انہیں پھل (صورت میں) ملتا جلتا اور ان کے لیے جنت میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے''۔

امام ابن ماجہ اور ابن ابی الدنیا نے صفۃ الجنۃ میں، البزار، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن ابی داؤد اور بیہقی دونوں نے البعث میں، ابوالشیخ نے العظمۃ میں اور ابن مردویہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا خبردار کیا جنت کیلئے کوئی تیار ہے؟ کیونکہ جنت کی ہلاکت کا کوئی تصور نہیں ہے، رب کعبہ کی قسم! جنت چمکتا ہوا نور، مہکتی ہوئی خوشبو، پختہ محل، جاری نہر، پکا ہوا پھل، حسین شکیل بیوی، بہت سے لباس، ابدی مقام جہاں پھل ہیں اور سلامتی کا گھر ہے، سبز پھل خیر اور نعمت ہے، بلند اور خوشگوار جگہ میں ہے۔ صحابہ کرام نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ! ہم تیار ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم ان شاء اللہ کہو۔ تو تمام نے کہا ان شاء اللہ! (1)۔

امام احمد، عبد بن حمید نے اپنی مسند میں، ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں، بیہقی نے البعث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ارشاد فرمائیں جنت کی تعمیر کیسی ہے فرمایا اس کی ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی ہے۔ اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں، اس کی لپائی کستوری کی ہے، اس کی مٹی زعفران ہے جو اس میں داخل ہوگا خوش و خرم رہے گا، کبھی مایوس نہ ہوگا، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا کبھی موت کی تلخی سے دوچار نہ ہوگا، نہ اس کا لباس بوسیدہ ہوگا اور نہ اس کی جوانی پر زوال آئے گا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا، الطبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے جنت کی کیفیت پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا جو جنت میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ زندہ رہے گا مرے گا نہیں۔ خوش رہے گا کبھی مایوس نہ ہوگا، اس کے کپڑے پرانے نہ ہوں گے اور اس کا عنفوان شباب ختم ہوگا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ اس کی تعمیر کیسی ہے؟ فرمایا ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی ہے، اس کی لپائی عمدہ کستوری سے ہے، اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں، اس کی مٹی زعفران ہے (3)۔

حضرت البزار اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت کی دیوار کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی ہے، ان کی انگیٹھیوں میں عود ہندی (خوشبودار لکڑی) جلے گی، جنتیوں کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، اس کی مٹی زعفران اور اس کی خوشبو کستوری ہے۔ ابن المبارک نے الزہد میں ابن ابی الدنیا نے صفۃ الجنۃ میں ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ جنت کی دیوار کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی ہے، اس کے ذرے موتی اور یاقوت ہیں اور اس کے سنگریزے موتی ہیں اور اس کی مٹی زعفران ہے۔

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 578، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ، بیروت　2۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 75

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنۃ، جلد 7، صفحہ 28

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو ہریرہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جنت کی زمین سفید ہے اور اس کا صحن کافور کی چٹانیں ہیں، اس کے اردگرد ریت کے ٹیلوں کی طرح کستوری کے ٹیلے ہیں۔ اس میں جاری نہریں ہیں، اہل جنت پہلے اور آخری اس میں جمع ہوں گے اور ایک دوسرے کو پہچانیں گے، اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کی ہوا بھیجے گا جو کستوری کی خوشبو ان کے اوپر بکھیرے گی پس مرد جب اپنی بیوی کے پاس آئے گا تو اس کا حسن اور خوشبو زیادہ ہو چکی ہوگی۔ بیوی کہے گی تو جب میرے پاس سے گیا تھا تو بھی میں تجھ پر متعجب تھی لیکن اب تو مزید تیرا حسن و جمال عجیب لگ رہا ہے۔

امام ابونعیم نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جنت کی زمین چاندی کی ہے۔

امام البزار، الطبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جنت کے اردگرد دیوار بنائی ہے جس کی ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی ہے پھر اس میں نہریں نکالی ہیں اور اس میں (پھلدار) درخت لگائے ہیں جب ملائکہ جنت کے حسن اور رونق کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں تو بادشاہوں کی منازل سے زیادہ پاکیزہ ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور مسلم نے حضرت ابوسعید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ابن صائد نے جنت کی مٹی کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی مٹی سفید خالص کستوری ہے (2)۔ ابن ابی الدنیا نے صفۃ الجنہ میں، ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت ابوزمیل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے جنت کی زمین کے متعلق ابن عباس سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا چاندی کا سفید مرمر ہے گویا شیشہ ہے۔ پھر پوچھا اس کا نور کیسا ہے؟ فرمایا سورج کے طلوع ہونے کے وقت جو کیفیت ہوتی ہے اس قسم کی روشنی جنت میں ہے لیکن اس میں نہ زیادہ گرمی ہے اور نہ زیادہ ٹھنڈک ہے، پھر پوچھا اس کی نہریں کیسی ہیں کیا وہ نالیوں میں چلتی ہیں فرمایا نہیں وہ سطح زمین پر چلتی ہیں لیکن نہ ادھر پھیلتی ہیں نہ ادھر۔ پھر پوچھا اس کا لباس کیسا ہے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے اس پر انار جیسا پھل لگتا ہے، جب اللہ کا ولی اس سے لباس کا ارادہ کرے گا تو اس درخت کی ٹہنیاں اسکی طرف جھک آئیں گی پھر اس کے لیے ستر جوڑے کپڑوں کے نکل آئیں گے جو رنگ برنگے ہونگے پھر وہ مل جائے گا اور اپنی پہلی کیفیت پر لوٹ جائے گا (3)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ہے، اس میں اس کے پھل لگائے اور اس میں نہریں نکالی ہیں، پھر جنت کی طرف دیکھا اور فرمایا بول! تو جنت نے کہا قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ (المومنون 1) پھر فرمایا میری عزت و جلال کی قسم تیرے اندر بخیل میرا اقرب نہیں پائے گا۔ البزار نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو سفید پیدا فرمایا۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت سہل بن سعد الساعدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ

1۔ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 732، مطبوعہ دارالفکر بیروت 2۔ صحیح مسلم، 18 3۔ معجم اوسط از طبرانی، رقم الحدیث، 5648

ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک کوڑے کی مقدار جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (1)۔ امام احمد، بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کی کمان کی مقدار جنت میں جگہ اس جگہ سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے (2)۔ امام ابن شیبہ اور ہناد بن السری نے الزہد میں اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک بالشت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (3)۔

امام ترمذی اور ابن ابی الدنیا نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں جو نعمتیں ہیں ان میں سے اگر اتنی مقدار ظاہر ہو جائے جو ایک ناخن اٹھاتا ہے تو آسمانوں اور زمین کے کناروں کے درمیان جو کچھ ہے اس کو آراستہ کر دے، اگر کوئی جنتی مرد جھانکے اور اس کا کنگن ظاہر ہو جائے تو سورج کی روشنی اس طرح ختم ہو جائے جیسے سورج ستاروں کی روشنی ختم کر دیتا ہے (4)۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت حارثہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تو ان کی والدہ حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے حارثہ کے مقام کے متعلق بتایا جائے اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور اگر اس کے علاوہ کسی جگہ پر ہے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں فرمایا وہ ایک جنت میں نہیں کئی جنتوں میں ہے اور وہ فردوس اعلیٰ میں ہے (5)۔

امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اس کو حسن کہا ہے اور حاکم نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ڈرتا ہے وہ رات کے آخری حصہ میں سفر کرے، جس نے رات کے آخری حصہ میں سفر کیا وہ منزل پر پہنچ گیا خبردار اللہ تعالیٰ کا سامان بہت مہنگا ہے (6)۔

امام حاکم نے ابی بن کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ڈرتا ہے وہ رات کے آخری حصہ میں سفر کرے اور جس نے رات کے آخری حصہ میں سفر کیا وہ منزل پر پہنچ گیا خبردار! اللہ تعالیٰ کا سامان بہت مہنگا ہے۔ خبردار اللہ کا سامان جنت ہے۔ تھرتھرانے والی آگئی اور اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا اور موت اپنی ہولناکیوں کے ساتھ آرہی ہے (7)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ پر کتاب نازل فرمائی بے شک اہل جنت کا دن بدن حسن و جمال زیادہ ہوتا جائے گا جیسا کہ دنیا میں قباحت اور بڑھاپا بڑھتا جاتا ہے (8)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس جنت کے نیچے نہریں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو مالک سے روایت کیا ہے کہ تَحْتِهَا میں ھا ضمیر کا مرجع جنتیوں کی رہائش گاہیں ہیں ان

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، باب فضل الغدو والروح فی سبیل اللہ، جلد 8-7، صفحہ 113، رقم الحدیث 1648، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
2۔ صحیح بخاری، باب بدء الخلق، جلد 3، صفحہ 1187، رقم الحدیث 3080، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق 3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنۃ، جلد 7، صفحہ 38
4۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 10-9 صفحہ 9، (2538) 5۔ صحیح بخاری، صفحہ 567
6۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، باب صفۃ القیامۃ، جلد 10-9، صفحہ 202
7۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 343، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 8۔ مصنف ابن شیبہ، کتاب الجنۃ، جلد 7، صفحہ 35

کے نیچے نہریں چلتی ہیں۔ امام ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت کی نہریں کستوری کے پہاڑوں کے نیچے سے پھوٹتی ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ ابن حبان نے التفسیر میں، بیہقی نے البعث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جنت کی نہریں کستوری کے پہاڑ کے نیچے سے پھوٹتی ہیں (2)۔ احمد اور مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سیحان، جیحان، الفرات اور النیل یہ سب جنت کی نہریں ہیں (3)۔

امام ابن ابی الدنیا نے صفۃ الجنۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جنت میں ایک نہر ہے جسے البیدخ کہا جاتا ہے، اس کے اوپر یاقوت کے قبے ہیں اور اس کے نیچے اگنے والی عورتیں ہوں گی۔ اہل جنت کہیں گے ہم البیدخ چلیں وہ وہاں پہنچیں گے تو ان عورتوں سے مصافحہ کریں گے۔ جب کسی مرد کو کوئی عورت پسند آئے گی تو وہ اس کی کلائی کو پکڑے گا۔ وہ اس کے پیچھے چل پڑے گی اور اس کی جگہ ایک اور پیدا ہو جائے گی۔

امام احمد، عبد بن حمید نے اپنی مسند میں نسائی، ابویعلی، بیہقی نے الدلائل میں الضیاء المقدسی نے صفۃ الجنۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو اچھا خواب پسند تھا۔ ایک عورت آئی اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نکالی گئی ہوں اور جنت میں داخل کی گئی ہوں پھر میں نے ایک دھما کہ خیز آواز سنی جو اس جنت سے آئی تھی پھر میں نے فلاں فلاں شخص کو دیکھا حتیٰ کہ اس نے بارہ آدمی شمار کیے جن کو رسول اللہ ﷺ اس سے پہلے ایک جنگی مہم پر روانہ کر چکے تھے، ان کو لایا گیا تو ان پر ریشمی لباس تھے اور ان کی رگوں سے خون بہہ رہا تھا، پھر حکم ہوا انہیں البیدخ کی نہر کی طرف لے جاؤ اور اس میں نہلاؤ پس جب وہ غسل کر کے نکلے تو ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح روشن تھے۔ پھر انہیں سونے کی کرسیوں کے پاس لایا گیا وہ ان کے اوپر بیٹھ گئے پھر سونے کا ایک تھال لایا گیا جس میں تازہ پھل تھے انہوں نے ان میں سے جو چاہا کھایا وہ ان پھلوں کو ادھر ادھر کرتے اور جو جی میں آتا وہ کھاتے، خوشخبری دینے والا آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جنگ میں یہ صورت حال پیش آئی ہے، فلاں، فلاں شہید ہو گئے ہیں حتیٰ کہ اس نے بارہ افراد کے نام لیے آپ ﷺ نے فرمایا اس عورت کو میرے پاس بلاؤ وہ عورت آئی تو فرمایا اس شخص کے سامنے اپنا خواب بیان کر۔ اس آدمی نے کہا بالکل اسی طرح ہوا جیسا اس عورت نے کہا ہے فلاں، فلاں شہید ہو چکے ہیں (3)۔

امام بیہقی نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جنت میں ایک نہر ہے جس کی لمبائی جنت کی طرح ہے اس کے کناروں پر کنواری عورتیں آمنے سامنے کھڑی خوبصورت آواز میں گا رہی ہیں جن کو لوگ سنیں گے حتیٰ کہ وہ یہ خیال کریں گے کہ جنت میں اس کی مثل لذت کہیں نہیں ہے۔ ہم نے پوچھا اے ابو ہریرہ وہ گانا کیا ہوگا فرمایا

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 11، صفحہ 416 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 46

3۔ صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، جلد 17، صفحہ 146، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، رؤیۃ المرأۃ، جلد 7، صفحہ 26، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ان شاء اللہ، اللہ کی تسبیح، تحمید، تقدیس اور اللہ تعالیٰ کی تعریف ہوگی۔

امام احمد بن حنبل نے الزہد میں دارقطنی نے المدبج میں حضرت المعتمر بن سلیمان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جنت میں ایک نہر ہے جو کنواری عورتیں اگاتی ہے۔

امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت انس سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جنت میں ایک نہر ہے جسے ریان کہا جاتا ہے اس کے اوپر ایک شہر ہے جو مرجان کا بنا ہوا ہے اس کے سونے سے تیار شدہ ہزار دروازے ہیں وہ حامل قرآن کے لیے ہیں۔

امام ابن المبارک، ابن ابی شیبہ، ہناد، ابن جریر، ابن بی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی نے البعث میں مسروق سے روایت کیا ہے کہ جنت کی نہریں بغیر کھائیوں کے چلتی ہیں اور جنت کی کھجوریں تنے سے لے کر شاخوں تک پھلوں سے لدی ہوتی ہیں، ان کا پھل ٹیلوں کی مثل ہے، جب ان کا پھل توڑا جائے گا تو اس کی جگہ دوسرا پیدا ہو جائے گا اور گچھے بارہ ہاتھ لمبے ہیں (1)۔

امام ابن مردویہ، ابونعیم، الضیاء المقدسی ان دونوں نے صفۃ الجنۃ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شاید تم یہ خیال کرتے ہو گے کہ جنت کی نہریں کھائیوں میں زمین کے اندر چلتی ہیں، قسم بخدا نہیں وہ سطح زمین پر چلتی ہیں اس کے کنارے موتیوں کے خیمے ہیں، اور اس کی مٹی اذفر کستوری ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذفر کیا ہے فرمایا جس میں کسی اور چیز کی آمیزش نہ ہو۔ ابن ابی الدنیا اور الضیاء اور ابن مردویہ نے ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت کی نہریں جنت عدن سے اکھٹی نکلتی ہیں پھر مختلف نہروں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جب انہیں اس سے عطا کیا جائے گا۔ (آلایہ)

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور کئی دوسرے صحابہ سے **كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا** کی تفسیر روایت کی ہے کہ جب انہیں جنت میں پھل دیا جائے گا تو وہ اس کو دیکھ کر کہیں گے یہ تو ہمیں اس سے پہلے دنیا میں دیا گیا ہے ان کو جو جنت میں پھل ملے گا وہ رنگ اور دیکھنے میں دنیا کے پھل کے مشابہ ہوگا لیکن ذائقہ میں اس کے مشابہ نہیں ہوگا (2)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت علی بن زید رحمہ اللہ سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ کہیں گے کہ جنت میں آنے سے پہلے دنیا کے پھلوں میں سے ہمیں ایسا پھل دیا گیا تھا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن الانباری نے کتاب الاضداد میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ کہیں گے ہمیں دنیا میں یہ پھل دیا گیا تھا، فرماتے ہیں جنت کا پھل شکل میں دنیا کے پھل کے مشابہ ہوگا لیکن جنت کے پھل کا ذائقہ انتہائی عمدہ اور پاکیزہ ہوگا (3)۔

امام مسدد، ہناد نے الزہد میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دنیا میں جنت کی چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں ہے سوائے اسماء کے (یعنی دنیا اور جنت کی چیزیں حقیقت میں مختلف ہیں نام کے اعتبار سے ایک جیسی ہیں) (4) امام دیلمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 195 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 196 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 200 4۔ ایضاً

فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے شادی کے کھانے میں جنت کی خوشبو کا ایک مثقال ہوتا ہے (1)۔
عبد بن حمید، ابن جریر نے مجاہد سے اس ارشاد کے متعلق روایت کیا ہے کہ لوگ پوچھتے ہیں دنیا کی چیزوں کو آخرت کی چیزوں سے کیا مشابہت ہے فرمایا ہر صنف کی ایک مثل ہے (2)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ من قبل کا معنی یہ ہے کہ یہ تو اس پھل کی مثل ہے جو ہمیں کل دیا گیا تھا۔ ابن جریر نے یحیی بن کثیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص کے پاس ایک تھال لایا جائے گا وہ اس میں سے کھائے گا پھر دوسرا تھال لایا جائے گا تو وہ کہے گا یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا ہے، فرشتہ کہے گا رنگ ایک ہے اور ذائقہ مختلف ہے (3)۔ وکیع، عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد سے وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ رنگ میں مشابہ اور ذائقہ میں مختلف ہوں گے جیسے کھیرے، ککڑیاں (رنگ میں سارے ایک جیسے ہوتے ہیں اور ذائقہ میں مختلف ہوتے ہیں) (4)

امام عبد بن حمید، ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مذکورہ الفاظ کی یہ تفسیر روایت کی ہے کہ جنت کے پھل عمدہ اور بہترین ہوں گے ان میں کوئی گھٹیا اور خراب نہ ہوگا (5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تمام پھل جنت میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے کوئی ان میں خراب اور رذیل نہ ہوگا کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ دنیا کے پھلوں میں بعض خراب ہوتے ہیں (6)۔

امام بزار اور طبرانی نے ثوبان سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب جنت میں جنتی ایک پھل توڑے گا تو فوراً اس کی جگہ اسی طرح کا دوسرا پیدا ہو جائے گا۔

امام ابن عساکر اپنی تاریخ میں ابن حیوۃ عن خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں الجزیرہ کی زمین میں سفر کر رہا تھا جب کہ میرا گزر چند راہبوں اور علماء کے پاس سے ہوا، میں نے ان پر سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا ہم اس گرجا کے راہب کے پاس جا رہے ہیں اور ہم اس کے پاس ہر سال آتے ہیں، وہ ہمیں آئندہ سال ہونے والے واقعات کے متعلق خبر دیتا ہے۔ میں نے کہا میں بھی اس راہب کے پاس چلتا ہوں تا کہ میں دیکھوں کہ اس کے پاس کیا ہے۔ میری مراد یہ تھی کہ اس کے پاس کوئی کتب ہیں۔ میں اس کے پاس پہنچا تو وہ اپنے گرجا کے دروازے پر کھڑا تھا۔ میں نے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا۔ پھر اس نے کہا تو کون ہے؟ میں نے کہا مسلمان ہوں۔ اس نے پوچھا کیا محمد ﷺ کی امت سے ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا ان کے علماء سے ہے یا جہلاء سے ہے؟ میں نے کہا میں نہ ان کے علماء سے ہوں اور نہ میں ان کے جہلاء سے ہوں۔ اس نے کہا کیا تم کہتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو گے؟ اس کے کھانے کھاؤ گے اور اس کے مشروبات پیو گے اور بول و براز نہیں کرو

1۔ الفردوس بماثور الخطاب، جلد 3، صفحہ 139، مطبوعہ عباس احمد الباز مکہ مکرمہ
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 196
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 197
4۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 199
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 198
6۔ ایضاً

گے؟ میں نے کہاں ہم یہی کہتے ہیں اور بات ہے بھی اسی طرح۔ اس نے کہا دنیا میں کوئی اس کی مثال ہے تو بیان کرو۔ میں نے کہا اس کی مثال، جنین کی ہے جو ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اللہ کی طرف سے اس کو رزق ماں کے پیٹ میں ملتا ہے لیکن وہ پیشاب، پاخانہ نہیں کرتا۔ فرماتے ہیں (یہ مثال سن کر) اس راہب کا رنگ فق ہو گیا۔ پھر راہب نے مجھے کہا کیا تو نے مجھے کہا نہیں تھا کہ میں ان کے علماء سے نہیں ہوں۔ میں نے کہا میں نے تجھ سے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ پھر راہب نے کہا تمہارا گمان ہے کہ تم جنت میں داخل ہو گے، اس کا کھانا کھاؤ گے، اس کے مشروب پیو گے لیکن اس میں کچھ کمی نہیں آئے گی۔ میں نے ہم یہی کہتے ہیں اور بات ہے بھی اسی طرح۔ اس نے کہا دنیا میں اس کی کوئی مثال؟ میں نے کہا اس کی دنیا میں مثال حکمت ہے اگر تمام لوگ بھی جان لیں تو اس میں کچھ کمی نہیں آتی، راہب کا چہرہ متغیر ہو گیا پھر کہا تو نے تو کہا تھا کہ میں ان کے علماء سے نہیں ہوں؟ میں نے کہا میں نے تجھ سے جھوٹ نہیں بولا تھا واقعی میں نہ ان کے علماء سے ہوں اور نہ ان کے جہلاء سے ہوں (1)۔

امام حاکم اور ابن مردویہ نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتیوں کی بیویاں حیض، پاخانہ، رینٹ اور تھوک سے پاک ہوں گی۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اہل جنت کی بیویاں غلاظت اور اذیت سے پاک ہوں گی (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نہ ان کو حیض آئے گا اور نہ ان کو حدث لاحق ہو گا اور نہ ان کو رینٹ آئے گی (3)۔ وکیع، عبدالرزاق اور ہناد نے الزہد میں، عبد بن حمید، ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اہل جنت کی بیویاں حیض، بول، براز، رینٹ، کھنگار، تھوک، منی اور بچے سے پاک ہوں گی (4)۔

امام وکیع اور ہناد نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان کی بیویوں کو نہ حیض آئے گا، نہ منی آئے گی، نہ بچے جنم دیں گی، نہ پاخانہ کریں گی، نہ پیشاب کریں گی اور نہ تھوکیں گی۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو بول و براز، غلاظت اور گناہ سے پاک فرمایا ہے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلا گروہ جنت میں داخل ہو گا ان کی صورتیں چودھویں کے چاند کی صورت پر ہوں گی، نہ وہ جنت میں تھوکیں گے اور نہ کھنگار پھینکیں گے، نہ پاخانہ کریں گے، ان کے برتن اور ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہو گی اور ان کی انگیٹھیوں میں عود ہندی جلے گی۔ ان کی کنکریاں کستوری کی ہو گی۔ ہر جنتی کے لیے دو بیویاں ہوں گی اتنی حسین ہوں گی کہ گوشت کے اندر سے پنڈلی کا گودا نظر آئے گا، اہل جنت کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہو گا اور نہ بغض ہو گا، ان کے

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 16، صفحہ 308، مطبوعہ دار الفکر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 202
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 201
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 202۔
4۔ ایضاً

دل ایک دل کی مانند ہوں گے، وہ صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس روایت کو صحیح بھی کہا ہے اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے اور دوسرا گروہ آسمان میں چمکنے والے ستارے سے خوبصورت ہوگا اور ہر جنتی کی دو بیویاں ہوں گی اور ہر بیوی پر کپڑوں کے ستر سوٹ ہوں گے لیکن اس کے باوجود ان جوڑوں (سوٹ) کے پیچھے سے ان کی پنڈلیوں کا گودا نظر آئے گا(1)۔

امام احمد اور ترمذی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ادنیٰ درجہ والے شخص کے لیے بھی اسی ہزار خادم اور بہتر بیویاں ہوں گی اور اس کی رہائش کا قبہ، موتیوں، یاقوت اور زبرجد سے تیار کیا گیا ہوگا اور اتنا بڑا ہوگا جتنی مسافت جابیہ اور صنعاء کے درمیان ہے(2)۔

امام احمد، بخاری، مسلم اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، صحابہ کرام آپس میں تذکرہ کر رہے تھے کہ جنت میں مرد زیادہ ہوں گے یا عورتیں؟ تو ابوہریرہ نے فرمایا کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہر جنتی کے لیے دو بیویاں ہوں گی اور اور ستر جوڑوں کے پیچھے سے انکی پنڈلیوں کا گودا نظر آئے گا۔ اور جنت میں کنوارا کوئی نہیں ہوگا(3)۔ ترمذی اور البزار نے حضرت انس سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے صحیح بھی کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک شخص کا نکاح ستر عورتوں سے ہوگا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ کیا وہ اس پر قادر ہوگا؟ فرمایا اس کو سو مردوں کی قوت عطا کی جائے گی(4)۔ ابن السکن نے المعرفہ میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حاطب بن ابی بلتعہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جنت میں مومن کا بہتر عورتوں سے نکاح ہوگا ستر آخرت کی عورتیں ہوں گی اور دو دنیا کی عورتیں ہوں گی۔

امام ابن ماجہ اور ابن عدی نے الکامل میں، بیہقی نے البعث میں حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا اس کا بہتر بیویوں سے نکاح کرے گا دو آہو چشم موٹی موٹی آنکھوں والیاں ہوں گی اور ستر اس کی میراث سے اہل جنت سے ہوں گی۔ اور کوئی جنتی عورت نہیں ہوگی مگر اس کی مرغوب فرج ہوگی اور جنتی مرد کے لیے ایسا ذکر ہوگا جو دوہرا نہ ہوگا(5)۔

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ادنی مرتبہ کا شخص وہ ہوگا جس کے سات درجات ہوں گے وہ چھٹے درجہ پر ہوگا اور اس کے اوپر ساتواں درجہ ہوگا اور اس جنتی کے

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 9، صفحہ 237، باب صفۃ القیامۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ ایضاً، کتاب الجنۃ، جلد 10، صفحہ 26 3۔ صحیح بخاری، 460

4۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی باب جماع اہل الجنۃ، جلد 19 صفحہ 8

5۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 582، مطبوعہ دارالکتب العربیۃ بیروت

لیے تین سو خادم ہوں گے صبح وشام اس کے پاس سونے کے تین سو تھال لائے جائیں گے اور ہر تھال میں ایسا رنگ ہوگا جو دوسرے میں نہ ہوگا وہ پہلے سے جس طرح لذت اٹھائے گا اسی طرح آخری سے لذت اٹھائے گا وہ کہے گا اے میرے پروردگار اگر مجھے اجازت ہوتو میں اہل جنت کو کھلاؤں اور پلاؤں پھر بھی جو کچھ میرے پاس ہے اس میں کمی نہ ہو۔ اور اس جنتی کے لیے موٹی موٹی آنکھوں والی آہو چشم بہتر بیویاں ہوں گی ان میں سے ایک میل زمین گھیرے گی (1)۔

امام بیہقی نے البعث میں حضرت ابوعبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر جنتی مرد کا چار ہزار کنواری اور آٹھ ہزار ثیبہ اور ایک سو حوروں سے نکاح کیا جائے گا وہ ہر سات دنوں میں جمع ہوں گی اور ایسی خوبصورتی سے یہ نغمہ گائیں گی جسکی مثل مخلوق نے کبھی نہ سنی ہوگی۔ ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں ہم کبھی ہلاک نہ ہوں گی، ہم نرم و نازک ہیں، ہم کبھی سخت مزاج نہ ہوں گی، ہم ہمیشہ خوش رہنے والیاں ہیں، ہم کبھی ناراض نہ ہوں گی، ہم اپنے مقام پر ٹھہرنے والیاں ہیں، کبھی سفر نہ کریں گی مبارک ہو اسے جو ہمارے لیے ہیں اور ہم اس کے لیے ہیں۔

امام احمد اور بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں صبح کے وقت جانا یا شام کے وقت لوٹنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی کے لیے کمان کی مقدار ہونا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر اہل جنت کی عورتوں میں کوئی عورت زمین پر جھانکے تو زمین و آسمان کا درمیان روشن ہو جائے اور زمین و آسمان کے درمیان خوشبو بھر جائے اور اس کے سر کا دوپٹہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (2)۔ ابن ابی الدنیا نے صفۃ الجنۃ میں امام ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر اہل جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت سات سمندروں میں تھوک دے تو وہ سمندر شہد سے زیادہ میٹھے ہو جائیں۔ امام احمد نے الزہد میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر اہل جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین پر جھانکے تو ساری زمین کستوری کی خوشبو سے بھر جائے۔ ابن ابی شیبہ اور ہناد بن السری نے کعب سے روایت کیا ہے کہ اگر اہل جنت کی کوئی عورت اپنی ہتھیلی ظاہر کر دے تو زمین و آسمان کا درمیان روشن ہو جائے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور ہناد بن السری نے الزہد میں، نسائی، عبد بن حمید نے اپنی مسند میں ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے ابو القاسم تمہارا خیال ہے کہ اہل جنت کھاتے پیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ جنتیوں میں سے ایک شخص کو کھانے، پینے، جماع کرنے اور شہوت میں تم جیسے سو مردوں کی طاقت عطا کی جائے گی فرمایا جو شخص کھاتا، پیتا ہے اس کو حاجت ہوتی ہے جبکہ جنت پاک ہے اس میں کسی قسم کی غلاظت اور گندگی نہ ہوگی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کی حاجت پسینہ کی شکل میں کستوری کی مہک کی طرح بہہ جائے گی، جب وہ پسینہ نکل جائے گا تو اس کا پیٹ خود

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 537، مطبوعہ دار صادر بیروت 2۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، جلد 5، صفحہ 2401، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب صفۃ الجنۃ جلد 7، صفحہ 32، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

بخود بار یک ہو جائے گا(1)۔

امام ابویعلی، طبرانی، ابن عدی نے کامل میں اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا اہل جنت نکاح کریں گے فرمایا پے در پے جماع کریں گے نہ منی ختم ہوگی نہ خواہش (2)۔

امام بزار، الطبرانی اور الخطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اپنی عورتوں سے جنت میں حقوق زوجیت پورے کریں گے فرمایا ایک شخص ایک دن میں سو کنواری عورتوں سے حقوق زوجیت ادا کرے گا۔

امام ابویعلی اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم جنت میں اپنی عورتوں سے اپنی حاجت پوری کریں گے جیسا کہ ہم دنیا میں ان سے اپنی خواہش پوری کرتے ہیں، فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے ایک شخص ایک دن میں سو کنواری عورتوں سے اپنی خواہش پوری کرے گا(3)۔ ابن ابی حاتم اور الطبرانی نے ابوامامہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کیا اہل جنت نکاح کریں گے، فرمایا ہاں۔ ایسی فرج کے ساتھ جو نہ اکتائے گی اور ایسے ذکر کے ساتھ جو دوہرا نہ ہوگا اور ایسی شہوت کے ساتھ جو ختم نہ ہوگی۔ پے در پے جماع کریں گے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا اور البزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کیا اہل جنت اپنی بیویوں کو چھوئیں گے؟ فرمایا ہاں، ایسے ذکر کے ساتھ جو اکتائے گا نہیں۔ اور ایسی فرج کے ساتھ جس کی خواہش ختم نہیں ہوگی اور ایسی شہوت کے ساتھ جو ختم نہ ہوگی۔

الحرث بن ابی اسامہ اور ابن ابی حاتم نے حضرات سلیم بن عامر اور الہیثم الطائی رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے جنت میں جماع کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا مرغوب فرج کے ساتھ اور نہ اکتانے والے ذکر کے ساتھ، اور ایک شخص جنت میں چالیس سال کی مقدار اپنا تکیہ لگا کر بیٹھا رہے گا، اس سے گھومے گا نہیں اور نہ ہی اس سے اکتائے گا اور اس مقام پر وہی کچھ اسے ملے گا جس کی اس کا نفس خواہش کرے گا اور جس سے اس کی آنکھیں لذت محسوس کریں گی۔

امام بیہقی نے البعث میں، ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں خارجہ العذری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے تبوک کے مقام پر ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا یا رسول اللہ ﷺ کیا اہل جنت جماع کریں گے، فرمایا ان میں سے ہر شخص کو ایک دن میں تمہارے ستر آدمیوں سے زیادہ قوت دی جائے گی۔

امام طبرانی نے حضرت زید بن ارقم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بول اور جنابت پسینہ کی شکل میں کستوری کی خوشبو کے ساتھ ان کی مینڈھیوں کے نیچے سے بہہ جائے گا۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب صفۃ الجنۃ، جلد 7، صفحہ 37، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ معجم کبیر از طبرانی، جلد 1، صفحہ 160، مطبوعہ داراحیاء التراث الاسلامی بیروت 3۔ مسند ابویعلی، جلد 2، صفحہ 432، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت ابوداؤد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جنت میں منی اور موت نہیں ہے، جنتی عورتوں سے متواتر صحبت کرتے رہیں گے(1)۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل جنت عورتوں سے صحبت کریں گے لیکن وہ بچے جنم نہ دیں گی۔ جنت میں منی اور موت نہیں ہے(2)۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت عطاء الخراسانی سے اس کی مثل روایت کیا ہے(3)۔

امام وکیع، عبدالرزاق، ہناد، ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جنت میں خواہش کے مطابق جماع ہوگا لیکن بچہ نہ ہوگا، فرمایا جنتی متوجہ ہوگا پس وہ نظر کرے گا تو اسکی شہوت پیدا ہوجائے گی پھر وہ دیکھے گا تو اس کے لیے دوسری شہوت پیدا ہوجائے گی(4)۔ الضیاء المقدسی نے صفۃ الجنۃ میں ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ پوچھا گیا کیا جنت میں ہم وطی کریں گے فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے متواتر، بار بار جماع ہوگا جب مرد ایک مرتبہ جماع سے فارغ ہوگا تو عورت پھر پاک اور باکرہ ہوجائے گی۔

امام بزار اور طبرانی نے الصغیر میں اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل جنت اپنی عورتوں سے جماع کریں گے پھر وہ دوبارہ ان کے پاس آئیں گے تو وہ باکرہ ہوں گی(5)۔ عبد بن حمید، احمد بن حنبل نے زوائد الزہد میں اور ابن المنذر نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مومن جب اپنی بیوی کا ارادہ کرے گا تو وہ اس کو باکرہ پائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل جنت میں سے ایک شخص کا قد نوے میل ہو گا، عورت کا قد تیس میل ہوگا اور اس کے بیٹھنے کی جگہ ایک جریب ہوگی اور مرد کی شہوت، عورت کے جسم سے ستر سال جاری رہے گی اور وہ لذت محسوس کرے گی(6)، احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد نے البعث میں معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی عورت دنیا میں اپنے خاوند کو اذیت نہیں پہنچاتی لیکن جنت کی حور اس کی بیوی سے کہتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے غارت کرے تیرے ساتھ اس کا عارضی رشتہ ہے وہ تجھے چھوڑ کر عنقریب ہمارے پاس آجائے گا(7)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

امام ابن اسحٰق، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق روایت کیا ہے کہ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ خیر کا ثواب اور شر کا عذاب ہمیشہ ہوگا اس میں انقطاع نہ ہوگا۔ امام احمد اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے اس آیت کا مفہوم یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ جنت میں مریں گے نہیں۔ الطستی نے اپنے مسائل میں حضرت ابن

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 11، صفحہ 421　2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 420　3۔ ایضاً

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ذکر الجنۃ، جلد 7 صفحہ 36　5۔ معجم صغیر از طبرانی، صفحہ 249

6۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب صفۃ الجنۃ، جلد 7، صفحہ 31　7۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 502، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت

عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق نے ان سے کہا کہ مجھے اس ارشاد کی تفسیر بیان کیجئے۔ فرمایا وہ اس میں وہ ٹھہرے رہیں گے ہمیشہ ہمیشہ۔ نافع نے کہا کیا عرب یہ مفہوم جانتے ہیں فرمایا ہاں! کیا تو نے عدی بن زید کا یہ شعر نہیں سنا۔

هَلْ مِنْ خَالِدٍ اِمَّا هَلَكْنَا وَهَلْ بِالْمَوْتِ يَا لِلنَّاسِ عَارٌ

کیا ہمیشہ رہیں گے یا ہم ہلاک ہو جائیں گے اے لوگو! کیا موت سے بھاگنا (ممکن) ہے۔

امام عبد بن حمید، بخاری، مسلم اور ابن مردویہ نے حضرت عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اہل جنت، جنت میں داخل ہوں گے اور دوزخی، دوزخ میں پھر ان کے درمیان اعلان کرنے والا اٹھے گا (اور اعلان کرے گا) اے دوزخیو! (اب) کوئی موت نہیں ہے۔ اے جنتیو! (اب) کوئی موت نہیں ہے، جو جہاں ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا (1)۔

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول الله ﷺ نے فرمایا اہل جنت کو کہا جائے گا ہمیشہ (زندہ) رہو گے اب موت نہیں آئے گی۔ دوزخیوں کو کہا جائے گا ہمیشہ اسی عذاب میں (زندہ) رہو گے اب کوئی موت نہیں آئے گی (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن ماجہ، حاکم انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول الله ﷺ نے فرمایا موت کو سینگوں والے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا پھر اسے پل صراط پر ٹھہرایا جائے گا۔ ارشاد ہو گا اے اہل جنت، وہ ڈرتے کانپتے ہوئے دیکھیں گے کہ کہیں انہیں ان نعمتوں سے نکال نہ دیا جائے۔ ارشاد ہو گا اسے جانتے ہو وہ کہیں گے ہاں یہ موت ہے، پھر ارشاد ہو گا اے دوزخیو! وہ خوش ہو کر متوجہ ہوں گے کہ ہو سکتا ہے انہیں اس عذاب سے نکالا جائے گا۔ پھر ارشاد ہو گا کیا اسے جانتے ہو؟ وہ کہیں گے ہاں یہ موت ہے۔ پس موت کو پل صراط پر ذبح کرنے کا حکم ہو گا پھر فریقین کو کہا جائے گا جس جس جگہ تم ہو تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور اس میں موت نہیں ہو گی (3)۔

امام طبرانی اور حاکم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول الله ﷺ نے انہیں یمن کی طرف بھیجا جب وہ یمنیوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا اے لوگو! (میں تمہاری طرف الله کے رسول کی طرف سے بھیجا گیا ہوں) آپ کا ارشاد یہ ہے کہ میں تمہاری طرف الله کا پیغام پہنچانے والا ہوں، الله کی طرف لوٹنا ہے جنت یا دوزخ کی طرف لوٹنا ہے بغیر موت کے ہمیشہ رہنا ہے بغیر سفر کے ہمیشہ ٹھہرنا ہے ایسے جسموں میں رہنا ہے جو مریں گے نہیں (4)۔

امام طبرانی، ابن مردویہ اور ابونعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول الله ﷺ نے فرمایا اگر دوزخیوں کو یہ کہا جائے گا کہ تم دنیا میں موجود کنکریوں کی مقدار دوزخ میں رہو گے تو وہ خوش ہوں گے اور اگر جنتیوں کو کہا جائے گا کہ تم کنکریوں کی تعداد جنت میں رہو گے تو وہ پریشان ہوں گے لیکن الله تعالیٰ نے ہر ہر گروہ کے لیے ہمیشہ رہنا مقدر کر دیا ہے (5)۔

1۔ صحیح مسلم، جلد 17، صفحہ 162، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ صحیح بخاری، جلد 5، صفحہ 2397، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق

3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 575، رقم الحدیث: 4327، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، بیروت

4۔ معجم اوسط، جلد 2، صفحہ 387، مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض 5۔ معجم کبیر از طبرانی، جلد 10، صفحہ 222، مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی، بیروت

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَا ذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَ مَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

”بے شک اللہ حیا نہیں فرماتا کہ ذکر کرے کوئی مثال مچھر کی یا اس سے بھی حقیر چیز کی تو جو ایمان لائے وہ خوب جانتے ہیں کہ مثال حق ہے ان کے رب کی طرف سے (اتری ہے) اور جنہوں نے کفر کیا ہو وہ کہتے ہیں کیا قصد کیا اللہ نے اس مثال کے ذکر سے گمراہ کرتا ہے اللہ اس سے بہتیروں کو اور ہدایت دیتا ہے اس سے بہتیروں کو اور نہیں گمراہ کرتا اس سے مگر نافرمانوں کو۔ وہ جو ڈرتے رہتے ہیں عہد خداوندی کو اسے پختہ باندھنے کے بعد اور کاٹتے رہتے ہیں اسے، حکم فرمایا اللہ نے جس کے جوڑنے کا اور فساد مچاتے رہتے ہیں زمین میں وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں“۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور کئی دوسرے صحابہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لیے کَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا اور اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ کے ساتھ مثالیں بیان فرمائیں تو منافقین نے کہا اللہ تعالیٰ ایسی امثال بیان کرنے سے پاک ہے اللہ تعالیٰ نے اس وقت مذکورہ آیات نازل فرمائیں (1)۔

امام عبد الغنی الثقفی نے اپنی تفسیر میں اور الواحدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے خداؤں کا ذکر فرمایا وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا (الحج:73) (اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے) اسی نے ان کے خداؤں کے مکر کا ذکر فرمایا کہ وہ عنکبوت (مکڑی) کے جالے کی طرح ہے۔ تو انہوں نے کہا کیا دیکھا تو نے کہ اللہ تعالیٰ مکھی اور مکڑی کا ذکر فرما رہا ہے اس قرآن میں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے وہ ان مثالوں سے کیا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ الخ (2)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے مکڑی اور مکھی کا ذکر فرمایا تو مشرکین نے کہا مکڑی اور مکھی کو کیوں ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما دیں (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 203

2۔ اسباب النزول، صفحہ 14، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 204

امام ابن ابی حاتم نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیات نازل ہوئیں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ (الحج:73) تو مشرکین نے کہا یہ امثال کیا ہیں۔ وہ یہ اور اس قسم کی دوسری مثالیں کیوں بیان فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ مچھر مقصود نہیں بلکہ مثال مراد لی ہے۔

امام ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مچھر اللہ کی مخلوق سے کمزور ترین ہے۔ امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے العظمۃ میں اور دیلمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ میں نہ رہو اگر وہ کسی سے بے پرواہ ہوتا تو مچھر، چیونٹی اور رائی سے ہوتا (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ الخ کی یہ تفسیر نقل فرمائی ہے کہ یہ مثال حق ہے اور یہ اللہ کا کلام ہے اور اس کی طرف سے آیا ہے (2)۔ عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر نے حضرت مجاہد سے اس آیت سے متعلق یہ نقل کیا ہے کہ مومنین اس مثال پر ایمان لاتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں ایسی مثالوں کے ذریعے ہدایت دیتا ہے اور فاسق اس کو جانتے ہیں پھر کفر کرتے ہیں (3)۔ ابن جریر نے ابن مسعود اور دوسرے صحابہ سے روایت کیا ہے کہ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا الخ کا مطلب یہ ہے کہ وہ منافقین کو اس کے ساتھ گمراہ کرتا ہے اور مومنین کو اس کے ساتھ ہدایت دیتا ہے۔ اور فاسقین سے مراد منافقین ہیں۔ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ الخ کے متعلق فرمایا کہ وہ پہلے اس کا اقرار کرتے ہیں پھر کفر کر کے اس عہد کو توڑتے ہیں (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کافر اس کو جانتے ہیں پھر اس کا انکار کرتے ہیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس کا یہ مفہوم روایت کیا ہے کہ انہوں نے فسق کا ارتکاب کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے فسق کی وجہ سے انہیں گمراہ کر دیا ہے۔

امام بخاری، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے کہ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ الخ سے مراد حروریہ ہیں۔ فرمایا عہد کے توڑنے سے بچو اللہ تعالیٰ نے عہد توڑنے والوں کو فاسقین کہا ہے (5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ عہد کو توڑنے سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عہد توڑنے کو ناپسند فرمایا ہے اور اس پر وعید سنائی ہے اور قرآن کی کئی آیات میں بطور نصیحت، موعظت اور محبت عہد کو ذکر فرمایا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ ایسی وعید کسی دوسرے گناہ پر فرمائی ہو جو اس نے عہد کو توڑنے پر فرمائی، جو اللہ کا عہد اور وعدہ دے اسے چاہیے کہ اسے ضرور پورا کرے (6)۔

1۔ مسند الفردوس للدیلمی، جلد 5، صفحہ 274، مطبوعہ عباس احمد الباز مکہ مکرمہ 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 208
3۔ ایضاً 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 212 6۔ ایضاً

امام احمد، البزار، ابن حبان، طبرانی نے الاوسط میں، بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ خبردار اس کا ایمان نہیں جس کے لیے امانت نہیں، اس کا دین نہیں جس کے لیے عہد کی پاسداری نہیں (1)۔ طبرانی نے الکبیر میں عبادہ بن الصامت اور ابوامامہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔ طبرانی نے الاوسط میں ابن عمر سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسن عہد، ایمان (کی علامت) ہے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ سے مراد رحم اور قرابت ہے (3)۔

ابن ابی حاتم نے سدی سے وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ وہ اس میں معصیت اور گناہ کے عمل کرتے ہیں۔ ابن المنذر نے مقاتل سے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ کے متعلق روایت کیا ہے کہ اس سے مراد دوزخی ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہر وہ اسم جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کے علاوہ کی طرف کی ہے مثلاً خاسر، مسرف اور ظالم، فاسق تو اس سے مراد کفر ہوتا ہے اور جس اسم کو اہل اسلام کے لیے استعمال فرمایا ہے اس سے مراد گناہ ہوتا ہے (4)۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

”کیونکر تم انکار کرتے ہو اللہ کا حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے“۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور کئی دوسرے صحابہ سے روایت کیا ہے کہ مذکورہ آیت کا معنی یہ ہے کہ تم کچھ بھی نہ تھے اس نے تمہیں پیدا فرمایا پھر وہ تمہیں مارے گا پھر تمہیں قیامت کے روز زندہ کرے گا (5)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے آباء کی صلبوں میں تھے اور کچھ بھی نہ تھے حتیٰ کہ اس نے تمہیں پیدا فرمایا پھر وہ حق کی موت مارے گا تمہیں حق کی زندگی کے ساتھ زندہ کرے گا جب وہ تمہیں اٹھائے گا (6)۔ عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ سے اس آیت کی یہ تفسیر

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 78
2۔ تاریخ کبیر از بخاری، جلد 1، صفحہ 319، مطبوعہ حیدرآباد دکن
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 212
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 213
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 214
6۔ ایضاً

نقل کی ہے وہ اپنے آباء کی صلبوں میں مردہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا، پھر انہیں باہر نکالا پھر وہ انہیں ایسی موت دے گا جو یقینی ہے پھر انہیں قیامت کے روز زندہ کرے گا، ان دو موتوں اور زندگیوں کا ذکر اس آیت میں ہے(1)۔ وکیع اور ابن جریر نے ابو صالح سے نقل کیا ہے کہ وہ قبر میں تمہیں زندہ کرے گا پھر وہ تمہیں موت دے گا(2)۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد سے اس آیت کے متعلق روایت فرمایا ہے کہ تم کچھ نہ تھے حتیٰ کہ اس نے تمہیں پیدا فرمایا پھر وہ تمہیں حق کی موت دے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا اللہ تعالیٰ کا ارشاد رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ (المومن: 11) اس آیت کی مثل ہے(3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابو العالیہ سے یہ مفہوم روایت کیا ہے کہ وہ کچھ نہ تھے اس نے انہیں موت دی پھر زندہ کیا پھر زندگی کے بعد قیامت کے روز اس کی بارگاہ میں وہ لوٹیں گے(4)۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًاۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۠ ﴿۲۹﴾

"وہی تو ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے سب کا سب پھر توجہ فرمائی اوپر کی طرف تو ٹھیک ٹھیک بنا دیا انہیں سات آسمان اور وہ سب کو خوب جانتا ہے"۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ اس نے اپنی کرم نوازی سے ابن آدم کے لیے بطور نعمت ساری زمین کو مسخر کر دیا ہے مخصوص عرصہ تک یہ اس کے لیے سامان زیست اور نفع بخش چیزیں اور گزارے کی روزی ہے(5)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے العظمۃ میں حضرت مجاہد سے اس آیت کے متعلق یہ روایت کیا ہے کہ خَلَقَ بمعنی سخر ہے یعنی اس نے تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب مسخر کیا ہے پھر توجہ فرمائی اوپر کی طرف۔ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے زمین کو آسمان سے پہلے پیدا فرمایا، جب زمین کو پیدا فرمایا تو اس سے دخان (دھواں) اٹھا۔ اسی لیے فرمایا پھر اس نے توجہ فرمائی اوپر کی طرف تو ٹھیک ٹھیک بنا دیا انہیں سات آسمان۔ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے سات آسمان ایک دوسرے کے اوپر بنائے اور سات زمینیں ایک دوسرے کے نیچے بنائیں(6)۔ امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں السدی کے طریق سے ابو مالک اور ابو صالح سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، مرہ الہمدانی سے انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور کئی دوسرے صحابہ سے مذکورہ آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور پانی سے پہلے اس نے کوئی چیز پیدا نہیں کی تھی جب اس نے تخلیق کا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 215 — 2۔ ایضاً — 3۔ ایضاً جلد 1، صفحہ 214 — 4۔ ایضاً
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 219 — 6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 223

ارادہ فرمایا تو پانی سے دھواں نکالا پس وہ دھواں پانی پر بلند ہوا تو اس کو آسمان بنادیا پھر پانی خشک ہوا تو اسے زمین بنادیا پہلے اس کو ایک سطح میں پھاڑا پھر اسے پھاڑا تو دو دنوں میں یعنی اتوار اور سوموار کو اسے سات زمینیں بنادیا۔ پھر زمین کو مچھلی کے اوپر پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس کا ذکر نٓ وَالْقَلَمِ کے ارشاد میں فرمایا اور مچھلی پانی سے ہے اور پانی ایک چٹان پر ہے اور چٹان ایک فرشتہ کی پیٹھ پر ہے اور فرشتہ ایک اور چٹان پر ہے اور چٹان ہوا میں ہے۔ حضرت لقمان نے جس چٹان کا ذکر کیا ہے وہ یہی ہے نہ وہ آسمان میں ہے اور نہ زمین میں ہے، مچھلی نے حرکت کی اور تڑپی تو زمین ہلنے لگی اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑوں کو گاڑھ دیا۔ پس پہاڑ زمین پر فخر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ (النحل:15) اس قدرت کاملہ کے مالک نے زمین میں پہاڑ پیدا فرماتے پھر زمین پر رہنے والوں کی خوراک اور درخت پیدا فرمائے اور جو کچھ زمین کے لیے موزوں تھا منگل اور بدھ دو دنوں میں پیدا فرمایا۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ (فصلت:9) الی قولہ وَ بٰرَكَ فِيْهَا (فصلت:10) فرماتے ہیں زمین میں درخت اگائے اور اس میں خوراک کا اندازہ فرمایا پھر زمین والوں کو فرمایا۔ فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ۝۔ (فصلت)

پس جو پوچھے، معاملہ اسی طرح ہے، ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ (فصلت:11) یہ دھواں پانی کے سانس لینے سے پیدا ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ایک آسمان بنایا پھر چیر کر اسے دو دنوں خمیس اور جمعہ میں سات آسمان بنائے، جمعہ کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق جمع ہوئی۔ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا (فصلت:12)

فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں فرشتے، اس کے اوپر رہنے والی دوسری مخلوق، سمندر، پہاڑ، سردی اور وہ کچھ جو عقل انسانی کو معلوم نہیں پھر پہلے آسمان کو ستاروں سے سجایا اور ان ستاروں کو آسمان کے لیے زینت اور شیطانوں سے حفاظت کرنے کے لیے پیدا فرمایا پھر جب یہ سب کچھ اپنی پسند کا مکمل ہوا تو عرش کی طرف توجہ فرمائی (1)۔

امام بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ کی یہ تفسیر نقل فرمائی ہے کہ اس نے ساتوں آسمانوں کو پیدا فرمایا۔ فرماتے ہیں پانی پر آگ کو جاری فرمایا۔ پس سمندر سے بخارات اٹھے، ہوا کی طرف بلند ہوئے پھر اس سے آسمان بنادیئے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ کی یہ تفسیر نقل فرمائی ہے کہ اس نے آسمان کو بلند کیا فَسَوّٰىهُنَّ پھر انکی تخلیق کو ٹھیک ٹھیک بنایا (2)۔

امام عثمان بن سعید الدارمی نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب اشیاء کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا، کیونکہ اس کا عرش پانی پر تھا اور نہ کوئی زمین تھی اور نہ کوئی آسمان تھا، تو پہلے ہوا کو پیدا فرمایا پھر ہوا کو پانی پر مسلط فرمایا حتیٰ کہ پانی کی موجوں میں اضطراب آگیا اور ٹیلوں کی طرح ابھرنے لگیں، پھر اللہ تعالیٰ نے پانی سے دھویں مٹی اور جھاگ نکالی، دھویں کو حکم دیا تو وہ بلند ہوگیا اور بڑھ گیا پھر اس سے آسمانوں کو پیدا فرمایا اور مٹی سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 222 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 21، 219

زمینیں پیدا فرمائیں اور جھاگ سے پہاڑ پیدا فرمائے۔

امام احمد، بخاری نے التاریخ میں، مسلم، نسائی، ابن المنذر، ابوالشیخ نے العظمۃ میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مٹی کو پیدا فرمایا پھر اتوار کے دن اس میں پہاڑوں کو پیدا فرمایا، سوموار کے دن درختوں کو پیدا فرمایا، منگل کے دن مکروہ چیزوں کو پیدا فرمایا، بدھ کے روز نور کو پیدا فرمایا، پھر جمعرات کو زمین میں چوپائے پھیلائے، جمعہ کے دن عصر کے بعد آدم کو پیدا فرمایا (1)

امام احمد، عبد بن حمید، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اس کو حسن بھی کہا ہے) ابن ماجہ اور عثمان بن سعید الدارمی نے الردعلی الجہمیہ میں، ابن ابی الدنیا میں المطر میں، ابن ابی عاصم نے السنۃ میں، ابویعلی نے ابن حزیمہ نے التوحید میں، ابن ابی حاتم، ابو احمد، الحاکم نے الکنیٰ میں، الطبرانی نے الکبر میں، ابوالشیخ نے العظمۃ میں، حاکم (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) اللالکائی نے السنۃ میں اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے پاس موجود تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ ہم نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال ہے ساتویں آسمان کے اوپر سمندر ہے۔ پھر سمندر کے اوپر والے اور نیچے والے حصہ کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے پھر اس کے اوپر آٹھ پہاڑی بکرے ہیں جن کے سروں اور کھروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے اس کے اوپر عرش ہے جس کے نچلے اور اوپر والے حصہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے، اللہ تعالیٰ کا علم اس کے اوپر ہے اور بنی آدم کے اعمال میں سے کوئی چیز اس پر مخفی نہیں ہے (2)۔

اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں، البزار، ابوالشیخ نے العظمۃ میں ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زمین اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے، اسی طرح ساتویں آسمان تک ہر دو آسمانوں کے درمیان مسافت ہے، زمینوں کے درمیان بھی اسی طرح کی مسافت ہے، ساتویں آسمان اور عرش کے درمیان اس تمام مسافت کی مثل مسافت ہے اگر تم اپنے ساتھی کے لیے گڑھا کھودو پھر تم اسے اس میں لٹکا دو تو اللہ تعالیٰ کا علم اسے پالے گا۔

امام ترمذی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک بادل گزرا، آپ ﷺ نے پوچھا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، فرمایا یہ بادل ہے یہ زمین کو سیراب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اس شہر کی طرف لے جاتا ہے جو اس کی عبادت نہیں کرتے اور اس کا شکر ادا نہیں کرتے پھر پوچھا کیا تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر

1۔ صحیح مسلم، جلد 18-17، صفحہ 111، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ مسند احمد بن حنبل، جلد 1، صفحہ 206، مطبوعہ دار صادر بیروت

جانتے ہیں فرمایا اس کے اوپر آسمان ہے، پھر پوچھا کیا تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اس کے اوپر ایک رکی ہوئی موج اور محفوظ چھت ہے، تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اس کے اوپر آسمان ہے۔ پوچھا تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے، صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اس کے اوپر دوسرا آسمان ہے، کیا تم جانتے ہو ان دونوں آسمانوں کے درمیان کتنی مسافت ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اسکا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے سات آسمان شمار فرمائے اور ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت بیان فرمائی۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، فرمایا اس کے اوپر عرش ہے۔ پوچھا کیا تم جانتے ہو ساتویں آسمان اور عرش کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا جتنا دو آسمانوں کے درمیان ہے۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ یہ زمین ہے، کیا تم جانتے ہو اس کے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اسکا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اس کے نیچے دوسری زمین ہے اور ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے حتیٰ کہ سات زمینیں شمار فرمائیں (اور) ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ شمار فرمایا (1)۔

حضرت عثمان بن سعید الدارمی نے الرد علی الجہمیہ میں، ابن المنذر، طبرانی، ابو الشیخ، ابن مردویہ، اللالکائی اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا آسمان اور زمین کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ اور ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی ہے۔ اور آسمان اور کرسی کے درمیان پانچ سو سال کے مسافت ہے، پھر کرسی اور پانی کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ عرش پانی پر ہے اور اللہ تعالیٰ عرش سے اوپر ہے اور وہ جانتا ہے جس ڈگر پر تم ہو۔

امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا، اللہ تعالیٰ کی ذات برکت والی ہے، اس کی سفیدی کتنی شدید ہے اور دوسرے آسمان کی سفیدی اس سے بھی شدید ہے پھر اسی طرح کہتے گئے حتیٰ کہ ساتوں آسمانوں کا ذکر کیا اور ساتوں آسمانوں کے اوپر پانی کو پیدا فرمایا اور پانی کے اوپر عرش کو پیدا فرمایا، آسمان دنیا کے اوپر سورج، چاند، ستارے اور رجوم پیدا فرمائے۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! یہ آسمان کیا ہے فرمایا یہ ایک موج ہے جو تم سے روکی گئی ہے۔ اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند میں، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے الاوسط میں اور ابو الشیخ نے ربیع بن انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آسمان دنیا ایک رکی ہوئی موج ہے اور دوسرا آسمان سفید سنگ مرمر ہے، تیسرا لوہا ہے اور چوتھا تانبا ہے اور پانچواں چاندی ہے، چھٹا سونا ہے اور ساتواں سرخ یاقوت۔ ہے اور اس کے اوپر نور کے صحرا ہیں، اس کے اوپر کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ایک فرشتہ جس کے سپرد

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 12-11۔ صفحہ 131، (3298) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

پردے ہیں اس کو میطاطروش کہا جاتا ہے۔ ابوالشیخ نے سلیمان فارسی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آسمان دنیا سبز زمرد سے ہے اور اس کا نام رقیعاء ہے دوسرا آسمان سفید چاندی سے ہے اور اس کا نام ازقلون ہے، تیسرا آسمان سرخ یاقوت سے ہے اور اس کا نام قیدوم ہے، چوتھا آسمان سفید موتیوں سے ہے اور اس کا نام ماعونا ہے اور پانچواں آسمان سرخ سونے سے ہے اور اس کا نام ریقا ہے، چھٹا آسمان زرد یاقوت سے ہے اور اس کا نام دقناء ہے اور ساتواں آسمان نور سے ہے اور اس کا نام عریبا ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آسمان دنیا کا نام رقیع ہے اور ساتویں آسمان کا نام الصراخ ہے۔ عثمان بن سعید الدارمی نے کتاب الرد علی الجھمیہ میں اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آسمانوں کا سردار وہ آسمان ہے جس میں عرش ہے اور زمینوں کی سردار زمین وہ ہے جس پر تم رہتے ہو۔ ابن ابی حاتم نے الشعبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابن عباس نے ابوالجلد کی طرف لکھا کہ آسمان کس چیز کا بنا ہوا ہے؟ انہوں نے جواباً لکھا کہ آسمان ایک رکی ہوئی موج ہے۔ ابن ابی اتم نے حبہ العوفی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس طرح قسم اٹھاتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمان کو دھویں اور پانی سے پیدا فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آسمان دودھ سے بھی زیادہ سفید ہے۔ عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت سفیان ثوری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمینوں کے نیچے ایک چٹان ہے ہمیں خبر پہنچی ہے کہ اس چٹان کی وجہ سے آسمان کی سبزی ہے۔ ابوالشیخ نے العظمہ میں اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہر چیز میں غور وفکر کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور وخوض نہ کرو، بے شک ساتویں آسمان سے کرسی تک سات ہزار نور ہیں اور وہ اس کے اوپر ہے۔

امام عبدالرزاق اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق روایت کیا ہے کہ یہ آسمان ایک دوسرے کے اوپر ہیں اور ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے (1)۔

امام ابن الضریس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن میں زیادہ عدل والی آیت وہ ہے جس کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کوئی اسم ہے۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٩﴾ (البقرہ)

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾

"اور یاد کرو جب فرمایا تمہارے رب نے فرشتوں سے میں مقرر کرنے والا ہوں زمین میں ایک نائب کہنے لگے کیا تو مقرر کرتا ہے زمین میں جو فساد برپا کرے گا اس میں اور خون ریزیاں کرے گا حالانکہ ہم تیری تسبیح کرتے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 223

ہیں تیری حمد کے ساتھ اور پاکی بیان کرتے ہیں تیرے لئے۔ فرمایا بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن میں جہاں اِذْ استعمال ہوا ہے وہ معاملہ ہو چکا ہوتا ہے ابن جریر نے حسن سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں جَاعِلٌ بمعنی فاعل ہے (1)۔ ابن جریر نے ضحاک سے نقل کیا ہے کہ قرآن میں جہاں بھی جعل استعمال ہوا ہے وہ خلق کے معنی میں ہے (2)۔

امام وکیع، عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے انکی تخلیق سے پہلے انہیں نکالا پھر ابن عباس نے بطور دلیل اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً کی آیت تلاوت فرمائی (3)۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور اس کو صحیح بھی کہا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل کرنے سے پہلے جنت سے نکالا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ الخ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے زمین پر جن رہتے تھے، انہوں نے زمین میں فساد برپا کیا، خونریزی کی۔ جب انہوں نے فساد فی الارض کو اپنا وطیرہ بنالیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرشتوں کے لشکر مسلط فرمائے۔ انہوں نے انہیں مارا اور سمندری جزیروں تک بھگا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ ارشاد فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا جنوں کی طرح یہ انسان بھی زمین میں فساد پھیلائے گا اور خونریزیاں کرے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (4)، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابلیس کا تعلق ملائکہ کے ایک قبیلہ سے ہے جنہیں جن کہا جاتا ہے۔ وہ فرشتے سموم کی آگ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ ابلیس کا نام حارث تھا۔ یہ جنت کے داروغوں میں سے ایک داروغہ تھا اور اس قبیلہ کے علاوہ باقی تمام فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور جن آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا ہے اور وہ آگ کی زبان ہے جو آگ کے بھڑکنے کے وقت آگ کی ایک طرف ہوتی ہے۔ زمین پر سب سے پہلے جن سکونت پذیر ہوئے، پھر انہوں نے دنگا وفساد شروع کر دیا اور قتل وغارت کو معمول بنالیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ابلیس کو فرشتوں کے لشکر میں بھیجا۔ پس اس نے ان سے جنگ شروع کی اور انہیں پہاڑوں اور جزیروں کی طرف بھگا دیا۔ جب ابلیس یہ کام سرانجام دے چکا تو اس میں غرور پیدا ہوا۔ کہنے لگا میں نے ایسا کام کیا ہے جو کسی اور نے نہیں کیا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کی کیفیت پر مطلع ہوا لیکن فرشتے اس بات سے آگاہ نہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے کہا تو زمین میں اسے خلیفہ بنا رہا ہے جو فساد برپا کرے گا اور اس میں خون ریزیاں کرے گا جس طرح جنوں نے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، فرمایا میں ابلیس کے غرور ونخوت پر مطلع ہو چکا ہوں جب

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 227 2۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 228

3۔ تفسیر عبدالرزاق جلد 2 صفحہ 264 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 4۔ مستدرک حاکم، جلد 2 صفحہ 287 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کہ تم اس کی اس کیفیت پر مطلع نہیں ہو(1)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی مٹی لانے کا حکم دیا تو وہ لائی گئی پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو لیس دار اور بد بودار مٹی سے پیدا فرمایا۔ پس آپ کا جسم چالیس راتیں پڑا رہا۔ ابلیس آتا اور اپنے پاؤں سے اس جسم کو ٹھوکر مارتا تو آواز پیدا ہوتی۔ پھر وہ حضرت آدم کے جسم کے منہ سے داخل ہوتا اور دبر سے نکل جاتا، دبر سے داخل ہوتا اور منہ سے نکل جاتا پھر کہتا تو کچھ بھی نہیں ہے تجھے کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ قسم بخدا اگر مجھے تجھ پر مسلط کیا گیا تو میں ضرور تجھے ہلاک کر دوں گا اور اگر تجھے مجھ پر مسلط کیا گیا تو میں تیری نافرمانی کروں گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم کے جسم میں اپنی روح پھونکی تو وہ روح سر کی طرف آئی جہاں جہاں سے وہ روح گزرتی گئی وہاں گوشت اور خون پیدا ہوتا گیا۔ جب روح ناف تک پہنچی تو آدم علیہ السلام نے اپنے جسم کی طرف دیکھا اور اپنا سراپا آپ کو بہت پسند آیا، آدم علیہ السلام نے اٹھنا چاہا لیکن اٹھ نہ سکے اسی طرف خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (الانبیاء، 37) میں اشارہ ہے جب جسم میں روح مکمل ہوگئی تو آپ نے چھینک ماری اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ یہ کلمات اللہ تعالیٰ نے انہیں الہام فرمائے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَرْحَمُکَ اللّٰہُ یَا آدَمُ۔ وہ فرشتے جو ابلیس کے ساتھ تھے صرف انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا آدم کو سجدہ کرو۔ سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا، شیطان کے دل میں تکبر پیدا ہوا اور کہنے لگا میں اس کو سجدہ نہیں کرتا اور میں اس سے بہتر ہوں اور عمر میں بڑا ہوں اور از روئے تخلیق اس سے طاقتور ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو ہر خیر سے کلی طور پر مایوس کر دیا اور اس کو دھتکارا ہوا شیطان بنا دیا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے العظمہ میں حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بدھ کے روز پیدا فرمایا اور جنوں کو جمعرات کو پیدا فرمایا اور آدم کو جمعہ کے دن پیدا فرمایا، پس جنوں کی ایک قوم نے کفر کیا پس فرشتے ان کی طرف زمین پر آئے اور ان سے جنگ کی، زمین پر اس وقت فساد اور خون ریزی تھی۔ اسی وجہ سے فرشتوں نے کہا کیا تو اسے خلیفہ مقرر کرتا ہے جو زمین میں فساد برپا کرے گا(2)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آگ کو پیدا کیا تو فرشتے اس سے ڈر گئے اور کہنے لگے اے ہمارے رب تو نے اس کو کیوں پیدا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کے لئے جو میری مخلوق سے یہ میری نافرنی کرے گا۔ اس وقت فرشتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق نہ تھی۔ فرشتوں نے کہا اے میرے پروردگار کیا کوئی ہم پر ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ ہم تیری نافرمانی کریں گے؟ فرمایا نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ زمین میں ایک مخلوق پیدا کروں اور اس میں ایک خلیفہ بناؤں، وہ زمین میں خون ریزیاں کرے گی اور فساد پھیلائے گی۔ فرشتوں نے کہا کیا تو اسے زمین میں خلیفہ بناتا ہے جو زمین میں فساد پھیلائے گا پس ہمیں زمین پر اپنا خلیفہ بنا۔ ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 231 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 229 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 237

امام ابن جریر اور ابن عسا کر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوب مخلوق پیدا فرمائی تو عرش کی طرف متوجہ ہوا اور آسمان دنیا کی بادشاہی پر ابلیس کو مقرر فرمایا وہ فرشتوں کے قبیلہ سے تھا جنہیں جن کہا جاتا ہے ان کو جن اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ جنت کے داروغے تھے اور ابلیس بھی انکے ساتھ ایک داروغہ تھا، پس ابلیس کے دل میں تکبر پیدا ہوا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے مجھے بادشاہی عطا فرمائی اور جنت کا داروغہ بنایا کیونکہ میرے اندر صلاحیت زیادہ تھی، پس اللہ تعالیٰ اس کے خیالات پر مطلع ہوا، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے کہا اے ہمارے پروردگار کیا تو اس کو زمین میں خلیفہ مقرر کرتا ہے جو فساد پھیلائے گا اور خونریزیاں کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں انسان کو پیدا کرنے والا ہوں وہ ایک دوسرے سے حسد کرنے والے ہوں گے اور ایک دوسرے کو قتل کریں گے اور زمین میں فساد پھیلائیں گے۔ فرشتوں نے عرض کی کیا تو اس کو خلیفہ مقرر کر رہا ہے جو فساد برپا کرے گا۔ ابن عباس نے فرمایا ابلیس آسمان دنیا کے فرشتوں کا امیر تھا، پس اس نے تکبر کیا اور معصیت و نافرمانی کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے تکبر و سرکشی کو جان لیا تو فرمایا میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے کہ ابلیس کے نفس میں بغاوت ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے اسی آیت کے تحت حضرت ابن قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فرشتوں کو معلوم تھا کیونکہ اللہ نے انہیں بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خونریزی اور فساد فی الارض سے زیادہ کوئی چیز ناپسندیدہ نہیں ہے (2)۔

امام ابن المنذر اور ابن بطہ نے اپنی امالی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا اپنی رائے پر عمل کرنے سے اجتناب کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی رائے کو رد کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں فرشتوں نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کیا تو اسے زمین میں خلیفہ مقرر کرتا ہے جو زمین میں فساد برپا کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ ابن ابی الدنیا نے کتاب التوبہ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے ملائکہ نے لبیک لبیک کہا تھا، جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا کیا تو اسے زمین میں خلیفہ بنا رہا ہے جو زمین میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا، پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر زیادتی کی تو اللہ نے ان کی رائے سے اعراض فرما لیا پس فرشتے چھ سال عرش کے اردگرد لبیک لبیک کہتے ہوئے عذر خواہی کیلئے طوائف کرتے رہے اور یہ کہتے رہے لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ نَتُوْبُ اِلَیْکَ۔ ہم حاضر ہیں اور تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور تجھ سے توبہ طلب کرتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن عسا کر نے حضرت ابن سابط رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین مکہ کی جگہ سے پھیلائی گئی، ملائکہ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور ملائکہ ہی پہلے طواف کرنے والے تھے۔ مذکورہ آیت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 232 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 235

میں فی الارض سے مراد یہی زمین ہے۔ کسی نبی کی قوم جب ہلاک ہوتی اور وہ نبی اور نیک لوگ عذاب سے بچ جاتے تو وہ سب مکہ میں آتے اور اللہ تعالیٰ کی یہاں عبادت کرتے رہتے حتی کہ ان کا وصال ہو جاتا۔ حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت شعیب، حضرت صالح کی قبور زمزم اور رکن کے درمیان ہیں (1)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مذکورہ آیت میں التسبیح سے مراد تسبیح ہے اور تقدیس سے مراد نماز ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب کلام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لئے منتخب فرمایا اور وہ یہ کلام ہے۔ سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهٖ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔ (3)

امام ابن جریر اور ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے فرشتوں کی نماز کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر جبرئیل امین تشریف لائے اور فرمایا آسمان دنیا والے قیامت تک سجدہ میں ہیں اور کہہ رہے ہیں سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ۔ اور دوسرے آسمان والے قیامت تک رکوع میں ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَ الْجَبَرُوْتِ۔ اور تیسرے آسمان والے قیامت تک قیام میں ہیں اور کہہ رہے ہیں سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ۔ (4)

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ سے روایت کیا ہے کہ وَ نُقَدِّسُ لَكَ کا معنی ہے ہم تیرے لئے نماز پڑھتے ہیں (5)۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے التقدیس کا معنی تطہیر نقل کیا ہے (6)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس کا معنی یہ روایت کیا ہے ہم تیری عظمت اور تیری بڑائی بیان کرتے ہیں (7)۔ عبد بن حمید اور ابن جریر نے ابو صالح سے مذکورہ الفاظ کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ ہم تیری عظمت بیان کرتے ہیں اور تیری بزرگی بیان کرتے ہیں (8)۔ وکیع، سفیان بن عیینہ، عبدالرزاق، سعید بن منصور، عبد بن حمید اور ابن جریر نے اِنِّيْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کے تحت لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ابلیس کی معصیت اور معصیت کے لئے اس کی تخلیق کا علم تھا (9)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ سے مذکورہ جملہ کے تحت نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس کی اس خلیفہ سے انبیاء، رسل اور نیک لوگ ہوں گے اور جنت میں رہنے والے ہوں گے (10)۔ امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، احمد نے الزہد میں، ابن ابی الدنیا نے الامل میں حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اور آپ کی ذریت کو پیدا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 242 — 2۔ ایضاً
3۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 13، صفحہ 77، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت — 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 241
5۔ ایضاً جلد 1، صفحہ 242 — 6۔ ایضاً — 7۔ ایضاً — 8۔ ایضاً
9۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 243 — 10۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 245

فرمایا تو فرشتوں نے کہا اے ہمارے رب زمین ان کی گنجائش نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں موت کو پیدا کرنے والا ہوں، فرشتوں نے کہا پھر تو ان لوگوں کے لئے زندگی خوشگوار نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں امید کو بھی پیدا کرنے والا ہوں۔

امام احمد، عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا نے کتاب العقوبات میں، ابن حبان نے اپنی صحیح میں، بیہقی نے الشعب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آدم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا تو فرشتوں نے کہا اے ہمارے پرودگار کیا تو اسے زمین میں خلیفہ بنا رہا ہے جو زمین میں فساد برپا کرے گا اور خون ریزی کرے گا جبکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، فرشتوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم بنی آدم سے تیرے زیادہ اطاعت گزار ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا تم فرشتوں میں سے دو فرشتوں کو لے آؤ، ہم انہیں زمین پر اتارتے ہیں اور پھر دیکھتے ہیں کہ وہ کیسے اعمال کرتے ہیں فرشتوں نے کہا اے ہمارے رب ہاروت و ماروت تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں زمین میں اتر جاؤ، پس ان کے لئے زہرہ ستارہ کو ایک خوبصورت عورت کی شکل میں پیش کیا گیا، وہ عورت ان کے سامنے آئی تو ان دونوں نے اس سے اپنی خواہش نفس پوری کرنے کا سوال کیا۔ اس عورت نے کہا قسم بخدا تمہاری خواہش اس وقت تک پوری نہ ہوگی جب تک تم شرکیہ کلمات نہ کہو، انہوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ وہ عورت چلی گئی اور ایک بچہ اٹھائے ہوئے لوٹی پھر ان دونوں نے اس سے قضائے شہوت کا سوال کیا تو اس نے کہا تم مجھ سے اپنا مطلب پورا نہیں کر سکتے حتی کہ تم اس بچے کو قتل کر دو۔ انہوں نے کہا ہم قسم بخدا اس کو کبھی قتل نہ کریں گے، وہ واپس چلی گئی، پھر تیسری مرتبہ آئی تو اس کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا، ہاروت و ماروت نے پھر اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ اس نے کہا تمہاری خواہش پوری نہ ہوگی حتی کہ تم یہ شراب پی لو۔ پس ان دونوں نے شراب پی اور نشہ میں دھت ہو گئے۔ وہ اس عورت پر پل پڑے اور بچے کو بھی قتل کر ڈالا، جب انہیں ہوش آیا تو عورت نے کہا قسم بخدا پہلے تم نے جن باتوں سے انکار کیا تھا نشہ کی حالت میں ان سب کا تم نے ارتکاب کر دیا ہے۔ پس ان دونوں فرشتوں کو عذاب دنیا اور عذاب آخرت کے درمیان اختیار دیا گیا تو انہوں نے دنیا کے عذاب کو اختیار کیا۔ ابن سعد نے طبقات میں احمد، عبد بن حمید، ابوداؤد، ترمذی اور حکیم نے نوادر الاصول میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابوالشیخ نے العظمہ میں، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا فرمایا جس میں تمام زمین کے ٹکڑوں کے اجزاء تھے۔ اسی وجہ سے اولاد آدم مختلف شکلوں پر ہے، بعض ان میں سے سرخ، بعض سفید، بعض سیاہ اور بعض گندمی رنگ ہیں، بعض نرم مزاج، بعض سخت مزاج، بعض بدنیت اور بعض نیک سیرت ہیں۔ اس حدیث کو ترمذی اور حاکم نے صحیح کہا ہے (1)۔

امام سعید بن منصور، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمین سے دو ہزار

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 400، مطبوعہ دار صادر بیروت

سال پہلے کعبہ تخلیق ہوا۔لوگوں نے پوچھا زمین سے پہلے یہ کیسے پیدا ہوا جبکہ یہ بھی زمین کا حصہ ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ پانی پر ایک گول جزیرہ کی مانند تھا اور اس پر دو فرشتے دن رات دو ہزار سال تک اللہ کی تسبیح بیان کرتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اس جزیرہ سے اس کو پھیلا دیا اور کعبہ کو زمین کے درمیان میں کر دیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو عرش اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک کو بھیجا کہ زمین سے مٹی لائے، جب فرشتہ مٹی لینے کے لئے اترا تو زمین نے کہا میں تجھ سے اس ذات کا واسطہ دے کر سوال کرتی ہوں جس نے تجھے بھیجا ہے کہ تو مجھ سے آج کوئی ایسی چیز نہ لے جا جس سے کل آگ کو حصہ ملے۔ پس اس فرشتہ نے مٹی نہ اٹھائی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تجھے میرے حکم کی تعمیل سے کس چیز نے روکا ہے؟ اس نے عرض کی زمین نے مجھ سے تیری ذات کے واسطہ سے سوال کیا، پس میرے لئے یہ امر بڑا مشکل تھا کہ میں تیرے واسطہ کو رد کرتا، پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور فرشتے کو بھیجا اس کے ساتھ بھی یہ صورت حال پیش آئی حتی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام حاملین عرش کو بھیجا (لیکن سب واپس آگئے)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا، زمین نے اسے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کا واسطہ دیا لیکن ملک الموت نے کہا جس ذات نے مجھے بھیجا ہے وہ تیری نسبت اطاعت کا زیادہ حقدار ہے۔ پس ملک الموت نے تمام زمین سے ایک مٹھی بھری جس میں اچھی اور بری جگہ کے اجزاء موجود تھے حتی کہ کعبہ کی جگہ کے پاس سے مٹھی بھری پھر اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ پس اس مٹی پر جنت کا پانی ڈالا گیا پس وہ بدبودار مٹی بن گئی، پھر اپنے دست قدرت سے اس سے آدم کی تخلیق فرمائی پھر آپ کی پیٹھ پر مسح فرمایا، پھر فرمایا۔ تَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔ پھر اسے چالیس راتیں پڑا رہنے دیا اس میں روح نہیں پھونکی گئی تھی، پھر اس میں روح پھونکی گئی، روح آدم کے سر سے سینہ تک سرایت کر گئی، آدم نے اٹھنا چاہا، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (الانبیاء:37) جب روح آدم میں جاری ہوئی تو آپ بیٹھ گئے اور چھینک ماری۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ آدم علیہ السلام نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَرْحَمُکَ رَبُّکَ پھر فرمایا ان فرشتوں کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کرو، آدم علیہ السلام نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فرشتوں نے کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تمہارے اور تمہاری اولاد کا سلام ہے۔

اے آدم تجھے کون سی جگہ پسند ہے کہ جہاں میں تجھے تمہاری اولاد دکھاؤں؟ حضرت آدم نے عرض کی میرے رب کے دائیں ہاتھ کی طرف اور میرے رب کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلایا اور ان کو ان کی تمام اولاد اور جو کچھ اللہ تعالیٰ قیامت تک پیدا کرنے والا تھا سب دکھا دیا۔ صحت مند اپنی حالت پر، آزمائش میں مبتلا اپنی حالت پر اور سارے انبیائے کرام اپنی اپنی ہیئت پر دکھا دیئے۔ حضرت آدم نے عرض کی اے میرے رب کیا تو ان تمام کو عافیت نہیں دے گا۔ فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ میرا شکر ادا کیا جائے، پس حضرت آدم نے اپنی اولاد میں ایک شخص دیکھا جس کا نور پھیلا ہوا تھا۔ آدم نے پوچھا اے میرے رب یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیرا بیٹا داؤد ہے، پوچھا اس کی عمر کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ساٹھ سال، آدم نے پوچھا میری عمر کتنی ہے فرمایا ہزار سال عرض کی میری عمر میں سے چالیس سال کم کر دو اور اس کی عمر میں چالیس

سال کا اضافہ کردو۔ پھر ایک دوسرے شخص کو دیکھا جس کا نور پھیلا ہوا تھا۔ اس پر ایسا نور تھا جیسا کسی اور نبی پر نہ تھا۔ آدم نے پوچھا یہ کون ہے فرمایا یہ تیرا بیٹا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت آدم نے کہا شکر ہے اس ذات کا جس نے میری اولاد سے ایسے بلند مقام لوگ پیدا فرمائے جو مجھ سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ میں اس سے حسد نہیں کرتا۔

جب آدم علیہ السلام کی عمر کے نو سو ساٹھ سال گزر گئے تو فرشتے روح قبض کرنے کے لئے سامنے آگئے آدم علیہ السلام نے پوچھا تم کیا چاہتے ہو، فرشتوں نے کہا ہم تمہاری روح قبض کرنا چاہتے ہیں۔ آدم علیہ السلام نے کہا میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں۔ فرشتوں نے کہا کیا یہ چالیس سال آپ نے اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو عطا نہیں کئے تھے؟ آدم علیہ السلام نے کہا میں نے تو کسی کو کچھ نہیں دیا تھا، ابو ہریرہ نے کہا آدم علیہ السلام نے انکار کیا اور آپ کی اولاد نے بھی انکار کیا، آدم علیہ السلام بھی بھول گئے اور آپ کی اولاد بھی بھول گئی۔

امام ابن جریر، بیہقی نے الاسماء والصفات میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود اور دوسرے صحابہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو زمین پر بھیجا کہ اسکی مٹی لے آؤ۔ زمین نے کہا میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں کہ تو مجھ سے کچھ کمی کرے، جبرائیل امین واپس لوٹ گئے اور کچھ لیکر نہ گئے، جبرائیل نے کہا اے میرے رب زمین نے تیری پناہ طلب کی تو میں نے اسے پناہ دے دی، پھر اللہ تعالیٰ نے میکائیل فرشتے کو بھیجا اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا زمین نے پناہ طلب کی تو ملک الموت نے کہا میں اللہ سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں واپس لوٹ جاؤں اور اس کے حکم پر عمل نہ کروں، پس ملک الموت نے سطح زمین سے مٹی اٹھائی آپ نے ایک جگہ سے مٹی نہ اٹھائی بلکہ ملی جلی مٹی اٹھائی سرخ، سفید، سیاہ ہر قسم کی مٹی اٹھائی، اسی وجہ سے بنی آدم کی شکلیں اور مزاج مختلف ہیں، ملک الموت مٹی اٹھا کر اوپر لے گئے، پھر اسے پانی سے تر کیا حتی کہ وہ لیس دار مٹی بن گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا میں مٹی سے انسان کی تخلیق کرنے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے بشر کی تخلیق فرمائی تاکہ شیطان اس پر بڑائی کا اظہار نہ کرے، پس اللہ تعالیٰ نے انسان کی متناسب اعضاء کے ساتھ تخلیق فرمائی۔ پس مٹی کے جسم کی حیثیت سے چالیس سال آپ علیہ السلام جمعہ کے دن کی مقدار پڑے رہے۔ ملائکہ آدم کے جسم کے پاس سے گزرے تو دیکھ کر گھبرا گئے۔ سب سے زیادہ پریشان ہونے والا ابلیس تھا۔ وہ حضرت آدم سے گزرتا تو اسے مارتا۔ پس آدم کے جسم سے آواز نکلتی جس طرح کھنکھنا دار مٹی سے آواز نکلتی ہے۔ ابلیس کہتا اسے کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ پھر وہ آدم کے منہ سے داخل ہوتا اور دبر سے نکل جاتا اور اس نے فرشتوں سے کہا اس سے مت ڈرو کیونکہ تمہارا رب بے نیاز ہے اور یہ کھوکھلا ہے۔ اگر مجھے اس پر غلبہ دیا گیا تو میں اسے ہلاک کردوں گا۔ پھر جب وہ وقت آگیا جس میں اللہ تعالیٰ نے آدم کے جسم میں روح پھونکنے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں سے فرمایا جب میں اس میں روح پھونک دوں تو تم اس کو سجدہ کرنا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے اس میں روح پھونکی اور وہ آدم کے سر میں داخل ہوئی تو فرشتوں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، آدم نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَرْحَمُكَ رَبُّكَ۔ پھر جب روح آدم علیہ السلام کی گردن میں داخل ہوئی تو آپ نے جنت کے پھلوں کی طرف دیکھا۔ جب روح آپ کے پیٹ میں پہنچی تو آپ کو کھانے کا شوق ہوا تو آپ روح کے ٹانگوں میں پہنچنے

سے پہلے جنت کے پھلوں کی طرف لپکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (الانبیاء:37)(1)

امام ابن سعد نے طبقات میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ رب العزت نے ابلیس کو بھیجا وہ سطح زمین سے اچھی اور نمکین مٹی لے گیا، پس اس سے اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا، پس ہر وہ شخص جس کو اس نے اچھی زمین سے پیدا فرمایا وہ سعادت کی طرف جائے گا اگرچہ وہ کافروں کی اولاد سے ہو ہر وہ شخص جس کو اس نے نمکین زمین سے پیدا فرمایا وہ بدبختی کی طرف جائے گا اگرچہ وہ انبیاء کی اولاد سے ہو۔ اسی وجہ سے ابلیس نے کہا کیا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ یہ مٹی میں خود زمین سے اٹھا کر لایا ہوں، اسی وجہ سے آدم کو آدم کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا خمیر مٹی سے لیا گیا تھا(2)۔

امام ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو زمین کی سطح سے پیدا کیا گیا۔ اس میں اچھی، بری اور ردی تمام قسم کے اجزاء تھے اسی وجہ سے آپ کی اولاد میں ہر قسم کے لوگ نظر آتے ہیں(3)۔ ابن سعد اور ابن عساکر نے ابوذر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آدمؑ تین قسم کی مٹی سے پیدا کئے گئے سیاہ، سفید اور سرخ(4)۔

امام ابن سعد نے طبقات میں، عبد بن حمید، ابوبکر الشافعی نے الغیلانیات میں اور ابن عساکر نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس مٹی سے پیدا فرمایا جسے دحناء کہا جاتا ہے(5)۔ دیلمی نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوع حدیث روایت کی کہ ہواء، بلا، خواہش، مصیبت اور شہوت کو آدم علیہ السلام کی مٹی کے ساتھ گوندھا گیا ہے(6)۔

امام طیالسی، ابن سعد، احمد، عبد بن حمید، مسلم، ابویعلی، ابن حبان، ابوالشیخ نے العظمہ میں اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے جنت میں آدم علیہ السلام کا جسم تیار فرمایا تو پھر اسے کچھ مدت چھوڑے رکھا۔ ابلیس اس جسم کے ارد گرد چکر لگاتا اور دیکھتا کہ یہ ہے کیا۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ اندر سے کھوکھلا ہے تو اسے علم ہوا کہ یہ ایسی مخلوق ہے جو کسی چیز کی مالک نہیں ہے۔ ابوالشیخ کی روایت میں یہ الفاظ ہے کہ یہ ایسی مخلوق ہے جو مالک نہیں ہے میں اس پر کامیابی حاصل کرلوں گا(7)۔ ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام میں روح پھونکی اور روح ان کے سر تک پہنچی تو آدم علیہ السلام نے چھینک ماری اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، جواباً اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَرْحَمُكَ اللّٰهُ۔

امام ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا فرمایا تو انہوں نے چھینک ماری۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنے کا الہام فرمایا۔ پھر جواباً اللہ تعالیٰ نے فرمایا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 233 — 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 245 — 3۔ ایضاً

4۔ تہذیب تاریخ دمشق، جلد 7، صفحہ 379، مطبوعہ دار المیسرہ — 5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 380

6۔ مسند الفردوس للدیلمی، جلد 4، صفحہ 351 — 7۔ صحیح مسلم، جلد 16-15، صفحہ 135، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

یَرْحَمُكَ اللّٰهُ، اسی وجہ سے اس کی رحمت اسکے غضب سے سبقت لے گئی ہے۔ حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی تو آدم میں روح جاری ہوئی تو انہوں نے چھینک ماری اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَرْحَمُكَ رَبُّكَ (1)۔

امام ابن سعد، ابویعلی، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر اس مٹی کو گوندھا پھر اسے چھوڑے رکھا حتی کہ وہ بدبودار سیاہ مٹی بن گئی پھر اسے تخلیق فرمایا اور اسے صورت عطا فرمائی۔ پھر چھوڑے رکھا حتی کہ وہ بجنے والی مٹی کی طرح ہو گئی، ابلیس آدم علیہ السلام کے جسم کے قریب سے گزرتا تو کہتا تو کسی امر عظیم کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ پھر آدم علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ نے روح پھونکی سب سے پہلے روح ان کی آنکھوں اور ناک کے بانسہ میں داخل ہوئی۔ آپ نے چھینک ماری تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی حمد کرنے کی تلقین فرمائی۔ آدم علیہ السلام نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا تو اللہ تعالیٰ نے یَرْحَمُكَ رَبُّكَ فرمایا پھر فرمایا اے آدم اس گروہ کی طرف جاؤ اور انہیں سلام کرو اور غور کرو کہ وہ کیا کہتے ہیں، آدم علیہ السلام فرشتوں کے گروہ کے پاس آئے ان کو سلام کیا تو انہوں نے وعلیک السلام ورحمۃ اللہ کہا۔ پھر آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اللہ تعالیٰ نے پوچھا فرشتوں نے کیا کہا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو کچھ انہوں نے کہا تھا۔ آدم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب میں نے ان پر سلام کیا تو انہوں نے وعلیک السلام ورحمۃ اللہ کہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم یہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہے آدمؑ نے کہا اے میرے رب میری اولاد کیا ہے۔ فرمایا میرے ایک ہاتھ کو اختیار کر۔ آدم علیہ السلام نے کہا میں اپنے رب کے دائیں ہاتھ کو اختیار کرتا ہوں اور میرے رب کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ پھیلایا، جو آدم کی اولاد سے پیدا ہونے والا تھا وہ الرحمٰن عزوجل کی ہتھیلی میں تھا (2)۔

امام احمد، بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا اور آپ کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی۔ فرمایا ملائکہ کے اس گروہ کے پاس جاؤ اور سنو کہ وہ تجھے کیسے سلام دیتے ہیں؟ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہے، آدم علیہ السلام تشریف لے گئے اور کہا السلام علیکم۔ فرشتوں نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ، فرشتوں نے رحمۃ اللہ کے الفاظ کا اضافہ کیا۔ پس جو بھی جنت میں داخل ہوگا وہ آدم علیہ السلام کی صورت میں ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا پھر انسانیت اس وقت سے اب تک چھوٹی ہوتی گئی (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابن ابی الدنیا نے صفۃ الجنۃ میں، طبرانی نے الکبیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اہل جنت، جنت میں جرد، مرد، سفید رنگ، گھنگریالے بالوں کے ساتھ اور سرمہ لگائے ہوئے داخل ہوں گے اور ان کی عمر تینتیس سال ہوگی اور وہ آدم علیہ السلام کی صورت میں ساٹھ ہاتھ لمبے اور سات ہاتھ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 287، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ طبقات ابن سعد، جلد 1، صفحہ 31، مطبوعہ دار بیروت لبنان
3۔ صحیح مسلم، جلد 18-17، صفحہ 147، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

جوڑے ہوں گے (1)۔

امام مسلم، ابوداؤد، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے بہتر دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے آدم کی تخلیق فرمائی، اسی دن وہ جنت میں داخل کئے گئے، اسی دن جنت سے نیچے اتار لئے گئے، اسی دن ان کا وصال ہوا اور اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی اور اسی دن قیامت قائم ہوگی (2)۔

امام ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کے جسم کو بغیر روح کے آسمان میں ڈال دیا پھر جب ملائکہ نے ان کو دیکھا تو اس کی تخلیق دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے، پس ابلیس آیا اور قریب گھبرا کر کھڑا ہو گیا، پھر مزید قریب آیا، پاؤں کے ساتھ ٹھوکر ماری تو آدم کے جسم سے آواز آئی۔ ابلیس کہنے لگا یہ تو خالی ہے اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن جریج رحمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو آسمان دنیا میں پیدا فرمایا۔ آسمان دنیا کے فرشتوں نے آدم کے سامنے سجدہ کیا اور دوسرے آسمانوں کے فرشتوں نے سجدہ نہیں کیا۔ ابوالشیخ نے صحیح سند کے ساتھ ابن زید سے مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو ایک فرشتہ بھیجا۔ اس وقت زمین بہت وسیع تھی، اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو حکم فرمایا کہ اس سے ایک میرے لئے مٹھی بھر کر لے آ میں اس سے ایک مخلوق بناؤں گا۔ فرشتہ مٹھی بھرنے لگا تو زمین نے کہا میں اللہ تعالیٰ کے اسماء کی پناہ مانگتی ہوں اس بات سے کہ تو آج مجھ سے مٹھی بھر لے جس سے ایک ایسی مخلوق تخلیق ہو جن میں سے کچھ لوگ جہنم کا حصہ بنیں۔ فرشتہ اوپر چڑھ گیا اللہ تعالیٰ نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا زمین نے تیرے اسماء کے ذریعے پناہ مانگی ہے اس بات سے کہ اس سے میں مٹھی بھر کر لے جاؤں جس سے ایسی مخلوق تخلیق ہو جس کا کچھ حصہ جہنم کا حصہ ہو۔ پس یہ سن کر مجھے تو تجاوز کی ہمت نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور فرشتہ بھیجا۔ جب وہ زمین کے پاس آیا تو زمین نے پھر اسی طرح فریاد کی جس طرح پہلے کی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تیسرا فرشتہ بھیجا اس کو بھی زمین نے پہلے کی طرح عرض کی وہ بھی واپس چلا گیا اور مٹی نہ لے گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی پہلے دو فرشتوں کی طرح سوال فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو بلایا جس کا نام اس وقت فرشتوں میں حباب تھا۔ اسے فرمایا کہ زمین سے میرے لئے ایک مٹھی بھر کر لے آ۔ ابلیس چل پڑا اور زمین کے پاس پہنچ گیا، زمین نے اس سے بھی پہلے فرشتوں کی طرح کلام کی، اس نے مٹھی بھر لی اور زمین کی کچھ نہ سنی، جب وہ اللہ تعالیٰ کے پاس آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا اس نے تجھ سے میرے اسماء کے ساتھ پناہ نہیں مانگی تھی؟ اس نے کہا مانگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میرے اسماء میں سے کوئی ایسا اسم نہیں تھا جو اسے تجھ سے پناہ دیتا۔ اس نے کہا کیوں نہیں لیکن تو نے مجھے حکم دیا تھا پس میں نے تیری اطاعت کی۔ اللہ تعالیٰ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب صفۃ الجنۃ، جلد 7، صفحہ 35، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدنیہ منورہ

2۔ سنن ابوداؤد، رقم الحدیث، 3604 مطبوعہ مکتبۃ الرشید ریاض

نے فرمایا میں اس مٹی سے ایسی مخلوق تیار کروں گا جو تیرے چہرے کو برا کر دے گی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس مٹی کو جنت کی نہروں میں سے ایک نہر میں ڈالا حتیٰ کہ وہ گوندھی ہوئی مٹی بن گئی۔ یہ پہلی گوندھی ہوئی مٹی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے چھوڑے رکھا حتیٰ کہ وہ بدبودار سیاہ مٹی بن گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے آدم کے جسم کی تخلیق فرمائی پھر اسے چالیس سال جنت میں چھوڑے رکھا حتیٰ کہ وہ ٹھیکری کی طرح بجنے والی مٹی بن گئی پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں روح پھونکی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی فرمائی کہ جب میں آدم میں روح پھونکوں تو تم اس کو سجدہ کرتے ہوئے گر جانا۔ آدم جنت میں چت لیٹے ہوئے تھے، جب روح کو محسوس کیا تو بیٹھ گئے، پھر چھینک ماری۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے رب کی حمد کر۔ (آپ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَرْحَمُكَ رَبُّكَ، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے سَبَقَتْ رَحْمَتُهٗ غَضَبَهٗ۔ ابلیس کے سوا سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ وہ کھڑا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ کس چیز نے روکا تجھے اس سے کہ تو سجدہ کرے جب میں نے حکم دیا تجھے۔

اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ وہ اپنا مکر اللہ کے سامنے نہیں چلا سکتا جو وہ اپنے دوسرے ساتھیوں پر چلاتا ہے، ابلیس نے کہا۔ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا...... وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (الاعراف: 17) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ (سبا: 20) اور تحقیق سچ کر دکھایا ان ناشکروں پر شیطان نے اپنا گمان۔ اس کا گمان یہ تھا کہ وہ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

”اور اللہ نے سکھا دیئے آدم کو تمام اشیاء کے نام پھر پیش کیا انہیں فرشتوں کے سامنے اور فرمایا بتاؤ تو مجھے نام ان چیزوں کے اگر تم (اپنے اس خیال میں) سچے ہو۔ عرض کرنے لگے ہر عیب سے پاک تو ہی ہے کچھ علم نہیں ہمیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا۔ بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔ فرمایا اے آدم بتا دو انہیں ان چیزوں کے نام پھر جب آدم نے بتا دیئے فرشتوں کو ان کے نام تو اللہ نے فرمایا کیا نہیں کہا تھا میں نے تم سے کہ میں خوب جانتا ہوں سب چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے تھے“

امام الفریابی، ابن سعد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کو آدم اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ سطح زمین سے پیدا کئے گئے جس میں سرخ، سفید اور سیاہ

اجزاء تھے۔ اسی وجہ سے لوگوں کے رنگ مختلف ہیں کچھ سرخ، کچھ سفید اور کچھ سیاہ ہیں، کچھ نیک فطرت اور کچھ خبیث نیت (1)، عبد بن حمید نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سطح زمین سے پیدا فرمایا یعنی سرخ، سفید اور سیاہ مٹی سے پیدا فرمایا۔ ابن سعد، عبد بن حمید اور ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرمایا کیا تم جانتے ہو آدم علیہ السلام کو آدم کا نام کیوں دیا گیا؟ اس لئے کہ ان کی تخلیق ادیم الارض (سطح زمین) سے ہوئی (2)۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کے متعلق روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پلیٹ، ہنڈیا کا اسم بتایا اور ہر چیز سکھا دی حتیٰ کہ پھسکی کا نام بھی بتا دیا اور گندگی کے کیڑے کا نام بھی بتا دیا (3)۔

امام وکیع اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی جملہ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اسم انہیں سکھا دیا حتیٰ کہ پیالہ پلیٹ اور آہستہ جوان ہونے والا پھسکی اور غلیظ کیڑے کا نام بھی بتا دیا (4)۔ وکیع اور ابن جریر نے سعید بن جبیر نے اس آیت کے تحت نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ہر چیز کے متعلق علم عطا فرما دیا حتیٰ کہ اونٹ، گائے اور بکری سب کے متعلق بتا دیا (5)۔ عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اس جملہ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو تخلیق فرمایا تھا سب کے متعلق آگاہ فرما دیا۔

امام دیلمی نے حضرت ابو رافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میرے لئے میری امت کی مٹی اور پانی میں مثال پیش کی گئی اور میں نے تمام اسماء جان لئے جو آدم علیہ السلام نے جان لئے تھے (6)۔ وکیع نے تاریخ میں ابن عساکر اور دیلمی نے عطیہ بن یسر سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان اسماء میں ہزار پیشوں کے نام بھی بتا دیے اور فرمایا کہ آدم! اپنی اولاد کو کہہ دو کہ اگر وہ دنیا سے اعراض نہ کر سکیں تو دنیا کو ان پیشوں کے ذریعے طلب کریں، دین کے ذریعے دنیا طلب نہ کریں کیونکہ دین فقط میرے لئے ہے۔ ہلاکت ہے اس کے لئے جو دین کے ذریعے دنیا طلب کرے اس کے لئے بربادی ہے (7)۔ ابن جریر نے ابن زید سے مذکورہ جملہ کے تحت نقل کیا ہے کہ الاسماء سے مراد تمام اولاد کے اسماء ہیں۔ ثُمَّ عَرَضَهُمْ فرمایا ان کو آدم کی پیٹھ سے نکالا (8)۔

امام ابن جریر نے حضرت ربیع بن انس رحمہ اللہ سے مذکورہ جملہ کے متعلق روایت کیا ہے کہ اسماء سے مراد فرشتوں کے اسماء ہیں (9)۔ عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی مخلوق کے نام بتا دے پھر جو فرشتے نہیں جانتے تھے وہ بتا دیا پس آدم علیہ السلام نے ہر چیز کا نام لیا اور ہر چیز کو اس کی جنس کی طرف منسوب کیا۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ جملہ کے متعلق روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اسماء بتا دیئے اور یہ وہ اسماء تھے جن کو لوگ اب جانتے ہیں: انسان، چوپایہ، زمین، سمندر، نرم، پہاڑ، گدھا اور اس قسم کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 246 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 247 4۔ ایضاً

5۔ ایضاً 6۔ مسند الفردوس للدیلمی، جلد 4، صفحہ 166، مطبوعہ عباس احمد الباز مکہ مکرمہ

7۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 416 8۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 248 9۔ ایضاً

دوسری اشیاء سب کے نام بتادیئے۔ پھر ان تمام چیزوں کے اسماء فرشتوں کے سامنے پیش کئے جو آدم علیہ السلام کو تعلیم دیئے تھے۔ فرمایا تم مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو یعنی اگر تم جانتے ہو کہ زمین میں خلیفہ نہیں بناؤں گا۔ فرشتوں نے کہا تیری ذات پاک ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے کہ اس کے سوا کوئی غیب جانے۔ ہم تیری بارگاہ میں رجوع کرتے ہیں ہمیں اس طرح کا علم نہیں ہے جیسا تو نے آدم علیہ السلام کو سکھایا ہے۔ فرشتے علم غیب سے اس جملہ کے ساتھ برأت کا اظہار کر رہے ہیں (1)۔ ابن جریر نے مجاہد سے ثُمَّ عَرَضَهُمْ کے متعلق روایت کیا ہے کہ فرشتوں پر اسماء کے مسمیات کو پیش کیا (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کی تخلیق کرنی چاہی تو فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں فرمائے گا جو اس کے نزدیک ہم سے معزز ہو اور ہم سے زیادہ علم رکھتی ہو۔ پس اس وجہ سے وہ تخلیق آدم کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کئے گئے (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت قتادہ اور حضرت حسن رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں نے آپس میں سرگوشی کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کرے گا جو اس کے نزدیک ہم سے معزز ہو اور ہم سے زیادہ علم رکھتی ہو۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم کی تخلیق فرمائی تو انہیں آدم کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا اور سجدہ کرانے کی وجہ ان کی آپس کی کلام تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فضیلت عطا فرمائی انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ آدم علیہ السلام سے افضل نہیں ہیں۔ فرشتوں نے کہا اگر ہم اس سے افضل نہیں ہیں تو ہم اس سے زیادہ عالم ہیں کیونکہ ہم اس سے پہلے موجود ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا اسم سکھا دیا، پس ہر چیز کا نام لیتے تھے۔ پھر ایک امت کو ان کے سامنے پیش کیا گیا۔ فرشتوں سے ارشاد ہوا کہ ان کے نام بتاؤ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔ پس وہ توبہ کرنے لگے اور عرض کی پاک ہے تیری ذات ہم کو کوئی علم نہیں۔ ابن جریر نے ابن عباس سے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ کے متعلق روایت کیا ہے کہ علیم وہ ہوتا ہے جس کا علم کامل ہوتا ہے اور حکیم وہ ہوتا ہے جو اپنے حکم میں کامل ہوتا ہے (4)۔ امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کی یہ تفسیر نقل فرمائی ہے کہ بنی آدم زمین میں فساد پھیلائیں گے اور خونریزیاں کریں گے۔ اور اعلم ماتبدون سے مراد ان کا یہ قول ہے اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا...... اور وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ سے مراد ابلیس کا تکبر ہے جو وہ اپنے نفس میں چھپائے ہوئے تھا (5)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ ابلیس نے جو سجدہ کرنے سے انکار چھپایا ہوا تھا۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ جو تم ظاہر کرتے ہو۔ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ۔ یعنی میں پوشیدہ باتوں کو بھی اسی طرح جانتا ہوں جس طرح علانیہ باتوں کو جانتا ہوں (6)۔ امام ابن جریر نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 246 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 249 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 253 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 250 6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 255

قتادہ اور حسن سے روایت کیا ہے کہ مَاتُبْدُوْنَ سے مراد اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا ہے اور وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ سے مراد ان کا ایک دوسرے کو یہ کہنا ہے کہ ہم اس سے بہتر ہیں (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مہدی بن میمون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے سنا ہے، حسن بن دینار نے ان سے پوچھا اے ابوسعید اللہ تعالیٰ نے جو فرشتوں سے وَ اَعْلَمُ مَاتُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ فرمایا ہے اس کا کیا مطلب ہے ملائکہ نے کون سی بات چھپائی ہوئی تھی، حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور فرشتوں نے ایک عجیب مخلوق دیکھی تو ان کے ذہنوں میں کچھ خیال آیا وہ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے۔ بعض نے کہا تم اس مخلوق کے متعلق اتنے کیوں پریشان ہو اللہ تعالیٰ ہم سے کوئی معزز مخلوق پیدا نہیں فرمائے گا۔ یہی بات تھی جو انہوں نے چھپا رکھی تھی (2)۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ۗ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾

''اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔ اور (داخل) ہو گیا وہ کفار (کے ٹولے) میں''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ کی یہ تفسیر نقل فرمائی ہے کہ سجدہ آدم کے لئے تھا اور اطاعت اللہ کے لئے تھی۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اسی آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو فرشتوں نے آدم کے سامنے سجدہ کیا اس کرامت کی وجہ سے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آدم کو عزت بخشی تھی۔ ابن عساکر نے ابو ابراہیم المزنی سے روایت کیا ہے کہ ان سے ملائکہ کا آدم کو سجدہ کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم کو فرشتوں کے سجدہ کے لئے کعبہ کی طرح بنایا تھا (3)۔ ابو الشیخ نے العظمہ میں حضرت محمد بن عباد بن جعفر المخزومی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں فرشتوں کا آدم کو سجدہ کرنا اشارہ کے ساتھ تھا۔ ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے الضمرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے سجدہ کیا اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کی پیشانی پر قرآن لکھ دیا (4)۔

امام ابن عساکر نے حضرت عمر بن عبد العزیز سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو سب سے پہلے اسرافیل علیہ السلام نے سجدہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو بدلہ عطا فرماتے ہوئے اس کی پیشانی پر قرآن لکھ دیا (5)۔ عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ سجدہ آدم کو تھا اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 256 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 255
3۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 7، صفحہ 398، مطبوعہ دار الفکر بیروت 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

اطاعت اللہ کی تھی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو شرف بخشا تھا اس پر ابلیس نے حسد کیا اور کہا میں ناری ہوں اور یہ طینی (مٹی کا بنا ہوا) ہے گناہ کا آغاز تکبر سے ہوا اللہ کے دشمن نے آدم کو سجدہ کرنے سے تکبر کیا(1)۔ ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں ابن ابی حاتم اور ابن الانباری نے کتاب الاضداد میں بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابلیس کا نام عزازیل تھا اور یہ چار پروں والے فرشتوں میں سے معزز ترین تھا لیکن بعد میں ابلیس ہو گیا۔ ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن الانباری نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابلیس کو اس لئے ابلیس کہا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر خیر سے مایوس کر دیا(2)۔ ابن اسحاق نے المبتدا میں، ابن جریر اور ابن الانباری نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابلیس معصیت پر سوار ہونے سے پہلے فرشتوں میں سے تھا اور اس کا نام عزازیل تھا اور یہ زمین کے باسیوں میں سے تھا، انتہائی عبادت گزار تھا اور سب سے زیادہ ظالم تھا، اسی وجہ سے اس میں تکبر پیدا ہوا اور یہ فرشتوں کے اس قبیلہ سے تھا جنہیں جن کہا جاتا تھا(3)۔ ابن جریر نے السری سے روایت کیا ہے کہ ابلیس کا نام الحرث تھا(4)۔

امام وکیع، ابن المنذر اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابلیس جنت کے داروغوں میں تھا اور آسمان دنیا کے امور کی تدبیر کرتا تھا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابلیس آسمان دنیا کے فرشتوں کا رئیس تھا(5)۔ ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابلیس ملائکہ میں معزز ترین فرد تھا اور بہت بڑے قبیلہ میں تھا اور جنتوں کا داروغہ تھا اور آسمان دنیا کی سلطانی اس کے سپرد تھی اور زمین کی بادشاہی بھی اس کو حاصل تھی۔ اس نے دیکھا کہ اس کو آسمان والوں پر حکمرانی اور عظمت حاصل ہے پس اس نے دل میں تکبر چھپا رکھا تھا جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم کے سامنے سربسجود ہونے کا حکم دیا تو اس کا وہ تکبر ظاہر ہو گیا جس کو پہلے وہ چھپائے ہوئے تھا۔

امام ابن جریر اور ابن الانباری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق پیدا فرمائی اس سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ انہوں نے کہا ہم ایسا نہیں کرتے اللہ تعالیٰ نے آگ بھیجی جس نے انہیں جلا کر راکھ کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا اور فرمایا آدم کو سجدہ کرو۔ انہوں نے کہا ہاں (ہم سجدہ کرتے ہیں) ابلیس اس قوم سے تھا جنہوں نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا(6)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو پیدا فرمایا تو فرمایا میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں جب میں اسے پیدا کروں تو تم اس کو سجدہ کرنا۔ فرشتوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ برسائی جس نے انہیں جلا دیا پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے فرشتے پیدا فرمائے اور انہیں فرمایا میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔ جب میں اسے پیدا کروں تو تم اسے سجدہ کرنا۔ انہوں نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 262 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 260 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 257
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 261 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 258 6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 260

بھی انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی آگ برسائی جس نے انہیں جلا دیا پھر اللہ تعالیٰ نے اور فرشتے پیدا فرمائے فرمایا میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں جب میں اسے پیدا کروں تو تم اسے سجدہ کرنا ان فرشتوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، سوائے ابلیس کے یہ پہلے کافروں میں سے تھا(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت محمد بن عامر المکی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اپنے نور سے پیدا فرمایا جنوں کو آگ سے پیدا فرمایا چوپاؤں کو پانی سے پیدا فرمایا اور آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ ملائکہ میں اطاعت رکھ دی اور جنوں اور انسانوں میں معصیت رکھ دی۔ محمد بن نصر نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم کو سجدہ کا حکم دیا تو اس نے سجدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیرے لئے اور جو تیری اولاد میں سے سجدہ کرے گا اس کے لئے جنت ہے، ابلیس کو سجدہ کا حکم دیا تو اس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تو فرمایا تیرے لئے اور جو تیری اولاد سے سجدہ سے انکار کرے گا اس کے لئے دوزخ ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابلیس موسیٰ علیہ السلام سے ملا تو کہا اے موسیٰ تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغامات کے لئے چن لیا اور جب تو نے اس کی طرف توبہ کی تو اس نے تیرے ساتھ کلام فرمایا میں اب توبہ کرنا چاہتا ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری سفارش کرو کہ وہ میری توبہ قبول فرمائے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے میں سفارش کرتا ہوں، موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی بارگاہ میں التجا کی تو ارشاد ہوا اے موسیٰ تو نے اپنا کام پورا کر دیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی ابلیس سے ملاقات ہوئی تو فرمایا تو آدم علیہ السلام کی قبر پر سجدہ کر تیری توبہ قبول کی جائے گی۔ پھر ابلیس نے تکبر کیا اور غصے کا اظہار کیا۔ کہنے لگا میں نے اسے اس کی زندگی میں سجدہ نہیں کیا تھا تو اب اس کے مرنے کے بعد سجدہ کروں (یہ ناممکن ہے) پھر ابلیس نے کہا اے موسیٰ تیرا مجھ پر حق ہے کیونکہ تو نے میری اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت کی ہے پس تو مجھے تین جگہ ذکر کرنا میں تجھے ان مقامات پر ہلاک نہیں کروں گا۔ جب تجھے غصہ آئے تو مجھے یاد کرنا کیونکہ میں تیرے اندر خون کی طرح چلتا ہوں، اور جب میدان جنگ میں دشمن کی طرف بڑھنے کا موقع آئے تو مجھے یاد کرنا کیونکہ جب دشمن کی طرف بڑھنے کا وقت آتا ہے تو میں ابن آدم کے پاس آتا ہوں اور میں اسے اس کا بیٹا اور اس کی بیوی یاد دلاتا ہوں یہاں تک کہ وہ پیٹھ پھیر لیتا ہے اور اس عورت کے پاس بیٹھنے سے بچو جو محرم نہیں ہے کیونکہ میں اس کی طرف سے تجھے پیغام پہنچانے والا ہوں گا اور تیری طرف سے اسے پیغام پہنچانے والا ہوں گا۔

امام ابن المنذر نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نوح علیہ السلام جب کشتی پر سوار ہوئے ابلیس آ گیا۔ نوح علیہ السلام نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ابلیس ہوں۔ پوچھا کیسے آیا ہے؟ کہنے لگا میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ تم میرے لئے اللہ تعالیٰ سے پوچھو کہ کیا میری توبہ کی کوئی صورت ہے، اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی، کہ اس کی توبہ کی فقط ایک صورت ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کی قبر پر آ کر اسے سجدہ کرے۔ ابلیس نے کہا میں نے جسے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 260

زندگی میں سجدہ نہیں کیا اس کے وصال کے بعد اسے سجدہ کروں (یہ محال ہے) پس اس نے تکبر کیا اور کافروں میں ہو گیا۔

امام ابن المنذر رنے مجاہد عن جنادہ بن ابی امیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میری سب سے پہلی خطا حسد تھی، ابلیس نے آدم علیہ السلام سے حسد کیا۔ اسے جب سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اسی حسد نے اسے معصیت پر برانگیختہ کیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی تخلیق ابتداء گمراہی اور ضلالت پر فرمائی تھی پھر وہ ملائکہ جیسے اعمال کرتا رہا پھر وہ اپنی جبلت پر لوٹ گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کافروں میں سے تھا۔

امام ابن المنذر رسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو کافر پیدا فرمایا تھا وہ ایمان لانے کی استطاعت بھی نہیں رکھتا تھا۔

وَ قُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

"اور ہم نے فرمایا اے آدم رہو تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں اور دونوں کھاؤ اس سے جتنا چاہو جہاں سے چاہو اور مت نزدیک جانا اس درخت کے ورنہ ہو جاؤ گے اپنا حق تلف کرنے والوں میں سے"۔

امام طبرانی، ابوالشیخ نے العظمہ میں، ابن مردویہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کیا خیال ہے آدم علیہ السلام نبی تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں وہ نبی اور رسول تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے بالمشافہ کلام فرمائی تھی، فرمایا اے آدم تم اور تیری بیوی جنت میں ٹھہرو (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے نبی کون ہیں؟ فرمایا آدم علیہ السلام۔ پوچھا کیا وہ نبی تھے؟ فرمایا ہاں۔ ان سے کلام کی گئی تھی؟ میں نے پوچھا پھر کون نبی تھے؟ فرمایا نوح علیہ السلام اور ان دونوں کے درمیان دس آباء تھے (2)۔ امام احمد، بخاری نے تاریخ میں، البزار اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے نبی کون تھے؟ فرمایا آدم علیہ السلام۔ پھر میں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ نبی تھے؟ فرمایا ہاں وہ نبی تھے، اللہ نے ان سے کلام فرمائی تھی۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول کتنی تعداد میں تھے فرمایا تین سو پندرہ کا جم غفیر رسول تھے (3)۔

امام عبد بن حمید اور الاجری نے الاربعین میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ان رسولوں میں پہلا رسول کون تھا؟ فرمایا آدم۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا وہ نبی مرسل تھے؟ فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا پھر اس میں اپنی روح پھونکی پھر اپنے سامنے اس کو سنوارا۔

1۔ مجمع الزوائد، باب ذکر الانبیاء، جلد 8، صفحہ 104، مطبوعہ دار الفکر بیروت

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 265، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
3۔ تاریخ کبیر از بخاری، جلد 1، صفحہ 29، مطبوعہ حیدر آباد دکن

امام ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ کیا آدم علیہ السلام نبی تھے؟ فرمایا ہاں ان سے اللہ نے کلام فرمائی تھی۔ پوچھا آدم اور نوح کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ فرمایا دس صدیاں۔ پھر پوچھا نوح اور ابراہیم کے درمیان کتنی مدت تھی؟ فرمایا دس صدیاں۔ پھر پوچھا یارسول اللہ انبیاء کتنے تھے؟ فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار، پھر پوچھا یارسول اللہ ان میں سے رسول کتنے تھے؟ فرمایا تین سو پندرہ کا جم غفیر تھا (1)۔

امام احمد، ابن المنذر، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابوذر نے پوچھا اے اللہ کے نبی، سب سے پہلے نبی کون تھا؟ فرمایا آدم۔ پوچھا کیا وہ نبی تھے؟ فرمایا ہاں وہ نبی تھے جن سے کلام کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا تھا پھر اس میں اپنی روح پھونکی تھی پھر بالمشافہ فرمایا اے آدم! میں نے پوچھا یا رسول اللہ انبیاء کی تعداد کتنی تھی؟ فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ان میں سے رسول تین سو پندرہ کا جم غفیر تھا۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الشکر میں، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، بیہقی نے الشعب میں، ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یارب، آدم تیرے احسان کا شکر کیسے ادا کر سکتے تھے، تو نے اسے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا پھر اس میں تو نے اپنی روح پھونکی تو نے اسے جنت میں ٹھہرایا، تو نے ملائکہ کو اس کے سامنے سجدہ کرنے کو کہا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس نے یہ تمام احسانات میری طرف سے جان لئے اور میری ان پر حمد کی پس یہ میرے احسان کا شکر تھا (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا فرمایا اور جمعہ کے دن انہیں جنت میں داخل کیا اور انہیں جنت الفردوس میں رکھا۔

امام عبد بن حمید، حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام جنت میں نماز عصر کے وقت سے غروب شمس تک کے وقت کی مقدار ٹھہرے رہے (3)۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر، ابن مردویہ، بیہقی نے الاسماء والصفات میں، اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن عصر کے بعد زمین کی سطح سے پیدا فرمایا تو اس کا نام آدم رکھا پھر ان سے ایک عہد لیا، پھر وہ اس عہد کو بھول گئے تو ان کا نام الانسان رکھا۔ ابن عباس فرماتے ہیں قسم بخدا سورج غروب نہ ہوا کہ آپ جنت سے زمین کی طرف اتار دیئے گئے (4)۔ الفریابی، احمد نے الزہد میں، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم جنت میں دن کا کچھ وقت ٹھہرے اور یہ گھڑی اس وقت دنیا کے ایام میں ایک سو تین سال ہے (5)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 288، (3039)، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت 2۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 7، صفحہ 752، مطبوعہ دار الفکر بیروت

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 591، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 4۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 7، صفحہ 387

5۔ کتاب الزہد از امام احمد، صفحہ 62، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

امام احمد نے الزہد میں حضرت سعد بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام جنت میں ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کی مقدار ٹھہرے (1)۔ عبداللہ نے زوائد میں موسیٰ بن عقبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام جنت میں دن کا چوتھائی ٹھہرے اور یہ دو گھڑیاں اور نصف ہے اور یہ دو سو پچاس سال ہیں پھر آپ جنت پر سو سال روتے رہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں اور ابن عساکر نے سدی عن ابی مالک اور عن صالح عن ابن عباس اور عن ابن مسعود و ناس من الصحابۃ رضی اللہ عنہم کے طرق سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت میں پیدا فرمایا تو وہ جنت میں چلتے تو وحشت محسوس کرتے ان کے لئے کوئی ساتھی نہ تھا جس سے وہ انس کرتے پس وہ سوئے پھر جاگے تو ان کے سر کے قریب ایک عورت بیٹھی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ان کی پسلی سے پیدا فرمایا تھا۔ حضرت آدم نے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا عورت، پوچھا تجھے کس لئے پیدا کیا گیا ہے، اس نے کہا تا کہ تو مجھ سے سکون حاصل کرے۔ فرشتوں نے کہا اے آدم اس عورت کا نام کیا ہے آدم علیہ السلام نے فرمایا حواء۔ یہ سوال فرشتوں نے آپ کے علم کو پرکھنے کے لئے کیا تھا۔ فرشتوں نے پوچھا اس کا نام حواء کیوں رکھا گیا ہے فرمایا کیونکہ یہ زندہ شخص سے پیدا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں ٹھہرو (2)۔

سفیان بن عیینہ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام سو گئے، تو حضرت حواء ان کی پسلی سے پیدا کی گئیں حضرت آدم نے اٹھ کر دیکھا تو پوچھا تو کون ہے؟ انہوں نے کہا اثا یعنی سریانی زبان میں بتایا کہ میں عورت ہوں۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں کے متعلق مجھ سے خیر کی وصیت قبول کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا ٹیڑھا حصہ اس کا سر ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنا شروع کرو گے تو تم اس کو توڑ دو گے اور اگر تم اسے اپنی حالت میں چھوڑ دو گے تو اس کی اس حالت میں چھوڑ دو گے کہ اس میں ٹیڑھا پن ہو گا پس مجھ سے عورتوں کے متعلق خیر کی وصیت قبول کرو (3)۔

حضرت ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت حواء کا یہ نام اس لئے ہے کہ وہ ہر زندہ شخص کی ماں ہے (4)۔

ابو الشیخ اور ابن عساکر نے ایک دوسرے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عورت کو مرأۃ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ المرء (مرد) سے پیدا ہوئی ہے اور حواء اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ہر زندہ شخص کی ماں ہے۔

امام اسحاق بن بشیر اور ابن عساکر نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب ملائکہ نے آدم کو سجدہ کیا تو ابلیس بھاگ گیا وہ کبھی ادھر دیکھتا اور کبھی ادھر کہ کیا اس کے علاوہ کسی نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے، پس اللہ تعالیٰ نے دوسرے فرشتوں کو محفوظ فرما لیا پھر اللہ تعالیٰ نے آدم کو فرمایا اے آدم اٹھ اور فرشتوں کو سلام کر۔ آپ اٹھے سلام کیا اور انہوں

1۔ کتاب الزہد، صفحہ 62، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 263
3۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 1212، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق
4۔ طبقات ابن سعد، جلد 1، صفحہ 39، مطبوعہ دار بیروت لبنان

نے سلام کا جواب دیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے مسمیات کو پیش کیا اور فرمایا تم کہتے تھے کہ تم آدم سے زیادہ جاننے والے ہو، تم ان اشیاء کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ (البقرہ:32) بے شک علم تیری عطاء ہے اور تیری قدرت میں ہے، ہمیں تو صرف وہی علم ہے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ جب انہوں نے اپنے عجز کا اقرار کر لیا تو آدم علیہ السلام سے فرمایا تم اب ان کو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ آدم علیہ السلام نے کہا یہ اونٹنی ہے، یہ اونٹ ہے، یہ گائے ہے، یہ بھیڑ ہے، یہ بکری ہے، یہ گھوڑا ہے اور یہ میرے رب کی تخلیق ہے، ہر چیز جس کا نام آدم علیہ السلام نے رکھا قیامت تک اس کا وہی نام رہے گا، آپ ہر چیز کا نام لیتے رہے جب وہ آپ کے سامنے سے گزرتی حتی کہ گدھا بچ گیا، گدھا آخری تھا جو آپ کے پاس سے گزرا۔ گدھا آپ کے پیچھے سے آیا آدم علیہ السلام نے اسے کہا اے گدھے آگے سے آ، ملائکہ جان گئے کہ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ترین ہیں اور آدم کا علم بھی فرشتوں سے زیادہ ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا اے آدم تم جنت میں داخل ہو جاؤ اور وہاں عزت و احترام کی زندگی بسر کرو۔ آپ جنت میں داخل ہوئے تو حضرت حواء کی تخلیق سے پہلے انہیں درخت کے قریب جانے سے منع کیا گیا۔ آدم علیہ السلام جنت میں کسی مخلوق سے مانوس نہیں ہوتے تھے اور نہ کسی چیز سے سکون حاصل کرتے تھے اور جنت میں کوئی چیز ان کے مشابہ نہ تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر نیند طاری فرما دی اور یہ پہلی نیند تھی پھر آپ کی بائیں طرف کی چھوٹی پسلی سے حضرت حواء کو پیدا فرمایا۔ جب آدم علیہ السلام بیدار ہوئے تو بیٹھ گئے۔ حضرت حواء کو حضرت آدم کے ساتھ مشابہت تھی اور ہر عورت کی ایک پسلی مرد کی نسبت زیادہ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام سکھا دیا۔ پھر فرشتے آپ کے پاس آئے اور انہیں مبارک باد دی اور آدم علیہ السلام کو سلام کیا اور کہا اے آدم یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ عورت ہے، پوچھا اس کا نام کیا ہے، فرمایا حواء۔ پوچھا تو نے ان کا نام حواء کیوں رکھا ہے فرمایا کیونکہ یہ زندہ سے پیدا کی گئی ہے۔ پس دونوں میں اللہ تعالیٰ کی روح پھونکی گئی۔ پس انسان جو کسی چیز پر رحمت کرتا ہے وہ اس رحمت الٰہیہ کا ثمرہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت اشعث الحدانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت حواء جنت کی عورتوں میں سے ہیں اور جب وہ حاملہ ہوتی تھیں مذکر سے یا مؤنث سے تو بچہ ان کے پیٹ میں دکھائی دیتا تھا۔

امام ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کے لئے ان کی بیوی کو بھی پیدا فرمایا پھر ایک فرشتہ بھیج کر انہیں ہم بستری کا حکم فرمایا۔ آدم علیہ السلام نے ہم بستری کی جب فارغ ہوئے تو حضرت حواء نے آدم علیہ السلام سے کہا اے آدم یہ خوشبو ہے ہم اس سے اضافہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا۔

امام ابن جریر اور ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود اور دوسرے صحابہ سے نقل کیا ہے کہ الرغد کا معنی الھنی (خوشگوار) ہے (1)۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ الرغد کا معنی فراخ معیشت ہے (2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 246 2۔ ایضاً

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ مفہوم روایت کیا ہے کہ تم دونوں اس سے جتنا چاہو کھاؤ۔ جب چاہو تم پر کوئی حساب نہ ہوگا (1)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس درخت سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو منع فرمایا وہ گندم تھا (2)۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس درخت سے آدم کو منع کیا گیا تھا وہ گندم تھا لیکن جنت کی وہ گندم کا دانہ گائے کے گردے کی مقدار ہے مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے (3)۔

امام وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت ابو مالک الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس درخت سے مراد گندم کا درخت ہے (4)۔ عبد ابن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس درخت سے منع کیا گیا وہ انگور کی بیل تھی (5)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے، حضرات وکیع، ابن سعد، ابن جریر اور ابو الشیخ نے جعدہ بن ہبیرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرمایا آدم کو جس درخت کی وجہ سے فتنہ میں ڈالا گیا تھا وہ انگور تھا اور آپ کے بعد آپ کی اولاد کے لئے یہ فتنہ بن گیا اور آدم نے جو کھایا وہ انگور تھا (6)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ بادام تھا، میں کہتا ہوں قدیم نسخہ میں یہی تھا اور میرے نزدیک الکرم (انگور) سے اس کو تبدیل کیا گیا ہے (7)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس درخت سے مراد انجیر ہے۔

امام ابن جریر نے بعض صحابہ سے بھی یہی روایت کیا ہے (8)۔ ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی یہی روایت کیا ہے۔ ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ کھجور کا درخت تھا۔ ابوالشیخ نے یزید بن عبداللہ بن قسیط رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ لیموں کا درخت تھا۔ احمد نے الزہد میں شعیب الحیائی سے روایت کیا ہے کہ وہ درخت گندم تھا اس کو الرعۃ کہا جاتا ہے اور ان کا لباس نور تھا (9)۔

امام ابن ابی حاتم نے اور ابوالشیخ نے ابو العالیہ رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ درخت ایسا ہے کہ جو وہ کھاتا ہے اسے حدث لاحق ہو جاتا ہے اور جنت میں حدث کا ہونا مناسب نہیں تھا۔ حضرت ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو جس درخت سے آزمایا تھا اس سے قبل فرشتوں کو بھی آزمایا گیا تھا اور ہر مخلوق کو آزمائش میں ڈالا گیا ہے!

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 246 2۔ ایضاً جلد 1، صفحہ 266 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 265

5۔ ایضاً۔ جلد 1، صفحہ 266 6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 67-266 7۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 267

8۔ ایضاً 9۔ کتاب الزہد از امام احمد، صفحہ 62، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کو اپنی اطاعت سے آزماتا پس آدم علیہ السلام پر آزمائش جاری رہی حتی کہ آپ ممنوع امر کا ارتکاب کر بیٹھے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو آزمایا تو انہیں جنت میں ٹھہرایا گیا اور جتنا چاہیں جو چاہیں کھاتے رہیں۔ اور انہیں ایک درخت سے منع کیا گیا تھا کہ وہ اس درخت سے نہ کھائیں۔ آدم علیہ السلام اس درخت کے قریب پہنچے پس یہ آزمائش کا سلسلہ جاری رہا حتی کہ اس ممنوع امر کا ارتکاب کر بیٹھے، پھر اس وقت آپ کا ستر کھل گیا حالانکہ آپ شرم گاہ کی طرف دیکھتے نہ تھے پھر آدم کو زمین پر اتارا گیا۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

''پھر پھسلا دیا انہیں شیطان نے اس درخت کے باعث اور نکلوا دیا ان دونوں کو وہاں سے جہاں وہ تھے اور ہم نے فرمایا اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے اور اب تمہارا زمین میں ٹھکانہ ہے اور فائدہ اٹھانا ہے وقت مقرر تک''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَاَزَلَّهُمَا کا معنی فَاَغْوَاهُمَا نقل کیا ہے۔ یعنی شیطان نے اس درخت کے سبب ان دونوں کو سیدھے راستے سے ہٹا دیا۔

امام ابن ابی حاتم نے عاصم بن بہدلہ سے اس کا معنی نحاھما روایت کیا ہے یعنی ان سے ان دونوں کو ہٹا دیا۔ ابن ابی داؤد نے المصاحف میں الاعمش سے روایت کیا ہے کہ سورۂ بقرہ میں ہماری قرأت میں فَاَزَلَّهُمَا کی جگہ فوسوس ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود اور دوسرے صحابہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (البقرہ:35) تو ابلیس نے آدم و حواء کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ وہ ایک سانپ کے پاس آیا جو ایک چار ٹانگوں والا اونٹ کی مانند بڑا جانور تھا اور یہ تمام جانوروں سے خوبصورت تھا، پس ابلیس نے سانپ سے کہا کہ وہ اسے اپنے منہ میں لے جائے حتی کہ وہ اسے آدم تک پہنچا دے، پس سانپ نے اسے اپنے منہ میں داخل کیا اور پھر وہ سانپ جنت کے داروغوں کے پاس سے گزر گیا اور جنت میں داخل ہو گیا۔ فرشتوں کو معلوم نہیں تھا جو اللہ نے ارادہ فرمایا تھا۔ پس شیطان نے سانپ کے منہ سے بات کی اور اس کی کلام کی پرواہ نہ کی گئی۔ پس ابلیس آدم کے پاس پہنچا اور کہا اے آدم کیا میں تیری راہنمائی ہمیشہ کے درخت پر نہ کروں اور ایسی بادشاہی پر جو کبھی بوسیدہ نہ ہو گی۔ اور اس نے ان کے سامنے قسمیں اٹھائیں کہ میں تمہارا مخلص ہوں، آدم علیہ السلام نے وہ درخت کھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت حواء بیٹھ گئی اور وہ دانہ کھا لیا پھر اس نے آرام سے کہا اے آدم کھالے میں نے کھایا ہے تو مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی ہے پس جب آدم علیہ السلام نے کھایا تو دونوں کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور دونوں نے جنت کے پتوں سے اپنے آپ کو ڈھانپنا شروع کر دیا(1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 271

امام عبدالرزاق اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کے دشمن ابلیس نے اپنے آپ کو زمین کے جانوروں پر پیش کیا کہ وہ اسے اٹھالیں حتی کہ وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائے اور آدم سے کلام کرے، تمام جانوروں نے اس کی بات ماننے سے انکار کیا تھا حتی کہ اس نے سانپ سے بات کی اور کہا میں اولاد آدم سے تجھے بچاؤں گا بے شک تو میرے ذمہ میں ہوگا اگر تو مجھے جنت میں لے جائے۔ پس سانپ نے اپنی کچلیوں کے درمیان اٹھالیا حتی کہ وہ اسے جنت میں لے گیا۔ سانپ کے منہ سے شیطان نے بات کی اور یہ پہلے ڈھکا ہوا تھا اور چار ٹانگوں پر چلتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی اس خیانت کی وجہ سے برہنہ کر دیا اور پیٹ کے بل اسے چلنے پر مجبور کر دیا۔ ابن عباس فرماتے ہیں جہاں اسے پاؤ اسے قتل کر دو اور اللہ کے دشمن کے ذمہ کو اس کے متعلق توڑ دو (1)۔

امام سفیان بن عیینہ، عبدالرزاق، ابن المنذر اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ درخت جس سے حضرت آدم اور ان کی زوجہ کو منع کیا گیا تھا وہ دانہ گندم کا تھا جب ان دونوں نے اس سے کھایا تو ان کا ستر ظاہر ہو گیا۔ پہلے ان کے ستر پر انکے ناخن کا لباس تھا۔ پس وہ دونوں جنت کے پتے چمٹانے لگے۔ انجیر کے پتے ایک دوسرے پر چمٹانے لگے۔ آدم علیہ السلام جنت میں پیٹھ پھیر کر چلنے لگے تو جنت کے ایک درخت نے ان کا سر پکڑ لیا، پس ان کے رب نے انہیں نداء دی اے آدم تو بھاگتا ہے؟ عرض کی نہیں لیکن اے میرے پرودگار مجھے تجھ سے حیا آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تجھے جنت عطا نہیں فرمائی تھی اور اس ایک درخت کے علاوہ سب درخت تیرے لئے مباح نہیں کئے تھے؟ آدم علیہ السلام نے عرض کی یارب واقعی یہ نوازشات تھیں لیکن اے میرے پروردگار تیری عزت کی قسم مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ کوئی تیرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم بھی کھائے گا۔ فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم میں ضرور تجھے زمین پر اتاروں گا پھر تو سخت زندگی بسر کرے گا۔ پس آدم وحواء جنت سے اتارے گئے حالانکہ وہ جنت میں جو چاہتے کھاتے تھے پھر وہ غیر لذیذ کھانے اور پینے کی طرف اتارے گئے۔ پس آپ نے لوہے کی صنعت کو جان لیا، انہیں کھیتی باڑی کا حکم دیا گیا، پس آپ نے زراعت شروع کر دی پھر اس کھیتی کو پانی دیتے رہے حتی کہ وہ پک کر تیار ہوگئی پھر آدم نے اسے گاہا، پھر اسے صاف کیا پھر اسے پیسا پھر گوندھا پھر اس کی روٹی پکائی اور پھر اسے کھایا پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں جو پیغام دینا چاہا وہ پیغام پہنچایا، آدم علیہ السلام جب جنت سے اترے تو رونے لگے اور اتنے روئے کہ کوئی دوسرا اتنا نہیں رویا۔ اگر داؤد علیہ السلام کے اپنی خطا پر رونے کو اور یعقوب علیہ السلام کے اپنے بیٹے پر رونے کو، ابن آدم کے اپنے بھائی پر رونے کو اور پھر تمام اہل زمین کے رونے کو ایک ترازو میں رکھا جائے اور دوسرے ترازو میں آدم علیہ السلام کے رونے کو رکھا جائے جب آپ زمین پر اترے تھے تو وہ تمام رونا ملکر بھی آدم علیہ السلام کے رونے کے برابر نہ ہوگا (2)۔ ابن عساکر نے عبدالعزیز بن عمیرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا میرے جوار سے نکل جا اور میری عزت کی قسم میرا نافرماں میرے گھر میں میرے قریب نہیں رہ سکتا اے جبریل اسے نکال دے لیکن سختی سے نہیں۔ جبریل نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں جنت سے نکال دیا (3)۔ امام ابن اسحاق نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 272 2۔ تہذیب تاریخ دمشق، جلد 2، صفحہ 350، مطبوعہ دارالمسیرۃ 3۔ ایضا، جلد 1 صفحہ 351

المبتدا میں، ابن سعد، احمد، عبد بن حمید اور ابن ابی الدنیا نے التوبۃ میں، ابن المنذر، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث والنشور میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا آدم علیہ السلام لمبی کھجور کی مانند ساٹھ ہاتھ طویل تھے، ان کے بال گھنے تھے، جب لغزش ہوگئی تو ستر کھل گیا جبکہ آپ نے اپنا ستر نہیں دیکھا تھا، آپ جنت میں بھاگے تو ایک درخت کے ساتھ اٹک گئے، اس درخت نے آپ کی پیشانی کو پکڑ لیا، آدم علیہ السلام نے اس درخت سے فرمایا مجھے چھوڑ دے، درخت نے کہا میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو ارشاد فرمایا کیا تو مجھ سے بھاگتا ہے؟ کہا اے رب میں تجھ سے حیا کرتا ہوں۔ فرمایا اے آدم میرے پڑوس سے نکل جا۔ میری عزت کی قسم میں اپنے نافرمان کو نہیں ٹھہراتا اگر میں زمین کے برابر تیری مثل مخلوق پیدا کروں پھر وہ میری نافرمانی کریں تو میں انہیں نافرمانوں کے گھر میں ٹھہراؤں گا، آدم علیہ السلام نے عرض کی اگر میں توبہ کروں تو کیا تو میری توبہ قبول فرمائے گا؟ فرمایا ہاں، اے آدم!(1)

امام ابن عساکر نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن منیع اور ابن ابی الدنیا نے کتاب البکاء میں، ابن المنذر، ابو الشیخ نے العظمہ میں، حاکم، بیہقی نے الشعب میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم میں نے تجھے جس درخت کے کھانے سے منع فرمایا تھا اس کو تو نے کیوں کھایا تھا؟ اس نے کہا اے رب حواء نے میرے لئے وہ خوشنما کر کے پیش کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس کو یہ سزا دیتا ہوں کہ وہ حاملہ ہوگی تو تکلیف سے ہوگی۔ بچہ جنم دے گی تب بھی تکلیف سے ہوگی اور ہر مہینہ میں اسے دو مرتبہ خون آئے گا فرمایا حضرت حواء یہ سن کر رونے لگی تو ارشاد ہوا تجھ پر اور تیری بیٹیوں پر رونا ہے۔

امام دار قطنی نے الافراد میں اور ابن عساکر نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء کی طرف جبریل کو بھیجا۔ جب انہیں حیض کا خون شروع ہوا تھا اور اس نے اپنے پروردگار سے گزارش کی کہ مجھے خون آیا ہے جسے میں نہیں جانتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھے اور تیری اولاد کو اسی خون میں لت پت کروں گا، اور اس خون کو میں تیرے لئے اور تیری اولاد کے لئے کفارہ اور پاکیزگی کا باعث بناؤں گا۔ بخاری اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی بدبودار نہ ہوتا، اگر حضرت حواء نہ ہوتی تو کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی (2)۔

امام بیہقی نے الدلائل میں، الخطیب نے التاریخ میں، الدیلمی نے مسند الفردوس میں اور ابن عساکر نے ایک کمزور سند کے ساتھ ابن عمر سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ مجھے آدم پر دو اعتبار سے فضیلت دی گئی ہے، میرا شیطان کافر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میری اعانت فرمائی حتی کہ وہ مسلمان ہوگیا اور میری ازواج مطہرات نے بھی میری معاونت کی، آدم علیہ السلام کا شیطان کافر تھا اور ان کی بیوی حضرت حواء نے ان کی خطا پر معاونت کی (3)۔ ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث اسی طرح نقل کی ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 288، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 194

3۔ مسند الفردوس از دیلمی، جلد 4، صفحہ 123، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

امام ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے محمد ﷺ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ میرے بیٹے اونٹ والے کو مجھ پر فضیلت دی گئی ہے کیونکہ اس کی بیوی اس کے دین کے معاملہ میں اس کی معاون تھی اور میری بیوی خطا پر میری معاون تھی۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، الاجری (فی الشریعۃ) اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا باہم مناظرہ ہوا تو آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو آدم ہی ہے جس نے لوگوں کو اغواء کیا اور انہیں جنت سے نکالا۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا تو ہی موسیٰ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت عطا فرمائی اور اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں (میں ہی وہ موسیٰ ہوں) آدم علیہ السلام نے فرمایا تو مجھے ایک ایسے امر پر ملامت کرتا ہے جو میری تخلیق سے پہلے مقدر ہو چکا تھا(1)۔

حضرات عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا آپس میں جھگڑا ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا (اے آدم) تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا تجھے جنت میں ٹھہرایا، ملائکہ کو تیرے سامنے سجدہ کا حکم دیا، اور تو نے اپنی اولاد کو جنت سے نکالا اور تو نے انہیں مشقت میں مبتلا کیا۔ آدم نے فرمایا تو موسیٰ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنی کلام کے لئے منتخب فرمایا تو مجھے ایک ایسے معاملہ میں ملامت کر رہا ہے جس کے متعلق تجھے علم ہے کہ وہ میری تخلیق سے پہلے مقدر ہو چکا تھا، پس آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

امام ابوداؤد، الآجری اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یارب ہمیں وہ آدم دکھا جس نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے باہر نکالا، اللہ تعالیٰ نے انہیں آدم علیہ السلام سے ملاقات کرا دی، موسیٰ علیہ السلام نے کہا، تو ہمارا باپ آدم ہے؟ آدم علیہ السلام نے کہا ہاں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص روح پھونکی اور تجھے تمام اسماء سکھا دیئے اور ملائکہ کو اس نے حکم دیا کہ وہ تیرے سامنے سجدہ کریں۔ آدم علیہ السلام نے کہا ہاں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر تجھے کس چیز نے برانگیختہ کیا کہ تو نے ہمیں جنت سے باہر نکالا، آدم علیہ السلام نے پوچھا تو کون ہے، انہوں نے کہا موسیٰ! آدم علیہ السلام نے فرمایا تو بنی اسرائیل کا نبی ہے جس کے ساتھ اللہ نے حجاب کے پیچھے کلام فرمایا اور تیرے اور اپنے درمیان کسی پیغام رساں کو حائل نہیں فرمایا؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں (میں وہی موسیٰ ہوں) آدم نے فرمایا تجھے معلوم نہیں کہ یہ معاملہ کتاب اللہ میں میری تخلیق سے پہلے موجود تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں (یہ تو ہے)۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا پھر تو مجھے ایک ایسے معاملہ میں کیوں ملامت کر رہا ہے جو تقدیر الٰہی میں پہلے ہی مقدر ہو چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس دلیل کے ساتھ آدم علیہ السلام موسیٰ

1۔ صحیح مسلم، جلد 16-15، صفحہ 165، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

علیہ السلام پر غالب آ گئے آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے (1)۔

امام نسائی، ابویعلی، طبرانی اور الآجری نے حضرت جندب البجلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا مناظرہ ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے آدم تو وہ ہے جس کو اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا، تجھ میں اپنی روح پھونکی، ملائکہ کو تیرے سامنے سجدہ کرایا، تجھے جنت میں ٹھہرایا، اور تو نے وہ کام کیا کہ تو نے اپنی ساری اولاد کو بھی جنت سے نکال دیا۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا تو وہ موسیٰ ہے جس کو اللہ نے اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا، تجھ سے کلام فرمائی، تجھے تورات عطا کی اور تجھے قرب خاص عطا فرمایا؟ کیا میں پہلے پیدا ہوا یا یہ معاملہ پہلے طے ہو چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

امام ابوبکر الشافعی نے الغیلانیات میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم و موسیٰ کی باہم گفتگو ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو آدم ہے جسے اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا، تیرے سامنے ملائکہ کو سجدہ کرایا، تو نے ایسی خطا کی جس نے تجھے جنت سے باہر نکال دیا، آدم علیہ السلام نے فرمایا تو وہ موسیٰ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغامات کے لئے منتخب فرمایا تجھ پر تورات نازل فرمائی اور تجھ سے کلام فرمایا میری لغزش میری تخلیق سے کتنا عرصہ پہلے مقدر تھی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے، ابن النجار نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم اور موسیٰ علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو آدم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا۔ تیرے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرایا، تجھے جنت میں داخل کیا پھر تو نے ہم کو جنت سے نکالا؟ آدم علیہ السلام نے جواباً فرمایا تو وہ موسیٰ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام کے لئے منتخب فرمایا اپنا قرب خاص عطا فرمایا تجھ پر تورات کو نازل فرمایا، میں تجھ سے اس کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے سب کچھ تجھے عطا فرمایا یہ سب کچھ کتنا عرصہ میری تخلیق سے پہلے مقدر تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تورات سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ تجھ پر تیری تخلیق سے دو ہزار سال پہلے مقدر تھا۔ پس آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس ارشاد کے متعلق روایت فرمایا ہے کہ اس سے مراد آدم، حواء، ابلیس اور سانپ ہیں جنہیں اترنے کا حکم ملا تھا اور وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ سے مراد یہ ہے کہ تم نے قبور میں ٹھہرنا ہے اور وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ سے مراد یہ ہے کہ زندگی تک تمہیں فائدہ اٹھانا ہے (2)۔

حضرت ابوالشیخ نے مجاہد رحمہ اللہ سے مذکورہ ارشاد کے متعلق روایت کیا ہے کہ جنہیں اترنے کا حکم ملا تھا وہ آدم، سانپ اور شیطان تھے، ابوالشیخ نے قتادہ سے اور انہوں نے ابوصالح سے روایت کیا ہے کہ اهْبِطُوْا کا ارشاد آدم، حواء اور سانپ کو تھا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ ارشاد آدم، حواء اور ابلیس کو تھا۔

1۔ سنن ابوداؤد، صفحہ 362، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 77-276، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے سانپوں کو قتل کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا یہ پیدا کئے گئے ہیں اور یہ اور انسان ایک دوسرے کے دشمن ہیں، اگر کوئی انہیں دیکھے تو یہ اسے ڈراتے ہیں اگر یہ انسان کو کاٹ لیں تو اسے تکلیف پہنچاتے ہیں پس انہیں جہاں بھی پاؤ انہیں قتل کرو۔

حضرت ابوالشیخ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ زمین کے اوپر تم نے ٹھہرنا ہے اور زمین کے نیچے تم نے ٹھہرنا ہے وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ اور پھر مخصوص وقت تک فائدہ اٹھانا ہے حتیٰ کہ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف چلے جاؤ گے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت آدم کو جس زمین پر اتارا گیا اس کا نام دجناء تھا وہ مکہ اور طائف کے درمیان تھی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم کو الصفا (پہاڑی) پر اور حوا کو مروہ (پہاڑی) پر اتارا گیا۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے ہند کی زمین پر اتارا گیا اور بعض روایتوں میں ہے کہ ہند میں دجناء کے علاقہ میں اتارا گیا۔

امام ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے البعث میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے فرمایا بہترین (آب وہوا) کا علاقہ ہند ہے اس میں آدم علیہ السلام کو اتارا گیا اور اس کی ہوا کو جنت کے درخت سے معلق کیا گیا۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کو ہند میں اور حواء کو جدہ میں اتارا گیا پھر وہ حضرت حواء کی تلاش میں نکلے حتیٰ کہ مزدلفہ میں جمع ہوئے۔

حضرت حواء مزدلفہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے قریب ہوئیں اسی وجہ سے اس کو مزدلفہ کہا جاتا ہے (ازدلف کا معنی قریب ہونا ہے) اور دونوں یہاں جمع ہوئے اس لئے اس کو جمع بھی کہا جاتا ہے۔ ابن ابی حاتم نے رجاء بن ابی سلمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو آپ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اور سر جھکائے ہوئے تھے اور ابلیس کو اتارا گیا تو وہ انگلیوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے آسمان کی طرف سر اٹھائے ہوئے تھا۔ ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حمید بن ہلال سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نماز میں پہلوؤں پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے کیونکہ ابلیس اسی کیفیت میں زمین پر اتارا گیا تھا۔

امام طبرانی، ابونعیم نے الحلیہ میں اور ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم علیہ السلام ہند میں اترے تو انہوں نے وحشت محسوس کی پھر جبریل اترے اور اذان دی اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دو مرتبہ کہا پھر اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ دو مرتبہ کہا۔ آدم نے پوچھا محمد کون ہے؟ فرمایا یہ تیری اولاد میں سے آخری نبی ہے۔ (1)

1۔ تہذیب تاریخ دمشق، جلد 2، صفحہ 360، مطبوعہ دار المیسرہ

حضرت ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں، ابن المنذر اور ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کو جب زمین پر اتارا گیا تو وہ ہند میں اترے اور ان کا سر آسمان کو چھور ہا تھا زمین نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کی کہ آدم بھاری ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت آدم کے سر پر رکھا تو وہ ستر ہاتھ نیچے ہوگئے اور آدم علیہ السلام کے ساتھ عجوہ کھجور، اترنج اور کیلے اترے۔ جب آپ کو زمین پر اتارا گیا تو عرض گزار ہوئے اس بندے کے رب جس کے اور میرے درمیان تو نے دشمنی پیدا فرمائی ہے اگر تو اس پر میری مدد نہیں کرے گا تو میں اس پر طاقت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تیرا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا لیکن میں اس پر ایک فرشتہ مقرر کروں گا آدم نے عرض کی رَبِّ زِدْنِي اے میرے پروردگار میرے لئے اس میں اضافہ فرمایا، فرمایا میں ایک برائی کے بدلے ایک سزا دوں گا اور ایک نیکی کے بدلے دس نیکیاں دوں گا حتی کہ اس پر اضافہ کردوں گا۔ آدم نے پھر عرض کی رَبِّ زِدْنِي اے میرے رب میرے لئے اس میں اضافہ فرما، فرمایا جب تک جسم میں روح باقی ہوگی توبہ کا دروازہ کھلا ہوگا، شیطان کہنے لگا اے اس بندے کے رب جس کو تو نے عزت بخشی ہے اگر تو میری اس کے خلاف مدد نہیں کرے گا تو میں اس پر قادر نہیں ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کا بچہ پیدا ہوگا تو تیرا بھی ایک بچہ پیدا ہوگا۔ اس نے کہا اے اللہ میرے لئے اس میں اضافہ فرما۔ فرمایا تو اس میں اس طرح گردش کرے گا جیسے خون گردش کرتا ہے اور تو ان کے سینوں میں گھر بنائے گا۔ پھر اس نے عرض کی یا رب میرے لئے اس میں اضافہ فرما۔ فرمایا وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ (بنی اسرائیل: 64)(1)۔

امام ابن سعد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا تو ان کا سر آسمان کو چھور ہا تھا پس اللہ تعالیٰ نے ان کا سر زمین کی طرف کر دیا حتی کہ وہ ساٹھ ہاتھ لمبے اور سات ہاتھ چوڑے تھے(2)۔

امام طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب آدم علیہ السلام کو ہند کی زمین پر اتارا گیا تو آپ کے ساتھ جنت کے درخت بھی تھے، انہوں نے ان کو بھی زمین پر لگا دیا اور آدم کا سر آسمان پر اور پاؤں زمین پر تھے۔ آپ ملائکہ کا کلام سنتے تھے اور آپ پر تنہائی شاق گزری، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے سر کو جھکا کر ستر ہاتھ کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ میں تجھے ایک ایسے گھر میں اتارنے والا ہوں جس کے اردگرد طواف کیا جائے گا جس طرح عرش کے اردگرد فرشتے طواف کرتے ہیں اور اس کے پاس نماز پڑھی جائے گی جس طرح ملائکہ عرش کے اردگرد نماز پڑھتے ہیں۔ پھر آپ بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے پس ہر قدم کی جگہ ایک شہر تھا اور ہر دو قدموں کے درمیان جنگل تھا حتی کہ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے بیت اللہ کے طواف کے لئے باب الصفاء میں داخل ہوئے اور اس کے پاس نماز پڑھی پھر آپ شام کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں ہی آپ کا وصال ہوا(3)۔

حضرت ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 7، صفحہ 438، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2۔ طبقات ابن سعد، جلد 1، صفحہ 422، مطبوعہ دار بیروت لبنان

3۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 625، مطبوعہ دار الفکر بیروت

وحشی جانور ڈر گئے اور جو کچھ زمین پر تھا ان کی لمبائی کی وجہ سے ڈر گئے پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ستر ہاتھ تک کم کر دیا(1)۔

امام ابن جریر نے اپنی تاریخ میں، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب آدم علیہ السلام جنت سے باہر آئے تو جس چیز کے پاس سے گزرتے اسے تکلیف ہوتی۔ ملائکہ کو کہا گیا اس کو چھوڑ دو زمین سے جو چاہے اپنا زادراہ لے لے، پس جب آپ زمین پر اترے تو آپ نے پیدل چالیس حج کئے۔

امام سعید بن منصور نے عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام ہند کی زمین پر اترے اور آپ کے ساتھ جنت کی چار لکڑیاں تھیں یہ وہ لکڑیاں تھیں جن کے ساتھ لوگ خوشبو حاصل کرتے ہیں۔ آپ نے بیل پر سوار ہو کر بیت اللہ کا حج کیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ربیع بن انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام جنت سے نویں یا دسویں گھڑی نکلے اور اپنے ساتھ جنت کے درخت کی ایک ٹہنی بھی لائے اور آپ کے سر پر جنت کے درخت کا تاج تھا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن عساکر نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کو ہند میں اتارا گیا اور حواء کو جدہ میں اتارا گیا اور ابلیس کو بصرہ سے چند میل کے فاصلہ پر دست بیسان میں اتارا گیا اور سانپ کو اصبہان میں اتارا گیا۔

امام ابن جریر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی جبکہ آپ ہند کے علاقے میں تھے کہ بیت اللہ شریف کا حج کریں تو آدم علیہ السلام نے حج کیا۔ جب آدم علیہ السلام قدم رکھتے تو وہ شہر بن جاتا اور دو قدموں کے درمیان جنگل بن گیا حتی کہ آپ بیت اللہ کے قریب پہنچ گئے۔ آپ نے اس کا طواف کیا اور مناسک حج ادا کئے پھر جب واپس آنے لگے تو جب آپ مازمین کے مقام پر تھے تو فرشتوں سے ملاقات ہوئی، فرشتوں نے کہا اے آدم تیرا حج قبول ہوا۔ پس آدم علیہ السلام کے دل میں کچھ بڑائی آئی، جب فرشتوں نے آپ کے چہرہ پر بڑائی کے آثار دیکھے تو کہا اے آدم ہم نے تیری تخلیق سے دو ہزار سال پہلے حج کیا تھا پس آپ یہ سن کر عجز کا پیکر بن گئے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے الام میں بیہقی نے دلائل میں اصبہانی نے الترغیب میں حضرت محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام نے حج کیا پھر ملائکہ کی ان سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے اے آدم تیری عبادت مقبول ہوگئی اور ہم نے تجھ سے دو ہزار سال پہلے حج کیا تھا۔

امام الخطیب نے التاریخ میں ایک ایسی سند سے حضرت یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جس میں ایک غیر معروف راوی ہے، یحییٰ بن اکثم فرماتے ہیں انہوں نے حضرت واثق کی مجلس میں پوچھا کہ آدم علیہ السلام کا حج کے موقع پر حلق کس نے کیا تھا، فقہاء جواب دینے سے عاجز آ گئے۔ واثق نے کہا میں ایسے شخص کو بلاتا ہوں جو تمہیں اس کا جواب بتائے گا، اس نے علی بن محمد بن جعفر بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابی طالب کو بلایا اور یہی سوال پوچھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے باپ نے میرے جد امجد سے اور انہوں نے اپنے باپ اور انہوں نے دادا سے روایت کر کے

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 7، صفحہ 422، مطبوعہ دارالفکر بیروت

بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا کہ وہ جنت سے یاقوت لیکر زمین پر اترے پس وہ یاقوت لیکر آئے اسے آدم کے سر سے مس کیا تو تمام بال جھڑ گئے پس جہاں تک اس یاقوت کا نور پہنچا وہ علاقہ حرم بن گیا۔

امام بزار، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا تو اسے جنت کے پھولوں کا زادراہ دیا اور انہیں ہر چیز کا فن سکھایا، پس تمہارے پھل جنت سے ہیں لیکن یہ پھل متغیر ہو جاتے ہیں جب کہ جنت کے پھل متغیر نہیں ہوتے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کی ہے۔ حضرت حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام جنت کے پھلوں کے تیس قسموں کے ساتھ زمین پر اترے، بعض وہ تھے جن کا داخل وخارج کھایا جاتا تھا اور بعض کا داخل (اندر والا حصہ) کھایا جاتا تھا اور خارج (بیرونی حصہ) پھینکا جاتا تھا، بعض کا خارج کھایا جاتا تھا اور داخل پھینکا جاتا تھا۔ ابن ابی الدنیا نے کتاب البکاء میں حضرت علی بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سب سے پہلی چیز جو آدم علیہ السلام نے زمین پر اترنے کے بعد تناول فرمائی وہ امرود تھا، جب آپ پاخانہ کے لئے بیٹھے تو اتنی تکلیف ہوئی جتنی کہ عورت کو بچہ جننے کے وقت ہوتی ہے۔ آپ شرقاً، غرباً گئے تو حل کی صورت نظر نہ آئی حتیٰ کہ جبریل نازل ہوئے انہوں نے آدم کو پیشاب کرنے کی کیفیت پر بٹھایا تو غلاظت باہر نکل آئی جب آپ نے بدبو محسوس کی تو وہاں ستر سال بیٹھ کر روتے رہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کے ساتھ زمین پر تین چیزیں اتریں۔ سندان (اہرن، وہ لوہا جس پر لوہار چیزوں کو کوٹتا ہے) زنبور (کیل نکالنے کا آلہ) اور ہتھوڑا۔

حضرات ابن عدی اور ابن عساکر نے التاریخ میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو آپ کے ساتھ سندان، زنبور اور ہتھوڑا تھا اور حضرت حواء جدہ میں اتری (1)۔ ابن عساکر نے جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا فرمایا تو اس میں سونے اور چاندی کو پیدا نہ فرمایا پھر جب آدم وحواء زمین پر اترے تو ان کے ساتھ سونا اور چاندی اتارے پس زمین میں ان کے لئے چشمے جاری فرما دیئے تاکہ آدم وحواء کی اولاد نفع حاصل کرتی رہے۔ اور اسی سونے اور چاندی کو حضرت حواء کا مہر بنایا پس کسی کے لئے بغیر مہر کے نکاح کرنا مناسب نہیں۔ حضرت ابن المنذر نے ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اتارا تو آٹھ اشیاء کو ان کے ساتھ اتارا اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری میں سے ہر ایک کا جوڑا جوڑا۔ اور آپ کے ساتھ صنعت کاری کے آلات اتارے۔ ان میں بیج، انگور کی بیل اور نیاز بو وغیرہ بھی تھی۔ باسنہ کے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں اس سے مراد آلات صنعت ہیں اور بعض

1۔ الکامل لابن عدی، جلد 1، صفحہ 423، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

فرماتے ہیں اس سے مراد ہل کا پھل ہے۔ اور یہ خالص عربی لفظ نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ (فی العظمۃ) نے السری بن یحییٰ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا گیا تو آپ کے ساتھ مختلف چیزوں کے بیج تھے۔ ابلیس نے ان کے اوپر اپنا ہاتھ رکھ دیا جس پر اس کا ہاتھ آ گیا ان کی منفعت ختم ہو گئی۔

امام ابن عساکر نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم وحواء زمین پر برہنہ اکٹھے اترے اور ان پر جنت کے پتے تھے۔ آدم علیہ السلام کو گرمی لگی تو آپ رونے بیٹھ گئے اور حواء سے کہا مجھے گرمی سے تکلیف ہو رہی ہے۔ جبریل روئی لیکر آئے اور حواء کو اس کو کاتنے کے لئے کہا اور کاتنے کا طریقہ بھی سکھایا۔ آدم علیہ السلام کو کپڑے بننے کا حکم دیا اور ان کو طریقہ بھی سکھایا۔ جنت میں آدم علیہ السلام نے حضرت حواء کے حقوق زوجیت ادا نہیں کئے تھے حتی کہ جنت سے باہر آ گئے۔ آدم حواء جدا جدا سوتے تھے حتی کہ جبریل آئے اور آدم کو اپنی بیوی کے پاس جانے کو کہا اور جماع کا طریقہ بھی بتایا۔ جب آدم وحواء ہم بستر ہوئے تو جبریل آئے اور پوچھا کہ تم نے اپنی بیوی کو کیسا پایا ہے آدم نے کہا صالحۃ (نیک عورت ہے) (1)

حضرت دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ سب سے پہلے کپڑے بننے کا کام آدم علیہ السلام نے کیا تھا۔

امام ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کسان تھے، ادریس علیہ السلام درزی تھے، نوح علیہ السلام ترکھان تھے، ہود علیہ السلام تاجر تھے، ابراہیم علیہ السلام بکریاں چراتے تھے، داؤد علیہ السلام زرہ بنانے والے تھے، سلیمان علیہ السلام کھجور کے پتے فروخت کرنے والے تھے، موسیٰ علیہ السلام اجیر (مزدور) تھے، عیسیٰ علیہ السلام سیاح تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم شجاع (بہادر) تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا رزق آپ کے نیزے کے نیچے رکھا تھا (2)۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو کہا میرے قریب آ جا، میں تمہیں کتاب اللہ میں مذکور انبیائے کرام کے متعلق بتاتا ہوں، آدم علیہ السلام کسان تھے، نوح علیہ السلام ترکھان تھے، ادریس علیہ السلام درزی تھے، داؤد علیہ السلام زرہیں بنانے والے تھے، موسیٰ علیہ السلام چرواہے تھے، ابراہیم علیہ السلام بیج بکھیرنے والے تھے اور بہت زیادہ مہمان نواز تھے اور شعیب علیہ السلام چرواہے تھے، لوط علیہ السلام بھی کھیتی باڑی کرنے والے تھے، صالح علیہ السلام تاجر تھے، سلیمان علیہ السلام بادشاہ تھے، آپ ہر مہینے کی ابتداء میں چھ، وسط میں تین اور آخر میں بھی تین روزے رکھتے تھے، آپ کی نو سو لونڈیاں تھیں اور تین سو بیویاں تھیں اور حضرت عیسیٰ بن مریم کل کے لئے کچھ چھپا کر نہ رکھتے تھے، فرماتے جس نے مجھے صبح غذا دی ہے وہ شام کو بھی فراہم فرمائے گا اور جس نے عشاء کا کھانا دیا ہے وہ صبح کا کھانا بھی عطا فرمائے گا۔ تمام رات اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ دن کو اللہ کی تسبیح کرتے اور ہمیشہ روزہ رکھتے اور پوری رات قیام فرماتے تھے (3)۔

1۔ تہذیب تاریخ دمشق، جلد 2، صفحہ 353، مطبوعہ دار المیسرہ — 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 361

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 652، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

حضرات ابوالشیخ، بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام جنت سے حجر اسود کو ساتھ لے کر آئے۔ آپ اس کے ساتھ اپنے آنسو پونچھتے تھے اور آدم علیہ السلام کے آنسو جنت سے نکلنے کے بعد جب بھی نکلے وہ جنت کی طرف لوٹ گئے (1)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف اتارا گیا تو آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وحشت کی شکایت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میرے گھر کے سامنے دیکھو میرے فرشتے تمہیں طواف کرتے نظر آئیں گے پس تم بھی ان کی طرح کعبہ کو طواف کرو، پس آپ کے سامنے جنگل تھے اور آپ کے قدموں کے درمیان نہریں اور چشمے تھے۔

امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام ہند میں اترے تو خوشبو کا درخت پیدا ہوا۔

امام ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام جنت سے دو نمازوں کے درمیان نکلے یعنی نماز ظہر اور نماز عصر کے درمیان نکلے، آپ کو زمین پر اتارا گیا اور آپ جنت میں آخرت کے ایام میں سے نصف یوم ٹھہرے اور وہ پانچ سو سال بنتے ہیں اس دن کے حساب سے جس کی مقدار بارہ گھڑیاں ہے اور دن ہزار سال ہے اس حساب سے جو اہل دنیا شمار کرتے ہیں آدم علیہ السلام ہند میں ایک پہاڑ پر اترے جسے نود کہا جاتا تھا۔ حضرت حواء جدہ میں اتریں آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت کی خوشبو بھی اتری پس وہ درختوں اور وادیوں کے ساتھ معلق ہو گئی۔ پس وہ تمام جگہ خوشبو سے معطر ہو گئی پھر آدم علیہ السلام کی خوشبو کو لایا گیا، فرشتوں نے کہا اس پر جنت سے خوشبو کو اتارا گیا ہے۔ آدم علیہ السلام کے ساتھ حجر اسود بھی اترا یہ برف سے بھی زیادہ سفید تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا بھی اترا تھا جو جنت کی آس لکڑی کا تھا، اس کی لمبائی موسیٰ علیہ السلام کے قد کے مطابق دس ہاتھ تھی۔ نیز مر اور لبان بھی اترے تھے پھر اس کے بعد آپ پر آبرن، زنبور اور دو ہتھوڑے اترے تھے، آدم علیہ السلام پہاڑ پر اترے تو لوہے کی سلاخ دیکھی جو پہاڑ پر اُگی ہوئی تھی، فرمایا یہ اس میں سے ہے پس آپ نے ہتھوڑے کے ساتھ درخت توڑنے شروع کر دیئے جو کہ پرانے ہو چکے تھے اور جھکے ہوئے تھے پھر اس لوہے کی سلاخ پر لکڑیوں کے ساتھ آگ جلائی تو وہ پگھل گئی۔ سب سے پہلے آپ نے اس لوہے سے چھری بنائی، آپ اس کے ساتھ کام کرتے تھے پھر آپ نے تنور بنایا جو نوح علیہ السلام کو میراث میں ملا تھا اور یہی ہند میں عذاب کے ساتھ ابل رہا ہے۔ جب آدم علیہ السلام نے حج کیا اور حجر اسود کو جبل ابی قبیس پر رکھا تو وہ اہل مکہ کے لئے تاریک راتوں میں روشنی کرتا تھا جس طرح چاند روشنی کرتا ہے۔ اسلام سے چار سال پہلے حیض والی عورتیں اور جنبی لوگ اس کو چھوتے تھے اس لئے یہ سیاہ ہو گیا۔ قریش نے اس پتھر کو جبل ابی قبیس سے نیچے اتارا، آدم علیہ السلام نے ہند سے مکہ تک پیدل چالیس حج کئے۔ آدم علیہ السلام جب زمین پر اتارے گئے تو آپ کا سر آسمان کو چھوتا تھا اسی وجہ سے آپ گنجے ہو گئے اور آپ کی اولاد بھی گنجی ہو جاتی ہے۔ آپ کے قد کی طوالت کی وجہ سے خشکی کے چوپائے بھاگ گئے اور اس دن وحشی بن گئے اور آدم علیہ السلام پہاڑ پر کھڑے ہو کر فرشتوں

1۔ تہذیب تاریخ دمشق، جلد 2، صفحہ 354، مطبوعہ دار المیسرہ

کی آوازیں سن رہے تھے اور جنت کی خوشبو محسوس کرتے رہے۔ پھر آپ کا قد ساٹھ ہاتھ کر دیا گیا اور پھر وصال تک یہی قد رہا۔ اور آدم علیہ السلام کا حسن سوائے یوسف علیہ السلام کے کسی میں جمع نہ ہوا۔ آدم علیہ السلام نے یہ کہنا شروع کر دیا میرے رب میں تیرے گھر میں تیرا پڑوسی تھا، تیرے سوا میرا کوئی رب نہیں ہے، تیرے سوا کوئی تاڑنے والا نہیں ہے، میں جنت میں جو چاہتا تھا کھاتا تھا اور جہاں چاہتا تھا رہتا تھا۔ تو نے مجھے اس مقدس پہاڑ کی طرف اتار دیا، میں فرشتوں کی آوازیں سنتا تھا اور میں انہیں دیکھتا تھا کہ وہ کیسے عرش کو گھیرے رکھتے ہیں۔ میں جنت کی خوشبو سونگھتا تھا پھر تو نے مجھے زمین پر اتار دیا اور تو نے میرا قد ساٹھ ہاتھ کر دیا۔ اب مجھے نہ فرشتوں کا دیدار ہوتا ہے اور نہ ان کی کلام سنائی دیتی ہے۔ اب مجھ سے جنت کی خوشبو بھی ختم ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جواباً فرمایا اے آدم تیری نافرمانی کی وجہ سے یہ سب کچھ میں نے تیرے ساتھ کیا تھا۔

جب آدم وحواء کو برہنہ دیکھا تو فرمایا آدم! آٹھ جوڑوں میں سے ایک مینڈھا ذبح کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ زمین پر نازل کئے ہیں۔ آدم علیہ السلام نے مینڈھا ذبح کیا پھر اس کی اون لی اور اسے حضرت حواء نے کاتا اور اسے بنا۔ آدم علیہ السلام نے اپنے لئے جبہ خود بنا اور حضرت حواء کے لئے قمیض اور دوپٹہ تیار کیا۔ دونوں نے وہ لباس پہنا، وہ دونوں مزدلفہ میں جمع ہوئے اس لئے اس جگہ کو جمع کہا جاتا ہے۔ عرفہ کے مقام پر دونوں نے ایک دوسرے کو پہنچانا اس لئے اسے عرفہ کہتے ہیں، سو سال جوان سے فوت ہو چکے تھے اور انہوں نے چالیس سال تک نہ کھایا نہ پیا تھا اور اس سے پہلے آدم علیہ السلام حضرت حواء کے قریب بھی نہ گئے تھے (1)۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کی زبان جنت میں عربی تھی\ جب ان سے لغزش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان سلب کر لی اور آپ سریانی زبان بولنے لگے جب پھر توبہ کی تو عربی زبان آپ کو لوٹا دی گئی (2)۔

امام ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کی طرف وحی فرمائی کہ آدم وحوا کو میرے پڑوس سے نکال دو کیونکہ انہوں نے میری نافرمانی کی ہے آدم علیہ السلام روتے ہوئے حواء کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ کے جوار سے نکلنے کے لئے تیار ہو جا، یہ معصیت کی پہلی شامت ہے، جبریل نے آپ کے سر سے تاج اتار لیا اور میکائیل نے آپ کی پیشانی سے اکلیل (جواہر سے مرصع پٹکا) اتار لیا اور اس کے ساتھ ایک ٹہنی لٹکا دی۔ آدم علیہ السلام نے سمجھا جلد سزا شروع ہو گئی ہے۔ آپ نے سر جھکا لیا اور معافی، معافی کی آواز لگانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھ سے بھاگنے کی وجہ سے یہ کہہ رہے ہو عرض کی نہیں میرے آقا تیرے حیاء کی وجہ سے ایسا کر رہا ہوں (3)۔ حضرات اسحق بن بشیر اور ابن عساکر نے عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کو جب جنت سے زمین پر اتارا گیا تو آپ بیت اللہ شریف کی جگہ سجدہ کرتے ہوئے گر پڑے اور آپ چالیس سال سجدہ میں پڑے رہے اور سر نہ اٹھایا (4)۔

امام ابن عساکر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو زمین پر اتارا تو کہا گیا

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 1، صفحہ 35، مطبوعہ دار بیروت، بیروت　2۔ تہذیب تاریخ دمشق، جلد 2، صفحہ 351، مطبوعہ دار المیسرہ
3۔ تہذیب تاریخ، جلد 2، صفحہ 351، مطبوعہ دار المیسرہ　4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 355

کہ تو روٹی، زیتون کے ساتھ نہیں کھائے گا حتی کہ تو موت کی مثل عمل کرے (1)۔ ابن عساکر نے عبد الملک بن عمیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب آدم و ابلیس کو زمین پر اتارا گیا تو ابلیس نے نوحہ کیا حتی کہ آدم علیہ السلام بھی رونے لگے پھر اس نے بلند آواز میں گانا گایا اور پھر ہنسنے لگا (2)۔

امام ابن عساکر نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہونے سے پہلے آپ کی موت آپ کی آنکھوں کے سامنے رہتی تھی اور آپ کی امید آپ کے پیچھے رہتی تھی۔ جب گناہ سرزد ہوا تو اللہ تعالیٰ نے امید سامنے کر دی اور موت پیچھے کر دی، آپ موت تک امید کرتے رہے (3)۔

امام وکیع اور احمد نے الزہد میں حضرت حسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کے گناہ میں ملوث ہونے سے پہلے موت ان کی آنکھوں کے سامنے اور امید پیٹھ کے پیچھے رہتی تھی۔ جب خطا لاحق ہوئی تو امید کو آنکھوں کے سامنے کر دیا گیا اور موت کو پیٹھ کے پیچھے کر دیا گیا (4)۔ ابن عساکر نے الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کی عقل آپ کی تمام اولاد کی عقل کی مثل تھی (5)۔

امام ابن عساکر نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کو جب زمین پر اتارا گیا تو آپ کے پیٹ نے حرکت کی اسی وجہ سے آپ کو غم لاحق ہوا۔ آپ کو سجھائی نہیں دیتا تھا کہ آپ کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ بیٹھ جا تو آپ بیٹھ گئے۔ جب قضائے حاجت کر لی تو ہوا کو پایا جزع کرنے لگے اور رونے لگے اور اپنی انگلیوں کے پورے کاٹنے لگے پس آپ ہزار سال اپنی انگلیوں کو کاٹتے رہے (6)۔

امام ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کو جب جنت سے اتارا گیا تو آپ اتنے روئے کہ ایسا کوئی دوسرا نہ رویا۔ اگر تمام اولاد آدم کا رونا، داؤد علیہ السلام کے اپنی خطا پر رونے سمیت ایک پلڑے میں رکھا جائے تو آدم علیہ السلام کے رونے کے برابر نہ ہوگا جب وہ جنت سے نکلنے کے وقت روئے تھے۔ آپ نے چالیس سال آسمان کی طرف سر نہ اٹھایا (7)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں، ابن عدی نے الکامل میں، بیہقی نے شعب الایمان میں، الخطیب اور ابن عساکر نے التاریخ میں حضرت بریدہ رحمہ اللہ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ اگر داؤد علیہ السلام کے رونے اور تمام اہل زمین کے رونے کا آدم علیہ السلام کے رونے سے موازنہ کیا جائے تو وہ آدم علیہ السلام کے رونے کے برابر نہ ہوگا۔ حضرت بیہقی رحمہ اللہ کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے آنسوؤں کا آپ کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے میزان کیا جائے تو آپ کے آنسوؤں کا وزن بڑھ جائے گا (8)۔

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 7، صفحہ 438، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً 3۔ تہذیب تاریخ، جلد 2، صفحہ 360

4۔ کتاب الزہد از امام احمد، صفحہ 62، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 5۔ تہذیب تاریخ، جلد 2، صفحہ 361

6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 352 7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 353 8۔ ایضاً

امام ابن سعد نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام تین سو سال روتے رہے۔

امام ابن عساکر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہا السلام کو فرمایا کہ تم زمین پر اتر جاؤ اور موت کے لئے بچے پیدا کرو اور خرابی کے لئے تعمیر کرو(1)۔

امام ابن المبارک نے الزہد میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا خراب ہونے کے لئے بناؤ اور فنا کے لئے بچے پیدا کرو۔

امام ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو زمین پر گدھ اور سمندر میں مچھلی تھی، ان کے علاوہ زمین پر کچھ نہ تھا۔ جب گدھ نے آدم کو دیکھا اور وہ مچھلی کے پاس پناہ لیتی اور ہر رات اس کے پاس گزارتی تو گدھ نے مچھلی سے کہا اے مچھلی زمین پر ایک ایسی چیز آج اتاری گئی ہے جو دو پیروں پر چلتی ہے اور اپنے ہاتھ سے پکڑتی ہے۔ مچھلی نے گدھ سے کہا اگر تو سچ کہہ رہی ہے تو پھر نہ میرے لئے سمندر میں نجات ہے اور نہ تیرے لئے خشکی میں نجات ہے(2)۔

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾

"پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے چند کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔ بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم فرمانے والا"۔

امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں، حاکم، ابونعیم اور بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی اَسْاَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِيْ؟ (اے اللہ میں تجھ سے محمد کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کیا تو مجھے معاف نہیں فرمائے گا؟) اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اور پوچھا محمد کون ہے؟ آدم علیہ السلام نے عرض کی تیرا اسم بڑا بابرکت ہے جب تو نے مجھے پیدا فرمایا اور میں نے اپنا سر عرش کی طرف اٹھایا تو اس پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا تھا پس مجھے معلوم ہو گیا کہ اس ذات سے معزز تیری بارگاہ میں اور کوئی نہیں ہے جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے آدم یہ تیری اولاد سے آخری نبی ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا(3)۔

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا نے التوبہ میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیہ مذکورہ کے متعلق نقل فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار کیا تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا نہیں کیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیوں نہیں۔ آدم علیہ السلام نے عرض کی کیا تو نے مجھ میں اپنی

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 7، صفحہ 437، مطبوعہ دار الفکر بیروت
2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 4، صفحہ 278، مطبوعہ مکتبہ خانجی وسعادۃ مصر
3۔ تہذیب تاریخ، جلد 2، صفحہ 359، مطبوعہ دار المیسرۃ

خاص روح نہیں پھونکی؟ فرمایا کیوں نہیں۔ پھر آدم علیہ السلام نے عرض کی کیا تیری رحمت تیرے غضب سے سبقت نہیں لے گئی؟ فرمایا کیوں نہیں۔ آدم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار اگر میں توبہ کروں اور اپنی اصلاح کرلوں تو کیا تو مجھے جنت کی طرف لوٹا دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن عساکر نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو آپ کھڑے ہوئے اور کعبہ کے پاس آئے پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں انہیں یہ دعا الہام فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَ تَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَ تَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُقَلْبِیْ وَ یَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّامَا کَتَبْتَ لِیْ، وَاَرْضِنِیْ بِمَا قَسَمْتَ لِیْ۔

”اے اللہ تو میرے ظاہر و باطن پر آگاہ ہے پس میری معذرت کو شرف قبول عطا فرما اور تو جانتا ہے جو کچھ میرے نفس میں ہے پس میرا گناہ معاف فرما۔ اے اللہ میں تجھ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں جو میرے دل سے متصل ہو اور سچے یقین کا سوال کرتا ہوں حتی کہ میں جان لوں کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی مگر جو میری تقدیر میں لکھی گئی ہے اور جو تو نے میرے لئے تقسیم فرمایا اس پر مجھے خوش رکھ“۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کی طرف وحی فرمائی اے آدم تیری توبہ قبول ہوگئی ہے، میں نے تیرا گناہ معاف کر دیا اور جو بھی ان کلمات کے ذریعے مجھ سے دعا مانگے گا میں اس کا گناہ معاف کر دوں گا اور اس کی ضرورت و معاملہ میں کفایت کروں گا، اس سے شیطان کو دور بھگاؤں گا اور اس کے لئے ہر تاجر سے آگے تجارت کروں گا اور دنیا کو اس کی طرف متوجہ کروں گا اور دنیا اس کے پاس ناک رگڑتے ہوئے آئے گی اگرچہ وہ انسان دنیا کا ارادہ نہیں کرے گا (2)۔

حضرت الجندی، طبرانی اور ابن عساکر نے فضائل مکہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمانے کا ارادہ فرمایا تو انہیں بیت اللہ شریف کے طواف کی اجازت فرمائی، اس وقت بیت اللہ ایک سرخ ٹیلا کی مانند تھا۔ جب آپ نے دو رکعتیں پڑھیں تو آپ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور یہ دعا کیا **اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَ تَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَ تَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُقَلْبِیْ وَ یَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّامَا کَتَبْتَ لِیْ، وَاَرْضِنِیْ بِمَا قَسَمْتَ لِیْ** (اس کا ترجمہ پچھلی روایت میں گزر چکا ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تیرا گناہ معاف کر دیا ہے اور جو تیری اولاد میں سے اس دعا کے ساتھ مجھے پکارے گا میں اس کے گناہ معاف کر دوں گا اور اس کے رنج و الم دور کروں گا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے سے فقر کو دور کر دوں گا اور ہر تاجر سے بلند میں اس کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 279　2۔ تہذیب تاریخ، جلد 2، صفحہ 358، مطبوعہ دار المیسرہ

لئے تجارت کردوں گا اور دنیا اس کے پاس ناک رگڑتے ہوئے آئے گی اگرچہ وہ اس کا ارادہ نہ کرتا ہوگا (1)۔

حضرت الازرقی نے تاریخ مکہ میں طبرانی نے الاوسط میں، بیہقی نے الدعوات میں اور ابن عساکر نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدم کو زمین کی طرف اتارا گیا تو آپ نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور بیت اللہ کے سامنے دو رکعتیں پڑھیں پھر سابقہ روایت کے مطابق دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے سابقہ روایت کے مطابق جواب عطا فرمایا (2)۔

امام وکیع، عبد بن حمید، ابو الشیخ نے العظمہ میں، ابونعیم نے الحلیہ میں عبید بن عمیر اللیثی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اے میرے پروردگار! کیا میں نے کوئی ایسا کام کیا ہے جو تو نے میری تقدیر میں پہلے میرے متعلق لکھ دیا تھا یا میں نے خود اپنی طرف سے یہ کام کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے یہ کام تیری تقدیر میں پہلے لکھ دیا تھا عرض کیا اے میرے پروردگار جس طرح تو نے یہ کام ہونا میرے متعلق لکھ دیا تھا اسی طرح اس کو معاف بھی فرما دے پس فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ کا یہی مطلب ہے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے عرض کی یارب اگر میں توبہ کرلوں اور اپنی اصلاح کرلوں تو کیا تو مجھے جنت میں لوٹا دے گا؟ فرمایا میں تجھے جنت میں لوٹا دوں گا تو آدم وحواء نے یہ دعا کی۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف: 23) پس آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے استغفار کیا اور توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اللہ کا دشمن ابلیس قسم بخدا اپنے گناہ سے باز نہ آیا اور جرم کرنے کے بعد توبہ نہ کی بلکہ اس نے قیامت تک کے لئے مہلت طلب کی پس اللہ تعالیٰ نے جس نے جو سوال کیا اس کو وہی عطا فرمایا (4)۔

حضرات ثعلبی نے عکرمہ کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کلمات سے مراد رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

حضرات ابن المنذر نے ابن جریر کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کلمات سے مراد رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا...... ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ سے کلمات کی تفسیر رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا...... نقل فرمائی ہے اگر اللہ تعالیٰ اس ارشاد کو بیان نہ بھی فرماتا تو علماء اپنی تحقیق وتفحص کے ذریعے جان لیتے کہ یہی کلمات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سکھائے تھے (5)۔

1۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 431
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 358
3۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، صفحہ 273، مطبوعہ مکتبہ خانجی وسعادۃ مصر
4۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 434، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
5۔ ایضاً

حضرات وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے مجاہد سے بھی کلمات کی تفسیر رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا نقل کی ہے (1)۔

حضرت عبد بن حمید نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے اور الضحاک رحمہ اللہ سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے ابن اسحٰق التمیمی کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھائے فرمایا حج کی شان اور طریقہ سکھایا اور کلمات سے یہی مراد ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عبد اللہ بن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کلمات سے مراد یہ الفاظ ہیں۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ، رَبِّ عَمِلْتُ سُوْءً ا وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّکَ اَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ، رَبِّ عَمِلْتُ سُوْءً ا وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ، رَبِّ عَمِلْتُ سُوْءً ا وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔

''تیرے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، تیری ذات ہر نقص سے پاک ہے اور ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح بیان کرتے ہیں، اے میرے پروردگار میں نے غلط کام کیا اور اپنے نفس پر ظلم کیا تو مجھے معاف فرما دے، بے شک تو بہتر معاف فرمانے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ذات پاک ہے اور تیری حمد کے ساتھ ہم تیری تسبیح بیان کرتے ہیں، میں نے غلط کام کیا۔ اور اپنے نفس پر ظلم کیا تو مجھ پر رحم فرما، بے شک تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تیری ذات پاک ہے اور ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح بیان کرتے ہیں، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تو میری توبہ قبول فرما، بے شک تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کلمات کی تفسیر میں بھی مذکورہ روایت کی دعا نقل فرمائی ہے۔ انہوں نے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے لیکن اس میں شک ظاہر فرمایا ہے (2)۔

امام ہناد نے الزہد میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے کہ جب آدم سے لغزش ہوئی تو انہوں نے کلمہ اخلاص کی پناہ لی عرض کی لِلا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ، رَبِّیْ عَمِلْتُ سُوْءً ا وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ (ترجمہ گزر چکا ہے)

امام ابن عساکر نے جویبر عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آدم نے دوسو سال توبہ طلب کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ کلمات عطا فرمائے اور ان کی تلقین فرمائی، فرماتے ہیں آدم علیہ السلام بیٹھ کر رو رہے تھے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھے ہوئے تھے جبریل امین آئے اور ان پر سلام کیا۔ آدم علیہ السلام روئے اور جبریل امین بھی اس کے رونے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 281 2۔ تہذیت تاریخ دمشق، جلد 2، صفحہ 59-358، مطبوعہ دار المیسرہ

کی وجہ سے رونے لگے، جبریل نے کہا اے آدم یہ کون سی مصیبت ہے جس نے تجھے ہر مصیبت سے بے پرواہ کر دیا ہے اور یہ رونا کیسا ہے؟ ارشاد فرمایا اے جبریل میں یوں نہ گریہ زاری کروں اللہ تعالیٰ نے مجھے آسمانوں کی بادشاہی سے زمین کی پستی کی طرف اتار دیا ہے، آرام کے گھر سے زوال اور سفر کے گھر کی طرف بھیج دیا ہے، نعمتوں کے گھر سے تکلیف اور شقاوت کے گھر کی طرف بھیج دیا ہے، خلد سے اتار کر فنا کی طرف اتار دیا ہے، میں اس مصیبت کو کیسے شمار کروں، جبریل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آدم کی گفتگو کے متعلق عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل آدم کے پاس جا اور اسے بتا کہ اے آدم کیا میں نے تجھے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا؟ عرض کی کیوں نہیں۔ فرمایا کیا میں نے تجھ میں اپنی خاص روح نہیں پھونکی؟ عرض کی کیوں نہیں۔ فرمایا کیا میں نے اپنے فرشتوں کو تیرے سامنے سربسجود نہیں کیا؟ فرمایا کیوں نہیں۔ فرمایا کیا میں نے تجھے اپنی جنت میں نہیں ٹھہرایا۔ عرض کی کیوں نہیں۔ فرمایا کیا میں نے تجھے حکم نہیں دیا تھا اور تو نے میری نافرمانی کی؟ عرض کی کیوں نہیں فرمایا میری عزت وجلال اور میرے علو مرتبہ کی قسم اگر زمین کے برابر لوگ تیری مثل ہوں اور پھر وہ میری نافرمانی کریں تو میں انہیں گناہگاروں کے زمرہ میں شامل کروں گا لیکن اے آدم میری رحمت میرے غضب سے سبقت لے گئی ہے، میں نے تیری آواز اور تیری گریہ زاری کو سنا اور تیرے رونے پر مجھے رحم آیا اور تیری لغزش کو اٹھا دیا، پس تو ان الفاظ میں دعا کر لَا اِلٰهَ اَلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ، رَبِّ عَمِلْتُ سُوْءً ا وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّکَ اَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ لَا اِلٰهَ اَلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ، رَبِّ عَمِلْتُ سُوْءً ا وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ، لَا اِلٰهَ اَلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ، رَبِّ عَمِلْتُ سُوْءً ا وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ کلمات سے یہی الفاظ مراد ہیں (1)۔

امام ابن المنذر نے محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب آدم سے لغزش ہوئی تو اس کا آپ کو بہت رنج ہوا اور انتہائی ندامت محسوس ہوئی۔ جبریل آئے اور کہا اے آدم کیا میں تجھے توبہ کا دروازہ نہ بتاؤں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول فرمائے گا۔ فرمایا کیوں نہیں، ضرور بتایئے اے جبریل! جبریل نے کہا تم اپنی جگہ سے اٹھو، اپنے رب سے مناجات کرو، اس کی عظمت بیان کرو اور اس کی تعریف کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی مدح سے کوئی چیز زیادہ محبوب نہیں ہے، آدم نے پوچھا جبریل! میں اس کی مدح کیسے کروں۔ جبریل نے کہا اس طرح کہو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ کُلُّهٗ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ پھر اپنی خطا کا اقرار کرو اور یہ کلمات کہو سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِکَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَعَمِلْتُ سُوْءً ا فَاغْفِرْلِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ کَرَامَتِهٖ عَلَیْکَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ خَطِیْئَتِیْ فرماتے ہیں آدم علیہ السلام نے یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تجھے یہ کلمات کس نے سکھائے؟ آدم نے عرض کی یا رب جب تو نے مجھ میں اپنی خاص روح پھونکی اور مجھے مکمل انسان بنایا

1۔ تہذیب تاریخ دمشق، جلد 2، صفحہ 359، مطبوعہ دار المیسرہ

جومیری نافرمانی کرتا ہے۔ پس آپ زمین پر اترے تو آپ کا رنگ سیاہ ہو چکا تھا۔ زمین رونے لگی اور چیخنے لگی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم آج تیرہویں چاند کو روزہ رکھو۔ انہوں نے روزہ رکھا تو ان کا تیسرا حصہ سفید ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ آج چودھویں کا روزہ رکھو۔ آپ نے روزہ رکھا تو آپ کا دوثلث سفید ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ آج پندرہویں کا روزہ رکھو۔ پس آپ نے روزہ رکھا تو پورا چہرہ سفید ہو گیا۔ اسی وجہ سے ان دنوں کو ایام بیض کہتے ہیں (1)۔

امام ابن عساکر نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال کر زمین پر اتارا تو فرمایا اے آدم چار چیزوں کی حفاظت کر۔ 1، جو میرے لئے تیرے پاس ہے۔ 2، جو تیرے لئے میرے پاس ہے۔ 3، جو میرے اور تیرے درمیان ہے۔ 4، جو تیرے اور لوگوں کے درمیان ہے۔ وہ جو میرے لئے تیرے پاس ہے وہ یہ ہے کہ تو فقط میری عبادت کر کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرا۔ اور جو تیرے لئے میرے پاس ہے وہ یہ ہے کہ میں تجھے تیرے عمل کا پورا پورا بدلہ دوں گا اور ذرہ برابر کمی نہیں کروں گا اور جو میرے اور تیرے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تو مجھ سے دعا مانگے گا تو میں تیری دعا کو قبول کروں گا اور جو تیرے اور لوگوں کے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تو لوگوں کے پاس وہ چیز لے جانا پسند کر جو تو پسند کرتا ہے کہ وہ تیرے پاس لے آئیں (2)۔

امام احمد نے الزہد میں بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت سلمان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ارشاد فرمایا اے آدم ایک چیز میرے لئے ہے اور ایک تیرے لئے ہے اور ایک میرے اور تیرے درمیان ہے اور جو میرے لئے ہے وہ یہ ہے کہ تو میری عبادت کر اور کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرا اور جو تیرے لئے ہے وہ یہ ہے کہ جو تو عمل کرے گا میں تجھے اس کی جزاء دوں گا اور تجھے معاف کر دوں گا بے شک میں غفور رحیم ہوں اور وہ چیز جو میرے اور تیرے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تو مجھ سے سوال کرے گا دعا مانگے گا میں تیری دعا کو قبول کروں گا اور تجھے عطا کروں گا (3)۔

امام بیہقی نے ایک دوسرے طریق سے سلمان سے مرفوع روایت کی ہے۔

حضرات الخطیب اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو آپ ٹھہرے رہے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر بیٹوں نے آدم سے کہا اے ہمارے والد محترم کلام فرمایئے حضرت آدم نے چالیس ہزار کے مجمع میں خطبہ دیا جو سب آپ کی نسل سے تھے، آدم علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اے آدم تو اپنی کلام کو کم کر حتی کہ تو میرے جوار کی طرف لوٹ آئے (4)۔

حضرات خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرمایا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو زمین پر اتارا تو آپ کی اولاد کثیر ہو گئی اور بڑھ گئی۔ ایک دن آپ کے بیٹے، پوتے، پڑپوتے، سب آپ کے پاس جمع ہوئے اور آپ کے اردگرد بیٹھ کر باتیں کرنے لگے لیکن آدم خاموش بیٹھے تھے بالکل بات نہیں کرتے تھے، آپ کی اولاد نے

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 7، صفحہ 440، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2۔ کتاب الزہد، صفحہ 61، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تہذیب تاریخ، جلد 2، صفحہ 62-361 4۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 7، صفحہ 447، مطبوعہ دار الفکر بیروت

آپ سے کہا کہ کیا وجہ ہے آپ ہمارے ساتھ باتیں کیوں نہیں کرتے، آپ خاموش کیوں ہیں؟ آدم علیہ السلام نے فرمایا اے بیٹو اللہ تعالیٰ نے جب سے مجھے اپنے جوار سے نکال کر زمین کی طرف اتارا ہے اس نے مجھ سے عہد لیا کہ اے آدم کلام کم کر حتی کہ تو میرے جوار کی طرف جنت میں لوٹ آئے (1)۔

امام ابن عساکر نے حضرت فضالہ بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام بوڑھے ہو گئے حتی کہ آپ کے پوتے آپ کے ساتھ کھیلتے تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ تم اپنے پوتوں کو اپنے ساتھ کھیلنے سے منع کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا جو میں نے دیکھا ہے وہ انہوں نے نہیں دیکھا اور جو میں نے سنا ہے وہ انہوں نے نہیں سنا۔ میں جنت میں تھا، میں نے کلام (الٰہی) سنا تھا اور میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر میں خاموش رہوں گا تو وہ مجھے جنت میں داخل فرمائے گا۔

حضرت ابن الصلاح نے امالی میں محمد بن نصر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم نے عرض کی یارب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے کمائی کرنے میں مشغول کر دیا ہے پس تو مجھے ایسی چیز سکھا دے جس میں تیری حمد اور تیری تسبیح ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے آدم جب تو صبح کرے تو تین مرتبہ کہہ اور جب شام کرے تو بھی تین مرتبہ کہہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ حَمْدًا يُوَافِيْ نِعَمَهٗ وَيُكَافِيْ مَزِيْدَهٗ۔ پس یہ کلمات حمد و تسبیح کے جامع ہیں۔ ابوالشیخ نے العظمہ میں قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام بادل سے پانی پیتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حضرت کعب سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں سب سے پہلے دینار اور دراہم آدم نے بنائے۔

امام ابن عساکر نے معاویہ بن یحییٰ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے دراہم و دینار بنائے اور معیشت کا دارومدار ان دو سکوں پر ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سب سے پہلے آدم علیہ السلام کا وصال ہوا۔

امام ابن سعد، حاکم اور ابن مردویہ نے حضرت ابی بن کعب کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب آدم علیہ السلام تشریف لائے تو اپنے بیٹوں سے کہا جاؤ اور میرے لئے جنت سے پھل چن کر لاؤ۔ وہ نکلے تو انہیں راستے میں فرشتے ملے، انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارے باپ نے ہمیں بھیجا ہے کہ ہم اس کے لئے جنت سے پھل چن کر لے آئیں، فرشتوں نے کہا واپس لوٹ جاؤ تمہاری کفایت کی گئی ہے۔ پس وہ فرشتوں کے ساتھ واپس لوٹ آئے۔ جب حضرت حواء نے فرشتوں کو دیکھا تو گھبرا گئیں اور آدم علیہ السلام کے قریب ہو گئیں اور ان سے چمٹ گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا مجھ سے دور ہو جا، مجھ سے دور ہو جا، میں تجھ سے پہلے آیا تھا، میرے اور فرشتوں کے درمیان سے ہٹ جا، فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی روح قبض کی۔ پھر انہیں غسل دیا، خوشبو لگائی اور کفن پہنایا اور پھر ان کی نماز جنازہ پڑھی پھر ان کے لئے قبر کھودی اور ان کو دفن کیا۔ پھر فرشتوں نے کہا اے اولاد آدم تمہارے مردوں کے متعلق یہی سنت ہے، پس تم ایسا کیا کرو (3)۔

1۔ تہذیب تاریخ، جلد 2، صفحہ 362، مطبوعہ دارالمیسرہ 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 353

3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 495، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کی ہے۔

امام ابن عساکر نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام پر جب وفات کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف کفن اور خوشبو جنت سے بھیجی۔ جب حضرت حواء نے ملائکہ کو دیکھا تو گھبرا گئیں۔ حضرت آدم نے فرمایا میرے اور میرے رب کے فرستادوں کے درمیان سے دور ہو جا جو بھی مجھے مشقت برداشت کرنی پڑی وہ تیری وجہ سے تھی اور مجھے جو بھی مصیبت پہنچی وہ تیری وجہ سے پہنچی (1)۔

امام ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کے ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر بیٹے تھے سب سے بڑا یغوث تھا، آدم نے اسے کہا بیٹا جاؤ اگر تجھے کوئی فرشتہ ملے تو اسے کہنا کہ وہ میرے لئے جنت سے کھانا لے آئے اور پینے کے لئے مشروب لے آئے۔ پس یغوث گیا تو اسے کعبہ کے قریب جبریل ملا، اس نے یغوث سے آدم کے لئے کھانے کا سوال کیا تو جبریل نے کہا لوٹ جا، تیرا باپ فوت ہو چکا ہے۔ پس وہ دونوں لوٹے تو آدم جان دے رہے تھے۔ پس جبریل اسے ملے اور ان کے لئے کفن، خوشبو اور بیری کے پتے لے آئے پھر فرمایا اے بنی آدم کیا تم دیکھتے ہو میں نے تمہارے باپ کے ساتھ کیا کیا ہے۔ پس تم بھی اپنے مردوں کے ساتھ ایسا کرو۔ پس انہیں غسل دیا اور کفن دیا، خوشبو لگائی پھر کعبہ کی طرف اٹھا کر لے گئے۔ اس پر چار تکبیریں کہیں پھر انہیں دوسری قبور کے قریب قبلہ کے متصل رکھ دیا پھر انہوں نے مسجد الخیف میں انہیں دفن کیا (2)۔

امام دارقطنی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت آدم کی نماز جنازہ جبریل نے پڑھی انہوں نے چار تکبیریں کہیں، اس دن مسجد الخیف میں ملائکہ کی امامت کرائی۔ قبلہ کی جانب انہیں رکھا، نیز آدم کے لئے لحد بنائی گئی اور ان کی قبر کو کوہان کی مانند بنایا گیا (3)۔

امام ابو نعیم نے الحلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جنازہ لایا گیا آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے چار تکبیریں کہیں اور فرمایا آدم علیہ السلام پر فرشتوں نے چار تکبیریں کہی تھیں۔

امام ابن عساکر نے حضرت ابی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام کے لئے لحد بنائی گئی، طاق مرتبہ پانی سے انہیں غسل دیا گیا فرشتوں نے کہا یہ آدم علیہ السلام کی اولاد کے لئے سنت ہے (4)۔

امام ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم کی قبر بیت المقدس اور مسجد ابراہیم کے درمیان جنگل میں ہے، آپ کے پاؤں چٹان کے پاس ہیں آپ کا سر مسجد ابراہیم کے پاس ہے اور ان کے درمیان اٹھارہ میل کا فاصلہ ہے (5)۔

امام ابن عساکر نے حضرت عطاء الخراسانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کی وفات پر مخلوق

1۔ تہذیب تاریخ، جلد 2، صفحہ 364، مطبوعہ دار المیسرہ 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

5۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 7، صفحہ 459، مطبوعہ دار الفکر بیروت

سات دن تک روتی رہی۔

حضرات ابن عدی نے الکامل میں، ابوالشیخ نے العظمۃ میں، ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ہر شخص کو اس کے نام سے پکارا جاتا ہے لیکن آدم کی کنیت ابومحمد ہے اور جنتی تمام جرد مرد ہوں گے لیکن حضرت موسیٰ بن عمران کی داڑھی جنت میں ناف تک پہنچتی ہوگی (1)۔

حضرات ابن عدی اور بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتیوں میں کسی کی کنیت نہیں ہے لیکن آدم کی تعظیم وتوقیر کے لئے ابومحمد کنیت رکھی گئی ہے (2)۔

امام ابن عساکر نے کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جنت میں کسی کی داڑھی نہ ہوگی سوائے آدم علیہ السلام کے ناف تک آپ کی سیاہ داڑھی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں آپ کی داڑھی نہیں تھی، داڑھیاں آدم کے بعد شروع ہوئیں آدم کے علاوہ جنت میں کسی کی کنیت نہ ہوگی آدم کی کنیت ابومحمد ہوگی (3)۔

امام ابوالشیخ نے بکر بن عبداللہ المزنی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم کے سوا جنت میں کسی کی کنیت نہیں ہے، آدم علیہ السلام کی کنیت ابومحمد ہوگی اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت بخشی ہے۔

امام ابن عساکر نے غالب بن عبداللہ العقیلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دنیا میں آدم کی کنیت ابوالبشر تھی اور جنت میں ابومحمد ہوگی (4)۔

حضرت ابوالشیخ نے العظمہ میں خالد بن معدان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم ہند میں اترے اور جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کو پانچ سو بیٹے اٹھا کر بیت المقدس کی طرف لے گئے آپ کا طول تیس میل تھا۔ وہاں انہوں نے ان کو دفن کیا اور انہوں نے آپ کا سر چٹان کے پاس رکھا اور آپ کے پاؤں بیت المقدس سے باہر تیس میل کے فاصلہ پر تھے۔

امام طبرانی نے ابو برزہ الاسلمی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم کو جب زمین پر اتارا گیا تو فرشتوں سے کلام کرنے سے بھی روک دیا گیا۔ آدم علیہ السلام فرشتوں کی کلام سے مانوس ہوتے تھے۔ آدم جنت سے نکلنے پر سو سال روتے رہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو کیوں پریشان ہے؟ انہوں نے عرض کی میں کیسے پریشان نہ ہوں تو نے مجھے جنت سے اتار دیا ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ میں دوبارہ جنت میں لوٹوں گا یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو اس طرح دعا کر

1۔ اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّىْ عَمِلْتُ سُوْءً ا وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْلِىْ اِنَّكَ اَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ۔

2۔ اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّىْ عَمِلْتُ سُوْءً ا وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْلِىْ اِنَّكَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔

1۔ الکامل لابن عدی، جلد 4، صفحہ 74، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 566
3۔ تہذیب تاریخ، جلد 2، صفحہ 345
4۔ ایضاً

3. اَللّٰھُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ رَبِّ اِنِّیْ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔

جو اللہ تعالیٰ نے فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ محمد ﷺ پر اتارا ہے اس میں كَلِمٰتٍ سے مراد یہی دعائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہی کلمات تیری اولاد کے لئے بھی ہیں آدم نے اپنے بیٹے ہبۃ اللہ کو کہا جنہیں اہل تورات اور اہل انجیل شیث کہتے ہیں، اپنے رب کی عبادت کر اور اس سے پوچھ کہ کیا وہ مجھے جنت کی طرف لوٹائے گا یا نہیں۔ اس بیٹے نے عبادت کی اور سوال کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اسے جنت کی طرف لوٹانے والا ہوں، حضرت شیث نے کہا میرا باپ مجھ سے علامت کا سوال کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اس پر حور کے کنگنوں میں سے ایک کنگن عطا کیا۔ جب شیث آئے تو آدم علیہ السلام نے پوچھا کیا جواب ملا ہے؟ شیث نے کہا مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ وہ آپ کو جنت کی طرف لوٹانے والا ہے۔ آدم علیہ السلام نے کہا تو نے کوئی علامت طلب کی تھی۔ شیث نے کنگن نکالا، آدم دیکھ کر پہچان گئے اور سجدہ میں گر گئے اور زار و قطار رونے لگے حتی کہ آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی نہر جاری ہوگئی۔ اس کے آثار ہند میں پہچانے جاتے ہیں۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ ہند میں سونے کا خزانہ اسی کنگن سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا تو میرے لئے اللہ تعالیٰ سے جنت کے پھلوں میں سے کھانا طلب کر۔ جب وہ اس کے پاس سے باہر نکلا تو آپ کا وصال ہوگیا، جبریل امین آئے اور پوچھا کہاں جا رہا ہے۔ شیث نے کہا میرے باپ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اپنے رب سے اس کے لئے جنت کے پھلوں سے کھانا طلب کروں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم کا فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ اس سے نہیں کھائے گا حتی کہ وہ جنت کی طرف لوٹ آئے گا۔ وہ وصال فرما چکے ہیں۔ فوراً واپس جاؤ۔ پس جبریل علیہ السلام نے حضرت آدم کو غسل دیا، کفن دیا اور خوشبو لگائی اور نماز جنازہ پڑھائی پھر جبریل نے کہا تم بھی اپنے مردوں سے اسی طرح کیا کرو (1)۔

امام ابو الشیخ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کی قبر مسجد الخیف میں بنائی گئی اور حضرت حواء کی قبر جدہ میں بنائی گئی۔

حضرات ابن ابی حنیفہ نے اپنی تاریخ میں، ابن عساکر نے الزہری اور الشعبی رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب آدم علیہ السلام جنت سے اترے تو آپ کی اولاد پھیل گئی اور آپ کے بیٹوں نے آدم کے ہبوط سے تاریخ مقرر فرمائی، اور اسی تاریخ کا سلسلہ چلتا رہا حتی کہ نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تو پھر نوح کی بعثت سے تاریخ چلتی رہی حتی کہ غرق کا واقعہ رونما ہوا پھر نار ابراہیم تک طوفان سے تاریخ چلتی رہی، بنو اسحٰق نے نار ابراہیم سے یوسف علیہ کی بعثت تک نار ابراہیم سے تاریخ چلائی، پھر یوسف علیہ السلام کی بعثت سے موسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک اور موسیٰ کی بعثت سے ملک سلیمان تک اور ملک سلیمان سے ملک عیسیٰ تک اور بعثت عیسیٰ علیہم السلام سے رسول اللہ ﷺ کی بعثت تک تاریخ کا سلسلہ چلتا رہا اور بنو اسماعیل نے بنائے بیت تک نار ابراہیم سے تاریخ چلائی۔ پس تاریخ بنیاد بیت سے پھر شروع ہوئی تو اس طرح چلتی رہی حتی

1۔ مجمع الزوائد، باب ذکر الانبیاء، جلد 8، صفحہ 365، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کہ قبیلہ معد متفرق ہو گیا پھر جب کوئی خاندان تہامہ سے نکلتا تو وہ اپنے نکلنے کے وقت سے تاریخ کا تعین کرتا حتیٰ کہ کعب بن لؤی فوت ہوا۔ پھر انہوں نے اس کی وفات سے تاریخ کا تعین کیا یہاں تک کہ ہاتھی والا واقعہ پیش آیا پھر اس واقعہ سے تاریخ شروع ہوئی حضرت عمر نے ہجرت کے واقعہ سے تاریخ کا تعین فرمایا اور یہ سترہ یا اٹھارہ ہجری کا سال تھا۔

امام ابن عساکر نے حضرت عبدالعزیز بن عمران سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ آدم علیہ السلام کے ہبوط سے تاریخ کا تعین کرتے آئے حتیٰ کہ نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا پھر نوح کی اپنی قوم کے متعلق دعا سے تاریخ کا تعین ہوا پھر طوفان سے تاریخ متعین ہوئی پھر نار ابراہیم سے پھر بنو اسماعیل نے بنیان کعبہ سے تاریخ کا تعین کیا پھر کعب بن لؤی کی موت سے تعین ہوا پھر ہاتھی والے سال سے تعین ہوا پھر مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے تاریخ کا تعین فرمایا۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

''ہم نے حکم دیا اتر جاؤ اس جنت سے سب کے سب پھر اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے (پیغام) ہدایت تو جس نے پیروی کی میری ہدایت کی انہیں نہ تو خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو تو وہ دوزخی ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں هُدًى سے مراد انبیاء، رسل اور بیان ہے(1)۔

حضرت ابن المنذر نے قتادہ رحمہ اللہ سے فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ زمین پر آدم کے اترنے سے زمین پر اللہ کے ولی رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے لئے زمین کو کبھی خالی نہیں چھوڑا بلکہ ہمیشہ اللہ کے اولیاء رہے ہیں جو اس کی اطاعت کے اعمال کرتے رہے ہیں۔

حضرت ابن الانباری نے المصاحف میں ابو الطفیل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے هُدَايَ کو یاء کی تثقیل اور فتح کے ساتھ پڑھا۔

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے فَلَا خَوْفٌ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ آخرت میں انہیں کوئی خوف نہیں ہو گا اور يَحْزَنُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ موت سے وہ غمگین نہ ہوں گے۔

امام عبدالرزاق نے المصنف میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب ابلیس کو اتارا گیا تو اس نے کہا اے رب تو نے مجھ پر لعنت کی ہے پس اس کا علم کیا ہے؟ فرمایا جادو، اس کی قرأت کیا ہے؟ فرمایا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 283، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

شعر، فرمایا اس کی کتابت کیا ہے؟ فرمایا وشم، (جسم پر نشان لگانا) کھانا کیا ہے؟ فرمایا ہر مردار اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ اس کا پینا کیا ہے؟ فرمایا ہر نشہ آور چیز، پوچھا رہائش کہاں ہے؟ فرمایا حمام میں مجلس کہاں ہے؟ فرمایا بازاروں میں، پوچھا اس کی آواز کیا ہے؟ فرمایا مزمار۔ اس کا جال کیا ہے؟ فرمایا عورتیں (1)۔

امام ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے کہا یارب آدم کو زمین پر اتارا گیا ہے، مجھے معلوم ہے اس کے لئے کتاب اور رسل ہوں گے پس ان کی کتاب اور رسل کون ہیں؟ فرمایا ان کے رسل ملائکہ اور انبیاء ہیں، ان کی کتب تورات، انجیل، زبور اور فرقان ہیں۔ پوچھا میری کتابت کیا ہے؟ فرمایا الوشم، تیری قرأت اشعار اور تیرے رسل کاہن اور تیرا کھانا وہ ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور تیرا پینا ہر نشہ آور چیز ہے اور تیرا اصدق جھوٹ ہے اور تیرا مکان حمام ہے اور تیرا جال عورتیں ہیں اور تیرا موذن مزمار ہے اور تیری مسجد بازار ہیں۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَ اِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَ لَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۠ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۠ وَ اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝ وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝

"اے اولا دیعقوب! یاد کرو میرا وہ احسان جو کیا میں نے تم پر اور پورا کرو تم میرے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو میں پورا کروں گا تمہارے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو اور صرف مجھ سے ڈرا کرو۔ اور ایمان لاؤ اس کتاب پر جو نازل کی ہے میں نے یہ سچا ثابت کرنے والی ہے اس کو جو تمہارے پاس ہے اور نہ بن جاؤ تم سب سے پہلے انکار کرنے والے اس کے اور نہ خریدو تم میری آیتوں کے عوض تھوڑی سی قیمت اور صرف مجھی سے ڈرا کرو۔ اور مت ملایا کرو حق کو باطل کے ساتھ اور مت چھپاؤ حق کو حالانکہ تم اسے جانتے ہو اور صحیح ادا کرو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ"۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اسرائیل سے مراد یعقوب علیہ السلام ہیں۔

حضرات عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اسرائیل سے مراد یعقوب علیہ السلام ہیں۔

حضرات عبد بن حمید اور ابن المنذر نے ابومجلز سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام ایک گرفت کرنے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 277، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

والے شخص تھے ایک دفعہ ان کی ملاقات ایک فرشتہ سے ہوئی۔فرشتہ نے ان کی ران پر مارا۔جب یعقوب علیہ السلام نے یہ صورت حال دیکھی تو آپ نے فرشتے کو پکڑ لیا اور فرمایا میں تجھے نہیں چھوڑوں گا حتی کہ تو میرا نام رکھے۔اس فرشتے نے آپ کا نام اسرائیل رکھا۔ابومجلز کہتے ہیں کیا آپ دیکھتے ہیں کہ فرشتوں کے اسماء میں سے اسرائیل، جبریل، میکائیل اور اسرافیل ہیں۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے سوائے ان دس انبیاء کے نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب، ابراہیم، اسماعیل، اسحق اور محمد ﷺ اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے دو نام ہوں سوائے اسرائیل اور عیسیٰ علیہ السلام کے۔اسرائیل کا دوسرا نام یعقوب ہے اور عیسیٰ کا دوسرا نام المسیح ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اسرائیل، میکائیل، جبریل اور اسرافیل تیرے قول عبداللہ کی طرح ہیں (1)۔

امام ابن جریر نے عبداللہ بن الحرث البصری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایل عبرانی زبان میں اللہ کو کہتے ہیں (2)۔

امام ابن اسحق، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ یہود کے علماء۔یعنی اے علمائے یہود یاد کرو میری ان نعمتوں کو جو میں نے تم پر کی ہیں اور تمہارے آباؤ اجداد پر کی ہیں۔اس نے انہیں فرعون اور اس کی قوم سے نجات عطا فرمائی۔اَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اور جو میں نے تم سے اپنے نبی محمد ﷺ کے متعلق وعدہ لیا تھا اس کو پورا کرو اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ میں تمہارے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کروں گا یعنی تم اس کی تصدیق اور اتباع کرو گے تو میں تم سے بوجھ ساقط کردوں گا وَ اِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ اس بات سے ڈرو کہ کہیں میں تم پر بھی ایسا عذاب نہ نازل کردوں جو تم سے پہلے لوگوں پر نازل کیا تھا، وَ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَ لَا تَكُوْنُوْۤا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ اور ایمان لاؤ اس پر جو میں نے نازل کیا ہے درآں حالیکہ وہ تصدیق کرنے والا ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اور تم پہلے انکار کرنے والے نہ بنو کیونکہ تمہارے پاس جو علم ہے وہ دوسرے لوگوں کے پاس نہیں ہے وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور میرے رسول ﷺ کے متعلق جو تمہیں معرفت حاصل ہے اس کو نہ چھپاؤ اور جو کچھ تمہارے پاس آچکا ہے اس کو نہ چھپاؤ جبکہ تم اپنی گزشتہ کتب میں میرے نبی کی ان بلند شانوں اور عظمتوں کو پڑھ چکے ہو (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ یعنی میں نے جو تمہیں اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنے نبی کی نافرمانی سے منع کیا ہے اس کے متعلق میرے عہد کو پورا کرو اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ میں تم سے راضی ہوں گا اور تمہیں جنت میں داخل کروں گا (4)۔

حضرت ابن المنذر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

1۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 286، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت　2۔ایضاً

3۔ایضاً جلد 1 صفحہ 286　4۔ایضاً، جلد 1، صفحہ 288

امام ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اَوْفُوْابِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ سے مراد وہ میثاق ہے جو سورۂ مائدہ کی آیت نمبر 12 لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ میں ذکر کیا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مذکورہ جملہ کے متعلق یہ روایت کیا ہے کہ وہ جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا تھا اور جو ان سے عہد کیا تھا اس عہد کا ذکر وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ..... (المائدہ: 12) میں ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو میں نے تم پر فرض کیا ہے وہ تم پورا کرو اور جو میں نے اس کے مقابلہ میں اپنے اوپر لازم کیا ہے میں تمہارے لئے اس کو پورا کروں گا۔

امام عبد بن حمید، ابوالشیخ نے العظمہ میں الضحاک رحمہ اللہ سے یہ مفہوم روایت کیا ہے کہ تم میری اطاعت کا وعدہ کرو میں تمہارے لئے جنت کا وعدہ پورا کروں گا۔

امام ابن جریر نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بِمَآ اَنْزَلْتُ سے مراد قرآن ہے اور مَامَعَكُمْ سے مراد تورات وانجیل ہیں (1)۔

امام ابن جریر نے ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ كَافِرٍۭ بِهٖ میں ہ ضمیر کا مرجع قرآن ہے (2)۔

امام ابن جریر نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں اے اہل کتاب ایمان لاؤ جو میں نے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے جبکہ وہ تصدیق کرنے والا ہے اس کی جو پہلے تمہارے پاس ہے کیونکہ تم تورات اور انجیل میں آپ ﷺ کا تذکرہ پڑھتے ہو۔ پس تم محمد ﷺ کا پہلے انکار کرنے والے نہ ہو جاؤ اور میری آیات کے سکھانے پر اجر نہ لو۔ ابن عباس فرماتے ہیں ان کی پہلی کتاب میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اے ابن آدم مفت علم سکھاؤ جس طرح تمہیں مفت سکھایا گیا ہے (3)۔

حضرت ابوالشیخ نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا کے متعلق نقل فرمایا ہے کہ جو تعلیم دیتے ہو اس پر اجرت نہ لو کیونکہ علماؤ حکماء کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ اپنا اجر اللہ کے پاس پائیں گے اے ابن آدم مفت تعلیم دو جس طرح تجھے بغیر کسی معاوضہ کے علم کی نعمت میسر آئی ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ کا مطلب یہ ہے کہ سچائی کو جھوٹ کے ساتھ نہ ملاؤ (4) وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور حق کو نہ چھپاؤ جبکہ تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہودیت ونصرانیت کو اسلام کے ساتھ نہ ملاؤ جبکہ تم جانتے ہو کہ اللہ کا دین اسلام ہے اور یہودیت ونصرانیت بدعت ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں اور انہوں نے محمد ﷺ کو چھپایا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور تورات وانجیل میں آپ کا تذکرہ پڑھتے رہتے ہیں کہ آپ نیکی کا انہیں حکم کریں گے اور برائی سے منع کریں گے ان کے لئے حلال چیزوں کو حلال کریں گے اور ناپاک چیزوں کو حرام کریں گے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابوزید رحمہ اللہ سے مذکورہ الفاظ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ حق سے مراد تورات ہے جو اللہ تعالیٰ نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 289 2۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 290 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً جلد 1 صفحہ 292

نازل فرمائی اور باطل سے مراد وہ تحریر ہے جو وہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے تھے (1)۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حق سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے ارْكَعُوْا کا معنی صلوا نماز پڑھو روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے مقاتل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ انہیں حکم دیا کہ تم امت محمدیہ کے ساتھ نماز پڑھو، ان سے ہو جاؤ اور ان کے ساتھ ہو جاؤ۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

"کیا تم حکم کرتے ہو (دوسرے) لوگوں کو نیکی کا اور بھلا دیتے ہو اپنے آپ کو حالانکہ تم پڑھتے ہو کتاب کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے"۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے یہ خطاب اہل کتاب کو ہے جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے حالانکہ وہ کتاب کی تلاوت کرتے تھے اور جو احکام اس میں تھے ان سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

امام ثعلبی اور واحدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ مدینہ طیبہ کے یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی ان میں سے ایک شخص اپنے سسرال، قریبی رشتہ داروں اور رضاعی متعلقین کو کہتا کہ اپنے دین پر ڈٹے رہو اور جو تمہیں یہ شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتا ہے اس پر قائم رہو کیونکہ اس کا حکم حق ہے وہ لوگوں کو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی پیروی اور اس پر ثابت قدمی کا حکم دیتے تھے لیکن خود ایسا نہیں کرتے تھے (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگوں کو داخل ہونے کا حکم دیتے تھے۔ لیکن خود قبول نہیں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قبیح خلق سے منع فرمایا کہ تم لوگوں کو حکم دیتے ہو جبکہ تم خود کتاب کی تلاوت کرتے ہو، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار کے متعلق پڑھتے ہو، کیا تم اتنے نادان ہو اس حقیقت کو کیوں نہیں سمجھتے (4)۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل فرمائی ہے کہ تم لوگوں کو تورات کے عہد اور نبوت کے انکار سے منع کرتے ہو حالانکہ تم خود میرے رسول کی تصدیق کے عہد کا انکار کرتے ہو جو اس تورات کے اندر موجود ہے (5)۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 292 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 294

3۔ اسباب النزول، صفحہ 14، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 97-296 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 296

متعلق روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابوالدرداء نے فرمایا انسان اس وقت تک مکمل فقاہت حاصل نہیں سکتا حتی کہ وہ اللہ کی ذات کے متعلق لوگوں پر ناراض ہو پھر وہ اپنے کردار پر نظر کرے تو اللہ تعالیٰ کے لئے وہ اپنے اوپر زیادہ پریشان ہو (1)۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، البزار، ابن ابی داؤد البعث میں، ابن المنذر، ابن حبان، ابونعیم (الحلیہ میں) ابن مردویہ اور بیہقی (الشعب میں) نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا معراج کی رات میں نے کئی لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ جب وہ کٹ جاتے تو پھر صحیح ہو جاتے۔ میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ آپ کی امت کے خطباء ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں کیا وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے (2)۔

امام احمد، بخاری اور مسلم نے اسامہ بن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ قیامت کے روز ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا پس اس کی انتڑیاں اور معدہ باہر آ جائے گا اور وہ اس کے اردگرد ایسے چکر لگا رہا ہوگا جیسے گدھا چکی کے اردگرد چکر لگاتا ہے دوزخی اس کے اردگرد چکر لگائیں گے اور پوچھیں گے ارے فلاں تجھے کیا ہوا تمہیں یہ مصیبت کیسے پہنچی کیا تو ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے منع نہیں کرتا تھا؟ وہ کہے گا میں تمہیں نیکی کا حکم کرتا تھا اور خود عمل نہیں کرتا تھا تمہیں برائی سے منع کرتا تھا اور خود وہ برائی کرتا تھا (3)۔

حضرت الخطیب نے اقتضاء العلم بالعمل میں اور ابن النجار نے تاریخ بغداد میں حضرت جابر کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے ارشاد فرمایا جنتی لوگ دوزخیوں پر جھانکیں گے اور پوچھیں گے تمہارے دوزخ میں جانے کا سبب کیا ہے؟ ہم تو تمہاری تعلیم کی وجہ سے جنت میں داخل ہو گئے۔ دوزخی کہیں گے ہم تمہیں حکم دیتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔

امام طبرانی اور الخطیب (اقتضاء العلم بالعمل میں) اور ابن عساکر نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ولید بن عقبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنتی دوزخیوں پر جھانکیں گے اور پوچھیں گے تم دوزخ میں کیوں داخل ہوئے؟ قسم بخدا ہم تو تمہاری ہی تعلیم کی وجہ سے جنت میں داخل ہوئے۔ دوزخی جواب دیں گے ہم کہتے تھے لیکن خود عمل نہیں کرتے تھے (4)۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں ولید بن عقبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا حکم دینے والے دوزخ میں جائیں گے اور جو ان کی اطاعت کریں گے وہ جنت میں جائیں گے۔ جنتی پوچھیں گے جبکہ امراء دوزخ میں ہو گے کہ تم دوزخ میں کیسے داخل ہوئے ہم تو تمہاری اطاعت کی وجہ سے جنت میں داخل ہو گئے وہ کہیں گے ہم کچھ چیزوں کا حکم دیتے تھے لیکن خود ان کے خلاف کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ نے الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جنت میں ایک قوم دوزخیوں پر جھانکے گی تو وہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 297
2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 249، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت
3۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 462
4۔ معجم اوسط، جلد 1، صفحہ 102، مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض

پوچھیں گے تم کس وجہ سے دوزخ میں ہو، ہم تو تمہاری تعلیم کے مطابق عمل کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم تمہیں تعلیم دیتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔ وہ کہیں گے ہاں اسی وجہ سے تم دوزخ میں ہو (1)۔

امام ابن المبارک نے الزہد میں الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جنتی لوگ دوزخیوں پر جھانکیں گے تو پوچھیں گے کس عمل نے تمہیں دوزخ میں داخل کیا، ہم تو تمہاری تعلیم وتربیت کے سبب جنت میں داخل ہوئے؟ وہ کہیں گے ہم نیکی کا حکم دیتے تھے اور خود نیکی نہیں کرتے تھے۔

امام طبرانی، خطیب (الاقتضاء میں) اور الاصبہانی نے (الترغیب میں) جید سند کے ساتھ جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس عالم کی مثال جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور خود اس پر عمل نہیں کرتا اس چراغ کی مانند ہے جو لوگوں کو روشنی دیتا ہے جبکہ اپنے نفس کو جلا دیتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں جندب البجلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو لوگوں کو وعظ کرتا ہے اور اپنے آپ کو فراموش کرتا ہے اس کی مثال چراغ کی ہے جو لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور اپنے آپ کو جلاتا ہے۔

امام طبرانی اور الخطیب (الاقتضاء میں) حضرت ابو ہریرہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو لوگوں کو تعلیم دیتا ہے اور اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اس کی مثال چراغ کی ڈیوٹ کی طرح ہے جو اپنے آپ کو جلا کر لوگوں کو روشنی دیتی ہے۔

حضرات ابن قانع نے اپنی معجم میں، الخطیب نے الاقتضاء میں سلیک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے جب عالم (لوگوں کو) تعلیم دیتا ہے اور خود عمل نہیں کرتا تو وہ اس چراغ کی مانند ہوتا ہے جو لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور خود جلتا ہے، (2) الاصبہانی نے الترغیب میں ضعیف سند کے ساتھ ابو امامہ سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز برے عالم کو لایا جائے گا پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا وہ اپنے قصب کے اردگرد گھومے گا (میں نے پوچھا قصب سے کیا مراد ہے فرمایا معدہ انتڑیاں) جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے کہا جائے گا ہائے افسوس تو اس مصیبت میں کیوں گرفتار ہے ہم نے تو تیری وجہ سے راہ راست کو پایا تو وہ کہے گا جس چیز سے میں تمہیں منع کرتا تھا وہ خود کرتا تھا۔

امام طبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی قول یا عمل کی دعوت دیتا ہے اور خود اس پر عمل نہیں کرتا وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں رہتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس برائی سے رک جائے جس سے لوگوں کو منع کرتا تھا جس کی طرف بلاتا ہے اس پر خود بھی عمل شروع کر دے۔

امام ابن مردویہ، بیہقی (شعب الایمان) اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے ابن عباس میں چاہتا ہوں کہ نیکی کا حکم دوں اور برائی سے منع کروں کیا میں اس طرح تبلیغ کا حق ادا کر دوں گا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں امید کرتا ہوں، نیز فرمایا اگر تجھے تین آیات قرآنیہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 209، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ معجم الصحابہ، جلد 6، صفحہ 349, 701، مطبوعہ الباز مکہ مکرمہ

سے رسوائی کا خدشہ نہیں ہے تو ضرور ایسا کر اس شخص نے پوچھا وہ آیات کون سی ہیں؟ فرمایا۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ۔ کیا یہ آیت تو نے سمجھ لی ہے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا دوسری آیت یہ ہے لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:3) کیا یہ آیت تو نے سمجھ لی ہے (اور اس پر عمل کر لیا ہے)؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا تیسری آیت یہ ہے جو حضرت صالح کا قول ہے وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ (ھود 11) کیا یہ آیت تو نے سمجھ لی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تو ابن عباس نے فرمایا پھر تبلیغ اپنے نفس سے شروع کر (1)۔

امام ابن المبارک نے الزہد میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں شعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دنیا میں جس خطیب نے بھی خطبہ دیا ہے اللہ تعالیٰ اس کا خطبہ پیش کرے گا جو بھی اس نے اس خطبہ سے ارادہ کیا ہوگا (2)۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ اور احمد نے الزہد میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس شخص کے لئے ایک بار ہلاکت ہے جو علم نہیں رکھتا اگر اللہ چاہتا تو اسے علم عطا فرما دیتا اور اس شخص کے لئے سات بار ہلاکت ہے جو علم رکھتا ہے اور عمل نہیں کرتا (3)۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو نہیں جانتا اس کے لئے ہلاکت ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اسے علم عطا فرماتا اور جو جانتا ہے پھر عمل نہیں کرتا اس کے لئے سات مرتبہ ہلاکت ہے۔

وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۙ﴿۴۵﴾

"اور مدد لو صبر اور نماز سے اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر بھاری نہیں"۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نماز اور صبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معونت ہیں پس ان دونوں سے مدد طلب کرو۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب العزاء میں اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صبر بندے کا اللہ کے لئے پہنچنے والی مصیبت کا اعتراف ہوتا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں ثواب کی امید کا مظاہرہ ہوتا ہے کبھی ایک شخص جزع کرتا ہے حالانکہ وہ بڑا سخت مزاج ہوتا ہے اس سے صرف صبر کو ہی تصور کیا جاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صبر کی دو قسمیں ہیں مصیبت کے وقت صبر کرنا اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محارم (حرام کردہ چیزیں) سے رکنا اس سے بھی بہتر اور اچھا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صبر دو دروازوں میں ہے محبوب چیزوں میں اللہ کی رضا کے لئے رک جانا اگرچہ نفوس اور ابدان پر شاق بھی ہو اور ناپسندیدہ چیزوں سے رک جانا اگرچہ خواہش اس کی طرف مائل بھی ہو پس جو اس طرح ہوگا وہ ان صابرین سے ہوگا جن پر ان شاء اللہ سلام بھیجا جائے گا۔

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 88، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 250

3۔ کتاب الزہد از امام احمد، صفحہ 176، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

حضرات ابن ابی الدنیا نے کتاب الصبر میں، ابوالشیخ نے الثواب میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبر کی تین قسمیں ہیں۔ مصیبت پر صبر، طاعت پر صبر اور معصیت پر صبر (1)۔

امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان اور الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رایت کیا ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے بیٹے میں تجھے ایسے کلمات نہ بتاؤ جن سے اللہ تعالیٰ تجھے نفع دے گا میں نے عرض کی حضور! ضرور کرم فرمایئے، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی حفاظت کر وہ تیری حفاظت کرے گا اللہ کی حفاظت کر تو اسے اپنے سامنے پائے گا، خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کو پہچان وہ تجھے تکلیف وشدت میں پہچانے گا اور یہ جان لے کہ جو تجھے تکلیف پہنچی ہے وہ تجھ سے کبھی خطا نہیں ہوسکتی تھی اور جس تکلیف سے تو بچ جائے وہ کبھی تجھے لاحق ہونے والی نہیں تھی اور اگر تمام مخلوق کوئی چیز تجھے عطا کرنے پر جمع ہوجائے جبکہ اللہ تعالیٰ نے وہ چیز تجھے عطا کرنے کا ارادہ نہ کیا ہو تو وہ تمام لوگ بھی تجھے عطا کرنے پر قادر نہ ہوں گے۔ یا اگر تمام لوگ تجھ سے کسی چیز کو روکنا چاہیں جس کے عطا کرنے کا اللہ نے ارادہ کیا ہو تو یہ تمام لوگ اس کو دور نہیں کر سکتے قیامت تک جو کچھ ہونا ہے اس پر قلم خشک ہو چکا ہے، جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کر اور جب تو مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر، اگر تو حفاظت چاہے تو اللہ تعالیٰ سے حفاظت طلب کر اور اللہ کے لئے عمل کر یقین میں شکر کے ساتھ۔ اور یہ بھی جان لے کہ ناپسندیدہ چیزوں پر شکر خیر کثیر ہے اور نصرت، صبر کے ساتھ ہے خوشحالی تنگی کے ساتھ ہے اور تنگی کے ساتھ آسانی ہے (2)۔

امام دارقطنی نے الافراد میں، ابن مردویہ، بیہقی اور الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا کیا میں تجھے کچھ کلمات نہ سکھادوں جن سے تو نفع حاصل کرے، انہوں نے کہا ضرور کرم فرمایئے یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی حفاظت کر وہ تیری حفاظت کرے گا، اللہ کی حفاظت کر تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کو پہچان وہ تجھے شدت میں پہچانے گا، جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کر اور جب تو مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر، جو کچھ ہونا ہے اس پر قلم خشک ہو چکا ہے، اگر بندے کسی چیز سے تجھے نفع پہنچانے کا ارادہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر میں نہیں لکھا ہے تو وہ لوگ تجھے وہ چیز عطا کرنے پر قادر نہ ہوں گے، اگر تمام لوگ تجھے تکلیف پہنچانے کی کوشش کریں جو اللہ تعالیٰ نے تیری تقدیر میں نہیں لکھی تو وہ تمام لوگ تجھے وہ تکلیف پہنچانے پر قادر نہ ہوں گے، اگر تو طاقت رکھتا ہے کہ تو یقین میں سچائی کے ساتھ عمل کرے تو ایسا ضرور کر اور اگر تو طاقت نہیں رکھتا تو ناپسندیدہ چیز (سے بچنے) پر صبر میں خیر کثیر ہے اور یہ بھی جان لے کہ نصرت، صبر کے ساتھ ہے کشادگی تنگی کے ساتھ ہے اور تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

حضرت حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک دن میں رسول اللہ

1۔ مسند الفردوس للدیلمی، جلد 2، صفحہ 416، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت　2۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 27، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تجھے ایسے چند خصال نہ بتاؤں جن سے اللہ تعالیٰ تجھے نفع دے گا، میں نے عرض کی کیوں نہیں ضرور کرم فرمایئے۔ فرمایا تجھ پر علم سیکھنا ضروری ہے کیونکہ علم مومن کا دوست ہے حلم مومن کا وزیر ہے عقل مومن کی رہنما ہے عمل اسکی قیمت ہے، شفقت اس کا باپ ہے، نرمی اس کا بھائی ہے اور صبر اس کے لشکر کا امیر ہے (1)۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور الخرائطی نے کتاب الشکر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایمان کے دو نصف ہیں ایک نصف صبر میں ہے اور ایک نصف شکر میں ہے (2)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صبر نصف ایمان ہے اور یقین پورا ایمان ہے (3)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، طبرانی اور بیہقی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت اسی طرح نقل کی ہے۔ امام بیہقی نے فرماتے ہیں یہ حدیث روایت کے اعتبار سے محفوظ ہے۔

امام بیہقی نے حضرت علی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں فرمایا ایمان چار ستونوں پر قائم ہے صبر، عدل، یقین، جہاد (4)۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ایمان کون سا ہے؟ فرمایا صبر اور نرمی۔ عرض کی گئی کہ کس مومن کا ایمان کامل ہے؟ فرمایا جو از روئے اخلاق کے اچھا ہے (5)۔

امام بیہقی نے عبد اللہ بن عبید بن عمیر اللیثی عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت فرمایا ہے کہ میں ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک شخص آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ایمان کیا ہے؟ فرمایا صبر اور نرمی کرنا، پھر اس نے پوچھا کون سا اسلام افضل ہے؟ فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں۔ پھر پوچھا کونسی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا جس نے برائی سے ہجرت کی (یعنی برائی کو چھوڑ دیا)۔ پھر پوچھا کون سا جہاد افضل ہے؟ فرمایا جس نے خون بہایا اور جس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹے گئے۔ پھر پوچھا کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا تنگ دست کا صدقہ میں کوشش کرنا، پھر پوچھا کون سی نماز افضل ہے؟ فرمایا جس کا قیام لمبا ہو (6)۔

امام احمد اور بیہقی نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا صبر اور نرمی کرنا۔ اس نے کہا میں اس سے افضل کا ارادہ کرتا ہوں۔ فرمایا تو اللہ کو اس کے کسی چیز کے متعلق فیصلہ کے بارے میں متہم نہ کر (7)۔

امام بیہقی نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایمان صبر اور نرمی کا نام ہے اور صبر اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے رکنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ادا کرنا ہے۔ (8)

امام ابن ابی شیبہ نے کتاب الایمان میں اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صبر ایمان

1۔ نوادر الاصول، جلد 7، صفحہ 52، مطبوعہ دار صادر بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 123، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 123
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 71
5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 122
6۔ ایضاً
7۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 123
8۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 123

میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو سر جسم میں رکھتا ہے، جب سر کاٹ دیا جائے تو باقی جسم بدبودار ہو جاتا ہے اور اس کا ایمان کامل نہیں جس میں صبر نہیں (1)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے نفس کو دنیا کے ہموم میں داخل کر اور ان سے صبر کے ذریعے باہر نکل اور تیرا علم تجھے لوگوں کو تکلیف پہنچانے سے روکے (2)۔

امام بیہقی نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے دنیا میں اپنی خواہشات کو پورا کیا تو یہ چیز آخرت میں اس کے اور اس کی خواہش کے درمیان حائل ہو جائے گی اور جس نے خوشحال لوگوں کی زیب و زینت کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا وہ آسمان کے بادشاہ کی (نظر) میں ذلیل ہوگا اور جس نے تنگ رزق پر صبر کیا اللہ تعالیٰ فردوس میں جہاں چاہے گا اسے ٹھہرائے گا (3)۔

امام احمد، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ فلاح پا گیا جس نے اسلام قبول کیا اور اس کا رزق بقدر ضرورت تھا اور اس نے اس پر صبر کیا (4)۔

امام بیہقی نے ابوالحویرث رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مبارک ہو اسے جس کو اللہ تعالیٰ نے بقدر ضرورت رزق عطا فرمایا اور اس نے اس پر صبر کیا (5)۔

امام بیہقی نے عسعس بن سلامہ عن ابی حاضر اسدی کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نہ پایا تو اس کے متعلق پوچھا۔ وہ آیا اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے ارادہ کیا میں اس پہاڑ میں چلا جاؤں اور علیحدگی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کا اسلام کی کسی جگہ میں ناپسندیدہ امر پر ایک لمحہ کے لئے صبر کرنا علیحدگی میں بیٹھ کر چالیس سال کی عبادت سے افضل ہے (6)۔

امام بیہقی نے عسعس کے طریق سے حضرت ابو حاضر الاسدی سے رحمہ اللہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نہ پایا تو اس کے متعلق پوچھا۔ عرض کی گئی وہ علیحدگی میں عبادت کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بلا بھیجا۔ وہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمان کی جگہوں میں سے کوئی جگہ انسان کے اکیلے ساٹھ سال عبادت کرنے سے افضل ہے۔ یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ دہرایا (7)۔

امام بخاری نے الادب میں، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمایا ہے کہ وہ مسلمان جو لوگوں کے ساتھ مل کر رہتا ہے اور ان کی اذیتوں پر صبر کرتا ہے وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں کے ساتھ ملکر نہیں رہتا اور ان کی اذیتوں پر صبر نہیں کرتا (8)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو پسند

1۔ شعب الایمان، جلد 1 صفحہ 71 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 124 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 125 4۔ ایضاً
5۔ ایضاً 6۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 126 7۔ جلد 7، صفحہ 27-126
8۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 10-9، صفحہ 229، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت کی گرمی اور شدت سے بچائے، پھر فرمایا خبردار جنت کا عمل بلند جگہ پر خزانہ کیا گیا ہے، تین مرتبہ فرمایا۔ خبردار دوزخ کا عمل شہوت کی وجہ سے آسان کیا گیا ہے یہ تین مرتبہ فرمایا اور سعادت مند وہ ہے جو فتنوں سے بچا لیا گیا اور جو آزمائش میں ڈالا گیا پھر اس نے صبر کیا۔ ہائے افسوس، ہائے افسوس!(1)

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے اور اسے ضعیف قرار دیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس گھر والوں نے مشقت میں تین دن صبر کیا انہیں اللہ تعالیٰ رزق عطا فرمائے گا(2)۔

حضرت حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اسی طرح نقل کی ہے۔

امام بیہقی نے ایک دوسرے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو بھوکا رہا یا محتاج ہوا پھر لوگوں سے اسے چھپائے رکھا (یعنی لوگوں کے سامنے اس نے اپنی بھوک کو ظاہر نہ کیا) تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ایک سال اسے رزق حلال عطا فرمائے(3)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ مومن متقی جس سے اللہ تعالیٰ دنیا کو تین دن روک لے پھر وہ اس پر راضی ہو کوئی جزع وفزع نہ کرے تو اس کے لئے جنت واجب ہے(4)۔

امام بیہقی نے حضرت شریح سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے مصیبت لاحق ہوتی ہے تو میں اس پر چار مرتبہ اللہ کی حمد کرتا ہوں۔ میں اس لئے حمد کرتا ہوں کہ اس سے بڑی مصیبت میں مبتلا نہیں کیا اور اس کی حمد کرتا ہوں کیونکہ اس نے مجھے اس مصیبت پر صبر عطا فرمایا اور میں اس کی حمد کرتا ہوں کیونکہ اس نے مجھے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھنے کی سعادت عطا فرمائی کیونکہ اس میں ثواب کی امید رکھتا ہوں اور میں اس کی حمد کرتا ہوں کیونکہ اس نے یہ مصیبت میرے دین میں نہیں پہنچائی(5)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے، فرمایا کیا تم میں کوئی یہ ارادہ کرتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ بغیر تعلیم کے علم عطا فرمائے اور بغیر ہدایت کے ہدایت عطا فرمائے، کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اندھے پن کو دور کر دے اور اسے بصیر بنا دے، خبردار جو دنیا سے دلچسپی نہیں رکھے گا اور امیدیں اور آرزوئیں کم رکھے گا اسے اللہ تعالیٰ بغیر سیکھے علم عطا فرمائے گا اور بغیر کسی کی رہنمائی کے ہدایت عطا فرمائے گا۔ خبردار تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن کے لئے بادشاہی بغیر قتل اور ظلم کے قائم نہ ہوگی اور انہیں غنا میسر نہ آئے گی سوائے بخل اور فخر کے۔ اور ان کو محبت نہیں ملے گی سوائے دین میں جرم کرنے اور خواہش کی اتباع کرنے کے مگر تم میں سے جو اس زمانہ کو پائے اور فقر پر صبر کرے حالانکہ وہ غنا پر قادر ہو، اور بغض پر صبر کرے حالانکہ وہ محبت کے حصول پر قادر ہو، ذلت پر صبر کرے حالانکہ وہ عزت پر قادر ہو اور یہ سب کچھ وہ رضاء الٰہی کے لئے برداشت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے پچاس صدیقین کا ثواب عطا فرمائے گا(6)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 148　2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 215　3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 229　5۔ ایضاً　6۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 360

امام احمد نے الزہد میں اور بیہقی نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افضل ایمان صبر اور نرمی ہے (1)۔

امام مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو سوال سے بچنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سوال سے بچالیتا ہے اور جو مستغنی ہونا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ مستغنی کر دیتا ہے اور جو صبر کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق عطا فرماتا ہے، صبر سے بہتر اور وسیع چیز تمہیں عطا نہیں کی گئی (2)۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نے اپنی بہتر زندگی صبر کو پایا (3)۔

امام ابونعیم نے الحلیۃ میں میمون بن مہران سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صبر کے بغیر انسان کو کوئی بڑی خیر میسر نہیں آتی (4)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد الصَّلٰوةِ

امام ابن جریر نے ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے اس مذکورہ آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ کی خوشنودی کے لئے نماز پڑھنا مقصود ہے اور جان لو کہ صبر اور نماز اللہ کی اطاعت ہیں (5)۔

امام احمد، ابوداؤد اور ابن جریر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی مہم درپیش ہوتی تو آپ نماز کی طرف رجوع فرماتے (6)۔

امام ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے حضرت ابودرداء سے روایت کیا ہے کہ جس رات ہوا چلتی تو مسجد آپ ﷺ کی پناہ گاہ ہوتی حتیٰ کہ ہوا رک جاتی اور آسمان پر جب کوئی حادثہ رونما ہوتا مثلاً سورج یا چاند گرہن ہوتا تو آپ نماز کی پناہ لیتے۔ احمد نسائی اور ابن حبان نے صہیب کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت فرمایا ہے کہ انبیائے کرام کو جب کوئی خوف لاحق ہوتا تو وہ نماز کی طرف پناہ لیتے (7)۔ سعید بن منصور، ابن المنذر، ابن جریر اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ انہیں ان کے بھائی قثم کی وفات کی خبر دی گئی جبکہ وہ سفر میں تھے تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا پھر وہ راستہ سے ایک طرف ہو گئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی اس میں جلوس (قعدہ) کو لمبا فرمایا پھر اٹھ کر اپنی سواری کی طرف چل پڑے اور زبان سے یہ کہہ رہے تھے وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ۔ (8)

حضرات سعید بن منصور، ابن المنذر، حاکم، بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک سفر میں تھے انہیں ان کے بیٹے کی وفات کی خبر دی گئی تو آپ سواری سے اتر پڑے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا پھر فرمایا ہم نے وہی کیا جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا فرمایا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ (9)

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 426، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 12، مطبوعہ دار صادر بیروت
3۔ کتاب الزہد، صفحہ 146، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 5-4، صفحہ 146، مطبوعہ مکتبۃ الخانجی وسعادۃ مصر
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 299، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 298
7۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 333، مطبوعہ دار صادر بیروت
8۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 559، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
9۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 299

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبادہ بن محمد بن عبادہ بن الصامت سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں جب حضرت عبادہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا تم میں سے کسی انسان کے لئے مجھ پر رونا ناجائز ہے، پس جب میری روح پرواز کر جائے تو تم وضو کرو اور اچھی طرح وضو کرو پھر تم میں سے ہر شخص مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھے پھر اللہ کے بندوں اور اپنے لئے استغفار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ پھر مجھے جلدی جلدی قبر میں لے جانا (1)۔

امام عبدالرزاق نے المصنف میں اور بیہقی نے معمر عن الزہری عن حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف عن امہ ام کلثوم بنت عقبہ کے سلسلہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے (ام کلثوم پہلی ہجرت کرنے والی عورتوں میں سے تھیں) فرماتی ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن پر غشی طاری ہوئی تو لوگوں نے سمجھا کہ ان کی روح پرواز کر گئی ہے تو ان کی بیوی ام کلثوم مسجد کی طرف چلی گئی اور صبر اور نماز سے استعانت طلب کرنے کے حکم کے مطابق استعانت طلب کرنے لگی۔ جب عبدالرحمٰن کو افاقہ ہوا تو فرمایا ابھی ابھی مجھ پر غشی طاری ہوگئی تھی؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ فرمایا تم نے سچ کہا میرے پاس دو فرشتے آئے تھے، انہوں نے مجھے کہا کہ چل ہم تیرا فیصلہ العزیز الامین کے پاس لے جاتے ہیں، ایک دوسرے فرشتے نے کہا تم دونوں لوٹ جاؤ، یہ ان خوش نصیب افراد میں سے ہے جن کے لئے سعادت اس وقت سے لکھی جا چکی ہے جب کہ یہ اپنی ماؤں کے پیٹوں میں تھے، جتنا وقت اللہ تعالیٰ نے چاہا ان کے بیٹے ان سے لطف اندوز ہوتے رہے، اس کے بعد انہوں نے ایک ماہ زندگی گزاری پھر وصال فرما گئے (2)۔

امام بیہقی نے الشعب میں مقاتل ابن حبان رحمہ اللہ سے اسی مذکورہ ارشاد کے تحت نقل فرمایا ہے کہ آخرت کی طلب پر فرائض اور نماز پر صبر کے ذریعے مدد حاصل کرو اور نماز کی حفاظت کرو اور اس کو اپنے اوقات میں ادا کرو اور اس میں تلاوت، رکوع، سجود، تکبیر، تشہد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو اور اس کا ہر رکن اچھے طریقے سے ادا کرو یہی نماز کی اقامت ہے اور اس کا اتمام ہے فرماتے ہیں وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ، لیکن تیرا بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پھرنا منافقین پر اور یہود پر بڑا گراں ہے مگر تواضع وانکساری کرنے والوں پر نہیں (3)۔

امام ابن جریر نے ضحاک رحمہ اللہ سے کبیرہ کا معنی ثقیلہ (بھاری) نقل کیا ہے (4)۔

امام ابن جریر نے ابن زید سے اس ارشاد کے تحت نقل فرمایا ہے کہ مشرکین نے کہا اے محمد قسم بخدا تو ہمیں ایک ایسے کام کی طرف بلاتا ہے جو بہت بڑا ہے یعنی ان کی مراد نماز اور اللہ پر ایمان لانا تھی (5)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الْخٰشِعِيْنَ سے مراد اللہ تعالیٰ کے نازل شدہ کلام کی تصدیق کرنے والے ہیں (6)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے الْخٰشِعِيْنَ کا معنی مومنین روایت کیا ہے۔

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 114
2۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 115، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً
4۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا جلد 1، صفحہ 300
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 299
6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 300

امام ابن جریر نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے الْخٰشِعِیْنَ کا معنی خائفین (ڈرنے والے) روایت کیا ہے (1)۔

الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

''جو یقین کرتے ہیں کہ وہ ملاقات کرنے والے ہیں اپنے رب سے اور وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن میں جہاں بھی ظن استعمال ہوا ہے وہ یقین کے معنی میں ہے (2)۔

امام ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جو آخرت کے ظن میں سے ہے وہ علم کے معنی میں ہے (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے اَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کے تحت نقل کیا ہے فرماتے ہیں وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ قیامت کے روز اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ کر جانے والے ہیں (4)۔

یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَ اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾

''اے اولاد یعقوب! یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ میں نے فضیلت دی تھی تمہیں سارے جہان والوں پر''۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ یہ آیت تلاوت کرتے تو فرماتے وہ قوم گزر چکی ہے اب تم مراد ہو۔

امام ابن جریر نے حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو تم پر احسانات ہیں اور اللہ نے جو تمہیں ایام عطا فرمائے ان کو یاد کرو۔ عبد بن حمید نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نعمة سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ تمام نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر شمار کی ہیں یا جو ان کے علاوہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پتھر سے چشمے جاری فرمائے، ان پر من وسلویٰ اتارا اور انہیں فرعونیوں کی عبودیت سے نجات عطا فرمائی۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ کے ضمن میں روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں انہیں اس عالم پر فضیلت دی گئی جس میں وہ تھے اور ہر زمانہ کا ایک علیحدہ عالم ہے (5)۔

امام عبد بن حمید نے مجاہد سے اس ارشاد کے تحت نقل فرمایا ہے کہ وہ جن لوگوں کے درمیان تھے ان پر انہیں فضیلت دی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اس زمانہ میں جو لوگ تھے ان پر انہیں فضیلت دی کیونکہ انہیں رسل اور کتابیں اور بادشاہی عطا فرمائی اور ہر زمانہ کے لئے ایک عالم ہے (6)۔

1۔ایضاً 2۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 301 3۔ایضاً 4۔ایضاً، جلد 1، صفحہ 303

5۔تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 268، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 6۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 304

وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾

''اور ڈرو اس دن سے جب نہ بدلہ دے سکے گا کوئی شخص کسی کا کچھ بھی اور نہ قبول کی جائے گی اس کے لئے سفارش اور نہ لیا جائے گا اس سے کوئی معاوضہ اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے''۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے فرماتے ہیں میں نے ابی بن کعب کے سامنے اس آیت میں لَا تَجْزِيْ اور لَا تُقْبَلُ کو تاء کے ساتھ پڑھا اور لَا يُؤْخَذُ کو یاء کے ساتھ پڑھا۔

امام ابن ابی حاتم نے سدی رحمہ اللہ سے اس کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ کوئی مومن شخص کسی کافر شخص کو کوئی فائدہ ومنفعت نہیں پہنچائے گا۔

امام ابن جریر نے عمر بن قیس الملائی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اہل شام میں سے بنو امیہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے جس کی اچھی تعریف کی گئی ہے کہ عرض کی گئی یا رسول اللہ عدل سے کیا مراد ہے؟ فرمایا فدیہ (1)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عدل سے مراد فدیہ ہے (2)۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں الاعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرمایا ہماری قرأت میں سورہ بقرہ کی پچاس آیتوں سے پہلے لَا تُقْبَلُ کی جگہ لَا يُؤْخَذُ ہے۔

وَ اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾

''اور یاد کرو جب نجات بخشی ہم نے تمہیں فرعونیوں سے جو پہنچاتے تھے تمہیں سخت عذاب (یعنی) ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ رہنے دیتے تھے تمہاری عورتوں کو (بیٹیوں) کو اس میں بڑی بھاری آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے''۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کاہنوں نے فرعون سے کہا کہ اس سال ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری بادشاہی کو ختم کردے گا، فرعون نے ہر ہزار عورتوں پر ایک سو آدمی نگرانی کے لئے مقرر کردیئے اور ہر سو آدمیوں پر دس اور پھر تمام پر دس آدمی اور نگران مقرر کئے۔ اس نے کہا شہر میں ہر حاملہ عورت کو دیکھو جب وہ بچہ جنم دے تو اسے ذبح کردو اگر وہ بچی جنم دے تو اسے چھوڑ دو۔ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ فرعون بنی اسرائیل کا چار سو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 309 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 308 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 312

سال سے مالک تھا، پس کاہنوں نے فرعون سے کہا اس سال مصر میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تجھے ہلاک کردے گا اس نے شہر میں عورتوں کے لئے دایہ عورتوں کو بھیجا، جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کے پاس لایا جاتا وہ اسے قتل کر دیتا اور بچیوں کو زندہ رکھتا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بلاء کا معنی نعمۃ روایت کیا ہے (1)۔

امام وکیع نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔

وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۝۵۰

''اور جب پھاڑ دیا ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھر ہم نے بچا لیا تم کو اور ڈبو دیا فرعونیوں کو اور تم (کنارے پر) کھڑے دیکھ رہے تھے''۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو ان کے لئے پھاڑ دیا حتی کہ وہ خشک راستہ بن گیا جس میں وہ چلتے تھے لیکن ان کے دشمن کو اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیا یہ اللہ کی طرف سے نعمت ہے اللہ تعالیٰ انہیں جتا رہا ہے تاکہ وہ اس کا شکریہ ادا کریں اور اس کے حق کو پہچانیں۔

امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں پوچھا اس دن یہ لوگ روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ نیک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات عطا فرمائی تھی، پس اس دن موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام سے تعلق رکھتے ہیں آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا (2)۔

امام طبرانی اور ابو نعیم نے الحلیہ میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہرقل نے معاویہ کو لکھا کہ اگر مسلمانوں میں نبوت کا کچھ علم باقی ہے تو مجھے میرے سوالوں کا جواب دو، ہرقل نے پوچھا مجرہ کیا ہے؟ قوس سے کیا مراد ہے اور وہ جگہ کون سی ہے، جس کو سورج کی دھوپ کبھی نہیں لگی مگر صرف ایک مخصوص وقت میں؟ فرماتے ہیں جب معاویہ کے پاس کتاب اور پیغام رساں پہنچا تو اس نے کہا یہ سوالات آج کے دن کس سے پوچھوں، کون ان کے جواب دے گا؟ لوگوں نے کہا ابن عباس، معاویہ نے وہ ہرقل کا خط لپیٹا اور ابن عباس کے پاس بھیج دیا۔ ابن عباس نے اس کا جواب لکھا کہ قوس سے مراد زمین والوں کو غرق سے امان دینا ہے اور مجرہ آسمان کا دروازہ ہے جس سے آسمان پھٹے گا اور وہ جگہ جہاں سورج کی کرنیں کبھی نہیں پڑیں مگر ایک لمحہ تو یہ وہ جگہ ہے جہاں سے سمندر پھٹ گیا تھا (بنی اسرائیل وہاں سے بآسانی گزر گئے تھے) (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 315   2۔ صحیح مسلم، جلد 8-7، صفحہ 8، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 2-1، صفحہ 320، مطبوعہ مکتب الخانجی والسعادۃ مصر

امام ابویعلی اور ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے لئے سمندر یوم عاشورا کو پھٹا تھا(1)۔

وَ اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

''اور یاد کرو جب ہم نے وعدہ فرمایا موسیٰ سے چالیس رات کا پھر بنالیا بچھڑے کو (معبود) اس کے بعد اور تم سخت ظالم تھے''۔

امام ابن جریر نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے اس آیت کریمہ میں اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ یہ ذی القعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے تھے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب موسیٰ اپنی قوم کو پیچھے چھوڑ گئے اور ان پر ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنا کر گئے۔ آپ طور پر چالیس راتیں ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تورات تختیوں میں نازل فرمائی۔ اللہ کریم نے موسیٰ علیہ السلام سے قریب سے گفتگو فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام نے قلم کے چلنے کی آواز سنی اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ چالیس دنوں میں آپ کو حدث لاحق نہ ہوا حتی کہ آپ طور سے اتر آئے(2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ وہ بچھڑا جس کی بنو اسرائیل نے عبادت کی اس کا نام یہبوب تھا۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾

''پھر درگزر فرمایا ہم نے تم سے اس (ظلم عظیم) کے بعد شاید کہ تم شکر گزار بن جاؤ''۔

امام ابن جریر نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہم نے تمہیں معاف کر دیا بچھڑے کی پوجا کرنے کے بعد(3)۔

وَ اِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

''اور جب عطا فرمائی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور حق و باطل میں تمیز کی قوت تاکہ تم سیدھی راہ پر چلنے لگو''۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت نقل کیا ہے کہ کتاب سے مراد فرقان ہے جو حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی ہے(4)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اَلْفُرْقَانَ کا کلمہ تورات، انجیل، زبور اور فرقان کا جامع ہے(5)۔

1۔ مسند ابویعلی موصلی، جلد 3، صفحہ 395، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 322
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 326
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 326
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 327

وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِہٖ یٰقَوۡمِ اِنَّکُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ بِاتِّخَاذِکُمُ الۡعِجۡلَ فَتُوۡبُوۡۤا اِلٰی بَارِئِکُمۡ فَاقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ عِنۡدَ بَارِئِکُمۡ ؕ فَتَابَ عَلَیۡکُمۡ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵۴﴾

"اور یاد کرو جب کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے اے میری قوم! بے شک تم نے ظلم ڈھایا اپنے آپ پر بچھڑے کو (خدا) بنا کر۔ پس چاہیے کہ توبہ کرو اپنے خالق کے حضور، سوقتل کرو اپنوں کو (جنہوں نے شرک کیا)۔ یہ بہتر ہے کہ تمہارے لئے تمہارے خالق کے نزدیک۔ پھر حق تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔ بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے"۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اپنے رب کا حکم سنایا کہ تم اپنے آپ کو قتل کرو۔ پس جنہوں نے بچھڑے کی عبادت کی تھی وہ احتباء کی حالت میں بیٹھ گئے اور جنہوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی وہ اٹھ کھڑے ہوئے، ہاتھوں میں خنجر پکڑ لئے انتہائی تاریکی چھا گئی پس وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔ حتیٰ کہ تاریکی اور اندھیرا ختم ہو گیا۔ پس ستر ہزار افراد قتل ہو چکے تھے جو قتل ہو چکا تھا اس کے لئے یہ قتل ہونا توبہ تھا اور جو باقی بچ گیا تھا اس کے لئے یہی توبہ تھی (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ ہماری توبہ کیا ہے؟ فرمایا تم ایک دوسرے کو قتل کرو۔ پس انہوں نے چھریاں اٹھا لیں ہر ایک شخص اپنے بھائی، باپ اور بیٹے کو قتل کرنے لگا، اللہ کی قسم کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ وہ کس کو قتل کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ ان میں سے ستر ہزار آدمی قتل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ انہیں حکم دو کہ وہ ہاتھ اٹھا لیں (یعنی قتل کرنا بند کر دیں) پس جو قتل ہو گیا اس کی بخشش ہو گئی اور جو باقی ہیں ان کی توبہ قبول ہو گئی۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے اِنَّکُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ کے تحت نقل کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل کو سخت آزمائش کا حکم دیا گیا تو کھڑے ہوئے اور چھریوں کے ساتھ گلے کاٹنے لگے، ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے حتیٰ کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی مقررہ کڑی سزا پوری ہو گئی۔ جب وہ اس حد کو پہنچ گئے تو ان کے ہاتھوں سے چھریاں گر گئیں اور قتل کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو زندہ کے لئے توبہ قرار دیا اور مقتول کے لئے شہادت قرار دیا۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابن جریر نے الزہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب بنو اسرائیل کو اپنے آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ باہر نکلے اور ان کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔ انہوں نے تلواریں چلائیں اور خنجر مارنے لگے۔ اسی اثناء میں موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ بلند کئے ہوئے تھے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے کو فنا کر دیا۔ انہوں نے عرض کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 329

اے اللہ کے نبی ہمارے لئے دعا کیجئے، انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے بازوؤں کو پکڑا۔ ان کے قتل و غارت کا سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو قتل سے روک دیا۔ پس تمام نے ہتھیار ڈال دیئے، موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل مقتولوں پر پریشان ہوئے، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تجھے کس چیز نے غم میں مبتلا کیا ہے۔ جو قتل ہو گیا وہ میرے پاس زندہ ہے، اسے رزق دیا جاتا ہے اور جو باقی بچ گئے ہیں ان کی توبہ قبول ہو چکی ہے۔ اس ارشاد سے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل خوش ہو گئے (1)۔

امام الطستی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ان سے پوچھا کہ مجھے اِلٰی بَارِئِکُمْ کا معنی بتایئے تو انہوں نے فرمایا اس کا معنی خالق ہے۔ نافع نے پوچھا کیا باری کا معنی خالق لوگ جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے تبع کا قول نہیں سنا۔

شَهِدْتُ عَلٰی اَحْمَدَ اَنَّهٗ رَسُوْلُ مِنَ اللّٰهِ بَارِئِ النَّسَمِ

میں احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ روحوں کے پیدا کرنے والے اللہ کے رسول ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے باری کا معنی خالق روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا کہ ایک دوسرے کو خنجروں کے ساتھ قتل کرو پس انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

''اور یاد کرو جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے تجھ پر جب تک ہم نہ دیکھ لیں اللہ کو ظاہر پس اس (گستاخی پر) آلیا تم کو بجلی کی کڑک نے اور تم دیکھ رہے تھے، ہم نے جلد اٹھایا تمہیں تمہارے مرنے کے بعد کہ کہیں تم شکر گزار بنو''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے جَهْرَةً کا معنی عَلَانِيَةً نقل فرمایا ہے (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ربیع بن انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا یہ وہ ستر افراد تھے جن کو موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے منتخب کر کے لے گئے تھے پس ان کی اس گستاخی پر سخت کڑک نے انہیں آلیا اور وہ مر گئے پھر مرنے کے بعد انہیں زندہ کیا تا کہ اپنی اصل عمروں کو پورا کر لیں (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قوم کو سزا دی گئی اللہ تعالیٰ نے بطور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 330 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 332

3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 336

سزا انہیں موت دی پھر انہیں بقیہ عمریں پوری کرنے کے لئے زندہ فرمایا(1)۔

امام الطستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع نے ان سے کہا کہ مجھے الصّٰعِقَةُ کا مطلب بتائیں تو ابن عباس نے فرمایا العذاب اور اس کی اصل موت ہے۔ نافع نے پوچھا کیا عرب الصّٰعِقَةُ کا یہ مفہوم جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے لبید بن ربیع کا یہ شعر نہیں سنا۔

وَقَدْ كُنْتُ اَخْشٰى عَلَيْكَ الْحُتُوْفَ　وَقَدْ　آمَنُكَ　الصَّاعِقَةَ

مجھے تجھ پر موت کا خدشہ ہے جبکہ میں تیرے متعلق عذاب کے نزول سے امن میں ہوں۔

وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

''اور ہم نے سایہ کر دیا تم پر بادل کا اور اتارا تم پر من وسلوٰی کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں، انہوں نے ہم پر کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ وہ اپنی ہی جانوں پر زیادتی کرتے رہتے تھے''۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس بادل سے بنی اسرائیل پر سایہ کیا گیا اس سے ٹھنڈا اور پاکیزہ بادل وہ ہوگا جس میں قیامت کے دن اللہ کا حکم آئے گا اور یہ وہ بادل ہے بدر کے روز جس میں ملائکہ اترے تھے اور یہ بادل اتیہ میں ان کے ساتھ رہا تھا(2)۔

حضرات وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے یہ وہ بادل نہیں تھا جس میں قیامت کے روز اللہ کا حکم آئے گا۔ یہ بادل صرف بنی اسرائیل کے لئے تھا(3)۔

حضرت ابوالشیخ نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے الْغَمَامَ سے مراد سفید بادل ہے جس میں پانی نہ ہو۔

امام عبد بن حمید نے ابومجلز سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں تیہ کے صحراء میں بادل کا سایہ کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ واقعہ صحراء میں پیش آیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج کی دھوپ سے بچانے کے لئے بادل کا سایہ کر دیا، انہیں من وسلوٰی کھلایا جب وہ صحراء کی طرف نکلے تھے۔ من ان پر برف اور اولوں کی طرح گرتا تھا اور وہ برف سے زیادہ سفید تھا اور طلوع فجر سے گرنا شروع ہوتا اور طلوع شمس تک باقی رہتا۔ ہر شخص اپنے اس دن کی خوراک اٹھا لیتا تھا جو زیادہ اٹھاتا تھا وہ خراب ہو جاتا تھا اور اس کے پاس باقی نہیں رہتا تھا حتی کہ جب چھٹا دن جمعہ کا ہوتا تو جمعہ اور ساتویں دن کی خوراک بھی لے لیتے تھے۔ وہ اضافی دن کی خوراک ان کے پاس باقی رہتی تھی تاکہ جب عید کا دن ہو تو معیشت کی طلب کا معاملہ ان کی زندگی کو مکدر نہ کرے۔ یہ سب معاملات صحراء میں تھے۔

حضرات عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الْمَنَّ ایک ایسی چیز ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 336　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 337　3۔ ایضاً

جو اللہ تعالیٰ نے شبنم کی مثل ان پر اتاری تھی اور وہ گاڑھے شیرے کی مانند ہوتی تھی۔ السَّلْوٰی، چڑیا سے بڑا پرندہ تھا۔

امام وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الْمَنَّ گوند تھی اور السَّلْوٰی پرندہ تھا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ ہمارے لئے یہاں پانی کیسے آئے گا اور کھانا کہاں سے اترے گا، پس اللہ تعالیٰ نے ان پر من اتارا اور وہ ترنجبین کے درخت پر گرتا تھا(1)۔

حضرت عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا الْمَنَّ کیا ہے تو انہوں نے فرمایا جوار، چھنے ہوئے آٹے کی مثل نرم روٹی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ربیع بن انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الْمَنَّ سے مراد شہد کی مثل مشروب ہے جو ان پر اترتا تھا وہ اس کو پانی کے ساتھ ملاتے اور پیتے تھے(2)۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الْمَنَّ رات کے وقت درختوں کے اوپر ان کے لئے گرتا تھا۔ وہ صبح کے وقت جاتے اور جتنا چاہتے اس سے کھاتے اور السَّلْوٰی بٹیر کی مانند ایک پرندہ تھا اس سے وہ جتنا چاہتے کھاتے تھے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الْمَنَّ آسمان سے درختوں پر گرتا تھا لوگ اس کو کھاتے تھے اور السَّلْوٰی سے مراد بٹیر ہے(3)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کھنبی، الْمَنَّ میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے(4)۔

امام احمد اور ترمذی نے اس کی مثل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، نسائی نے حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابو سعید الخدری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود اور دوسرے صحابہ سے روایت کیا ہے کہ السَّلْوٰی بٹیر کی مثل پرندہ تھا(5)۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ نے الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے بٹیر السَّلْوٰی ہے۔

امام عبد الرزاق عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں السَّلْوٰی سرخ پرندہ تھا، جنوبی ہوا اسے جمع کرتی تھی۔ ایک شخص اتنی مقدار ذبح کرتا تھا جتنی اسے اس دن ضرورت ہوتی تھی۔ اگر وہ اس سے زائد ذبح کرتا تو وہ خراب ہو جاتا تھا اور وہ باقی نہیں رہتا تھا حتی کہ جب چھٹا دن جمعہ کا ہوتا تو وہ چھٹے اور ساتویں دن کا کھانا جمع کر لیتے تھے(6)۔

حضرت سفیان بن عیینہ اور ابن ابی حاتم نے وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے گوشت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں انہیں گوشت سے کم چیز کھلاؤں گا جو زمین میں معلوم ہے۔ پس اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 388 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 338

4۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 187، مطبوعہ دار صادر بیروت 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 339

6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 42-340

تعالیٰ نے ان پر ایک ہوا چلائی جس نے ان کے گھروں کے پاس سلوی (بٹیر) بکھیر دیا اور ایک میل لمبائی میں ایک میل چوڑائی میں اور بلندی میں نیزہ کی مقدار تھا پس انہوں نے دوسرے دن کے لئے جمع کیا تو گوشت بدبودار ہوگیا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے السَّلْوٰی کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کبوتر کی مثل موٹا پرندہ ہے وہ ان کے پاس آتا وہ ہفتہ سے ہفتہ تک کی خوراک لے لیتے (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مَا ظَلَمُوْنَا کے تحت یہ روایت کیا ہے کہ ہم ظلم کرنے سے بہت بلند ہیں۔ امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ يَظْلِمُوْنَ کا معنی يَضُرُّوْنَ ہے یعنی اپنے آپ کو نقصان پہنچاتے تھے (2)۔

وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۚ وَ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

"اور یاد کرو جب ہم نے حکم دیا داخل ہو جاؤ اس بستی میں پھر کھاؤ اس میں جہاں سے چاہو اور جتنا چاہو اور داخل ہونا دروازے سے سر جھکاتے ہوئے اور کہتے جانا بخش دے (ہمیں) ہم بخش دیں گے تمہاری خطائیں۔ اور ہم زیادہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو"۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ هٰذِهِ الْقَرْيَةَ سے مراد بیت المقدس ہے (3)۔ وکیع، الفریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم تنگ دروازے سے داخل ہو رکوع کی حالت میں اور کہو ہم مغفرت طلب کرتے ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں وہ سرینوں کے بل داخل ہوئے اور استہزاءً حِطَّةٌ کی جگہ حنطة کہا۔ پس فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ سے یہی مراد ہے (4)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت نقل کیا ہے کہ یہ بیت المقدس کے دروازوں میں سے ایک دروازہ تھا جس میں انہیں داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا اس باب کو باب حطہ کہا جاتا تھا (5)۔

امام وکیع، الفریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی (الکبیر میں) اور ابوالشیخ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انہیں کہا گیا کہ تم سروں کو جھکائے ہوئے داخل ہو اور حطة کہو۔ انہوں نے کہا حِنْطَةٌ حَبَّةٌ حَمْرَاءُ فِيْهَا شَعِيْرَةٌ، اس تبدیلی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا میں فرمایا (6)۔

امام ابن جریر، طبرانی، ابوالشیخ اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انہوں نے کہا هطی سمقاثا ازبہ مزبا، عربی میں اس کا معنی حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَمْرَاءُ مَثْقُوْبَه فِيْهَا شَعِيْرَةٌ سَوْدَاءُ یعنی گندم کا سرخ دانہ ہو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 340	2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 343	3۔ ایضاً	4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 50-345
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 344	6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 50-349

جو چھیدا ہوا ہو اور اس میں سیاہ جو رکھا ہوا ہو۔ امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قُوْلُوْا حِطَّةٌ کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ہماری خطاؤں کو معاف کر دے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ انہیں فرمایا اپنے سروں کو جھکاؤ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو (2)۔

امام بیہقی نے الاسماء والصفات میں عکرمہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قُوْلُوْا حِطَّةٌ کے تحت روایت کیا ہے کہ تم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ دروازہ قبلہ کی جانب تھا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بیت المقدس کے دروازوں میں سے ایک دروازہ حطہ تھا۔ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ داخل ہو جاؤ اور حِطَّةٌ کہو ان کے لئے دروازہ چھوٹا کر دیا گیا تھا تاکہ سر جھکا کر گزریں، پھر جب انہوں نے سجدہ کیا تو کہا حنطۃ (گندم) (3)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم بیان کرتے تھے کہ یہ دروازہ بیت المقدس کا تھا۔ پھر فرمایا تم کہو کہ اے اللہ ہمارے گناہ معاف کر دے تو ہم تمہاری خطاؤں کو معاف کر دیں گے اور محسنین کو زیادہ دیں گے۔ فرمایا جو خطا کار ہو گا اس کی خطا معاف ہو جائے گی اور جو محسن ہو گا اللہ تعالیٰ ان کا احسان زیادہ فرمائے گا لیکن انہوں نے حکم الٰہی کو بدل ڈالا انہوں نے جان بوجھ کر حکم الٰہی کی مخالفت کی سرکشی کرتے ہوئے اور امر الٰہی کے خلاف جرات کرتے ہوئے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ کے متعلق روایت کیا ہے کہ جو تم سے پہلے محسن تھا اس کے احسان میں اضافہ کیا جائے گا اور جو خطا کار ہو گا ہم اس کی خطا معاف کر دیں گے (3)۔

امام عبد الرزاق، احمد، بخاری، مسلم، عبد بن حمید، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بنی اسرائیل کو کہا گیا کہ تم سجدہ کرتے ہوئے دروازہ سے داخل ہو اور کہو کہ ہم کو معاف کر دے تو انہوں نے حکم کو بدل دیا وہ چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور کہا حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ (جو میں گندم کا دانہ) (5)۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس دروازہ سے بنی اسرائیل کو جھک کر داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا، وہ اس میں سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 345 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 346 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 344
4۔ ایضاً۔ جلد 1، صفحہ 348 5۔ صحیح بخاری، جلد 3، رقم الحدیث، 3222، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق

داخل ہوئے اور حِطَّۃٌ کی جگہ انہوں نے حنطة فی شعیرة کہا(1)۔

امام ابوداؤد، الضیاء المقدسی (المختارہ میں) نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ ارشاد فرمایا اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰیٰكُمْ۔

امام ابن مردویہ نے ابوسعید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے حتیٰ کہ جب رات کا آخری وقت آیا تو ہم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا جسے ذات الحنظل کہا جاتا تھا۔ فرمایا یہ گھاٹی آج رات اس دروازے کی مثل ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرمایا اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰیٰكُمْ۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس امت میں ہماری مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے اور بنی اسرائیل میں حِطَّۃٌ کے مکتوب کی طرح ہے۔

فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾

''پس بدل ڈالا ان ظالموں نے اور بات سے جو کہا گیا تھا انہیں تو ہم نے اتارا ان ستم پیشہ لوگوں پر عذاب آسمان سے بوجہ اس کے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کتاب اللہ میں جہاں رِجْزٌ استعمال ہوا ہے اس سے مراد عذاب ہے(2)۔

امام احمد، عبد بن حمید، مسلم، نسائی، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرات سعید بن مالک، اسامہ بن زید اور خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ طاعون رجز ہے اور اس عذاب کا بقیہ ہے جو تم سے پہلے لوگوں کو دیا گیا۔ جب طاعون کسی علاقہ میں ہو اور تم بھی وہاں ہو تو وہاں سے نہ نکلو اور جب تمہیں خبر پہنچے کہ کسی دوسرے علاقہ میں یہ ہے تو اس علاقہ میں نہ جاؤ(3)۔

امام ابن جریر نے حضرت العالیہ رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا ہے کہ الرجز سے مراد غضب ہے(4)۔

وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۶۰﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 349
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 351
3۔ صحیح مسلم، جلد 14، صفحہ 162، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 351

''اور یاد کرو جب پانی کی دعا مانگی موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے تو ہم نے فرمایا مارو اپنا عصا فلاں چٹان پر، فوراً بہہ نکلے اس چٹان سے بارہ چشمے، پہچان لیا ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ، کھاؤ اور پیو اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے اور نہ پھرو زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے''۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ پانی تیہ کے صحراء میں اپنی قوم کے لئے مانگا تھا۔ موسیٰ نے ان کے لئے پتھر پر عصا مارا تو اس سے بارہ چشمے جاری ہوئے ہر قبیلہ کے لئے علیحدہ چشمہ تھا جس سے وہ پانی پیتے تھے (1)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ پانی کا مطالبہ صحراء میں کیا تھا جب کہ انہیں اندیشہ ہوا کہ وہ پیاسے مرجائیں گے۔ پس حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے پانی کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنا عصا پتھر پر مارنے کا حکم دیا، وہ پتھر طور پہاڑ کا تھا جو وہ اپنے ساتھ اٹھا کر لائے تھے حتی کہ جب وہ کسی جگہ پڑاؤ کرتے تو موسیٰ اس پر اپنا عصا مارتے۔ پس اس سے بارہ چشمے جاری ہو جاتے۔ ہر گروہ اپنا مشرب جان لیتا، اور ہر گروہ اپنے معین چشمہ سے مستفید ہوتا تھا۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ان کے لئے موسیٰ علیہ السلام کے پتھر پر عصا مارنے سے بارہ چشمے جاری ہوئے یہ معاملہ تیہ میں پیش آیا جبکہ وہ تیہ کے صحراء میں بھٹک رہے تھے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے جویبر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے وہ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا موسیٰ پتھر ڈالتے تھے اور ہر قبیلہ کا ایک شخص کھڑا ہوتا تھا۔ موسیٰ پتھر پر عصا مارتے تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو جاتے پھر ہر چشمہ ایک شخص کی طرف جاری ہوتا تو وہ شخص اس چشمہ کی طرف اپنے قبیلہ کو بلاتا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَلَا تَعْثَوْا کا مطلب وَلَا تَسْعَوْا یعنی (فساد کی کوشش نہ کرو) ہے (3)۔

امام ابن جریر نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے اس کا یہ مطلب روایت کیا ہے کہ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کرو (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو مالک رحمہ اللہ سے اس کا معنی یہ روایت کیا ہے کہ گناہوں کے ساتھ زمین پر نہ چلو۔ امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے قتادہ سے یہ معنی روایت کیا ہے کہ زمین میں فساد کرتے ہوئے نہ پھرو (5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے قوم کے لئے پانی طلب کیا پھر فرمایا اے گدھو! پیو۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا میرے بندوں کو گدھے نہ کہو۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 353
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 355
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 354
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 355

لَنَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ مِنۡۢ بَقۡلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوۡمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِىۡ هُوَ اَدۡنٰى بِالَّذِىۡ هُوَ خَيۡرٌ ؕ اِهۡبِطُوۡا مِصۡرًا فَاِنَّ لَـکُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ ؕ وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡکَنَةُ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ ﴿٦١﴾

''اور یاد کرو جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم صبر نہیں کر سکتے ایک طرح کے کھانے پر سو آپ دعا کیجئے ہمارے لئے اپنے پروردگار سے کہ نکالے ہمارے لئے وہ جن کو زمین اگاتی ہے (مثلاً) ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔ موسیٰ نے کہا کیا تم لینا چاہتے ہو وہ چیز جو ادنیٰ ہے اس کے بدلے میں جو عمدہ ہے۔ (اچھا) جا رہو کسی شہر میں تمہیں مل جائے گا جو تم نے مانگا۔ اور مسلط کر دی گئی ان پر ذلت اور غربت اور مستحق ہو گئے غضب الٰہی کے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے تھا کہ وہ انکار کرتے رہے تھے اللہ کی آیتوں کا اور قتل کرتے تھے انبیاء کو ناحق۔ یہ (سب کچھ) اسی وجہ سے تھا کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے بڑھ جایا کرتے تھے''۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ طَعَامٍ وَّاحِدٍ سے من وسلویٰ مراد ہے۔ اس کے بدلے انہوں نے سبزیاں طلب کیں اور دوسری اشیاء جن کا ذکر آیت کریمہ میں ہے (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ صحراء میں من وسلویٰ کے کھانے سے اکتا گئے اور انہوں نے اس معیشت کا مطالبہ کیا جس پر پہلے وہ گزارا کرتے تھے۔ انہوں نے موسیٰ سے عرض کی کہ ہمارے لئے دعا فرمائیں (2)۔

حضرات عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فوم سے مراد روٹی ہے، ایک روایت میں ہے کہ اس سے مراد گندم ہے ایک روایت میں فرمایا الحنطه (گندم) (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی (فی الکبیر) نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ابن عباس سے پوچھا کہ فوم سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا الحنطه (گندم)۔ اس نے پوچھا کیا فوم کا یہ مفہوم عرب جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے احیحہ بن الجلاح کا یہ شعر نہیں سنا۔

قَدْ كُنْتُ أَغْنِى النَّاسَ شَخْصًا وَاحِدًا وَرَدَ الْمَدِيْنَةَ عَنْ زِرَاعَةِ فُوْمِ

میں ایک شخص لوگوں کو غنی کرتا تھا جس نے پورے شہر کو گندم کی کاشت سے روک دیا (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 356، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 358 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 358

حضرات وکیع، عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد اور عطاء رحمہ اللہ سے اس کا معنی الخبز (روٹی) نقل کیا ہے (1)۔

حضرات عبد بن حمید اور ابن جریر نے الحسن اور ابو مالک رحمہ اللہ سے فوم کا معنی الحنطہ (گندم) نقل کیا ہے (2)۔

حضرات عبد بن حمید اور ابن جریر نے الحسن اور ابو مالک رحمہ اللہ سے فوم کا معنی الخبز (روٹی) نقل کیا ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے ایک دوسرے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فوم کا معنی لہسن نقل کیا ہے۔

امام ابن جریر نے ربیع بن انس سے نقل کیا ہے کہ فوم سے مراد ثوم (لہسن) ہے اور ایک قرأت میں ثُوْمِهَا بھی ہے (4)۔

حضرات سعید بن منصور، ابن ابی داؤد (فی المصاحف) اور ابن المنذر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ثُوْمِهَا پڑھا ہے (5)۔

امام ابن ابی داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میری قرأت زید کی قرأت ہے اور میں نے دس سے زائد حروف ابن مسعود کی قرأت سے لئے ہیں۔ ان میں سے ایک ثُوْمِهَا بھی ہے۔

امام الطستی نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ان سے پوچھا کہ فُوْمِهَا سے کیا مراد ہے ابن عباس سے فرمایا اس سے مراد الحنطہ (گندم) ہے۔ اس نے کہا کیا لوگ اس کا یہ مفہوم جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے ابومحجن ثقفی کا یہ شعر نہیں سنا۔

قَدْ كُنْتُ اَحْسِبُنِىْ كَاَغْنٰى وَاحِدٍ　　قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ عَنْ زِرَاعَةِ فُوْمٖ

میں اپنے آپ کو یہ خیال کرتا تھا کہ ایک شخص نے مستغنی کر دیا ہے کہ لوگ گندم کی کاشت کی طرف پیش قدمی کریں۔

پھر فرمایا اے ابن الازرق جس نے اسے ابن مسعود کی قرأت پر پڑھا تو اس کے نزدیک یہ بدبودار (تھوم) چیز ہے۔

امیہ بن ابی الصلت نے کہا۔

كَانَتْ مَنَازِلُ لَهُمْ اِذْذَاكَ ظَاهِرَةٌ　　فِيْهَا الْفَرَادِيْسُ وَالْفُوْمَاتُ وَالْبَصَلُ

ان کے مکانات وہاں ظاہر تھے ان میں باغات، گندم اور پیاز تھے۔

امیہ بن ابی الصلت کا یہ شعر ہے۔

اَنْفٰى الدِّيَاسُ مِنَ الْقَوْمِ الصَّحِيْحِ　　كَمَا اَنْفٰى مِنَ الْاَرْضِ صَوْبُ الْوَابِلِ الْبَرْدِ

صحیح قوم سے قتال نے اسے اس طرح صاف کر دیا ہے جیسے بارش کے پانی نے زمین کو صاف کر دیا۔

امام ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت میں ادنی کا معنی اردء (گھٹیا) کیا ہے (6)۔ حضرت سفیان بن عیینہ، ابن جریر اور حضرت ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مصر سے مراد کوئی شہر لیا ہے (7)۔

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 357　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 358

4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 359　5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 563، مطبوعہ مکہ مکرمہ

6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 360　7۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 361

امام ابن جریر نے ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے فرعون کا شہر مصر نقل کیا ہے (1)۔

حضرت ابن ابی داؤد نے اور ابن الانباری نے المصاحف میں اعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ مِصْرٌ کو بغیر تنوین کے پڑھتے تھے اور فرماتے یہ وہ شہر ہے جسے پر صالح بن علی حکمران تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہے جن سے جزیہ لیا جاتا ہے۔

امام عبدالرزاق اور ابن جریر نے قتادہ اور حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ذلت کی حالت میں اپنے ہاتھ سے جزیہ دیتے تھے (2)۔

امام ابن جریر نے ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے الْمَسْكَنَةُ کا معنی الفاقۃ روایت کیا ہے (3)۔

امام ابن جریر نے الضحاک سے وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ کا یہ مفہوم روایت کیا ہے کہ وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہو گئے (4)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَبَآءُوْ کا معنی اِنْقَلَبُوْا (پھر گئے) روایت کیا ہے۔

امام ابوداؤد، الطیالسی، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنواسرائیل نے ایک دن میں تین سو انبیاء قتل کئے تھے پھر دن کے آخر میں سبزیوں کے بازار لگائے۔ احمد نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز سب سے سخت عذاب اس شخص کو دیا جائے گا جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا جسے کسی نبی نے قتل کیا اور اسے سخت عذاب ہوگا جو گمراہی کا امام ہوگا اور جو تصویریں بنانے والوں میں سے تصویر بنانے والا ہوگا (5)۔

امام حاکم نے روایت نقل کی ہے اور اس نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور ذہبی نے بھی ان کا تعاقب کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا نبی اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نبی ء اللہ نہیں لیکن نبی اللہ ہوں۔ امام ذہبی فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے اور صحیح نہیں ہے (6)۔

امام ابن عدی نے حمران بن اعین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا السلام علیک یا نبی اللہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نبی اللہ نہیں بلکہ میں نبی اللہ ہوں (7)۔

امام حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کو ہمزہ کے ساتھ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا نہ ابوبکر نے نہ عمر نے نہ خلفاء نے۔ یہ ہمزہ بعد کے لوگوں کی بدعت ہے (8)۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 361 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 363 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 364 5۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 407، مطبوعہ دار صادر بیروت

6۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 251، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

7۔ الکامل لابن عدی، جلد 3، صفحہ 367، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 8۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 251

وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

''یقین کرو اسلام کے پیروکار ہوں یا یہودی، عیسائی ہوں یا صابی جو کوئی بھی ایمان لائے اللہ پر اور دن قیامت پر اور نیک عمل کرے تو ان کے لئے ان کا اجر ہے ان کے رب کے ہاں اور نہیں کوئی اندیشہ ان کے لئے اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔

حضرت ابن ابی عمر العدنی نے اپنی مسند میں اور ابن ابی حاتم نے سلمان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے ان اہل دین کے متعلق دریافت کیا جن کے ساتھ میرا تعلق تھا، پھر ان کی نماز اور عبادت کا ذکر کیا گیا تو یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت الواحدی نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب سلمان نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے ساتھیوں کا واقعہ ذکر فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ دوزخ میں ہیں۔ سلمان فرماتے ہیں مجھ پر زمین تاریک ہوگئی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ فرماتے ہیں اس آیت کے نزول کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا گویا میری رسی کھل گئی (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے سدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے متعلق روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت سلمان کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی اور حضرت سلمان نیساپور کے لشکر کے ایک فرد تھے اور آپ ان کے سرداروں میں سے تھے۔ ابن الملک آپ کا دوست تھا اور بھائی بنا ہوا تھا۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے بغیر فیصلہ نہیں کرتا تھا، وہ دونوں اکھٹے شکار کو سوار ہو کر جاتے تھے، ایک دفعہ وہ دونوں شکار پر تھے کہ اچانک انہیں ایک خیمہ دکھائی دیا۔ وہ دونوں اس میں آئے اس میں دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہے اور اس کے پاس مصحف ہے جس کی وہ تلاوت کر رہا ہے اور رو رہا ہے۔ حضرات ابن الملک اور سلمان نے اس شخص سے اس مصحف کے متعلق پوچھا تو اس شخص نے کہا جو اس کتاب کو سیکھنا چاہتا ہے وہ تمہاری طرح کھڑا نہیں رہتا، اگر تم اس کتاب کو سیکھنا چاہتے ہو تو نیچے اترو تا کہ میں تمہیں یہ کتاب سکھاؤں۔ وہ دونوں سواری سے نیچے اترے تو اس شخص نے کہا یہ وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے، اس نے اس میں اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنی نافرمانی سے منع فرمایا ہے، اس میں ہے کہ نہ چوری کرو نہ زنا کرو نہ باطل طریقہ سے لوگوں کے مال حاصل کرو۔ پھر اس نے انہیں قرآن کے دوسرے احکام بتائے۔ اس میں ہے کہ انجیل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ پر نازل کی۔ پس اس شخص کی باتیں دونوں کے دلوں میں اتر گئیں۔ ان دونوں نے توبہ کی اور اسلام قبول کیا۔ اس شخص نے ان کو بتایا کہ تم پر تمہاری قوم کا ذبیحہ حرام ہے۔

وہ دونوں اس شخص سے احکام الٰہیہ سیکھتے رہے حتیٰ کہ بادشاہ کی عید کا دن تھا، اس نے کھانا جمع کیا پھر سرداروں اور دوسرے لوگوں کو جمع کیا۔ بادشاہ نے ابن الملک کی طرف بھی پیغام بھیجا اور اسے بھی دعوت پر مدعو کیا تا کہ وہ بھی لوگوں کے ساتھ مل کر کھائے، اس نوجوان نے دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا میں تم سے اعراض کرنے والا ہوں، تم اور تمہارے ساتھی کھا

1۔ اسباب النزول، صفحہ 15، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

لو۔ جب اس کے پاس بار بار پیغام رساں آنے لگے تو اس نے انہیں بتایا کہ وہ ان کا کھانا نہیں کھاتا۔ تب بادشاہ نے اپنے بیٹے کی طرف پیغام بھیجا اور اسے بلایا اور پوچھا کہ تیرا معاملہ کیا ہے؟ اس نے کہا ہم تمہارا ذبیحہ نہیں کھاتے تم کفار ہو تمہارا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ بادشاہ نے اسے کہا اس کا تجھے کس نے حکم دیا ہے؟ اس نے بتایا کہ اس راہب نے مجھے یہ بتایا ہے۔ بادشاہ نے راہب کو بلایا اور پوچھا کہ میرا بیٹا کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا تیرا بیٹا سچ کہتا ہے، بادشاہ کہنے لگا اگر خون بہانا ہمارے مذہب میں برا نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا لیکن تو ہماری زمین سے نکل جا۔ پس اس نے ایک مدت کے لئے اپنے ملک سے بدر کر دیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم دونوں اس شخص کی جلاوطنی ہونے پر رونے لگ گئے۔

اس شخص نے بادشاہ کے بیٹے اور سلمان سے کہا اگر تم سچے ہو تو موصل کے کنیسہ (عبادت خانہ) میں ساٹھ افراد ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں تم بھی اس میں پہنچ جاؤ، وہ راہب چل پڑا اور سلمان اور ابن الملک پیچھے رہ گئے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ابن الملک سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو، ابن الملک نے کہا ٹھیک ہے چلتے ہیں، ابن الملک نے سامان بیچ کر تیاری شروع کر دی جب اس نے تاخیر کر دی تو حضرت سلمان خود چل پڑے حتی کہ موصل پہنچ گئے، آپ اپنے اس ساتھی کے پاس اترے جو بیعہ کا مالک تھا، اس بیعہ (کنیسہ) میں یہ شخص تمام راہبوں سے بلند درجہ تھا۔ سلمان اس کے ساتھ عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گیا اور وہ اپنے آپ کو تھکاتا تھا۔ حضرت سلمان نے ایک دن اسے کہا کہ تم مجھے بتاؤ کہ جو تم مجھے حکم دیتے ہو وہ افضل ہے یا جو میں خود کرتا ہوں وہ افضل ہے، راہب نے کہا جو تو کرتا ہے وہ افضل ہے۔ پھر کنیسہ کے مالک نے بلایا اور کہا تو جانتا ہے یہ کنیسہ میرا ہے اور اس کا میں سب سے زیادہ حق دار ہوں۔ اگر میں اس سے ان لوگوں کو نکالنا چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں لیکن میں ان کی عبادت کے اعتبار سے کمزور ہوں، میں ایک دوسرے کنیسہ کی طرف منتقل ہونا چاہتا ہوں جہاں اس کی نسبت عبادت آسان ہے۔ اگر تو یہاں رہنا چاہتا ہے تو یہاں رہ اور اگر میرے ساتھ چلنا چاہتا ہے تو میرے ساتھ چل سلمان نے پوچھا از روئے رہنے والوں کے کونسا بیعہ (کنیسہ) بہتر ہے۔ اس راہب نے کہا یہ۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں پھر اسی کنیسہ میں رہوں گا۔ سلمان وہاں ٹھہر گئے۔ بیعہ کے مالک نے سلمان کو ان کے ساتھ عبادت کرنے کی وصیت کی۔

پھر اس عالم شیخ نے بیت المقدس جانے کا ارادہ کیا تو اس نے سلمان کو بلایا اور کہا میں بیت المقدس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اگر تو چاہے تو میرے ساتھ چل، اگر چاہے تو یہاں ٹھہرا رہ۔ سلمان نے اس سے پوچھا کون سا امر افضل ہے میرا آپ کے ساتھ چلنا یا یہاں ٹھہرا رہنا؟ اس نے کہا تیرا میرے ساتھ چلنا بہتر ہے۔ آپ اس کے ساتھ چل پڑے۔ وہ راستہ کے اوپر ایک اپاہج کے پاس سے گزرے۔ جب اس نے ان دونوں کو دیکھا تو بلند آواز سے کہا اے راہبوں کے سردار! مجھ پر رحم کرو اللہ تجھ پر رحم کرے، راہب نے اس سے کوئی کلام نہ کی اور نہ اس کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں چلتے رہے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچ گئے، شیخ نے حضرت سلمان سے کہا جاؤ اور علم حاصل کرو، اس مسجد میں روئے زمین کے علماء تشریف لاتے ہیں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان کی باتیں سننے کے لئے نکل پڑے۔ ایک دن حضرت سلمان پریشان ہو کر لوٹے۔ شیخ نے پوچھا سلمان غمگین کیوں ہے؟ حضرت سلمان نے کہا ساری کی ساری خیر پہلے انبیاء کرام اور ان کے متبعین لے گئے ہیں۔ شیخ نے کہا

پریشان نہ ہو کیونکہ ایک نبی باقی ہے جس سے از روئے متبعین کے کوئی نبی افضل نہیں ہے، ان کے ظہور کا یہی زمانہ ہے مجھے اپنے بارے تو یقین نہیں ہے کہ میں اس کی ملاقات سے مشرف ہوں گا لیکن تو جوان عمر ہے شاید تو ان کا دیدار کرے، وہ عرب کی زمین پر ظاہر ہوں گے اگر تو ان کو پالے تو ان پر ایمان لے آنا اور ان کی اتباع کرنا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے شیخ سے کہا مجھے اس نبی کی کوئی علامت بتا دیجئے۔ شیخ نے کہا ہاں اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی پیٹھ پر ختم نبوت کی مہر لگی ہوگی، وہ ہدیہ کھائے گا اور صدقہ نہیں کھائے گا پھر وہ دونوں لوٹے حتی کہ اس اپاہج شخص کے پاس پہنچے۔ اس نے پہلے کی طرح بلند آواز سے کہا اے راہبوں کے سردار! مجھ پر رحم کر اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔ شیخ نے اپنا گدھا اس کی طرف موڑ دیا۔ پھر اس نے اس کو ہاتھ سے پکڑ کر بلند کیا پھر زمین پر ڈال دیا۔ اس کے بعد اس کے لئے دعا کی اور کہا اللہ کے اذن سے کھڑا ہو جا پس وہ شخص صحیح وسلامت کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا۔ حضرت سلمان متعجب ہو کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور راہب چلا تو وہ حضرت سلمان سے غائب ہو گیا اور حضرت سلمان کو اس کے متعلق کوئی علم نہ تھا۔

پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ راہب کی تلاش میں نکل پڑے۔ راستہ میں قبیلہ کلب کے دو عرب شخص ملے۔ آپ نے ان سے راہب کے متعلق پوچھا تو ایک نے اپنی سواری بٹھا دی اور کہا ہاں گلہ چرانے والا یہ ہے۔ اس نے آپ کو سوار کیا اور مدینہ طیبہ لے آیا۔ حضرت سلمان فرماتے ہیں اس وقت مجھے ایسی تکلیف اور رنج لاحق ہوا کہ پہلے ایسا کبھی لاحق نہیں ہوا تھا، ایک جہینیہ عورت نے سلمان کو خرید لیا۔ آپ اور اس عورت کا غلام ایک ایک روز باری باری اس عورت کی بکریاں چراتے تھے۔ سلمان دراہم جمع کرتے تھے اور محمد ﷺ کے خروج کے منتظر تھے۔ ایک دن وہ بکریاں چرا رہے تھے کہ آپ کا ساتھی پیچھے سے آیا اور بتایا کہ تجھے معلوم ہے آج مدینہ طیبہ میں ایک ایسا شخص آیا ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ سلمان نے اسے کہا تم بکریوں کے پاس ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔ سلمان مدینہ طیبہ پہنچے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور آپ کے اردگرد چکر لگایا۔ جب نبی کریم ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ ﷺ اس کا ارادہ پہچان گئے۔ آپ ﷺ نے پیٹھ سے کپڑا اٹھایا حتی کہ مہر نبوت ظاہر ہو گئی، جب سلمان نے مہر نبوت کو دیکھا تو آپ کے قریب آئے اور گفتگو شروع کی پھر آپ چلے گئے اور کچھ دیناروں کے ساتھ ایک بکری خریدی پھر اسے بھونا اور کچھ دیناروں کے ساتھ روٹیاں خریدیں، پھر یہ تمام چیزیں لیکر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ سلمان نے کہا یہ صدقہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی مجھے ضرورت نہیں، اسے لے جاؤ، اس کو دوسرے مسلمان کھالیں۔ پھر سلمان گئے اور چند دیناروں کے ساتھ روٹی اور گوشت خریدا پھر وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ سلمان نے کہا یہ ہدیہ ہے۔ فرمایا بیٹھ اور کھا، سلمان بیٹھ گئے پھر آپ ﷺ اور سلمان نے مل کر وہ کھانا کھایا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کا اس دوران ذکر کر رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ وہ روزہ رکھتے تھے، نماز پڑھتے تھے اور آپ پر ایمان لاتے تھے اور یہ گواہی دیتے تھے کہ آپ مبعوث ہونے والے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کی تعریف سے فارغ ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے سلمان وہ دوزخی ہیں۔ حضرت سلمان پر یہ جملہ

شاق گزرا۔ حضرت سلمان کہہ چکے تھے کہ اگر وہ آپ کو پالیتے تو آپ کی تصدیق کرتے اور آپ کی اتباع کرتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ الخ نازل فرمائی (1)۔

امام ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سلمان فارسی نے نبی کریم ﷺ سے ان نصاریٰ کے متعلق پوچھا اور ان کے اعمال کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ اسلام پر نہیں مرے، سلمان کہتے ہیں مجھ پر زمین تاریک ہوگئی، میں نے ان کی نیکیوں میں کوشش کا ذکر کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، نبی کریم ﷺ نے سلمان کو بلایا اور فرمایا تیرے ساتھیوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ فرمایا جو میرے متعلق سننے سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر فوت ہوا وہ خیر پر ہے اور جس نے میری نبوت کے متعلق سن لیا اور پھر مجھ پر ایمان نہ لایا تو وہ ہلاک ہوگیا (2)۔

امام ابوداؤد نے الناسخ والمنسوخ میں، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق روایت کیا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ (آل عمران) (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن نجی عن علی کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ یہود کو یہود اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَیْكَ (الاعراف: 156) کہا تھا (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، ہم تمام لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں کہ یہود کو یہود کیوں کہا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے کلمہ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَیْكَ (الاعراف: 156) کہنے کی وجہ سے انہیں یہود کہا جاتا ہے۔ اور نصرانیوں کو نصرانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم زیادہ جانتے ہیں کہ یہود کو یہود کیوں کہا جاتا ہے اور نصرانیوں کو نصاریٰ کیوں کہا جاتا ہے۔ یہود کو اس نام سے اس لئے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَیْكَ (الاعراف: 156) کہا تھا جب آپ کا وصال ہوا تو ان کو یہ کلمہ بہت پسند آیا تو وہ اپنے آپ کو یہودی کہنے لگے اور نصرانیوں کی نصرانی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ (آل عمران: 52) حواریوں نے کہا نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (آل عمران: 52) پس وہ نصرانیت سے موسوم ہوگئے۔

امام ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نصاریٰ کو ایک دیہات ناصرہ کی وجہ سے اس نام سے موسوم کیا جاتا ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اترے تھے پس انہوں نے یہ نام خود رکھا اس کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا (5)۔

امام ابن سعد نے طبقات میں اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نصاریٰ کو اس نام سے اس لئے موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دیہات کا نام ناصرہ تھا (6)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 370 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 372
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 366 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 367 6۔ ایضاً

حضرات وکیع، عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصائبون، یہود، مجوس اور نصاریٰ کے درمیان ایک قوم تھی جن کا کوئی دین نہیں تھا(1)۔

حضرت ابن المنذر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے الصابئون نہ یہودی تھے نہ نصرانی وہ مشرکوں کی ایک قوم تھی جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔

امام عبد الرزاق نے مجاہد رحمہ اللہ روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الصائبون کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ نصاریٰ، مجوس اور یہود کے درمیان ایک قوم تھی ان کا نہ ذبیحہ حلال ہے اور نہ ان سے نکاح حلال ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصابئون، نصرانیوں اور مجوسیوں کے درمیان ایک منزل ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صابئون، یہود کی طرف گئے اور ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا دین ہے؟ یہود نے کہا ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام ہیں، وہ ہمارے پاس یہ احکام لے کر آئے اور انہوں نے ان ان چیزوں سے منع کیا ہے۔ یہ ہماری کتاب تورات ہے جو ہماری اتباع کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ پھر صابئون، نصاریٰ کے پاس گئے تو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہی کچھ کہا جو یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا تھا۔ انہوں نے کہا یہ انجیل ہماری کتاب ہے۔ پس جو ہماری اتباع کرے گا وہ جنت میں جائے گا، الصابئون نے کہا یہ لوگ کہتے ہیں ہم اور ہمارے متبعین جنت میں جائیں گے اور یہود کہتے ہیں ہم اور ہمارے متبعین جنت میں جائیں گے، پس ہم کوئی دین قبول نہیں کرتے پس اللہ تعالیٰ نے ان کا نام الصابئون رکھ دیا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصابئون اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پڑھتے تھے(2)۔

امام وکیع نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصابئون، اہل کتاب کا ایک طائفہ ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صابئون وہ قوم ہے جو ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں اور قبلہ کے علاوہ طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور زبور کی تلاوت کرتے ہیں (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صابی وہ ہوتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے اس کی کوئی شریعت نہیں ہوتی جس پر عمل پیرا ہو اور وہ کفریہ بات نہیں کرتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو الزناد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصابئون وہ قوم ہے جو عراق کے پاس رہتی ہے اور کوثی میں رہتے ہیں اور تمام نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

حضرت عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ کہتے ہیں اَلصَّابِئُوْنَ وَمَا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 368 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 368 3۔ ایضاً

الصَّابِئُوْنَ الصَّابِئُوْنَ۔ کہتے ہیں الْخَاطِئُوْنَ وَمَا الْخَاطِئُوْنَ الْخَاطِئُوْنَ۔ (یعنی خطا کرنے والے، کیا ہیں خطا کرنے والے، خطا کرنے والے)

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۞ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۞

''اور یاد کرو جب ہم نے لیا تم سے پختہ وعدہ اور بلند کیا تم پر طور کو (اور حکم دیا) پکڑلو جو ہم نے تم کو دیا مضبوطی سے اور یاد رکھنا وہ (احکام) جو اس میں درج ہیں شاید کہ تم پرہیزگار بن جاؤ پھر منہ موڑ لیا تم نے پختہ وعدہ کرنے کے بعد تو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم ضرور ہو جاتے نقصان اٹھانے والوں میں''۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت نقل کیا ہے کہ طور ایک پہاڑ ہے جس کے قریب یہود اترے تھے وہ ان کے اوپر بلند کیا گیا۔ فرمایا میرا حکم مان لو ورنہ میں یہ تمہارے اوپر ماروں گا (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں طور وہ پہاڑ ہے جس پر تورات نازل ہوئی اور بنی اسرائیل اس کے نیچے رہتے تھے (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو کچھ اگائے، جو کچھ نہ اگائے وہ طور نہیں ہے (3)۔

حضرات الفریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں طور، سریانی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبطی لوگ پہاڑ کو طور کہتے ہیں۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں بِقُوَّةٍ کا معنی بجدٍ ہے یعنی مضبوطی اور سنجیدگی سے پکڑنا (5)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے وَّاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ کے ضمن میں روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو کچھ تورات میں ہے اس کو پڑھو اور اس کے مطابق عمل کرو (6)۔

امام ابن اسحٰق اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ شاید تم ان اعمال سے رک جاؤ جن میں تم پہلے مبتلا تھے (7)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 374 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 375 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 374
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 376 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً

وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهَا وَ مَا خَلْفَهَا وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۶۶﴾

اور تم خوب جانتے ہو انہیں جنہوں نے نافرمانی کی تھی تم میں سے سبت کے قانون کی تو ہم نے حکم دیا انہیں کہ بن جاؤ بندر پھٹکارے ہوئے۔ پس ہم نے بنا دیا اس سزا کو عبرت ان کے لئے جو اس زمانہ میں موجود تھے اور جو بعد میں آنے والے تھے اور اسے نصیحت بنا دیا پرہیز گاروں کے لئے''۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عَلِمْتُمْ کا معنی عَرَفْتُمْ روایت کیا ہے یہ ان کو مصیبت سے ڈرانا ہے فرماتے ہیں تم بچو اس عذاب سے جو ہفتہ والوں کو پہنچا۔ جب انہوں نے میری نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا۔ فرماتے ہیں انہوں نے ہفتہ کے دن شکار کرنے کی جرأت کی تھی تو ہم نے کہا دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کو بندر بنا دیا تھا اور مسخ شدہ کبھی تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہا نہ اس نے کھایا نہ پیا اور نہ اس کی نسل چلی (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے ہفتہ کے احکام میں تجاوز کیا تھا وہ فوراً بندر بنا دیئے گئے تھے پھر وہ ہلاک ہو گئے تھے۔ مسخ شدہ کی نسل نہیں چلتی۔

حضرت ابن المنذر کے ایک دوسرے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بندر اور خنازیر ان کی نسل ہیں جو مسخ کئے گئے تھے۔

امام ابن المنذر نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ان کی نسل ختم ہو گئی تھی۔

حضرات ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ ان کے دل مسخ ہو گئے تھے، وہ بندروں کی شکل میں مسخ نہیں کئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مثال بیان فرمائی کہ ان کی مثال گدھے کی ہے جو کتابیں اٹھائے ہوتا ہے۔

حضرات عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے متعلق روایت کیا ہے فرماتے ہیں ان کے لئے مچھلیاں حلال کی گئی تھیں اور ہفتہ کے روز شکار کرنا ان پر حرام تھا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون اطاعت کرتا ہے اور کون نافرمانی کرتا ہے پس وہ لوگ تین حصوں میں تقسیم تھے کچھ لوگ تو وہ تھے جو ہفتہ کو شکار نہیں کرتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ ایک گروہ وہ تھا جو خود تو حرام کا ارتکاب نہیں کرتے تھے لیکن دوسروں کو منع بھی نہیں کرتے تھے۔ تیسرا وہ گروہ تھا جو نافرمانی کرتا تھا اور پے در پے کرتا تھا۔ جب انہوں نے سرکشی کو اپنا معمول بنا لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ، پس وہ مرد اور عورتیں بندر بن گئے اور بھیڑیے ان کو غراتے تھے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خٰسِـِٕیْنَ کا معنی ذلیلین کیا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 380 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 381

امام ابن المنذر رنے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا معنی صَاغِرِیْنَ (حقیر) نقل کیا ہے۔

امام ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے اس کی مثل معنی نقل کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فَجَعَلْنٰهَا میں ضمیر کا مرجع ان کے گناہ ہیں اور مَابَیْنَ یَدَیْهَا اور وَمَا خَلْفَهَا سے مراد آگے پیچھے والے دیہات ہیں اور مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک بعد میں آنے متقین کے لئے یہ ان کے کرتوت بطور نصیحت ہیں (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ فَجَعَلْنٰهَا میں ھا ضمیر کا مرجع مچھلیاں ہیں اور مَابَیْنَ یَدَیْهَا اور وَمَا خَلْفَهَا سے مراد ان کے پہلے اور پچھلے گناہ ہیں (2)۔

حضرت ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فَجَعَلْنٰهَا میں ھا ضمیر کا مرجع ان کے مسخ کی سزا ہے اور نَكَالًا کا معنی سزا ہے فرماتے ہیں پس ان کے بعد والوں کو میری سزا سے ڈرنا چاہیے وَمَا خَلْفَهَا اور جو ان کے ساتھ باقی ہیں ان کو بھی ڈرنا چاہیے اور یہ سزا متقین کے لئے یاددہانی اور عبرت ہے (3)۔

حضرت عبد بن حمید نے سفیان سے مَابَیْنَ یَدَیْهَا اور وَمَا خَلْفَهَا سے مراد گناہ روایت کیا ہے اور متقین سے مراد امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ۞

''اور یاد کرو جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے کہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے تمہیں کہ ذبح کرو ایک گائے۔ وہ بولے کیا آپ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں؟ آپ نے کہا میں پناہ مانگتا ہوں خدا سے کہ میں شامل ہو جاؤں جاہلوں (کے گروہ) میں''۔

حضرت ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب ''من عاش بعد الموت'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل کے دو شہر تھے ایک حصینہ تھا اور اس کے دروازے تھے اور دوسرا خربہ تھا۔ حصینہ والے شام کو اپنے شہر کے دروازے بند کر دیتے۔ جب صبح اٹھتے تو شہر کی دیواروں پر کھڑے ہو کر دیکھتے کہ کیا شہر کے اردگرد کوئی حادثہ رونما ہوا ہے؟ ایک دن صبح انہوں نے دیکھا کہ ایک مقتول شہر کی دیوار کے ساتھ پڑا ہوا ہے، خربہ شہر والے ان کے پاس آئے اور کہا کہ تم نے ہمارے آدمی کو قتل کیا ہے اور اس کے بھائی کا جوان بیٹا اس پر رو رہا ہے، کہہ رہا ہے کہ تم نے میرے چچا کو قتل کیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم شام کے وقت سے جب ہم نے دروازہ بند کیا تھا اس وقت سے ہم نے دروازہ نہیں کھولا ہے، تمہارے اس ساتھی کے خون کا ہمارے پاس کوئی ذمہ دار نہیں ہے۔ وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 387　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 385　3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 383

طرف وحی فرمائی کہ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ…… فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ۔

فرماتے ہیں بنی اسرائیل میں ایک نوجوان شخص تھا جو اپنی دکان چلاتا تھا اور اس کا باپ بوڑھا تھا۔ ایک دفعہ ایک دوسرے شہر سے ایک شخص اس سے سامان لینے کے لئے آیا اور اسے سامان کی قیمت عطا کر دی۔ وہ جوان اس کو ساتھ لے کر چلا تاکہ دکان کھول کر اس کو سامان دے جبکہ دکان کی چابی اس کے باپ کے پاس تھی جو دکان کے سایہ میں سویا ہوا تھا۔ اس شخص نے جوان کو کہا کہ باپ کو بیدار کر۔ بیٹے نے کہا والد محترم سوئے ہوئے ہیں میں ان کو نیند سے بیدار کرنا پسند نہیں کرتا۔ وہ دونوں واپس پلٹے پھر اس شخص نے جوان کو پہلے سے دگنی قیمت دی اس شرط پر کہ وہ والد صاحب کو جگا دے لیکن بیٹے نے انکار کیا، سامان لینے والا واپس چلا گیا۔ بوڑھا باپ بیدار ہوا تو بیٹے نے اسے بتایا کہ اللہ کی قسم ایک شخص اتنا اتنا سامان خریدنے آیا تھا، اس نے مجھے اتنی اتنی قیمت دی تھی لیکن میں نے آپ کو نیند سے بیدار کرنا پسند نہ کیا۔ باپ نے بیٹے کو ملامت کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے والد سے حسن سلوک کی بنا پر وہ بچھڑی عطا فرمائی تھی جو بنو اسرائیل کو مطلوب تھی۔ بنی اسرائیل اس کے پاس آئے کہ یہ بچھڑی ہمیں بیچ دے۔ اس نے کہا نہیں میں نہیں بیچتا۔ لوگوں نے کہا ہم تجھ سے لے لیں گے۔ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا اسے کچھ سامان پر راضی کرو، لوگوں نے اسے کہا آپ کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس نے کہا میرا حکم یہ ہے کہ تم اس گائے کو ترازو کے ایک پڑے میں رکھو اور دوسرے پلڑے میں سونا رکھو، جب سونا زیادہ ہو جائے گا تو میں وہ لے لوں گا اور گائے تمہارے حوالے کر دوں گا۔ لوگوں نے ایسا کیا۔ پھر وہ گائے لے کر اس مقتول شیخ کی قبر کے پاس آئے، دونوں شہروں کے لوگ جمع ہوئے، اس گائے کو ذبح کیا پھر اس کا کچھ حصہ قبر پر مارا تو وہ شخص سر جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور یہ کہا مجھے میرے بھتیجے نے قتل کیا ہے، اس پر میری زندگی کا عرصہ طویل ہو گیا تھا اور وہ میرا مال لینا چاہتا تھا، یہ کہنے کے بعد وہ شخص پھر مر گیا۔

حضرات عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں عبیدہ السلمانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل کا ایک شخص بے اولاد تھا اور اس کا مال کثیر تھا۔ اس کا بھتیجا وارث تھا، اس نے چچا کو قتل کیا پھر رات کے وقت اٹھا کر ایک شخص کے دروازے پر پھینک آیا پھر صبح کے وقت قتل کا دعویٰ ان لوگوں پر خود کر دیا حتی کہ آپس میں ہتھیاروں سے لیس ہو کر لڑنے پر تل گئے لیکن صاحب عقل لوگوں نے مشورہ دیا کہ تم آپس میں کیوں لڑتے ہو، یہ اللہ کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے۔ وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، تمام ماجرا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ فرمایا اگر وہ اعتراض نہ کرتے تو میں کوئی گائے جائز قرار دے دیتا لیکن انہوں نے شدت اختیار کی تو ان پر شدت کی گئی حتی کہ وہ اس گائے تک پہنچ گئے جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ پس انہوں نے وہ گائے ایک شخص کے پاس پائی لیکن صرف وہ ایک ہی گائے تھی۔ اس شخص نے کہا اللہ کی قسم میں اس کے مقابلہ میں جلد بھر سونا سے کم نہیں لوں گا۔ پس انہوں نے وہ گائے خرید کر ذبح کی پھر اس کا گوشت اس میت کو مارا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا تجھے کس نے قتل کیا ہے، اس نے کہا میرے بھائی کے بیٹے نے۔ پھر وہ مر گیا۔

پس اس کے مال سے بھتیجے کو کچھ نہ دیا گیا اور ابھی تک قاتل کو وراثت نہیں ملتی (1)۔

امام عبد الرزاق نے عبیدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سب سے پہلا فیصلہ جو کیا گیا کہ قاتل وارث نہ ہوگا یہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کے متعلق تھا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے سب سے پہلے جس قاتل کو میراث سے روکا گیا وہ گائے والا تھا (3)۔ ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کا ایک شخص انتہائی امیر تھا اور اس کے بھتیجے نادر اور فقراء تھے اور وہ شخص بے اولاد تھا، اس کے بھتیجے ہی وارث بنتے تھے، بھتیجوں نے کہا کاش ہمارا چچا مر جاتا اور ہم اس کے مال کے وارث بن جاتے۔ جب ان پر زیادہ عرصہ گزر گیا کہ وہ فوت نہ ہوا تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہا کیا تمہارے لئے یہ ممکن ہے کہ تم اس بوڑھے چچا کو قتل کردو اور اس کی دیت کا مطالبہ دوسرے شہر والوں سے کرو جس سے تمہارا تعلق نہیں ہے۔ یہ لوگ ان دو شہروں میں سے ایک میں رہتے تھے جن میں اگر کوئی شخص قتل کر کے دونوں شہروں کے درمیان پھینکا جاتا تو اس مقتول اور دونوں شہروں کے درمیان کی جگہ پیمائش کی جاتی جس کے وہ قریب پایا جاتا ان پر دیت لازم کردی جاتی، جب شیطان نے سب کچھ مزین کر کے دکھا دیا تو انہوں نے اپنے چچا کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور پھر قتل کر دیا پھر اس شہر کے دروازے پر پھینک آئے جس کے ساتھ ان کا اپنا تعلق نہیں تھا۔ جب صبح ہوئی وہ بھتیجے شہر والوں کے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ ہمارا چچا تمہارے شہر کے دروازے پر مرا پڑا ہے پس اللہ کی قسم ہم تم سب سے دیت لیں گے۔ شہر والوں نے کہا ہم قسمیں اٹھاتے ہیں کہ ہم نے قتل نہیں کیا ہے اور نہ ہمیں اس کے قاتل کا علم ہے، ہم نے تو شام کے وقت سے صبح تک دروازہ کھولا نہیں ہے۔ وہ سب موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے، تو جبریل آئے اور یہ ارشاد لائے۔ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ۔

حضرت سفیان بن عیینہ نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل کی ایک عبادت گاہ تھی جس کے بارہ دروازے تھے۔ ہر قبیلہ کا ایک علیحدہ دروازہ تھا جس کے ذریعے وہ عبادت گاہ میں داخل ہوتے اور نکلتے تھے۔ پس ایک قبیلہ کے دروازہ پر مقتول پایا گیا جو ایک قبیلہ کے دروازے پر قتل کیا گیا تھا اور پھر اسے دوسرے دروازے پر گھسیٹ کر ڈالا گیا تھا۔ دونوں قبیلوں والے آپس میں لڑنے لگے۔ ایک قبیلہ کہتا تم نے اسے قتل کیا ہے، دوسرا کہتا تم نے قتل کیا ہے اور پھر گھسیٹ کر ہمارے دروازے پر لے آئے ہو، وہ جھگڑا کرتے ہوئے موسیٰ کے پاس آئے تو اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ......

وہ گائے کی تلاش میں نکلے تو ملنی مشکل ہوگئی پھر موسیٰ کے پاس آئے اور عرض کی ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَیْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝۶۸ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ ۝۶۹ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَیْنَا ؕ وَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 388 2۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 9، صفحہ 405

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 263، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

اِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ۝۔ اگر وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تو گائے کو نہ پا سکتے۔ وہ گائے اس وقت تین دینار کی تھی، اگر وہ ادنیٰ سی گائے لے لیتے اور اسے ذبح کر دیتے تو ان کو کفایت کر جاتی لیکن انہوں نے جب سختی کی تو ان پر سختی کی گئی۔

وہ گائے تلاش کرنے گئے تو اس مذکورہ صفات پر گائے ایک شخص کے پاس پائی۔ انہوں نے اس سے بیچنے کو کہا تو اس نے کہا میں سو دینار میں بیچوں گا۔ انہوں نے کہا یہ تین دینار کی ہے۔ انہوں نے لینے سے انکار کر دیا پھر وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ ہم نے مذکورہ صفات والی گائے ایک شخص کے پاس دیکھی ہے لیکن وہ سو دینار سے کم میں نہیں دیتا جبکہ وہ گائے حقیقت میں تین دینار کی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کا مالک ہی اس کے متعلق بہتر جانتا ہے، اگر وہ چاہے تو بیچے چاہے تو نہ بیچے، وہ پھر اس شخص کے پاس گئے اور کہا کہ ہم سو دینار میں لیتے ہیں۔ اس نے کہا میں اب دو سو دینار سے کم میں نہیں دوں گا۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ! تو نے پہلے سو دینار پر ہمیں بیچی تھی اور تو راضی ہو گیا تھا پس ہم نے وہ لے لی تھی، اس نے کہا نہیں میں دو سو دینار سے کچھ بھی کم نہیں کروں گا۔ انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے اور بتایا کہ پہلے اس نے سو دینار میں ہمیں دی تھی لیکن اب جب ہم لوٹ کر گئے ہیں تو وہ کہتا ہے میں دو سو دینار سے کم میں نہیں دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ زیادہ جانتا ہے اگر چاہے تو بیچے چاہے تو نہ بیچے، پھر بنی اسرائیل واپس پلٹے اور کہا ہم دو سو دینار میں لیتے ہیں اس نے کہا اب میں چار سو دینار سے کم نہیں لوں گا۔ انہوں نے کہا بھائی! تو نے دو سو دینار میں بیچی تھی اور ہم نے لے لی تھی۔ اس نے کہا میں چار سے کم میں نہیں دوں گا۔ وہ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور بتایا کہ ہم نے دو سو دینار اسے دیئے لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ میں چار سو سے کم میں نہیں دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ مالک ہے زیادہ جانتا ہے چاہے تو فروخت کرے چاہے تو نہ کرے۔ پھر وہ لوٹ کر آئے اور کہا کہ ہم چار سو دینار میں لیتے ہیں۔ اس نے کہا میں اب آٹھ سو دینار سے کم میں نہیں بیچوں گا۔ وہ اسی طرح موسیٰ اور اس شخص کے درمیان گھومتے رہے۔ جب وہ واپس آتے تو وہ شخص قیمت دوگنا کر دیتا حتی کہ اس نے کہا میں اس کی کھال بھر سونا کے برابر بیچوں گا۔ انہوں نے وہ خرید لی، اسے ذبح کیا اور اس کی ران کا گوشت میت کو مارا تو وہ زندہ ہو گیا اور اس نے بتایا کہ مجھے فلاں نے قتل کیا ہے۔

وہ ایک شخص کا چچا تھا جو بہت مال دار تھا اور اس کی صرف ایک بیٹی تھی، اس شخص نے سوچا کہ چچا کو قتل کر کے اس کے مال کا وارث بن جاؤں اور اس کی بیٹی سے شادی کر لوں، اس نے چچا کو قتل کیا تو وہ کسی چیز کا وارث نہ بنا، اس وقت سے قاتل میراث کا وارث نہیں ہوتا، موسیٰ نے کہا اس گائے کی بڑی شان ہے اس کے مالک کو میرے پاس بلاؤ، وہ اس کو بلا کر لے آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اس سے گائے کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا ہاں اس کی بڑی شان ہے، میں بازار میں خرید و فروخت کرتا تھا۔ ایک شخص نے مجھ سے اس مال کا سودا کیا جو میرے پاس تھا۔ میں نے اسے وہ فروخت کر دیا اور مجھے اس مال سے بہت زیادہ منافع کی امید تھی، میں وہ سامان لینے گھر گیا جو میں نے دوسرے شخص کو فروخت کیا تھا تو چابی میری والدہ کے سر کے نیچے پڑی تھی۔ میں نے اس کو نیند سے بیدار کرنا آداب کے خلاف سمجھا۔ میں اس شخص کی طرف لوٹ آیا اور میں نے کہا میرے اور تیرے درمیان جو بیع ہوئی تھی وہ ختم! وہ شخص چلا گیا۔ پھر جب میں گھر لوٹا تو میری یہ گائے پیدا ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے

دل میں اس کی محبت ڈال دی۔ پس میرے نزدیک اس سے کوئی چیز محبوب نہیں تھی۔ اس کو کہا گیا کہ یہ تجھے اپنی والدہ سے حسن سلوک کی بنا پر عطا کی گئی ہے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ إِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۖ وَإِنَّآ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ۚ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧١﴾

بولے دعا کیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے کہ وہ بتائے ہمیں کہ کیسی ہے وہ گائے؟ موسیٰ نے کہا اللہ فرماتا ہے کہ وہ گائے ہے جو نہ بوڑھی ہو اور نہ بالکل بچی بلکہ درمیانی عمر کی ہو تو بجالاؤ جو تمہیں حکم دیا جارہا ہے۔ کہنے لگے دعا کرو ہمارے لئے اپنے رب سے کہ بتائے ہمیں کیسا رنگ ہو؟ اس کا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسی گائے جس کی رنگت خوب گہری زرد ہو جو فرحت بخشے دیکھنے والوں کو۔ کہنے لگے پوچھو، ہمارے لئے اپنے رب سے کہ کھول کر بیان کرے ہمارے لئے کہ گائے کیسی ہو، بے شک گائے مشتبہ ہوگئی ہے ہم پر اور ہم اگر اللہ نے چاہا تو ضرور اس کو تلاش کرلیں گے۔ موسیٰ بولے اللہ فرماتا ہے وہ گائے جس سے خدمت نہ لی گئی ہو کہ ہل چلائے زمین میں اور نہ پانی دے کھیتی کو بے عیب بے داغ۔ (عاجز ہوکر) کہنے لگے اب آپ لائے صحیح پتہ پھر انہوں نے ذبح کیا اسے اور وہ ذبح کرتے معلوم نہیں ہوتے تھے''۔

امام البزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل اگر کوئی ادنیٰ سی گائے لے لیتے تو وہ ان کو کفایت کرجاتی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر بنی اسرائیل اِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ نہ کہتے تو کبھی ان کو گائے نہ ملتی اگر وہ کوئی گائے بھی لے کر ذبح کردیتے تو وہ ان کو کفایت کرجاتی۔ لیکن انہوں نے سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سختی کی۔

حضرات الفریابی، سعید بن منصور اور ابن المنذر نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت

کرتے ہیں فرمایا اگر بنی اسرائیل ادنی سی گائے لے لیتے اور ذبح کردیتے تو وہ ان کو کفایت کر جاتی۔ لیکن انہوں نے شدت کی اگر وہ اِنَّاۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ نہ کہتے تو وہ گائے کو نہ پاسکتے (1)۔

امام ابن جریر نے ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انہیں ایک ادنی سی گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن انہوں نے شدت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر شدت فرمائی۔ اگر وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تو قیامت تک ان کے لئے گائے ظاہر نہ ہوتی (2)۔

امام ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے قوم (بنی اسرائیل) کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن انہوں نے جب شدت اختیار کی تو ان پر شدت کی گئی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تو کبھی گائے ظاہر نہ ہوتی (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر وہ کوئی ادنی سی گائے لے کر ذبح کردیتے تو وہ ان کو کفایت کرتی لیکن انہوں نے شدت کی اور موسیٰ علیہ السلام سے بطور تلبیس سوال کئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر شدت فرمائی (4)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے متعدد طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَارِضٌ کا معنی بوڑھی اور بکر کا معنی چھوٹی اور عوان کا معنی نصف نقل کیا ہے۔

امام الطستی نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے فَارِضٌ کا معنی پوچھا تو ابن عباس نے فرمایا بوڑھی بہت بڑی عمر کی۔ نافع نے کہا کیا عرب یہ مفہوم جانتے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا

لَعَمْرِیْ لَقَدْ اَعْطَیْتَ ضَیْفَكَ فَارِضاً　　تُسَاقُ اِلَیْهِ مَا تَقُوْمُ عَلٰی رِجْلٍ

(میری عمر کی قسم تو نے اپنے مہمان کو بوڑھی گائے پیش کی ہے، اس کو تو وہ پیش کی جاتی ہے جو اپنے قدموں پر چلتی ہے)

حضرت نافع نے پوچھا صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا کا کیا معنی ہے؟ حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا فاقع خالص زرد رنگ کو کہتے ہیں، نافع نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا تو نے لبید بن ربیعہ کا یہ شعر نہیں سنا۔

سَدْماً قَلِیْلًا عَهْدُهٗ بِاَنِیْسِهٖ　　مِنْ بَیْنِ اَصْفَرَ فَاقِعٍ وَّدِفَانِ

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الفارض کا معنی عمر رسیدہ، بکر کا معنی چھوٹی اور عَوَانٌ کا معنی نصف ہے (6)۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 7، صفحہ 26، مطبوعہ دار الصمیعی بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 401
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 400
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 95، 94، (392)
6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 95، (393)

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بکو پر ٹھہر جانے کو پسند کرتے تھے پھر عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ پڑھتے تھے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ کا معنی روایت کیا کہ وہ درمیانی عمر کی ہو کیونکہ وہ طاقتور اور حسین ہوتی ہے (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا کا معنی سخت زرد کیا ہے جس کی زردی سے سفیدی پھوٹتی ہو (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صَفْرَآءُ کا معنی یہ روایت کیا ہے جس کے کھر زرد ہوں، فَاقِعٌ لَّوْنُهَا سے مراد خالص رنگ والی ہے۔

حضرات عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے فَاقِعٌ لَّوْنُهَا کا معنی صاف رنگ والی روایت کیا ہے۔ تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ جو دیکھنے والوں کو خوش کرنے والی ہو (3)۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی، الخطیب اور دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے زرد جوتا پہنا، جب تک پہنے رہے خوش رہے گا، صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ کے ارشاد میں یہ اشارہ ہے۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر نے حضرت حسن سے صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا کا معنی سخت سیاہ رنگ نقل کیا ہے (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اِنَّ الْبَقَرَ تَشّٰبَهَ عَلَيْنَا پڑھا ہے۔

امام عبد بن حمید نے یحیٰ سے اور انہوں نے حضرت یعمر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اِنَّ الْبَقَرَ تَشّٰبَهَ عَلَيْنَا پڑھا ہے اور فرمایا الباقر، البقر سے زیادہ ہے۔

ابن ابی داؤد نے المصاحف میں الأعمش سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہماری قرأت میں اِنَّ الْبُقَرَ مُتَشَابِهٌ عَلَيْنَا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے لَّا ذَلُوْلٌ کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ اس پر کام نہ کیا گیا ہو یعنی اس سے زمین نہ پھاڑی گئی ہو اور اس سے کھیتی کو پانی نہ لگایا گیا ہو، عیب سے سلامت ہو (5)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے یہ معنی روایت کیا ہے کہ اس کو زمین میں ہل چلانے کے لئے مطیع نہ بنایا گیا ہو، اور وہ شبہ سے سلامت ہو اس میں نہ سفید داغ ہوں اور نہ سیاہ داغ ہوں (6)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مُسَلَّمَةٌ کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ اس میں کوئی عیب نہ ہو (7)۔

امام ابن جریر نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے لَّا شِيَةَ فِيْهَا کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ اس کا رنگ ایک ہو، اس میں کسی دوسرے رنگ کی آمیزش نہ ہو (8)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 395
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 398
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 99-398
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 397
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 404-05-404
6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 404-05-06
7۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 406
8۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 407

حضرات عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے یہ معنی روایت کیا ہے لَا ذَلُوْلٌ کام نے اس کو مطیع نہ کیا ہو۔ مُسَلَّمَةٌ، عیوب سے سلامت ہو لَا شِيَةَ فِيْهَا اس میں سفید داغ نہ ہو، قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ، کہنے لگے اب آپ نے ہمارے لئے حق بیان کیا ہے(1)۔

امام ابن جریر نے محمد بن کعب رحمہ اللہ سے فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ کا یہ مفہوم روایت کیا ہے کہ انہوں نے ذبح کی اور وہ اس کی قیمت کی زیادتی کی وجہ سے ذبح کرنے والے نہیں تھے(2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے چالیس سال گائے کو تلاش کیا حتی کہ انہوں نے ایک شخص کے پاس مذکورہ صفات سے متصف گائے پالی۔ وہ گائے مالک کو بہت عزیز اور پیاری تھی۔ وہ اس کو زیادہ سے زیادہ قیمت پیش کرتے رہے لیکن وہ متواتر انکار کرتا رہا حتی کہ انہوں نے اسے کھال بھر دینار دیئے۔ پھر انہوں نے اسے ذبح کیا اور اس کا کوئی عضو میت کو مارا تو وہ کھڑا ہو گیا جبکہ اس کی رگوں سے خون بہہ رہا تھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا تجھے کس نے قتل کیا؟ اس نے کہا مجھے فلاں نے قتل کیا۔

امام وکیع اور ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ذبح اور نحر گائے میں برابر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَذَبَحُوْهَا انہوں نے اسے ذبح کیا۔

حضرات وکیع اور عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل کے لئے ذبح تھا اور تمہارے لئے نحر ہے پھر انہوں نے فَذَبَحُوْهَا اور فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ، تلاوت کیا۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ۭ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿72﴾

"اور یاد کرو جب قتل کر ڈالا تھا تم نے ایک شخص کو پھر تم ایک دوسرے پر قتل کا الزام لگانے لگے اور اللہ ظاہر کرنے والا تھا جو تم چھپا رہے تھے"۔

حضرات عبد بن حمید، ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے فَادّٰرَءْتُمْ کا معنی اِخْتَلَفْتُمْ نقل کیا ہے۔ یعنی جب تم نے ایک نفس کو قتل کیا پھر اس کے متعلق جھگڑنے لگے، اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا جو تم چھپا رہے تھے(3)۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الشعب میں المسیب بن رافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس شخص نے سات کمروں کے اندر نیکی کی اللہ تعالیٰ اس کو بھی ظاہر کرنے والا ہے۔ اور جس نے سات کمروں کے اندر برائی کی اللہ تعالیٰ اس کو بھی ظاہر کرنے والا ہے، اور اس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ۔

امام احمد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ایک شخص بند چٹان کے اندر کوئی عمل کرے جس کا کوئی دروازہ اور سوراخ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا عمل لوگوں پر ظاہر کرے گا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 07-06-05-404 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 408 3۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 14،(412)

خواہ کیسا ہی عمل ہو(حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور بیہقی نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو کوئی عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کے عمل کی رداء پہنائے گا، اگر نیک عمل ہو گا تو نیک اور اگر برا عمل ہو گا تو بری۔

امام بیہقی نے ایک اور طریق سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کا باطن نیک ہو گا یا برا ہو گا اللہ تعالیٰ اس پر اس باطن کے اعتبار سے رداء ظاہر کرے گا جس کے ساتھ وہ پہچانا جائے گا بیہقی فرماتے ہیں یہ موقوف اصح ہے(2)۔

امام ابو الشیخ اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف کہا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا، مومن کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا وہ مومن ہے جو نہیں مرتا حتی کہ اللہ تعالیٰ اس کے کانوں کو ان آوازوں سے بھر دیتا ہے جن کو پسند کرتا ہے۔ اگر ایک بندہ ایک ایسے کمرے میں اللہ سے ڈرتا ہے جو ستر کمروں کے اندر ہے اور ہر کمرے پر ایک لوہے کا دروازہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے پھر بھی اس کے عمل کی چادر پہنائے گا حتی کہ لوگ اس کا تذکرہ کریں گے اور اس کے عمل سے زیادہ اس کی تعریف کریں گے۔ صحابہ نے پوچھا عمل سے زیادہ تعریف کیسے ہوگی یا رسول اللہ! فرمایا اس لئے کہ متقی ایک سے زیادہ عمل کی طاقت رکھتا تو زیادہ عمل کرتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کافر کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا کافر وہ ہے جو نہیں مرتا حتی کہ اللہ تعالیٰ اس کے کانوں کو ان آوازوں سے بھر دیتا ہے جو اسے ناپسند ہوتی ہیں۔ اگر فاجر شخص ایک ایسے کمرے کے اندر برائی کرے جو ستر کمروں کے اندر ہو اور ہر ایک کمرے کا دروازہ لوہے کا ہو تو پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے اس کے عمل کی چادر پہنائے گا حتی کہ اس کے متعلق باتیں کریں گے اور زیادتی بھی کریں گے۔ صحابہ نے عرض کی حضور زیادتی کس لئے؟ فرمایا کیونکہ فاجر اگر برائی میں زیادہ کر سکتا تو زیادہ کرتا(3)۔

حضرت ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے عمل کی چادر پہنانے والا ہے۔

امام بیہقی نے ثابت رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہا جاتا ہے اگر ابن آدم ستر کمروں کے اندر نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کی چادر اسے پہنائے گا حتی کہ وہ اس کے ساتھ پہچانا جائے گا۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے پردے میں اعمال کرتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو رسوا کرنا چاہتا ہے تو اپنی رحمت کے پردے سے نکال دیتا ہے پس اس کا پردہ ظاہر ہو جاتا ہے۔

1۔ شعب الایمان از بیہقی، جلد 5، صفحہ 359، رقم الحدیث، 6940، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ ایضاً، (6942) 3۔ ایضاً۔(6943)

حضرات ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے ابو ادریس الخولانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے اس کو مرفوع روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کا پردہ چاک نہیں فرماتا جب تک اس میں ذرہ برابر بھی نیکی اور خیر ہو۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر انسان اپنی عبادت کو اس طرح چھپائے جس طرح اپنی برائی کو چھپاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر بھی اس کو ظاہر کر دے گا۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۭ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٧٣﴾

''تو ہم نے فرمایا کہ مارو اس مقتول کو گائے کے کسی ٹکڑے سے (دیکھا) یوں زندہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ مردوں کو اور دکھاتا ہے تمہیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں شاید تم سمجھ جاؤ''۔

حضرات وکیع، الفریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے اس میت کو اس ہڈی کے ساتھ مارا جو بھربھری ہڈی سے ملی ہوتی ہے۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بتایا گیا کہ انہوں نے میت کو گائے کی ران کا گوشت مارا۔ جب انہوں نے یہ عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس میت کو زندہ کر دیا حتی کہ اس نے اپنے قاتل کے متعلق بتایا۔ اس نے یہ بات کی اور پھر مر گیا۔

امام وکیع اور ابن جریر نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے گائے کی ران اس میت کو ماری تو وہ زندہ ہو گیا اس نے صرف اتنی بات کی کہ مجھے فلاں نے قتل کیا ہے پھر وہ دوبارہ فوت ہو گیا (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ گائے کی ران میت کو ماری تو وہ زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا اس نے کہا مجھے فلاں نے قتل کیا ہے پھر وہ مر گیا (2)۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کندھوں کے درمیان کا گوشت مارا (3)۔

امام ابن جریر نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایک ہڈی لے کر مقتول پر ماریں تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے میت کی روح لوٹا دی، اس نے اپنے قاتل کا نام بتایا پھر فوت ہو گیا (4)۔

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى (اسی طرح اللہ تعالیٰ مردہ کو زندہ کرتا ہے)

حضرات عبد بن حمید اور ابو الشیخ نے العظمۃ میں وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل کا ایک جوان اپنی والدہ سے بہت حسن سلوک کا مظاہرہ کرتا تھا وہ رات کا 1/3 حصہ نماز پڑھتا، 1/3 حصہ اپنی والدہ کے سرہانے بیٹھتا اور اسے تسبیح و تہلیل یاد کراتا اور کہتا اے امی جان! اگر تو قیام پر قادر نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل اور تکبیر کہہ۔ یہ دونوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 415 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 414 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 415 4۔ ایضاً

عمل اس کی پوری زندگی کے معمول تھے۔ جب صبح اٹھتا تو پہاڑ پر آتا، لکڑیاں اپنی پیٹھ پر اٹھاتا، انہیں بازار لے آتا، انہیں فروخت کرتا، ان کی رقم میں سے 1/3 حصہ صدقہ کرتا، 1/3 حصہ اپنی ذات کے لئے باقی رکھتا اور 1/3 حصہ اپنی والدہ کو پیش کرتا، اس کی والدہ اس میں سے نصف کھاتی اور نصف صدقہ کر دیتی۔ یہ عمل بھی اس کی پوری زندگی کا معمول تھا۔

جب عرصہ دراز گزر گیا تو اس کی والدہ نے اسے کہا بیٹا! مجھے تیرے باپ کی میراث سے ایک گائے ملی تھی۔ میں نے اس کی گردن پر مہر لگائی تھی اور اسے ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب کے اللہ کے نام پر (جنگل میں) گائیوں میں چھوڑ آئی تھی۔ پھر اس نے کہا میں اس کا رنگ اور ہیئت تجھے بتاتی ہوں، جب تو ان گائیوں کے پاس جائے تو اس ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق اور یعقوب کے اللہ کے نام کے ساتھ بلانا وہ ایسا ہی کرے گی جیسا اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ اس نے کہا اس کی علامت یہ ہے کہ وہ نہ بوڑھی ہے اور نہ بچی ہے، وہ درمیانی عمر کی ہے، وہ گہرے زرد رنگ کی ہے، دیکھنے والوں کو خوش کر دیتی ہے، جب تو اس کی جلد کو دیکھے گا تو یوں محسوس کرے گا کہ اس کی جلد سے سورج کی شعاعیں نکل رہی ہیں، اس پر کوئی کام نہیں کیا گیا ہے، نہ اس پر ہل جوتے گئے ہیں نہ اس کے ذریعے کھیتی کو پانی لگایا گیا ہے، عیوب سے بالکل سلامت ہے، اس میں کوئی داغ دھبہ نہیں ہے، اس کا رنگ ایک ہے، جب تو اسے دیکھنا تو اس کو گردن سے پکڑنا، وہ اسرائیل کے اللہ کے اذن سے تیری اتباع کرے گی۔

وہ نوجوان چلا گیا اور اس نے اپنی والدہ کی وصیت کو یاد رکھا۔ وہ جنگل میں دو یا تین دن پھرتا رہا حتی کہ تیسرے دن یا دوسرے دن کی صبح وہ پلٹا اور اس نے حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کے اللہ کا واسطہ دے کر اس گائے کو بلایا تو وہ گائے اس کے پاس آگئی اور اس نے چرنا چھوڑ دیا۔ وہ نوجوان کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ نوجوان نے اسے گردن سے پکڑا، گائے بولی اے نوجوان اپنی والدہ سے نیکی کرنے والے تو مجھ پر سوار ہو جا، یہ تیرے لئے آسانی کا موجب ہوگا۔ نوجوان نے کہا میری والدہ نے مجھے تیرے اوپر سوار ہونے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس نے مجھے تجھے ہانکنے کا حکم دیا تھا۔ میں اس کی بات کو پورا کرنا پسند کرتا ہوں۔ گائے بولی اسرائیل کے اللہ کی قسم اگر تو مجھ پر سوار ہوتا تو تو مجھ پر کبھی قادر نہ ہوتا، اے اپنی والدہ سے نیکی کرنے والے نوجوان اگر تو اس پہاڑ کو اپنی جگہ سے اکھڑ جانے کا حکم دے تو تیری والدہ کے ساتھ نیکی کرنے کی وجہ سے اور اپنے خدا کی اطاعت کرنے کی وجہ سے یہ اپنی جگہ سے اکھڑ جائے گا۔

وہ نوجوان چل پڑا حتی کہ جب وہ اپنے گھر سے ایک دن کی مسافت پر تھا تو اللہ کا دشمن ابلیس اس کے سامنے آیا اور وہ گائیں چرانے والے شخص کی صورت اختیار کئے ہوئے تھا۔ کہنے لگا اے جوان یہ گائے کہاں سے لایا ہے تو اس پر سوار کیوں نہیں ہو جاتا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تو تھک چکا ہے، میں خیال کرتا ہوں کہ تو اس گائے کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہے، میں تجھے ایسا اجر دوں گا جو تجھے نفع دے گا اور تجھے نقصان نہیں پہنچائے گا، میں گائیں چرانے والوں میں سے ہوں، مجھے اپنے گھر والوں کی ملاقات کا شوق ہوا تو میں نے ایک بیل لیا، اس پر اپنا کھانا اور سامان سفر لادا حتی کہ جب میں نصف راستہ پر پہنچا تو میرے پیٹ میں درد ہوا، میں قضاء حاجت کے لئے گیا تو میرا بیل پہاڑ کے اندر بھاگ گیا اور مجھے چھوڑ گیا، میں نے اس کو

تلاش کیا لیکن مجھے وہ نہ مل سکا۔ اب مجھے اپنی جان کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے، میرے پاس نہ سامان سفر ہے نہ پانی ہے، اگر تو مجھے اپنی گائے پر سوار کر دے اور مجھے اپنی چراگاہ تک پہنچا دے اور مجھے موت سے بچا لے تو میں تجھے اس کے بدلے دو گائیں دوں گا۔

نوجوان نے کہا بنی آدم ایسے نہیں کہ انہیں یقین قتل کر دے اور ان کے نفوس انہیں ہلاک کر دیں، اگر اللہ تعالیٰ تیرے متعلق یقین جانتا ہے تو بغیر زادراہ اور پانی کے تجھے اپنی منزل تک پہنچائے گا اور میں کسی ایسے شخص کو سوار کرنے والا نہیں ہوں جس کو سوار کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا، میں عبد مامور ہوں، اگر میرے آقا کو یہ علم ہوگا کہ میں نے اس کی گائے کے معاملہ میں نافرمانی کی ہے تو وہ مجھے ہلاک کر دے گا اور مجھے سخت سزا دے گا۔ میں اپنی خواہش کو اپنے آقا کی خواہش پر ترجیح دینے والا نہیں ہوں، اے شخص سلامتی کے ساتھ چلا جا۔ ابلیس نے نوجوان سے کہا میں تجھے ہر اس قدم کے بدلے ایک درہم دوں گا جو تو میری منزل کی طرف اٹھائے گا اور یہ بہت بڑا مال ہے اور اس گائے کے ذریعے میں موت سے بچ جاؤں گا۔ نوجوان نے کہا زمین کا سونا اور چاندی سب میرے آقا کا ہے، اگر اس میں سے تو کچھ دے گا تو وہ جان لے گا کہ اس کے مال سے دیا ہے، لیکن تو مجھے آسمان کا سونا اور چاندی دے تو پھر بھی میں کہوں گا کہ یہ میرے مالک کا ہے۔ ابلیس نے کہا کیا آسمان میں بھی سونا چاندی ہے یا کوئی اس پر قادر ہے۔ نوجوان نے کہا کیا بندہ وہ کر سکتا ہے جو اس کے آقا نے اسے حکم نہ دیا ہو جیسے تو آسمان کے سونے اور چاندی پر طاقت نہیں رکھتا۔

ابلیس نے نوجوان سے کہا میں تجھے تمام غلاموں سے اپنے معاملہ میں عاجز تصور کرتا ہوں، نوجوان نے کہا عاجز وہ ہوتا ہے جو اپنے رب کی نافرمانی کرتا ہے، ابلیس نے اسے کہا مجھے تیرے پاس کوئی زادراہ اور پانی وغیرہ نظر نہیں آرہا ہے۔ نوجوان نے کہا میرا زادتقویٰ ہے اور میرا کھانا گھاس ہے اور میرا پینا پہاڑوں کے چشموں سے ہے۔ ابلیس نے کہا کیا میں تجھے کوئی ایسا حکم نہ دوں جو تیری رہنمائی کرے؟ نوجوان نے کہا تو اپنے آپ کو ہی وہ حکم دے۔ ان شاء اللہ میں تو ہدایت پر ہوں، ابلیس نے اسے کہا میں تجھے نصیحت قبول کرنے والا نہیں دیکھتا؟ نوجوان نے کہا، اپنے نفس کے لئے ناصح وہ ہے جو اپنے آقا کی اطاعت کرتا ہے اور جو اس پر حق ہے وہ ادا کرتا ہے، اگر تو شیطان ہے تو میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور اگر تو انسان ہے تو یہاں سے نکل جا مجھے تیری نصیحت کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ابلیس یہ سن کر تین لحات اپنی جگہ جامع وساکت رہا۔ اگر وہ جوان ابلیس کو سوار کر دیتا تو نوجوان گائے پر کبھی قادر نہ ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے روکے رکھا۔

جب نوجوان اپنی منزل کی طرف رواں تھا تو ایک پرندہ سامنے سے اڑا اور وہ گائے جلدی سے اٹھالی۔ نوجوان نے گائے کو بلایا اور کہا ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق و یعقوب کے الٰہ کا واسطہ تو میرے پاس آجا۔ گائے اس کی طرف آئی اور اس کے سامنے کھڑی ہوگئی اور اس نے کہا اے نوجوان کیا تو نے اس پرندے کو نہیں دیکھا جو تیرے سامنے سے اڑا تھا؟ یہ ابلیس تھا اس نے مجھے اچک لیا تھا، جب تو نے اسرائیل کے الٰہ کے واسطہ سے مجھے بلایا تو ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے اس سے چھین لیا اور تیری والدہ کے ساتھ نیکی اور اپنے رب کی اطاعت کی وجہ سے مجھے تیری طرف لوٹا دیا۔ پس تو چل اب تو سفر کرے گا تو ان شاء

اللہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ جائے گا۔

نوجوان بالآخر گھر پہنچ گیا، اپنی ماں کے پاس گیا تو اسے راستہ کا سارا ماجرا سنایا، ماں نے کہا اے بیٹے! میں تجھے دیکھتی ہوں کہ رات دن اپنی پیٹھ پر لکڑیاں اٹھانے کی وجہ سے تو تھک گیا ہے، اب تو یہ گائے لے جا اور اس کو بیچ ڈال، اس کی ثمن لے اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو قوت اور راحت دے۔ نوجوان نے کہا اسے کتنے میں فروخت کروں، ماں نے کہا تین دینار میں لیکن میری رضا کی شرط پر۔ وہ نوجوان منڈی میں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا تا کہ مخلوق اس کی قدرت کا کرشمہ دیکھ لے۔ اس فرشتہ نے نوجوان سے کہا یہ گائے کتنے میں فروخت کرو گے۔ اس نے کہا تین دینار میں لیکن اپنی والدہ کی رضا کی شرط پر۔ فرشتہ نے کہا چھ دینار لے لو، اور اپنی والدہ سے مشورہ نہ کرو۔ اس نوجوان نے کہا اگر تو مجھے اس کے برابر وزن دے پھر بھی میں فروخت نہیں کروں گا حتی کہ اپنی والدہ محترمہ سے مشورہ کرلوں۔ نوجوان گیا، اپنی والدہ کو اس بیع کے متعلق بتایا تو والدہ نے کہا اس کو چھ دینار میں فروخت کرنا لیکن میری رضا کی شرط پر۔ نوجوان پھر منڈی میں گیا۔ پھر وہی فرشتہ (انسانی شکل میں) آیا اور پوچھا کیا کرو گے؟ اس نے کہا چھ دینار میں بیچوں گا لیکن والدہ محترمہ کی رضا پر، فرشتہ نے کہا یہ بارہ دینار لے لے اور اپنی والدہ سے مشورہ چھوڑ دے۔ نوجوان نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا۔

نوجوان پھر اپنی والدہ کے پاس گیا۔ اس نے کہا بیٹا! وہ جو تیرے پاس آیا تھا وہ انسانی شکل میں فرشتہ تھا، اگر وہ تیرے پاس آئے تو اسے کہنا کہ میری والدہ تجھے سلام کہتی ہے اور پوچھتی ہے کہ اس گائے کو کتنے میں فروخت کروں، فرشتہ نے کہا اے نوجوان تجھ سے یہ گائے موسیٰ بن عمران ایک مقتول کے لئے خریدیں گے جو بنی اسرائیل سے قتل ہوا ہے اور اس کا بہت زیادہ مال تھا اور وہ اپنے باپ کا اکلوتا لڑکا تھا اور اس کا ایک بھائی تھا جس کے بہت سے بیٹے تھے، وہ کہتے تھے کہ کیسے ہم اس کو قتل کریں اور کیسے اس کا مال لے لیں۔ انہوں نے اس لڑکے کو قتل کر کے ایک گھر کے اندر پھینک دیا۔ صبح گھر والوں نے اس لڑکے کو گھر کے دروازے کے باہر ڈال دیا، اس لڑکے کے چچا کے بیٹے آئے اور اس گھر والوں کو پکڑ لیا۔ وہ ان کو موسیٰ کے پاس لے کر چلے، موسیٰ پر یہ معاملہ بڑا پیچیدہ ہوگیا۔ موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ ایک شدید زرد رنگ کی گائے لے کر ذبح کرو۔ پھر اس کا کوئی حصہ اس مقتول کو مارو۔

انہوں نے اس نوجوان کی گائے کا قصد کیا تو انہوں نے وہ جلد بھر دنانیر کے ساتھ وہ گائے خریدی۔ پھر اسے ذبح کیا اور لڑکے کو اس کا گوشت مارا تو وہ کھڑا ہوگیا اور اس نے اپنے قاتل کے متعلق خبر دی کہ میرے چچا کے بیٹوں نے مجھے قتل کیا ہے اور یہ گھر والے میرے قتل سے بری ہیں۔ موسیٰ نے انہیں یہ حکم سنایا تو وہ کہنے لگے اے موسیٰ تو ہم سے مزاح کرتا ہے ہمارے چچا کا بیٹا قتل ہوا ہے (اور تو ہمیں گائے ذبح کرنے کا حکم دے رہا ہے)۔ انہیں یقین ہوگیا تھا کہ اب وہ رسوا ہو جائیں گے، پس انہوں نے گائے کی کھال بھر دیناروں کے ساتھ وہ گائے خریدی، تو نوجوان نے اس مال میں سے 2/3 حصہ بنی اسرائیل کے لوگوں میں تقسیم کردیا اور ایک حصہ اپنے استعمال میں لایا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

''پھر سخت ہو گئے تمہارے دل یہ منظر دیکھنے کے بعد بھی وہ تو پتھر کی طرح (سخت) ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت کیونکہ کئی پتھر ایسے بھی ہیں جن سے بہہ نکلتی ہیں نہریں اور کئی ایسے بھی ہیں کہ جو پھٹتے ہیں تو ان سے پانی نکلنے لگتا ہے اور کئی ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں خوف الٰہی سے اور اللہ بے خبر نہیں ہے ان (کرتوتوں) سے جو تم کرتے ہو''۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مردوں کو زندہ کرنا دکھایا اور انہیں مقتول کا معاملہ دکھایا اس کے بعد بھی ان کے دل سخت ہو گئے۔ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً پھر اللہ تعالیٰ نے پتھر کی برأت کا اظہار کیا لیکن بد بخت، شقی القلب انسان کی برأت کا اظہار نہیں فرمایا۔ فرمایا وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (1)۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بعض پتھر تمہارے دلوں سے بھی زیادہ نرم ہیں، کیونکہ تمہیں حق کی طرف بلایا جاتا ہے (لیکن تم اسے قبول نہیں کرتے اور تمہارے دل کلام الٰہی سن کر پسیج نہیں جاتے۔ جبکہ پتھر خشیت الٰہی سے پھٹ جاتے ہیں)

حضرات عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہر پتھر جس سے پانی نکلتا ہے یا پانی کی وجہ سے پھٹتا ہے یا پہاڑ کی بلندی سے گرتا ہے تو یہ سب خشیت الٰہی کی وجہ سے ہوتا ہے اس کے متعلق قرآن نازل ہوا ہے (2)۔

حضرات عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ کے تحت نقل فرمایا ہے کہ پتھر جو زمین پر گرتا ہے اگر تمام لوگ اس پر جمع ہو جائیں تو وہ اسے نہ گرا سکیں یا اس کو نہ روک سکیں گے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خشیت کی وجہ سے گرتا ہے۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 17-412 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 420

''اے مسلمانو! کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ (یہ یہودی) ایمان لائیں گے تمہارے کہنے سے حالانکہ ایک گروہ ان میں ایسا تھا جو سنتا تھا کلام الٰہی کو پھر بدل دیتے تھے اسے خوب سمجھنے کے بعد جان بوجھ کر''۔

امام ابن اسحق اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور ان کے مومنین ساتھیوں کو یہود کے ایمان لانے کی امید سے مایوس کر دیا ہے۔ فرمایا اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا ......الخ۔ یعنی انہوں نے کلام الٰہی کو سنا تھا لیکن پھر بھی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے رؤیت باری تعالیٰ کا سوال کیا پس اس گستاخی پر انہیں سخت کڑک نے آلیا۔

حضرات عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے ضمن میں روایت کیا ہے کہ جو لوگ تورات میں تحریف کرتے تھے اور جو لکھتے تھے وہ ان کے علماء تھے (1) اور جنہوں نے کتاب کو پس پشت ڈالا وہ تمام یہود تھے۔ ابن جریر نے سدی سے یَسْمَعُوْنَ کَلٰمَ اللّٰهِ کے تحت نقل کیا ہے کہ کلام الٰہی سے مراد تورات ہے اور وہ اس میں تحریف کرتے تھے (4)۔

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَ لَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

''اور جب ملتے ہیں ایمان لانے والوں سے تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے ہیں اور جب تنہا ملتے ہیں ایک دوسرے سے تو کہتے ہیں (ارے) کیا بیان کرتے ہو ان سے جو کھولا ہے اللہ نے تم پر، یوں تو وہ دلیل قائم کریں گے تم پر ان باتوں سے تمہارے رب کے سامنے کیا۔ تم اتنا بھی نہیں سمجھتے؟ کیا وہ (یہ) نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں''۔

امام ابن اسحق اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب وہ تمہارے ساتھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خصوصاً جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب آپس میں تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں عربوں کے سامنے اس کا ذکر نہ کرو کیونکہ پہلے تم اس کے وسیلہ سے عربوں پر فتح طلب کرتے تھے پس وہ ان میں سے ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے متعلق تم سے جھگڑیں گے کہ یہ خود ان کے نبی ہونے کا اعتراف کرتے تھے۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے اس نبی کی اتباع کا وعدہ اور عہد لیا تھا اور یہ نبی خود انہیں خبر دیتا ہے کہ جس نبی کے وہ منتظر تھے وہ میں ہوں، اور ہم اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ پڑھتے ہیں پس تم اس کا انکار کرو اور اس کا اقرار نہ کرو (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں یہود سے منافقین مراد ہیں اور بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ اس نبی کی وجہ سے جو اللہ نے تمہیں اعزاز بخشا (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 423 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 426 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 425

حضرات عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ قریظہ کے قلعہ کے نیچے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے بندروں اور خنازیر کے بھائیو! اے شیطان کے غلامو! انہوں نے کہا محمد ﷺ کو اس کے متعلق کس نے بتایا اور یہ ظہور اسلام اور داعی اسلام کا معاملہ تمہاری طرف سے ظاہر ہوا ہے، کیا تم ان کے سامنے بیان کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا تا کہ ان کے لئے تمہارے خلاف یہ امر حجت بن جائے (1)۔

امام ابن جریر نے ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ کی بستی میں مومن کے علاوہ کوئی داخل نہ ہو، تو یہود کے سرداروں نے کہا تم جاؤ اور کہو کہ ہم ایمان لائے اور جب لوٹ کر آنا تو انکار کر دینا۔ وہ صبح کے وقت مدینہ طیبہ آتے اور عصر کے بعد واپس چلے جاتے۔ ان کے اس طرز عمل کا ذکر سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 72 میں ہے وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۝ جب مدینہ میں داخل ہوتے تو کہتے ہم مسلمان ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کے منصوبوں اور معاملات کو دیکھنے کے لئے آتے تھے، مومنین یہ گمان کرتے کہ یہ مومنین ہیں، وہ انہیں کہتے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تورات میں یہ حکم نہیں فرمایا تو کہتے کیوں نہیں۔ پھر جب اپنی قوم کی طرف واپس پلٹتے تو کہتے اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ۔ (2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی جو ایمان لائے اور پھر منافقانہ طرز اپنایا۔ وہ خود عرب مومنین کے سامنے بیان کرتے کہ کن وجوہ کی بنا پر انہیں عذاب دیا گیا پھر وہ ایک دوسرے کو کہتے کہ تم عذاب کے متعلق کیوں بتاتے ہو؟ مسلمان کہیں گے ہم تم سے اللہ کی بارگاہ میں زیادہ محبوب ہیں اور زیادہ معزز ہیں (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عورت نے بدکاری کی پھر وہ فیصلہ طلب کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، ان کو رخصت کی امید تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہود کے عالم ابن صوریا کو بلایا اور فرمایا تو خود فیصلہ کر۔ اس نے کہا گدھے پر سوار کریں اور گدھے کی دم کی طرف منہ کر کے اسے بٹھائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں، لیکن ہماری عورتیں حسین تھیں اور ہمارے مرد ان کی طرف جلدی کرتے تھے اس لئے ہم نے حکم الٰہی کو بدل ڈالا، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ۔

حضرت عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ ایمان کا دعویٰ کرنے والے یہود تھے جب وہ ایمان والوں سے ملتے تو کہتے ہم ایمان لائے وہ ایسا اس لئے کرتے تا کہ وہ مسلمانوں کو خوش کریں اور جب تنہائی میں ایک دوسرے سے ملتے تو ایک دوسرے کو کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان پر احکام بیان فرمائے ہیں اور ان کی کتاب میں جو محمد ﷺ کی رفعت وعظمت کا ذکر کیا ہے اس کو بیان نہ کیا کرو، اگر تم یہ چیزیں مسلمانوں کے سامنے بیان کرو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 427 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 428 3۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 427

گے تو وہ تمہارے خلاف، تمہارے رب کے حضور حجت بنائیں گے۔فرمایا جو وہ مسلمانوں سے مل کر اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہیں اور تنہائی میں جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرتے ہیں اور ان کی تکذیب کرتے ہیں ان سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے اَوَ لَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ کے تحت لکھا ہے کہ جو وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار اور تکذیب پوشیدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے اور جو وہ مسلمانوں سے ملاقات کے وقت آمنا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے (1)۔

وَ مِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾

''اور ان میں کچھ ان پڑھ ہیں جو نہیں جانتے کتاب کو بجز جھوٹی امیدوں کے اور وہ تو محض وہم و گمان ہی کرتے رہتے ہیں''۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اُمِّیُّوْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس رسول کی تصدیق نہ کی جس کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اور نہ اس کتاب کی تصدیق کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔پس انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھی پھر جہلاء کو کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔فرمایا وہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر اللہ نے ان کو امیین فرمایا کیونکہ وہ کتاب اللہ اور رسول اللہ کا انکار کرتے تھے (2)۔

امام ابن جریر نے ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ امیون سے مراد وہ ہیں جو اچھی طرح لکھ نہ سکتے ہوں (3)۔

امام ابن اسحٰق اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے امیین سے مراد وہ لوگ ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ کتاب کے اندر کیا ہے وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ وہ آپ کی نبوت کا انکار فقط گمان اور ظن پر کر رہے ہیں (4)۔

امام ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ یہود ہیں جو کتاب کے متعلق کچھ نہ جانتے تھے اور ظن سے گفتگو کرتے تھے جو کتاب اللہ میں نہیں ہوتی تھی۔ وہ کہتے یہ کتاب اللہ سے ہے یہ ان کی جھوٹی امیدیں ہیں جو وہ لگائے بیٹھے ہیں (5)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رایت کیا ہے کہ اَمَانِیَّ سے مراد باتیں ہیں (6)۔ابن جریر نے ابن عباس سے اس کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ اپنے مونہوں سے جھوٹ بکتے ہیں (7)۔

حضرات عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اَمَانِیَّ کا معنی جھوٹ نقل کیا ہے اور یَظُنُّوْنَ کا معنی یَكْذِبُوْنَ (جھوٹ بولتے ہیں) روایت کیا ہے (8)۔

1۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 429 2۔ایضاً، جلد 1، صفحہ 430 3۔ایضاً
4۔ایضاً، جلد 1، صفحہ 434 5۔ایضاً، جلد 1 صفحہ 432 6۔ایضاً، جلد 1۔صفحہ 432
7۔ایضاً 8۔ایضاً، جلد 1، صفحہ 434-432

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝۷۹

’’پس ہلاکت ہو ان کے لئے جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں یہ نوشتہ اللہ کی طرف سے ہے تا کہ حاصل کر لیں اس کے عوض تھوڑے سے دام، سو ہلاکت ہو ان کے لئے بوجہ اس کے جو لکھا ان کے ہاتھوں نے اور ہلاکت ہو ان کے لئے بوجہ اس مال کے جو وہ (یوں) کماتے ہیں‘‘۔

حضرات وکیع، ابن المنذر اور نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی۔ احمد، ہناد بن السری (الزہد میں)، عبد بن حمید، ترمذی، ابن ابی الدنیا (فی صفۃ النار) ابو یعلی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن حبان (صحیح میں) حاکم (مستدرک میں)، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث میں ابو سعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں وَيْلٌ جہنم میں ایک وادی ہے جس میں کافر انتہاء تک پہنچنے سے پہلے چالیس سال گرتا جائے گا(1)۔ ابن جریر نے عثمان بن عفان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وَيْلٌ دوزخ میں ایک پہاڑ ہے۔ یہود کو یہ سزا اس لئے ملے گی کیونکہ انہوں نے تورات میں تحریف کی اور اس میں من پسند چیزیں داخل کر دیں اور خواہشات سے روکنے والے احکام مٹا دیئے اور انہوں نے تورات میں سے نبی مکرم محمد ﷺ کا اسم گرامی مٹا دیا(2)۔

حضرت البزار اور ابن مردویہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخ میں ایک پتھر ہے جس کو وَيْلٌ کہا جاتا ہے اس پر عرفاء چڑھیں گے اور اس سے اتریں گے۔

حضرت الحربی نے اپنے فوائد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ویحك یا عائشه، تو میں اس جملہ سے گھبرا گئی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جلد غصہ میں آنے والی! ویحك اور ویلك رحمت ہے اس سے جزع نہ کر لیکن وَيْلٌ سے جزع کر۔

امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الویح اور الویل دو دروازے ہیں ویح رحمت کا دروازہ ہے اور وَيْلٌ عذاب کا دروازہ ہے۔

حضرات سعید بن منصور، ابن المنذر، طبرانی اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وَيْلٌ جہنم کی ایک وادی ہے جس میں دوزخیوں کی پیپ بہے گی۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم نے نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وَيْلٌ جہنم میں ایک کشادہ وادی ہے۔

امام ابن المبارک نے (الزہد میں) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے (البعث میں) عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 436　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 437

فرماتے ہیں وَیۡلٌ جہنم میں ایک وادی ہے، اگر اس میں پہاڑ چلائے جائیں تو اسکی گرمی کی شدت سے وہ پگھل جائیں (1)۔

حضرات ہناد نے الزہد میں، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وَیۡلٌ جہنم کی تہہ میں بہنے والی پیپ ہے، ایک روایت میں ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس میں پیپ بہتی ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے عمر مولیٰ عفرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب تو سنے کہ اللہ فرماتا ہے وَیۡلٌ تو یہ دوزخ مراد ہوتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ یہ یہود کے علماء کے متعلق ہے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت کو تورات میں لکھا ہوا پایا کہ آپ کی آنکھیں سرگیں ہیں، آنکھیں موٹی موٹی ہیں، درمیانہ قد، بال مناسب گھنگریالے ہیں، چہرہ نہایت حسین ہے، تو انہوں نے حسد اور بغض کی وجہ سے ان صفات کو مٹا دیا، ان کے پاس قریش کے لوگ آئے اور انہوں نے پوچھا کہ تم تورات میں امی نبی کا ذکر پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں تورات میں ہم اس کی یہ صفات پڑھتے ہیں زیادہ طویل ہے، آنکھیں نیلی ہیں، بال سیدھے ہیں، پس قریش یہ سن کر انکار کرنے لگے اور کہا یہ ہم میں سے نہیں ہے۔

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تورات میں اوصاف بیان فرمائے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو یہود کے علماء نے حسد کی بنا پر آپ کی صفات کو اپنی کتابوں میں بدل دیا اور کہا ہم آپ کی صفات اپنی کتابوں میں نہیں پاتے اور نادان لوگوں کو کہا یہ اس نبی کی صفات نہیں ہیں جو فلاں فلاں چیز کو حرام کرے گا جیسی صفات انہوں نے خود لکھی ہوئی تھیں، انہوں نے آپ کی صفات کو برعکس صفات سے بدل ڈالا، پس انہوں نے لوگوں پر معاملہ مشتبہ کر دیا اور یہود کے علماء نے یہ گھناؤنی حرکت اس لئے کی تھی کہ انہیں یہ جاہل اور زیر نگیں لوگ ان کو تورات کی حفاظت کی وجہ سے نذرانے پیش کرتے تھے۔ پس انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ یہ جاہل لوگ ایمان لے آئے تو ان کے نذرانے بند ہو جائیں گے۔

امام عبدالرزاق نے (المصنف میں)، بخاری، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق کیوں پوچھتے ہو جبکہ تمہاری کتاب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر نازل فرمائی ہے اس نے اللہ تعالیٰ کے متعلق بڑی واضح اور غیر مبہم باتیں بتائی ہیں جن میں کسی قسم کا التباس نہیں ہے (3) اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اہل کتاب نے اللہ کی کتاب کو بدل ڈالا ہے اور اس میں تبدیلی کی ہے۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے تحریر لکھ کر کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے بدلے ثمن وصول کریں۔ کیا جو ان کے مسائل کے متعلق تمہارے پاس علم آچکا ہے اس نے تمہیں منع نہیں کیا ہے؟ اللہ کی قسم ہم نے یہود میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے اس کتاب کے متعلق سوال کیا ہو جو تم پر نازل کی گئی ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 437 2۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 435 (من قول ابی عیاض)

3۔ شعب الایمان، جلد اول، رقم الحدیث، 176، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی حاتم نے السدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہود اپنی طرف سے تحریر لکھتے تھے اور پھر اسے عربوں کے ہاتھ فروخت کرتے تھے اور انہیں کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس اس طرح وہ عربوں سے تھوڑی سی قیمت وصول کرتے تھے۔

امام عبدالرزاق، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل کے لوگ اپنے ہاتھ سے کتابیں لکھتے تاکہ لوگوں سے پیسے بٹوریں اور کہتے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہ ہوتی تھی (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ثَمَنًا قَلِيلًا سے مراد دنیا کا ساز وسامان ہے۔ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ یعنی ہلاکت ہے ان کے لئے اس کی وجہ سے جو وہ نادان لوگوں کا مال کھاتے تھے (2)۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی داؤد (المصاحف میں) اور ابن ابی حاتم نے ابراہیم النخعی سے روایت کیا ہے کہ وہ مصاحف کی کتابت اجرت پر کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور دلیل کے طور پر یہ آیت پڑھتے تھے۔ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيهِمْ۔

حضرت وکیع نے الاعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بھی اجرت پر کتابت قرآن کو مکروہ سمجھتے تھے اور دلیل اسی مذکورہ آیت کو بناتے تھے۔

امام وکیع اور ابن ابی داؤد محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مصاحف کی خرید وفروخت کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ عبدالرزاق، ابوعبید، ابن ابی داؤد ابوالضحیٰ سے روایت فرماتے ہیں فرمایا میں نے کوفہ کے علماء عبداللہ بن یزید الخطمی، مسروق بن الاجدع اور شریح سے قرآن کریم کی خرید وفروخت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہم کتاب اللہ کی ثمن نہیں لیتے۔

حضرت ابن ابی داؤد نے قتادہ کے طریق سے زرارہ عن مطرف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں تستر کی فتح کے وقت الاشعری کے ساتھ موجود تھا ہم نے دانیال کو سوس میں پایا اور ہم نے اس کے ساتھ کتان کی دو رسیاں اور ایک تابوت پایا جس میں کتاب اللہ تھی۔ سب سے پہلے جس شخص نے اس پر حملہ کیا وہ بلعنبر سے تھا جس کا نام حرقوص تھا۔ الاشعری نے دونوں رسیاں اسے دے دیں اور اسے دو سو دراہم بھی عطا کئے، ہمارے ساتھ ایک نصرانی مزدور تھا جس کا نام نعیم تھا۔ اس نے کہا یہ تابوت اور جو کچھ اس کے اندر ہے مجھے بیچ دو۔ انہوں نے کہا اس میں سونا چاندی یا کتاب اللہ ہے؟ پس ہم نے وہ تابوت دو رسیوں میں اسے فروخت کر دیا اور کتاب اسے بغیر قیمت کے دے دی انہوں نے کتاب کو فروخت کرنا مکروہ سمجھا۔ قتادہ فرماتے ہیں اسی وجہ سے مصاحف کی بیع مکروہ ہے کیونکہ اشعری اور اس کے ساتھیوں نے کتاب اللہ کی بیع کو مکروہ قرار دیا تھا۔

امام ابن ابی داؤد نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کے طریق سے سعید بن المسیب اور الحسن رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ دونوں مصاحف کی بیع کو ناپسند کرتے تھے۔

حضرات ابن ابی داؤد اور حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے مصاحف کی بیع کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ابراہیم اس کی بیع وشراء کو ناپسند کرتے تھے۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 278، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 438

حضرت ابن ابی داؤد نے سالم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی ایسے شخص کے پاس آتے جو مصاحف کی بیع کر رہا ہوتا تو فرماتے کتنی بری تجارت ہے۔

امام ابن ابی داؤد نے عبادہ بن نسی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فرماتے ہیں المصاحف کو نہ فروخت کرو اور نہ خریدو۔

امام ابن ابی داؤد نے ابن سیرین اور ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآن حکیم کی خرید و فروخت ناپسند فرماتے تھے۔ ابن ابی داؤد نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ وہ بھی مصاحف کی بیع ناپسند فرماتے تھے۔

امام ابن ابی داؤد نے نافع رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں پسند کرتا ہوں کہ مصاحف کی بیع پر ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

امام عبدالرزاق اور ابن ابی داؤد نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ قرآن حکیم کی خرید وفروخت پر ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

امام ابن ابی داؤد نے عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے سالم بن عبداللہ کو یہ فرماتے سنا کہ سب سے بری تجارت قرآن حکیم کی ہے۔ ابن ابی داؤد نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بھی مصاحف کی بیع و شراء کو ناپسند کرتے تھے۔

امام عبدالرزاق اور ابن ابی داؤد نے عبداللہ بن شقیق عقیلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ مصاحف کی بیع کو مکروہ سمجھتے تھے فرماتے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المصاحف کی بیع پر سختی کرتے تھے اور اسے بہت بڑا (گناہ) سمجھتے تھے۔

امام ابن ابی داؤد نے ابن شہاب کے واسطہ سے سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ المصاحف کی بیع کو شدید مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے اپنے بھائی کی کتاب کے ساتھ مدد کر یا اسے ہبہ کر۔ ابن ابی داؤد نے علی بن حسین سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مصاحف نہیں بیچے جاتے تھے اور ایک شخص منبر کے پاس ایک کاغذ لے کر آتا تھا اور کہتا کون ثواب کی خاطر مجھے یہ لکھ دے گا؟ پھر دوسرا آتا وہ لکھتا حتی کہ المصحف مکمل ہو جاتا۔

حضرت ابن ابی داؤد نے مسروق اور علقمہ اور عبداللہ بن یزید الانصاری، شریح اور عبادہ یہ تمام علماء مصاحف کی خرید و فروخت کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے ہم کتاب اللہ پر اجرت نہیں لیتے۔ ابن ابی داؤد نے ابراہیم سے اور انہوں نے اپنے اصحاب سے روایت کیا ہے کہ وہ مصاحف کی خرید وفروخت ناپسند کرتے تھے۔ ابن ابی داؤد نے ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ وہ مصاحف کی بیع ناپسند کرتے تھے اور فرماتے میں پسند کرتا ہوں کہ جو مصاحف کی بیع کرتے ہیں انہیں سزا دی جائے۔

امام ابن ابی داؤد نے ابن سیرین سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں علماء اجرت پر قرآن کی کتابت کرنے اور مصاحف کو بیچنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ ابن ابی داؤد نے ابن جریج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عطاء نے فرمایا سلف صالحین مصاحف کو نہیں بیچتے تھے، یہ بدعت اب شروع ہوئی ہے۔ وہ کعبہ کے قریب حطیم میں مصاحف لے کر بیٹھتے تھے، ایک دوسرے کو کہتا جبکہ وہ کاتب ہوتا اور طواف کر رہا ہوتا اے فلاں طواف سے فارغ ہو کر میرے پاس آنا اور میرے لئے قرآن حکیم لکھنا۔ وہ قرآن کا کچھ حصہ لکھتا۔ یہ سلسلہ چلتا رہتا حتی کہ وہ مصحف کی کتابت سے فارغ ہو جاتا۔

حضرت ابن ابی داؤد نے عمرو بن مرۃ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پہلے زمانہ میں لوگ جمع ہوتے تھے اور قرآن لکھتے تھے پھر وہ اجرت پر غلاموں کو لیتے جو ان کے لئے قرآن لکھتے پھر وہ غلام لکھنے کے بعد ان صحیفوں کو فروخت کرتے۔ سب سے پہلے غلاموں نے ہی قرآن فروخت کیے۔

امام ابوعبید اور ابن ابی داؤد نے عمران بن جریر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابومجلز رحمہ اللہ سے مصاحف کی بیع کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا قرآن معاویہ کے زمانہ میں بیچے گئے پس تم ان کو نہ بیچو۔

حضرت ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کتاب اللہ کی شان خرید وفروخت سے بلند ہے۔

امام ابن سعید نے حنظلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں طاؤس رحمہ اللہ کے ساتھ جا رہا تھا، وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو قرآن بیچ رہے تھے تو آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا۔

وہ علماء جنہوں نے قرآن کی بیع وشراء کی رخصت دی

امام ابن ابی داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے قرآن کی بیع کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا لا باس اس میں کوئی حرج نہیں، وہ اپنے ہاتھوں کی محنت کی اجرت لیتے ہیں۔

امام ابن ابی داؤد نے ابن الحنفیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے یہی سوال ہوا۔ انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں، وہ کاغذ کی قیمت لیتے ہیں۔

امام عبدالرزاق، ابوعبید اور ابن ابی داؤد نے شعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا مصاحف کی بیع میں کوئی حرج نہیں، وہ کتاب اللہ نہیں بیچتے، وہ کاغذ اور اپنے ہاتھوں کی محنت بیچتے ہیں۔ ابن ابی داؤد نے جعفر سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مصاحف کے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اجرت اس کی کتابت پر دی جاتی ہے۔

امام عبدالرزاق، ابوعبید، ابن ابی داؤد نے مطر الوراق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، ان سے پوچھا گیا کہ مصاحف کی بیع جائز ہے یا نہیں انہوں نے فرمایا اس امت کے بہترین افراد حسن اور شعبی اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتے تھے۔

حضرت ابن ابی داؤد نے حمید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ مصاحف کی بیع ناپسند کرتے تھے اور مطر الوراق رحمہ اللہ بھی اسی مسلک پر رہے حتیٰ کہ اس کی رخصت دے دی۔

امام ابن ابی داؤد نے الحسن رحمہ اللہ سے کئی طرق کے ذریعے روایت کیا ہے کہ مصاحف کی بیع وشراء میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت ابن ابی داؤد نے الحکم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ مصاحف کی بیع وشراء میں کوئی قباحت نہیں دیکھتے تھے۔

حضرات ابوعبید اور ابن ابی داؤد نے ابوشہاب موسیٰ بن نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کیا مصحف کے متعلق مجھ پر تیرا کوئی معاوضہ ہے تو اس کے بدلے میں سامان خرید لے۔ عبدالرزاق ابوعبید اور ابن ابی داؤد نے کئی طرق سے ابن عباس سے روایت فرمایا ہے مصاحف کو خرید لیکن اس کو فروخت نہ کر۔ امام ابن ابی داؤد نے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مصاحف کے خریدنے میں رخصت دی گئی ہے اور اس کی بیع کو ناپسند کیا گیا ہے۔ حضرت ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا اسی طرح انہوں نے رخصت دی گویا کوئی اس کی سند ہے۔

امام ابوعبید اور ابوداؤد نے حضرت جابر بن عبداللہ سے مصاحف کی بیع میں فرمایا اس کو خریدو مگر بیچو نہیں۔ حضرت ابن ابی داؤد نے سعید بن المسیب اور سعید بن جبیر سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ عبدالرزاق نے حضرت ابن عمر سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸۰

"اور انہوں نے کہا ہرگز نہ چھوئے گی ہمیں (دوزخ کی) آگ بجز گنتی کے چند دن آپ فرمایئے کیا لے رکھا ہے تم نے اللہ سے کوئی وعدہ تب تو خلاف ورزی نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی یا (یونہی) بہتان باندھتے ہو اللہ پر جو جانتے ہی نہیں"۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور الواحدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہود کہتے تھے دنیا کی مدت سات ہزار سال ہے اور ہمیں دنیا کے ایام کے مطابق ہر ہزار سال کے بدلے ایک دن آگ میں عذاب دیا جائے گا اور یہ سات ایام بنتے ہیں پھر عذاب ختم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیت نازل فرمائی (1)۔ عبد بن حمید نے مجاہد سے اسی کی مثل روایت نقل کی ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور الواحدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل کتاب نے جہنم کی دونوں اطراف کے درمیان چالیس (دنوں) کی مسافت پائی۔ انہوں نے کہا دوزخیوں کو صرف چالیس (دنوں) کی مقدار عذاب ہوگا پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو انہیں آگ کی لگام چڑھائی جائے گی وہ اس میں چلیں گے حتیٰ کہ وہ سفر تک پہنچ جائیں گے جس میں زقوم کا درخت ہے اور وہ اس مقام پر معین دنوں میں سے دن کے آخر میں پہنچیں گے پھر انہیں دوزخ کے داروغے کہیں گے اے اللہ کے دشمنو! تم کہتے تھے کہ تمہیں دوزخ میں معین دن صرف عذاب ہوگا اب تعداد و شمار ختم ہو گیا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کا سلسلہ باقی ہے وہ بلندی پر چڑھیں گے اور مونہوں کے بل گریں گے (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہود نے کہا ہمیں صرف چالیس دن آگ کا عذاب ہوگا جتنے دن ہم نے بچھڑے کی عبادت کی تھی (3)۔

حضرات عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک دن یہود جمع ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے مخاصمہ کیا، کہنے لگے ہمیں متعین دن آگ کا عذاب ہوگا اور انہوں نے چالیس دنوں کا ذکر کیا۔ پھر ہم سے پیچھے آنے والے لوگ اس میں جلیں گے۔ ان کا اشارہ صحابہ کرام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تھا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 440، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 438 (روایت بالمعنی)
3۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 439

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اور آپ نے اپنا ہاتھ ان کے سروں پر لوٹایا، تم نے جھوٹ کہا ہے، تم نے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں جلنا ہے اور ہم تمہارے پیچھے ان شاء اللہ کبھی نہیں آئیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (1)۔

امام ابن جریر نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے فرمایا تمہیں اللہ اور اس تورات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر طور سیناء کے دن نازل فرمائی تھی، وہ دوزخی کون ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تورات میں ذکر کیا ہے؟ یہود نے کہا بے شک ان کا رب ان پر سخت ناراض ہوا۔ پس ہم آگ میں چالیس دن رہیں گے پھر ہم نکل جائیں گے اور اس میں تم ہمارے پیچھے رہو گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے جھوٹ کہا ہے، اللہ کی قسم ہم اس میں کبھی تمہارے پیچھے نہیں آئیں گے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تصدیق اور یہود کی تکذیب کے لئے یہ آیات نازل فرمائیں (2)

امام احمد، بخاری، دارمی، نسائی اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو زہر آلود بکری پیش کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام یہود کو جمع کرو جو بھی یہاں موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تمہارا باپ کون ہے؟ انہوں نے کہا فلاں، آپ ﷺ نے فرمایا تم نے جھوٹ بولا، بلکہ تمہارا باپ فلاں ہے انہوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے پوچھا اگر میں تم سے کسی چیز کے متعلق پوچھوں تو کیا سچ سچ بتاؤ گے؟ انہوں نے کہا ہاں اے ابا القاسم! اگر ہم جھوٹ بولیں گے تو آپ جان لیں گے جیسے آپ نے ہمارے باپ کے متعلق جان لیا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا دوزخی کون ہیں؟ کہنے لگے ہم دوزخ میں تھوڑا عرصہ رہیں گے پھر تم اس میں ہمارے نائب ہو گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (بکواس نہ کرو) ہم کبھی اس میں تمہارے پیچھے نہیں آئیں گے (3)۔

حضرت عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مذکورہ آیت میں عہد سے مراد پختہ وعدہ ہے، یعنی کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی پختہ عہد لیا جیسا کہ تم کہتے ہو (4)۔ ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہود نے بزعم خویش دوزخ میں چند دن رہنے کا عقیدہ قائم کیا تو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ سے فرمایا کہ ان سے کہو کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق کوئی عہد لیا ہے یا فرماتے ہیں عہد سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے یعنی کیا تم نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہے تم نے شرک نہیں کیا ہے اور تم نے اللہ تعالیٰ کا انکار نہیں کیا ہے۔ اگر تم نے ایسا کہا ہے تو پھر میں اس کی امید کر سکتا ہوں اور اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار ہی نہیں کیا تو پھر تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں جانتے (5)۔

حضرت عبد بن حمید نے قتادہ سے اس عہد والے ارشاد کے متعلق روایت کیا ہے کہ اگر تو تم نے اللہ سے یہ عہد لیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں کرے گا یا تم خود اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ فرماتے ہیں قال القوم کا معنی ہے قوم نے جھوٹ بولا، باطل بات کی یعنی انہوں نے ایسی بات کی جو وہ نہیں جانتے تھے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 440 ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 449
3۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 451، مطبوعہ دار صادر بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 441
5۔ ایضاً

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

''ہاں (ہمارا قانون یہ ہے) جس نے جان کر برائی کی اور گھیر لیا اس کو اس کی خطا نے تو وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی جنتی ہیں وہ اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''۔

حضرت ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سَيِّئَةً سے مراد شرک روایت کیا ہے۔

حضرت عبد بن حمید نے مجاہد اور عکرمہ رحمہ اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ سے اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ کا معنی روایت کیا ہے کہ شرک اس کو گھیرے ہوئے ہے۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ جس نے تمہاری مثل اعمال کیے اور اس نے بھی اس چیز کا انکار کیا جس کا تم نے کیا ہے حتیٰ کہ اس کے کفر نے اس کو گھیر لیا یہاں تک کہ اس کی کوئی نیکی باقی نہ رہی تو یہی لوگ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور جنہوں نے ایمان قبول کیا اور نیک اعمال کیے یعنی وہ اس پر ایمان لایا جس کا تم نے انکار کیا اور اس نے وہ امور دینیہ بجالائے جن کو تم نے چھوڑ دیا تو ان کے لئے جنت ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ اس آیت میں خبر دے رہے ہیں کہ ثواب وعذاب کا دارومدار خیر وشر پر ہے اور یہ نیک عمل کرنے والوں اور نہ کرنے والوں پر دائمی ہوگا اس میں انقطاع نہ ہوگا (1)۔

امام وکیع اور ابن جریر نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا اس آیت میں الخطیئة کیا مراد ہے؟ فرمایا قرآن پڑھو، جس آیت پر اللہ تعالیٰ نے عذاب کا وعدہ کیا ہے وہ خَطِيْٓـَٔتُهٗ ہے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ خَطِيْٓـَٔتُهٗ سے مراد ایسا گناہ کبیرہ ہے جو آگ کے عذاب کا موجب ہے (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ کا معنی یہ ہے کہ اس کے گناہ اس کے دل کو گھیر لیں پس جب وہ کوئی گناہ کرتا ہے تو گناہوں کی سیاسی بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کے دل پر چھا جاتی ہے حتیٰ کہ مٹھی کی طرح اس کا دل بند ہو جاتا ہے پھر فرمایا ہر گناہ جس پر اللہ تعالیٰ نے آگ کا وعدہ فرمایا ہے وہ خَطِيْٓـَٔتُهٗ ہے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن جریر نے الربیع بن خثیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مذکورہ جملہ کا مطلب

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 442
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 445
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً

یہ ہے کہ وہ جو اپنی خطا پر توبہ کرنے سے پہلے مرجائے (1)۔

امام وکیع اور ابن جریر نے الاعمش سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس گناہ کے ساتھ انسان مرجائے (2)۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٨٣﴾

"اور یاد کرو جب لیا تھا ہم نے پختہ وعدہ بنی اسرائیل سے (اس بات کا) کہ نہ عبادت کرنا بجز اللہ کے اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا نیز رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں سے بھی (مہربانی کرنا) اور کہنا لوگوں سے اچھی باتیں اور صحیح ادا کرنا نماز اور دیتے رہنا زکوۃ۔ پھر منہ موڑ لیا تم نے مگر چند آدمی تم سے (ثابت قدم رہے) اور تم روگردانی کرنے والے ہو"۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ سے مراد میثاقکم ہے (3)۔

امام ابن جریر نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ لیا تھا کہ وہ خالصۃً اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی غیر کی عبادت نہیں کریں گے (4)۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مِيْثَاقَ سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے لیا تھا اور تم غور سے سنو جو اس نے ان سے عہد لیا تھا وہ یہ ہے لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا الخ۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عیسیٰ بن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اعمش رحمہ اللہ نے فرمایا ہم لَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ پڑھتے ہیں کیونکہ ہم آیت کے آخر میں ثم تو لوا پڑھتے ہیں تم تَوَلَّيْتُمْ پڑھتے ہو، اس لئے تم لَا تَعْبُدُوْنَ پڑھو۔

امام ابن جریر نے ضحاک کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور انہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا حکم دو جنہوں نے ابھی تک یہ کلمہ نہیں پڑھا (5)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس مذکورہ جملہ سے یہی مراد ہے کہ نیکی کا لوگوں کو حکم دو اور برائی سے روکو۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں الناس سے مراد تمام لوگ ہیں (6)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 445　　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 446

3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 447　　4۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 448

5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 451　　6۔ شعب الایمان، جلد پنجم، رقم الحدیث، 6682، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

عبد بن حمید اور ابن جریر نے عطاء اور ابو جعفر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الناس سے مراد تمام لوگ ہیں (1)۔ امام ابو عبید، سعید بن منصور، ابن المنذر نے عبد الملک بن سلمان سے روایت کیا ہے کہ زید بن ثابت وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا پڑھتے تھے اور ابن مسعود بھی وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا پڑھتے تھے۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی سے تَوَلَّیْتُمْ کا معنی تَرَکْتُمْ روایت کیا ہے (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تَوَلَّیْتُمْ کا معنی یہ ہے کہ تم نے میری اطاعت سے اعراض کیا مگر وہ تھوڑے سے افراد جنہیں میں نے اپنی اطاعت کے لئے منتخب فرمایا (3)۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ٘ تَظٰهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِؕ وَ اِنْ یَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْكُمْ اِخْرَاجُهُمْؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الْعَذَابِؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ٘ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾

اور یاد کرو جب لیا ہم نے تم سے پختہ وعدہ کہ تم اپنوں کا خون نہیں بہاؤ گے اور نہیں نکالو گے اپنوں کو اپنے وطن سے پھر تم نے (اس وعدہ پر ثابت رہنے کا) اقرار بھی کیا اور تم خود اس کے گواہ ہو۔ پھر تم وہی ہو نا (جنہوں نے یہ وعدے کئے) کہ اب قتل کر رہے ہو اپنوں کو اور نکال باہر کرتے ہو اپنے گروہ کو ان کے وطن سے (نیز) مدد دیتے ہو ان کے خلاف (دشمنوں) کو گناہ اور ظلم سے اور اگر آئیں تمہارے پاس قیدی بن کر (تو بڑے پاکباز بن کر) ان کا فدیہ ادا کرتے ہو حالانکہ حرام کیا گیا تھا تم پر ان کا گھروں سے نکالنا تو کیا تم ایمان لاتے ہو کتاب کے کچھ حصہ پر اور انکار کرتے ہو کچھ حصہ کا (تم خود ہی کہو) کیا سزا ہے ایسے نابکار کی تم میں سے سوائے اس کے کہ رسوا ہے دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن تو انہیں پھینک دیا جائے گا سخت ترین عذاب میں اور اللہ بے خبر نہیں ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 452 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 453 3۔ ایضاً

(کرتوتوں) سے جو تم کرتے ہو۔ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے مول لے لی ہے دنیا کی زندگی آخرت کے عوض تو نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی''۔

امام عبد بن حمید نے عاصم سے لَا تُسْفِكُوْنَ کو تا کے فتحہ، فاء کے کسرہ اور کاف کے رفع کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عبد بن حمید نے طلحہ بن مصرف سے روایت کیا ہے کہ وہ فاء کے رفع کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ابن جریر نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے اس آیت کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ ہم نے ان سے عہد لیا کہ تم ایک دوسرے کو قتل نہیں کرو گے اور ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے نہیں نکالو گے پھر تم نے خود اس میثاق کا اقرار کیا اور تم خود ہی اس کے گواہ ہو (1)۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ تم گواہ ہو کہ جو میں نے تم سے میثاق لیا تھا وہ حق ہے۔ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ یعنی تم نے مشرکوں کو قتل کیا حتی کہ تم نے ان کے ساتھ اپنے خون بھی بہائے وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ فرمایا تم ان کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو تَظٰهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ جب اوس وخزرج قبائل کے درمیان جنگ جاری تھی تو بنو قینقاع خزرج کے ساتھ تھے اور نضیر اور قریظہ، اوس قبیلہ کے ساتھ تھے ہر گروہ نے اپنے بھائیوں کے خلاف اپنے حلیفوں کی امداد کی حتی کہ اپنوں کے خون بہائے۔ جب جنگ کا سلسلہ ختم ہوا تو تورات کے ارشاد کی تصدیق کرتے ہوئے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھی دیا۔ وَ اِنْ یَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْهُمْ حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ تم پر تمہارے دین میں فرض ہے وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْكُمْ اور تمہاری کتاب میں ان کا گھروں سے نکالنا بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ یعنی تم مومن بن کر اپنے قیدیوں کا فدیہ دیتے ہو اور کفر کرتے ہوئے پھر اپنے ساتھیوں کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو (2)۔

امام ابن جریر نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن سلام کوفہ میں جالوت کے سردار کے پاس سے گزرے، وہ ان عورتوں کی طرف سے فدیہ دے رہا تھا جن سے عربوں نے جماع نہیں کیا تھا اور ان کا فدیہ نہیں دے رہا تھا جن سے عربوں نے جماع کیا تھا، عبد اللہ بن سلام نے اسے کہا کہ کیا تیری کتاب میں یہ لکھا ہوا نہیں ہے کہ تم تمام عورتوں کی طرف سے فدیہ دو (3)۔

امام سعید بن منصور نے ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ وَ اِنْ یَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰی تُفْدُوْهُمْ پڑھتے تھے۔

امام سعید بن منصور نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اُسْرٰی تُفْدُوْهُمْ پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں اعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں ہماری قرأت میں وَ اِنْ یُّوْخَذُوْا تُفْدُوْهُمْ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے عبد الرحمٰن السلمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت کا پہلا حصہ عام ہے اور اس کا آخری حصہ خاص ہے پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 55-454 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 455-56,59 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 459

اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔

امام ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ انہوں نے دنیا کے قلیل کو آخرت کے کثیر پر ترجیح دی (1)۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ قَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ٘ وَ اٰتَیْنَا عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَ اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْۚ فَفَرِیْقًا كَذَّبْتُمْ٘ وَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ۝۸۷

”اور بے شک ہم نے عطا فرمائی موسیٰ کو کتاب اور ہم نے پے در پے ان کے پیچھے پیغمبر بھیجے اور دیں ہم نے عیسیٰ (علیہ السلام) بن مریم (علیہا السلام) کو روشن نشانیاں اور ہم نے تقویت دی انہیں جبرائیل (علیہ السلام) سے تو کیا جب کبھی لے آیا تمہارے پاس کوئی پیغمبر ایسا حکم جسے تمہارے نفس پسند نہ کرتے تو تم اکڑ گئے بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو قتل کرنے لگے“۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو مالک رحمہ اللہ سے قَفَّیْنَا کا معنی اَتْبَعْنَا کیا ہے یعنی ہم نے ان کے پیچھے بھیجے۔

امام ابن عساکر نے جویبر عن الضحاک کے سلسلہ سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اس آیت میں الْكِتٰبَ سے مراد تورات ہے یعنی ہم نے موسیٰ کو تورات یکبارگی مفصل اور محکم عطا فرمائی پھر موسیٰ علیہ السلام کے بعد یکے بعد دیگرے یہ رسول مبعوث فرمائے، اشمویل بن بابل، مشتائیل، شعیا بن امصیا، حزقیل، ارمیا بن حلقیا یہ خضر علیہ السلام ہیں۔ داؤد بن ایشا یہ سلمان علیہ السلام کے والد ہیں، مسیح عیسیٰ بن مریم، یہ وہ رسل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اور موسیٰ بن عمران کے بعد امت کے لئے ان کو منتخب فرمایا اور ان سے وعدہ لیا کہ تم محمد ﷺ کی صفات کو اور آپ کی امت کی صفات کو ایک دوسرے تک پہنچاؤ۔

وَ اٰتَیْنَا عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ۔

امام ابن ابی حاتم، ابن جریر اور ابن اسحاق رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ ان آیات سے مراد وہ معجزات ہیں جو آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے، مثلاً مردوں کو زندہ کرنا، مٹی سے پرندے کی مانند تخلیق، بیماروں کو شفا دینا، غیب کی خبریں دینا اور انجیل کے ساتھ ان پر تورات کے احکام کا لوٹانا (2)۔

وَ اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایدنا کا معنی قوینا کیا ہے یعنی ہم نے انہیں روح القدس کے ذریعے تقویت پہنچائی۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں روح القدس سے مراد وہ اسم ہے جس کے ذریعے عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 463 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 464 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 465

امام ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ روح القدس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔
امام ابن ابی حاتم نے الربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں القدس سے مراد رب تعالیٰ ہے۔
امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے القدس کا معنی طہر نقل کیا ہے۔
امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے السدی رحمہ اللہ سے القدس کا معنی برکت نقل کیا ہے (1)۔
امام ابن ابی حاتم نے اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ سے اس کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ ہم نے جبرئیل کے ذریعے ان کی مدد کی۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ روح القدس سے مراد جبرئیل ہے۔
ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا روح القدس جبریل ہے۔
امام ابن سعید، احمد، بخاری، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان کیلئے مسجد میں منبر رکھوایا۔ حضرت حسان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشعار کے ذریعے دفاع کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد فرما جس طرح وہ اپنے نبی کا اشعار کے ذریعے دفاع کرتا ہے (2)۔
امام ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا روح القدس نے میرے دل میں پھونک ماری کہ کوئی نفس اس وقت تک نہیں مرے گا یہاں تک کہ وہ اپنا رزق مکمل کر لے گا۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور عمدہ طریقہ سے رزق طلب کرو۔
امام الزبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا روح القدس کے کلام سے یہ ہے کہ زمین کو ہرگز یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم کو کھائے۔

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ۔

حضرت ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فریقاً سے مراد طائفہ (گروہ) ہے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

''اور یہودی بولے ہمارے دلوں پر تو غلاف چڑھے ہیں۔ نہیں بلکہ پھٹکار دیا ہے انہیں اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے وہ بہت ہی کم ایمان رکھتے ہیں''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قلب کو اس لئے قلب کہتے ہیں کیونکہ یہ مختلف کیفیات میں بدلتا رہتا ہے۔
امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ آپ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ پڑھتے تھے یعنی ان کے دل تو علم سے بھرے ہوئے ہیں وہ کیسے علم حاصل کریں اور دل تو حکمت کے لئے برتن کی حیثیت رکھتے ہیں۔
امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قُلُوْبُنَا غُلْفٌ کے تحت روایت کیا ہے کہ انہوں نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 466 2۔ جامع ترمذی، باب انشاد الشعر، جلد 2، صفحہ 107، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ

کہاہمارے دل علم سے پہلے ہی لبریز ہیں۔ وہ علم محمد ﷺ اور کسی دوسرے کے علم کے محتاج نہیں ہیں۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے عطیہ رحمہ اللہ سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ہمارے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے(1)۔ وکیع نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے۔

امام ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان پر پردہ ہے(2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ سے مذکورہ جملہ کے تحت نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہمارے دل نہیں سمجھتے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الاخلاص میں، ابن جریر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دل چار قسموں پر ہیں۔ ۱۔ وہ دل جو ڈھکا ہوا ہوتا ہے یہ کافر کا دل ہے۔ ۲۔ وہ دل جو الٹا ہوتا ہے یہ منافق کا دل ہے۔ ۳۔ وہ دل جو صاف ہوتا ہے اس میں سراج کی مثل کوئی چیز ہوتی ہے یہ مومن کا دل ہے۔ ۴۔ اور ایک دل وہ ہوتا ہے جس میں ایمان اور نفاق ہوتا ہے، ایمان، درخت کی مثل ہوتا ہے اسے پاک پانی بڑھاتا ہے اور نفاق کی مثال زخم کی مثل ہے اسے پیپ اور خون بڑھاتا ہے جو مادہ غالب آجاتا ہے وہ دوسرے کو ہلاک کردیتا ہے(4)۔

امام حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے فرماتے ہیں فتنہ کو دلوں پر پیش کیا جاتا ہے پس جو اس کا انکار کرتا ہے اس پر سفید داغ پیدا ہوجاتے ہیں اور جو اس کا انکار نہیں کرتا اس کے دل میں سیاہ داغ پیدا ہوجاتا ہے۔ پھر دل پر دوسرا فتنہ پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ انکار کرتا ہے جس نے پہلے انکار کیا تھا تو اس کے دل میں سفید داغ مزید پیدا ہوجاتا ہے اور اگر وہ انکار نہیں کرتا ہے تو مزید سیاہ داغ پیدا ہوجاتا ہے۔ پھر ایک فتنہ پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ دل انکار کرتا ہے تو وہ سفیدی شدید ہوجاتی ہے پھر اس کو کبھی کوئی فتنہ نقصان نہیں پہنچاتا اور اگر وہ دل پہلی دومرتبہ انکار نہیں کرتا تو وہ سیاہ ہوجاتا ہے اور الٹا ہوجاتا ہے وہ حق کو نہیں پہچانتا اور کبھی برائی کا انکار نہیں کرتا(5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے کتاب الایمان میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایمان دل میں ایک مختصر سفیدی میں ظاہر ہوتا ہے، جیسے جیسے ایمان بڑھتا جاتا ہے وہ سفیدی بھی بڑھتی جاتی ہے۔ جب ایمان مکمل ہوتا ہے تو وہ سفیدی پورے دل کو گھیر لیتی ہے۔ اور نفاق بھی دل میں بالکل چھوٹی سی سیاہی کی مانند ظاہر ہوتا ہے، جوں جوں نفاق بڑھتا جاتا ہے وہ سیاہی بھی بڑھتی جاتی ہے۔ جب نفاق مکمل ہوتا ہے تو دل بھی مکمل طور پر سیاہ ہوجاتا ہے۔ قسم بخدا اگر تم بندۂ مومن کا دل چیرو تو تم اسے سفید پاؤ گے اور اگر کسی منافق کا دل چیرو تو تم اسے سیاہ پاؤ گے(6)۔

امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دل چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ صاف دل جس میں چراغ کی مثل کوئی چیز ہوتی ہے، وہ روشن ہوتا ہے۔ ۲۔ وہ دل جو غلاف میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 468 (قول ابن عباس) 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 467

5۔ مستدرک حاکم، جلد چہارم، رقم الحدیث، 8446، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

6۔ شعب الایمان، جلد اول، رقم الحدیث، 38، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ ۳۔ وہ دل جو الٹا ہوتا ہے۔ ۴۔ وہ دل جو ڈھکا ہوا ہوتا ہے، پس وہ دل جو صاف ہوتا ہے وہ مومن کا دل ہے، اس میں اس کا چراغ اس کا نور ہوتا ہے۔ ۲۔ وہ دل جو غلاف میں لپٹا ہوا ہوتا ہے وہ کافر کا دل ہے اور وہ دل جو الٹا ہوتا ہے وہ منافق کا دل ہے جو پہنچاتا ہے پھر انکار کرتا ہے اور وہ دل جو ڈھکا ہوا ہوتا ہے اس میں ایمان اور نفاق ہوتا ہے اور اس میں ایمان کی مثال ایسے ہوتی ہے جیسے سبزی کی مثال ہے، اس کو پاکیزہ پانی بڑھاتا ہے اور اس میں نفاق کی مثال، زخم کی مثال ہے، اسے پیپ اور خون زیادہ کرتا ہے۔ پس جو مادہ غالب آجاتا ہے وہ دوسرے کو مغلوب کر دیتا ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد الرزاق اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ کا معنی یہ روایت کیا ہے کہ ان میں سے بہت تھوڑے ایمان لاتے ہیں (2)۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

''اور جب آئی ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن پاک) جو تصدیق کرتی تھی ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس تھی اور وہ اسے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) تو جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اس کے ماننے سے سو پھٹکار ہو اللہ کی (دانستہ) کفر کرنے والوں پر''۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن ہے جو تورات اور انجیل کی تصدیق کرنے والا ہے (3)۔ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ

امام ابن اسحٰق، ابن جریر، ابن المنذر، ابونعیم اور بیہقی نے (دلائل میں) حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ الانصاری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے تمہارے مشائخ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو عربوں میں ہم سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تھا، ہمارے ساتھ یہود رہتے تھے، وہ اہل کتاب تھے اور ہم بت پرست تھے اور جب ہم ان کو کوئی ناپسندیدہ امر پہنچاتے تو وہ کہتے ایک نبی اس زمانہ میں مبعوث ہونے والا ہے ہم اس کی اتباع کریں گے پھر اس کے ساتھ مل کر ہم تمہیں قوم عاد اور قوم ارم کی طرح قتل کریں گے پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو مبعوث فرمایا تو ہم نے اتباع کی اور انہوں نے انکار کیا۔ اللہ کی قسم وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کا ارشاد ہمارے اور یہود کے متعلق نازل ہوا (4)۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 17، مطبوعہ دار صادر بیروت
2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 279، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 472
4۔ ایضاً

بیہقی نے دلائل میں سدی کے طریق سے ابو مالک اور ابو صالح کے واسطہ سے ابن عباس، مرہ، ابن مسعود اور دوسرے کئی صحابہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرب یہود کے پاس سے گزرتے تو وہ انہیں تکلیف پہنچاتے۔ اور وہ محمد ﷺ کا ذکر اپنی کتاب میں پڑھتے تھے وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمائے تا کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ مل کر عربوں سے جنگ کریں۔ پھر جب محمد ﷺ تشریف لائے تو یہود نے انکار کیا جب کہ بنی اسرائیل میں کوئی نبی نہیں تھا۔

امام ابو نعیم نے دلائل میں عطاء اور الضحاک کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی نضیر اور بنی قریظہ کے یہود نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے محمد ﷺ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے فتح طلب کرتے تھے، وہ آپ کے وسیلہ سے کفار کے خلاف دعا مانگتے تھے اور کہتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَنْصِرُكَ بِحَقِّ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ اِلَّا نَصَرْتَنَا عَلَيْهِمْ فَيُنْصَرُوْنَ۔ اے اللہ ہم تجھ سے نبی امی کے واسطہ سے مدد طلب کرتے ہیں تو ہماری عربوں کے خلاف مدد فرما پس ان کی مدد کی جاتی تھی پھر جب انہوں نے محمد ﷺ کی آمد کو جان لیا اور انہیں کوئی شک نہ رہا تو انہوں نے انکار کر دیا (1)۔

امام ابو نعیم نے دلائل میں الکلبی کے طریق سے ابو صالح کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کی آمد سے پہلے مدینہ کے یہود جب مشرکین عرب کے قبائل اسد، غطفان، جہینہ اور عذرہ سے جنگ کرتے تو ان کے خلاف نبی کریم ﷺ کے اسم گرامی کے واسطہ سے مدد طلب کرتے تھے اور اس طرح دعا مانگتے تھے۔ اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہماری مدد فرمائے گا اپنے نبی کے اسم گرامی کے واسطہ سے اور اس کتاب کے واسطہ سے جو تو نے اس پر نازل فرمائے گا جس کا تو نے وعدہ فرمایا کہ تو اسے آخر زمانہ میں مبعوث کرے گا (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو نعیم نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہود کفار کے خلاف محمد ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے، دعا کرتے اے اللہ اس نبی کو مبعوث فرما جس کا ذکر ہم تورات میں پاتے ہیں کہ وہ انہیں عذاب دے گا اور انہیں قتل کرے گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو انہوں نے محمد ﷺ کا انکار کر دیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ عربوں میں مبعوث ہو گئے ہیں تو ان کا انکار عربوں سے حسد کی وجہ سے کیا تھا حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں (3)۔

امام حاکم اور بیہقی نے دلائل میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں خیبر کے یہود، غطفان سے جنگ کرتے تھے، جب جنگ میں ہزیمت کا اندیشہ ہوتا تو یہ دعا مانگتے اے اللہ ہم تجھ سے محمد نبی امی کے واسطہ سے سوال کرتے ہیں جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ تو اس کو آخر زمانہ میں ہمارے لئے مبعوث فرمائے گا، تو ہماری ان کفار کے خلاف مدد فرما اور جب پھر وہ اس دعا کے ساتھ جنگ کرتے تو وہ غطفان کو شکست دے دیتے۔ پھر جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى

1۔ دلائل النبوۃ از ابو نعیم، جلد 1، صفحہ 97-96 مطبوعہ مکتبہ عربیہ 2۔ دلائل النبوۃ از ابو نعیم، جلد 1، صفحہ 97 مطبوعہ مکتبہ عربیہ
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 473

الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا۔ یعنی اے محبوب! یہ تیرے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے کافروں پر(1)۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابونعیم نے دلائل میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہود، اوس وخزرج پر نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عربوں سے مبعوث فرمایا تو انہوں نے اپنی ہی بات کا انکار کر دیا اور آپ ﷺ کو تسلیم نہ کیا۔ معاذ بن جبل، بشر بن البراء اور داؤد بن سلمہ نے یہود سے کہا اے یہودیو! اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کرلو۔ تم ہم پر محمد ﷺ کے وسیلہ سے مدد طلب کرتے تھے۔ ہم مشرک تھے، تم ہمیں بتاتے تھے کہ محمد ﷺ کی بعثت ہونے والی ہے، تم خود آپ ﷺ کی صفات بیان کرتے تھے۔ سلام بن مشکم نے کہا جو بنی نضیر سے تھا۔ وہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں لائے جس کو ہم جانتے ہوں اور یہ وہ نبی نہیں ہے جس کا ہم تم سے ذکر کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَمَّا جَآءَهُمۡ كِتٰبٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمۡ......(2)

امام احمد، ابن قانع، طبرانی، حاکم، ابونعیم اور بیہقی نے دلائل میں سلمہ بن سلامہ بن وقش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور یہ اہل بدر سے ہیں فرماتے ہیں بنی عبد الاشہل میں ہمارا ایک یہودی پڑوسی تھا، وہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے تھوڑا پہلے ایک دن اپنے گھر سے نکل کر ہمارے پاس آیا اور بنی اشہل کی مجلس پر آکر رک گیا، سلمہ نے کہا میں اس وقت مجلس کے اندر جوان شخص تھا، مجھ پر ایک چادر تھی، میں اپنے گھر کے صحن میں پہلو کے بل لیٹا ہوا تھا۔ بعثت، قیامت، حساب، میزان، جنت اور دوزخ کا تذکرہ چھیڑا تو اس نے کہا یہ مشرک، بت پرست، مرنے کے بعد اٹھنے کا عقیدہ نہیں رکھتے، لوگوں نے اسے کہا اے فلاں تجھ پر افسوس ہے تو یہ خیال کرتا ہے کہ لوگ مرنے کے بعد اٹھیں گے اور اپنے اپنے اعمال کے مطابق جنت اور دوزخ میں جائیں گے۔ اس نے کہا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے نام کی قسم اٹھائی جاتی ہے اسے یہ پسند ہے کہ دنیا میں اس آگ سے اس کے لئے ایک تنور ہو جس کو لوگ گرم کریں پھر اس میں اسے داخل کریں پھر اس کو مٹی لگا کر بند کر دیں لیکن قیامت کے روز اس آگ سے بچ جائے۔ انہوں نے کہا تجھ پر افسوس اس کی نشانی کیا ہے؟ اس نے کہا ان شہروں کی طرف سے نبی مبعوث ہوگا۔ اس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے پوچھا ہم اسے کب دیکھیں گے؟ راوی فرماتے ہیں اس نے نوعمروں میں سے میری طرف دیکھ کر کہا یہ نوجوان اپنی عمر میں اس نبی کو پالے گا۔ سلمہ فرماتے ہیں قسم بخدا ایک رات اور ایک دن نہیں گزرا تھا حتیٰ کہ اللہ نے اپنا رسول مبعوث فرما دیا اور آپ ﷺ ہمارے درمیان تھے لیکن اس بدبخت یہودی نے حسد اور بغی کی وجہ سے آپ ﷺ کا انکار کیا۔ ہم نے اسے ملامت کیا اور کہا کہ کیا تو ہی ہمیں اس نبی کے متعلق بتاتا نہیں تھا؟ تو اس نے کہا واقعی بتاتا تھا لیکن یہ وہ نہیں ہے(3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اہل کتاب مشرکین عرب کے خلاف نبی کریم ﷺ کے خروج کے واسطہ سے نصرت طلب کرتے تھے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور انہوں نے دیکھا کہ یہ تو عربوں سے مبعوث ہوئے ہیں تو انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کر دیا اور حسد کی آگ میں جلتے رہے(4)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد دوم، رقم الحدیث 3042، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 472
3۔ مستدرک حاکم، جلد سوم، رقم الحدیث 5764
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 473

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُوْا کا ارشاد یہود کے حق میں نازل ہوا۔ انہوں نے محمد ﷺ کو پہچانا تھا کہ آپ نبی ہیں لیکن آپ ﷺ کی نبوت کا انہوں نے انکار کیا تھا(1)۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ یَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۹۰﴾

''بہت بری چیز ہے جس کے بدلے سودا چکایا انہوں نے اپنی جانوں کا وہ یہ کہ کفر کرتے ہیں اس (کتاب) کے ساتھ جو اللہ نے نازل کی حسد کے مارے کہ نازل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنا فضل (وحی) جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں سے، سو وہ حقدار ہو گئے مسلسل ناراضگی کے اور کافروں کے لئے ذلیل ورسوا کرنے والا عذاب ہے''۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ سے مراد یہود ہیں جنہوں نے قرآن حکیم اور محمد ﷺ کا انکار فقط عربوں سے حسد و بغی کی وجہ سے کیا تھا۔ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ انجیل اور عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کی وجہ سے اور قرآن اور محمد ﷺ کے احکام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ ان پر غضب فرمایا(2)۔

امام الطستی نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ان سے پوچھا کہ مجھے فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ کے متعلق بتاؤ تو ابن عباس نے فرمایا برا ہے وہ جس کے بدلے میں انہوں نے اپنے نفسوں کو بیچا اس طرح کہ انہوں نے دنیا کی تھوڑی چیز کے لالچ میں آخرت کے حصص کو فروخت کر دیا۔ نافع نے پوچھا کیا عرب یہ مفہوم ومعنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا۔

یُعْطِیْ بِهَا ثَمَنًا فَیَمْنَعُهَا وَیَقُوْلُ صَاحِبُهَا اَلَا تَشْتَرِیْ

وہ اس کے بدلے اسے ثمن دیتا ہے، لیکن وہ اس کو روکتا ہے اور اس کا مالک کہتا ہے کیا تو نہیں خریدتا۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰهُ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ نے اس نبی کو دوسرے لوگوں سے پیدا فرما دیا ہے اس لئے انہوں نے انکار و کفر کیا۔ پس وہ اس نبی کے انکار کی وجہ سے پے در پے غضب کے مستحق ہو گئے۔ اور غضب کی وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے تورات میں جو کچھ آپ ﷺ کے متعلق احکامات وصفات تھیں ان کو ضائع کر دیا(3)۔

امام ابن جریر نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار اور محمد ﷺ کے انکار کی وجہ سے پے در پے غضب کے مستحق ہو گئے(4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 474
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 477
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 479 (روایت بالمعنی)
4۔ ایضاً

امام ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جو یہود نے نبی کریم ﷺ کے ظہور نبوت سے پہلے تورات میں تبدیلی کی تھی اور جو انہوں نے نبی کریم ﷺ کا انکار کیا تھا اور جو کتاب آپ ﷺ لے کر آئے تھے اس کا انکار کیا تھا، ان سب چیزوں کی وجہ سے پے در پے غضب کے مستحق ہو گئے (1)۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَ یَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لے آؤ اس پر جسے اللہ نے اتارا ہے تو کہتے ہیں ہم تو (صرف) اس پر ایمان لائے ہیں جو نازل کی گئی ہم پر اور کفر کرتے ہیں اس کے علاوہ (دوسری کتابوں) کے ساتھ حالانکہ وہ بھی حق ہے تصدیق کرتا ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے۔ آپ فرمائیے پھر تم کیوں قتل کرتے رہے اللہ کے پیغمبروں کو اس سے پہلے اگر تم (اپنی کتاب پر ہی) ایمان رکھتے تھے؟ اور بے شک آئے تمہارے پاس موسیٰ روشن دلیلیں لے کر پھر تم نے بنا لیا بچھڑے کو (اپنا معبود) اس کے بعد اور تم (تو عادی) جفا کار ہو''۔

امام ابن جریر نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں وَرَآءَهٗ سے مراد بعدہ ہے (2)۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بِمَا وَرَآءَهٗ سے مراد قرآن ہے (3)۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا ۗ وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِیْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۹۳﴾

''اور یاد کرو جب ہم نے لیا تم سے پختہ وعدہ اور بلند کیا تمہارے سروں پر کوہ طور (اور تمہیں حکم دیا) کہ پکڑ لو جو ہم نے تمہیں دیا مضبوطی سے اور (خوب غور سے) سنو۔ انہوں نے (زبان سے) کہا ہم نے سن لیا اور (دل میں کہا) نہیں مانا۔ سیراب ہو چکے تھے ان کے دل بچھڑے (کے عشق) سے یہ ان کے پیہم انکار کی نحوست تھی۔ فرمائیے بہت برا ہے جس کا حکم کرتا ہے تمہیں (یہ) تمہارا (عجیب و غریب) ایمان اگر تم ایمان دار ہو''۔

امام عبد الرزاق اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ کا مطلب یہ ہے کہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 480 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 482 3۔ ایضاً

انہوں نے بچھڑے کی محبت کو پیا حتی کہ وہ ان کے دلوں میں رچ بس گئی (1)۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٥﴾

''آپ فرمایئے اگر تمہارے لئے ہی دار آخرت (کی راحتیں) اللہ کے ہاں مخصوص ہیں تمام لوگوں کو چھوڑ کر تو بھلا آرزو تو کرو موت کی اگر تم سچ کہتے ہو۔ اور وہ ہرگز کبھی بھی اس کی تمنا نہ کریں گے اپنی کارستانیوں کے خوف سے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو''۔

امام ابن جریر نے ابو العالیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ یہود نے کہا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى (البقرہ: 111) اور کہا نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ (المائدہ:18) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ لیکن انہوں نے موت کی تمنا نہ کی (2)۔

امام ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہود سے کہو اگر آخرت کا گھر تمہارے لئے خاص ہے جیسا کہ تمہارا گمان ہے اور مومنین کو اس میں جگہ نہیں ملے گی تو پھر موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا تم اگر بات میں سچے ہو تو کہو اَللّٰهُمَّ اَمِتْنَا (اے اللہ ہمیں موت دے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی ایسا نہیں کہے گا مگر وہ اپنی تھوک کے گلے میں اٹکنے کی وجہ سے مر جائے گا۔ انہوں نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اپنے اعمال کی وجہ سے موت کی کبھی تمنا نہیں کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے وقت فرمایا اللہ کی قسم وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے (3)۔

ابن اسحٰق، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ کے تحت روایت کیا ہے کہ جو فریق جھوٹا ہے اس پر موت کی دعا کرو، تو یہود نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اگر وہ اس کی تمنا کرتے تو جو پوری سطح زمین پر تھے سب مر جاتے (4)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دار آخرت سے مراد جنت ہے اور خَالِصَةً کا معنی خاص ہے۔ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ کا معنی یہ ہے کہ تم موت کا سوال کرو۔ فرمایا وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ جھوٹے ہیں۔ بِمَا قَدَّمَتْ کا معنی اَسْلَفَتْ ہے یعنی گزشتہ اعمال کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کریں گے (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 486
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 489
3۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 6، صفحہ 274، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 488
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 92-91-490

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابونعیم نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو مر جاتے (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر وہ یہود موت کی تمنا کرتے تو ان میں سے ہر ایک کا گلہ تھوک کی وجہ سے گھٹ جاتا (2)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابن مردویہ اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا اگر یہود موت کی تمنا کرتے تو مر جاتے اور دوزخ میں اپنے ٹھکانے دیکھ لیتے (3)۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾

''اور آپ یقیناً پائیں گے انہیں سب لوگوں سے زیادہ ہوس رکھنے والے زندگی کی حتی کہ مشرکوں سے بھی (زیادہ جینے پر حریص ہیں) چاہتا ہے ہر ایک ان میں سے کہ زندہ رہنے دیا جائے ہزار سال اور نہیں بچا سکتا اس کو عذاب سے (اتنی مدت) جیتے رہنا اور اللہ ہر وقت دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں''۔

امام ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ سے مراد یہود ہیں اور وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا سے مراد عجمی لوگ ہیں (4)۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ سے مراد یہود ہیں اور وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا سے مراد مشرک ہیں کیونکہ مشرک مرنے کے بعد اٹھنے کی امید نہیں رکھتا اس لئے وہ لمبی زندگی سے محبت رکھتا ہے اور یہود نے زندگی میں جو بداعمالیاں کی ہیں ان کی وجہ سے آخرت میں ان کی رسوائی ہوگی یہ جانتے ہیں اس لئے یہ بھی زندگی سے محبت رکھتے ہیں بِمُزَحْزِحِهٖ کا معنی اس کو بچانے والا ہے (5)۔

حضرات سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ یہ عجمیوں کا قول ہے جب کوئی ان میں سے چھینک مارے تو کہتے ہیں ہزار سال زندہ رہے (6)۔

ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ سے مراد وہ لوگ ہیں جو جبریل سے دشمنی رکھتے ہیں۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 488
2۔ ایضاً
3۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 248، مطبوعہ دار صادر بیروت
4۔ مستدرک حاکم، جلد دوم، رقم الحدیث 3043
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 93-492
6 ایضاً، جلد 1، صفحہ 493 (عن سعید بن منصور)

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾

’’آپ فرمائیے جو دشمن ہو جبرائیل کا (اسے معلوم ہونا چاہیے) کہ اس نے اتارا قرآن آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے (یہ) تصدیق کرنے والا ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے اتریں اور سراپا ہدایت اور خوشخبری ہے ایمان والوں کے لئے۔ جو کوئی دشمن ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل و میکائل کا تو اللہ بھی دشمن ہے (ان) کافروں کا‘‘۔

امام الطیالسی، الفریابی، احمد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہود کا ایک گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے ابا القاسم ہم آپ سے چند چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں جن کو صرف نبی ہی جانتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھ سے جو چاہو پوچھو لیکن میرے سامنے عہد کرو کہ اگر میں تمہیں وہ باتیں صحیح بتا دوں اور تمام جان لو تو تم میری اتباع کرو گے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے، ہم عہد کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم چار چیزوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں، ہمیں بتائیے کہ اسرائیل نے تورات کے نزول سے پہلے اپنے اوپر کون سا کھانا حرام کیا تھا؟ ہمیں بتائیں کہ مرد اور عورت کے پانی کے ملاپ سے کیسے بچی اور بچہ پیدا ہوتا ہے؟ ہمیں بتائیں کہ اس نبی امی کی نیند میں کیا کیفیت ہوتی ہے اور نبی کے ساتھ جو فرشتہ ہے وہ کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عہد لیا اگر میں تمہیں ان سوالوں کے جوابات صحیح دوں گا تو تم میری اتباع کرو گے۔ پس انہوں نے عہد اور وعدہ کر دیا۔ فرمایا اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے تورات نازل فرمائی کیا تم جانتے ہو کہ اسرائیل کو مرض لاحق ہوئی اور وہ بیماری طول پکڑ گئی تو آپ نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے مجھے اس مرض سے شفا دی تو میں اپنے اوپر محبوب ترین شراب اور محبوب ترین کھانا حرام کر دوں گا اور آپ کا محبوب ترین کھانا اونٹوں کا گوشت تھا اور مرغوب ترین شراب اونٹوں کا دودھ تھا؟ انہوں نے کہا ہاں ہمیں معلوم ہے یہ بات ایسی ہی تھی۔ آپ نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہنا، پھر فرمایا میں تم سے اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں ہے کیا تم جانتے ہو کہ مرد کا پانی سفید اور گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا پانی زرد اور پتلا ہوتا ہے پس جو غالب آ جاتا ہے بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے اور اللہ کے اذن سے اس کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے، اگر مرد کا پانی غالب آ جاتا ہے تو اللہ کے اذن سے بچہ پیدا ہوتا ہے، اگر عورت کا پانی غالب آ جاتا ہے تو اللہ کی اذن سے بچی پیدا ہوتی ہے۔ یہود نے کہا واقعی بات اسی طرح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تو گواہ ہو جا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم سے اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اس نبی امی کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ انہوں نے کہا ہاں ہمیں یہ بھی معلوم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے اللہ! یہود پر گواہ رہنا، انہوں نے کہا، اب تم بتاؤ آپ کے ساتھ کون سا فرشتہ ہے، اگر آپ نے یہ صحیح بتا دیا تو ہم آپ کی اتباع کریں گے ورنہ ہم تم سے

علیحدگی اختیار کرلیں گے۔ فرمایا میرا دوست فرشتہ جبریل ہے اور اللہ نے کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا مگر جبریل ہی اس کا ساتھی اور قریبی ہوتا ہے یہود نے کہا! پھر تو ہم آپ سے علیحدہ ہی رہیں گے۔ اگر اس جبریل کے علاوہ کوئی فرشتہ آپ کا ساتھی ہوتا تو ہم آپ کی اتباع کرتے اور آپ کی تصدیق کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہیں میری تصدیق سے کون سی چیز مانع ہے؟ انہوں نے کہا جبرئیل ہمارا دشمن ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ** ...... **كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ**۔ پس اس وجہ سے وہ پے درپے غضب کے مستحق بن گئے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ روحاء کے مقام پر اترے تو آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ پتھروں کی طرف دوڑ کر جارہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ پوچھی تو لوگوں نے بتایا کہ وہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پتھروں میں نماز پڑھی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوکر کسی وادی سے گزرتے اور نماز کا وقت ہوجاتا تو آپ نماز ادا فرمالیتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہود مجھ پر چھا گئے تھے جب میں ان کے مدرسہ میں گیا تھا۔ انہوں نے مجھے کہا آپ سے زیادہ ہمارے نزدیک آپ کے ساتھیوں میں سے کوئی دوسرا معزز نہیں ہے کیونکہ آپ ہمارے پاس تشریف لائے ہیں۔ میں نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ کی کتب پر انتہائی تعجب ہوتا ہے کہ کیسے یہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں تورات قران کی تصدیق کرتی ہے اور قرآن تورات کی تصدیق کرتا ہے۔ پس ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو میں ان سے کلام کررہا تھا، میں نے کہا میں تم سے قسم دے کر پوچھتا ہوں تم جو اپنی کتاب میں پڑھتے ہو کیا تم جانتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں انہوں کہا ہاں۔ میں نے کہا اللہ کی قسم تم ہلاک ہوگئے کیونکہ تم جانتے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور پھر تم ان کی اتباع نہیں کرتے ہو۔ وہ کہنے لگے ہم ہلاک نہیں ہوئے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ آپ کے پاس پیغام نبوت کون لایا ہے؟ تو انہوں نے ہمارے دشمن جبریل کا نام لیا۔ کیونکہ وہ سختی، شدت، جنگ اور ہلاکت اور اس قسم کی دوسری چیزیں لاتا ہے، میں نے پوچھا تمہاری کس فرشتہ سے صلح ہے۔ انہوں نے کہا میکائل سے جو بارش اور رحمت لاتا ہے۔ میں نے پوچھا ان کے رب کی بارگاہ میں ان کا کیا مقام ہے؟ انہوں نے کہا ایک اللہ تعالیٰ کے دائیں اور دوسرا بائیں جانب ہے۔ میں نے کہا جبریل کے لئے میکائیل سے دشمنی کرنا حلال نہیں ہے اور نہ میکائل کے لئے یہ حلال ہے کہ وہ جبریل کے دشمنوں سے مصالحت کرے، بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ دونوں فرشتے اور ان کا پروردگار ان سے صلح رکھتے ہیں جو ان تمام سے صلح رکھتے ہیں اور ان سے وہ جنگ کرتے ہیں جو ان میں سے کسی سے جنگ کرتے ہیں۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تا کہ میں آپ کو اس ساری گفتگو کے متعلق عرض کرو، جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تجھے ان آیات کے متعلق نہ بتاؤں جو مجھ پر نازل ہوئیں؟ میں نے عرض کی یارسول اللہ ضرور فرمایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے **قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ** سے **لِّلْكٰفِرِيْنَ** تک تلاوت فرمائی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! اللہ کی قسم میں یہود کے پاس سے اس لئے اٹھ کر آیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 496

ہوں تا کہ آپ کو وہ باتیں بتاؤں جو انہوں نے مجھ سے کی ہیں۔ میں نے ان کو کہا میں نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے اپنے نبی کو آگاہ فرما دیا ہے۔ یہ صحیح الاسناد ہے۔ لیکن الشعبی نے حضرت عمر سے ملاقات نہیں کی ہے (1)۔

سفیان بن عیینہ نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہود کے پاس آتے تھے اور ان سے گفتگو کرتے تھے، یہود نے کہا آپ سے زیادہ کوئی معزز آپ کا ساتھی ہمارے پاس نہیں آتا، آپ ہمیں اس فرشتے کے متعلق بتائیں جو آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لیکر آتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جبریل! یہود نے کہا فرشتوں میں سے وہ ہمارا دشمن ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی وہ ہوتا جو ہمارے نبی کا ساتھی تھا تو ہم آپ کی اتباع کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہارے نبی کا ساتھی کون تھا انہوں نے کہا میکائیل، حضرت عمر نے پوچھا ان دونوں کا ماجرا کیا ہے؟ یہود نے کہا جبریل عذاب اور انتقام نازل کرتا ہے اور میکائیل رحمت اور بارش نازل کرتا ہے، ہر ایک دوسرے کا دشمن ہے، حضرت عمر نے کہا ان کا رب کے حضور مقام و مرتبہ کیا ہے، یہود نے کہا وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے قریبی فرشتے ہیں، ایک اس کی دائیں جانب ہے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، اور دوسرا بائیں جانب ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا اگر بات اسی طرح جس طرح تم کہہ رہے ہو تو پھر وہ دونوں آپس میں دشمن نہیں ہیں پھر حضرت عمر ان کی مجلس سے اٹھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو بلایا اور یہ آیت مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ...... پڑھ کر سنائیں۔ حضرت عمر نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں اسی بات پر یہود سے جھگڑ کر ابھی آ رہا ہوں۔

امام ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب یہود کے پاس گئے۔ انہوں نے حضرت عمر کو دیکھا تو انہوں نے خوش آمدید کہا۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا اللہ کی قسم میں تمہارے پاس تمہاری محبت کی وجہ سے نہیں آیا، مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، میں تم سے کچھ سننے کے لئے آیا ہوں۔ یہود نے آپ سے پوچھا تمہارے نبی کا ساتھی فرشتہ کون ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جبریل۔ انہوں نے کہا وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے رازوں پر مطلع کر دیتا ہے اور جب بھی آتا ہے جنگ اور قحط سالی لے کر آتا ہے لیکن ہمارا ساتھی تو میکائیل ہے وہ جب آتا ہے تو شادابی اور سلامتی لے کر آتا ہے، حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے تا کہ یہود کی باتیں انہیں بتائیں تو حضرت عمر کے پہنچنے سے پہلے یہ آیت کریمہ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ نازل ہو چکی تھی (1)۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مدینہ طیبہ کے بالائی علاقہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زمین تھی، جس پر آپ چکر لگاتے تھے اور آپ کا راستہ یہود کے مدارس کے پاس سے تھا۔ جب آپ گزرتے تو یہود کے پاس جاتے ان سے باتیں سنتے۔ ایک دن آپ ان کے پاس گئے تو آپ نے کہا میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے تورات کو موسیٰ کلیم اللہ پر طور سیناء کے مقام پر اتارا کیا تم اپنی کتاب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ پاتے ہو؟ یہود نے کہا ہاں ہم ان کا تذکرہ اپنے ہاں لکھا ہوا پاتے ہیں لیکن ان کا ساتھی جو ان پر وحی لاتا ہے وہ جبریل ہے اور جبریل ہمارا دشمن ہے، وہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 498 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 499

عذاب، جنگ اور زمین میں دھنسنے جیسے افعال لے کر آتا ہے، اگر ان کا ساتھی میکائیل ہوتا تو ہم ان پر ایمان لاتے، کیونکہ میکائیل رحمت اور بارش لاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا جبریل کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا مقام ہے؟ یہود نے کہا جبرئیل اللہ تعالیٰ کی دائیں جانب ہے اور میکائیل بائیں جانب ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جو اس کا دشمن ہے جو اللہ کی دائیں جانب ہے وہ اس کا بھی دشمن ہے جو اللہ کی بائیں جانب ہے اور جو اللہ کی بائیں جانب والے کا دشمن ہے وہ دائیں جانب والے کا بھی دشمن ہے اور جو ان دونوں کا دشمن ہے وہ اللہ کا بھی دشمن ہے۔ پھر حضرت عمر فاروق لوٹے تا کہ نبی کریم ﷺ کو ان باتوں کی خبر دیں تو حضرت عمر فرماتے ہیں جبرئیل مجھ سے پہلے وحی لے کر پہنچ چکے تھے، نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر کو بلایا اور یہ آیت سنائی قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ...... حضرت عمر نے عرض کی قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں فقط اسی بات کے بتانے کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوا تھا(1)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی حضرت عمر سے ملا اور کہا کہ جبرئیل جس کا تذکرہ تمہارا ساتھی کرتا ہے وہ ہمارا دشمن ہے۔ حضرت عمر فاروق نے کہا جو اللہ تعالیٰ، فرشتوں، رسولوں، جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے اللہ تعالیٰ ان کافروں کا دشمن ہے۔ فرماتے ہیں حضرت عمر کی زبان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ ابن جریر نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہی واقعہ ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، بخاری، نسائی، ابویعلی، ابن حبان اور بیہقی نے دلائل میں حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبداللہ بن سلام نے نبی کریم ﷺ کی آمد کی خبر سنی جبکہ وہ ایک زمین میں موسم خریف گزار رہے تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی جناب میں آپ سے تین سوال پوچھنا چاہتا ہوں جن کے جوابات صرف نبی ہی جانتا ہے۔ قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہے؟ اس کی وجہ کیا ہے کہ بچہ کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماں کے مشابہ ہوتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے جبریل نے ابھی ان باتوں کے متعلق بتایا ہے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا جبرئیل نے بتایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جبریل نے بتایا ہے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا وہ تو ملائکہ میں سے یہود کا دشمن ہے۔ آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ...... الآیۃ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کی پہلی علامت یہ ہے کہ مشرق سے آگ نکلے گی جو لوگوں کو مغرب میں اکٹھا کر دے گی اور جنتیوں کا پہلا کھانا وہ گوشت کا ٹکڑا ہوگا جو مچھلی کے جگر کے ساتھ اضافی ہوتا ہے بچے کی شکل کبھی ماں سے اور کبھی باپ سے مشابہت اس لئے ہوتی ہے کہ جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر سبقت لے جاتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے جب عورت کا پانی مرد کے پانی سے سبقت لے جاتا ہے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے۔ عبداللہ بن سلام نے یہ جواب سن کر کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔(3)

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے اسی آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبرئیل نے اللہ کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 499 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 505

3۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 108، مطبوعہ دار صادر بیروت

اذن سے قرآن اتارا اور اس پر آپ کے دل کو مضبوط کر دیا اور آپ کے دل پر اس کو مربوط کر دیا مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ یعنی اور یہ قرآن پہلی نازل شدہ کتب کی آیات کی اور ان رسل کی تصدیق کرنے والا ہے جن کو اللہ نے مبعوث فرمایا ہے (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ رحمہ اللہ سے مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں تورات وانجیل کی قرآن تصدیق کرنے والا ہے۔ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو سراپا ہدایت اور مومنین کے لئے مژدہ بنایا ہے کیونکہ مومن جب قرآن سنتا ہے تو اسے یاد کرتا ہے اور اسے دل میں محفوظ کرتا ہے، اس سے نفع اٹھاتا ہے اور اس سے اس کا دل مطمئن ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس سے جو وعدہ فرمایا ہے اس کی وہ تصدیق کرتا ہے۔ اس طرح وہ یقین کی دولت کو ہر لمحہ سمیٹتا رہتا ہے (2)۔

امام ابن جریر نے عبید اللہ العکی رحمہ اللہ کے طریق سے ایک قریشی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے کہا میں تم سے اس کتاب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو تم پڑھتے ہو کہ کیا تم اس میں یہ پڑھتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے متعلق بشارت دی کہ تمہارے پاس رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا، یہود نے کہا یقیناً ہم آپ کا ذکر اپنی کتاب میں پڑھتے ہیں لیکن ہم آپ کو اس لئے ناپسند کرتے ہیں کیونکہ آپ اموال کو حلال کرتے ہیں اور خون بہاتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ والی آیت نازل فرمائی (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبریل تمہارے قول عبد اللہ کی طرح ہے، جبر کا معنی عبد اور ائیل کا معنی اللہ ہے۔

ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الشعب میں، الخطیب نے المتفق والمفترق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبرائیل (کا معنی) عبد اللہ، میکائیل (کا معنی) عبید اللہ اور ہر اسم جس میں ایل ہو وہ عبد اللہ کے معنی میں ہے۔

امام دیلمی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبریل کا نام عبد اللہ ہے اور اسرافیل کا نام عبد الرحمٰن ہے (4)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ نے العظمہ میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبرائیل کا اسم عبد اللہ اور میکائیل کا اسم عبید اللہ، اسرافیل کا نام عبد الرحمٰن ہے ہر چیز جو ایل کی طرف لوٹتی ہو وہ اللہ کی عبادت کرنے والی ہے (5)۔

امام ابن المنذر نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبرائیل کا نام عبد اللہ، میکائیل کا نام عبید اللہ اور فرمایا الال (کا معنی) اللہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً (التوبہ: 10) فرمایا اس کا معنی ہے وہ اللہ کا لحاظ نہیں کرتے۔

امام ابو عبید اور ابن المنذر نے حضرت یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وہ حضرت جبرئیل کو جبرال پڑھتے تھے اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 501 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 504 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 505

4۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 15، مطبوعہ دار صادر بیروت 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا جلد 1، صفحہ 503

فرماتے تھے جبر کا معنی عبد ہے اور ال کا معنی اللہ ہے۔

امام وکیع نے علقمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ جبر یل اور میکائیل پڑھتے تھے۔

امام وکیع اور ابن جریر نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبر کا معنی عبد اور ایل سے مراد اللہ ہے اور میک کا معنی عبد اور ایل سے مراد اللہ ہے، اسراف کا معنی عبد اور آیل سے مراد اللہ ہے (1)۔

امام طبرانی، ابوالشیخ (العظمہ میں) بیہقی نے الشعب میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جبرئیل باتیں کر رہے تھے، اچانک آسمان کا افق پھٹ گیا۔ جبرئیل اپنے آپ کو پست کرنے لگے اور اکھٹے ہونے لگے اور زمین کے قریب ہونے لگے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک فرشتہ آ گیا۔ اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور تجھے بادشاہ نبی اور عبد نبی بننے کا اختیار دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبرئیل نے میری طرف اپنے ہاتھ سے تواضع کرنے کا اشارہ کیا تو میں جان گیا کہ وہ مجھے نصیحت کر رہے ہیں۔ میں نے کہا میں عبد نبی بننا چاہتا ہوں۔ وہ فرشتہ آسمان کی طرف بلند ہو گیا۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل میں نے تجھ سے اس کے متعلق پوچھنے کا ارادہ کیا تھا پھر میں نے تیری حالت دیکھی تو تجھ سے سوال نہ کیا اے جبرئیل یہ کون تھا؟ جبرئیل نے کہا یہ اسرافیل فرشتہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جس دن سے اسے پیدا فرمایا ہے یہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہے، اوپر نظر نہیں اٹھاتا، اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ستر نوروں میں جو نور اس کے قریب ہوتا ہے پھٹ جاتا ہے، لوح محفوظ اس کے سامنے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں یا زمین میں کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو لوح محفوظ بلند ہوتی ہے، یہ اپنی پیشانی اٹھاتا ہے اور اس میں دیکھ لیتا ہے، اگر وہ کام میرے متعلق ہو تو یہ مجھے حکم دیتا ہے، اگر میکائیل کے متعلق ہو تو اسے اس کا حکم دیتا ہے اور اگر وہ کام ملک الموت کے متعلق ہو تو اسے حکم دیتا ہے میں نے پوچھا جبرئیل تیری کیا ڈیوٹی ہے۔ فرمایا ہواؤں اور لشکروں پر میری ڈیوٹی ہے۔ میں نے پوچھا میکائیل کی کیا ذمہ داری ہے جبرئیل نے کہا نباتات اور بارش کی ذمہ داری اس کے سپرد ہے۔ میں نے پوچھا ملک الموت کا کیا کام ہے جبرئیل نے کہا وہ روحیں قبض کرتا ہے، میرا گمان تھا کہ وہ قیامت کے قیام کے ساتھ اترا ہے، جو آپ نے اس کی آمد کے وقت میری کیفیت دیکھی تھی اس کی وجہ قیامت کے قیام کا خوف تھا (2)۔

امام طبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں افضل ترین فرشتے کے متعلق نہ بتاؤں۔ وہ جبرئیل ہے اور نبیوں میں سے افضل نبی آدم ہیں اور دنوں میں سے افضل دن جمعہ ہے اور مہینوں میں سے افضل مہینہ رمضان ہے اور راتوں میں سے افضل رات لیلۃ القدر ہے اور عورتوں میں سے افضل عورت مریم بنت عمران ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت عبدالعزیز بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 503 2۔ شعب الایمان، جلد 1 صفحہ 177، رقم الحدیث، 157

3۔ مسند الفردوس للدیلمی، جلد اول، رقم الحدیث، 475، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

جبرئیل علیہ السلام کا نام فرشتوں میں خادم اللہ ہے۔

امام ابونعیم نے الحلیہ میں عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت جبرئیل نے کہا میرا رب مجھے کسی کام کی طرف بھیجتا ہے تاکہ میں وہ کام کروں تو میں تقدیر کو دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے سبقت لے چکی ہوتی ہے۔

ابوالشیخ نے موسیٰ بن عائشہ سے روایت کیا ہے رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جبرئیل آسمان والوں کا امام ہے، ابوالشیخ نے عمرو بن مرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبرئیل جنوب کی ہوا پر متعین ہے۔ بیہقی نے الشعب میں ثابت سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو لوگوں کی حوائج وضروریات پر متعین فرمایا ہے، جب مومن دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے جبرئیل اس کی حالت کو روک لے کیونکہ میں اس کی دعا پسند کرتا ہوں، جب کافر دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے جبرئیل اس کی حاجت کو پورا کردے کیونکہ میں اس کی دعا کو ناپسند کرتا ہوں (1)۔ ابن ابی شیبہ نے ثابت عن عبداللہ بن عبید سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبرئیل انسانوں کی حوائج پر متعین ہے، جب مومن اپنے رب سے سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کی حاجت کو روک لے کیونکہ اس کی دعا کی زیادتی مجھے محبوب ہے اور جب کافر سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اے جبرئیل) اس کی حاجت پوری کردے میں اس کی دعا کو ناپسند کرتا ہوں۔

امام بیہقی اور الصابونی نے المائتین میں جابر بن عبداللہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جبرئیل کے سپرد انسانوں کی حاجات ہیں، جب مومن دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے جبرئیل میرے بندے کی حاجت کو روک لے کیونکہ میں اس سے اور اس کی آواز سے محبت کرتا ہوں اور جب کافر دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے جبرئیل میرے بندے کی حاجت کو پورا کردے میں اس کو اور اس کی آواز کو ناپسند کرتا ہوں (2)۔

امام ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل کو فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ میں تیری صورت کو دیکھوں جبرئیل نے کہا کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ جبرئیل نے کہا فلاں وقت رات کو بقیع الفرقد میں میں آپ کو اپنی شکل دکھاؤں گا۔ جبرئیل اپنے وعدہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے اور اپنے پروں میں سے ایک پر پھیلایا تو اس نے آسمان کے افق کو ڈھانپ لیا حتی کہ آسمان سے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

امام احمد اور ابوالشیخ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے جبرئیل کو اترتے ہوئے دیکھا اس نے کائنات کو بھر دیا اور اس پر سندس کا لباس تھا اور ان کے ساتھ موتی اور یاقوت جڑے ہوئے تھے (3)۔ ابو الشیخ نے شریح بن عبید سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آسمان کی طرف بلند ہوئے تو جبرئیل کو اپنی اصل شکل میں دیکھا، اس کی تخلیق میں اس کے پروں پر زبرجد، موتی اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ فرمایا مجھے یوں محسوس ہوا کہ میری آنکھوں کے سامنے سے افق کو اس نے ڈھانپ دیا ہے۔ میں نے پہلے بھی جبرئیل کو مختلف صورتوں میں دیکھا تھا اور اکثر میں اسے دحیہ

1۔ شعب الایمان، جلد ہفتم، رقم الحدیث، 10034 2۔ کنزل العمال، جلد دوم، رقم الحدیث، 3263، مطبوعہ مستہ الرسالۃ

3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 140، رقم الحدیث، 15168

کلبی کی شکل میں دیکھتا تھا اور کبھی میں اسے دیکھتا تھا جیسے کوئی شخص اپنے ساتھی کو چھاننی کے پیچھے سے دیکھتا ہے۔

ابن جریر نے حضرت حذیفہ سے اور ابن جریر اور قتادہ سے روایت کیا ہے اور ان کی احادیث ایک دوسرے کی احادیث میں داخل ہیں۔ جبرئیل کے دو پر ہیں اور اس کے اوپر موتیوں سے مرصع ایک چادر ہے، اس کے اگلے دانت چمکدار ہیں، اس کی پیشانی روشن ہے، اس کا سر مضبوط مرجان کی مثل ہے اور مرجان ایک موتی ہے گویا وہ برف ہے اور اس کے پاؤں سبزی مائل ہیں۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبرئیل کے دونوں کندھوں کے درمیان پانچ سو سال تیز رفتار پرندے کے اڑنے کا فاصلہ ہے۔

ابوالشیخ نے وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے جبرئیل کی تخلیق کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کے کندھے کے درمیان جو جگہ ہے وہ سات سو سال پرندے کے اڑنے کی مسافت ہے۔

امام ابن سعد اور بیہقی نے دلائل میں عمار بن ابی عمار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ مجھے جبرئیل اصل شکل میں دکھاؤ آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کو نہیں دیکھ سکو گے، حضرت حمزہ نے عرض کی حضور! مجھے ضرور وہ دکھائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھے تو جبرئیل اس لکڑی پر اترے جو کعبہ میں لگائی گئی تھی جس پر مشرک طواف کرتے وقت اپنے کپڑے لٹکا دیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم اپنی نظر کو اٹھاؤ اور دیکھو، حمزہ نے نظریں اٹھائیں تو جبرئیل کے قدموں کو دیکھا جو سفید زبرجد کی مثل تھے پس حضرت حمزہ غش کھا کر گر پڑے (1)۔

امام ابن المبارک نے الزہد میں ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جبرئیل علیہ السلام سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنی شکل دکھائے، جبرئیل نے کہا آپ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ فرمایا میں تجھے اصل شکل میں دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ ایک رات رسول اللہ ﷺ عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے، جبرئیل اس چاندنی رات میں آئے تو رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی جب آپ نے اسے دیکھا۔ پھر آپ ﷺ کو افاقہ ہوا تو جبرئیل آپ کو سہارا دیئے ہوئے تھے اور ایک ہاتھ آپ کے سینہ پر اور دوسرا ہاتھ کندھوں کے درمیان رکھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے مخلوق میں سے کوئی چیز اس طرح کی نہیں دیکھی۔ جبرئیل نے کہا اگر آپ اسرافیل کو دیکھتے تو آپ کی کیا حالت ہوتی، اس کے بارہ پر ہیں، ایک پر اس کا مشرق میں ہے اور ایک پر مغرب میں ہے اور عرش اس کے کندھے پر ہے اور کبھی وہ عظمت الٰہی کی وجہ سے اپنے آپ کو سکیڑ لیتا ہے حتی کہ وہ پوشیدہ چیز کی مثل ہو جاتا ہے حتی کہ اس کے عرش کو کوئی چیز نہیں اٹھاتی سوائے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں ابوجعفر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت سیدنا صدیق اکبر جبرئیل کی نبی کریم ﷺ سے گفتگو سنتے تھے لیکن اسے دیکھتے نہیں تھے۔

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب میں نے جبرئیل کو دیکھا اور جبرئیل کو کسی نے نہیں دیکھا مگر وہ اندھا ہوگیا مگر یہ کہ وہ دیکھنے والا نبی ہو لیکن یہ تیری آخری عمر میں ہوگا۔

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 81، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

ابوالشیخ نے حضرت ابوسعید کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جنت میں ایک نہر ہے اس میں کبھی جبرئیل داخل ہوتا ہے اور پھر نکلتا ہے اور اپنے پروں کو جھاڑتا ہے تو ہر قطرے سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔

امام ابوالشیخ نے ابوالعلاء بن ہارون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبرئیل ہر روز نہر کوثر میں غوطہ لگاتا ہے پھر اپنے پروں کو جھاڑتا ہے تو ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جبرئیل میرے پاس آتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے ساتھی کے پاس آتا ہے اور وہ ایسے سفید کپڑوں میں ملبوس ہوتا ہے جس پر موتی اور یاقوت جڑے ہوتے ہیں، اس کا سر راستہ کی مانند ہے اور اس کے بال مرجان کی طرح ہیں اور اس کا رنگ برف کی طرح ہے، پیشانی روشن ہے، دانت چمکدار ہیں، اس کے اوپر دو چادریں ہیں جو موتیوں سے مرصع ہیں، اس کے دو پر سبز ہیں اور اس کے پاؤں سبزی میں ڈھکے ہوئے ہیں اور اس کی اصلی صورت ایسی ہے کہ آسمان کے افق کو بھر دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے روح اللہ میں تجھے اصل صورت میں دیکھنے کی خواہش کرتا ہوں، پس اس نے اصل صورت اختیار کی تو دونوں افقوں کو بھر دیا۔

ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل کو فرمایا کیا تو نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے، جبرئیل نے کہا میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان آگ یا نور کے ستر حجابات ہیں، اگر میں ان کو قریب سے دیکھوں تو جل جاؤں۔

امام طبرانی، ابن مردویہ اور ابونعیم نے الحلیہ میں ایک کمزور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ آسمان کے علاوہ بھی کسی مخلوق کے ذریعے پوشیدہ ہے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ اور عرش کے گرد رہنے والے فرشتوں کے درمیان ستر نور کے اور ستر آگ کے، ستر ظلمت کے، ستر رفارف استبرق کے، ستر رفارف سندس کے، ستر سفید موتیوں کے، ستر سرخ موتیوں کے، ستر زرد موتیوں کے، ستر سبز موتیوں کے، ستر روشنی کے، ستر برف کے، ستر اولوں کے اور ستر عظمت الٰہیہ کے حجابات ہیں جن کی توصیف ممکن نہیں فرماتے ہیں پھر عرض کیا۔ مجھے اس فرشتہ کے متعلق بتائیں جو اللہ تعالیٰ کے قریب رہتا ہے فرمایا جو فرشتہ قریب رہتا ہے وہ اسرافیل ہے پھر جبرئیل پھر میکائیل اور پھر ملک الموت کا مقام ہے (علیہم السلام) (1)

امام احمد نے الزہد میں ابوعمران الجونی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ جبرئیل امین رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو وہ رو رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کی میں کیوں نہ روؤں! اللہ کی قسم جب سے اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا فرمایا ہے میری آنکھ آنسوؤں سے خشک نہیں ہوئی اس خوف سے کہ کہیں مجھ سے اس کی نافرمانی نہ ہو جائے اور پھر وہ مجھے دوزخ میں پھینک دے۔

احمد نے الزہد میں رباح سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جبرئیل کو فرمایا تو جب

1۔ مجمع الزوائد، جلد 1، صفحہ 251، مطبوعہ دار الفکر بیروت

آتا ہے تیری آنکھوں میں آنسو ہوتے ہیں؟ عرض کی جب سے اللہ نے دوزخ کو پیدا کیا ہے میں کبھی نہیں ہنسا (1)۔

احمد نے اپنی مسند میں اور ابوالشیخ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے میں نے کبھی میکائیل کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تو انہوں نے عرض کی جب سے آگ پیدا کی گئی ہے میکائیل نہیں ہنسا ہے (2)۔

امام ابوالشیخ نے عبدالعزیز بن ابی داؤد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جبرئیل اور میکائیل کی طرف دیکھا تو وہ دونوں رو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کیوں رو رہے ہو حالانکہ تمہیں علم ہے میں ظلم نہیں کرتا۔ جبرئیل و میکائیل نے عرض کی یا رب ہم تیری تدبیر سے بے خوف نہیں ہیں۔ فرمایا اسی طرح دونوں نے فرمایا کیونکہ تدبیر الٰہی سے وہی بے خوف ہوتا ہے جو خاسر ہوتا ہے۔

امام ابوالشیخ نے اللیث کے طریق سے خالد بن سعید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ اسرافیل آسمان والوں کے لئے اذان دیتے ہیں، وہ دن کی بارہ ساعتوں اور رات کی بارہ ساعتوں کے لئے اذان دیتے ہیں اور ہر گھڑی کے لئے اذان ہے، اس کی اذان کو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی مخلوق سنتی ہے لیکن انسان اور جن نہیں سنتے پھر بڑے بڑے فرشتے آگے بڑھتے ہیں اور وہ سب کی امامت کراتے ہیں۔ فرمایا ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ میکائیل ملائکہ کی بیت المعمور میں امامت کراتے ہیں۔

حکیم ترمذی نے زید بن رفیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرئیل اور میکائیل آئے جبکہ آپ ﷺ مسواک فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے مسواک جبرئیل کو دے دیا تو جبرئیل نے کہا مسواک بڑے کو دو تو آپ ﷺ نے میکائیل کو مسواک دیا کیونکہ وہ بڑا ہے۔

امام ابوالشیخ نے عکرمہ بن خالد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ خالد نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سی مخلوق معزز ہے، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل آئے تو آپ ﷺ نے یہی سوال جبرئیل سے پوچھا اس نے بھی کہا کہ مجھے معلوم نہیں ہے، پس جبرئیل اوپر گئے پھر نیچے اترے اور بتایا کہ اللہ کی بارگاہ میں معزز ترین مخلوق جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت ہے۔ جبرئیل صاحب جنگ اور رسولوں کے پاس وحی لانے والا ہے اور میکائیل بارش برسانے والا اور ہر پتہ کو اگانے والا اور ہر پتے کو گرانے والا ہے اور ملک الموت بحر و بر میں ہر بندے کی روح قبض کرنے والا ہے اور اسرافیل اللہ کا امین ہے اس کے اور اس کے بندوں کے درمیان۔

حضرت ابوالشیخ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی بارگاہ میں مقرب ترین مخلوق جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے پچاس ہزار سال کی مسافت پر ہیں، جبرئیل اللہ تعالیٰ کی دائیں جانب ہے اور میکائیل بائیں جانب ہے اور اسرافیل ان دونوں کے درمیان ہے۔ ابوالشیخ نے خالد بن ابی عمران رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبرئیل امین، اللہ کے رسولوں کی طرف اللہ کا امین ہے، میکائیل ان کتب کو لیتا

1۔ کتاب الزہد از امام احمد، صفحہ 36، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 224، مطبوعہ دار صادر بیروت

ہے جولوگوں کے اعمال کی، ہوتی ہیں اور اسرافیل دربان کے قائم مقام ہے۔

امام سعید بن منصور، احمد، ابن ابی داؤد (المصاحف میں)، ابوالشیخ نے العظمہ میں، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسرافیل صور پھونکنے والا ہے، جبرئیل اللہ کی دائیں جانب ہے اور میکائیل بائیں جانب ہے اور اسرافیل ان دونوں کے درمیان ہے۔

امام ابوالشیخ نے وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ملائکہ میں سے اللہ کے قریب جبرئیل پھر میکائیل ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کا اس کے اچھے عمل کی وجہ سے ذکر فرماتا ہے تو فرماتا ہے فلاں ابن فلاں نے میری اطاعت کا فلاں عمل کیا ہے، اس پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ پھر میکائیل جبرئیل سے پوچھتا ہے ہمارے رب نے کیا کیا، وہ کہتا ہے فلاں شخص کا اچھے عمل کی وجہ سے ذکر کیا گیا ہے تو وہ بھی اس بندے کے لئے دعا کرتا ہے۔ پھر میکائیل سے آسمان والے پوچھتے ہیں ہمارے رب نے کیا کیا؟ میکائیل کہتا ہے فلاں ابن فلاں کا اچھے عمل کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے تو وہ اس کے دعا کرتے ہیں۔ پس یہ سلسلہ زمین تک جاری رہتا ہے اور جب کسی بندے کا ذکر برے عمل کی وجہ سے ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلاں ابن فلاں نے میری نافرمانی کی اس پر میری لعنت ہو۔ پھر میکائیل جبرئیل سے پوچھتے ہیں کہ ہمارے رب نے کیا کیا؟ وہ کہتا ہے فلاں بن فلاں برے عمل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ پس اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ یہ سلسلہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف جاری رہتا ہے حتیٰ کہ زمین تک پہنچ جاتا ہے۔

حاکم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان میں میرے دو وزیر جبرئیل و مکائیل ہیں اور زمین پر ابوبکر و عمر ہیں (1)۔

امام طبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان میں دو فرشتے ہیں ایک شدت کا حکم کرتا ہے اور ایک نرمی کا حکم کرتا ہے اور ہر ایک درست کام کرتا ہے وہ فرشتے جبرئیل اور میکائیل ہیں۔ اور دو نبی ہیں ایک نرمی کا حکم دیتا ہے اور دوسرا سختی کا حکم دیتا ہے اور ہر ایک صحیح حکم کرنے والا ہے۔ اور ابراہیم اور نوح کا ذکر فرمایا اور فرمایا میرے دو دوست ہیں ایک نرمی کا حکم دیتا ہے اور دوسرا سختی کا حکم دیتا ہے ہر ایک اپنے کام میں ٹھیک ہے، آپ نے ابوبکر و عمر کا ذکر کیا (1)۔

البزار، طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں چند بزرگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! ابوبکر کہتے ہیں کہ نیکیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور برائیاں بندوں کی طرف سے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نیکیاں اور برائیاں اللہ کی طرف سے ہیں۔ ایک قوم نے ابو بکر کے نکتہ نظر سے اتفاق کیا ہے اور ایک قوم نے حضرت عمر کے خیال کی اتباع کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 290، رقم الحدیث، 3046، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ معجم کبیر از طبرانی، جلد 11، صفحہ 179، مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم

درمیان اسرافیل کے فیصلہ کے ساتھ فیصلہ کروں گا جو انہوں نے جبرئیل اور میکائیل کے درمیان کیا تھا۔ میکائیل وہی کہتے تھے جو ابوبکر کہتے ہیں اور جبرئیل وہ کہتے تھے جو عمر کہتے ہیں۔ جبرئیل نے میکائیل سے کہا ہم آسمان والے اور زمین والے اختلاف کریں گے تو اسرافیل سے فیصلہ کرائیں گے تو وہ دونوں اپنا فیصلہ اسرافیل کے پاس لے گئے تو اس نے ان کے درمیان تقدیر کی حقیقت کے ساتھ فیصلہ کیا یعنی خیر، شر، میٹھا، کڑوا سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر بے شک اللہ تعالیٰ اگر یہ ارادہ فرماتا کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے تو ابلیس کو پیدا ہی نہ کرتا، ابوبکر نے کہا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا (1)۔ حاکم نے ابوالملیح عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فجر کی دو رکعتیں پڑھیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو ہلکی پھلکی رکعتیں پڑھیں، فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكَائِيْلَ وَ اِسْرَافِيْلَ وَ مُحَمَّدٍ اَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ

''اے اللہ! اے جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب! میں آگ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ یہ دعا آپ نے تین مرتبہ کی'' (2)۔

احمد نے الزہد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غنودگی طاری ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر میری گود میں تھا میں آپ کے چہرے کو صاف کر رہی تھی اور آپ کے لئے شفا کی دعا کر رہی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو افاقہ ہوا تو فرمایا نہیں بلکہ میں جبریل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کے ساتھ رفیق اعلیٰ کا اللہ سے سوال کرتا ہوں۔

وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَ مَا يَكْفُرُ بِهَاۤ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

''اور یقیناً ہم نے اتارے ہیں آپ پر روشن نشان اور کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا ان کا بجز نافرمانوں کے۔ کیا (یوں نہیں) کہ جب کبھی انہوں نے وعدہ کیا تو پھر توڑ پھینکا اسے انہیں میں سے ایک گروہ نے بلکہ ان کی اکثریت تو (سرے سے) ایمان ہی نہیں لائی۔ اور جب آیا ان کے پاس رسول اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو پھینک دیا ایک جماعت نے اہل کتاب سے اللہ کی کتاب کو اپنی پشتوں کے پیچھے جیسے وہ کچھ جانتے ہی نہیں''۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، ابن صوریا

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 395، مطبوعہ دارالفکر بیروت 2۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 721، (6610)

نے نبی کریم ﷺ سے کہا اے محمد آپ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں لائے جو ہم جانتے ہوں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر واضح آیت (نشانی) نازل فرمائی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ۚ وَ مَا یَكْفُرُ بِهَاۤ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ نازل فرمائی (1)۔

امام مالک بن الصیف کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے جو یہود سے محمد ﷺ کے متعلق میثاق لیا تھا اس کا ذکر ہوا تو یہود نے کہا اللہ کی قسم ہم سے تو محمد ﷺ کے متعلق کوئی عہد نہیں لیا گیا اور نہ کوئی وعدہ لیا گیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ کا ارشاد نازل فرمایا۔

امام ابن جریر نے الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ہم نے آپ کی طرف واضح آیات نازل کیں، آپ ان پر ان آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور صبح وشام ان کو آگاہ کرتے ہیں اور آپ ان کے پاس امی ہیں جس نے کسی انسان کے پاس کوئی کتاب نہیں پڑھی اور جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہے اس کے متعلق بھی آپ ان کو خبر دیتے ہیں، اس میں ان کے لئے بیان اور عبرت ہے اور ان کے خلاف حجت ہے اگر یہ حقیقت کو جان لیتے (2)۔

امام ابن جریر نے قتادہ سے نَّبَذَهٗ کا معنی نَقَضَهٗ (توڑنا) روایت کیا ہے (3)۔

امام ابن جریر نے ابن جریج سے نَّبَذَهٗ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ زمین پر وہ کوئی بھی عہد کرتے تو توڑ دیتے تھے ایک دن عہد کرتے تھے اور دوسرے دن توڑ دیتے تھے۔ فرماتے ہیں عبداللہ کی قرأت میں نَقَضَهٗ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ ہے (4)۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ...... کے تحت روایت کیا ہے کہ جب محمد ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے آپ کے ساتھ تورات کا معارضہ کیا۔ قرآن اور تورات اصول میں متفق پائے گئے، تو انہوں نے تورات کو پس پشت پھینک دیا اور آصف کی کتاب اور ہاروت و ماروت کے جادو کو لے لیا، گویا وہ جانتے ہی نہیں کہ محمد ﷺ کی اتباع اور آپ کی تصدیق کا حکم تورات میں ہے (5)۔

وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی مُلْكِ سُلَیْمٰنَ ۚ وَ مَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّیٰطِیْنَ كَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَیْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ ؕ وَ مَا یُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰی یَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَیَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا یُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ یَتَعَلَّمُوْنَ مَا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 507 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 506 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 509
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 510

يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

''اور پیروی کرنے لگے اس کی جو پڑھا کرتے تھے شیطان سلیمان کے عہد حکومت میں حالانکہ سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے ہی کفر کیا سکھایا کرتے تھے لوگوں کو جادو نیز وہ بھی جو اتارا گیا دو فرشتوں پر (شہر) بابل میں (جن کے نام) ہاروت اور ماروت تھے اور (کچھ) نہ سکھاتے تھے وہ دونوں کسی کو جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں (ان پر عمل کر کے) کفر مت کرنا (اس کے باوجود) لوگ سیکھتے رہے ان دونوں سے وہ منتر جس سے جدائی ڈالتے تھے خاوند اور اس کی بیوی میں اور وہ ضرر نہیں پہنچا سکتے اپنے جادو منتر سے کسی کو بغیر اللہ کے ارادہ کے اور وہ سیکھتے ہیں وہ چیز جو ضرر رساں ہے ان کے لئے اور نہیں نفع پہنچا سکتی انہیں اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس نے اس کا سودا کیا اس کے لئے آخرت میں (رحمت الٰہی سے) کوئی حصہ نہیں اور بہت بری ہے وہ چیز بیچا ہے انہوں نے جس کے عوض اپنی جانوں (کی فلاح کو) کاش وہ کچھ جانتے''۔

حضرت سفیان بن عیینہ، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں شیاطین چوری چھپے آسمان سے باتیں سنتے ہیں پھر جب کوئی ایک کلمہ سچ سن لیتا تو اس پر ہزار جھوٹ بولتا پس لوگوں کے دلوں میں یہ جھوٹ رچ بس گئے اور انہوں نے ان جھوٹی باتوں کو مدون کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد کو اس پر مطلع فرما دیا آپ نے وہ ساری کتب اکٹھی کر کے اپنی کرسی کے نیچے دفن کروا دیں۔ جب حضرت سلیمان کا وصال ہوا تو شیطان راستہ پر کھڑا ہو گیا اور کہا کیا میں تمہاری سلیمان کے خزانے پر رہنمائی نہ کروں، ان کے اس محفوظ خزانے کی مثل کسی کے پاس خزانہ نہیں ہے، لوگوں نے کہا ہاں بتا دے۔ لوگوں نے ان کتابوں کو آپ کی کرسی کے نیچے سے نکالا تو وہ جادو کی کتب تھیں اور قوموں نے ان کو متواتر نقل کیا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کی برأت کو نازل فرمایا اس جادو کے متعلق جو لوگ آپ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ فرمایا وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰي مُلْكِ سُلَيْمٰنَ۔ (1)

امام نسائی، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آصف حضرت سلیمان علیہ السلام کا کاتب تھا اور وہ اسم اعظم جانتا تھا، وہ ہر چیز حضرت سلیمان کے حکم سے لکھتا تھا اور اسے آپ کی کرسی کے نیچے دفن کرتا تھا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال ہوا تو شیاطین نے وہ تحریریں نکالیں اور ان کی ہر دو سطروں کے درمیان جادو اور کفریہ عبارتیں لکھ دیں۔ شیطانوں نے کہا حضرت سلیمان ان پر عمل کرتے تھے، پس جاہل لوگوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور آپ کو برا بھلا کہا (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ) ان کے علماء اس مسئلہ میں توقف کر گئے، جاہل لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان میں نازیبا کلمات کہتے رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی برأت نازل فرمائی وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 517

حکمرانی ختم ہوگئی تو جنوں اور انسانوں میں سے چند گروہ مرتد ہو گئے اور انہوں نے خواہشات کی پیروی کی۔ جب حضرت سلیمان کو پھر بادشاہی مل گئی تو لوگ دین پر عمل پیرا ہو گئے۔ آپ ان شیطانوں کی کتب پر غالب آ گئے اور انہیں اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیا، پھر جب آپ کا وصال ہو گیا تو جن وانس اپنی کتب پر غالب آ گئے۔ انہوں نے کہا یہ اللہ کی کتاب ہے جو اس نے سلیمان پر نازل کی تھی اور سلیمان نے اسے ہم سے چھپائے رکھا تھا، پس انہوں نے اس کو ترویج دے کر اسے دین بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ نازل فرمایا کہ وہ لوگ اس خواہشات کی پیروی کرتے تھے جو شیاطین ان کے پاس پڑھتے تھے۔ یہ لہو ولعب کے آلات تھے اور ہر وہ چیز جو اللہ کے ذکر سے روکتی تھی۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ فرماتے یا کوئی اور کام کرنے لگتے تو اپنی انگوٹھی اپنی بیوی الجرادہ کو دے دیتے تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کرنا چاہا جس میں اللہ نے انہیں مبتلا کیا تھا تو انہوں نے انگوٹھی اپنی بیوی کو دی تو شیطان حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل میں آیا اور کہا کہ میری انگوٹھی مجھے دے، شیطان نے وہ انگوٹھی لے لی اور پہن لی۔ جب اس نے وہ انگوٹھی پہنی تو شیاطین، جن اور انسان اس کے قریب ہو گئے۔ پھر جب حضرت سلیمان اپنی بیوی کے پاس آئے اور اپنی انگوٹھی طلب کی تو بیوی نے کہا تو جھوٹ بول رہا ہے تو سلیمان نہیں ہے، حضرت سلیمان سمجھ گئے کہ آزمائش کی گھڑی آ پہنچی ہے۔ شیاطین نے ان ایام میں جادو اور کفر سے ملوث کتابیں لکھیں۔ پھر انہیں حضرت سلیمان کی کرسی کے نیچے دفن کر دیا پھر انہیں نکال کر لوگوں کے سامنے پڑھا اور کہا کہ حضرت سلیمان ان کتب کی وجہ سے لوگوں پر غالب رہتے تھے۔ لوگوں نے حضرت سلیمان سے برأت کا اظہار کیا اور ان کی طرف کفر کو منسوب کرنے لگے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ان پر یہ آیات نازل فرمائیں: وَمَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّیٰطِیْنَ كَفَرُوْا۔(1)

امام ابن جریر نے شہر بن حوشب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہود نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھو یہ حق کو باطل کے ساتھ ملاتا ہے، یہ سلیمان کا انبیاء کے ساتھ ذکر کرتا ہے حالانکہ وہ جادوگر تھے، ہوا پر سوار ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ (الآیہ)(2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہود نے ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تورات کے چند امور کے متعلق سوال کیا، وہ جس چیز کے متعلق سوال کرتے تھے اللہ تعالیٰ اس کے متعلق قرآن نازل فرما دیتے تھے، پس آپ یہود سے جھگڑا کرتے۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ جو ہم پر نازل کیا گیا ہے یہ اس کو ہم سے زیادہ جانتا ہے۔ یہود نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جادو کے متعلق پوچھا اور اس کے ذریعے آپ سے مخاصمہ شروع کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ (الآیہ) شیطانوں نے جان بوجھ کر ایک کتاب لکھی جس میں جادو اور کہانت وغیرہ کے متعلق امور تھے، پس انہوں نے اس کتاب کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی نشست کے نیچے دفن کر دیا اور حضرت سلیمان (از خود) غیب

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 516　2۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 518

نہیں جانتے تھے، جب حضرت سلیمان کا وصال ہوا تو شیطانوں نے وہ جادو باہر نکالا اور اس کے ساتھ لوگوں کو دھوکا دیا اور کہا یہ وہ علم ہے جو حضرت سلیمان چھپائے ہوئے تھے اور لوگ آپ سے حسد کرتے تھے، پس نبی کریم ﷺ نے یہود کو اس جادو کی حقیقت کے متعلق بتایا تو وہ واپس اپنا منہ لے کر لوٹ گئے اور اللہ نے یہود کی حجت کو ختم کر دیا(1)۔

امام سعید بن منصور نے خصیف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت سلیمان جب کسی درخت کو اگا ہوا دیکھتے تو پوچھتے تو کس مرض کا علاج ہے؟ وہ درخت اپنے سب فوائد بیان کر دیتا۔ جب الخرنوبہ کا درخت پیدا ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا تو کس مرض کی دوا ہے؟ اس نے کہا میں تیری مسجد کو خراب کروں گا۔ پس کچھ عرصہ بعد آپ کا وصال ہو گیا تو شیطانوں نے ایک کتاب لکھی اور اسے حضرت سلیمان کی جائے نماز میں رکھ دیا اور کہا ہم تم لوگوں کو اس چیز پر رہنمائی کرتے ہیں جو حضرت سلیمان عمل میں لاتے تھے، وہ چلے اور وہ کتاب نکال لائے، اس کتاب میں جادو اور شرکیہ دم تھے۔ پس اللہ نے وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَیْمٰنَ ۚ وَ مَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّیٰطِیْنَ كَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَیْنِ (الایہ) نازل فرمائی۔ یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت ابی کی قرأت میں وما یتلی ہے۔ فرشتے انہیں اس جادو کو سیکھنے سے منع کرتے حتی کہ سات مرتبہ منع کرتے، اگر وہ شخص انکار کرتا اور سیکھنے پر بضد ہوتا تو وہ اس کو سکھا دیتے۔ پس اس سے نور خارج ہوتا حتی کہ وہ آسمان میں چھا جاتا۔ فرماتے ہیں وہ معرفت جس کے ذریعے عرفان حاصل کرتا تھا (وہ نکل جاتی)(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر نے ابو مجلز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت سلیمان نے ہر جانور سے عہد لیا تھا، جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچتی تو وہ اس عہد کے واسطہ سے سوال کرتا تو وہ جانور اس کا راستہ چھوڑ دیتا۔ لوگوں نے اس کو جادو تصور کیا اور کہا کہ حضرت سلیمان اس پر عمل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ الایۃ(3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مَا تَتْلُوا کا معنی ماتتبع (اتباع کرنا) روایت کیا ہے(4)۔

امام ابن جریر نے عطاء سے مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو وہ بیان کرتے تھے(5)۔

امام ابن جریر نے ابن جریج رحمہ اللہ سے عَلٰى مُلْكِ سُلَیْمٰنَ کا معنی فی ملك سلیمان کیا ہے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں(6)۔

امام ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ یہ کفریہ دھندا نہ آپ کے مشورہ سے تھا اور نہ آپ کی رضا سے تھا، یہ تو ایسی چیز تھی جو شیطانوں نے خود گھڑی تھی۔ اور سحر (جادو) کی دو قسمیں تھیں۔ ایک وہ جو شیاطین سکھاتے تھے اور ایک وہ جو ہاروت و ماروت سکھاتے تھے(7)۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَیْنِ کے تحت روایت کیا ہے یہ ایک دوسرا جادو تھا جس کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 512　2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 576
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 517　4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 514　5۔ ایضاً
6۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 515　7۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 518

ذریعے لوگوں نے مخاصمہ کیا تھا کیونکہ ان کے درمیان ملائکہ کا کلام جس کو جب انسانوں نے سیکھا تو اس کو بنایا اور اس پر عمل کیا تو وہ جادو بن گیا(1)۔

امام ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک جادو وہ تھا جو شیاطین سکھاتے تھے اور وہ جادو جو فرشتے سکھاتے تھے وہ میاں بیوی کے درمیان تفریق تھی(2)۔

ابن جریر، ابن المنذ راور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ وہ تھا جس کے ذریعے میاں بیوی کے درمیان تفریق ہوتی تھی(3)۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے مذکورہ جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جادو نازل نہیں فرمایا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت علی سے اس آیت کے تحت نقل کیا ہے کہ وہ دو فرشتے آسمان کے فرشتوں سے تھے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع نقل کی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے عبدالرحمٰن بن ابزی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمَانَ۔

امام ابن ابی حاتم نے الضحاک سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں یہ اہل بابل کے دو کافر شخص تھے۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن المنذ ر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الْمَلَكَيْنِ کی تفسیر میں جبرئیل و میکائیل کے نام روایت کئے ہیں۔ (بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ) یعنی ہاروت و ماروت لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔

ابن ابی حاتم نے عطیہ سے روایت کیا ہے وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ سے مراد یہ ہے کہ جبرئیل و میکائیل پر جادو نہیں اترا۔

بِبَابِلَ

امام ابوداؤد، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بابل کی زمین میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا کیونکہ وہ ملعون جگہ ہے(4)۔

دینوری نے المجالسہ میں اور ابن عساکر نے نعیم بن سالم کے طریق سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (نعیم بن سالم متہم ہے) فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بابل میں جمع فرمایا تو ان کی طرف شرقی، غربی، قبلی اور بحری ہوا چلائی پس اس ہوا نے سب کو بابل میں جمع کر دیا۔ پس وہ جمع ہوئے اور اس دن دیکھ رہے تھے کہ وہ کس لئے جمع ہوئے۔ ایک منادی کرنے والے نے ندا دی مغرب جس کے دائیں اور مشرق جس کے بائیں طرف ہے اور اس کا منہ بیت اللہ شریف کی طرف ہے اس کے لئے اہل السماء کا کلام ہے، یعرب بن قحطان اٹھا، کہا گیا اے یعرب بن قحطان بن ہود، تو وہ ہے پس سب سے پہلے اس نے عربی میں کلام کیا۔ اس طرح ندا کرنے والا ندا کرتا رہا کہ جس نے یہ کام کیا ہے اس کے لئے یہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 520   2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 522   3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 520

4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 451، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ہے حتی کہ لوگ بہتر زبانوں پر گفتگو کر رہے تھے، آواز کٹ گئی اور زبانیں خلط ملط ہوگئیں اس لئے اس شہر کا نام بابل رکھا گیا اس دن زبان بابلی تھی۔ ملائکہ جفاء، ملائکہ جہل، ملائکہ سیف (تلوار) ملائکہ الیاس (شدت) زمین پر اترے حتی کہ وہ عراق تک پہنچے، انہوں نے ایک دوسرے سے کہا جدا جدا ہو جاؤ۔ ایمان کے فرشتہ نے کہا میں تو مدینہ اور مکہ میں رہوں گا، حیاء کے فرشتہ نے کہا میں تیرے ساتھ رہوں گا، شفاء کے فرشتہ نے کہا میں دیہات میں رہوں گا، صحت کے فرشتہ نے کہا میں تیرے ساتھ رہوں گا، جفاء کے فرشتہ نے کہا میں مغرب میں رہوں گا، جہالت کے فرشتہ نے کہا میں تیرے ساتھ رہوں گا، تلوار کے فرشتہ نے کہا میں شام میں رہوں گا، شدت اور تنگی کے فرشتہ نے کہا میں تیرے ساتھ رہوں گا، فنا کے فرشتہ نے کہا میں یہاں رہوں گا، مروت کے فرشتہ نے کہا میں تیرے ساتھ رہوں گا، شرف کے فرشتہ نے کہا میں بھی تم دونوں کے ساتھ رہوں گا۔ پس غنی، مروت اور شرف کے فرشتے عراق میں جمع ہو گئے۔

امام ابن عساکر نے ایک سند کے ذریعے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے جس میں مجہول راوی ہیں فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے چار چیزیں پیدا فرمائیں اور ان کے پیچھے اور چار چیزیں پیدا فرمائیں، قحط سالی کو پیدا فرمایا اور پیچھے الزہد کو پیدا فرمایا اور اسے حجاز میں ٹھہرایا عفت کو پیدا فرمایا اور اس کے پیچھے غفلت کو پیدا کیا اور اسے یمن میں ٹھہرایا، رزق کو پیدا فرمایا اور اس کے پیچھے طاعون کو پیدا فرمایا، اسے شام میں ٹھہرایا، فجور کو پیدا فرمایا اور اس کے پیچھے درہم کو پیدا فرمایا اور اسے عراق میں ٹھہرایا (1)۔

امام ابن عساکر نے سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ میرے لئے کچھ منازل کا انتخاب کر۔ کعب نے حضرت عمر کو لکھا اے امیر المومنین ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ اشیاء جمع ہوئی ہیں۔ سخاوت نے کہا میں یمن کا ارادہ کرتی ہوں، حسن اخلاق نے کہا میں تیرے ساتھ ہوں گا۔ جفاء نے کہا میں حجاز کا ارادہ کرتی ہوں، فقر نے کہا میں تیرے ساتھ رہوں گا، شدت نے کہا میں نے شام کا ارادہ کیا ہے، تلوار نے کہا میں تیرے ساتھ رہوں گی، علم نے کہا میں عراق کا ارادہ رکھتا ہوں، عقل نے کہا میں تیرے ساتھ رہوں گا۔ غنی نے کہا میں مصر رہوں گا، ذلت نے کہا میں تیرے ساتھ رہوں گی۔ اے امیر المومنین اپنے نفس کے لئے اب خود پسند کر لیں جب یہ خط حضرت عمر کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا پھر تو عراق ہی رہنے کی جگہ ہے۔

امام ابن عساکر نے حکیم بن جابر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ بتایا گیا کہ اسلام نے کہا میں شام کی زمین کو جانے والا ہوں، موت نے کہا میں تیرے ساتھ رہوں گی۔ بادشاہی نے کہا میں عراق جانے والی ہوں، قتل نے کہا میں تیرے ساتھ رہوں گا، بھوک نے کہا میں عرب کی زمین میں جانے والی ہوں، صحت نے کہا میں تیرے ساتھ رہوں گی۔

امام ابن عساکر نے دغفل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مال نے کہا میں عراق میں رہوں گا، غدر نے کہا میں تیرے ساتھ رہوں گا، طاعت نے کہا میں شام میں رہوں گی، جفاء نے کہا میں تیرے ساتھ رہوں گی، مروت نے کہا میں حجاز

1۔ تہذیب تاریخ دمشق، جلد 1، صفحہ 77

میں رہوں گی، فقر نے کہا میں تیرے ساتھ رہوں گا۔

ہاروت و ماروت کا تذکرہ

آدم علیہ السلام کے واقعہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث گزر چکی ہے اور دوسرے آثار باقی ہے۔ سعید، ابن جریر اور خطیب نے اپنی تاریخ میں نافع سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عمر کے ساتھ ایک سفر کیا، جب رات کا آخری وقت تھا تو ابن عمر نے کہا اے نافع دیکھ کیا الحمراء ستارہ طلوع ہو چکا ہے؟ دو یا تین مرتبہ کہا نہیں۔ پھر میں نے کہا اب طلوع ہو چکا ہے، ابن عمر نے فرمایا اسے خوش آمدید نہ ہو۔ میں نے کہا سبحان اللہ! وہ ایک اطاعت گزار، حکم الٰہی کو سننے والا اور تابعداری کرنے والا ستارہ ہے (آپ نے ایسا کیوں کہا)۔ ابن عمر نے فرمایا میں نے وہی کہا ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی یارب تو بنی آدم کے گناہوں پر کیسے صبر کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے انہیں آزمائش میں ڈالا ہے اور تمہیں عافیت دی ہے۔ فرشتوں نے کہا اگر ہم ان کی جگہ ہوتے تو کبھی تیری نافرمانی نہ کرتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اپنے میں دو فرشتوں کا انتخاب کرو اور خوب انتخاب کرو تو انہوں نے ہاروت و ماروت کا انتخاب کیا (1)۔ پس وہ دونوں زمین پر اترے۔ اللہ تعالیٰ سے نے ان پر الشبق کو ڈال دیا۔ میں نے پوچھا الشبق کیا ہے؟ فرمایا الشہوۃ۔ ایک عورت آئی جس کو زہرہ کہا جاتا تھا۔ پس وہ ان کے دلوں میں اتر گئی ہر فرشتہ اپنے ساتھی سے اس کی محبت اور اپنے جذبات دوسرے سے چھپائے ہوئے تھا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا کیا تیرے دل میں بھی وہ جذبات ہیں جو میں محسوس کر رہا ہوں؟ دوسرے نے کہا ہاں۔ پس دونوں نے اس عورت سے مطلب براری کا ارادہ کیا۔ اس عورت نے کہا میں تمہیں اپنے اوپر قدرت نہیں دوں گی حتی کہ تم مجھے وہ اسم سکھا دو جس کے ساتھ تم آسمان کی طرف بلند ہوتے ہو اور پھر اترتے ہو۔ پہلے تو ان بیچاروں نے اسے سکھانے سے انکار کیا۔ پھر ایک دن دونوں نے اس سے مطلب براری کا سوال کیا تو اس نے بھی انکار کر دیا۔ پس دونوں نے وہ اسم اسے سکھا دیا۔ جب وہ اڑ گئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ستارہ بنا دیا اور دونوں فرشتوں کے پر کاٹ دیئے، پھر دونوں نے توبہ کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیار دیا فرمایا۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں پہلے کی طرح بنا دوں اور پھر تمہیں قیامت کے روز عذاب دوں گا اور اگر چاہو تو میں تمہیں دنیا میں عذاب دے دوں اور قیامت کے دن تمہیں پہلی کیفیت پر لوٹا دوں۔ ایک نے دوسرے سے کہا (بھائی!) دنیا کا عذاب تو ختم ہونے والا ہے! پس دونوں نے دنیا کے عذاب کو عذاب آخرت پر ترجیح دی، اللہ تعالیٰ نے دونوں کی طرف وحی کی کہ تم دونوں بابل پہنچو، وہ بابل آئے تو دونوں کو قیامت تک عذاب جھیلنے کے لئے زمین و آسمان کے درمیان الٹا لٹکا دیا۔

امام سعید بن منصور نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں ایک سفر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا تو انہوں نے مجھے فرمایا، ستارہ کو تاڑو، جب وہ طلوع ہو تو مجھے جگا دینا۔ جب وہ طلوع ہوا تو میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جگایا تو وہ سیدھے بیٹھ گئے اور اس ستارہ کو دیکھ کر برا بھلا کہنے لگے میں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔ یہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 527

ستارہ ہے جو نکلتا ہے اور اطاعت کرتا ہے اس کو آپ کیوں برا بھلا کہہ رہے ہیں انہوں نے فرمایا یہ بنی اسرائیل میں بدکار عورت تھی فرشتوں کو اس کی وجہ سے سزا ملی (1)۔

بیہقی نے شعب الایمان میں موسیٰ بن جبیر عن موسیٰ بن عقبہ عن سالم عن ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فرشتوں نے دنیا پر جھانکا تو انہوں نے اولاد آدم کو دیکھا کہ وہ نافرمانیاں کر رہے ہیں، فرشتوں نے کہا یا رب یہ لوگ کتنے نادان ہیں، یہ تیری عظمت کو کتنا کم جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم انکی جگہ ہوتے تو تم بھی میری نافرمانی کرتے۔ فرشتوں نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے، ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اپنے میں سے دو فرشتے منتخب کرو تو انہوں نے ہاروت و ماروت کا چناؤ کیا پھر وہ زمین پر اترے تو ان میں انسانوں جیسی شہوت رکھی گئی پھر ان کے لئے ایک عورت پیش کی گئی تو وہ نہ بچ سکے حتی کہ معصیت میں مبتلا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب تم عذاب دنیا اور عذاب آخرت میں ایک کا چناؤ کرو۔ ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا تو کون سا پسند کرتا ہے؟ دوسرے نے کہا عذاب دنیا ختم ہونے والا ہے اور عذاب آخرت ہمیشہ رہنے والا ہے۔ پس دونوں نے عذاب دنیا کو اختیار کیا، یہی دو فرشتے ہیں جن کا ذکر قرآن نے وَمَآ اُنۡزِلَ عَلَى الۡمَلَكَيۡنِ...... الایہ میں کیا ہے (2)۔

اسحٰق بن راہویہ، عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا نے العقوبات میں، ابن جریر اور ابوالشیخ نے العظمہ میں اور حاکم نے حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ زہرہ جسے عرب زہرہ کہتے ہیں اور عجمی اناہید کہتے ہیں، میں اس کی حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ دو فرشتے تھے جو لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے تھے۔ ان کے پاس زہرہ نامی عورت آئی، تو ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کو بتائے بغیر اس عورت سے مطلب براری کا ارادہ کیا۔ ایک نے دوسرے سے کہا اے میرے بھائی میرے دل میں ایک خیال ہے جو میں تیرے سامنے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ دوسرے نے کہا بتاؤ شاید میرے دل میں بھی ایسا ہی خیال ہو۔ پس وہ دونوں اس عورت سے مطلب براری کے معاملہ میں متفق ہوگئے، زہرہ عورت نے ان سے کہا، کیا تم مجھے اس اسم کے بارے نہیں بتاؤ گے جس کے ذریعے تم اوپر جاتے ہو اور نیچے اترتے ہو۔ فرشتوں نے کہا وہ اللہ کا اسم اعظم ہے۔ عورت نے کہا میں تمہیں اپنے اوپر قدرت نہیں دوں گی حتی کہ تم مجھے وہ اسم اعظم سکھا دو۔ ایک نے دوسرے سے کہا اس کو وہ سکھا دے۔ دوسرے نے کہا کیسے سکھاؤں اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔ پہلے نے کہا ہم اللہ کی رحمت کی وسعت سے امید رکھتے ہیں۔ پس اس نے وہ سکھا دیا تو اس نے وہ اسم اعظم پڑھا اور آسمان کی طرف اڑ گئی آسمان میں اس کے چڑھنے کی وجہ سے ایک فرشتہ آسمان میں خوفزدہ ہوا۔ پس اس نے اپنا سر جھکا دیا اور اب تک نہیں بیٹھا اور اللہ نے اس عورت کو ستارہ بنا دیا (3)۔

امام ابن راہویہ اور ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت کرے زہرہ پر کیونکہ یہ وہ ہے جس نے ہاروت و ماروت دو فرشتوں کو فتنہ میں مبتلا کیا (4)۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 1، صفحہ 583
2۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 181، رقم الحدیث، 163، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 525
4۔ کنز العمال، جلد 1، صفحہ 743، مطبوعہ مکتبۃ التراث

امام عبد بن حمید اور حاکم نے ابو العباس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زہرہ ایک قوم کی عورت تھی اس کو اپنی قوم میں بیذحت کہا جاتا تھا۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے (1)۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ عورت جس کی وجہ سے دوفرشتے فتنہ میں مبتلا ہوئے وہ مسخ کی گئی اور یہ اب زہرہ ستارہ ہے (2)۔

موحد بن عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا (العقوبات میں)، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الشعب میں ثوری عن موسیٰ بن عقبہ عن سالم عن ابن عمر عن کعب کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ملائکہ نے اولاد آدم کے اعمال کا ذکر کیا اور جو وہ گناہ کرتے ہیں ان کا تذکرہ کیا، ان سے کہا گیا اگر تم ان کی جگہ ہوتے تو تم بھی ایسا ہی کرتے جیسے یہ کرتے ہیں۔ پس فرمایا تم اپنے میں سے دوفرد منتخب کرو۔ انہوں نے ہاروت و ماروت کا انتخاب کیا، انہیں کہا گیا کہ میں بنی آدم کی طرف رسول مبعوث کرتا ہوں لیکن میرے اور تمہارے درمیان کوئی رسول نہیں ہے۔ میں تم دونوں کو اتار رہا ہوں، تم کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرانا، زنا نہ کرنا، شراب نہ پینا۔ کعب فرماتے ہیں اللہ کی قسم وہ جس دن اترے تھے اس دن کی شام نہ ہوئی تھی کہ انہوں نے تمام منہیات کا ارتکاب کر دیا (3)۔

حاکم نے سعید بن جبیر عن ابن عمر کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما الحمراء ستارہ کو دیکھنے کے بعد فرماتے کیا وہ طلوع ہو چکا ہے اسے خوش آمدید نہ ہو۔ پھر فرماتے فرشتوں میں سے دوفرشتے ہاروت و ماروت نے اللہ تعالیٰ کی طرف اترنے کا سوال کیا۔ پس وہ دونوں زمین پر اترے۔ وہ لوگوں کے معاملات کے فیصلے کرتے تھے۔ جب شام ہو جاتی تو وہ چند کلمات پڑھتے اور آسمان کی طرف بلند ہو جاتے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایک حسین عورت کی محبت میں گرفتار کر دیا اور ان میں شہوت پیدا فرمادی، پہلے تو وہ اس سے دور رہے، بالآخر وہ اس کے پیار سے مجبور ہو گئے۔ وہ اس کو پھسلاتے رہے حتی کہ اس نے ان سے مقررہ وقت کا وعدہ کر دیا۔ وہ اپنے وقت مقررہ پر پہنچی تو اس نے کہا مجھے وہ کلمات سکھاؤ جن کی وجہ سے تم اوپر چڑھ جاتے ہو، پس انہوں نے اسے وہ اسم اعظم سکھا دیا، اس نے وہ اسم پڑھا اور اوپر چڑھ گئی، وہ مسخ کر دی گئی جیسا کہ تم اسے ستارہ کی شکل میں دیکھ رہے ہو، شام کو فرشتوں نے اب وہ اسم اعظم پڑھا لیکن آسمان کی طرف نہ چڑھ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو پیغام بھیجا کہ عذاب آخرت اگر چاہو تو تمہیں وہ ملے گا۔ اگر عذاب دنیا چاہو تو قیامت تک تمہیں وہ ملے گا۔ ایک فرشتہ نے دوسرے کو مشورہ دیا کہ ہم دنیا کے عذاب کو لاکھ گنا اختیار کریں گے پس ان دونوں کو قیامت تک عذاب ہوتا رہے گا (حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے) (4)

امام ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سفر میں اترا۔ جب رات ہوئی تو آپ نے اپنے لڑکے سے کہا دیکھو حمراء ستارہ طلوع ہو چکا ہے، اس کا طلوع ہونا مبارک نہ ہو،

1۔ مستدرک حاکم، جلد دوم، رقم الحدیث، 3052
2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 283
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 525
4۔ مستدرک حاکم، جلد چہارم، رقم الحدیث، 8796 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اللہ اسے زندہ نہ رکھے، یہ دو فرشتوں کو مبتلا کرنے والی عورت ہے۔ فرشتوں نے کہا تھا تو نافرمان انسانوں کو کیسے چھوڑتا ہے جبکہ یہ خونریزیاں کرتے ہیں اور تیری محارم سے تجاوز کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اپنے بندوں کو ایسی شہوت میں مبتلا کیا ہے اگر میں تمہیں بھی شہوات میں مبتلا کرتا تو تم بھی ایسا ہی کرتے جیسا وہ کرتے ہیں۔ فرشتوں نے کہا ہم ایسا ہرگز نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر اپنے میں سے دو فرشتوں کا انتخاب کرو تو فرشتوں نے ہاروت و ماروت کا انتخاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تم دونوں کو زمین پر اتارنے والا ہوں اور تم سے یہ عہد لینے والا ہوں کہ تم شرک نہ کرنا، زنا نہ کرنا اور خیانت نہ کرنا۔ وہ زمین پر اترے تو ان پر شہوت ڈال دی گئی۔ زہرہ ان کے پاس ایک خوبصورت شکل میں پیش ہوئی تو انہوں نے اس سے مطلب براری کا ارادہ کیا۔ اس عورت نے کہا میں ایک ایسے دین پر ہوں کہ جب تک کوئی میرے دین کا پیروکار نہ ہو وہ میرے پاس نہیں آسکتا۔ انہوں نے پوچھا تیرا دین کیا ہے؟ اس نے کہا آگ پرست (مجوسیہ)۔ فرشتوں نے کہا کیا ہم شرک کریں اس کا تو ہم اقرار نہیں کر سکتے پھر وہ ان سے دور رہی جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ نے چاہا، پھر ایک دن سامنے آئی تو انہوں نے خواہشات کو پورا کرنا چاہا۔ اس عورت نے کہا میرا ایک خاوند ہے اور میں ناپسند کرتی ہوں کہ وہ میرے اس فعل پر آگاہ ہو اور اسے شرمندگی ہو۔ صرف ایک صورت میں تم اپنی خواہش پوری کر سکتے ہو جب تم میرے دین کا اقرار کرو اور یہ شرط بھی طے کرو کہ تم مجھے بھی آسمان کی طرف لے جاؤ گے۔ تو میں تمہاری خواہش کو پورا کر سکتی ہوں فرشتوں نے (محبت سے مغلوب ہو کر) مجوسیت کا اقرار کر لیا، اور جو چاہتے تھے وہ مطلب اس سے پورا کیا پھر وہ اسے آسمان کی طرف لے گئے۔ جب یہ دونوں فرشتے آسمان تک پہنچ گئے تو وہ ان سے اچک لی گئی اور اس کے پر کاٹ دیئے گئے پھر یہ دونوں فرشتے ڈرتے ہوئے اور شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے اور روتے ہوئے زمین پر گر پڑے۔

زمین میں ایک نبی تھا جو دو جمعوں کے درمیان دعا کرتا تھا پھر جب جمعہ کا دن ہوتا تو اس کی دعا قبول ہو جاتی، ان فرشتوں نے کہا ہم اگر فلاں نبی کے پاس جائیں، اس سے عرض کریں، وہ ہمارے لئے توبہ کی قبولیت کی درخواست کرے (تو ہو سکتا ہے کام بن جائے)، وہ دونوں اس نبی کے پاس حاضر ہوئے (اپنا مدعا پیش کیا) تو اس نبی نے کہا اہل زمین، اہل اسمان کے لئے کیسے معافی طلب کریں؟ فرشتوں نے کہا ہم آزمائش میں ڈالے گئے ہیں، اس نبی نے فرمایا تم جمعہ کے دن آجانا وہ جمعہ کے دن آئے تو اس نبی نے ارشاد فرمایا، تمہارے متعلق دعا قبول نہیں ہوئی، آئندہ جمعہ کو پھر آنا، وہ آئندہ جمعہ کو آئے تو اس نبی نے فرمایا تمہیں اختیار دیا گیا ہے دنیا میں معافی اور آخرت کا عذاب اختیار کر لو اور اگر چاہو تو دنیا کا عذاب پسند کر لو اور تم قیامت کے روز حکم الٰہی کے مطابق ہو گے۔ ایک نے کہا دنیا کا تھوڑا سا عرصہ گزرا ہے۔ دوسرے نے کہا افسوس! پہلے میں نے تیری بات مانی تھی اب تو میری بات مان لے، وہ عذاب جو ختم ہونے والا ہے وہ اس عذاب کی طرح نہیں ہے جو باقی رہنے والا ہے۔ اس نے کہا ہم قیامت کے روز حکم الٰہی کے فیصلہ کے مطابق ہوں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ ہمیں عذاب دے۔ دوسرے نے کہا نہیں میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم نے آخرت کے عذاب کے خوف کی وجہ سے دنیا کے عذاب کو اختیار کیا ہے، وہ دونوں عذاب جمع نہیں فرمائے گا۔

فرماتے ہیں انہوں نے دنیا کا عذاب اختیار کیا، پس وہ دونوں فرشتے لوہے کی چرخیوں میں جکڑ کر آگ سے بھرے ہوئے پرانے کنوئیں میں الٹے لٹکائے گئے ہیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں اس روایت کی سند جید ہے یہ روایت معاویہ بن صالح عن نافع کی سند سے زیادہ اثبت اور اصح ہے۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب لوگوں سے معاصی اور کفر کا ارتکاب ہوا تو آسمان میں فرشتوں نے کہا اے عالم کے رب تو نے انہیں اپنی عبادت اور اطاعت کے لئے بھیجا تھا یہ تو ان گناہوں میں پڑ گئے ہیں اور کفر پر سوار ہو گئے ہیں، نفوس کا قتل، حرام خوری، زنا، چوری، شراب پینا ان کا شغل بن گیا ہے، فرشتے لوگوں کے خلاف بددعا کرتے اور انہیں معذور نہ سمجھتے، کہا گیا کہ وہ غیب میں ہے پس تم ان کو ملامت نہ کرو۔ فرشتوں سے کہا گیا تم اپنے میں سے افضل ترین فرشتوں کا انتخاب کرو، میں انہیں احکام دوں گا اور انہیں چند چیزوں سے منع کروں گا۔ فرشتوں نے ہاروت و ماروت کا انتخاب کیا۔ پس وہ دونوں زمین پر اترے اللہ تعالیٰ نے ان میں بنی آدم جیسی شہوت رکھ دی۔ اور انہیں حکم دیا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں، نیز انہیں قتل کرنے، حرام مال کھانے، زنا کرنے، شراب پینے سے منع فرمایا کچھ عرصہ وہ فرشتے زمین پر لوگوں کے معاملات کا حق کے ساتھ فیصلہ کرتے رہے۔ یہ حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ میں ایک عورت تھی جس کا حسن عورتوں میں ایسا تھا جیسا زہرہ ستارہ کا حسن دوسرے ستاروں میں ہے، وہ دونوں فرشتے اس عورت کے پاس آئے اور اس کی محبت میں گرفتار ہو کر اس کی ہر بات مان گئے اور انہوں نے اس سے مطلب براری کا اظہار کیا تو اس نے انکار کیا مگر اس صورت میں جب وہ اس کے دین کو قبول کریں۔ فرشتوں نے اس سے اس کا دین پوچھا تو اس نے ایک بت باہر نکالا اور کہا میں اس کی عبادت کرتی ہوں، فرشتوں نے کہا ہمیں اس کی عبادت کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ دونوں واپس چلے گئے، کچھ عرصہ گزرا تو پھر وہ دونوں اس عورت کے پاس آئے اور اپنے نفس کا ارادہ ظاہر کیا، عورت نے پھر پہلے کی طرح کہا، وہ واپس چلے گئے، کچھ وقت بعد لوٹ کر آئے اور اپنی خواہش نفس کا اظہار کیا۔ جب عورت نے دیکھا کہ یہ بت کی عبادت سے تو انکاری ہیں تو اس نے کہا تین کاموں میں سے ایک کر دو تو میں تمہاری خواہش کو پورا کروں گی یا تو تم اس بت کی عبادت کرو، یا اس شخص کو قتل کر دو یا یہ شراب پی لو۔ انہوں نے کہا یہ تینوں کام حلال نہیں ہیں لیکن شراب ان میں سے آسان ہے۔ انہوں نے شراب پی پھر اسی عورت سے اپنی خواہش کو پورا کیا پھر انہیں اندیشہ ہوا کہ یہ شخص لوگوں کو ہمارے فعل کی خبر نہ دے دے، انہوں نے اسے بھی قتل کر دیا۔ جب نشہ اترا تو معلوم ہوا کہ ہم ایسی خطا کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ انہوں نے آسمان کی طرف چڑھنے کا ارادہ کیا تو وہ اوپر نہ جا سکے اس وقت فرشتوں پر ان کا راز کھلا تو فرشتوں نے ان کے کرتوت دیکھ کر بڑا تعجب کیا۔ پس فرشتوں کو معلوم ہوا کہ جو غیب میں ہوتا ہے اس میں خشیت کم ہوتی ہے، اس کے بعد سے فرشتے زمین والوں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اسی کے متعلق یہ ارشاد ہے: وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ (الشوریٰ: 5)

اور ملائکہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں ہر اس کے لئے جو زمین میں ہے۔

اب ان فرشتوں کو کہا گیا کہ عذاب دنیا یا عذاب آخرت کونسا پسند کرو گے؟ انہوں نے کہا دنیا کا عذاب ختم ہونے والا ہے جبکہ عذاب آخرت کی انتہا نہیں ہے۔ پس انہوں نے دنیا کا عذاب اختیار کیا۔ ان دونوں فرشتوں کو بابل میں عذاب ہو رہا ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آسمان والوں نے اہل زمین کو دیکھا اور ان کے افعال کو دیکھا تو کہنے لگے یارب زمین والے گناہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم میرے ساتھ ہو اور وہ مجھ سے غائب ہیں، ارشاد ہوا تم اپنے میں سے تین فرشتوں کا انتخاب کرو، انہوں نے تین فرشتے منتخب کئے کہ وہ زمین پر جائیں گے اور لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کریں گے۔ ان میں انسانوں جیسی شہوت رکھی گئی، انہیں حکم ملا کہ شراب نہ پینا، کسی نفس کو بغیر وجہ کے قتل نہ کرنا، زنا نہ کرنا، اور کسی بت کو سجدہ نہ کرنا، پس ان میں سے ایک نے تو معذرت کر لی اور اس کی معذرت قبول کر لی گئی، دو فرشتے زمین پر اترے، ان کے پاس ایک حسین وجمیل عورت آئی جس کا نام اناہیلہ تھا۔ وہ دونوں اس کی محبت میں گرفتار ہو گئے، وہ اس کے گھر پہنچے، دونوں نے اپنی خواہشات نفس کا ارادہ کیا۔ تو اس عورت نے کہا میں تمہارے ساتھ تعلقات قائم نہیں کروں گی حتی کہ تم شراب پیو، میرے پڑوسی کے بیٹے کو قتل کرو اور میرے اس بت کو سجدہ کرو۔ فرشتوں نے کہا ہم بت کو سجدہ نہیں کریں گے۔ انہوں نے شراب پی پھر قتل کیا پھر بت کو سجدہ بھی کر دیا، آسمان والوں نے ان کے کردار کو ملاحظہ کیا اور اس عورت نے ان سے کہا مجھے وہ کلمہ بتاؤ جس کو تم کہتے ہو تو اڑ جاتے ہو، انہوں نے اسے وہ بھی بتا دیا، وہ اڑ گئی اللہ نے اسے ستارہ بنا دیا۔ یہ زہرہ ستارہ وہی عورت ہے۔ اور دونوں فرشتوں کی طرف سلیمان بن داؤد کو بھیجا گیا کہ عذاب دنیا اور عذاب آخرت میں ایک اختیار کر لو، انہوں نے دنیا کے عذاب کو اختیار کیا، وہ آسمان اور زمین کے درمیان لٹکے ہوئے ہیں۔

امام ابن جریر نے ابوعثمان النہدی عن ابن مسعود وابن عباس رضی اللہ عنہم کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اولاد آدم کثیر ہو گئی اور انہوں نے نافرمانیاں شروع کر دیں تو زمین اور پہاڑوں کے ملائکہ نے انسانوں کے لئے بددعا کی، اے ہمارے پروردگار انسانوں کو مہلت نہ دے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے شہوت کو تم سے دور کر دیا ہے اور شیطان کو بھی تمہارے دلوں سے دور رکھا ہے، اگر میں تمہیں محفوظ نہ رکھتا تو تم بھی ایسا ہی کرتے۔ فرمایا، فرشتے آپس میں کہنے لگے اگر ہمیں آزمایا جاتا تو ہم محفوظ رہتے، اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم فرمایا کہ تم اپنے میں سے افضل فرشتوں کا انتخاب کرو۔ انہوں نے ہاروت وماروت کا انتخاب کیا۔ وہ دونوں زمین پر اترے اور زہرہ بھی اہل فارس کی ایک عورت کی شکل میں ان کی طرف اتری جسے اہل فارس بیدخت کہتے تھے۔ فرمایا ان فرشتوں نے اس عورت کے ساتھ بدکاری کی۔ ملائکہ ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے تھے۔ جب ان دو فرشتوں سے بدکاری ہوئی تو اب سب زمین والوں کے لئے استغفار کرنے لگے۔ پس ان دو فرشتوں کو عذاب دنیا اور عذاب آخرت کے درمیان اختیار دیا گیا، پس انہوں نے دنیا کا عذاب اختیار کیا(2)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 292، (6696)، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت (روایت بالمعنی)

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 524

حضرات عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے زہری کے طریق سے حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رحمہ اللہ کے سلسلہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ملائکہ میں سے دو فرشتے زمین پر اترے گئے تا کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلے کریں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ملائکہ انسانوں کے حکام کا مذاق اڑاتے تھے پس ایک عورت ان دو فرشتوں کے پاس اپنا مقدمہ لے گئی تو وہ اس کی وجہ سے خوف زدہ ہوئے پھر وہ آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ پس بالآخران کے آسمان کی طرف بلند ہونے کے درمیان اسی عورت کا مسئلہ آڑے آ گیا۔ (یہ جرم کر بیٹھے) تو انہیں عذاب دنیا اور عذاب آخرت کے درمیان اختیار دیا گیا۔ تو انہوں نے عذاب دنیا کو اختیار کیا (1)۔

امام سعید بن منصور نے خصیف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں مجاہد رحمہ اللہ کے ساتھ تھا، ہمارے پاس سے ایک قریش کا آدمی گزرا، مجاہد نے اسے کہا، جو تو نے اپنے باپ سے سنا ہے وہ ہمارے سامنے بیان کر۔ اس نے بیان کیا کہ میرے باپ نے مجھے بتایا تھا کہ ملائکہ نے جب انسانوں کے اعمال کو دیکھا اور ان کے برے اعمال کو دیکھا، انسانوں کا کوئی عمل فرشتوں سے پوشیدہ نہ تھا، تو وہ فرشتے ایک دوسرے کو کہنے لگے انسانوں کو دیکھو، یہ ایسے ایسے برے اعمال کرتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ پر کتنی جرأت کرتے ہیں، فرشتے انسانوں کے عیوب بیان کرتے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا جو کچھ تم انسانوں کے بارے کہہ رہے ہو میں وہ سن رہا ہوں۔ تم دو فرشتوں کا انتخاب کرو، وہ دو فرشتے زمین پر اتارے جائیں گے اور ان میں شہوت رکھی جائے گی جیسی انسانوں میں ہے تو فرشتوں نے ہاروت و ماروت کا انتخاب کیا اور کہا یا رب ہم میں ان جیسا شریف النفس کوئی نہیں ہے پس ان کو زمین پر اتارا گیا اور ان میں انسانوں جیسی شہوت رکھی گئی، زہرہ ستارہ ایک عورت کی شکل میں پیش کی گئی، جب انہوں نے اس عورت کو دیکھا تو چارہ ضبط نہ رہا۔ کانوں اور آنکھوں پر شہوت چھا گئی۔ جب انہوں نے آسمان کی طرف اڑنے کا ارادہ کیا تو وہ ایسا نہ کر سکے۔ پھر ان کے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا تم نے یہ کیا کر دیا ہے؟ پس اس جرم کی سزا کے طور پر انہیں عذاب دنیا یا عذاب آخرت اختیار کرنے کو کہا گیا۔ ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا، تیرا کیا خیال ہے۔ اس نے کہا میرا خیال تو یہ ہے کہ مجھے دنیا کا عذاب دیا جائے کیونکہ میرے نزدیک دنیا میں عذاب کا ملنا آخرت کے ایک لمحہ عذاب ملنے سے آسان ہے۔ پس وہ دونوں زنجیروں میں باندھ کر الٹے لٹکائے گئے ہیں اور آزمائش میں ڈالے گئے ہیں (2)۔ امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آسمان کو فرشتوں کی طرف کھولا تو انہوں نے انسانوں کے اعمال دیکھے، انہوں نے انسانوں کی خطاؤں کو دیکھا تو کہنے لگے یا رب یہ انسان جس کو تو نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور اس کو مسجود ملائکہ بنایا ہے اور ہر چیز کے اسماء سکھائے ہیں یہ برائیاں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم بھی ان کی جگہ ہوتے تو تم بھی ایسا ہی کرتے۔ فرشتوں نے کہا سبحانک۔ ہم ایسا ہرگز نہ کرتے، انہیں حکم دیا کہ فرشتوں کا انتخاب کرو جنہیں زمین پر اتارا جائے گا، فرشتوں نے ہاروت و ماروت کا انتخاب کیا، انہیں زمین پر اتارا گیا اور ان کے لئے زمین میں ہر چیز حلال کی گئی لیکن یہ کہا گیا کہ شرک نہ کرنا، چوری نہ کرنا، زنا نہ کرنا اور شراب نہ پینا اور کسی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 520 2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 581، (205)

ایسے نفس کو قتل نہ کرنا جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ۔ ان کے سامنے ایک عورت پیش کی گئی جسے نصف حسن دیا گیا تھا، اس کا نام بیدخت تھا۔ انہوں نے اس عورت کو دیکھا تو اس سے مطلب براری کا پروگرام بنایا۔ عورت نے کہا یہ امر ممکن نہیں جب تک کہ تم اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ، شراب نہ پیو اور ایک شخص کو قتل نہ کرو اور اس بت کو سجدہ نہ کرو۔ فرشتوں نے کہا ہم اللہ کا کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا، دوبارہ اس عورت کے پاس جا۔ اس عورت نے کہا جب تک تم شراب نہیں پیو گے کام نہیں بنے گا، انہوں نے شراب پی، اور نشہ میں دھت ہو گئے۔ ان کے پاس ایک سائل آیا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ جب ان فرشتوں سے یہ سب کچھ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے لئے آسمان کو کھولا تو انہوں نے کہا سبحانک! تو ہی زیادہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمان بن داؤد کی طرف وحی بھیجی کہ انہیں عذاب دنیا اور عذاب آخرت میں اختیار ہے تو انہوں نے عذاب دنیا کو اختیار کیا۔ تو ان کے پاؤں سے گردنوں تک بیڑیاں ڈالی گئیں جس طرح اونٹوں کی گردنوں میں ڈالی جاتی ہیں اور انہیں بابل میں یہ سزا دی گئی (1)۔

امام ابن ابی الدنیا نے ذم الدنیا میں اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا سے بچو یہ ہاروت و ماروت سے بھی زیادہ مسحور کن ہے (2)۔

الخطیب نے مالک عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بھائی عیسیٰ نے فرمایا اے حواریوں کے گروہ دنیا سے بچو، یہ تمہیں مسحور نہ کرے، اللہ کی قسم یہ ہاروت و ماروت سے زیادہ مسحور کن ہے۔ اور جان لو کہ دنیا پیٹھ پھیرنے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے، ان میں سے ہر ایک کے لئے بیٹے ہیں، تم آخرت کے بیٹے بنو، دنیا کے بیٹے نہ بنو، آج عمل کا موقع ہے اور حساب نہیں ہے، کل حساب ہوگا، عمل کا سلسلہ ختم ہو چکا ہوگا۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت عبد اللہ بن بسر المازنی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا سے بچو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ ہاروت و ماروت سے زیادہ مسحور کن ہے (3)۔

امام ابن جریر نے الربیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب انسانوں سے گناہ سرزد ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا انکار صادر ہوا تو فرشتوں نے آسمان میں کہا اے اس عالم کے رب! تو نے انسانوں کو اپنی عبادت اور اطاعت کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ کفر پر سوار ہو گئے ہیں، جانوں کو قتل کر رہے ہیں، حرام مال کھا رہے ہیں، چوری، زنا، شراب نوشی ان کا معمول بن گیا ہے۔ انہوں نے انسانوں کے لئے بددعا کی اور ان کو معذور نہیں سمجھتے تھے۔ فرشتوں سے کہا گیا کہ یہ غیب میں ہیں۔ انہوں نے انسانوں کا عذر قبول نہ کیا۔ فرشتوں سے کہا گیا کہ تم اپنے میں سے دو فرشتوں کا انتخاب کرو، میں انہیں اپنے احکام دوں گا اور گناہوں سے انہیں منع کروں گا، فرشتوں نے ہاروت و ماروت کا چناؤ کیا، انہیں زمین پر اتارا گیا اور ان میں بنی اسرائیل کی شہوت رکھی گئی اور انہیں حکم دیا گیا کہ اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، کسی حرام نفس کو قتل نہ کرو اور حرام مال نہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 524
2۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 339، (10504)
3۔ نوادر الاصول از حکیم ترمذی، صفحہ 25 مطبوعہ دار صادر بیروت

کھانا، چوری اور زنا نہ کرنا اور شراب نہ پینا۔ وہ فرشتے کچھ عرصہ زمین پر لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرتے رہے اور یہ حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ میں ایک عورت تھی جس کا حسن لوگوں میں اس طرح تھا جیسے کواکب میں زہرہ کا حسن ہے۔ اس نے ان سے میل جول سے انکار کیا، تو وہ دونوں اس کی ہر بات کے سامنے جھک گئے اور اس سے مطلب براری کا ارادہ کیا اس نے کہا یہ نہیں ہوسکتا حتی کہ تم میرے دین کو اختیار کرو، انہوں نے اس کے دین کے متعلق پوچھا تو اس نے ایک بت کو ظاہر کیا اور کہا میں اس کی عبادت کرتی ہوں۔ انہوں نے کہا ہمیں اس بت کی عبادت کی ضرورت نہیں۔ وہ چلے گئے اور کچھ عرصہ اپنے نفس پر ضبط کرتے رہے پھر اس کے پاس آئے اور اس کی باتوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور مطلب براری کا ارادہ کیا، عورت نے کہا یہ ممکن نہیں جب تک تم میرا دین اختیار نہ کرو۔ انہوں نے کہا ہمیں اس بت کی پوجا کرنے کی حاجت نہیں ہے، جب اس عورت نے دیکھا کہ یہ بت کی عبادت تو نہیں کرتے۔ اس نے کہا تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لو یا تو بت کی عبادت کرو، یا ایک شخص کو قتل کر دو یا یہ شراب پی لو، انہوں نے کہا یہ تینوں کام ٹھیک نہیں ہیں لیکن ان میں سے شراب پینا قدرے آسان ہے۔ اس نے انہیں شراب پلا دی، جب وہ مدہوش ہو گئے تو انہوں نے اس عورت کے ساتھ بدکاری کی، پھر ان کے پاس سے ایک شخص گزرا جبکہ یہ بدکاری میں مشغول تھے تو انہوں نے اسے بھی قتل کر دیا تاکہ کہیں راز فاش نہ کر دے۔ جب نشہ اترا تو انہیں معلوم ہوا کہ ان سے کیا کیا سرزد ہو گیا۔ اب انہوں نے آسمان پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو وہ نہ چڑھ سکے اور ان کے درمیان اور آسمان کے فرشتوں کے درمیان سے پردہ اٹھا تو فرشتوں کو ان کے کرتوت معلوم ہوئے اور پہچان گئے کہ جو غائب ہوتا ہے اس میں خشیت کم ہوتی ہے، اس کے بعد وہ اہل زمین کے لئے توبہ کرنے لگے۔ جب ان دو فرشتوں سے جرم سرزد ہو گیا تو انہیں سزا میں اختیار دیا گیا کہ دنیا کا عذاب یا آخرت کا عذاب۔ انہوں نے کہا عذاب دنیا ختم ہونے والا ہے اور عذاب آخرت ختم ہونے والا نہیں ہے، اس لئے انہوں نے دنیا کا عذاب اختیار کیا اور انہیں بابل میں عذاب دیا گیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم، حاکم اور بیہقی نے السنن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میرے پاس ایک عورت دومۃ الجندل سے آئی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد آپ سے جادو کے متعلق پوچھنے کے لئے آئی تھی جس پر اس نے عمل نہیں کیا تھا۔ اس عورت نے بتایا کہ میرا خاوند مجھ سے غائب ہو گیا تھا، میرے پاس ایک بڑھیا آئی تو میں نے اس سے شکایت کی۔ اس بوڑھی نے کہا اگر تو ایک کام کرے تو میں تجھے کہوں، میں اس کو ایسا کر دوں گی کہ وہ تیرے پاس آ جائے گا۔ پس جب رات ہوئی تو وہ میرے پاس دو سیاہ کتے لے کر آئی، ایک پر وہ سوار ہوئی اور دوسرے پر میں سوار ہوئی۔ کچھ وقت گزرا کہ ہم بابل پہنچ گئیں۔ میں نے دو آدمی دیکھے جو الٹے لٹکے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا تو کیسے آئی ہے؟ میں نے کہا میں جادو سیکھنے آئی ہوں، انہوں نے کہا ہم تیری آزمائش ہیں تو کفر نہ کر اور واپس لوٹ جا۔ میں نے اصرار کیا اور کہا کہ میں واپس نہیں جاؤں گی۔ انہوں نے کہا اس تنور کی طرف جا اور اس میں پیشاب کر پھر میرے پاس آنا۔ میں گئی تو میرے جسم پر کپکپی طاری تھی اور مجھ پر خوف طاری تھا، میں لوٹ کر ان کے پاس آئی تو میں نے کہا جو تم نے کہا تھا وہ عمل کر دیا ہے۔ فرشتوں نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 526

پوچھا کیا تو نے کچھ دیکھا ہے؟ میں نے کہا میں نے تو کچھ نہیں دیکھا، فرشتوں نے کہا تو نے جھوٹ بولا ہے، تو نے ہمارے کہنے کے مطابق عمل نہیں کیا، تو واپس چلی جا اور کفر نہ کر تو ابھی دین کے معاملہ پر ہے۔ میں نے اصرار کیا تو انہوں نے کہا جا اور اس تنور میں پیشاب کر آ۔ میں گئی پیشاب کیا۔ میں نے دیکھا ایک شہسوار ہے، جس نے لوہے کے ساتھ اپنے منہ کو لپیٹے ہوئے ہے، وہ مجھ سے باہر نکلا حتی کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا اور مجھ سے غائب ہو گیا۔ میں واپس ان فرشتوں کے پاس آئی اور میں نے کہا میں نے کر دیا ہے جو تم نے کہا تھا۔ انہوں نے پوچھا پھر کیا دیکھا؟ میں نے کہا میں نے شہسوار دیکھا جو لوہے کے ساتھ اپنا چہرہ ڈھانپے ہوئے تھا وہ مجھ سے خارج ہوا تھا۔ پھر آسمان پر چڑھ گیا تھا اور مجھ سے غائب ہو گیا تھا۔ انہوں نے کہا تو نے اب سچ کہا ہے۔ یہ تیرا ایمان تھا جو تجھ سے نکل گیا۔ میں نے اس عورت کو کہا اللہ کی قسم مجھے تو کوئی چیز معلوم نہیں ہوئی اور نہ انہوں نے مجھے کوئی بات کہی ہے۔ اس بوڑھی عورت نے کہا اگر تو معلوم کرنا چاہتی ہے تو یہ گندم لے اور اس کو بو دے۔ پھر مجھے کہا گیا اس کی دیکھ بھال کر۔ پھر مجھے کہا گیا اس کو کاٹ دے تو میں نے کاٹ دی۔ پھر مجھے کہا گیا اسے صاف کر، میں نے صاف کر دی۔ پھر مجھے کہا گیا کہ اسے خشک کر تو میں نے اسے خشک کیا۔ پھر مجھے کہا گیا کہ اس کو پیس ڈال تو میں نے پیسا۔ پھر کہا گیا اس کی روٹی پکا تو میں نے روٹی پکائی، جب میں نے دیکھا کہ میں کوئی چیز اٹھاتی ہوں وہ چیز میرے ہاتھ سے گر جاتی ہے۔ پھر مجھے بہت شرمندگی ہوئی اے ام المومنین خدا کی قسم نہ پہلے میں نے کبھی یہ عمل کیا تھا اور نہ آئندہ کروں گی۔ میں نے صحابہ کرام سے پوچھا جبکہ وہ کثیر تعداد میں موجود تھے۔ کسی نے اس کا جواب نہ پایا تمام لوگ لاعلمی پر فتویٰ دینے سے ڈرتے تھے لیکن ابن عباس یا جو ان کے پاس کوئی شخص تھا اس نے کہا اگر تیرے والدین دونوں زندہ ہوتے یا ایک زندہ ہوتا تو وہ تمہاری اس جواب کے سلسلہ میں کفایت کرتے (1)۔

امام ابن المنذر نے اوزاعی کے طریق سے حضرت ہارون بن رباب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں عبد الملک بن مروان کے پاس گیا تو اس کی مجلس میں ایک شخص تھا جس کے لئے تکیہ لگایا گیا تھا اور وہ اس کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ شخص وہ ہے جو ہاروت و ماروت سے ملاقات کر چکا ہے۔ میں نے پوچھا یہ شخص ملاقات کر چکا ہے؟ لوگوں نے بتایا ہاں یہ ان سے ملاقات کر چکا ہے۔ میں نے کہا بیان کیجئے اللہ تجھ پر رحم فرمائے اس نے بات شروع کی تو وہ آنسوؤں پر ضبط نہ کر سکا، اس نے کہا میں بچہ تھا اور میں اپنے والد کو نہیں جانتا تھا، میری والدہ مجھے ضرورت کے مطابق مال دیتی تھی اور اسے خرچ کرتا اور ضائع کرتا تھا لیکن میری والدہ مجھ سے کبھی مؤاخذہ نہیں کرتی تھی، جب عرصہ دراز گزر گیا اور والدہ صاحبہ بوڑھی ہو گئیں تو میں نے جاننا چاہا کہ یہ مال میری والدہ کے پاس کہاں سے آتا تھا۔ میں نے ایک دن والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس یہ مال کہاں سے آتا ہے؟ اس نے کہا بیٹا کھاؤ، عیش کرو اور پوچھو نہیں تیرے لئے یہ بہتر ہے۔ میں نے اصرار کیا تو اس نے بتایا کہ تیرا باپ جادوگر تھا۔ میں اس سے پوچھتا رہا اور متواتر سوال کرتا رہا تو وہ مجھے ایک کمرے میں لے گئی جس میں کثیر اموال موجود تھے۔ میری والدہ نے کہا اے بیٹے یہ سب مال تیرا ہے، کھا اور عیش کر، اس کے متعلق مت پوچھ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 529

میں نے کہا میرے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ مال کہاں سے آیا ہے۔

میری والدہ نے کہا تیرا باپ جادوگر تھا اور یہ مال اس نے جادو کے ذریعے جمع کیا تھا۔ اس نے کہا میں نے کھالیا جو کھا لیا اور گزر چکا جو گزر چکا پھر میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ مال ختم ہو جائے۔ پس مجھے بھی جادو سیکھنا چاہیے تا کہ میں بھی مال جمع کروں جیسے میرے باپ نے جمع کیا تھا۔ میں نے اپنی والدہ سے پوچھا میرے باپ کا خاص دوست کون تھا؟ اس نے کہاں فلاں جو فلاں مکان میں رہتا ہے۔ میں نے تیاری کی اور اس کے پاس پہنچا اور اس کو سلام دیا۔ اس شخص نے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا میں تیرے فلاں دوست کا فلاں بیٹا ہوں۔ اس نے کہا خوش آمدید۔ کیسے تشریف لائے یقیناً تیرے باپ نے اتنا مال چھوڑا ہے کہ تجھے کسی کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ میں نے کہا میں جادو سیکھنے آیا ہوں۔ اس نے کہا بیٹا اس کا ارادہ نہ کر، اس میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے۔ میں نے کہا میں ضرور سیکھوں گا۔ اس نے مجھے کئی واسطے دیئے اور اصرار کیا کہ میں یہ نہ سیکھوں۔ میں نے کہا میں یہ ضرور سیکھوں گا۔

اس نے کہا اگر تو مصر ہے تو اب چلا جا فلاں دن مجھے یہاں آ کر ملنا۔ میں واپس چلا گیا اور وقت مقرر پر پھر اسے آ کر ملا۔ اس نے پھر مجھے قسمیں دے کر اس کام سے باز رہنے کو کہا۔ وہ کہتا جادو کا ارادہ نہ کر اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ میں نے پھر اصرار کیا، جب اس نے میرے اصرار کو دیکھا تو اس نے مجھے کہا میں تجھے ایسی جگہ داخل کروں گا جس میں تو نے اللہ کا ذکر نہیں کرنا۔ اس نے مجھے زمین کے نیچے ایک سرنگ میں داخل کیا۔ تین سو سے زیادہ سیڑھیاں داخل ہوا، مجھے دن کی روشنی وہاں محسوس نہیں ہوتی تھی۔ جب میں انتہائی نیچے پہنچا تو وہاں ہاروت و ماروت زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوا کے اندر لٹکے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں ڈھال کی مانند تھیں، ان کے سروں کی تشبیہ بھی ذکر کی مگر مجھے یاد نہیں رہی، اور ان کے پر تھے میں نے جب ان کی طرف دیکھا تو میں نے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو ہاروت و ماروت نے اپنے زور سے پر مارے اور زور سے ایک لمحہ کے لئے چیخ ماری اور پھر خاموش ہو گئے۔ پھر میں نے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، تو ان کی پھر وہی کیفیت ہو گئی میں تیسری مرتبہ کلمہ پڑھا تو پھر ان کی پہلی کیفیت ہو گئی، پھر وہ خاموش ہو گئے تو میں بھی خاموش ہو گیا۔ انہوں نے میری طرف دیکھا اور پوچھا کیا تو آدمی ہے؟ میں نے کہاں ہاں۔ میں نے پوچھا جب میں نے اللہ کا ذکر کیا تو تمہاری یہ کیفیت کیوں ہوئی تھی؟ انہوں نے کہا یہ وہ اسم ہے جب سے ہم عرش کے نیچے سے نکلے ہیں ہم نے نہیں سنا۔

انہوں نے پوچھا تیرا کس امت سے تعلق ہے؟ میں نے کہا سیدنا محمد ﷺ کی امت سے میرا تعلق ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا انہیں مبعوث کیا گیا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے پوچھا کیا لوگ ایک شخص پر جمع ہو گئے ہیں یا متفرق ہیں؟ میں نے کہا ایک شخص پر جمع ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر ان کو تکلیف ہوئی پھر پوچھا لوگوں کے آپس میں تعلقات کیسے ہیں؟ میں نے کہا برے ہیں۔ اس جواب پر وہ خوش ہوئے۔ پھر پوچھا کیا بحیرہ طبریہ تک عمارتیں پہنچ گئیں ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ تو اس جواب سے وہ پریشان ہوئے۔ پھر وہ خاموش ہو گئے۔

میں نے پوچھا جب میں نے تمہیں ایک شخص پر لوگوں کے اجتماع کی خبر دی تو تمہیں یہ جواب اچھا نہ لگا اس کی کیا وجہ تھی؟

B

انہوں نے کہا جب تک لوگ ایک شخص پر جمع رہیں گے قیامت قریب نہ ہوگی۔ میں نے کہا جب میں نے تمہیں لوگوں کے اختلافات کے متعلق بتایا تو خوش ہوئے اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا اس سے ہمیں قرب قیامت کی امید ہوئی۔ میں نے کہا جب تمہیں بحیرہ طبریہ تک عمارتوں تک نہ پہنچنے کی خبر دی گئی تو اس سے تم کیوں رنجیدہ ہوئے۔ انہوں نے کہا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتی کہ عمارتیں بحیرہ طبریہ تک پہنچ جائیں گی۔ میں نے ان سے کہا مجھے کوئی وصیت کرو تو انہوں نے کہا اگر قدرت رکھتا ہے تو سویا نہ کر کیونکہ معاملہ بڑا سنجیدہ ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہاروت و ماروت کا واقعہ یہ ہے کہ ملائکہ نے انسانوں کے ظلم پر بڑا تعجب کیا کہ ان کے پاس رسل کتب اور نشانیاں آچکی ہیں اور پھر بھی یہ بدکاریاں کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دو فرشتے منتخب کرو میں انہیں زمین پر اتاروں گا جو بنی آدم کے درمیان فیصلے کریں گے۔ پس انہوں نے ہاروت و ماروت کو منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جب انہیں زمین پر اتارا تو فرمایا تم دونوں نے بھی بنی آدم، ان کے ظلم اور ان کے گناہوں پر تعجب کیا جب کہ ان کے پاس رسل، کتب یکے بعد دیگرے آتے تھے۔ اور تمہارے اور میرے درمیان کوئی پیغام رساں نہیں ہے، یہ احکام بجالانا اور اس طرح دعوت دینا، اللہ تعالیٰ نے کچھ ان کو احکامات دیئے اور کچھ چیزوں سے انہیں منع فرمایا۔ پھر وہ دونوں زمین پر اترے تو ان جیسا اللہ تعالیٰ کا کوئی اطاعت گزار نہ تھا، پس انہوں نے فیصلے کیئے تو عدل کیا۔ وہ دن کے وقت انسانوں کے فیصلے کرتے اور شام کو آسمانوں پر چلے جاتے اور ملائکہ کے ساتھ رہتے۔ صبح کے وقت اترتے اور فیصلے کرتے رہتے حتی کہ زہرہ ستارہ حسین عورت کی شکل میں ان کے پاس آیا، اس نے جھگڑا کیا اور انہوں نے اس کے خلاف فیصلہ کر دیا۔ جب وہ چلی گئی تو ایک کے دل میں اس کی محبت کے جذبات مچل رہے تھے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا جیسے میں محسوس کر رہا ہوں تم بھی محسوس کر رہے ہو؟ اس نے کہاں ہاں۔ انہوں نے اس عورت کو بلایا کہ تو ہمارے پاس آجائے تو ہم تیرے حق میں فیصلہ کر دیں گے۔ جب وہ واپس آئی تو انہوں نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اور اسے کہا کہ ہمارے پاس آ۔ جب وہ آئی تو ان دونوں نے اس کے لئے اپنی شرم گاہیں کھول دیں۔ اور ان کے دلوں میں شہوت تھی حالانکہ ان میں ایسی شہوت نہ تھی جیسی انسانوں میں عورتوں کی شہوت اور لذت ہوتی ہے۔ جب وہ اس حد تک پہنچ گئے تو انہوں نے اس کو حلال کر دیا زہرہ اڑ گئی اور ستارہ کی شکل اختیار کر لی، جب شام ہوئی تو انہوں نے آسمان کی طرف عروج کیا تو انہیں دھتکار دیا گیا اور اجازت نہ ملی۔ اب ان کے پر ان کے متحمل نہ تھے، پھر ان دونوں نے ایک انسان کے پاس آکر استغاثہ کیا اور عرض کی کہ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا فرمائیں، اس انسان نے کہا، اہل زمین، آسمان والوں کے لئے کیسے دعا کریں۔ انہوں نے کہا ہم نے آسمانوں میں اپنے رب کو تیرا ذکر خیر کرتے سنا ہے۔ اس شخص نے ان سے ایک دن مقرر فرمایا کہ وہ اس دن ان کے لئے دعا کرے گا۔ اس نے دعا کی تو اس کی دعا کو شرف قبولیت عطا کیا گیا اور انہیں عذاب دنیا اور عذاب آخرت میں اختیار دیا گیا۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا ہم جانتے ہیں کہ آخرت میں اللہ کے عذاب کے گروہ اتنے اتنے ہمیشہ ہیں، ہاں دنیا کے ساتھ سات مثل، پس انہیں بابل میں اترنے کا حکم دیا گیا اور وہاں ان کو عذاب ہو رہا ہے، وہ لوہے کی

زنجیروں میں لٹکے ہوئے ہیں اور اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں(1)۔

امام زبیر بن بکار نے الموفقیات، ابن مردویہ اور دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے مسخ شدہ چیزوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا تیرہ چیزیں ہیں، ہاتھی، ریچھ، خنزیر، بندر، الجریث (ایک مچھلی کی قسم ہے) گوہ، چمگادڑ، بچھو، پانی کا سیاہ کیڑا، مکڑی، خرگوش، سہیل (ستارہ) اور زہرہ (ستارہ)۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ان کے مسخ کا سبب کیا ہے؟ فرمایا، ہاتھی ایک ظالم لوطی شخص تھا جو کسی نر اور خشک کو نہیں چھوڑتا تھا، ریچھ مؤنث تھی جو لوگوں کو اپنی طرف بلاتی تھی، خنزیر نصاری میں سے تھا جنہوں نے مائدہ کا سوال کیا تھا، جب نازل ہوا تو انہوں نے کفر کیا۔ بندر یہود ہیں جنہوں نے ہفتہ کے حکم میں تجاوز کیا تھا۔ جریث ایک دیوث (بے غیرت) شخص تھا جو اپنی بیوی کی طرف دوسرے مردوں کو بلاتا تھا، گوہ ایک اعرابی تھا جو اپنی چھڑی کے ذریعے حاجیوں کی چوری کرتا تھا۔ اور چمگادڑ ایک مرد تھا جو کھجور کے درختوں کے اوپر سے پھل چوری کر لیتا تھا اور بچھو ایک شخص تھا جو کسی پر اپنی زبان سے سلام نہیں کرتا تھا۔ دعموص پانی کا کیڑا چغل خور تھا جو محبوبوں کے درمیان جدائی ڈالتا تھا، مکڑی ایک عورت تھی جس نے اپنے خاوند پر جادو کیا تھا۔ خرگوش ایک عورت تھی جو حیض سے پاک نہیں ہوتی تھی (یعنی حیض کے ایام گزرنے کے بعد غسل نہیں کرتی تھی) سہیل، یمن سے دسواں حصہ اکٹھا کرنے والا ایک شخص تھا اور زہرہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کی بیٹی تھی جن کے ذریعے ہاروت و ماروت فتنہ میں مبتلا ہوئے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ جبرئیل امین ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت حاضر ہوئے جبکہ پہلے اس وقت کبھی نہیں آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف اٹھے اور فرمایا جبرئیل! کیا وجہ ہے تیرا رنگ بدلا ہوا ہے؟ جبرئیل نے کہا میں آپ کے پاس نہیں آیا حتی کہ اللہ نے آگ کی چابیوں کا حکم فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل میرے لئے آگ کی صفت بیان کر اور جہنم کی کیفیت ذکر کر۔ جبرئیل نے کہا اللہ تعالیٰ نے جہنم کا حکم دیا تو اس کو ہزار سال جلایا گیا حتی کہ وہ سفید ہوگئی پھر حکم ہوا تو اسے ہزار سال جلایا گیا حتی کہ وہ سرخ ہوگئی پھر جلانے کا حکم ہوا پھر ہزار سال جلائی گئی تو وہ سیاہ ہوگئی پس اب وہ سیاہ ہے، اس کے شرارے روشن نہیں ہیں اور نہ اس کے شعلے بجھتے ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر جہنم سے سوئی کے سوراخ کی مقدار بھی کھولا جائے تو تمام روئے زمین پر رہنے والے اس کی گرمی کی وجہ سے مر جائیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر کفار کے کپڑوں میں سے ایک کپڑا آسمان اور زمین کے درمیان لٹکا دیا جائے تو تمام اہل زمین اس کی گرمی کی وجہ سے مر جائیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر جہنم کے داروغوں میں سے کوئی ایک اہل دنیا کے سامنے ظاہر ہو جائے اور پھر وہ اسے دیکھ لیں تو تمام زمین والے اس کے چہرے کی قباحت اور اس کی بدبو کی وجہ سے مر جائیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر اس آگ والوں کی زنجیروں کے حلقوں میں سے ایک حلقہ دنیا کے پہاڑوں پر رکھا جائے جس کا ذکر اللہ نے کتاب میں کیا ہے تو یہ پہاڑ بہنے لگ جائیں اور نہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 527

ٹھہریں یہاں تک کہ نچلی زمین تک پہنچ جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرئیل یہ میرے لئے کافی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل کی طرف دیکھا تو وہ رو رہا تھا، پوچھا جبرئیل تو کیوں رو رہا ہے حالانکہ تیرا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑا رتبہ ہے؟ جبرئیل نے کہا میں کیوں نہ روؤں، میں رونے کا زیادہ مستحق ہوں، ہوسکتا ہے میں علم الٰہی میں اس حالت کے علاوہ کسی دوسری حالت پر ہوں، میں نہیں جانتا شاید میں بھی ابلیس کی طرح آزمائش میں ڈالا جاؤں، وہ بھی تو ملائکہ میں سے تھا اور میں نہیں جانتا میں بھی ہاروت و ماروت کی طرح مبتلا کیا جاؤں۔ پس رسول اللہ ﷺ بھی رو پڑے اور جبرئیل بھی روئے، دونوں روتے رہے حتیٰ کہ آواز آئی یا جبرئیل ویا محمد اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو اپنی نافرمانی سے محفوظ و مامون کر دیا ہے (1)۔

امام ابن جریر نے الحسین اور قتادہ رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ دونوں جادو سکھاتے تھے اور ان سے عہد لیا تھا کہ وہ کسی کو نہ سکھایا کریں حتیٰ کہ کہہ دیا کریں کہ ہم آزمائش ہیں پس تو کفر نہ کر (2)۔

امام ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ فتنہ کا معنی بلاء (آزمائش) ہے (3)۔

امام البزار اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو کسی کاہن یا جادوگر کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے اس کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر اتارا گیا ہے (حاکم نے اسے صحیح کہا ہے)

امام البزار نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے بدشگونی کی یا اس کے لئے بری فال پکڑی گئی، خود کہانت کا دھندا کیا یا اس کے لئے کہانت کا عمل کیا گیا، یا جادو کیا یا اس کے لئے جادو کیا گیا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جس نے گرہ لگائی اور جو کاہن کے پاس آیا پھر اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ کا انکار کیا۔

امام عبدالرزاق نے صفوان بن سلیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے تھوڑا یا زیادہ جادو سیکھا تو اللہ کی طرف سے یہ اس کا آخری عہد ہوگا (4)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وہ جادو کے ذریعے میاں بیوی کو جدا کر دیتے تھے اور ان میں بغض پیدا کر دیتے تھے (5)۔

امام ابن جریر نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اس آیت میں بِاِذْنِ اللّٰهِ سے مراد قضاء اللہ ہے (6)۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے وَ لَقَدْ عَلِمُوْا کے تحت روایت کیا ہے کہ اہل کتاب جانتے تھے اور اپنی کتاب میں پڑھتے تھے اور جو ان سے عہد لیا گیا تھا اس کی وجہ سے آگاہ تھے کہ جادوگر کا قیامت کے روز اللہ کی بارگاہ میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا شیطان اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے پھر اپنے لشکر لوگوں میں بھیجتا ہے، سب سے قریبی اس کا وہ شیطان ہوتا ہے جو بہت

1۔ معجم اوسط، جلد 3، صفحہ 277، مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 530 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 531
4۔ کنز العمال، جلد 6، صفحہ 743 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 532 6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 533

بڑا فتنہ برپا کر کے آتا ہے، ایک شیطان کہتا ہے فلاں شخص کے ساتھ رہا حتی کہ میں نے اس کو چھوڑا تو وہ یہ یہ کہہ رہا تھا۔ ابلیس کہتا ہے اللہ کی قسم تو نے کوئی بڑا کام نہیں کیا۔ پھر ایک اور شیطان آتا ہے کہتا ہے میں نے اس شخص کو نہیں چھوڑا حتی کہ میں نے اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی۔ ابلیس اسے اپنے قریب کرتا ہے، نزدیکی دیتا ہے اور اسے گلے لگاتا ہے اور کہتا ہے ہاں تو نے عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

امام ابوالفرج الاصبہانی نے الاغانی میں عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ذریح ابوقیس کو فرمایا میں تیرے لئے حلال کرتا ہوں کہ تو میرے اور میرے نفس کے درمیان جدائی ڈال دے، کیا تو نے عمر بن خطاب کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالوں یا ان کی طرف تلوار لے کر چلوں۔ ابن ماجہ نے ابورہم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افضل سفارش نکاح میں دو شخصوں کے درمیان سفارش کرنا ہے(1)۔ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خَلَاقٍ کا معنی قوام روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نصیب روایت کیا ہے۔

امام الطستی نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ مجھے مِنْ خَلَاقٍ کا معنی بتائیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا من نصیب (حصہ)۔ نافع نے پوچھا عربوں میں یہ مفہوم معروف ہے؟ ابن عباس سے فرمایا ہاں کیا تو نے امیہ بن ابی الصلت کا یہ شعر نہیں سنا۔

يَدْعُوْنَ بِالْوَيْلِ فِيهَا لَا خَلَاقَ لَهُمْ   اِلَّا سَرَابِيْلُ مِنْ قِطْرٍ وَّ اَغْلَالُ

وہ دوزخ میں ہلاکت کو پکاریں گے ان کے لئے تارکول اور بیڑیوں کے سوا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

امام ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے بھی خلاق کا معنی نصیب روایت کیا ہے(3)۔

امام عبدالرزاق اور ابن جریر نے الحسن رحمہ اللہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ اس کا دین نہ ہوگا(4) مذکورہ آیت میں ابن جریر اور ابن حاتم نے سدی سے مَاشَرَوْا کا معنی باعوا نقل کیا ہے(5)۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

”اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگار بنتے تو (اسکا) ثواب اللہ کے ہاں بہت اچھا ہوتا کاش وہ کچھ جانتے“۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے کہ قرآن میں ہر چیز جس کا ذکر لَوْ کے ساتھ ہے وہ ہمیشہ نہیں ہوگی۔

امام عبدالرزاق اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے مذکورہ بالا آیت میں لَمَثُوْبَةٌ کا معنی ثواب روایت کیا ہے(6)۔

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 480، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 535
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 536
6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 538

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

''اے ایمان والو! (میرے حبیب سے کلام کرتے وقت) مت کہا کرو'' رَاعِنَا'' بلکہ کہو'' اُنْظُرْنَا'' اور (انکی بات پہلے ہی) غور سے سنا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

امام ابن المبارک نے الزہد میں اور ابوعبید نے فضائل میں، سعید بن منصور نے سنن میں، احمد نے الزہد میں، ابن ابی حاتم، ابونعیم نے الحلیہ میں اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا آپ نے اسے کہا کہ تو میرے ساتھ عہد کر۔ فرمایا جب تو اللہ کو یہ فرماتے سنے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تو غور سے سن کیونکہ وہ یا تو خیر ہوگا جس کا حکم ہو رہا ہوگا یا شر ہوگا جس سے منع کیا جا رہا ہوگا۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابونعیم نے الحلیہ میں خیثمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو تم قرآن میں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پڑھتے ہو وہ توراۃ میں يَا اَيُّهَا الْمَسَاكِيْنُ ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے خیثمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو قرآن میں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ہے وہ تورات اور انجیل میں يَا اَيُّهَا الْمَسَاكِيْنُ ہے۔

امام ابونعیم نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے یہود کی زبان میں رَاعِنَا قبیح گالی ہے۔ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اسے آہستہ سے استعمال کرتے تھے۔ جب صحابہ کرام کو یہود نے یہ لفظ استعمال کرتے سنا تو وہ اعلانیہ کہنے لگے یہود یہ لفظ استعمال کرتے اور پھر آپس میں ہنستے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابونعیم نے دلائل میں حضرت ابن عباس سے لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ لفظ یہود کی زبان میں گالی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اُنْظُرْنَا کہو، مراد یہ تھا کہ ہمیں پھر اپنا ارشاد سنایئے۔ اس آیت کے نزول کے بعد مومنین کہتے تھے کہ جس کو تم یہ لفظ استعمال کرتے ہوئے سنو اس کی گردن اڑا دو، تو یہود اس کے بعد اس لفظ کے استعمال سے رک گئے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت ابن عباس سے مذکورہ ارشاد کے تحت روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام تو اس معنی میں رَاعِنَا استعمال کرتے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لئے رعایت فرمایئے، جیسے تم کہتے ہو اَعْطِنَا ہمیں عطا فرمایئے (1)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مالک بن الصیف اور رفاعہ بن زید جن کا تعلق یہود سے تھا۔ جب یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتے تو کہتے رَاعِنَا سَمْعَكَ وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ (ہماری طرف متوجہ ہو سنو کبھی نہ سنو) مسلمانوں نے سمجھا کہ یہ کوئی ایسا جملہ ہے جس کے ساتھ اہل کتاب اپنے انبیاء کی تعظیم کرتے ہیں تو مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے استعمال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو رَاعِنَا نہ کہو (2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 540 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 541

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے ابوصخر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب تشریف لے جاتے تو مومنین میں سے جسے کوئی کام ہوتا تو آپ کو پکار کر کہتا اور اَرْعِنَا سَمْعَكَ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کے لئے یہ بھی کہنا پسند نہ فرمایا اور حکم دیا کہ تم اُنْظُرْنَا کہو تا کہ وہ رسول کی تعظیم وتوقیر کریں۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابونعیم نے دلائل میں قتادہ رحمہ اللہ سے لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا کے تحت روایت کیا ہے کہ یہود یہ کلمہ بطور استہزاء کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے مومنین کی زبان ایسا کلمہ کہنے کو ناپسند فرمایا (1)۔

امام ابن جریر اور ابونعیم نے دلائل میں عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہود رَاعِنَا سَمْعَكَ کہتے تھے حتی کہ مسلمانوں نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے یہود کی بات کو پسند نہ کیا (2)۔

امام ابن جریر اور ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس قول کا معنی اَرْعِنَا سَمْعَكَ روایت کیا ہے (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا کے تحت خلافًا روایت کیا ہے یعنی خلاف نہ کہو (4)۔

امام ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا کا معنی یہ ہے کہ اس طرح نہ کہو کہ تم ہماری بات سنو اور ہم تمہاری بات سنتے ہیں قُوْلُوا انْظُرْنَا، یا رسول اللہ! ہمیں سمجھایئے اور ہمارے لئے وضاحت فرمایئے (5)۔

امام ابن جریر نے ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب عرب کے مشرک ایک دوسرے سے بات کرتے تو کہتے، اَرْعِنِیْ سَمْعَكَ، تو انہیں اس سے منع کیا گیا (6)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، النحاس نے اپنی ناسخ میں عطاء سے رَاعِنَا کے متعلق روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں انصار کی یہ ایک لغت تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ کہنے سے منع فرما دیا اور فرمایا اُنْظُرْنَا کہو (7)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رَاعِنًا پڑھا اَلرَّاعِنُ اسی بات کو کہتے ہیں جس کے ذریعے مزاح کیا جائے۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے اسْمَعُوْا کے تحت روایت کیا ہے کہ جو تمہیں کہا جائے اسے غور سے سنو (8)۔ ابونعیم نے الحلیہ میں ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آیت میں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا نازل ہوا اس کی اصل میرے اوپر ہے۔

امام ابونعیم نے لکھا ہے کہ میں نے حدیث ابن ابی خیثمہ کے علاوہ باقی سب مرفوع احادیث لکھی ہیں جبکہ لوگ اس کو مرفوع جانتے ہیں (9)۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 540 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 540 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 539 4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 44-540 6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 541 7۔ ایضاً
8۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 545 9۔ کنز العمال، جلد 1، صفحہ 604 رقم الحدیث، 32920

عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾

''نہیں پسند کرتے وہ لوگ جو کافر ہیں اہل کتاب سے اور نہ مشرک کہ اتاری جائے تم پر کچھ بھلائی تمہارے رب کی طرف سے اور اللہ خاص فرمالیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا فضل (فرمانے) والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مذکورہ آیت میں رحمۃ سے مراد قرآن اور سلام ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾

''جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا فراموش کرا دیتے ہیں تو لے آتے ہیں (دوسری) بہتر اس سے یا (کم از کم) اس جیسی، کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور تمہارا اللہ کے سوا کوئی یار و مددگار نہیں''۔

امام ابن ابی حاتم، حاکم (فی الکنی)، ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی بھی وحی نازل ہوئی جو رات کے وقت نازل ہوئی اور دن کے وقت بھلا دی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ (الآیہ)

امام طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انصار کے دو آدمیوں نے ایک سورت پڑھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی، وہ دو انصاری اس کی تلاوت کرتے تھے۔ ایک رات وہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ اس سورت کا ایک حرف بھی نہ پڑھ سکے۔ وہ صبح سویرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور سارا واقعہ عرض کیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ منسوخ کر دی گئی ہے یا بھلا دی گئی ہے پس وہ اس کو بھول گئے۔

حضرت زہری نون کے ضمہ کے ساتھ نُنْسِهَا پڑھتے تھے (1)۔

امام بخاری، نسائی، ابن الانباری (فی المصاحف)، حاکم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا ہم میں سب سے زیادہ قاری ابی اور بہتر فیصلہ کرنے والا علی رضی اللہ عنہ ہے۔ اور ہم ابی کی قرأت سے کوئی چیز چھوڑتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے ابی کہتے ہیں کہ جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں اس کو نہیں

1۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 288، رقم الحدیث، 13141

چھوڑوں گا حالانکہ اللہ فرماتا ہے مَانَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا (جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا فراموش کرا دیتے ہیں)(1)

امام عبد الرزاق، سعید بن منصور، ابو داؤد نے اپنی الناسخ میں، ان کے بیٹے نے المصاحف میں، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر اور حاکم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ مَانَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ تُنْسِهَا پڑھتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ سعید بن المسیب نُنْسِهَا پڑھتے ہیں تو سعد نے کہا قرآن نہ المسیب پر اور نہ آل المسیب پر نازل ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى (الاعلیٰ:6) (ہم خود آپ کو پڑھائیں گے پس آپ اسے نہ بھولیں گے) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (الکہف:24) (یاد کرو اپنے رب کو جب تو بھول جائے)(2)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا معنی ہے ہم جو آیت بدل دیتے ہیں یا اسے چھوڑ دیتے ہیں بدلتے نہیں تو۔ نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا فرماتے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم ایسی آیت لائیں گے جس میں تمہارے لئے منفعت زیادہ ہوگی اور اس میں تمہارے لئے نرمی ہوگی (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نُنْسِهَا یعنی ہم اس کو مؤخر کر دیتے ہیں۔

امام ابن الانباری نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اَوْ نُنْسِهَا پڑھا ہے۔

امام ابو داؤد نے اپنی ناسخ میں مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابی کی قرأت میں نُنْسِكَ ہے۔

آدم بن ابی ایاس، ابو داؤد (فی الناسخ)، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے ابن مسعود کے اصحاب سے روایت کیا ہے مانَنسخ کا معنی یہ ہے کہ ہم اس کے خط کو ثابت رکھتے ہیں اور اس کے حکم کو بدل دیتے ہیں۔ اَوْ نُنْسِهَا اپنے پاس ہم اس کو روک لیتے ہیں (4)۔

حضرت آدم، ابن جریر اور بیہقی نے عبید بن عمیر اللیثی رحمہ اللہ سے اس کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ یا ہم اس کو ترک کر دیتے ہیں اور اسے ان کے پاس سے اٹھا لیتے ہیں (5)۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابن مسعود کی قرأت میں (مَا نُنْسِكَ مِنْ آيَةٍ اَوْ نَنْسَخْهَا)

امام عبد بن حمید، ابو داؤد (الناسخ میں)، ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک آیت دوسری آیت کو منسوخ کرتی تھی۔ اللہ کا نبی ایک آیت اور سورت اور سورت کا وہ حصہ جو اللہ چاہتا پڑھتے تھے پھر وہ اٹھا دی جاتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو وہ بھلا دیتا تھا۔ اسی چیز کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: مَانَنْسَخْ الخ۔ اس آیت میں

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 155، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 548
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 51، (547)
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 547
5۔ ایضاً

تخفیف بھی ہے، رخصت بھی ہے، امر بھی ہے اور نہی بھی ہے(1)۔

حضرت ابوداؤد نے ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ پھر فرمایا وَ اِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ (النحل: 101) (اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ) اور فرمایا يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ (الرعد: 39) مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے (جو چاہتا ہے)

امام ابوداؤد اور ابن جریر نے ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ قرآن میں چند امور نازل فرماتا ہے پھر انہیں اٹھا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا(2)

امام ابن جریر نے حضرت الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارے نبی کو قرآن پڑھاتا ہوں پھر میں اسے بھلاتا ہوں، قرآن میں کوئی ایسی چیز نہیں جو منسوخ ہو گئی ہو اور تم اس کی تلاوت کرتے ہو(3)۔

امام ابوداؤد نے اپنی کتاب الناسخ میں، ابن المنذر، ابن الانباری نے المصاحف میں، ابوذر الہروی نے فضائل میں ابو امامہ بن سہل بن حنیف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے ایک شخص کے پاس ایک سورت تھی، وہ رات کو اٹھا اس کی تلاوت کرنے لگا تو وہ اس کی تلاوت نہ کر سکا، دوسرا صحابی اٹھا تو وہ بھی اس کی تلاوت نہ کر سکا، تیسرا اٹھا تو وہ بھی قادر نہ ہوا، صبح نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور صورت حال عرض کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ گزشتہ رات منسوخ ہو گئی ہے۔

امام ابوداؤد نے الناسخ میں، بیہقی نے دلائل میں ایک دوسرے طریق سے ابوامامہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انصار صحابہ کرام کے ایک گروہ نے انہیں بتایا ہے کہ ایک شخص رات کو اٹھا۔ وہ اس سورت کو پڑھتا تھا جو اسے یاد تھی تو وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے علاوہ کوئی چیز نہ پڑھ سکا، دوسرے صحابہ کے ساتھ بھی رات کو ایسا ہی واقعہ پیش آیا، صبح انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس سورت کے متعلق پوچھا تو کچھ وقت آپ ﷺ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا پھر فرمایا گزشتہ رات وہ سورت منسوخ ہو گئی ہے اور ان کے سینوں سے اور ہر اس چیز سے منسوخ ہو گئی ہے جس پر لکھی ہوئی تھی (4)۔

امام ابن سعد، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد (فی الناسخ)، ابن الضریس، ابن جریر، ابن المنذر، ابن حبان اور بیہقی نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بئر معونہ کے مقتولوں کے متعلق قرآن نازل کیا جس کی ہم تلاوت کرتے تھے حتیٰ کہ وہ بعد میں منسوخ ہو گیا۔ وہ یہ ارشاد تھا۔ اَنْ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَ اَرْضَانَا۔(5)

امام مسلم، ابن مردویہ اور ابونعیم نے الحلیہ میں اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، ہم ایک سورت پڑھتے تھے جسے طول اور شدت میں سورۂ برأت کے مشابہ سمجھتے تھے لیکن پھر مجھے وہ بھلا دی گئی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 547,51
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 548 (من قول الربیع)
3۔ ایضاً
4۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 157، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 551

لیکن اس میں سے صرف یہ الفاظ یاد ہیں لَوْ كَانَ لِاِبْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَابْتَغٰى وَادِيًا ثَالِثًا لَا يَمْلَاُ جَوْفَهٗ اِلَّا التُّرَابُ (اگر انسان کے لئے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کا متلاشی ہو، اس کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھرے گی) اور ہم ایک سورت پڑھتے تھے جسے ہم المسبحات میں سے کسی ایک سورت کے مشابہ سمجھتے تھے (المسبحات سے مراد وہ سورتیں ہیں جن سے پہلے سبح یا یسبح آتا ہے) اس کی ابتداء سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ سے تھی پھر ہم وہ بھول گئے لیکن اس میں سے مجھے یہ الفاظ یاد ہیں يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ فَتُكْتَبُ شَهَادَةٌ فِيْ اَعْنَاقِكُمْ فَتُسْاَلُوْنَ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (اے ایمان والو! تم وہ کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو تمہاری گردنوں میں شہادت لکھی جاتی ہے پھر اس کے متعلق قیامت کے روز تم سے سوال ہوگا) (1)

حضرت ابوعبید نے فضائل میں اور ابن الضریس نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سورۂ برأت کی طرح سخت سورت نازل ہوئی پھر وہ اٹھالی گئی اور مجھے اس سے صرف یہ یاد ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِاَقْوَامٍ لَّا خَلَاقَ لَهُمْ۔ (اللہ تعالیٰ اس دین کی ایسی قوم سے بھی مدد فرمائے گا جن کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہ ہوگا)

ابن الضریس نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

لَيُؤَيِّدَنَّ اللّٰهُ هٰذَا الدِّيْنَ بِرِجَالٍ مَّالَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَوْاَنَّ لِا بْنِ آدَمَ وَادِيَيْنِ مِنْ مَّالٍ لَتَمَنّٰى وَادِيًا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ اِلَّا مَنْ تَابَ فَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

"اللہ تعالیٰ اس دین کی ان لوگوں کے ذریعے تائید فرماتا ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اور اگر انسان کے لئے دو وادیاں مال کی ہوں تو وہ تیسری وادی کی بھی خواہش کرے اور انسان کا پیٹ صرف مٹی ہی بھرے گی مگر جس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے"۔

امام ابوعبید، احمد، الطبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی نے الشعب میں ابو واقد اللیثی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ پر وحی اترتی تو ہم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور جو آپ کی طرف وحی آچکی ہوتی ہم وہ سیکھتے۔ فرماتے ہیں ایک دن میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے نماز کو قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کے لئے مال اتارا اور اگر انسان کے لئے ایک وادی ہو تو وہ دوسری کا بھی اپنے پاس ہونا پسند کرے، اگر اس کے پاس دوسری بھی ہو تو وہ تیسری کو بھی ساتھ ملانا پسند کرے اور انسان کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھرے گی اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر عنایت فرماتا ہے جو توبہ کرتا ہے (2)۔

امام ابوداؤد، احمد، ابویعلی اور طبرانی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں یہ پڑھتے تھے لَوْكَانَ لِا بْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ ذَهَبٍ وَ فِضَّةٍ لَّا بْتَغَى الثَّالِثَ وَلَا يَمْلَاُ بَطْنَ ابْنِ

1۔ صحیح مسلم مع شرح نودی، جلد 7، صفحہ 125 ،مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 271، (10277)

آدَمَ اِلاَّ التُّرَابُ وَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ تَابَ۔(اس کا ترجمہ گزر چکا ہے)(1)

امام ابوعبید اور احمد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم یہ پڑھتے تھے لَوْ اَنَّ لِابْنِ آدَمَ مِلأً وَادٍ مَالاً لَاحَبَّ اِلَیْهِ مِثْلَهُ وَلَا یَمْلَاجَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلاَّ التُّرَابُ وَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ تَابَ۔(2)

امام ابوعبید، بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے اگر انسان کے لئے ایک وادی مال ہوتو وہ اس کے ساتھ اس کی مثل ایک اور پسند کرے اور انسان کی آنکھ کو صرف مٹی ہی بھرے گی اور جوتوبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ یہ قرآن سے ہے یا نہیں (3)۔

حضرت البزار اور ابن الضریس نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز میں یہ الفاظ پڑھتے ہوئے سنا: لَوْکَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِیَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَّابْتَغٰی اِلَیْهِ ثَانِیاً وَّلَوْ اُعْطِیَ ثَانِیًا لَّابْتَغٰی ثَالِثًا لَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلاَّ التُّرَابُ وَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ تَابَ۔

امام ابن الانباری نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراۃ میں اس طرح ہے۔اِبْنُ آدَمَ لَوْ اُعْطِیَ وَادِیاً مِّنْ مَالٍ لَّابْتَغٰی ثَانِیًا وَّلَا لْتَمَسَ ثَالِثاً وَّلَوْ اُعْطِیَ وَادِیَیْنِ مِنْ مَّالٍ لَالْتَمَسَ ثَالِثاً وَّلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلاَّ التُّرَابُ وَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ تَابَ۔(4)

امام ابن الضریس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم یہ پڑھتے تھے لَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَاءِ کُمْ فَاِنَّهُ کُفْرٌ بِکُمْ وَاِنَّ کُفْراً بِکُمْ اَنْ تَرْغَبُوْ عَنْ آبَاءِ کُمْ (یعنی اپنے آباء سے اعراض نہ کرو کیونکہ یہ تمہارے لئے کفر ہے اور تمہارا کفر یہ ہے کہ تم آباء سے انحراف واعراض کرو)

امام عبدالرزاق، احمد اور ابن حبان نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اس قرآن میں آیت رجم تھی۔پس رجم کیا گیا اور ہم نے اس کے بعد رجم کیا۔پھر فرمایا ہم یہ بھی پڑھتے تھے وَلَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَاءِ کُمْ فَاِنَّهُ کُفْرٌ بِکُمْ اِنَّ تَرْغَبُوْ عَنْ آبَاءِ کُمْ۔

امام الطیالسی، ابوعبید اور طبرانی نے عمر بن خطاب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم یہ پڑھتے تھے۔لَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَاءِ کُمْ فَاِنَّهُ کُفْرٌ بِکُمْ۔پھر آپ نے زید بن ثابت سے پوچھا اے زید! کیا اسی طرح ہے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہاں۔

امام ابن عبدالبر نے التمہید میں، عدی بن عدی بن عمیر بن قزوہ عن ابیہ عن جدہ عمیر بن قزوہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے حضرت ابی سے فرمایا کیا ہم کتاب اللہ میں اس طرح نہیں پڑھتے تھے۔اِنَّ انْتِفَاءَ کُمْ مِنْ آبَاءِ کُمْ فَاِنَّهُ کُفْرٌ بِکُمْ (تمہارا اپنے والدین سے نفی کرنا کفر ہے)۔حضرت ابی نے فرمایا کیوں نہیں اسی طرح تھا۔

1۔مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 368، مطبوعہ دار صادر بیروت
2۔ایضاً
3۔صحیح بخاری، جلد 5، صفحہ 2364، رقم الحدیث 6073، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق
4۔ایضاً، جلد 5، صفحہ 2365، 6074

پھر حضرت عمر نے پوچھا کیا ہم اس طرح نہیں پڑھتے تھے اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔ (بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے) یہ اس کتاب سے تھا جو ہم سے مفقود ہو چکی ہے؟ ابی نے کہا واقعی یہ اس کتاب میں تھا۔

امام ابوعبید، ابن الضریس، ابن الانباری نے المسور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا جو ہم پر نازل کیا گیا ہے کیا اس میں تو نے یہ بھی پڑھا ہے۔ اَنْ جَاهِدُوْا كَمَا جَاهَدْتُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ تم اس طرح جہاد کرو جس طرح تم نے پہلی مرتبہ جہاد کیا تھا۔ اور اب ہم یہ قرآن میں نہیں پاتے۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا یہ حصہ ساقط کر دیا گیا ہے۔

امام ابوعبید، ابن الضریس، ابن الانباری نے المصاحف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تم میں کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے سارا قرآن لے لیا ہے، اسے کیا معلوم سارا قرآن کیا ہے، بہت سا قرآن منسوخ ہو گیا ہے۔ انسان کو اس طرح کہنا چاہیے۔ میں نے وہ لے لیا ہے جو اس میں سے ظاہر ہے۔

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، ابن الانباری اور بیہقی نے دلائل میں حضرت عبیدہ السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ قرأت جو رسول اللہ ﷺ پر آخری سال وصال میں پیش کی گئی وہ یہ ہے جس کو اب لوگ تلاوت کرتے ہیں اور جس پر حضرت عثمان نے لوگوں کو جمع فرمایا۔

حضرت ابن الانباری، ابن اشتہ نے المصاحف میں حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبرئیل ہر سال رمضان میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے اور جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال دو مرتبہ دور کیا۔ اور صحابہ سمجھتے تھے کہ ہماری قرأت آخری عرضہ کی قرأت ہے۔

امام ابن الانباری نے ابو الظبیان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم کون سی قرأت کو پہلی قرأت شمار کرتے ہو؟ ہم نے کہا عبداللہ کی قرأت۔ اور ہماری قرأت آخری قرأت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جبرئیل ان پر ہر سال قرآن رمضان میں پیش کرتا تھا اور آخری سال دو مرتبہ دور کیا اور عبداللہ نے اس کی شہادت دی جو منسوخ ہوا اور جو بدل گیا۔ ابن الانباری نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں ابن عباس نے فرمایا تم کون سی قرأت شمار کرتے ہو؟ ہم نے کہا عبداللہ کی قرأت کو۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ جبرئیل پر ایک مرتبہ قرآن پیش کرتے تھے لیکن آخری سال دو مرتبہ پیش کیا اور عبداللہ کی قرأت آخری قرأت ہے۔

امام ابن الانباری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبرئیل، نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہر سال قرآن کا دور کرتا تھا اور آخری سال دو مرتبہ دور کیا۔ میں نے اس سال نبی کریم ﷺ سے قرآن سیکھا تھا۔

امام ابن الانباری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا اگر میں جانتا کہ کوئی شخص اس آخری مرتبہ سننے میں مجھ سے مؤخر ہے تو میں اس کی طرف سفر کر کے جاتا۔

حاکم نے سمرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن حکیم رسول اللہ ﷺ پر تین مرتبہ پیش کیا گیا۔ صحابہ فرماتے

ہیں ہماری قراءت آخری مرتبہ پیش کرنے کے مطابق ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (1)۔

حضرت ابوجعفر النحاس نے اپنی کتاب الناسخ میں ابوالبختری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو ایک شخص لوگوں کو ڈرا رہا تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ شخص لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا ہے۔ فرمایا یہ لوگوں کو نصیحت نہیں کر رہا لیکن یہ اپنا تعارف کرا رہا ہے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں تم مجھے پہچان لو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بلایا اور پوچھا کیا تو قرآن کے ناسخ و منسوخ کو سمجھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہماری مسجد سے نکل جا اور اس میں وعظ اور نصیحت نہ کر۔

حضرت ابوداؤد اور النحاس نے الناسخ والمنسوخ میں اور بیہقی نے السنن میں ابوعبدالرحمٰن اسلمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو وعظ و نصیحت کر رہا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا تو ناسخ و منسوخ کے احکامات جانتا ہے اس نے کہا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا تو خود بھی ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔

حضرت النحاس، طبرانی نے الضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابن عباس ایک شخص کے پاس سے گزرے جو واقعات بیان کر رہا تھا۔ آپ نے اسے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور پوچھا کیا تو الناسخ والمنسوخ جانتا ہے؟ اس نے کہا نہیں تو فرمایا تو خود بھی ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ دارمی نے اپنی مسند میں اور النحاس نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگوں کو فتویٰ ان تین شخصوں میں سے ایک کو دینا چاہیے جو شخص قرآن کے ناسخ و منسوخ کو جانتا ہو اور وہ شخص عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ ۲۔ قاضی جس کو قضاء سے چھٹکارا نہ ہو۔ ۳۔ احمق متکلف شخص۔ میں پہلے دو شخصوں سے نہیں ہوں اور تیسرا ہونا میں ناپسند کرتا ہوں۔

أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ ۗ وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿١٠٨﴾ وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٩﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١٠﴾

1۔ مستدرک حاکم، جلد دوم، رقم الحدیث، 2904، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

''کیا تم (یہ) چاہتے ہو کہ پوچھو اپنے رسول ﷺ سے (ایسے سوال) جیسے پوچھے گئے موسیٰ سے اس سے پہلے اور جو بدل لیتا ہے کفر کو ایمان سے وہ (قسمت کا مارا) تو بھٹک گیا سیدھے راستہ سے۔ دل سے چاہتے ہیں بہت سے اہل کتاب کہ کسی طرح پھر بنا دیں تمہیں ایمان لانے کے بعد کافر (انکی یہ آرزو) بوجہ اس حسد کے ہے جو ان کے دلوں میں ہے (یہ سب کچھ) اس کے بعد جبکہ خوب واضح ہو چکا ہے ان پر حق۔ پس (اے غلامان مصطفیٰ) معاف کرتے رہو اور درگزر کرتے رہو۔ یہاں تک کہ بھیج دے اللہ (ان کے بارے میں) اپنا حکم۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور صحیح ادا کرو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور جو کچھ آگے بھیجو گے اپنے لئے نیکیوں سے ضرور پاؤ گے اس کا ثمر اللہ کے ہاں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو خوب دیکھ رہا ہے''۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، رافع بن حریملہ اور وہب بن زید نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اے محمد ﷺ ہمارے پاس ایسی کتاب لے آؤ جو آپ ہم پر آسمان کی طرف سے نازل کریں یا ہمارے لئے تم نہریں جاری کر دو تو ہم آپ کی اتباع کریں گے اور تصدیق کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ یَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ نازل فرمائی (1)۔ حیی بن اخطب اور ابو یاسر بن اخطب یہود میں سے انتہائی سخت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جب عربوں میں سے مبعوث فرمایا تو وہ عربوں سے انتہائی حسد کرتے تھے اور وہ لوگوں کو اسلام سے روکنے کی بھرپور کوشش کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیات نازل فرمائیں۔ وَدَّ كَثِیْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ...... (الآیہ)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ کاش کہ ہمارے کفارات بھی بنی اسرائیل کے کفارات کی طرح ہوتے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو تمہیں عطا کیا گیا ہے وہ بہتر ہے۔ جب بنی اسرائیل میں سے کسی سے کوئی جرم سرزد ہوتا تو وہ اسے اپنے دروازے پر لکھا ہوا پاتا اور اس کا کفارہ بھی ساتھ لکھا ہوا ہوتا۔ اگر وہ کفارہ ادا کرتا تو یہ اس کے لئے دنیا میں رسوائی کا باعث بنتا اور اگر کفارہ ادا نہ کرتا تو اس کے لئے آخرت میں رسوائی کا باعث بنتا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بہتر احکام عطا فرمائے ہیں وَ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ (النساء: 110) اور جو شخص کر بیٹھے برا کام یا ظلم کرے اپنے آپ پر پھر مغفرت مانگے اللہ تعالیٰ سے تو پائے گا اللہ کو بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا اور پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک ان کے درمیان جتنے گناہ سرزد ہوئے ہیں یہ ان کے لئے کفارہ ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ ...... (الآیۃ) کی آیت نازل فرمائی (2)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عربوں نے محمد ﷺ سے مطالبہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے سامنے لے آئے تاکہ ہم بالمشافہ زیارت کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قریش نے محمد ﷺ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 556 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 557 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 556

سے مطالبہ کیا کہ وہ ہمارے لئے صفا پہاڑی کو سونا بنا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایسا ہو جائے گا لیکن اگر تم نے پھر انکار کیا تو بنی اسرائیل کے دستر خوان والی صورت بنے گی۔ پھر انہوں نے اپنی بات سے رجوع کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ...... (الایۃ) کا ارشاد نازل فرمایا(1)۔

امام ابن جریر نے ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے وَ مَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد خوشحالی کو شدت سے بدلنا ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم نے السدی سے روایت کیا ہے کہ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ کا معنی سیدھے راستہ سے ہٹ جانا ہے۔

امام ابوداؤد، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دلائل میں کعب بن مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مشرکین اور یہود مدینہ رسول اللہ ﷺ کی آمد کے بعد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو اذیتیں پہنچاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ اور مسلمانوں کو صبر کا حکم دیا اور معاف کرنے کو ارشاد فرمایا۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ...... (آل عمران:186)۔ اور یقیناً تم سنو گے ان سے جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے اور ان لوگوں نے جنہوں نے شرک کیا اذیت دینے والی بہت سی باتیں اور اگر تم صبر کرو اور تقوی اختیار کرو تو بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔ اور ان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ...... (الآیہ)

امام بخاری، مسلم، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور بیہقی نے دلائل میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام، مشرکین اور یہود کو معاف کر دیتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا اور وہ ان کی اذیتوں پر صبر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا (آل عمران:186) اور فرمایا وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَ اصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (الآیہ) رسول اللہ ﷺ پہلے حکم الٰہی کے مطابق معافی دیتے رہے حتی کہ کفار کو قتل کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت فرما دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے صنادید قریش کو قتل کر دیا۔

امام عبدالرزاق اور ابن جریر نے زہری اور قتادہ رحمہ اللہ سے (وَدَّ كَثِيْرٌ) کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت میں اہل کتاب سے مراد کعب بن الاشرف ہے(3)۔

امام ابن جریر نے الربیع بن انس رحمہ اللہ سے حَسَدًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں مِنْ قَبْلِ اَنْفُسِهِمْ یعنی جس حسد کا آغاز ان کے نفسوں سے تھا۔ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ یعنی ان کے لئے واضح ہو گیا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں(4)۔

1۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 556
2۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 558
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 560
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 562

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الۡحَقُّ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں ان کے لئے واضح ہو گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور تورات اور انجیل میں آپ کا ذکر، آپ کی نبوت اور آپ کی صفات کو پاتے ہیں اور اس کے بعد کہ ان پر واضح ہو چکا ہے کہ اسلام اللہ کا دین ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں (1)۔

فَاعۡفُوۡا وَاصۡفَحُوۡا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو انہیں معاف کرنے اور ان سے درگزر کرنے کا حکم دیا حتی کہ اللہ تعالیٰ کا دوسرا حکم آجائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ برأت میں کفار سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا قَاتِلُوا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ (توبہ: 29) اللہ تعالیٰ نے عفو والی آیت کو اس آیت کے ذریعے منسوخ کر دیا اور اہل کتاب کو قتل کرنے کا حکم دے دیا حتی کہ وہ اسلام قبول کریں یا جزیہ ادا کریں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے مشرکین سے درگزر کرنے اور ان سے اعراض کرنے کا حکم فرمایا تھا لیکن وہ احکام منسوخ کر دیئے اور فرمایا قَاتِلُوا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ (توبہ: 29) جو اللہ پر ایمان نہیں لائے ان سے جنگ کرو۔ اور فرمایا فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو (توبہ: 5) (2)

امام ابن جریر اور نحاس نے اپنی تاریخ میں فَاعۡفُوۡا وَاصۡفَحُوۡا کے تحت لکھا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ قَاتِلُوا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ (توبہ: 29) ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے مَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ کا مطلب یہ ہے کہ جو تم دنیا میں خیر کے اعمال کرو گے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کا ثواب اللہ کے حضور پاؤ گے (4)۔

وَقَالُوۡا لَنۡ يَّدۡخُلَ الۡجَـنَّةَ اِلَّا مَنۡ كَانَ هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰى‌ؕ تِلۡكَ اَمَانِيُّهُمۡ‌ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ فَلَهٗۤ اَجۡرُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾

"اور انہوں نے کہا نہیں داخل ہوگا جنت میں (کوئی بھی) بغیر ان کے جو یہودی ہیں یا عیسائی۔ یہ ان کی من گھڑت باتیں ہیں۔ آپ (انہیں) فرمایئے لاؤ اپنی کوئی دلیل اگر تم سچے ہو۔ ہاں جس نے بھی جھکا دیا اپنے آپ کو اللہ کے لئے اور وہ مخلص بھی ہو تو اس کے لئے اس کا اجر ہے اپنے رب کے پاس، نہ کوئی خوف ہے انہیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 562 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 563 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 564 4۔ ایضاً

اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے''۔

امام ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہود نے کہا جنت میں صرف وہی داخل ہوگا جو یہودی ہوگا۔ نصاریٰ نے کہا صرف وہ داخل ہوگا جو نصرانی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ ان کی جھوٹی تمنائیں ہیں جو انہوں نے ناحق اللہ تعالیٰ پر لگائی ہوئی ہیں۔ اے محبوب فرمادو کہ تم اگر اپنی باتوں میں سچے ہو تو اس پر حجت لاؤ۔ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ کا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ کے لئے مخلص ہوا۔

امام ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کیا (1)۔

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَیْءٍ ۪ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَیْءٍ ۙ وَّ هُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

''اور کہتے ہیں یہودی کہ نہیں ہیں عیسائی سیدھی راہ پر اور کہتے ہیں عیسائی نہیں ہیں یہودی سیدھی راہ پر حالانکہ وہ سب پڑھتے ہیں (آسمانی) کتاب اسی طرح کہی ان لوگوں نے جو کچھ نہیں جانتے ان کی سی بات تو (اب) اللہ فیصلہ فرمائے گا ان کے درمیان قیامت کے دن جن باتوں میں وہ جھگڑتے رہتے تھے''۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب نجران کے نصاریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو یہود کے علماء بھی آ گئے۔ وہ آپس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جھگڑنے لگے، رافع بن حریملہ نے کہا تم کسی مذہب پر نہیں ہو۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کیا، ایک نجرانی نے یہود کو کہا تم کسی مذہب و دین پر نہیں ہو۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور تورات کا انکار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَیْءٍ (الآیہ) (2)

امام ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ ان لوگوں کی بات ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا پہلے نصاریٰ کا ایک دین اور مذہب تھا لیکن بعد میں انہوں نے بدعات ایجاد کیں اور تفرقہ میں پڑ گئے (3)۔

امام ابن جریر نے ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا یہ کون لوگ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 567 (من قول الربیع) 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 569

3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 570

ہیں جو نہیں جانتے؟ فرمایا یہ وہ امتیں ہیں جو یہود و نصاریٰ سے پہلے تھیں (1)۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ سے مراد عرب ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ محمد ﷺ کسی دین پر نہیں ہیں (2)۔

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِیْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآىِٕفِیْنَ ؕ۬ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱۴﴾

"اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو روک دے اللہ کی مسجدوں سے کہ ذکر کیا جائے ان میں اللہ کے نام (پاک) کا اور کوشاں ہو ان کی ویرانی میں، انہیں مناسب نہیں تھا کہ داخل ہوتے مسجدوں میں مگر ڈرتے ڈرتے ان کے لئے دنیا میں (بھی بڑی) ذلت ہے۔ اور ان کے لئے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے"۔

ابن اسحٰق اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ قریش نے نبی کریم ﷺ کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں جو بیت المقدس میں گندگی ڈالتے تھے اور لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے (4)۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد رومی لوگ ہیں جو بیت المقدس پر غالب آگئے اور اُولٰٓىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآىِٕفِیْنَ کے تحت فرماتے ہیں کہ آج کوئی رومی بیت المقدس میں داخل نہیں ہوتا مگر ڈرتے ہوئے کہ کہیں اس کی گردن نہ اڑا دی جائے۔ جزیہ کی ادائیگی کے ساتھ اسے خوفزدہ کیا گیا پس وہ جزیہ ادا کرتا ہے اور لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ کے تحت فرماتے ہیں دنیا میں اس کی رسوائی یہ ہوئی کہ جب المہدی کا دور تھا تو اس نے قسطنطنیہ فتح کیا یہی ان کی رسوائی ہے (5)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ اللہ کے دشمن رومی ہیں، یہود کے بغض نے انہیں اس بات پر برانگیختہ کیا کہ انہوں نے بخت نصر البابلی المجوسی کی بیت المقدس کی تخریب میں اعانت کی تھی (6)۔

ابن ابی حاتم نے کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نصاریٰ جب بیت المقدس پر غالب آگئے تو انہوں نے اس کو جلا دیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو یہ آیت نازل فرمائی وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ ...... (الآیہ) پس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 571 | 2۔ ایضاً | 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 573

4۔ ایضاً | 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 573,75,76 | 6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 573

پھر زمین پر کوئی نصرانی ایسا نہ تھا جو بیت المقدس میں داخل ہوتا مگر ڈرتے ڈرتے داخل ہوتا۔

امام ابن جریر نے ابن زید رحمہ اللہ سے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ اس سے مراد مشرکین ہیں جنہوں نے حدیبیہ کے دن بیت اللہ شریف کی طرف جانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روکا تھا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوصالح سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مشرکین کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں مگر ڈرتے ہوئے۔

امام عبدالرزاق اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ کے تحت نقل کیا ہے کہ وہ ذلیل ہوکر جزیہ دیتے ہیں۔ یہ ان کی دنیا میں رسوائی ہے (2)۔

امام احمد اور بخاری نے تاریخ میں بسر بن ارطاۃ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَ اَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَمِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ (اے اللہ ہمارے تمام کاموں کا انجام اچھا کردے اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچالے) (3)

وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

''اور مشرق بھی اللہ تعالیٰ کا ہے اور مغرب بھی۔ سو جدھر بھی تم رخ کرو وہیں ذات خداوندی ہے بے شک اللہ تعالیٰ فراخ رحمت والا خوب جاننے والا ہے''۔

امام ابوعبید نے الناسخ والمنسوخ میں، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) اور بیہقی نے السنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں۔ سب سے پہلی چیز جو ہمارے لئے قرآن سے منسوخ ہوئی وہ قبلہ کی سمت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور بیت اللہ شریف کو ترک کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت اللہ شریف کی طرف پھیر دیا اور پہلے حکم کو منسوخ کر دیا۔ فرمایا وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ (بقرہ: 149) (4)

امام ابن المنذر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ سے اس مذکورہ آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ لوگ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ تقریباً اٹھارہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ اور جب آپ نماز پڑھتے تو اپنا سر آسمان کی طرف بلند کرتے اور حکم الٰہی کے منتظر رہتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کا قبلہ ہونا منسوخ فرما کر کعبہ کو قبلہ بنا دیا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 574
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 576
3۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 181، مطبوعہ دارصادر بیروت
4۔ معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، جلد 2، صفحہ 314، مطبوعہ مکتبہ دارالوعی

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، النحاس (فی الناسخ)، طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نفلی نماز سواری کے اوپر جدھر منہ ہوتا پڑھ لیتے تھے پھر دلیل کے طور پر ابن عمر نے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ تلاوت کیا۔ ابن عمر فرماتے ہیں یہ آیت اس نفلی نماز کے بارے نازل ہوئی (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، دارقطنی حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ نازل ہوئی کہ تم سواری پر نفلی نماز پڑھ لو جدھر تمہاری سواری کا منہ ہو (2)۔

امام بخاری اور بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے غزوہ انمار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری پر مشرق کی طرف منہ کر کے نفلی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور جب فرضی نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو سواری سے اتر پڑتے اور قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے اور نفلی نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو اونٹنی کا منہ جدھر ہوتا اسی طرف منہ کر کے تکبیر کہہ دیتے اور جس طرف سواری جا رہی ہوتی تھی ادھر ہی نماز پڑھ دیتے (5)۔

امام ابوداؤد الطیالسی، عبد بن حمید، ترمذی (انہوں نے اس کو ضعیف کہا ہے)، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، العقیلی (انہوں نے اس کو ضعیف کہا ہے)، دارقطنی، ابونعیم (الحلیہ میں) اور بیہقی نے السنن میں حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک دفعہ ہم تاریک رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ہم ایک جگہ اترے، ہر ایک شخص نے پتھر لے کر جائے نماز بنائی اور اس میں نماز پڑھی، جب صبح ہم نے دیکھا تو ہم نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی تھی۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم نے آج رات غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ فرمایا تمہاری نماز ہو گئی (6)۔

امام دارقطنی، ابن مردویہ، بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا جس میں میں بھی شامل تھا۔ ایک دفعہ اتنی تاریکی میں ہم تھے کہ ہمیں قبلہ کی سمت معلوم نہیں ہوتی تھی۔ ہم میں سے کچھ نے کہا کہ قبلہ ادھر شمال کی طرف ہے۔ پس انہوں نے نماز پڑھی اور اس سمت کی نشاندہی کے لئے خط کھینچ دیئے اور بعض ساتھیوں نے کہا قبلہ ادھر جنوب کی طرف ہے۔ پس انہوں نے بھی نماز پڑھ کر خط کھینچ لئے۔ جب صبح ہوئی اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 578
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 579
3۔ معرفۃ السنن والآثار، جلد 2، صفحہ 319، رقم الحدیث 2892
4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 6، مطبوعہ دار الفکر بیروت
5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 5
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 579

سورج طلوع ہوا تو وہ خطوط غیر قبلہ کی طرف تھے، جب ہم سفر سے واپس آئے تو ہم نے نبی کریم ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا، آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (الآیہ) نازل فرمائی (1)۔

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رنے علماء سے روایت کیا ہے کہ ایک قوم سے قبلہ کی سمت گم ہو گئی، ہر انسان نے ایک سمت منہ کر کے نماز پڑھ لی۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے اس رات کی نماز کا مسئلہ عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ نازل فرمایا (2)۔

امام ابن مردویہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا، اس کو انتہائی کہر (دھند) سے واسطہ پڑا حتی کہ وہ قبلہ کی سمت بھی معلوم نہ کر سکے۔ انہوں نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی۔ پھر سورج کے طلوع ہونے کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ انہوں نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے۔ پھر جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو سارا واقعہ گوش گزار کیا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ نازل فرما دیا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر رنے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہارا بھائی (نجاشی) فوت ہو گیا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھو، صحابہ کرام نے عرض کی ہم ایک ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھیں جو مسلمان نہیں تھا؟ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ (الایہ) (آل عمران: 199) صحابہ نے عرض کی وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (الایہ) نازل فرمائی (3)۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رنے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن: 60) کا ارشاد نازل ہوا تو صحابہ نے پوچھا کدھر منہ کر کے دعا کریں تو اس وقت فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کا ارشاد نازل ہوا (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرف شرقاً، غرباً منہ کر لو ادھر ہی اللہ کی سمت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ترمذی اور بیہقی نے اپنی سنن میں مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَجْهُ اللّٰهِ کا معنی قبلہ اللہ ہے تم مشرق و مغرب جہاں بھی ہو اس کی طرف منہ کر لو (5)۔

امام عبد بن حمید اور ترمذی نے قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے ضمن میں نقل کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس کا ناسخ قول وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرہ: 149) ہے۔ ابن ابی شیبہ، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ مشرق و مغرب کے درمیان جو جگہ ہے وہ قبلہ ہے (6)۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 11
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 601، مطبوعہ دار الصمیعی
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 579
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 581
5۔ جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، جلد 8، صفحہ 248، مطبوعہ دار الفکر بیروت
6۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 171، مطبوعہ مکتبہ دار الحدیث قاہرہ

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ ہے جب تم بیت اللہ کی طرف منہ کرو(1)۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

''اور یہ کہتے ہیں کہ بنالیا ہے اللہ نے (اپنا) ایک بیٹا، پاک ہے وہ (اس تہمت سے)۔ بلکہ اسی کی ہے جو چیز آسمان میں ہے اور زمین میں۔ سب اسی کے فرمانبردار ہیں''۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ابن آدم نے میری تکذیب کی حالانکہ اس کو یہ زیب نہیں تھا، ابن آدم نے مجھے گالی دی حالانکہ اسکو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، انسان کا میری تکذیب کرنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے میں اس کو پہلی حالت پر لوٹانے پر قادر نہیں ہوں اور انسان کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ اس نے کہا میرا بیٹا ہے، حالانکہ میری ذات کسی کو بیوی بنانے یا بیٹا بنانے سے پاک ہے(2)۔

امام بخاری، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم نے میری تکذیب کی اور تکذیب کرنا اس کو مناسب نہیں تھا اس نے مجھے گالی دی جب کہ اس کا مجھے گالی دینا مناسب نہیں تھا۔ اس کا میری تکذیب کرنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز نہیں لوٹائے گا جس طرح اس نے پہلے مجھے پیدا کیا تھا حالانکہ اعادہ پر ابتداءً پیدا کرنا آسان نہیں۔ اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ اس نے کہا اللہ نے بیٹا بنالیا حالانکہ میں اللہ ہوں جو احد، بے نیاز ہے نہ کسی کو جنا ہے، نہ جنم دیا گیا ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے(3)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن مردویہ، بیہقی نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا کوئی شخص اس اذیت پر زیادہ صبر کرنے والا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سنی جاتی ہے۔ لوگ اس کیلئے بیٹے کا ذکر کرتے ہیں اور وہ اس کے شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ انہیں رزق دیتا ہے اور عافیت عطا فرماتا ہے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے غالب بن عجرد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے ایک شامی آدمی نے بتایا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا فرمایا اور اس میں درخت پیدا فرمائے زمین میں کوئی ایک درخت بھی ایسا نہیں تھا جو انسان نے اگایا ہو لیکن یہ اس کا پھل استعمال کرتے ہیں حتی کہ فاجر لوگ یہ اتنا بڑا کلمہ کہتے ہیں، اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا (اللہ نے بیٹا بنایا) جب وہ یہ کہتے ہیں تو زمین کانپ جاتی ہے اور درختوں کے کانٹے نکل آتے ہیں۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 140
2۔ صحیح بخاری باکتاب التفسیر جلد 2، صفحہ 644، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد
3۔ صحیح بخاری، جلد 4، صفحہ 1903، رقم الحدیث 91-4690 مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 2262، رقم الحدیث، 5748

حضرت ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر بیٹے کا بہتان باندھا تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنی پاکی بیان فرمائی فرمایا سبحانہ!

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور محاملی نے اپنی امالی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے سبحانہ میں اللہ تعالیٰ ہر نقص اور ہر عیب سے اپنی پاکی بیان فرمارہا ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے الاسماء والاصفات میں حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جو سبحان اللہ کہتا ہے اس کا کیا مطلب ہے فرمایا ہر نقص سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا۔

امام ابن جریر، دیلمی اور الخطیب نے الکفایہ میں دوسرے متعدد موصول طرق سے موسیٰ بن طلحہ بن عبداللہ عن ابیہ عن جدہ طلحہ بن عبید اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سبحان اللہ کی تفسیر پوچھی تو فرمایا ہر نقص اور کمزوری سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا۔

امام ابن مردویہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کے طریق سے عبداللہ بن عبید اللہ بن موہب سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے طلحہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سبحان اللہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا ہر عیب سے اللہ کی پاکی بیان کرنا۔

امام ابن ابی حاتم نے میمون بن مہران سے روایت کیا ہے کہ ان سے سبحان اللہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ ایسا اسم ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کی جاتی ہے اور ہر عیب سے اس کی پاکی بیان کی جاتی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابن الکواء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا سبحان اللہ کا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا یہ ایسا کلمہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے پسند فرمایا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرمایا سبحان اللہ ایسا کلمہ ہے جو لوگ اپنی طرف منسوب کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

امام عبد بن حمید نے یزید بن الاصم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس کا مطلب ہم جانتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، الحمدللہ اس کا مطلب بھی ہم جانتے ہیں یہ ساری نعمتیں اس کی طرف سے ہیں اور اس پر اس کی حمد بیان کی جاتی ہے، اللہ اکبر کا معنی ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی شے بڑی نہیں ہے، لیکن یہ سبحان اللہ کیا ہے، ابن عباس نے فرمایا تو اس کو کیوں نہیں جانتا؟ یہ وہ کلمہ ہے جس کو اللہ نے اپنے لئے پسند فرمایا اور ملائکہ کو اس کا ذکر کرنے کا حکم دیا اور اس کلمہ کا اس کی مخلوق میں سے بہتر لوگوں نے قصد کیا۔

كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ۔

امام احمد، عبد بن حمید، ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور النحاس نے الناسخ میں، ابن حبان، طبرانی نے الاوسط میں، ابونصر السجزی نے الابانہ، میں ابونعیم نے الحلیہ میں، الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابوسعید خدری رحمہ اللہ سے

اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے، ارشاد فرمایا قرآن حکیم میں جہاں قنوت کا ذکر ہے اس سے مراد طاعت ہے(1)۔ ابن جریر اور ابن المنذر نے کئی طرق سے ابن عباس سے قٰنِتُوْنَ کا معنی مُطِیْعُوْنَ روایت کیا ہے(2)۔

امام طستی نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے قٰنِتُوْنَ کا معنی پوچھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا مقرون (اقرار کرنے والے)۔ نافع نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے عدی بن زید کا قول نہیں سنا۔

قَانِتًا لِلّٰهِ يَرْجُوْ عَفْوَهٗ　　يَوْمَ لَايَكْفُرُ عَبْدٌ مَا اذَّخَرَ

اللہ تعالیٰ کا اقرار کرتے ہوئے وہ اس کے عفو کی امید رکھتا ہے اس دن جس میں ذخیرہ شدہ اعمال کا بندہ انکار نہیں کرے گا۔

امام ابن جریر نے عکرمہ سے قٰنِتُوْنَ کا معنی عبودیت کا اقرار کرنے والے کیا ہے(3)۔

امام ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک اطاعت کرنے والا اور اقرار کرنے والا ہے کہ اللہ اس کا رب ہے اور اس کا خالق ہے(4)۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

”موجد ہے آسمان اور زمین کا اور جب ارادہ فرماتا ہے کسی کام کا تو صرف اتنا حکم دیتا ہے اسے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے“۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے زمین اور آسمانوں کو خود ایجاد کیا اور ان کی تخلیق میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے ضمن میں روایت کیا ہے کہ اس نے آسمان اور زمین کو ایجاد کیا اور پیدا کیا، اس سے پہلے کوئی چیز پیدا نہیں کی گئی تھی تاکہ وہ ان کی تخلیق میں شامل ہوتی(5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابن سابط رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں دعا کی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا اَرَدْتَ اَمْرًا فَاِنَّمَا تَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ نبی کریم ﷺ نے یہ دعا سن کر فرمایا تو نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے(6)۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 75، مطبوعہ دار صادر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 584
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 583
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 585، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
6۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 47

وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

''اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے کہ کیوں نہیں کلام کرتا ہمارے ساتھ (خود) الله یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی نشانی۔ اسی طرح کہی تھی ان لوگوں نے جو ان سے پہلے (گزرے) تھے ان کی سی (بے سروپا) بات۔ ملتے جلتے ہیں ان سب کے دل۔ بے شک ہم نے صاف صاف بیان کردی ہیں (اپنی) نشانیاں اس قوم کے لئے جو یقین رکھتے ہیں''۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی الله عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے رافع بن حریملہ نے رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا محمد اگر تو الله کی طرف سے رسول ہے جیسا کہ تو کہتا ہے تو الله سے کہو کہ وہ ہم سے خود کلام کرے تا کہ خود ہم اس کے کلام کو سنیں۔ اس پر الله تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اس سے مراد عرب کے کفار ہیں لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ۔ الله ہم سے کلام کیوں نہیں فرماتا۔ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ یعنی یہود ونصاریٰ وغیرہم نے بھی اسی طرح کہا تھا۔ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ یعنی عرب یہود، انصاری وغیرہ ہم کے دل مشابہہ ہو گئے (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ الله سے قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں اور الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے مراد یہود ہیں (2)۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ وَّ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾

''بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) حق کے ساتھ (رحمت کی) خوش خبری دینے والا (عذاب سے) ڈرانے والا اور آپ سے باز پرس نہیں ہوگی ان دوزخیوں کے متعلق''۔

وکیع، سفیان بن عیینہ، عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرے والدین کے ساتھ کیا ہوا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر آپ نے کبھی یوم وصال تک اپنے والدین کا ذکر نہ کیا۔ میں کہتا ہوں یہ حدیث مرسل اور ضعیف الاسناد ہے (3)۔

ابن جریر نے داؤد بن ابی عاصم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا میرے والدین کہاں ہیں؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (4)۔ میں کہتا ہوں یہ روایت بھی معضل اور ضعیف الاسناد ہے، ان سے کوئی حجت قائم نہیں ہو سکتی۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 92-590 2۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 591 3۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 594 4۔ ایضاً

امام ابن المنذر نے اعرج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ پڑھتے تھے۔ یعنی اے محمد ﷺ دوزخیوں کے متعلق سوال نہ کرو۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الْجَحِیْمِ سب سے بڑی آگ کو کہتے ہیں۔

وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْیَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ لَىٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ﴿۱۲۰﴾

''اور ہرگز خوش نہیں ہوں گے آپ سے یہودی اور نہ عیسائی۔ یہاں تک کہ آپ پیروی کرنے لگیں ان کے دین کی۔ آپ (انہیں) کہہ دیجئے کہ اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے۔ اور اگر (بفرض محال) آپ پیروی کریں ان کی خواہشوں کی اس علم کے بعد بھی جو آپ کے پاس آچکا ہے تو (پھر) نہیں ہوگا آپ کے لئے اللہ کی گرفت سے بچانے والا کوئی یار اور نہ کوئی مددگار''۔

امام ثعلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا ہے کہ مدینہ کے یہودی اور نجران کے نصاریٰ میں سے ہر ایک گروہ یہ امید رکھتا تھا کہ نبی کریم ﷺ ان کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو قبلہ بنا دیا تو دونوں گروہوں پر یہ امر شاق گزرا اور وہ اپنے اپنے دین کی موافقت سے مایوس ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْیَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى (الآیۃ)

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓىٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَ اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ اتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں۔ وہی ایمان لائے ہیں اس کے ساتھ اور جو کوئی انکار کرتا ہے اس کا تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری وہ نعمت جو میں نے تم پر فرمائی اور (خصوصاً یہ کہ) میں نے تم کو فضیلت دی (اس زمانہ کے) سب لوگوں پر۔ اور ڈرو اس دن سے کہ نہ پکڑا جائے گا کوئی آدمی کسی کے عوض اور نہ قبول کیا جائے گا اس سے مالی تاوان اور نہ نفع دے گی اسے کوئی

سفارش اور نہ ہی ان کی امداد کی جائے گی"۔

امام عبدالرزاق نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں۔ ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ کا معنی یہ ہے کہ وہ کتاب کے حلال کو حلال کہتے ہیں اور اس کے حرام کو حرام کہتے ہیں۔ وہ اس میں کسی قسم کی تحریف وتبدیلی نہیں کرتے ہیں (1)۔

امام ابوعبید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور الہروی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ معنی روایت کیا ہے کہ وہ اس کی اتباع کرتے ہیں جیسے اتباع کرنے کا حق ہے پھر آپ نے بطور دلیل یہ آیت تلاوت کی وَ الْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا (الشمس: 2) جب چاند سورج کی اتباع کرے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عمر بن الخطاب سے یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب وہ جنت کے ذکر سے گزرے تو اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرے اور جب آگ کے ذکر سے گزرے تو اللہ تعالیٰ کی آگ سے پناہ مانگے۔

الخطیب نے کتاب الرواۃ میں مالک سے ایسی سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس میں مجہول راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ اس کی اتباع کرتے ہیں جیسے اتباع کرنے کا حق ہے۔

امام عبدالرزاق اور ابن جریر نے حضرت ابن مسعود سے کئی طرق سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے حلال کو حلال کرتے ہیں اور اس کے حرام کو حرام کرتے ہیں اور اس کی اسی طرح تلاوت کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کو نازل کیا ہے اور اس کے کلمات میں تحریف نہیں کرتے (3) اور اس کی غیر مناسب تاویل نہیں کرتے۔

امام ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم رحمہ اللہ سے یہ معنی روایت کیا ہے کہ وہ اس کو بیان کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے نازل کیا اور اس کو چھپاتے نہیں ہیں۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ سے مراد لوگوں میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ بھی ہیں جو آیات الٰہیہ پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ ابن مسعود فرماتے تھے اللہ کی قسم اس کی تلاوت کے حق سے مراد یہ ہے کہ اس کے حلال کو حلال کرنا اور اس کے حرام کو حرام کرنا اور اس کو اس طرح پڑھنا جس طرح اللہ نے اس کو نازل کیا ہے اور اس کے الفاظ ومعانی میں تحریف نہ کرنا۔ فرمایا ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا، بنی اسرائیل گزر چکے ہیں، تمہارا غیر کو سنانے کا کوئی فائدہ نہیں (4)۔

امام وکیع اور ابن جریر نے الحسن رحمہ اللہ سے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ وہ کتاب کی محکم آیات پر عمل کرتے ہیں اور متشابہات پر ایمان لاتے ہیں اور جو انہیں سمجھ نہیں آتا اسے وہ اس کے جاننے والے کے ذمہ کرتے ہیں (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 598 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 600
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 98-597 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 599

ابن جریر نے مجاہد سے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ وہ اس کی اتباع کرتے ہیں جس طرح اتباع کرنے کا حق ہے (1)۔

وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

''اور یاد کرو جب آزمایا ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے چند باتوں سے تو انہیں پورے طور پر بجالایا۔ اللہ نے فرمایا بے شک میں بنانے والا ہوں تمہیں تمام انسانوں کا پیشوا۔ عرض کی میری اولاد سے بھی؟ فرمایا نہیں پہنچتا میرا وعدہ ظالموں تک''۔

عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس سے وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ کے قول کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو طہارت کے ساتھ ابتلاء کیا۔ پانچ کا تعلق سر سے ہے اور پانچ کا تعلق پورے جسم سے ہے۔ سر میں یہ پانچ چیزیں ہیں مونچھوں کا کاٹنا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا، مسواک کرنا اور سر کی مانگ نکالنا۔ اور جسم میں پانچ چیزیں یہ ہیں ناخن کاٹنا، زیر ناف بال صاف کرنا، ختنہ کرنا، بغلوں کے بال نوچنا، پاخانہ اور پیشاب کی جگہ کو پانی کے ساتھ دھونا (2)۔

امام ابن اسحٰق اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ کلمات جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کا ابتلاء کیا اور پھر آپ نے ان کو تکمیل تک پہنچایا وہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ نے جب اپنی قوم کو چھوڑنے کا حکم دیا تو آپ کا اللہ کی رضا کے لئے قوم کو چھوڑنا۔ اللہ کی رضا کے لئے نمرود پر حجت قائم کرنا جب آپ اس مقام پر کھڑے ہوئے جس میں لوگوں کو آپ سے اختلاف تھا۔ آپ کا ان کے آگ میں پھینکنے پر صبر کرنا تا کہ رضائے الٰہی میں آپ کو جلادیں، آپ کا اپنے وطن سے ہجرت کرنا جب اللہ تعالیٰ نے اس کو چھوڑ کر چلے جانے کا حکم دیا۔ اللہ نے جو آپ کو ضیافت کا حکم دیا پھر آپ کا اس پر قائم رہنا، اور بچے کے ذبح کرنے پر آپ کو آزمایا گیا۔ جب آپ ان تمام آزمائشوں سے گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے مصائب سے نجات عطا فرمادی۔ اللہ نے فرمایا میرے سامنے سر تسلیم خم کردو تو عرض کی میں نے تمام جہانوں کو پالنے والے کے سامنے سر جھکا دیا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ کلمات جن سے آپ کو آزمایا گیا وہ دس تھے۔ چھ انسان کے اندر ہیں اور چار مشاعر میں ہیں۔ وہ جو انسان کے اندر ہیں وہ یہ ہیں۔ زیر ناف بال صاف کرنا، بغلوں کے بال نوچنا یا ختنہ کرنا، ناخن کاٹنا، مونچھیں کاٹنا، مسواک کرنا اور جمعہ کے دن غسل کرنا اور وہ چار جن کا تعلق مشاعر سے ہے وہ یہ ہیں۔ بیت اللہ شریف کا حج کرنا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا، رمی جمار کرنا اور طواف افاضہ کرنا (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس دین کے ساتھ جن کو بھی آزمایا گیا سوائے ابراہیم کے کوئی بھی پورا نہ اتر سکا (4)۔ اللہ تعالیٰ نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 599 2۔ ایضاً۔ جلد 1، صفحہ 604 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 605 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 4-603

ارشادفرمایا وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ پوچھا گیا کلمات سے کیا مراد ہے فرمایا اسلام کے تیس حصے ہیں دس سورۂ برأت میں ہیں اَلتَّآىٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ ...... الایہ (التوبہ:112) دس سورۂ قد افلح، اور سأل سائل، وَ الَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ (المعارج) اور دس سورۂ احزاب میں ہیں اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ الی آخرہ۔ (الاحزاب:35) حضرت ابراہیم نے ان تمام کو پورا کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے برأت لکھ دی وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى (النجم:37) اور ابراہیم جو پوری طرح احکام بجالائے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کئی طرق سے روایت کیا ہے کہ کلمات میں سے مناسک حج بھی ہیں (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کلمات سے مراد اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ اور منسک مقام ابراہیم، بیت اللہ شریف کے رہنے والوں کے رزق، اور ابراہیم و اسماعیل کی اولاد میں سے بعثت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق آیات ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کلمات سے مراد اس آیت وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ کے بعد والی آیات ہیں (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ستارے سے آزمایا تو آپ اس پر راضی ہوئے، چاند سے آزمایا تو اس سے راضی ہوئے، سورج سے آزمایا تو اس سے راضی ہوئے، ہجرت سے آزمایا تو اس سے راضی ہوئے، ختنہ سے آزمایا تو اس سے راضی ہوئے، اپنے بیٹے سے آزمایا تو اس سے راضی ہوئے (4)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے فَاَتَمَّهُنَّ کا معنی فَاَدَّاهُنَّ روایت کیا ہے یعنی ان کلمات کو ادا کیا (5)۔ ابن ابی حاتم نے عطاء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسواک حضرت ابراہیم کی فطرت سے ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ذکر اور ہاتھوں اور پاؤں کے جوڑوں کو دھونا فطرت ابراہیم سے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں چھ چیزیں حضرت ابراہیم کی فطرت سے ہیں: مونچھوں کا کاٹنا، مسواک کرنا، مانگ نکالنا، ناخن کاٹنا، استنجاء کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا۔ فرمایا تین کا تعلق سر سے ہے اور تین کا جسم سے ہے (6)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے پانچ چیزوں کا تعلق فطرت سے ہے، ختنہ کرنا، زیر ناف بال

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 607 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 606 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 607 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 609 6۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 178

صاف کرنا، مونچھیں کاٹنا، ناخن کاٹنا، بغلوں کے بال نوچنا(1)۔

امام بخاری اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، مونچھیں کاٹنا فطرت سے ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دس چیزیں فطرت سے ہیں۔ مونچھیں کاٹنا، داڑھی کا لمبا کرنا، مسواک کرنا، پانی سے ناک صاف کرنا، ناخن کاٹنا، ہاتھوں کے جوڑوں کا دھونا، بغلوں کے بال نوچنا، زیر ناف بال صاف کرنا، پانی سے استنجاء کرنا، مصعب فرماتے ہیں دسویں چیز میں بھول گیا مگر وہ کلی ہوگی(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فطرت یہ ہے کلی کرنا، پانی سے ناک صاف کرنا، مسواک کرنا، مونچھیں کاٹنا، ناخن کاٹنا، بغلوں کے بال نوچنا، زیر ناف بال صاف کرنا، ہاتھوں کے جوڑ دھونا۔ وضو کرنے کے بعد جسم کا پانی چھڑکنا اور ختنہ کرنا(4)۔

امام البزار اور طبرانی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طہارت چار چیزوں میں ہے مونچھیں کاٹنا، زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا اور مسواک کرنا(5)۔

امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مونچھیں کاٹنے، ناخن کاٹنے، زیر ناف بال صاف کرنے، بغلوں کے بال نوچنے کا ہمارے لئے وقت متعین فرمایا ہے کہ چالیس دنوں سے زیادہ ان کو نہ چھوڑا جائے(6)۔

امام احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، جبریل آپ کے پاس آنے میں لیٹ ہو گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ مجھ سے کیوں لیٹ نہ ہوتے جب کہ تم میرے اردگرد رہنے والے نہ مسواک کرتے ہو نہ تم اپنے ناخن کاٹتے ہو نہ اپنی مونچھیں کاٹتے ہو اور نہ اپنے ہاتھوں کے جوڑ صاف کرتے ہو(7)۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اسے حسن بھی کہا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ اپنی مونچھیں کاٹتے تھے فرمایا کیونکہ رحمٰن کے خلیل ابراہیم ایسا کرتے تھے(8)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح بھی کہا ہے) اور نسائی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے

1۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 875، مطبوعہ وزارت تعلیم بیروت
2۔ ایضاً
3۔ سنن ابو داؤد مع شرح، جلد 1، صفحہ 159، مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 178، مطبوعہ مکتبۃ الزمان
5۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 185، رقم الحدیث، 10401، مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم
6۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 100، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ
7۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 432 (12224)
8۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 100

روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی مونچھیں نہ کاٹیں وہ ہم میں سے نہیں (1)۔

امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھوں کو صاف کرو (2)۔

امام البزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجوس کی مخالفت کرو، مونچھوں کو کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

امام ابن ابی شیبہ نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عبید اللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک مجوسی آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے داڑھی مونڈھی ہوئی تھی اور مونچھیں بڑی بڑی رکھے ہوئے تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ ہمارا دین ہے۔ فرمایا لیکن ہمارے دین میں یہ ہے کہ مونچھیں کاٹو اور داڑھی کو لمبا کرو (3)۔

امام البزار نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جس کی مونچھیں لمبی تھیں، فرمایا مجھے قینچی دو اور مسواک دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسواک اس کے ہونٹ پر رکھا اور جو مونچھیں اس سے زائد تھیں وہ کاٹ دیں۔

امام البزار، الطبرانی نے الاوسط میں، بیہقی نے الشعب میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے روز نماز کے لئے جانے سے پہلے ناخن کاٹتے اور مونچھیں کاٹتے تھے (4)۔

امام ابن عدی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ مرد ہر چالیس دن کے اندر زیر ناف بال صاف کرے اور بغلوں کے بال نوچے جب وہ ظاہر ہوں اور اپنی مونچھوں کو لمبا نہ چھوڑے اور جمعہ سے جمعہ تک ناخن کاٹے۔

ابن عساکر نے ضعیف سند کے ساتھ جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے ناخن کاٹو کیونکہ شیطان گوشت اور ناخن کے درمیان چلتا ہے۔ طبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ وابصہ بن معبد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر چیز کے متعلق پوچھا حتی کہ میں نے ناخنوں کے اندر جو میل ہوتی ہے اس کے متعلق بھی پوچھا فرمایا اس چیز کو چھوڑ دے جو تجھے شک میں مبتلا کرے اور اس چیز کو اختیار کر جو تجھے شک میں نہ ڈالے (5)۔

امام البزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے وہم کیوں نہ ہو جب کہ تم میں کوئی ایک اپنے پوروں اور ناخنوں کے درمیان (میل) اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ بیہقی نے الشعب میں قیس بن حازم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی تو آپ کو اس میں وہم ہوا۔ آپ سے پوچھا تو فرمایا مجھے وہم کیوں نہ ہو تم میں سے ہر کوئی اپنے ناخنوں اور پوروں کے درمیان (میل) اٹھائے ہوئے ہوتا ہے (6)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 226، مطبوعہ مکتبۃ الزمان
2۔ صحیح بخاری، جلد پنجم، رقم الحدیث، 5553، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 227
4۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 384، مطبوعہ دار الفکر بیروت
5۔ مجمع الزوائد، جلد 1، صفحہ 545، مطبوعہ دار الفکر بیروت
6۔ کنز العمال، جلد 6، صفحہ 659، رقم الحدیث، 63-17262

امام ابن ماجہ اور الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسواک کرو کیونکہ مسواک منہ کے لئے پاکیزگی کا باعث ہے اور رب کی رضا کا باعث ہے۔ جب بھی میرے پاس جبریل آئے مسواک کی وصیت کی حتی کہ مجھے اپنے اوپر اور اپنی امت پر اس کے فرض ہونے کا اندیشہ ہوا۔ اگر مجھے اپنی امت پر تکلیف کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان کے لئے مسواک فرض کر دیتا اور میں مسواک کرتا ہوں حتی کہ مجھے اپنے منہ کے اگلے حصہ (مسوڑھوں) کے گھس جانے کا اندیشہ ہوا(1)۔

امام طبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسواک کرنا منہ کے لئے پاکیزگی کا باعث ہے اور رب کی رضا کا سبب ہے اور نظر کی جلا کا موجب ہے(2)۔

امام ابن عدی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم پر مسواک کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ منہ کو صاف کرتا ہے، رب کی رضا کا باعث ہے، ملائکہ کی خوشی کا موجب ہے، نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے اور یہ سنت سے ہے، آنکھوں کی بینائی تیز کرتا ہے، دانتوں کی زردی کو دور کرتا ہے، مسوڑوں کو مضبوط کرتا ہے، بلغم کو دور کرتا ہے منہ میں خوشبو پیدا کرتا ہے(3)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر گراں گزرنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت ان کو مسواک کرنے کا حکم دیتا(4)۔

امام احمد نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر شاق گزرنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت وضو کا حکم دیتا اور ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم دیتا(5)۔

امام البزار، ابویعلی اور طبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ ہمیشہ مسواک کا ذکر کرتے تھے حتی کہ ہمیں اس کے متعلق قرآن نازل ہونے کا اندیشہ ہوا(6)۔

امام احمد، الحرث بن ابی اسامہ، البزار، ابویعلی، ابن حزیمہ، دارقطنی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے)، ابونعیم نے کتاب السواک میں، بیہقی نے الشعب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسواک کے ساتھ نماز، بغیر مسواک والی نماز پر ستر گنا فضیلت رکھتی ہے(7)۔

امام البزار اور بیہقی نے جید سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے، فرمایا ہے: مسواک کے ساتھ دو رکعتیں بغیر مسواک کے ستر رکعتوں سے افضل ہیں(8) احمد اور ابویعلی نے مسند جید کے ساتھ

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 1، صفحہ 171، رقم الحدیث، 289، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 179

3۔ الکامل لابن عدی، جلد 3، صفحہ 507، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ سنن ابی داؤد مع شرح، جلد 1، صفحہ 148، رقم الحدیث، 36، مطبوعہ مکتبۃ الرشد بیروت

5۔ مجمع الزوائد، جلد 1، صفحہ 514 رقم الحدیث، 1118 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 262، (2550)

7۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 245، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت 8۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 38 مطبوعہ دار الفکر بیروت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے مسواک کا حکم دیا گیا حتی کہ میں نے یہ گمان کیا کہ اس کے متعلق قرآن یا وحی نازل ہو جائے گی (1)۔

امام احمد، ابویعلی اور طبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہیں سوتے تھے مگر آپ کے پاس مسواک ہوتا تھا، جب آپ بیدار ہوتے تو پہلے مسواک کرتے (2)۔

امام طبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل مجھے مسواک کی وصیت کرتے رہے حتی کہ مجھے اپنی داڑھوں پر خوف ہونے لگا (3)۔

امام البزار، ترمذی الحکیم نے نوادر الاصول میں کلیح بن عبداللہ الخطمی عن ابیہ عن جدہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ چیزیں مرسلین کی سنت ہیں۔ حیا، حلم، پچھنے لگوانا، مسواک کرنا اور خوشبو لگانا (4)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نہیں سوتے تھے اور نہ بیدار ہوتے تھے مگر پہلے مسواک کرتے تھے (5)۔

امام طبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ گھر سے نماز کے لئے نکلتے تو مسواک کرتے تھے (6)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوداؤد نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ دن اور رات کے وقت سونے کے بعد اٹھتے تو وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے تھے (7)۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ گھر میں داخل ہوتے وقت سب سے پہلے کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا آپ جب گھر میں داخل ہوتے تو مسواک کرتے تھے (8)۔

امام ابن ماجہ نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا تمہارے منہ قرآن کا راستہ ہیں ان کو مسواک کے ساتھ پاک کرو۔ ابونعیم نے کتاب السواک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔

امام ابن السنی اور ابونعیم نے طب نبوی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسواک انسان کی فصاحت کو زیادہ کرتا ہے۔

امام ابن السنی نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن کا پڑھنا اور مسواک کرنا بلغم

1۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 263، رقم الحدیث، 2256، مطبوعہ دار الفکر بیروت
2۔ مسند ابویعلی، جلد 5، صفحہ 157، (5723)
3۔ معجم کبیر، جلد 23، صفحہ 251، مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم
4۔ نوادر الاصول، صفحہ 212، مطبوعہ دار صادر بیروت
5۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 266، (2568)
6۔ معجم کبیر، جلد 5، صفحہ 293، (5261)
7۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 155 (1791)
8۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 128، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد

کو دور کرتا ہے۔ ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں سمویہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی رات نہ سوئے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے مسواک کرلیا۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، ابونعیم نے کتاب السواک میں ضعیف سند کے ساتھ ابوعتیق عن جابر رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بستر پر جانے سے پہلے مسواک کرتے تھے اور جب رات کو اٹھتے تھے اور جب نماز کی طرف جاتے تھے تو بھی مسواک کرتے تھے، میں نے ان سے کہا آپ نے اپنے نفس کو تکلیف دی ہے انہوں نے فرمایا۔ مجھے اسامہ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ ان اوقات میں مسواک کرتے تھے (1)۔ ابونعیم نے حسن سند کے ساتھ عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر شاق گزرنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان کو سحری کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ طبرانی نے الاوسط میں حسن سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر تکلیف کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا (2)۔

امام شافعی، ابن ابی شیبہ، احمد، نسائی، ابویعلی، ابن خریمہ، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسواک منہ کے لئے طہارت اور رب کی رضا کا موجب ہے (3)۔

امام احمد اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسواک ضرور کیا کرو یہ منہ کو پاک کرتا ہے اور رب تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے (4)۔

امام احمد نے ضعیف سند کے ساتھ قثم یا تمام بن عباس سے روایت کیا ہے نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم میرے پاس زرد دانتوں کے ساتھ کیوں آتے ہو، مسواک نہیں کرتے ہو؟ اگر مجھے اپنی امت پر تکلیف کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان پر مسواک اس طرح فرض کر دیتا جیسا کہ ان پر وضو فرض کیا ہے (5)۔ طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ مسواک کان کی اس جگہ رکھتے تھے جہاں کاتب قلم رکھتا ہے (6)۔

امام العقیلی نے الضعفاء میں اور ابونعیم نے السواک میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ جب سفر فرماتے تو مسواک، کنگھی، سرمہ دانی، بوتل اور شیشہ ساتھ لے جاتے تھے۔

امام ابونعیم نے ایک کمزور سند کے ساتھ رافع بن خدیج رحمہ اللہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں مسواک کا اس طرح حکم دیا جاتا تھا کہ ہم سمجھنے لگے کہ اس کے متعلق کوئی حکم نازل ہو جائے گا (7)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 155 (1788)
2۔ معجم اوسط، جلد 2، صفحہ 138 (1260) مطبوعہ مکتبۃ المعارف
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 154 (1792) مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم
4۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 108، مطبوعہ دار صادر بیروت
5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 442
6۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 37
7۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 156

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت حسان بن عطیہ رحمہ اللہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ وضو ایمان کا نصف ہے اور مسواک کرنا وضو کا نصف ہے، اگر مجھے اپنی امت پر تکلیف کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ مسواک کے ساتھ بندہ جو دو رکعتیں پڑھتا ہے وہ ستر رکعتوں سے افضل ہیں جو مسواک کے بغیر پڑھتا ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سلمان بن سعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسواک کرو اور صفائی کرو اور طاق مرتبہ کرو، اللہ طاق ہے اور وہ طاق کو پسند کرتا ہے (2)۔

امام ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کے وقت جوڑوں کا خاص خیال رکھنے کا حکم دیا کیونکہ ان میں میل زیادہ تیزی سے بھرتی ہے۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں ایسی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس میں مجہول راوی ہے۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے اسے مرفوع ذکر کیا ہے فرمایا اپنے ناخن کاٹو اور اور کٹے ہوئے ناخنوں کو دفن کرو اور اپنے جوڑوں کو صاف کرو (3)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی نے شمائل میں، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل کتاب اپنے بالوں کا سدل کرتے تھے اور مشرک مانگ نکالتے تھے اور نبی کریم ﷺ اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے ہر اس کام میں جس میں آپ کو کوئی حکم نہیں ملا ہوتا تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے پہلے سدل فرمایا پھر مانگ نکالی (4)۔

امام ابن ماجہ اور بیہقی نے جید سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بالوں کو دور کرنے کے لئے کوئی لیپ لگاتے تو ہاتھ کے ساتھ زیر ناف بال الگ کر دیتے تھے (5)۔

امام بیہقی نے انتہائی ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ چونا استعمال نہ کرتے تھے جب بال زیادہ ہو جاتے تو اس کو مونڈ دیتے تھے (6)۔

امام احمد، بیہقی نے شداد بن اوس سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ ختنہ مردوں کے لئے سنت ہے اور عورتوں کیلئے اچھا ہے۔

امام طبرانی نے مسند الشامیین میں، ابوالشیخ نے کتاب العقیقہ میں، بیہقی نے حضرت ابن عباس سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ابوداؤد نے عثیم بن کلیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنے کفر والے بال پھینک دو، ان کو مونڈ ڈالو ایک اور شخص نے مجھے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے ساتھ والے شخص کو فرمایا اپنے کفر والے بال پھینک دے اور ختنہ کر (7)۔

بیہقی نے زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا جو اسلام قبول کرے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 157
2۔ ایضاً
3۔ نوادر الاصول، صفحہ 45، مطبوعہ دار صادر بیروت
4۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 257، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد
5۔ سنن ابن ماجہ، جلد چہارم، رقم الحدیث، 3752
6۔ تفسیر قرطبی، جلد 2، صفحہ 101
7۔ سنن ابوداؤد مع شرح، جلد 2، صفحہ 182 مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض

اسے ختنہ کرنا چاہے (1)۔

امام احمد اور طبرانی نے حضرت عثمان بن ابی العاص رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہیں ختنہ کی مجلس میں بلایا گیا تو فرمایا ہم عہد رسالت مآب ﷺ میں ختنہ کے پروگرام پر آتے تھے اور اس کے لئے بلایا نہیں جاتا تھا۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بچے میں سات چیزیں ساتویں دن سنت ہیں، اس کا نام رکھنا، اس کا ختنہ کرنا، اس سے تکلیف دہ چیزوں کا دور کرنا، عقیقہ کرنا، سر مونڈنا، عقیقہ سے اس کو آلودہ کرنا اور اس کے سر کے بالوں کا سونے یا چاندی کے ساتھ وزن کرنا۔

امام ابوالشیخ نے کتاب العقیقہ میں اور بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت امام حسن اور امام حسین کا ختنہ کرایا اور ہر ایک کا ختنہ ساتویں دن ہوا (2)۔

امام بیہقی نے موسیٰ بن علی بن رباح عن ابیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسحٰق علیہ السلام کا ختنہ ساتویں دن کیا۔ اور اسماعیل علیہ السلام کا ان کی بلوغت کے وقت کیا۔

امام ابن سعد نے حیی بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ ہوا تو آپ کی عمر تیرہ سال تھی۔

حضرت ابوالشیخ نے العقیقہ میں موسی بن علی بن رباح عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو ختنہ کا حکم ملا جب آپ کی عمر اسی سال تھی۔ آپ نے جلدی سے کلہاڑے کے ساتھ ختنہ کر دیا تو آپ کو اس پر بہت تکلیف ہوئی آپ نے اللہ تعالیٰ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ تو نے ہمارے آلہ بتانے سے پہلے جلدی کی۔ عرض کی یارب میں نے تیرے حکم میں تاخیر کو ناپسند کیا۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلہاڑے کے ساتھ ختنہ کیا جب کہ آپ کی عمر تیس سال تھی (3)۔

امام ابن عدی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے حضرت ابراہیم نے ختنہ کیا جب کہ آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی آپ نے کلہاڑے کے ساتھ ختنہ کیا اس کے بعد آپ اسی سال زندہ رہے (4)۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، حاکم اور بیہقی نے سعید بن المسیب کے طریق سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کلہاڑے کے ساتھ ختنہ کیا جب کہ آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ اس کے بعد آپ اسی سال زندہ رہے۔ حضرت سعید فرماتے ہیں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ختنہ کیا۔ اور سب

1۔ بیہقی بحوالہ موسوعہ، موسوعہ، جلد 8، صفحہ 85
2۔ معجم کبیر، جلد 3، صفحہ 29، مکتبہ العلوم والحکم
3۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 265
4۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 395 (8439) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

سے پہلے انہوں نے سفید بال دیکھے۔ عرض کی یارب یہ کیا ہے؟ فرمایا وقار اے ابراہیم۔ حضرت ابراہیم نے دعا کی اے میرے پروردگار میرے وقار میں اضافہ فرما اور سب سے پہلے آپ نے مہمان نوازی کی اور سب سے پہلے آپ نے اپنی مونچھوں کو کاٹا اور سب سے پہلے آپ نے اپنے ناخن کاٹے اور سب سے پہلے آپ نے زیر ناف بال لوہے سے صاف کئے۔

امام ابن عدی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے مہمان کی مہمان نوازی کی، سب سے پہلے آپ نے مونچھیں کاٹیں، سب سے پہلے آپ نے بڑھاپا کے آثار دیکھے، سب سے پہلے آپ نے ناخن کاٹے، سب سے پہلے کلہاڑے کے ساتھ آپ نے ختنہ کیا(1)۔

امام بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہاجر سارہ کی خادمہ تھی۔ وہ انہوں نے حضرت ابراہیم کو دے دی۔ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام نے دوڑ میں مقابلہ کیا تو حضرت اسماعیل سبقت لے گئے اور حضرت ابراہیم کی گود میں جا کر بیٹھ گئے۔ سارہ نے کہا قسم بخدا میں اس کی تین اشراف چیزوں میں تبدیلی کروں گی۔ حضرت ابراہیم کو خدشہ ہوا کہیں یہ حضرت ہاجر کے ناک یا کان نہ کاٹ دے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے فرمایا کیا تو کوئی اور کام کر کے اپنی قسم کو پورا کر سکتی ہے۔ تو اس کے کان چھید دے تو کان چھیدنے کا آغاز یہاں سے ہوا۔

امام بیہقی نے سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارہ کی ترش روئی کی وجہ سے تکلیف محسوس کی تو اپنے رب کی بارگاہ میں شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی، سب سے پہلے آپ نے شلوار استعمال کی، سب سے پہلے آپ نے مانگ نکالی، سب سے پہلے زیر ناف بال لوہے سے صاف کئے، سب سے پہلے ختنہ کیا، سب سے پہلے مہمان نوازی کی سب سے پہلے بوڑھے ہوئے (ان کے بال سفید ہوئے)۔

امام وکیع نے واصل مولیٰ بن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اے ابراہیم تو میرے نزدیک تمام اہل زمین سے معزز ہے جب تو سجدہ کرے تو زمین تیری شرم گاہ نہ دیکھے۔ فرمایا پس ابراہیم نے شلوار بنالی۔

امام حاکم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آسمان کی ہتھیلی پر انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان سفید بال ظاہر ہوئے۔ پھر وہ ہتھیلی ابراہیم علیہ السلام کے سر کے قریب ہوتی گئی حتیٰ کہ انتہائی قریب ہوگئی پھر آسمان نے وہ حضرت ابراہیم کے سر میں ڈال دیئے اور کہا وقار کو بڑھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان بالوں کی طرف وحی کہ غالب آجاؤ تو (سارے سر میں سفیدی چھا گئی) سب سے پہلے آپ کے بال سفید ہوئے اور آپ نے سب سے پہلے ختنہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو ابراہیم علیہ السلام پر وہ نازل کیا تھا جو محمد ﷺ پر نازل کیا ہے اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ (التوبہ) قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ وَ الَّذِيْنَ هُمْ

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 395 (8441) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (مومنون:10-1)۔ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ...... الایۃ (الاحزاب:35) اور سورہ سأل میں الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝ (المعارج) ان سہام کو ابراہیم علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نے پورا نہیں کیا(1)۔

امام ابن سعد نے طبقات میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خیر کا سوال کیا۔ پس آپ کے سر کا 2/3 حصہ سفید ہو گیا۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ دنیا میں عبرت ہے اور آخرت میں نور ہے۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت سلمان فارسی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم اپنے بستر پر گئے تو دعا مانگی یا اللہ خیر عطا فرما۔ صبح آپ اٹھے تو 2/3 حصہ سفید ہو چکا تھا۔ آپ کو یہ کیفیت اچھی نہ لگی تو کہا گیا تو پریشان نہ ہو یہ دنیا میں عبرت اور آخرت کا نور ہے۔ سب سے پہلے آپ کے بال سفید ہوئے تھے۔ دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جس نے مہندی اور کتم کا خضاب لگایا وہ ابراہیم علیہ السلام تھے(2)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اور نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے تم ان کی مخالفت کرو(3)۔ ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے)، نسائی، ابن ماجہ نے ابوذر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہترین چیز جس سے تم سفیدی کو تبدیل کرو وہ مہندی اور کتم ہے(4)۔

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید بالوں کو بدلو اور یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو(5)۔

امام البزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے فرمایا عجمیوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو اور داڑھیوں کو بدلو (یعنی مہندی وغیرہ لگاؤ)

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور البزار نے سعد بن ابراہیم عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب

1۔ مستدرک حاکم، جلد دوم، رقم الحدیث، 4021، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مسند الفردوس از دیلمی، جلد 1، صفحہ 29، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 875

4۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 226، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ

5۔ ایضاً

رومیوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو قید کر لیا تھا تو سب سے پہلے حضرت ابراہیم نے خطبہ دیا۔ پھر آپ نے جنگ کی حتیٰ کہ رومیوں سے حضرت لوط علیہ السلام کو آزاد کرالیا(1)۔

امام ابن عساکر نے حسان بن عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان لوگوں سے جنگ کرنے کے لئے چلے جنہوں نے حضرت لوط کو قید کر لیا تھا تو سب سے پہلے آپ نے لشکر کو جنگ میں میمنہ، میسرہ، قلب کی شکل میں مرتب کیا۔

امام ابن ابی شیبہ نے یزید بن ابی زید رحمہ اللہ سے روایت کیا انہوں نے ایک شخص سے جس کا انہوں نام لیا تھا۔ فرمایا سب سے پہلے جس نے جھنڈے باندھے تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے۔ آپ کو خبر پہنچی کہ حضرت لوط علیہ السلام پر قوم نے حملہ کر دیا ہے اور انہیں قید کر کے لے گئے ہیں۔ تو آپ نے جھنڈے باندھے اور اپنے غلاموں اور موالیوں کے ساتھ ان کی طرف پیش قدمی کی حتیٰ کہ آپ نے دشمن قوم کو پالیا اور آپ نے حضرت لوط اور آپ کے اہل کو ان سے آزاد کرالیا۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الرمی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سب سے پہلے ریشمی کپڑے کا استعمال حضرت ابراہیم نے کیا۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جس نے مہمان نوازی کی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے(2)۔

امام ابن سعد، ابن ابی الدنیا، ابونعیم نے الحلیہ میں، بیہقی نے الشعب میں عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابراہیم خلیل الرحمٰن کی کنیت ابوالضیفان تھی، آپ کے محل کے چار دروازے تھے تا کہ کوئی شخص محروم نہ رہ جائے(3)۔

امام بیہقی نے عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام جب کھانا کھانے لگتے تو ایک میل تک کسی ایسے شخص کی تلاش کرتے جو آپ کے ساتھ کھانا کھائے۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الاخوان میں، الخطیب نے اپنی تاریخ میں، دیلمی نے مسند الفردوس میں، الغسولی نے اپنے جزء میں حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے وقت مرد کا دوسرے مرد سے معانقہ کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا یہ قوموں کا سلام تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ اہل کتاب اور محبت کرنے والوں کا سلام تھا۔ سب سے پہلے جنہوں نے معانقہ کیا وہ خلیل الرحمٰن تھے(4) وہ ایک دفعہ اپنے جانوروں کو بیت المقدس کے پہاڑوں سے دوسروں پہاڑوں کی طرف ہانکتے ہوئے نکلے تو انہوں نے ایک خوبصورت آواز سنی جو اللہ تعالیٰ کی تقدیس بیان کر رہی تھی۔ پس آپ جس مقصد کو جا رہے تھے وہ بھول گئے اور اس آواز کی طرف متوجہ ہو گئے، کیا دیکھا کہ ایک اٹھارہ ہاتھ لمبا شیخ اللہ کی توحید بیان کر رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے پوچھا اے شیخ تیرا رب کون ہے؟ اس نے کہا جو آسمان میں

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 331
2۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 97، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً، جلد ہفتم، رقم الحدیث 18-9617
4۔ مسند الفردوس از دیلمی، جلد 1، صفحہ 29 (45) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

ہے، پوچھا زمین کا رب کون ہے؟ اس نے کہا جو اوپر ہے۔ پوچھا اس کے علاوہ بھی کوئی رب ہے؟ شیخ نے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ۔ حضرت ابراہیم نے پوچھا تیرا قبلہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کعبہ کی طرف۔ پھر پوچھا تیرا کھانا کیا ہے؟ اس نے کہا میں گرمیوں میں پھلوں کو جمع کرتا ہوں اور سردیوں میں ان کو کھاتا ہوں۔ پوچھا کیا تیری قوم سے کوئی باقی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پوچھا تیرا گھر کہاں ہے؟ اس نے کہا اس غار میں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہمیں اپنے گھر لے جا۔ اس نے کہا میرے اور اس غار کے درمیان ایک وادی ہے جو عبور نہیں کی جاسکتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تو اسے کیسے عبور کرتا ہے؟ اس نے کہا میں اس پر آتا جاتا رہتا ہوں۔ حضرت ابراہیم نے کہا ہمیں لے چل۔ شاید جو ذات اسے تیرے لئے مطیع کر دیتی ہے میرے لئے بھی مطیع کر دے۔ وہ دونوں چل پڑے حتی کہ انتہا تک پہنچ گئے۔ چلتے ہوئے ہر ایک دوسرے پر تعجب کر رہا تھا۔ جب وہ غار میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ان کا قبلہ بھی حضرت ابراہیم کا قبلہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے پوچھا سب سے سخت دن کون سا ہے؟ شیخ نے کہا جب اللہ تعالیٰ حساب کے لئے اپنی کرسی لگائے گا جس دن جہنم بھڑکائی جائے گی، ہر مقرب فرشتہ اور نبی مرسل گر جائے گا اور اسے اپنے نفس کی پڑی ہوگی۔ ابراہیم نے اسے کہا یا شیخ اللہ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس ہولناکی سے بچائے۔ شیخ نے کہا میری دعا سے کیا ہوگا؟ آسمان میں میری دعائیں تیس سال سے محبوس ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا میں تجھے بتا نہ دوں کہ کس چیز نے تیری دعا کو روکا ہوا ہے۔ شیخ نے کہا ضرور بتاؤ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کے سوال کو روک لیتا ہے اللہ اپنے بندے کی آواز سے محبت کرتا ہے۔ پھر اس کے ہر سوال کو ایسا ذخیرہ کر دیتا ہے جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اور جب بندے سے بغض رکھتا ہے تو اس کی حاجت کو فوراً پورا کر دیتا ہے یا اس کے سینے میں مایوسی ڈال دیتا ہے تاکہ اس کی آواز کو روک لے۔ تیری کون سی دعا آسمان میں محبوس ہے۔ شیخ نے کہا یہاں میرے پاس سے ایک نوجوان گزرا جس کے سر پر مینڈھیاں تھیں، تقریباً تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے اس کے پاس بکریاں تھیں۔ میں نے پوچھا یہ کس کی بکریاں ہیں؟ اس نے کہا اللہ کے خلیل ابراہیم کی ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ اگر زمین میں تیرا کوئی خلیل ہے تو وہ مجھے دنیا سے کوچ کرنے سے پہلے دکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تیری دعا قبول ہو چکی ہے پھر دونوں نے ایک دوسرے کو گلے لگایا۔ اس دن سے معانقہ شروع ہوا اس سے پہلے لوگ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے تھے۔ پھر اسلام کی آمد کے ساتھ مصافحہ آ گیا۔ پھر نہ کسی نے سجدہ کیا اور نہ معانقہ کیا۔ مصافحہ کرنے والوں کی انگلیاں ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں، ابونعیم نے الحلیہ میں کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی مجھے یہ چیز تکلیف دیتی ہے کہ میں اپنے سوا کسی کو تیری عبادت کرتے ہوئے نہ دیکھوں، پس اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اتارا جو حضرت ابراہیم کے ساتھ عبادت کرتے تھے اور آپ کے ساتھ رہتے تھے (1)۔

امام احمد اور ابونعیم نے نوف البکالی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے کہا یا رب زمین میں

1۔ کتاب الزہد از امام احمد، صفحہ 100، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

میرے سوا کوئی تیری عبادت کرنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تین ہزار فرشتے اتارے جن کی آپ نے تین دن امامت کرائی۔

امام ابن سعد نے الکلبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابراہیم علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے مہمان نوازی کی، جنہوں نے سب سے پہلے ثرید بنائی، سب سے پہلے سفید بال دیکھے جب کہ آپ کے پاس مال اور خدام کی کثرت تھی

امام ابن ابی شیبہ نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سب سے پہلے ثرید حضرت ابراہیم نے بنائی۔ دیلمی نے نبیط بن شریط سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے جنہوں نے ......روٹی بنائی وہ ابراہیم علیہ السلام تھے (1)۔

امام احمد نے الزہد میں مطرف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سب سے پہلے جنہوں نے علیحدگی اختیار کی وہ ابراہیم علیہ السلام تھے، انہوں نے خدا کی یاد کے لئے اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کی تھی۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا جس کو سب سے پہلے قیامت کے روز کپڑے پہنائے جائیں گے وہ ابراہیم علیہ السلام ہوں گے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ قیامت کے روز برہنہ پا اور برہنہ جسم ہوں گے پس قیامت کے روز جس کو سب سے پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے (3)۔ ابونعیم نے الحلیہ میں عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ قیامت کے روز برہنہ پا اور برہنہ جسم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا میں اپنے خلیل کو برہنہ نہیں دیکھ رہا ہوں؟ پس حضرت ابراہیم کو سفید کپڑے پہنائے جائیں گے اور وہ پہلے شخص ہوں گے جن کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد نے الزہد میں حضرت عبد اللہ بن الحرث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام کو دو قبطی کپڑے پہنائے جائیں گے پھر نبی کریم ﷺ کو حیرہ کا لباس پہنایا جائے گا جب کہ آپ عرش کی دائیں جانب ہوں گے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا خیر البریہ (اے ساری مخلوق سے بہتر) آپ ﷺ نے فرمایا یہ لقب ابراہیم علیہ السلام کا ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوصالح سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے تلاش رزق میں محنت کی لیکن کھانے کے پانے پر قادر نہ ہوئے۔ پھر وہ ایک دفعہ سرخ نرم زمین سے گزرے تو اس سے کچھ مٹی اٹھالی پھر اپنے گھر والوں کی

1۔ کنز العمال، جلد 11، صفحہ 489، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 329
3۔ ایضاً
4۔ کتاب الزہد از امام احمد، صفحہ 100
5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 329

طرف لوٹ آئے۔ گھر والوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا سرخ گندم، پس انہوں نے جب کھولا تو سرخ دانے ہی تھے۔ پس جب اس میں سے آپ کچھ کاشت کرتے تو اس کی اصل سے فرع تک خوشے نکلتے جن میں پے درپے دانے ہوتے تھے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں، ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت سلمان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم کے اوپر دو بھوکے شیر چھوڑے گئے تو انہوں نے آپ کو محبت سے چاٹا اور آپ کو سجدہ کیا (آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی) (2)

امام احمد، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے پیغام بھیجا گیا کہ میں قرآن پاک کو ایک قرأت میں پڑھوں تو میں نے عرض کی یارب میری امت پر آسانی فرما۔ دوبارہ ارشاد ہوا دو قرأتوں پر پڑھو میں نے عرض کی یارب میری امت پر آسانی فرما، تیسری مرتبہ ارشاد ہوا سات قرأتوں پر پڑھو، ہر بار جو تو نے سوال کو لوٹایا ہے۔ اس کے برابر اب مجھ سے مانگ لے۔ میں نے عرض کی یا اللہ میری امت کو بخش دے، اے اللہ میری امت کو بخش دے اور تیسری دعا میں نے اس دن کے لئے موخر کر دی ہے جس دن ساری مخلوق حتی کہ ابراہیم بھی مجھ سے امید لگائے ہوئے ہوں گے (3)۔

امام احمد نے الزہد میں ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابراہیم علیہ السلام مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے تھے، مسکینوں اور مسافروں پر رحم فرماتے تھے، ان کے پاس مہمان نہ آتے تو گردن لمبی کر کے انتظار کرتے، پھر مہمان کی تلاش میں راستہ پر نکل پڑتے، آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ ملک الموت انسانی شکل میں آپ کے پاس سے گزرے، اس نے سلام کیا تو آپ نے اسے سلام کا جواب دیا پھر پوچھا تو کون ہے، اس نے کہا میں مسافر ہوں۔ فرمایا میں یہاں تیرے جیسے شخص کے لئے بیٹھا تھا۔ آپ نے ملک الموت کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا چلو، آپ اسے اپنے گھر لے آئے۔ جب حضرت اسحق نے ملک الموت کو دیکھا تو پہچان گئے۔ حضرت اسحق علیہ السلام رونے لگے۔ جب سارہ نے حضرت اسحق علیہ السلام کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی اس کی وجہ سے رونے لگی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کو روتے دیکھا تو آپ بھی رونے لگے۔ جب ملک الموت نے ابراہیم کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔ پھر ملک الموت اوپر چڑھ گئے۔ جب وہ بلند ہو گئے تو ابراہیم علیہ السلام غصہ میں ہو گئے اور فرمایا تم میرے مہمان کی وجہ سے رونے لگے حتی کہ وہ چلا گیا۔ حضرت اسحق نے کہا ابا حضور! آپ مجھے ملامت نہ کریں میں نے آپ کے ساتھ ملک الموت کو دیکھا تھا، میرے خیال میں آپ کی موت کا وقت آ گیا ہے، آپ اپنے گھر والوں کو وصیت کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک کمرہ تھا جس میں آپ عبادت کرتے تھے، جب آپ اس سے باہر نکلتے تھے تو اسے بند کر دیتے تھے اور کوئی اس میں داخل نہیں ہوتا تھا۔ حضرت ابراہیم نے اپنے عبادت خانہ کا دروازہ کھولا تو اندر ایک شخص بیٹھا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تجھے یہاں کس نے داخل کیا اور کس کی اجازت سے تو داخل ہوا؟ اس نے کہا رب البیت کی اجازت سے اور کہا رب البیت (گھر کا مالک) اس کا زیادہ حق دار ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کمرہ کے ایک کونہ میں نماز پڑھنے لگے اور دعا میں مصروف ہو گئے جس طرح وہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 330 2۔ کتاب الزہد، صفحہ 100 3۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 273

پہلے کرتے تھے۔ ملک الموت بلند ہوا تو پوچھا گیا کہ تو نے کیا دیکھا، ملک الموت نے کہا یا رب میں تیرے ایسے بندے سے ہو کر آیا ہوں کہ اس کے بعد زمین میں بہتر شخص نہ ہوگا۔ ملک الموت سے پوچھا گیا تو نے اس بندے سے کیا دیکھا؟ اس نے کہا کہ اس نے تیری مخلوق میں سے کسی کو نہیں چھوڑا مگر اس نے اس کے دین اور معیشت کے لئے خیر کی دعا مانگی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ٹھہرے رہے جتنا اللہ نے چاہا۔ پھر آپ آئے دروازہ کھولا تو ایک شخص پھر اندر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا ملک الموت۔ حضرت ابراہیم نے کہا اگر تو سچا ہے تو مجھے کوئی ایسی نشانی دکھا دے تا کہ میں پہچان لوں کہ تو ملک الموت ہے۔ ملک الموت نے کہا اپنا چہرہ پھیر لے اے ابراہیم۔ پھر کہا اب دیکھو تو اس نے وہ صورت دکھائی جس کے ساتھ وہ مومنین کی روحیں قبض کرتا ہے۔ پھر آپ نے ایک ایسا نور اور رونق دیکھی جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر ملک الموت نے کہا اب دیکھو، اس وقت وہ صورت دکھائی جس کے ساتھ آپ کفار اور فجار کی روح قبض کرتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رعب طاری ہو گیا حتی کہ آپ نے اپنا پیٹ زمین سے ملا دیا، قریب تھا کہ حضرت ابراہیم کی روح پرواز کر جاتی، فرمایا اس کو پہچان جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے اور اس کی طرف جا۔ ملک الموت اوپر چلے گئے، ان سے کہا گیا کہ ابراہیم سے نرمی اختیار کر، ملک الموت آیا تو ابراہیم علیہ السلام اپنے انگوروں میں تھے۔ ملک الموت ایک بوڑھے شخص کی صورت میں تھے اب اس کی کوئی چیز سلامت نہ تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو دیکھا تو اس پر رحم کیا پھر اپنی خورجی اٹھا کر انگوروں میں چلے گئے اور کچھ انگور خورجی میں چن کر لائے پھر آکر اس بوڑھے کے سامنے رکھ دیئے اور فرمایا کھاؤ۔ وہ ہاتھ رکھتا اور دکھاتا کہ وہ کھا رہا ہے اور وہ اس کو اپنی داڑھی میں اپنے سینے پر چبا کر گرا رہا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعجب ہوا اور فرمایا تیری کتنی عمر باقی ہے اور کتنی گزار چکا ہے؟ اس نے حضرت ابراہیم کی عمر کا حساب لگایا اور کہا میری اتنی عمر گزر چکی ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا میری بھی اتنی عمر گزر چکی ہے۔ میں انتظار میں ہوں کہ میں تیری مثل ہو جاؤں۔ اے اللہ مجھے اپنے پاس بلا لے، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نفس خوش ہوا تو ملک الموت نے اسی وقت ان کی روح قبض کر لی۔

امام حاکم نے واقدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام غوطہ دمشق کے ایک دیہات برزہ میں پیدا ہوئے ایک پہاڑ کے قریب جسے قاسیون کہا جاتا ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابوالسکن الہجری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہتے ہیں حضرت خلیل اچانک فوت ہوئے اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی اچانک فوت ہوئے، حضرت سلیمان بن داؤد بھی اچانک فوت ہوئے اور نیک لوگ بھی اچانک فوت ہوئے۔ یہ مومن پر تخفیف ہے اور کافر پر شدت ہے۔

روایت کیا ہے کہ ملک الموت حضرت ابراہیم کے پاس روح قبض کرنے کے لئے آیا تو حضرت ابراہیم نے کہا اے ملک الموت کیا تو نے کبھی دیکھا ہے کہ خلیل، خلیل کی روح قبض کرے۔ ملک الموت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا جو کچھ ابراہیم نے کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ملک الموت، ابراہیم علیہ السلام سے کہو کہ کیا تو نے ایسا کوئی خلیل دیکھا ہے جو اپنے خلیل کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہو؟ ملک الموت واپس آیا اور یہ پیغام سنایا تو حضرت ابراہیم نے کہا ابھی میری روح قبض کر لے۔

امام ابونعیم نے الحلیۃ میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کے سامنے ملک الموت کو بھیجتا تھا پس اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف ملک الموت کو بھیجا تا کہ ان کی روح قبض کرے۔ حضرت ملک الموت حضرت ابراہیم کے گھر میں ایک خوبصورت نوجوان کی شکل میں داخل ہوئے۔ حضرت ابراہیم ایک غیور شخص تھے۔ جب وہ داخل ہوا تو ابراہیم علیہ السلام کی غیرت ابھری فرمایا اے اللہ کے بندے تجھے میرے گھر میں کس نے داخل کیا ہے؟ ملک الموت نے کہا اس گھر کے مالک نے داخل کیا ہے۔ حضرت ابراہیم معاملہ سمجھ گئے۔ ملک الموت نے کہا اے ابراہیم مجھے تیری روح قبض کرنے کو کہا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے ملک الموت تو مجھے مہلت دے تا کہ اسحٰق علیہ السلام آجائے۔ جب اسحٰق اندر داخل ہوئے تو آپ اس کی طرف کھڑے ہوئے اور ہر ایک نے دوسرے کو گلے لگایا۔ پس ملک الموت نے اس معانقہ کو چھڑایا۔ ملک الموت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹے تو عرض کی یا رب میں نے تیرا خلیل دیکھا ہے جو موت سے پریشان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ملک الموت تو میرے خلیل کے پاس نیند کی حالت میں جا اور اس کی روح قبض کر، پس ملک الموت اس وقت آئے جب حضرت ابراہیم سوئے ہوئے تھے، اور اس وقت ان کی روح قبض کی (1)۔

امام احمد نے الزہد میں المروزی نے الجنائز میں، ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم کا وصال ہوا تو پوچھا گیا کہ موت کو کیسے پایا۔ حضرت ابراہیم نے کہا موت کو کیسا پایا؟ فرمایا میں نے اپنے نفس کو پایا گویا کہ معدہ سے روح کھینچی جا رہی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ ہم نے تجھ پر موت کو آسان کر دیا ہے۔

امام احمد، ابن ابی الدنیا نے العزاء میں اور ابن ابی داؤد نے البعث میں، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح بھی کہا ہے) اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مومنین کی اولاد جنت میں ایک پہاڑ میں ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ ان کی کفالت کرتے ہیں حتیٰ کہ قیامت کے روز ان کے والدین کی طرف ان کو لوٹا دیں گے (2)۔

امام سعید بن منصور نے مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے بچے جنت کے اندر سبز چڑیوں کی طرح درخت کے اوپر ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام ان کی کفالت کرتے ہیں (3)۔

اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (الآیہ)

امام عبد بن حمید نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا یہ مطلب روایت کیا ہے کہ آپ کے دین، آپ کی رہنمائی اور آپ کی سنت کی پیروی کی جائے گی۔ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ عرض کی کہ میری اولاد میں سے دوسرے لوگوں کے لئے امام ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ظالموں کے دین، ہدایت اور سنت کی پیروی نہیں ہوگی۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ عہد قیامت کے دن کے

1۔ حلیۃ الاولیاء از ابونعیم، جلد 4، صفحہ 278، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ 2۔ مستدرک حاکم، جلد 1 صفحہ 541، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تہذیب تاریخ دمشق، جلد 2، صفحہ 160، مطبوعہ دار المیسرۃ

متعلق ہے کہ ظالم کو قیامت کے روز اللہ کا عہد نہیں پہنچے گا لیکن دنیا میں انہوں نے اس کو پایا اور وہ مسلمانوں کے وارث بنے ان سے نکاح کئے وغیرہ لیکن قیامت کے روز اللہ کا عہد اور اس کی عزت و کرامت اس کے دوستوں پر منحصر ہوگی (1)۔

امام ابن جریر نے ربیع رحمہ اللہ سے اِنِّیْ جَاعِلُكَ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ تیری اقتداء کی جائے گی اور پیروی کی جائے گی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ یعنی میری اولاد سے بھی ایسے بنا دے جن کی اقتداء کی جائے (2)۔

امام الفریابی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا میں تجھے لوگوں کے لئے امام بنانے والا ہوں۔ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ حضرت ابراہیم نے عرض کی میری اولاد میں سے بھی امام بنا تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے انکار فرمایا اور ارشاد فرمایا میرا عہد ظالموں تک نہیں پہنچتا۔

امام وکیع، عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے اسی قول لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ کے ضمن میں روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ظالم امام نہیں بناؤں گا جس کی اقتداء کی جائے (3)۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ حضرت ابراہیم کی نسل میں سے ظالم بھی ہوں گے جن کو عہد الٰہی نہیں پہنچے گا، پس اس کی شان کے لائق نہیں کہ وہ ظالموں کو والی بنائے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ کا مطلب یہ ہے کہ آپ پر معصیت الٰہی میں کسی کے لئے عہد نہیں ہے کہ آپ اس کی اطاعت کریں (4)۔

امام وکیع اور ابن مردویہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ کی تفسیر میں فرمایا۔ اطاعت صرف نیکی میں ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ معصیت میں مخلوق کی طاعت نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید نے ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ صرف نبی کی اطاعت فرض ہے۔

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ؕ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

”اور یاد کرو جب ہم نے بنایا اس گھر (خانہ کعبہ) کو مرکز لوگوں کے لئے اور امن کی جگہ اور (انہیں حکم دیا کہ)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 612، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی
2۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 610
3۔ ایضاً۔ جلد 1 صفحہ 611
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 612

بنالو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز اور ہم نے تاکید کر دی ابراہیم کو کہ خوب صاف ستھرا رکھنا میرا گھر طواف کرنے والوں، اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے''۔

امام ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں الْبَيْتَ سے مراد کعبہ ہے۔

امام ابن جریر نے ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مَثَابَةً لِّلنَّاسِ کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ لوگ اس کی طرف لوٹتے ہیں (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے تحت روایت کیا ہے کہ ان کی اس سے متعلق خواہش پوری نہیں ہوتی، وہ حاضر ہوتے ہیں، زیارت کرتے ہیں، پھر گھر واپس جاتے ہیں، پھر لوٹ آتے ہیں (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ ہر جگہ سے اس کی طرف آتے ہیں (3)۔

امام سفیان بن عیینہ، عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور بیہقی نے الشعب میں مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس کی طرف آتے ہیں، ان کی خواہش کبھی پوری نہیں ہوتی، وہ حج کرتے ہیں اور پھر لوٹ جاتے ہیں۔ اَمْنًا جو اس میں داخل ہو جاتا ہے اسے ڈرایا نہیں جاتا (4)۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے اَمْنًا کے تحت روایت کیا ہے کہ لوگوں کے لئے یہ جائے امن ہے (5)۔

امام ابن جریر نے ابو العالیہ سے اَمْنًا کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ دشمنی سے امن کی جگہ ہے، اس میں ہتھیار نہیں اٹھائے جاتے، زمانۂ جاہلیت میں ان کے اردگرد سے لوگوں کو اچک لیا جاتا تھا جب کہ اس کے رہنے والے امن میں ہوتے تھے (6)۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى

امام عبد بن حمید نے ابو اسحٰق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ کے اصحاب وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى پڑھتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مقام کو جائے نماز بنانے کا حکم دیا۔

امام عبد بن حمید نے عبد الملک بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے سعید بن جبیر کو وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى پڑھتے سنا۔ یعنی انہوں نے اتخذوا کو خاء کے کسرہ کے ساتھ امر کا صیغہ پڑھا ہے۔

امام سعید بن منصور، احمد، العدنی، دارمی، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی داؤد (فی المصاحف)، ابن المنذر، ابن مردویہ، ابو نعیم (فی الحلیہ)، طحاوی، ابن حبان، دار قطنی (فی الافراد) اور بیہقی نے سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تین مقامات پر اپنے رب کی موافقت کی ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اگر آپ مقام ابراہیم علیہ السلام کو جائے نماز بنا دیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 616 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 615 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 616 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً

اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى کا ارشاد نازل فرمادیا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ آپ کی ازواج مطہرات کے پاس نیکوکار اور فاجر لوگ آتے ہیں اس لئے اگر آپ ان کو پردہ کرنے کا حکم دے دیں (تو بہتر ہوگا) اسی موقع آیت حجاب نازل ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آپ کی ازواج غیرت کی بنا پر جمع ہوئیں تو میں نے کہا عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ تحریم کی آیت نمبر ۵ ان الفاظ میں اتاردی (1)۔

امام مسلم، ابن ابی داؤد، ابونعیم (فی الحلیہ) اور بیہقی نے السنن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طواف کے تین چکروں میں رمل کیا اور چار چکروں میں آہستہ چلے حتیٰ کہ جب طواف سے فارغ ہوگئے تو مقام ابراہیم کا قصد کیا اس کے پیچھے دو رکعتیں ادا فرمائیں اور یہ آیت پڑھی وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى۔

امام ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے جابر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے دن مقام ابراہیم پر ٹھہرے تو حضرت عمر نے عرض کی یارسول اللہ یہی مقام ابراہیم ہے۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے؟ فرمایا ہاں (2)۔

امام طبرانی اور الخطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے عرض کی یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالیں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى۔(3)

امام عبد بن حمید اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر ہم مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھیں تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (4)۔

امام ابن ابی داؤد نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پہلے یہ مقام بیت اللہ شریف سے ملا ہوا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! اگر آپ اس کو بیت اللہ سے تھوڑا ہٹادیں؟ تاکہ لوگ اس کی طرف نماز پڑھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کردیا، پس اللہ تعالیٰ نے وَاتَّخِذُوْا الخ کا ارشاد نازل فرمادیا۔

امام ابن ابی داؤد اور ابن مردویہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر ہم مقام کے پیچھے نماز پڑھیں (تو کتنا اچھا ہو) تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد وَاتَّخِذُوْا الخ نازل فرمایا۔ پہلے مقام ابراہیم بیت اللہ شریف کے قریب تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے موجودہ جگہ میں تبدیل فرمادیا۔ مجاہد فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رائے قائم کرتے تھے تو اس کے مطابق قرآن نازل ہوجاتا تھا۔

امام ابن مردویہ نے عمر بن میمون عن عمر رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا کہ وہ مقام ابراہیم کے پاس سے گزرے اور عرض کی یارسول اللہ کیا ہم اپنے رب کے خلیل ابراہیم کے مقام پر کھڑے نہ ہوں۔ ارشاد فرمایا کیوں نہیں، عرض کی کیا ہم اس کو جائے نماز نہ بنالیں؟ پس تھوڑا وقت گزرا کہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى کا ارشاد نازل ہوگیا۔

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، دارقطنی نے الافراد میں ابومیسرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر نے عرض کی

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 600 (215) مطبوعہ دار الصمیعی 2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 446، باب نمبر 34، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 29 (10841) مطبوعہ دار الفکر بیروت 4۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 120، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

یارسول اللہ یہ ہمارے رب کے خلیل کا مقام ہے کیا ہم اس کو جائے نماز نہ بنالیں۔ اس وقت مذکورہ ارشاد نازل ہوا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مقام ابراہیم جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے وہ وہی ہے جو مسجد میں ہے۔ کثرت کے بعد پورے حج کو مقام ابراہیم بنا دیا گیا۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مقام ابراہیم تمام حرم ہے۔

امام ابن سعد، ابن المنذر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ مقام ابراہیم آسمان سے اتارا گیا۔

امام ابن ابی حاتم نے اور الازرقی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت تھا، اس کا نور ختم کیا گیا۔ اگر یہ نور ختم نہ کیا جاتا تو زمین وآسمان کا مابین روشن ہوتا اور الرکن بھی اسی طرح ہے۔

امام الترمذی، ابن حبان، حاکم، بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الرکن اور المقام دونوں جنت کے یواقیت میں سے دو یاقوت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا نور ختم کر دیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ مشرق ومغرب کے مابین کو روشن کر دیتے (1)۔

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رکن اور مقام جنت کے یواقیت میں سے دو یاقوت ہیں (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مقام ابراہیم کے پتھر کو اللہ نے نرم کیا اور رحمت بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوتے تھے اور حضرت اسماعیل پتھر اٹھا کر لاتے تھے۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رکن اور مقام جنت کے یاقوت سے ہیں۔ اگر ان کو انسانوں کی خطائیں نہ چھوتیں تو یہ مشرق ومغرب کا مابین روشن کر دیتے اور اس کو کسی مصیبت زدہ یا بیمار نے نہیں چھوا مگر اسے شفا ہوگئی (3)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ اگر اس کو جاہلیت کی نجاستیں نہ چھوتیں تو اس کو مصیبت زدہ نہ چھوتا مگر اس کو شفا ہوتی اور اس کے علاوہ زمین پر جنت کی کوئی چیز نہیں ہے (4)۔

امام الجندی نے فضائل مکہ میں سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رکن اور مقام جنت کے پتھروں میں سے دو پتھر ہیں۔

امام الازرقی نے تاریخ مکہ میں اور الجندی نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قیامت کے روز حجر اور مقام احد پہاڑ کی مثل آئیں گے، ان کی دو دو آنکھیں اور دو دو ہونٹ ہونگے، بلند آواز کے ساتھ منادی کریں گے اور اس شخص کے لئے گواہی دیں گے جس نے ان کے ساتھ وفا کے ساتھ موافقت کی ہوگی۔

1۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 107، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان　　2۔ مستدرک حاکم، جلد 1 صفحہ 456، مطبوعہ مکتبہ ومطابع النصر الحدیثۃ

3۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 449　　4۔ ایضاً

امام ابن ابی شیبہ نے ابن الزبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ مقام کو چھو رہے ہیں فرمایا تمہیں اس کا حکم نہیں دیا گیا تمہیں صرف اس کے پاس نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، المنذر اور الازرقی نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لوگوں کو مقام کے پاس نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے نہ اس کو چھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس امت نے کچھ ایسے تکلفات کئے ہیں جو پہلی امتوں نے نہیں کئے، ہمیں بعض لوگوں نے بتایا ہے جنہوں نے حضرت ابراہیم کی ایڑی اور انگلیوں کے نشان دیکھے تھے پس اس امت نے اس کو چھو چھو کر ان نشانات کو مٹا دیا ہے (1)۔

امام الازرقی نے نوفل بن معاویہ الدیلمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عبد المطلب کے عہد میں مقام کو المہاۃ کی صورت میں دیکھا تھا۔ ابو محمد الخزاعی فرماتے ہیں المہاۃ سے مراد سفید موتی ہے۔

امام الازرقی نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے اس نشان کے متعلق پوچھا جو مقام پر تھا تو انہوں نے فرمایا یہ پتھر پہلے بھی اسی کیفیت میں تھا جیسا کہ آج ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مقام کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی بنانے کا ارادہ فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو لوگوں میں اعلان حج کرنے کا حکم فرمایا تو آپ مقام پر کھڑے ہوئے یہ مقام بلند ہوا حتیٰ کہ تمام پہاڑوں سے بلند ہو گیا۔ پس آپ نے نیچے دیکھا اور فرمایا اے لوگو اپنے رب کا حکم قبول کرو، پس لوگوں نے اس کو قبول کیا۔ پس لوگوں نے کہا لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اثر اس پتھر پر تھا جب اللہ نے ارادہ فرمایا تھا۔ پس آپ دائیں بائیں دیکھتے تھے اور کہتے تھے لوگو! اپنے رب کا حکم قبول کرو، جب آپ فارغ ہوئے تو انہیں مقام کو قبلہ بنانے کا حکم دیا پس آپ نے اسے اپنے سامنے رکھا آپ دروازہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جب کہ وہ آپ کے سامنے ہوتا تھا۔ یہ آپ کا قبلہ رہا جب تک اللہ نے چاہا۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کعبہ کے دروازہ کی طرف اس کے سامنے نماز پڑھتے رہے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو انہیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ آپ ہجرت سے پہلے اور کچھ وقت ہجرت کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس قبلہ کی طرف آپ کو پھیرنا پسند فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور دوسرے انبیاء کا پسندیدہ تھا۔ پس مدینہ میں رہتے ہوئے آپ میزاب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے پھر آپ مکہ تشریف لائے تو جب تک مکہ میں رہے مقام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔

امام سعید بن منصور اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے مُصَلًّى کا معنی مدعیٰ روایت کیا ہے (2)۔

امام الازرقی نے کثیر بن ابی کثیر بن المطلب بن ابی وداعہ السہمی عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سیلاب باب بنی شیبہ سے مسجد حرام میں داخل ہوتے تھے جب کہ حضرت عمر نے ابھی بلند بند نہیں باندھا تھا۔ سیلاب آتے تو وہ مقام کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے اور بعض اوقات اس کو کعبہ قریب کر دیتے، حتیٰ کہ حضرت عمر بن خطاب کے دور میں ام نہشل کا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 620　2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 69 (214)

سیلاب آیا، تو وہ بھی مقام کو اپنی جگہ سے بہا کر لے گیا حتیٰ کہ مقام مکہ کی نچلی طرف پایا گیا پھر اس کو وہاں سے اٹھا کر لایا گیا اور کعبہ کے غلافوں کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اس کے متعلق حضرت عمر کو لکھا گیا تو آپ رمضان شریف میں گھبرائے ہوئے تشریف لائے۔ جب کہ مقام کی جگہ بھی سیلاب نے ختم کر دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بلایا اور اللہ کا واسطہ دے کر اس بندے متعلق پوچھا جو اس مقام کی جگہ جانتا ہو۔ المطلب بن ابی وداعہ نے کہا اے امیر المومنین مجھے اس کے مقام کا علم ہے مجھے اس کے متعلق پہلے یہی اندیشہ تھا۔ اس لئے میں نے پیمانہ کے ساتھ اس کی جگہ سے رکن تک اور اس کی جگہ سے باب الحجر تک اور اس کی جگہ سے زمزم تک پیمائش کی تھی، وہ پیمائش میرے پاس گھر میں موجود ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا تو میرے پاس بیٹھ جا اور کوئی دوسرا آدمی بھیج جو وہ پیمائش اٹھا کر لے آئے۔ جب وہ پیمائش لائی گئی تو وہ پیمائش اسی جگہ پوری ہوئی۔ پھر حضرت عمر نے لوگوں سے پوچھا اور ان سے مشورہ کیا تو سب نے کہا یہی مقام ہے، جب حضرت عمر کو یقین ہو گیا تو اسے نصب کرنے کا حکم دیا۔ پہلے اس کا مقام بیت اللہ کے قریب تھا پھر اسے تبدیل کر دیا پھر آج تک اسی مقام پر ہے۔

امام الازرقی نے سفیان بن عیینہ عن حبیب بن الاشرس کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مکہ کے بالائی علاقہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بند باندھنے سے پہلے ام نہشل کے سیلاب نے مقام ابراہیم کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا تھا اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ اس کا اصل مقام کیا ہے، حضرت عمر تشریف لائے اور پوچھا کہ کون اس کی جگہ کو جانتا ہے، عبد المطلب بن ابی وداعہ نے کہا اے امیر المومنین میں نے پیمانہ کے ساتھ اس کی پیمائش کی ہوئی ہے، مجھے اس کا یہی اندیشہ پہلے ہی تھا، اس لئے میں نے حجر سے مقام تک، رکن سے مقام تک اور کعبہ کی طرف سے سب پیمائش کر رکھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ پیمائش لے آؤ، وہ پیمائش لے آیا تو اس کے مطابق مقام کو اپنی جگہ رکھا گیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیلاب کو روکنے کے لئے بند باندھ دیا تھا، حضرت سفیان نے فرمایا یہ بات ہمیں ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ مقام ابراہیم پہلے بیت اللہ کے ایک کونہ میں تھا۔ پھر اس مقام پر رکھا گیا جس پر اب ہے۔ لوگ جو کہتے ہیں کہ فلاں جگہ پر تھا یہ درست نہیں ہے۔ (اصل مقام یہی ہے جہاں اب ہے، سیلاب نے اسے اپنی جگہ سے دور کر دیا تھا۔ لوگوں نے کعبہ کے ساتھ رکھ دیا تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصل مقام تلاش کر کے اسے اپنی جگہ پر رکھوایا تھا)

امام الازرقی نے ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مقام ابراہیم جہاں اب ہے زمانہ جاہلیت میں بھی یہاں ہی تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ اور ابو بکر، عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں بھی یہی رہا مگر سیلاب نے خلافت عمر کے زمانہ میں اسے اپنی جگہ سے ہٹا دیا تھا۔ پھر لوگوں نے اسے کعبہ کے ساتھ رکھ دیا حتیٰ کہ حضرت عمر تشریف لائے اور آپ نے لوگوں کی موجودگی میں اسے اپنی جگہ پر لوٹایا۔

امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مقام ابراہیم بیت اللہ کے متصل تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پیچھے کر دیا۔

امام ابن سعد نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ کون ہے جسے مقام

ابراہیم کا اصل مقام معلوم ہو۔ تو ابوداعہ بن صبیرہ السہمی نے کہا اے امیر المومنین میں نے دروازے تک اس کا اندازہ کیا تھا اسی طرح رکن اور رکن اسود تک اور زمزم تک اس کی پیمائش کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ پیمائش لے آؤ۔ وہ لے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی پیمائش کے مطابق مقام ابراہیم کو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔

امام الحمیدی اور ابن نجار نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بیت اللہ کے طواف کے ساتھ چکر لگائے پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں ادا کرے، اور زمزم کا پانی پیے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا خواہ وہ کسی مقدار کو بھی پہنچے ہوئے ہوں۔

امام الازرقی نے عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، انسان بیت اللہ کے طواف کا ارادہ کرتا ہے تو رحمت الٰہی میں گھس جاتا ہے۔ جب داخل ہوتا ہے تو رحمت الٰہی اسے گھیر لیتی ہے، پھر ہر قدم کے اٹھانے اور رکھنے کے وقت اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں پانچ سو نیکیاں لکھتا ہے اور پانچ سو برائیاں ساقط کرتا ہے اور پانچ سو درجات بلند کرتا ہے پھر جب وہ طواف سے فارغ ہوتا ہے اور مقام ابراہیم پر آ کر دو رکعتیں ادا کرتا ہے یعنی مقام سے پیچھے دو رکعتیں ادا کرتا ہے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح اس دن گناہوں سے پاک تھا جس دن اس کی والدہ نے اس کو جنم دیا تھا۔ اور اس کے لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے دس غلاموں کو آزاد کرنے کا اجر لکھا جاتا ہے، ایک فرشتہ رکن پر اس کا استقبال کرتا ہے اور اس کو کہتا ہے، نئے سرے سے عمل شروع کر گزشتہ تیرے گناہ معاف ہو گئے ہیں اور اپنے خاندان کے ستر آدمیوں کی سفارش کر۔

امام ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو بیت اللہ کا طواف کیا، پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ یہ فتح مکہ کے دن کا واقعہ ہے (1)۔

امام بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا پھر بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں (2)۔

امام الازرقی نے طلق بن حبیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے، سایہ سمٹا اور مجلس ختم ہوئی تو ہم نے ایک سانپ کی چمک دیکھی جو بنی شیبہ کے دروازے سے آیا تھا۔ لوگ اس کو دیکھنے لگے، اس نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے پھر مقام کے پیچھے اس نے دو رکعتیں ادا کیں، ہم اس کی طرف کھڑے ہوئے اور کہا اے عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ نے تیری عبادت کو پورا فرمادیا اور ہماری زمین میں غلام اور نادان بچے ہیں، ہمیں ان کے متعلق تجھ سے خطرہ ہے۔ اس نے بطحاء کے ٹیلا کی طرح اپنے سر کو اکٹھا کر کے ٹیلا بنایا پھر اس پر اپنی دم رکھی اور آسمان کی طرف بلند ہو گیا حتیٰ کہ ہمیں نظر نہ آیا۔

الازرقی نے ابوالطفیل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمانہ جاہلیت میں جنوں میں سے ایک عورت وادی ذی

1۔ سنن ابوداؤد، باب فی رفع الید اذا رأی البیت، جلد 1 صفحہ 258، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان 2۔ ایضاً، باب امر الصفا والمروۃ، جلد 1، صفحہ 261

طوی میں رہتی تھی، اس کا صرف ایک ہی بیٹا تھا، وہ اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ وہ لڑکا اپنی قوم میں شریف تھا۔ اس نے نکاح کیا پھر وہ اپنی بیوی کے پاس آیا۔ جب اس کی شادی کا ساتواں دن تھا تو اس نے اپنی ماں سے کہا اے امی جان! میں دن کے وقت کعبہ کا طواف کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی ماں نے اسے کہا، بیٹا! مجھے تجھ پر قریش کے سفہاء سے خوف ہے۔ اس نے کہا میں سلامتی کی امید رکھتا ہوں۔ ماں نے اس کو اجازت دے دی تو اس نے سانپ کی صورت اختیار کی اور کعبہ کی طرف چل پڑا اس نے طواف کے سات چکر لگائے اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو نفل ادا کئے پھر وہ واپس آیا تو اس کے سامنے بنی سہم کا ایک جوان آیا اس نے اسے قتل کر دیا۔ مکہ میں ایک غبار اڑا حتی کہ پہاڑ بھی اس کی وجہ سے دکھائی نہیں دیتے تھے، ابوالطفیل نے کہا ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ غبار کسی عظیم جن کی موت کے وقت اٹھتا ہے، پس بنی سہم نے اپنی زمین پر صبح کے وقت بہت سے مردہ افراد دیکھے جنہیں جنوں نے قتل کیا تھا۔ ان میں ستر گنجے بوڑھے تھے جو اس نوجوان کے علاوہ تھے۔

امام الازرقی نے الحسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں کوئی ایسا شہر نہیں جانتا جس میں اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے کا حکم دیا ہو سوائے مکہ کے۔ فرمایا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى۔ فرمایا مکہ میں پندرہ مقامات پر دعا قبول ہوتی ہے۔ ملتزم کے پاس، میزاب کے نیچے، رکن یمانی کے پاس، صفا پر، مروہ پر۔ صفا و مروہ کے درمیان، رکن اور مقام کے درمیان، کعبہ کے اندر، منی میں، مزدلفہ میں، عرفات میں اور تینوں جمرات کے پاس۔

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ

امام ابن جریر نے عطار رحمہ اللہ سے وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ ہم نے ابراہیم کو حکم دیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ کے تحت روایت کیا ہے کہ میرے گھر کو بتوں سے پاک کرو۔ ابن ابی حاتم نے مجاہد اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس قول کے تحت روایت کیا ہے کہ میرے گھر کو بتوں، شکوک و شبہات، جھوٹ اور رجس سے پاک کرو۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میرے گھر کو بتوں، شرک اور جھوٹ سے پاک کرو (2) اور الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ سے مراد نمازی ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب بندہ کھڑا ہوتا ہے تو وہ طواف کرنے والوں میں سے ہوتا ہے اور جب بیٹھتا ہے تو عاکفین میں سے ہوتا ہے اور جب نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو وہ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ میں سے ہوتا ہے۔

امام عبد بن حمید نے سوید بن غفلہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو مسجد میں طہارت کی حالت میں بیٹھے وہ معتکف ہے حتیٰ کہ وہ مسجد سے نکل جائے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ثابت سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عبید بن عمیر سے کہا میرا خیال ہے کہ میں امیر سے بات کر کے مسجد حرام میں سونے والوں کو منع کروں کیونکہ یہ مسجد میں جنبی ہوتے ہیں اور بے وضو ہو جاتے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 621 2۔ ایضاً

ہیں۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا تو ایسا نہ کر کیونکہ عبداللہ بن عمر سے ایسے لوگوں کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا وہ عاکفون ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابوبکر بن ابوموسیٰ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ طواف افضل ہے یا نماز؟ تو ابن عباس نے فرمایا اہل مکہ کیلئے نماز افضل ہے اور باہر سے آنے والوں کیلئے طواف افضل ہے (1)۔ ابن ابی شیبہ نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مسافروں کے لئے میرے نزدیک نماز سے طواف افضل ہے (2)۔

ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل مکہ کے لئے نماز افضل ہے اور اہل عراق کے لئے طواف (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حجاج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عطاء سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا تمہارے لئے طواف افضل ہے اور اہل مکہ کے لئے نماز (4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حج کے بعد، عمرہ سے طواف افضل ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ میرے نزدیک تیرا طواف کرنا، عمرہ کی طرف نکلنے سے بہتر ہے (5)۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۲۶﴾

”اور یاد کرو جب عرض کی ابرہیم نے اے میرے رب! بنا دے اس شہر کو امن والا اور روزی دے اس کے باشندوں کو طرح طرح کے پھلوں سے (یعنی) جو ان میں سے ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر۔ اللہ نے فرمایا (ان میں سے) جس نے کفر بھی کیا اسے بھی فائدہ اٹھانے دوں گا چند روز پھر مجبور کروں گا اسے دوزخ کے عذاب کی طرف اور یہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے“۔

امام احمد، مسلم، نسائی اور ابن جریر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا میں مدینہ طیبہ کو دونوں پتھریلے کناروں کے درمیان حرم بناتا ہوں، نہ اس میں شکار کیا جائے گا نہ اس کے کانٹے دار درخت کاٹے جائیں گے (6)۔

امام مسلم اور ابن جریر نے رافع بن خدیج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں دو پتھریلے کناروں کے درمیان کی جگہ کو حرم بناتا ہوں (7)۔

امام احمد نے ابوقتادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زمین میں ایک

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 372، مطبوعہ مکتبہ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 371
3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 372
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 445
6۔ صحیح مسلم، باب فضل المدینۃ، جلد 1، صفحہ 440، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
7۔ ایضاً

ٹیلہ پر سقیا کے گھروں کے قریب نماز پڑھی پھر یہ دعا مانگی اے اللہ تیرے خلیل اور تیرے بندے اور تیرے نبی ابراہیم نے اہل مکہ کے لئے دعا کی تھی، میں محمد تیرا بندہ، تیرا رسول تجھ سے اہل مدینہ کے لئے ویسی ہی دعا مانگتا ہوں جیسی ابراہیم نے تجھ سے مکہ کے لئے مانگی تھی۔ میں تیری بارگاہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو اہل مدینہ کے صاع، مد اور پھلوں میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ ہمارے لئے مدینہ اسی طرح محبوب بنا دے جس طرح تو نے ہمارے لئے مکہ محبوب بنایا تھا۔ اور جو اس میں بیماری ہے اسے ہم سے دور ڈال دے۔ اے اللہ میں نے دونوں پتھریلے ٹیلوں کے درمیان کی جگہ کو حرم بنایا ہے جس طرح تو نے ابراہیم کی زبان پر حرم کو حرم قرار دیا ہے(1)۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف دیکھا اور یہ دعا فرمائی اے اللہ میں دو پہاڑوں کے درمیان کے علاقہ کو حرم بناتا ہوں جیسے ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا۔ اے اللہ اہل مدینہ کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما(2)۔

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا کی اے اللہ ابراہیم تیرا بندہ تیرا خلیل اور تیرا نبی ہے اور میں تیرا بندہ، تیرا نبی ہوں اس نے تجھ سے مکہ کے لئے دعا کی تھی۔ میں تجھ سے مدینہ کے لئے اس کی مثل دعا کرتا ہوں جو ابراہیم نے مکہ کے لئے کی تھی اور اس کے ساتھ ایک مثل اور کی بھی دعا کرتا ہوں(3)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ ابراہیم تیرے بندے، تیرے خلیل نے اہل مکہ کے لئے برکت کی دعا کی تھی۔ اور میں محمد تیرا بندہ اور تیرا رسول ہوں اور میں تجھ سے اہل مدینہ کے لئے ان کے صاع اور ان کے مد میں ایسی برکت ڈالنے کی دعا کرتا ہوں جیسی تو نے اہل مکہ کے لئے ڈالی تھی اور اس برکت کے ساتھ دو برکتیں مزید ڈال دے(4)۔

امام احمد، بخاری اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم المازنی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لئے برکت کی دعا کی۔ میں نے مدینہ کو حرم بنایا جس طرح ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کے مد اور صاع کے لئے ایسی دعا کرتا ہوں جیسی ابراہیم نے مکہ کے لئے کی تھی(5)۔

امام بخاری اور الجندی نے فضائل مکہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ دعا کی اے اللہ ابراہیم تیرے بندے اور تیرے نبی نے اہل مکہ کے لئے دعا کی اور میں اہل مدینہ کے لئے تجھ سے ویسی ہی دعا کرتا ہوں جیسی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کے لئے دعا کی تھی۔

امام احمد، بخاری اور مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی

1۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 309، مطبوعہ دار صادر بیروت
2۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 441، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
3۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 442
4۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 656، مطبوعہ دار الفکر بیروت
5۔ صحیح مسلم۔ جلد 1، صفحہ 440

اے اللہ مدینہ کو برکت میں مکہ سے چار گنا کر دے (1)۔

امام الازرقی نے مکہ کی تاریخ میں اور الجندی نے محمد بن الاسود رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے شخص تھے جنہوں نے حرم کے لئے نشان نصب کئے تھے اور ان جگہوں کی طرف جبریل نے اشارہ کیا تھا۔ الجندی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ آسمان میں بھی حرم مکہ کی طرح حرم ہے۔

امام الازرقی، طبرانی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے چھ افراد پر لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ ا۔ کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا۔ ۲۔ تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا۔ ۳۔ اور ایسا غالب شخص جو اس کو ذلیل کرنے کی کوشش کرے جس کو اللہ نے عزت بخشی اور اس کو عزت دینے کی کوشش کرے جسے اللہ نے ذلیل کیا۔ ۴۔ میری سنت کا تارک۔ ۵۔ اور میری اولاد پر ایسا امر حلال جاننے والا جو اللہ نے اس پر حرام کیا ہے۔ ۶۔ اللہ کے حرام کو حلال سمجھنے والا (2)۔

امام بخاری نے بغیر سند کے اور ابن ماجہ نے حضرت صفیہ بنت شیبہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں نے فتح مکہ کے سال نبی کریم ﷺ کو یہ خطبہ دیتے سنا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے مکہ کو اس دن سے حرم بنایا ہے جس دن سے اس نے اس کو پیدا کیا ہے اور یہ قیامت تک حرام ہے اس کا نہ درخت کاٹا جائے گا نہ اس کے شکار کو ڈرایا جائے گا اور نہ اس کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے گی۔ مگر اس کے لئے جو اس کا اعلان کرے۔ حضرت عباس نے عرض کی اِلَّا الْاِذْخِرَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ یعنی گھاس کی استثناء فرما دیں کیونکہ یہ گھروں اور قبروں میں استعمال ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ نے اِلَّا الْاِذْخِرَ فرما کر گھاس کی استثناء فرما دی (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اس دن سے حرم بنایا ہے جس دن سے اس نے آسمانوں، زمین، سورج اور چاند کو پیدا فرمایا اور یہ مکہ کے دو پہاڑ (ابوقبیس اور اس کے سامنے والا جبل نور) رکھے۔ یہ قیامت تک حرمت الٰہی کی وجہ سے حرام ہے۔ اس میں مجھ سے پہلے اور میرے بعد کسی کے لئے جنگ حلال نہیں ہے۔ اور میرے لئے بھی ایک گھڑی کے لئے حلال کیا گیا تھا۔ یہ قیامت تک اللہ کی حرمت کی وجہ سے حرام ہے۔ نہ اس کا کانٹا توڑا جائے گا نہ اس کا درخت کاٹا جائے گا اور نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے گی مگر اس کے لئے اٹھانی جائز ہے جو اس کا اعلان کرائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور! اِلَّا الْاِذْخِرَ گھاس کی استثناء فرما دیں کیونکہ یہ ہمارے لوہار اور ہمارے گھروں کے استعمال میں آتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس گھاس کی استثناء فرما دی (4)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 442 2۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 443، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب 103، جلد 3، صفحہ 522، (3109) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 227، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی 4۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 247

فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے مکہ پر اپنے رسول معظم ﷺ کو فتح عطا فرمائی تو آپ کھڑے ہوئے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء فرمائی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھی کو روک دیا تھا اور اس پر اپنے رسول ﷺ اور مومنین کو غلبہ عطا فرمایا۔ اور میرے لئے صرف دن کی ایک گھڑی کے لئے حلال کیا گیا ہے۔ یہ قیامت تک حرام ہے نہ اس کا درخت کاٹا جائے گا نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا نہ اس کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے گی۔ لیکن اس کے لئے جائز ہوگی جو اس کا اعلان کرائے۔ اور وہ جس کا کوئی قریبی قتل کیا گیا ہو اس کو دو چیزوں میں اختیار ہے یا فدیہ لے لے یا قصاص لے لے۔ اہل یمن سے ایک شخص اٹھا جس کو ابو شاہ کہا جاتا تھا، اس نے کہا یا رسول اللہ میرے لئے یہ خطبہ لکھ دیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو شاہ کو لکھ دو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اذخر گھاس کی استثناء فرمادیں کیونکہ یہ ہماری قبور اور ہمارے گھروں میں استعمال ہوتی ہے، آپ ﷺ نے الا ذخر کی استثناء فرمادی (1)۔ ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مکہ حرم ہے اللہ تعالیٰ نے اسے حرم بنایا ہے اس کے گھروں کا بیچنا اور اس کے مکانوں کو اجرت پر دینا حلال نہیں (2)۔

امام الازرقی نے تاریخ مکہ میں زہری رحمہ اللہ سے رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا کے تحت روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں نے مکہ کو حرم نہیں بنایا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرم بنایا ہے اور یہ قیامت تک کے لئے حرام ہے۔ تمام لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرکشی کرنے والا وہ شخص ہے جو حرم میں قتل کرے، جو غیر قاتل کو قتل کرے اور جو زمانہ جاہلیت کی عداوت اور کینہ پر عمل کرے۔

امام الازرقی نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ حرم عرش تک برابر حرم ہے۔

امام الازرقی نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ حرم حرم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی حرمت کو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں سے مقدر فرمایا ہے۔ یہ چودہ گھروں میں سے چوتھا گھر ہے اور ہر آسمان میں ایک بیت (گھر) ہے اور ہر زمین میں سے ایک گھر ہے اور اگر یہ نیچے گریں تو بالکل ایک دوسرے کے اوپر گریں گے۔

امام الازرقی نے الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بیت اللہ شریف، بیت المعمور کے متوازی ہے جو ان دونوں کے درمیان ساتویں آسمان تک جگہ ہے یا نیچے ساتویں زمین تک جگہ ہے سب حرم ہے۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں البیت المعمور جو آسمان میں ہے اس کو الضراح کہا جاتا ہے اور بنائے کعبہ کے اوپر ہے اور ہر روز ستر ہزار فرشتے اس کا عمرہ کرتے ہیں جنہیں پہلے کبھی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا ہوتا۔ اور ساتویں آسمان کے لئے حرم ہے جو حرم مکہ کے متوازی ہے۔

امام ابن سعد اور الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سب سے پہلے جس نے حرم کے نشان نصب کئے وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور یہ مقامات آپ کو جبریل علیہ السلام نے دکھائے تھے۔ جب مکہ فتح ہوا تو

1۔ سنن ابوداؤد، باب فی تحریم مکۃ، جلد 1، صفحہ 276، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 331، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

رسول اللہ ﷺ نے تمیم بن اسد الخزاعی کو بھیجا کہ جو نشانات مٹ چکے ہیں ان کو نئے سرے سے بنا دیں۔

امام الازرقی نے حسین بن القاسم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے بعض اہل علم کو یہ فرماتے سنا ہے جب حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے نفس پر شیطان کے حملہ کا اندیشہ ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو بھیجا جنہوں نے مکہ کو ہر طرف سے گھیر لیا اور اسکے اردگرد کھڑے ہو گئے۔ پس جہاں جہاں فرشتے کھڑے تھے اللہ تعالیٰ نے اس علاقہ کو حرم بنا دیا۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی رَبَّنَا اَرِنَا مَنَا سِکَنَا۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنے مناسک دکھا) تو جبریل امین اترے اور ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ لے کر مناسک حج دکھائے اور انہیں حدود حرم پر بھی آگاہ کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پتھر رکھ کر نشان لگاتے گئے اور ان پر مٹی ڈالتے گئے۔ پس حدود پر ان کی رہنمائی جبریل نے کی تھی۔ فرماتے ہیں میں نے یہ بھی سنا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی بکریاں حرم کے اندر چلتی تھیں اس سے باہر نہیں نکلتی تھیں، جب بھی انتہاء تک پہنچتی تھیں تو حرم میں لوٹ آتی تھیں۔

امام الازرقی نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے حرم کے نشان لگائے تھے اور حضرت جبریل نے آپ کو مقامات دکھائے تھے۔ وہ پتھر اپنی جگہ پر رہے حتی کہ قصی آئے تو انہوں نے دوبارہ وہیں پتھر لگوائے پھر وہ پتھر لگے رہے حتی کہ رسول اللہ ﷺ کا دور آیا تو آپ ﷺ نے فتح مکہ کے ساتھ تمیم بن اسد الخزاعی کو بھیج کر پھر نئے پتھر لگوائے۔

امام البزار اور طبرانی نے محمد بن الاسود بن خلف عن ابیہ رحمہ اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ حرم کے پتھر نئے نصب کرے۔

امام الازرقی نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا اے لوگو! یہ گھر اپنے رب سے متصل ہے وہ تم سے سوال کرنے والا ہے۔ پس جن چیزوں کے متعلق وہ تم سے سوال کرنے والا ہے ان میں غور وفکر کرو۔ خبردار اللہ کا ذکر کرو کیونکہ جب تم میں سے کوئی مکہ کا رہنے والا ہو تو تم اس میں خون ریزی نہ کرو اور اس میں چغلی کے ساتھ نہ چلو۔

امام البزار نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے جو کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے، فرمایا اس میں جو تم عمل کرتے ہو اس میں غور وفکر کرو، تم سے اپنے اعمال پر باز پرس ہو گی اور اللہ کو یاد کرو کیونکہ اس کا رہنے والا سود نہیں کھاتا اور چغلی نہیں کھاتا۔

امام الازرقی نے ابونجیح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں طوفان اور سیلاب کے زمانہ میں حرم کے اندر بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو نہیں کھاتی تھیں۔

امام ابن ابی الدنیا نے ذم الملاہی میں جویریہ بن اسماء عن عمہ کے سلسلے سے روایت کیا ہے فرمایا میں نے ایک قوم کے ساتھ حج کیا اور ہم ایک جگہ پر اترے اور ہمارے ساتھ ایک عورت بھی تھی۔ وہ جب نیند سے بیدار ہوئی تو اس کے اوپر ایک سانپ تھا جس نے اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تھی حتی کہ ہم حرم کی حدود کے اندر داخل ہوئے تو وہ سانپ چلا گیا۔ ہم نے مکہ

میں داخل ہو کر مناسک حج ادا کئے پھر لوٹ آئے۔ جب ہم وہاں پہنچے جہاں سانپ عورت کا طوق بن گیا تھا تو ہم نے پڑاؤ کیا۔ وہ عورت سوگئی۔ پھر بیدار ہوئی تو سانپ اس پر لپٹ چکا تھا۔ پھر اس سانپ نے پھنکار ماری تو وادی سانپوں سے بھر گئی اور اس عورت کو ان سانپوں نے نوچنا شروع کر دیا حتی کہ صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔ میں نے اس عورت کی لونڈی سے پوچھا ہمیں اس عورت کے متعلق بتا اس کا کیا معاملہ ہے تو اس نے بتایا کہ اس نے تین مرتبہ بدکاری کی اور ہر مرتبہ بچہ جنم دیا۔ جب بچہ پیدا ہوتا تو وہ تنور جلا کر بچہ اس میں ڈال دیتی۔

امام الازرقی نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جس نے کسی مسلمان کو بغیر کسی وجہ کے اللہ کے حرم سے نکالا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز عرش کے سایہ کے نیچے سے نکال دے گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور الازرقی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل کی ایک لونڈی مکہ مکرمہ میں آئی جب وادی ذی طویٰ پہنچی تو اس نے حرم کی تعظیم کے لئے اپنے جوتے اتار دیئے (1)۔

امام ابونعیم نے الحلیہ میں مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل کے لاکھ آدمیوں نے حج کیا، جب وہ حرم کی حدود میں پہنچے تو انہوں نے جوتے اتار دیئے پھر ننگے پاؤں حرم میں داخل ہوئے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انبیائے کرام جب حرم کی علامات پر پہنچتے تو اپنے جوتے اتار دیتے تھے (2)۔

امام الازرقی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حواریوں نے حج کیا، جب وہ حرم میں داخل ہوئے تو حرم کی تعظیم کے لئے پیدل چلے۔

امام الازرقی نے حضرت عبدالرحمٰن بن سابط سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا تو حجر اسود کو سلام کیا اور مسجد کے درمیان کھڑے ہو گئے اور بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مجھے معلوم ہے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا گھر نہیں بنایا جو تجھ سے زیادہ اسے محبوب ہو۔ اور زمین پر کوئی ایسا شہر نہیں ہے جو تجھ سے زیادہ اسے محبوب ہو اور میں تجھ سے عدم دلچسپی اور اعتراض کرتے ہوئے نہیں نکل رہا لیکن کفار نے مجھے نکالا ہے۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب آپ مکہ سے نکل رہے تھے، اللہ کی قسم مجھے نکالا جا رہا ہے اور میں جانتا ہوں کہ تو ہی شہروں میں سے اللہ کے نزدیک محبوب ترین شہر ہے اور اس کی بارگاہ میں معزز ہے، اگر تیرے رہنے والوں نے مجھے نہ نکالا ہوتا تو میں نہ نکلتا۔

امام ترمذی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح بھی کہا ہے) اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو مخاطب کر کے فرمایا تو شہروں میں سے کتنا پاکیزہ شہر ہے اور تو کتنا مجھے محبوب ہے۔ اگر تیری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں تیرے علاوہ کہیں نہ رہتا (3)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 238 2۔ ایضاً 3۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 232، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

امام ابن سعد، احمد، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) نسائی، ابن ماجہ، الازرقی اور الجندی نے حضرت عبداللہ بن عدی بن الحمراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب کہ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور غصہ کی حالت میں تھے۔ آپ ﷺ نے مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اللہ کی قسم تو اللہ کی بہتر زمین ہے اور اللہ کی محبوب ترین زمین ہے اگر مجھے تجھ سے نہ نکالا جاتا تو میں نہ نکلتا(1)۔

امام الازرقی، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں مکہ میں ایک قبیلہ تھا جنہیں عمالیق کہا جاتا تھا وہ بڑے عزت دار اور مالدار تھے۔ ان کے پاس گھوڑوں، اونٹوں اور دوسرے جانوروں کی کثرت تھی وہ مکہ اور اس کے اردگرد، نعمان اور اس کے اردگرد چرتے تھے، بادل ان پر سایہ فگن رہتا تھا، ان کی معیشت بڑی فراخ تھی، ان کی وادیاں سرسبز و شاداب تھیں، ان کی زمین بڑی زرخیز تھی، ان کے درخت گھنے تھے۔ انتہائی خوشحال زندگی گزارتے تھے۔ لیکن انہوں نے بدکاری، اسراف، سرعام گناہ کرنا اور غریبوں پر ظلم ستم کرنا اپنا معمول بنالیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ نعمتیں سلب کرلیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی اور قحط سالی کو ان پر مسلط کر کے ان میں جان اور مال کی کمی کردی۔ وہ مکہ میں پانی فروخت کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں مکہ سے نکال دیا اس کے ذریعے جس کو ان پر مسلط کیا گیا تھا حتی کہ وہ حرم سے نکل گئے اور وہ اس کے اردگرد رہنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مزید قحط سالی کردی حتی کہ اپنے آباء جیسی غریب زندگی گزارنے لگے۔ وہ حمیر قبیلہ کی مسافر قوم تھی۔ جب وہ یمن کے شہروں میں داخل ہوئے تو جدا جدا ہو گئے اور ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد قبیلہ جرہم کو حرم میں بسایا۔ انہوں نے بھی عرصہ دراز کے بعد سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو ہلاک کردیا۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابن سابط رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمانہ جاہلیت میں جب حج کا موقع آتا تو سب باہر نکل جاتے اور کوئی شخص مکہ میں نہ رہتا تھا۔ ایک چور شخص پیچھے رہ گیا۔ اس نے ایک سونے کا ٹکڑا چرانے کا قصد کیا۔ پھر وہ کعبہ کے اندر داخل ہوا تا کہ وہ سونے کا ٹکڑا اٹھالے، جب اس نے اپنا سر بیت اللہ کے سوراخ میں داخل کیا (تو وہ پھنس گیا) لوگوں نے اس کا سر اندر اور سرین باہر دیکھی، پھر لوگوں نے اسے کتوں کے آگے ڈال دیا اور کعبہ کے سوراخ کو بند کردیا۔

امام الازرقی اور طبرانی نے حویطب بن عبدالعزیٰ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم زمانہ جاہلیت میں کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک عورت اپنے خاوند سے بھاگ کر کعبہ کی پناہ لینے آئی۔ پیچھے سے اس کا خاوند بھی پہنچ گیا، اس نے عورت کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ میں نے اس شخص کو زمانہ اسلام میں دیکھا تھا کہ اس کا ہاتھ شل تھا۔

امام الازرقی نے ابن جریج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الحطیم، رکن، مقام، زمزم اور الحجر کے درمیان ہے۔ اساف اور نائلہ ایک مرد اور عورت تھے، وہ کعبہ میں داخل ہوئے تو مرد نے عورت کو کعبہ کے اندر بوسہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو پتھر بنا دیا۔ پھر کعبہ سے نکال کر ایک کو زمزم کی جگہ نصب کیا گیا اور دوسرے کو کعبہ کے سامنے رکھ دیا گیا تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں اور ان جیسے افعال شنیعہ سے اجتناب کریں۔ اس جگہ کو حطیم کہا جاتا ہے، کیونکہ یہاں قسمیں اٹھوانے کے لئے لوگ جمع ہوتے تھے اور

1۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 232، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

اس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ یہاں جس ظالم کے متعلق بددعا کی گئی وہ ہلاک ہو گیا اور بہت کم یہاں گناہ کی قسم اٹھائی گئی لیکن فوراً اس کو سزا ملی۔ یہ لوگوں کو ظلم سے روکنے والی جگہ ہے اور لوگ یہاں جھوٹی قسمیں اٹھانے سے ڈرتے تھے۔ یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کا سراج منیر طلوع فرمایا۔ پس اب اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک مؤخر فرما دیا۔

امام الازرقی نے ایوب بن موسیٰ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک عورت تھی جس کے ساتھ اس کے چچا کا چھوٹا بیٹا تھا جس کے لئے وہ محنت مشقت کر کے روزی لاتی تھی۔ ایک دن اس عورت نے اس بچے سے کہا اے بیٹے میں تجھ سے غائب ہو جاتی ہوں اور مجھے تجھ پر کسی ظالم کے ظلم کرنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ میرے بعد اگر کوئی تیرے پاس ظالم آ جائے تو اللہ تعالیٰ کا مکہ میں ایک گھر ہے، کوئی گھر اس کے مشابہ نہیں ہے اور مفاسد اس کے قریب نہیں جاتے اور اس گھر پر غلاف ڈالے ہوئے ہیں۔ کبھی اگر کوئی ظالم تجھ پر ظلم کرے تو اس گھر کے رب سے پناہ مانگ لینا، وہ تیری بات سنے گا۔ فرماتے ہیں ایک شخص آیا اور اس کو اپنا غلام بنا لیا۔ جب غلام نے بیت اللہ شریف کو دیکھا تو اس کی صفت پہچان گیا، وہ سواری سے اتر کر کعبہ سے چمٹ گیا۔ اس کا مالک آیا، اس نے اسے پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو مالک کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ دوسرا ہاتھ بڑھایا تو وہ بھی خشک ہو گیا۔ اس نے زمانۂ جاہلیت میں فتویٰ طلب کیا تو اسے فتویٰ دیا گیا کہ ہر ہاتھ کے بدلے ایک اونٹ ذبح کر۔ اس نے اونٹ قربان کئے تو اس کے ہاتھ ٹھیک ہو گئے۔ اس نے وہ غلام چھوڑ دیا اور آزاد کر دیا۔

امام الازرقی نے عبد المطلب بن ربیعہ بن الحرث رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی کنانہ کا ایک شخص زمانۂ جاہلیت میں اپنے چچا کے بیٹے پر ظلم وستم روا رکھتا تھا اس نے اسے اللہ تعالیٰ اور اپنی قرابت کے واسطے دیئے لیکن اس نے انکار کیا۔ وہ لڑکا حرم شریف میں داخل ہو گیا اور اس نے دعا مانگی اے اللہ میں تجھ سے ایک مجبور شخص کی طرح دعا کرتا ہوں کہ تو میرے چچا کے بیٹے کو ایسی بیماری میں مبتلا کر دے جس کا کوئی علاج اور دوا نہ ہو۔ راوی فرماتے ہیں وہ لڑکا واپس آیا تو اس کے چچا کا بیٹا پیٹ کی بیماری میں مبتلا تھا۔ اس کا پیٹ مشکیزہ کی طرح پھولتا گیا حتیٰ کہ پھٹ گیا۔ عبد المطلب نے کہا کہ میں نے یہ واقعہ ابن عباس سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے ایک شخص دیکھا تھا جس نے اپنے چچا کے بیٹے کے لئے اندھا ہونے کی دعا کی تھی پھر میں نے اسے دیکھا کہ اندھے کو پکڑ کر لایا جاتا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عمر بن خطاب سے روایت کیا ہے انہوں نے خطبہ دیا اے اہل مکہ! اس حرم کے متعلق اللہ سے ڈرو کیا تمہیں معلوم ہے تمہارے اس حرم میں تم سے پہلے کون رہتے تھے؟ وہ بنو فلاں تھے، انہوں نے اس کی حرمت کو پامال کیا تو وہ ہلاک ہو گئے اور بنو فلاں نے اس کی حرمت کو حلال کیا تو وہ بھی ہلاک ہو گئے حتیٰ کہ آپ نے بہت سے خاندان شمار کئے۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم کسی اور جگہ دس گناہ کرنا میرے نزدیک اس میں ایک گناہ کرنے سے بہتر ہے (1)۔

امام الجندی نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل جاہلیت حرم میں کوئی جرم کرتے تو فوراً پکڑے جاتے تھے۔ ہو سکتا ہے پھر وہی فوری سزا کا دور لوٹ آئے۔

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 443 (4012)

امام الازرقی، الجندی اور ابن خزیمہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے قریش سے فرمایا اس گھر کے والی تم سے پہلے طسم تھے۔ انہوں نے اس کے حق کی تحقیر کی اور اس کی حرمت کو پامال کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا پھر جرہم قبیلہ کے لوگ اس کے والی بنے، انہوں نے اس کے حقوق کا خیال نہ رکھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ہلاک کر دیا۔ پس تم اس کی اہانت نہ کرو اور اس کی حرمت کا احترام کرو۔

امام الازرقی اور الجندی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کسی اور جگہ ستر گناہ کرنا مکہ میں ایک گناہ کرنے سے زیادہ اچھا لگتا ہے۔

امام الجندی نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس طرح مکہ میں نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں اسی طرح گناہ بھی کئی گنا زیادہ ہو جاتے ہیں۔

امام الازرقی نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ مکہ میں ایک غلطی سو غلطیاں شمار ہوتی ہیں اور نیکیوں کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔

حضرت ابوبکر الواسطی نے بیت المقدس کے فضائل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مکہ ایک شہر ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے عظمت بیان فرمائی ہے اور اس کو بہت بلند حرمت عطا کی ہے۔ مکہ کو پیدا فرمایا اور اسے ہزار سال زمین کی تخلیق سے پہلے ملائکہ کے ساتھ گھیر دیا۔ اور مدینہ کو بیت المقدس کے ساتھ ملایا پھر ہزار سال بعد تمام زمین کو یکبارگی پیدا فرمایا۔

وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ

امام الازرقی نے محمد بن المنکدر رحمہ اللہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حرم کو رکھا تو اس کے لئے طائف کو فلسطین سے نقل فرمایا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے محمد بن مسلم الطائفی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم کے لئے دعا فرمائی کہ یا اللہ انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے طائف کو فلسطین سے نقل فرمایا(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور الازرقی نے زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے شام کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات نقل فرمایا، اس کو طائف میں رکھا اور یہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے کیا۔

امام الازرقی نے سعید بن المسیب بن یسار سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت نافع بن جبیر بن مطعم وغیرہ کے کسی بیٹے سے سنا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بھی سنا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کیلئے پھلوں سے رزق ملنے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے طائف کی زمین کو شام سے منتقل فرمایا اور اسے یہاں حرم کے رزق کیلئے بچھا دیا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 629، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

امام الازرقی نے حضرت محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مومنین کے لئے دعا فرمائی اور کفار کو چھوڑ دیا ان کے لئے کوئی دعا نہ فرمائی۔ ارشاد فرمایا وَ مَنۡ كَفَرَ الخ

حضرت سفیان بن عیینہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے وَّارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ کے تحت روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ اور آخرت پر ایمان لانے والوں کے لئے رزق طلب کیا تو اللہ نے فرمایا جنہوں نے پہلے کفر کیا انہیں میں رزق دوں گا۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں مومنین کو خاص فرمایا تھا، تمام لوگوں کے لئے آپ نے سوال نہیں کیا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے وَ مَنۡ كَفَرَ الخ نازل فرمایا کہ میں ان کو بھی رزق دوں گا جس طرح میں مومنین کو رزق دوں گا، میں مخلوق پیدا کرتا ہوں تا کہ ان کو رزق دوں۔ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ (میں اسے بھی فائدہ اٹھانے دوں گا چند روز پھر مجبور کروں گا اسے دوزخ کے عذاب کی طرف) پھر حضرت ابن عباس سے كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۤءِ (اسراء:20) کی آیت تلاوت فرمائی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابی بن کعب نے وَ مَنۡ كَفَرَ کے متعلق فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد ہے وہ اپنے رب سے سوال کر رہے ہیں کہ جو کفر کرے اسے بھی تھوڑے رزق سے متمتع فرما۔ میں کہتا ہوں ابن عباس نے اسے فَاَمۡتِعۡهُ امر کے صیغہ کے ساتھ پڑھا ہے اسی وجہ سے انہوں نے اسے ابراہیم کا کلام شمار کیا ہے (1)۔

وَ اِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَيۡتِ وَ اِسۡمٰعِيۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۱۲۷﴾

''اور یاد کرو جب اٹھا رہے تھے ابراہیم (علیہ السلام) بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل (علیہ السلام) بھی۔ اے ہمارے پروردگار قبول فرما ہم سے (یہ عمل) بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قواعد سے مراد بیت اللہ کی بنیادیں ہیں۔

امام احمد، عبد بن حمید، بخاری، ابن جریر، ابن ابی حاتم، الجندی، ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ انہوں نے فرمایا اے جوانو! مجھ سے پوچھو، میں تمہارے درمیان جاننے والا ہوں۔ لوگوں نے آپ سے بہت سے سوال کئے۔ ایک شخص نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح کرے مقام کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا وہی ہے جو ہم کہتے ہیں؟ سعید بن جبیر نے پوچھا تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو، اس نے کہا ہم کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام جب تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے سواری سے اترنے کی گزارش کی تو آپ نے اترنے سے انکار کیا، وہ یہ پتھر اٹھا کر لائی، سعید بن جبیر نے فرمایا بات اس طرح نہیں ہے۔ فرمایا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سب سے پہلے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 629

عورتوں میں سے جس نے کمر بند باندھا وہ حضرت اسماعیل کی والدہ تھی۔ انہوں نے اس لئے کیا تھا تا کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے جو جذبات ہیں وہ ٹھنڈے ہو جائیں۔ پھر حضرت ابراہیم، ہاجرا اور اس کے بیٹے اسماعیل کو لے کر آئے اور بیت اللہ کے قریب ایک درخت کے نیچے زمزم کے اوپر مسجد کی بالائی طرف پر اتارا۔ اس وقت مکہ میں کوئی شخص نہیں رہتا تھا اور نہ یہاں پانی تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں یہاں ٹھہرایا اور ان کے پاس ایک خورجی چھوڑی جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشکیزہ چھوڑا جس میں پانی تھا۔ حضرت ابراہیم واپس آئے تو ام اسماعیل بھی اس کے پیچھے آئی اور کہا اے ابراہیم تو کہاں جا رہا ہے اور ہمیں ایسی وادی میں چھوڑ کر جا رہا ہے جہاں نہ کوئی انسان ہے اور نہ کوئی دوسری خورد ونوش کی چیز؟ حضرت ہاجرہ نے یہ بات بار بار دہرائی لیکن آپ متوجہ نہ ہوئے، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا اللہ نے تجھے یہی حکم دیا ہے، حضرت ہاجرہ واپس لوٹ آئیں۔ حضرت ابراہیم چلے گئے حتیٰ کہ چلتے چلتے جب گھاٹی میں پہنچے جہاں سے حضرت ہاجرہ اور بچہ نظر نہ آتے تھے تو بیت اللہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا مانگی رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَشۡكُرُوۡنَ (ابراہیم: 37) حضرت اسماعیل کی والدہ آپ کو دودھ پلاتی رہی اور مشکیزہ میں موجود پانی پیتی رہی حتیٰ کہ جب مشکیزہ میں پانی ختم ہو گیا اور خود بھی پیاسی ہو گئیں اور بچہ بھی پیاسا ہو گیا تو آپ نے اسماعیل کی طرف دیکھا کہ زمین پر پیاس کی وجہ سے پاؤں مار رہا ہے تو ان کی اس کیفیت کو برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے آپ اٹھ کر چلی گئیں۔ آپ نے پہاڑوں میں سے صفا کی پہاڑی کو اپنے قریب ترین پایا۔ آپ اس پر چڑھ گئیں پھر وادی کی طرف دیکھا شاید کوئی شخص نظر آ جائے لیکن آپ کو کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ پھر آپ صفا سے اتریں حتیٰ کہ وادی میں پہنچ گئیں۔ آپ نے اپنی چادر کی ایک طرف اٹھائی اور ایک محنت کرنے والے انسان کی طرح تیز چلیں حتیٰ کہ وادی کو عبور کر گئیں۔ پھر آپ مروہ پر چڑھیں اس پر کھڑے ہو کر دیکھا شاید کوئی شخص نظر آ جائے۔ آپ نے اس طرح سات چکر لگائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہے اسی وجہ سے لوگ ان دو پہاڑوں کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

جب آپ مروہ پر چڑھیں تو آپ نے ایک آواز سنی تو خود سے کہا صہ (ٹھہرو) پھر آپ نے پوری توجہ سے اس آواز کو سنا۔ فرمایا کیا تو نے سنا ہے کہ تیرے پاس ایک مددگار ہے۔ پس وہ زمزم کے پاس ایک فرشتہ تھا اس نے اپنی ایڑی ماری یا فرمایا اس نے اپنا پر مارا حتیٰ کہ پانی ظاہر ہو گیا۔ آپ اس پانی کو ہاتھ کے ساتھ جمع کر رہی تھیں اور اپنے مشکیزہ میں چلو بھر بھر کر ڈال رہی تھی لیکن وہ متواتر ابل رہا تھا۔ ابن عباس فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کی والدہ پر رحم فرمائے اگر وہ زمزم کو یونہی چھوڑ دیتی یا فرمایا اگر وہ پانی سے چلو نہ بھرتی تو زمزم ایک جاری چشمہ ہوتا۔ پس حضرت ہاجرہ نے خود پانی پیا اور اپنے بیٹے کو دودھ پلایا۔

اس فرشتہ نے آپ کو کہا تھا اپنے ضیاع کا اندیشہ نہ کرو، یہاں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جسے یہ بچہ اور اس کا باپ تعمیر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس گھر کے رہنے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اس وقت بیت اللہ زمین سے ٹیلہ کی طرح بلند تھا سیلاب آتے تھے اور اس کے دائیں بائیں سے گزر جاتے تھے۔ یہ ماں، بیٹا یہاں ٹھہرے رہے حتیٰ کہ ان کے پاس سے جرہم قبیلہ کے چند لوگ گزرے،

انہوں نے یہی راستہ اختیار کیا اور وہ مکہ کی نچلی طرف اتر پڑے۔ انہوں نے ایک پرندہ یہاں گھومتے دیکھا تو انہوں نے کہا یہ پرندہ پانی کے اوپر ہی گھومتا ہے، ہم اس وادی میں جائیں اس میں پانی ہوگا۔ انہوں نے ایک یا دو آدمی بھیجے تو انہوں نے پانی دیکھ لیا۔ وہ واپس آئے اور قافلہ والوں کو پانی کے متعلق بتایا۔ وہ تمام وہاں آئے تو حضرت سماعیل علیہ السلام کی والدہ پانی کے پاس بیٹھی تھی۔ انہوں نے کہا کیا تو ہمیں اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے پاس قیام کرلیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں لیکن اس پانی پر تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا۔ قافلہ والوں نے کہا ٹھیک ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ام اسماعیل نے یہ ان کے حق کو کم کرنے کے لئے کہا حالانکہ آپ انسانوں سے محبت کرتی تھیں۔

یہ لوگ وہاں رہنے لگے اور اپنے باقی ماندہ افراد کی طرف پیغام بھیجا تو وہ بھی یہاں پہنچ گئے حتی کہ وہاں چند لوگوں نے اپنے گھر بنا لئے، حضرت اسماعیل ان کے معاشرہ میں پروان چڑھنے لگے اور آپ نے عربی ان سے سیکھی۔ جب آپ جوان ہوئے تو آپ کا عنفوان شباب انتہائی مسرت کن تھا۔ قبیلہ جرہم نے اپنی ایک عورت کا نکاح حضرت اسماعیل سے کر دیا اور ام اسماعیل مر چکی تھی۔ حضرت ابراہیم کچھ عرصہ بعد آئے تا کہ اپنے اہل وعیال کی کیفیت معلوم کریں تو وہ گھر پہنچے تو وہاں حضرت اسماعیل موجود نہ تھے، بیوی سے ان کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا وہ ہمارے لئے رزق کی تلاش میں نکلے ہیں۔ پھر آپ نے حالات زندگی پوچھے تو اس نے کہا ہم انتہائی تکلیف سے دوچار ہیں، رزق کی بہت تنگی ہے، حالات بڑے پریشان کن ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جب تیرا خاوند گھر آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور اسے کہنا کہ اپنے گھر کی دہلیز بدل دے۔ جب حضرت اسماعیل تشریف لائے تو انہوں نے کچھ انسیت محسوس کی۔ پوچھا کوئی مہمان آیا تھا، بیوی نے کہا اس کیفیت کا ایک بوڑھا آیا تھا۔ اس نے تیرے متعلق پوچھا، میں نے اسے بتایا۔ اس نے مجھ سے حالات زندگی دریافت کئے تو میں نے اسے بتایا کہ ہم بڑے مشکل حالات سے دوچار ہیں۔ پوچھا کیا اس نے کوئی وصیت بھی فرمائی تھی۔ ہاں اس نے مجھے تجھ کو سلام کہنے کو کہا تھا اور کہا تھا کہ اپنے دروازہ کی دہلیز بدل دو، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا وہ میرا باپ تھا اور اس نے مجھے تجھ کو جدا کرنے کا حکم دیا ہے، پس تو اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا۔ آپ نے اس بیوی کو طلاق دے دی اور اس کی خاندان جرہم کی دوسری ایک عورت سے نکاح کر لیا، کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابراہیم پھر یہاں تشریف لائے تو اتفاق سے اسماعیل پھر بھی گھر پر نہ تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل کی بیوی سے استفسار کرنے لگے تو اس نے بتایا کہ وہ رزق کی تلاش میں نکلے ہیں، حضرت ابراہیم نے پوچھا تمہارے حالات کیسے ہیں، تمہاری معیشت کیسی ہے،؟ اس بیوی نے کہا الحمد للہ اللہ کا فضل و احسان ہے ہر چیز کی فراوانی ہے۔ پوچھا تمہارا کھانا کیا ہے؟۔ اس عورت نے کہا گوشت، پوچھا تمہارا پینا کیا ہے؟ اس نے کہا پانی، حضرت ابراہیم نے دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَ الْمَاءِ اے اللہ ان کے لئے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس رات دانے موجود نہیں تھے ورنہ آپ دانوں کے لئے دعا فرما دیتے پس ان دو چیزوں (کھجور اور پانی) پر کوئی شخص مکہ کے علاوہ کسی جگہ اکتفاء کرے گا تو وہ اس کو موافق نہ آئیں گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جب تمہارا سرتاج آئے تو اسے سلام کہنا اور یہ پیغام بھی دینا کہ اپنے دروازے کی

دہلیز کو ثابت رکھ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو پوچھا کیا کوئی مہمان آیا تھا۔ بیوی نے کہا ہاں ایک حسین وجمیل انتہائی اجلے لباس میں مرقع حسن خلق اور حسن خلق شخص آیا۔ اس نے مجھ سے تمہارے متعلق پوچھا تو میں نے اسے بتایا۔ پھر اس نے ہماری معیشت کے متعلق پوچھا تو میں نے کہا، ہمارے حالات بہتر ہیں۔ پوچھا کیا اس نے کوئی وصیت بھی کی تھی؟ بیوی نے کہا ہاں وہ آپ کو سلام کہتے تھے اور انہوں نے تجھے اپنے دروازے کی دہلیز قائم رکھنے کو کہا تھا۔ حضرت اسماعیل نے فرمایا وہ میرا باپ تھا اور دہلیز سے مراد تو ہے اور اس نے مجھے تجھ کو اپنے پاس روکنے کو کہا ہے۔ پھر کچھ عرصہ بعد ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت اسماعیل ایک درخت کے نیچے زمزم کے کنویں کے پاس تیر تراش رہے تھے۔ جب حضرت ابراہیم کو آتے ہوئے دیکھا تو آپ تعظیماً کھڑے ہوئے اور آداب فرزندی بجالائے۔ اور باپ نے بھی بیٹے سے شفقت اور پیار کا خوب اظہار کیا۔ پھر فرمایا اسماعیل اللہ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ عرض کی جو اس کا حکم ہے اس کو بجالایئے۔ فرمایا اس میں تم میرے معاون ہو گے؟ عرض کی حاضر! بندہ معاونت کرے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں اس کا گھر تعمیر کروں اور ایک بلند ٹیلے کی طرف اشارہ فرمایا، پس وہاں گھر کی بنیادیں رکھی گئیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا کر لاتے تھے اور ابراہیم تعمیر کرتے تھے جب دیواریں کچھ بلند ہو گئیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام یہ پتھر (مقام ابراہیم) اٹھا کر لائے اور آپ کے نیچے رکھ دیا۔ حضرت ابراہیم اس کے اوپر کھڑے ہو گئے، اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے رہے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے رہے اور یہ دعا مانگتے رہے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

امام معمر کہتے ہیں میں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابراہیم براق پر سوار ہو کر حضرت اسماعیل کے گھر آتے تھے اور میں نے سنا کہ جب ابراہیم واسماعیل آپس میں ملے تو رونے لگے حتیٰ کہ پرندے بھی ان کے ساتھ رونے لگے (1)۔

امام ابن سعد طبقات میں ابوجہم بن حذیفہ بن غانم سے روایت کرتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بلد حرام کی طرف جانے کا حکم دیا۔ ابراہیم براق پر سوار ہوئے اسماعیل آپ کے آگے اور ہاجرہ پیچھے بیٹھی ہوئی تھی، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر اس وقت دو سال تھی اور جبریل بھی آپ کے ساتھ تھے جو بیت کی جگہ کی رہنمائی کر رہے تھے، حتیٰ کہ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کو یہاں اتارا اور خود حضرت ابراہیم شام چلے گئے۔ پھر اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ وہ بیت اللہ تعمیر کرے۔ اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر مبارک 100 سال تھی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیس سال تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر بیت اللہ کی تعمیر کی، والد صاحب کے جانے کے بعد حضرت اسماعیل کا وصال ہوا تو انہیں کعبہ کے متصل حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حطیم کے اندر دفن کیا گیا۔ اپنے باپ کے وصال کے بعد ثابت بن اسماعیل اپنے جرہم ماموؤں کے ساتھ کعبہ کے متولی بنے رہے (2)۔

امام دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ کے

1۔ صحیح بخاری، باب اتخذ اللہ ابراہیم خلیلا، جلد 1، صفحہ 474، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

2۔ طبقات ابن سعد، جلد 1، صفحہ 50 مطبوعہ دار صادر بیروت

تحت روایت کیا ہے۔ فرمایا ایک چکور بادل آیا اس کا سر تھا اور کلام کر رہا تھا کہ گھر کی بلندی میرے چاروں کونوں کے برابر کرو تو انہوں نے کعبہ کو اس کے چاروں کونوں کے برابر بلند کیا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند میں، عبد بن حمید، الحرث بن ابی اسامہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، الازرقی، حاکم رحمہما اللہ (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) اور امام بیہقی نے دلائل میں حضرت خالد بن عرعرہ سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کہا کیا آپ مجھے بیت اللہ کے متعلق بتائیں گے؟ کیا یہ زمین پر پہلا گھر ہے؟ فرمایا نہیں لیکن یہ پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لئے بنایا گیا جس میں برکت و ہدایت رکھی گئی، اس میں مقام ابراہیم ہے جو اس میں داخل ہوگا وہ امن میں ہوگا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابراہیم جب یہ گھر بنا رہے تھے تو پریشان ہوئے کہ اسے کیسے بناؤں۔ اللہ تعالیٰ نے السکینہ کو بھیجا، یہ سخت ہوا تھی اور اس کے دو سر تھے۔ اور کعبہ کے ارد گرد طوق کی مانند ہوگئی، حضرت ابراہیم کو حکم ہوا کہ یہ ہوا جہاں ٹھہری ہے وہاں تک تعمیر کرو، پس حضرت ابراہیم نے تعمیر فرمائی، جب حجر اسود کو رکھنے کی جگہ پہنچے تو حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل سے کہا جاؤ اور میرے لئے ایک پتھر تلاش کر کے لاؤ جو میں یہاں رکھوں، حضرت اسماعیل پہاڑوں میں گھومتے رہے تو حضرت جبریل یہ پتھر لائے اور اسے رکھ دیا۔ حضرت اسماعیل آئے تو پوچھا یہ پتھر کہاں سے آیا ہے فرمایا اسے وہ لے کر آیا ہے جو میرے اور تیرے بیٹوں پر بھروسا نہیں کرتا۔ یہ کعبہ قائم رہا پھر گر گیا۔ دوبارہ اسے عمالقہ نے بنایا تھا پھر گر گیا تو جرہم نے تعمیر کیا۔ پھر گرا تو قریش نے تعمیر کیا۔ جب قریش نے حجر اسود رکھنے کا ارادہ کیا تو اس کے مقام پر رکھنے کے بارے جھگڑنے لگے اور کہا جو اس دروازے سے پہلے آئے گا وہی اسے رکھے گا، پس رسول اللہ ﷺ باب بنی شیبہ سے تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے ایک کپڑا لانے کا حکم دیا اسے بچھایا اور پتھر اس کے درمیان رکھ دیا۔ ہر قریش کے خاندان میں سے ایک شخص کو ایک کونا پکڑنے کو کہا۔ انہوں نے اسے بلند کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے اپنی جگہ رکھ دیا (2)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، الازرقی اور حاکم نے سعید بن المسیب کے واسطہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم آرمینیہ سے آئے اور آپ کے ساتھ سکینہ تھی جو بیت اللہ کی جگہ کی طرف رہنمائی کر رہی تھی اور وہ سکینہ ایسی تھی جیسے مکڑی اپنا جالا بناتی ہے۔ پس آپ نے سکینہ کے نیچے کھدائی کی اور بیت اللہ کی بنیادیں ظاہر کیں۔ ایک بنیاد تیس افراد سے کم لوگوں سے ہلتی نہیں تھی۔ میں نے پوچھا اے ابو محمد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ۔ انہوں نے فرمایا یہ پھر بعد میں ہوا۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے طریق سے حضرت ابن عباس سے اس قول وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں القواعد سے مراد وہ بنیادیں ہیں جو پہلے تعمیر تھیں (3)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور الجندی نے عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام نے

1۔ مسند الفردوس از دیلمی، جلد 4، صفحہ 403 (7171) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 637

3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 631

عرض کی اے میرے پروردگار کیا وجہ ہے کہ مجھے اب فرشتوں کی آوازیں سنائی نہیں دیتیں فرمایا تیری خطاء کی وجہ سے۔ لیکن زمین پر اتر جاؤ اور میرا گھر بناؤ اور پھر اس کو گھیر لو (طواف کرو) جس طرح تو نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ میرے اس گھر کو گھیرے ہوئے ہیں جو آسمان میں ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت آدم نے بیت اللہ پانچ پہاڑوں سے تعمیر کیا تھا، حراء، لبنان، طورزیتا، طورسیناء، الجودی۔ یہ حضرت آدم کی تعمیر قائم رہی حتی کہ بعد میں اسے ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا تو فرمایا میں تیرے ساتھ ایک گھر کو بھی اتار رہا ہوں، اس کا بھی طواف کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کا طواف کیا جاتا ہے اور اس کے پاس نماز پڑھی جائے گی جس طرح میرے عرش کے پاس نماز پڑھی جاتی ہے۔ پھر جب طوفان کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے وہ گھر اٹھالیا، انبیائے کرام حج کرتے تھے اور اس کا مکان نہ جانتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اس کی تعمیر کی سعادت عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ ابراہیم کو اس کی اصل جگہ بتائی، آپ نے پانچ پہاڑوں سے اس کی تعمیر کی حراء، لبنان، ثبیر، جبل طور، جبل حمر، یہ جبل بیت المقدس ہے (1)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دنیا کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے پانی کے چار ارکان پر بیت اللہ کے ارکان کو رکھا پھر بیت اللہ کے نیچے زمین پھیلائی گئی (2)۔

امام عبدالرزاق، الازرقی نے تاریخ مکہ میں الجندی نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے بیت اللہ کی جگہ کو تخلیق فرمایا اور اس کے ارکان ساتوں زمینوں میں تھے۔

امام ابن ابی حاتم نے علباء بن احمر سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین مکہ شریف میں آیا تو اس نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو بیت اللہ کی دیواریں بناتے ہوئے دیکھا جو وہ پانچ پہاڑوں سے بنا رہے تھے۔ اس نے پوچھا تم میری اس زمین میں کیا کر رہے ہو۔ حضرت ابراہیم و اسماعیل نے کہا ہم اللہ کے بندے ہیں، ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اس کعبہ کی تعمیر کریں۔ ذوالقرنین نے کہا جو تم دعویٰ کرتے ہو اس کی دلیل پیش کرو، پس پانچ مینڈھے کھڑے ہوئے اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ اسماعیل و ابراہیم اللہ کے بندے ہیں جنہیں اس کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا گیا ہے۔ ذوالقرنین نے کہا میں نے تسلیم کرلیا پھر وہ چلا گیا۔

امام ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بتایا گیا ہے کہ حرم برابر عرش تک حرم ہے۔ اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بیت اللہ اس وقت زمین پر اتارا گیا جب آدم علیہ السلام زمین پر اترے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ارشاد فرمایا تھا کہ میں تیرے ساتھ اپنے گھر کو اتار رہا ہوں، اس کے اردگرد طواف کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کے اردگرد طواف کیا جاتا ہے۔ آدم علیہ السلام نے کعبہ کا طواف کیا اور جو بعد میں مومنین آئے انہوں نے بھی طواف کیا حتی کہ جب طوفان کا زمانہ تھا جب اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو غرق کیا تھا اس کو زمین سے اٹھالیا تھا۔ اسے اہل زمین کی سزا لاحق نہیں ہوئی تھی۔ پس آدم علیہ السلام نے ان نشانات پر دوبارہ تعمیر فرمائی تھی (3) ابن عساکر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے کہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 632	2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 633	3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 632

بیت اللہ شریف کو چار پہاڑوں سے بنایا گیا ہے حراء، طور زیتا، طور سینا اور لبنان۔

امام بیہقی نے دلائل میں سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں۔ آدم علیہ السلام جنت سے باہر تشریف لائے تو آپ کے ایک ہاتھ میں پتھر تھا اور دوسرے ہاتھ میں پتے تھے، آپ نے پتے ہند میں بکھیر دیئے، جو کچھ خوشبو نظر آتی ہے یہ اس کا فیضان ہے اور پتھر یہ سفید یاقوت تھا اس کے ذریعے روشنی حاصل کی جاتی تھی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ بنایا اور حجر اسود رکھنے کی جگہ پر پہنچے تو اسماعیل کو فرمایا: ایک پتھر لے آؤ جو یہاں رکھوں، حضرت اسماعیل ایک پہاڑ سے پتھر اٹھا لائے آپ نے فرمایا کوئی اور لاؤ۔ حضرت اسماعیل بار بار پتھر لاتے رہے لیکن کوئی آپ کو پسند نہ آیا۔ پھر ایک مرتبہ پتھر لانے کے لئے اسماعیل علیہ السلام گئے تو جبریل علیہ السلام ہندوستان سے وہ پتھر لے کر آئے جو آدم علیہ السلام جنت سے لے کر آئے تھے۔ حضرت ابراہیم نے وہ پتھر لگا دیا۔ جب اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو پوچھا یہ پتھر کون لایا ہے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جو تجھ سے زیادہ چست ہے(1)۔

امام ثعلبی نے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابو القاسم الحسن بن محمد بن حبیب رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے ابو بکر محمد بن محمد بن احمد القطان البلخی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا جو قرآن کے عالم تھے کہ ابراہیم علیہ السلام سریانی زبان بولتے تھے اور اسماعیل علیہ السلام عربی زبان بولتے تھے، ہر ایک دوسرے کی بات سمجھتا تھا لیکن ہر ایک دوسرے کی زبان بول نہیں سکتا تھا۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل کو کہتے ھل لی کثیبا۔ یعنی مجھے پتھر اٹھا کر دو۔ حضرت اسماعیل کہتے ھاک الحجر فخذہ یہ ہے پتھر پکڑ لو۔ پھر جب پتھر رکھنے کی جگہ باقی رہ گئی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر کی تلاش میں گئے، ادھر حضرت جبریل علیہ السلام آسمان سے پتھر لے آئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو ابراہیم علیہ السلام اپنی جگہ پر اس کے اوپر کھڑے تھے۔ اسماعیل نے پوچھا ابوجی! یہ کون لایا ہے؟ فرمایا یہ وہ لایا ہے جو تیری اولاد پر اعتماد نہیں کرتا۔ پس دونوں نے وہ مکان مکمل کیا اس ارشاد وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ سے یہی مراد ہے۔

امام بیہقی نے ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سن بلوغت کو پہنچے تو کعبہ کی عورت نے آگ جلائی۔ اس کے شرارے اڑ کر کعبہ کے غلافوں پر جا پڑے۔ پس وہ جل گیا۔ لوگوں نے کعبہ کو گرایا اور پھر نئے سرے سے تعمیر فرمایا۔ جب حجر اسود رکھنے کی جگہ پہنچے تو قریش اس کو اٹھا کر رکھنے کے متعلق جھگڑ پڑے۔ سب نے اتفاق کیا کہ ہم اس کا فیصلہ تسلیم کریں گے جو پہلے آئے گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ آپ ایک جوان کی حیثیت سے تھے۔ آپ نے دھاری دار چادر لپیٹی ہوئی تھی۔ تمام نے آپ کو حکم مقرر کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو کپڑے پر رکھنے کا حکم دیا۔ پھر ہر قبیلہ کے سردار کو کپڑے کی ایک ایک طرف پکڑائی۔ پھر جب چادر کو بلند کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھ دیا پھر زبانوں پر آپ کی تعریفات جاری ہو گئیں حتیٰ کہ لوگوں نے آپ کو امین کہا۔ یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب کہ ابھی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ عرب جب اونٹ ذبح کرتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے تاکہ اس میں برکت کی دعا فرمائیں۔

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 53، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

ابوالولید الازرقی نے تاریخ مکہ میں سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کعبہ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے چالیس سال پہلے جھاگ کی طرح تھا پھر اس سے زمین پھیلائی گئی۔

الازرقی نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو زمینوں کی تخلیق سے پہلے پیدا فرمایا۔

الازرقی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے عرش پانی پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تیز چلنے والی ہوا بھیجی جو پانی کے ساتھ ٹکرا گئی تو قبہ نما بیت اللہ کی جگہ پر جزیرہ ظاہر ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے نیچے سے زمین پھیلا دی پھر اس پر پہاڑوں کے کیل لگائے، سب سے پہلا پہاڑ جو لگایا گیا وہ ابوقبیس کا تھا اسی وجہ سے اس کو ام القریٰ کہا جاتا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بیت اللہ چار ستونوں پر پانی کے اوپر آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے موجود تھا۔ پس اس کے نیچے سے زمین پھیلائی گئی۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمین کعبہ کے نیچے سے پھیلائی گئی۔

امام الازرقی نے حضرت علی بن الحسین سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ اس گھر کے طواف کی ابتداء کیسے ہوئی، کیوں ہوئی اور کب سے ہوئی اور کہاں سے ہوئی۔ حضرت ابن عباس سے فرمایا اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے عرض کی اے ہمارے رب ہمیں چھوڑ کر تو اسے خلیفہ بنا رہا ہے جو زمین میں فساد برپا کریں گے اور خون بہائیں گے، آپس میں حسد کریں گے اور بغض رکھیں گے۔ اے ہمارے پروردگار ہم سے خلیفہ بنا، ہم نہ تو زمین میں فساد برپا کریں گے اور نہ خون بہائیں گے اور نہ آپس میں بغض رکھیں گے، نہ حسد کریں گے نہ بدکاری کریں گے اور ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح بیان کرتے ہیں، تیری پاکی بیان کرتے ہیں، تیری اطاعت کرتے ہیں اور تیری نافرمانی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، فرشتوں نے سمجھ لیا کہ جو کچھ اللہ کی بارگاہ میں انہوں نے عرض کیا ہے وہ رد کر دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ پس انہوں نے عرش کی پناہ لی اور اپنے سروں کو بلند کیا اور اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا اور غضب الٰہی سے وہ رو رہے تھے اور آہ وزاری کر رہے تھے۔ انہوں نے عرش کے اردگرد تین دفعہ چکر لگائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نظر کرم فرمائی، ان پر رحمت الٰہی کا نزول ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے زبرجد کے چار ستونوں پر ایک گھر بنایا اور ان ستونوں کو سرخ یاقوت سے ڈھانپ دیا اس گھر کو الضراح کہا جاتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا اس گھر کا طواف کرو اور عرش کو چھوڑ دو۔ ملائکہ نے اس گھر کا طواف کیا اور عرش کو چھوڑ دیا پس یہ ان پر زیادہ آسان ہو گیا اور وہ بیت المعمور تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ دن اور رات میں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے تھے اور پھر اس میں وہ کبھی لوٹ کر نہیں آتے پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا زمین میں اس کی مثل اور اسی کی مقدار میں میرا ایک گھر بناؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی زمینی مخلوق کو حکم دیا کہ اس گھر کا تم طواف کرو جس طرح آسمان والے البیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔

امام الازرقی نے لیث بن معاذ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بیت اللہ اللہ تعالیٰ کے پندرہ گھروں میں سے پانچواں ہے۔ سات آسمانوں میں ہیں سات نچلی زمین کی تہوں تک ہیں اور بلند ترین وہ ہے جو عرش کے قریب ہے۔

ان گھروں میں سے ہر گھر کا حرم ہے جس طرح بیت اللہ کا حرم ہے اگر ان میں سے کوئی گھر گرے تو نچلی زمین کی تہوں تک ایک دوسروں کے اوپر ہی گریں گے اور آسمانوں اور زمینوں کے ہر گھر کو آسمان والے اور زمین والے آباد کرتے ہیں جس طرح اس گھر کو لوگ آباد کرتے ہیں۔

امام الازرقی نے عمرو بن سیار المکی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی فرشتہ کو کسی کام کے لئے زمین پر مبعوث فرمایا تو اس فرشتہ نے اللہ تعالیٰ سے بیت اللہ کا طواف کرنے کی اجازت طلب کی۔ تو وہ فرشتہ احرام کی حالت میں زمین پر اترا۔

امام ابن المنذر اور الازرقی نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تو انہیں حکم دیا کہ وہ مکہ کی طرف جائیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لئے بیاباں اور زمین کی مسافت کو لپیٹ دیا ہر بیاباں جس سے آپ گزرے وہ ایک قدم کی مسافت ہو گیا۔ اور زمین میں جو دریا و سمندر تھے ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک قدم کی مسافت میں سکیڑ دیا اور آپ جس جگہ قدم رکھتے وہ جگہ آباد ہو جاتی اور برکت والی ہو جاتی حتی کہ آپ مکہ پہنچ گئے، اس سے پہلے آپ کا رونا دھونا انتہائی شدید تھا کیونکہ آپ پر شدید مصیبت آ پڑی تھی حتی کہ فرشتے بھی آپ کے رونے کی وجہ سے روتے تھے اور آپ کی پریشانی کی وجہ سے پریشان ہوتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جنت کے خیموں میں ایک خیمہ کے ساتھ آدم علیہ السلام کو تسلی دی اور اسے مکہ میں کعبہ کی جگہ رکھا جب کہ ابھی کعبہ نہیں تھا اور یہ خیمہ جنت کے یواقیت میں سے سرخ یاقوت کا تھا، اس میں سونے کی تین قنادیل تھیں اور ان میں جنت کا نور چھلکتا تھا، ان کے ساتھ حجر اسود بھی اترا تھا۔ یہ اس وقت جنت کا سفید یاقوت تھا اور یہ حضرت آدم کے لئے کرسی تھا، آپ اس پر بیٹھتے تھے۔ جب آدم علیہ السلام مکہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ کر دیا اور اس خیمہ کی فرشتوں کے ذریعے حفاظت فرمائی۔ فرشتے زمین والوں سے اس کو محفوظ رکھتے تھے اور اس وقت زمین کے رہنے والے جن اور شیاطین تھے اور زمین والوں کے لئے جنت کی کسی چیز کو دیکھنا جائز نہیں کیونکہ جو جنت کی کسی چیز کو دیکھ لیتا تھا اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی اس وقت زمین پاک صاف تھی۔ اس میں نہ خونریزی کی نجاست تھی اور نہ اس میں گناہوں کی آلودگی تھی۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے ملائکہ کا مسکن بنایا اور ان کو زمین میں اسی طرح ٹھہرایا جس طرح وہ آسمان میں رہتے تھے۔ وہ دن رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تھے اور عبادت سے ڈھیلے نہیں ہوتے تھے۔ فرشتے حرم کی حدود پر صف باندھ کر کھڑے ہوتے تھے اور حرم کی طرف ان کی پیٹھ ہوتی تھی اور آگے تمام حرم ہوتا تھا ان سے کوئی جن اور شیطان تجاوز نہیں کرتا تھا۔ فرشتوں کے مقام کی وجہ سے یہ ایریا آج تک حرم ہے اور حرم کے نشانات وہاں لگائے گئے ہیں جہاں فرشتے ٹھہرے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء پر حرم میں داخلہ حرام کیا تھا اور آدم علیہ السلام کے خیمہ کی طرف دیکھنا بھی حرام کیا تھا اس غلطی کی وجہ سے جو ان سے جنت میں سرزد ہوئی تھی۔ پس آپ نے کچھ بھی نہ دیکھا حتی کہ ان کی روح پرواز کر گئی۔ آدم علیہ السلام جب رات کے وقت ان سے ملاقات کا ارادہ کرتے تو پورے حرم کو عبور کر کے باہر جا کر ان سے ملاقات کرتے حضرت آدم کا خیمہ حرم میں باقی رہا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس خیمہ کی جگہ مٹی اور پتھروں سے ایک

مکان تعمیر کیا، وہ ہمیشہ آباد رہا حتی کہ نوح علیہ السلام کا زمانہ آیا تو سیلاب نے اسے جڑ سے اکھیڑ دیا اور اس کی جگہ بھی چھپ گئی پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور خیمہ کی جگہ جہاں بنو آدم نے مکان بنایا تھا اس کی بنیادوں کو تلاش کرنے کا حکم فرمایا حضرت ابراہیم زمین کھودتے رہے حتیٰ کہ ان بنیادوں تک پہنچ گئے جو اولاد آدم نے خیمہ کی جگہ رکھی تھیں۔ جب آپ مقصود تک پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے بادل کے ذریعے اس بیت کی جگہ سایہ کر دیا۔ وہ بادل اس بیت پر چھایا رہا اور حضرت ابراہیم کے لئے قواعد کی جگہ کی رہنمائی کرتا رہا اور آپ پر سایہ فگن رہا حتی کہ آپ نے بنیادیں کھڑی کر دیں۔ پھر بادل چھٹ گیا۔ اسی بات کی اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ (الحج: 26) پس جب سے اللہ تعالیٰ نے اسے معمور فرمایا ہے وہ اللہ کی حمد کر رہا ہے۔

امام وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے پہلی کتب میں سے ایک کتاب پڑھی جس میں کعبہ کے امر کا ذکر تھا۔ فرماتے ہیں اس میں پڑھا تھا کہ ہر فرشتہ جو زمین پر اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے اسے بیت اللہ کی زیارت کا حکم دیتا ہے وہ عرش سے احرام کی حالت میں تلبیہ پڑھتے ہوئے آتا ہے حتی کہ حجر اسود کا استلام کرتا ہے پھر وہ بیت اللہ کے سات چکر لگاتا ہے، بیت اللہ کے اندر دو رکعت نماز پڑھتا ہے پھر اوپر چڑھ جاتا ہے۔

امام الجندی نے فضائل مکہ میں وہب بن منبہ رحمہ الله سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ نے کوئی فرشتہ اور بادل نہیں بھیجا اور وہ وہاں سے گزرتا ہے جہاں اس کو بھیجا گیا ہوتا ہے حتی کہ وہ بیت اللہ کا طواف کر لیتا ہے پھر اسے جو حکم ہوتا ہے اسے بجالاتا ہے۔

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عمرو سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جبریل کو آدم و حوا کے پاس بھیجا انہیں فرمایا کہ ایک گھر بناؤ، جبریل نے ان کو جگہ کے تعین کے لئے خط کھینچ دیا، آدم زمین کھودتے اور حضرت حواء مٹی اٹھا کر باہر پھینکتی تھیں حتی کہ پانی تک پہنچ گئے۔ نیچے سے آواز آئی اے آدم بس کافی ہے جب وہ گھر تعمیر کر چکے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ وہ اس کا طواف کریں اور ارشاد ہوا تو پہلا انسان ہے اور یہ پہلا گھر ہے پھر زمانہ گردش کرتا رہا حتی کہ نوح علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے حج کیا پھر حالات بدلتے رہے حتی کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس کی دیواریں کھڑی کیں۔

امام ابن اسحاق الازرقی، بیہقی نے دلائل میں عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہر نبی نے حج کیا سوائے حضرت ہود اور صالح علیہما السلام کے۔ حضرت نوح علیہ اسلام نے اس کا حج کیا پھر جب زمین پر سیلاب آیا تو ہر چیز غرق ہو گئی۔ بیت اللہ سرخ ٹیلہ کی مانند تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو آپ اپنی قوم کی اصلاح میں مشغول رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض فرمالی۔ آپ حج نہ کر سکے حتی کہ وصال ہو گیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے کعبہ کی جگہ کا تعین فرمایا تو ابراہیم نے حج کیا۔ ان کے بعد ہر نبی نے حج کیا (1)۔

امام احمد نے الزہد میں مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ستر انبیاء نے حج کیا ان میں سے حضرت موسیٰ بن عمران بھی تھے ان پر دو قطوانی چادریں تھیں، ان میں سے یونس علیہ السلام بھی تھے جو کہتے تھے لَبَّیْكَ كَاشِفَ الْكَرْبِ۔ میں

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 46، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

حاضر ہوں اے مشکلات کوٹالنے والے (1)۔

امام الازرقی، ابوالشیخ (نے العظمہ میں) اور امام ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا تو آپ کا سر آسمان میں تھا اور پاؤں زمین میں تھے، وہ کشتی کی مثل ہچکولے کھا رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ساٹھ ہاتھ تک آپ کو جھکا دیا۔ عرض کی یارب کیا وجہ ہے اب میں فرشتوں کی آواز نہیں سنتا اور نہ ان کی آہٹ سنتا ہوں؟ فرمایا آدم اس کی وجہ تیری اپنی خطا ہے لیکن تم جاؤ اور میرے لئے ایک گھر بناؤ اور اس کا طواف کرو اور اس کے اردگرد مجھے یاد کرو جس طرح تو نے فرشتوں کو میرے عرش کے اردگرد ذکر کرتے دیکھا ہے۔ آدم علیہ السلام چلے تو زمین ان کے لئے لپیٹ دی گئی اور صحراء بھی مختصر کر دیئے گئے۔ جس بیاباں سے گزرتے وہ ایک قدم کی مسافت ہوتا، اللہ تعالیٰ نے پانی کی گزرگاہیں اور دریا سب سکیڑ دیے اور آپ کے لئے ان کو قدم کی مسافت کر دیا۔ جب زمین پر آپ قدم رکھتے وہ آباد اور بابرکت ہو جاتی حتی کہ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ آپ نے بیت اللہ بنایا۔ حضرت جبریل نے اپنا پر زمین پر مارا اور ساتویں زمین تک قائم بنیاد کو ظاہر کر دیا۔ ملائکہ نے ایسی ایسی چٹانیں پھینکیں جن کو تیس آدمی اٹھانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ حضرت آدم نے بیت اللہ پانچ پہاڑوں سے تعمیر فرمایا لبنان، طور زیتا، طور سیناء، الجودی اور حراء حتی کہ زمین کے اوپر قائم ہو گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس گھر کی بنیاد رکھی اور اس میں نماز پڑھی اور اس کا طواف کیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان بھیجا۔ وہ ایک ناراضگی اور عذاب تھا۔ جب طوفان ختم ہوا تو آدم علیہ السلام کی بوبھی ختم ہو چکی تھی۔ طوفان سند اور ہند کی زمین کے قریب نہ گیا۔ طوفان نے کعبہ کی جگہ کو مٹا دیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے اس کی بنیادیں کھڑی کیں اور اس کی نشانیاں بنائیں پھر اس کے بعد قریش نے اسے بنایا اور یہ کعبہ البیت المعمور کے متوازی ہے، اگر وہ گرے تو کعبہ کے اوپر گرے گا۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا تو انہیں بیت اللہ کی جگہ ہی اتارا۔ آپ حرکت کرنے میں کشتی کی مانند تھے۔ پھر آپ پر حجر اسود اتارا جو سفیدی کی وجہ سے چمک رہا تھا، آدم علیہ السلام نے اسے پکڑ کر سینے سے لگایا اور اس سے مانوس ہوئے۔ پھر ان پر قضاء (فیصلہ) نازل ہوا۔ ارشاد ہوا اے آدم چلو۔ آدم علیہ السلام چل پڑے، آپ ہند یا سند کی زمین پر تھے۔ یہاں جتنا اللہ نے چاہا ٹھہرے رہے۔ پھر آپ کا حجر اسود کی طرف اشتیاق بڑھا تو ارشاد ہوا کہ حج کرو، پس آپ نے حج کیا تو فرشتوں سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ فرشتوں نے کہا اے آدم تیرا حج قبول ہو، ہم نے اس گھر کا تجھ سے دو ہزار سال پہلے حج کیا تھا۔

امام الازرقی نے ابان سے روایت کیا ہے کہ بیت جو اتارا گیا تھا وہ ایک یاقوتہ یا ایک ذرہ تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بیت اللہ سرخ یاقوت سے تھا اور لوگ کہتے ہیں وہ سبز زمرد سے تھا۔

1۔ کتاب الزہد، صفحہ 44، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

امام الازرقی نے عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن الزبیر نے کعبہ بنایا تو مزدوروں کو حکم دیا کہ زمین میں اس کی بنیادوں کو انتہائی گہرائی تک لے جاؤ وہ نیچے پہنچے تو اونٹوں کی طرح بڑی بڑی چٹانیں آ گئیں، حضرت زید نے کہا مزید کھودو۔ جب وہ نیچے گئے تو آگ کا خلا تھا۔ حضرت زید نے پوچھا کیا وجہ ہے کام رک گیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم اس سے نیچے جانے کی طاقت نہیں رکھتے ہم نے آگے ایک عظیم منظر دیکھا ہے۔ حضرت زید نے فرمایا اس پر ہی تعمیر شروع کر دو۔ عطاء فرماتے ہیں یہ وہ چٹانیں تھیں جن پر آدم علیہ السلام نے کعبہ تعمیر کیا تھا۔

امام الازرقی نے حضرت عبید اللہ بن ابی زیاد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو فرمایا اے آدم میرے لئے ایک گھر بناؤ جو میرے آسمان والے گھر کے برابر ہو جس میں تو اور تیری اولاد عبادت کریں جس طرح کہ میرے فرشتے میرے عرش کے اردگرد عبادت کرتے ہیں۔ پس آدم علیہ السلام کے پاس فرشتہ آیا، آدم علیہ السلام بنیادیں کھودتے گئے حتیٰ کہ ساتویں زمین تک پہنچ گئے، ملائکہ نے ان بنیادوں میں بڑی بڑی چٹانیں ڈالیں حتیٰ کہ زمین کے اوپر تک تعمیر ہو گیا۔ آدم علیہ السلام کے ساتھ سرخ کھوکھلا یاقوت بھی اترا تھا، اس کے سفید چار ارکان تھے۔ آپ نے ان کو بنیادوں پر رکھا۔ وہ یاقوت اسی طرح باقی رہا حتیٰ کہ غرق کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اٹھا لیا۔

امام الازرقی نے عثمان بن ساج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے سعید نے خبر دی ہے کہ آدم علیہ السلام نے ستر حج پیدل فرمائے۔ فرشتے انہیں دو پہاڑی راستوں کے درمیان ملے تو کہا اے آدم تیرا حج قبول ہوا۔ لیکن ہم نے تجھ سے دو ہزار سال پہلے حج کیا تھا۔

امام الازرقی نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور اس کو مرفوع بیان کرتے تھے کہ آدم علیہ السلام نے عرض کی یا رب میں اپنی شقاوت کا اعتراف کرتا ہوں، مجھے تیرے کے نور سے کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر آسمان والے گھر کے متوازی البیت الحرام اتارا اور اس کی بنیاد جنت کے یاقوت سے تھی لیکن اس کا طول آسمان اور زمین کے درمیان تھا۔ حضرت آدم کو اس کے طواف کرنے کا حکم دیا تو اس طرح آدم علیہ السلام میں جو قلبی اضطراب تھا وہ دور ہو گیا۔ پھر نوح علیہ السلام کے زمانہ میں وہ اٹھا لیا گیا۔

امام الازرقی نے امام ابن جریج عن مجاہد رحمہ اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تو سب سے پہلے ان میں البیت الحرام کو رکھا اس وقت وہ کھوکھلے سرخ یاقوت کا تھا، اس کے دو دروازے تھے، ایک مشرقی اور دوسرا مغربی، اس کو البیت المعمور کے متوازی بنایا۔ جب غرق کا زمانہ آیا تو دو ریشمی کپڑوں میں لپیٹ کر اسے اٹھا لیا اور وہ قیامت تک ان کپڑوں میں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے رکن (حجر اسود) جبل ابو قبیس کو عطا فرمایا۔ ابن عباس فرماتے ہیں یہ سونا تھا پس غرق کے زمانہ میں اٹھا لیا گیا۔ ابن جریج کہتے ہیں، جویبر نے کہا پہلے بیت المعمور مکہ میں تھا غرق کے زمانہ میں آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔ اب وہ آسمان میں ہے۔

امام الازرقی نے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ بیت اللہ شریف آدم کے لئے

رکھا گیا آپ اس کا طواف کرتے تھے اور اس کے پاس اللہ کی عبادت کرتے تھے۔حضرت نوح علیہ السلام نے اس کا حج کیا اور آپ سیلاب سے پہلے یہاں تشریف لائے تھے۔جب سیلاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کر دیا تو زمین کو شدید نقصان ہوا اور کعبہ ایک سرخ ٹیلہ تھا جس کی جگہ معروف تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی طرف مبعوث فرمایا تو آپ اپنی قوم کی اصلاح وتربیت میں مشغول رہے حتی کہ آپ کا وصال ہو گیا اور آپ حج کی سعادت حاصل نہ کر سکے پھر اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا قوم ثمود کی طرف تو آپ بھی مشغول رہے اور حج نہ سکے۔پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اس جگہ اتارا تو آپ نے حج کیا اور مناسک حج سیکھے اور لوگوں کو اس کی زیارت کے لئے بلایا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو نبی بھی تشریف لایا اس نے حج کیا۔

امام الازرقی نے حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا میں تیرے ساتھ اپنا گھر اتارنے والا ہوں جس کے اردگرد طواف کیا جائے جس طرح میرے عرش کا طواف کیا جاتا ہے اور اس کے پاس نماز پڑھی جائے گی جس طرح میرے عرش کے پاس نماز پڑھی جاتی ہے۔وہ اسی طرح قائم رہا حتی کہ طوفان نوح کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اٹھا لیا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس جگہ پہنچایا۔آپ نے پانچ پہاڑوں حراء،ثبیر،لبنان،طور اور جبل احمر سے اس کو تعمیر فرمایا۔

امام الجندی نے حضرت معمر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سفینۂ نوح نے بیت اللہ کے اردگرد سات چکر لگائے حتی کہ جب نوح علیہ السلام کی قوم غرق ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو اٹھا لیا اور اس کی بنیادیں باقی رہیں۔پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو یہاں جگہ عطا فرمائی تو آپ نے پھر اس کو تعمیر فرمایا وَ اِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَ اِسۡمٰعِیۡلُ سے یہی مراد ہے۔اور رکن (حجر اسود) ابوقبیس پہاڑ کو عطا کیا حتیٰ کہ جب ابراہیم تعمیر فرما رہے تھے تو ابوقبیس پہاڑ نے ندا دی اے ابراہیم حجر اسود یہ ہے۔وہ آئے اسے کھودا پھر حضرت ابراہیم نے اسے اپنی جگہ لگا دیا۔

امام الاصبہانی نے اپنی ترغیب میں اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اس گھر کا طواف کر اس سے پہلے کہ تیرے ساتھ کوئی دوسرا واقعہ پیش آئے، آدم علیہ السلام نے عرض کی یا رب کوئی حادثہ پیش آئے گا؟ فرمایا جسے تو نہیں جانتا یعنی موت۔عرض کی موت کیا ہے؟ فرمایا تو اس کا ذائقہ ضرور چکھے گا۔عرض کی میرا میرے اہل میں سے خلیفہ کون ہوگا؟ فرمایا میں یہ آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کروں گا،پس اللہ نے یہ منصب آسمانوں پر پیش کیا تو سب نے معذرت کی،اللہ تعالیٰ نے پھر زمینوں پر پیش کیا تو انہوں نے بھی انکار کیا۔پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے بھی معذرت کی۔لیکن آپ کے اس بیٹے نے یہ منصب قبول کر لیا جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا،آدم علیہ السلام ہند کی زمین سے حج کرنے کے لئے چلے،آپ جس جگہ اترے اس میں کھایا اور پیا تو وہ آپ کے بعد آباد ہو گئی حتی کہ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔آپ کا ملائکہ نے بطحاء میں استقبال کیا،عرض کی السلام علیکم یا آدم آپ کا حج قبول ہو لیکن ہم نے اس گھر کا حج آپ سے دو ہزار سال پہلے کیا ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت اللہ اس وقت کھوکھلا سرخ

یاقوت تھا اس کے دو دروازے تھے جو اس کا طواف کرتا اس کو بیت اللہ کے اندر والا نظر آتا اور جو اندر ہوتا اسے باہر طواف کرنے والے نظر آتے۔ پس آدم علیہ السلام نے مناسک حج ادا کئے، اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی اے آدم تو نے مناسک حج ادا کر لئے ہیں؟ عرض کی ہاں یا رب! فرمایا اب اپنی حاجت طلب کر تیری حاجت پوری کی جائے گی۔ عرض کی میری حاجت یہی ہے کہ تو میرا گناہ اور میری اولاد کا گناہ معاف کر دے۔ فرمایا اے آدم تیرا گناہ تو ہم نے اس وقت معاف کر دیا تھا جب تجھ سے یہ (بھول کر) سرزد ہوا تھا۔ لیکن تیری اولاد کے گناہ کا مسئلہ اس طرح ہے کہ جو مجھے پہچان لے گا اور مجھ پر ایمان لے آئے گا اور میرے رسولوں اور میری کتابوں کی تصدیق کرے گا تو ہم اس کے گناہ بھی معاف کر دیں گے۔

امام ابن خزیمہ، ابوالشیخ (العظمۃ میں) اور دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام بیت اللہ شریف ہزار مرتبہ آئے اور کبھی بھی سوار ہو کر نہ آئے ہمیشہ ہند سے پیدل چل کر آتے تھے آپ نے تین سو حج کئے اور سات سو عمرے کئے۔ سب سے پہلا حج آدم نے کیا تھا۔ آپ عرفات میں کھڑے تھے کہ جبریل امین آپ کے پاس آئے اور کہا اے آدم آپ کا حج قبول ہوا لیکن ہم نے اس گھر کا طواف آپ کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے کیا تھا۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف فرشتوں نے کیا تھا۔ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان انبیاء کی قبور ہیں۔ انبیائے کرام میں سے کسی نبی کو جب اپنی قوم ستاتی تو وہ اپنی قوم سے باہر نکل جاتا اور وہاں آکر عبادت کرتا حتیٰ کہ اس کا وصال ہو جاتا۔

الازرقی اور بیہقی نے شعب الایمان میں وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام جب زمین کی طرف اترے تو انہوں نے وحشت محسوس کی جب اس کی وسعت دیکھی اور اپنے علاوہ وہاں کوئی شخص نظر نہ آیا۔ عرض کی یا رب کیا یہ تیری زمین آباد نہیں ہے اور اس میں تیری حمد اور پاکی بیان کرنے والا میرے سوا اور کوئی نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس میں تیری اولاد میں سے کچھ لوگ پیدا کروں گا جو میری تسبیح و تقدیس بیان کریں گے اور میں اس میں ایسے گھر بناؤں گا جن میں میرا ذکر بلند کیا جائے گا اور ان میں میری مخلوق تسبیح بیان کرے گی، میں تجھے اس میں ایک ایسے گھر میں رکھوں گا جس کو میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں اور اپنی کرامت کے ساتھ خاص کرتا ہوں اور میں نے اپنے نام کی وجہ سے زمین کے تمام گھروں پر اسے ترجیح بخشی ہے، میں نے اس کو اپنا گھر کہا ہے، میں نے اپنی عظمت کے ساتھ اسے عزت و شرف بخشا ہے اور اپنی حرمت کے ساتھ اسے مخصوص کیا ہے، میں نے اسے تمام گھروں سے زیادہ اپنے ذکر کے لئے حق دار ٹھہرایا ہے۔ میں اسے ایک مبارک جگہ رکھوں گا جو میں نے اپنے لئے خاص کی ہے اور میں نے اس کے لئے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے اس کی جگہ کو پسند کیا ہے، میری شان کے لائق نہیں کہ میں گھروں میں رہوں اور نہ یہ گھر مجھے سما سکتے ہیں، میری حرمت بہت عظیم ہے۔ جس نے اس کی تعظیم کی اس نے میری حرمت کا خیال کیا اور جس نے اس کے رہنے والوں کو امن دیا وہ اس وجہ سے میرے امن کا مستحق ہوا اور جس نے اس گھر کے رہنے والوں کو خوفزدہ کیا اس نے میرے ذمہ کو توڑ دیا۔ اور جس نے اس کی شان کی

تعظیم کی اس نے میری ذات کی تعظیم کی اور جس نے اس کی اہانت کی اس نے میری شان کی تحقیر کی۔

ہر بادشاہ کی ایک محفوظ جگہ ہوتی ہے اور مکہ کا بطن میری محفوظ جگہ ہے جس کو میں نے صرف اپنے لئے پسند کیا ہے میں اللہ مکہ والا ہوں، اس کے اہل میری پناہ میں ہیں اور میرے گھر کے پڑوسی ہیں اس کو آباد کرنے والے اور اس کے زائرین میرے وفد ہیں اور میرے مہمان ہیں، میری ضمان میں ہیں، میرے سپرد ہیں اور میرے جوار میں ہیں، میں نے لوگوں کے لئے اس کو پہلا گھر بنایا ہے، میں اس کو آسمان والوں اور زمین والوں سے آباد رکھوں گا، وہ اس میں فوج درفوج، غبار آلود، بکھرے بالوں کے ساتھ ہر کمزور اونٹنی پر جوق در جوق آئیں گے ہر گہرے راستہ سے۔ اور وہ تکبیر بلند کر رہے ہوں گے اور مل کر تلبیہ کہتے ہوئے امید (مغفرت) رکھے ہوئے ہوں گے۔ پس جو اس کا عمرہ کرے گا (اسے عزت ملے گی) اور کریم کا حق ہوتا ہے کہ اپنے مہمان زائرین اور ملاقاتیوں کو عزت عطا کرے اور جو کوئی حاجت لے کر آئے اس کی حاجت پوری کرے۔ اے آدم جب تک تو زندہ ہے تو اس کو آباد رکھے گا اور تیرے بعد قومیں اور تیری اولاد میں سے انبیاء اسے آباد رکھیں گے۔ ہر امت کے بعد دوسری امت، ہر قوم کے بعد دوسری قوم اور ہر نبی کے بعد دوسرا نبی اسے آباد رکھے گا حتی کہ یہ سلسلہ تیری اولاد میں سے ایک نبی پر ختم ہوگا جس کا نام محمد ہوگا اور وہ خاتم النبیین ہے۔ پس میں اس نبی کو اس کعبہ کے آباد کرنے والوں اس کے رہنے والوں سے کروں گا اور اس کے محافظوں، اس کے والیوں، اس کی نگرانی کرنے والوں اور اس کے زائرین کو پانی پلانے والوں سے کروں گا، جب تک وہ اس دنیا میں رہے گا وہ اس گھر پر میرا امین ہوگا، جب وہ میری طرف لوٹ آئے گا تو وہ میرے پاس اجر اور حصہ، جو میں نے اس کے لئے قربت و وسیلہ کا مقام متعین و ذخیرہ کر رکھا ہے اور جنت کے اندر جو افضل مقام میں نے اس کے لئے مخصوص کر رکھا ہے وہ پالے گا۔

اور اس گھر کا نام، اس کا ذکر، اس کا شرف اس کی بزرگی اور عزت کا شرف تیری اولاد میں سے ایک نبی کو بخشوں گا جو اس نبی (محمد ﷺ) سے پہلے ہوگا اور وہ اس نبی محمد ﷺ کا باپ ہوگا، اس کا نام ابراہیم ہوگا۔ وہ اس گھر کی بنیادیں اٹھائے گا اور اس کے ہاتھوں ہی اس کی تعمیر مکمل ہوگی اور اس کا پانی پلانے کا انتظام بھی اس کے سپرد ہوگا، میں اسے کعبہ کا مقام حل وحرم اور موقف دکھاؤں گا، اس کو مشاعر ومناسک حج سکھاؤں گا۔ میں اسے امت واحدہ بناؤں گا، وہ میرے حکم کا پابند اور اطاعت کرنے والا ہوگا، میرے راستہ کا داعی ہوگا، میں اس کو مقام اجتباء عطا کروں گا اور اسے صراط مستقیم پر چلاؤں گا، میں اسے آزماؤں گا تو وہ صبر کرے گا اور میں اسے عافیت بخشوں گا تو وہ شکر ادا کرے گا، میں اسے حکم دوں گا تو وہ اسے بجالائے گا، وہ میرے لئے نذر مانے گا تو میں اسے پورا کروں گا۔ وہ مجھ سے وعدہ کرے گا تو پورا کرے گا میں اس کی دعا کو اس کی اولاد کے حق میں قبول کروں گا میں اس کی سفارش اس کی اولاد کے حق میں قبول کروں گا، میں انہیں اس گھر کا رہنے والا، محافظ اور ساقی بناؤں گا، اور انہیں اس گھر کی خدمت، نگرانی کا شرف بھی عطا کروں گا حتی کہ وہ ان تمام چیزوں کو خود بدل دیں گے، جب وہ بدل دیں گے تو میں قدرت رکھتا ہوں کہ ایک کو بدل کر دوسرے کو اس کے قائم مقام کر دوں۔ میں ابراہیم کو اہل شریعت بناؤں گا، جن وانس تمام جو بھی اس جگہ آئے گا وہ ابراہیم کی اقتداء کرے گا اور آپ کی سنت پر عمل پیرا ہوگا اور آپ کی راہنمائی کی

اقتداء کرے گا، جس نے ایسا کیا اس نے اپنی نذر کو پورا کیا اور اپنی عبادت کو مکمل کیا اور اپنے مقصود کو پالیا اور جس نے ایسا نہ کیا اس نے اپنی عبادت کو ضائع کیا اور اپنی مراد کو نہ پاسکا اور اس نے اپنی نذر کو پورا نہ کیا اور جس نے مجھ سے ان مقامات پر سوال کیا تو میں کہوں گا: میں پراگندہ بال، غبار آلود اور اپنی نذروں کو پورا کرنے والوں اور اپنی عبادتوں کی تکمیل کرنے والوں اور ساری کائنات سے منہ موڑ کر اپنے رب کی طرف ہو جانے والوں کے ساتھ ہوں۔ الجندی نے عکرمہ اور وہب بن منبہ سے اور انہوں نے ابن عباس سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بیت اللہ کی جگہ ایک بالشت یا زیادہ تھی۔ ملائکہ، آدم سے پہلے اس کا حج کرتے تھے پھر آدم نے حج کیا ملائکہ نے آدم کا استقبال کیا اور کہا اے آدم تو کہاں سے آیا ہے، آدم نے کہا میں نے بیت اللہ کا حج کیا ہے۔ فرشتوں نے کہا ملائکہ نے تجھ سے دو ہزار سال پہلے حج کیا ہے (2)۔

امام بیہقی نے عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کو ہند میں اتارا گیا تو انہوں نے عرض کی یا رب کیا وجہ ہے کہ میں فرشتوں کی اس طرح آواز نہیں سنتا جس طرح میں جنت میں سنا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم اس کی وجہ تیری خطا ہے، جا میرے لئے ایک گھر بنا پھر اس کا طواف کر جس طرح تو نے دیکھا کہ فرشتے طواف کرتے ہیں۔ آدم علیہ السلام چل پڑے حتی کہ مکہ مکرمہ پہنچے اور بیت اللہ تیار کیا اور آدم علیہ السلام کے قدم کی جگہ پر آبادیاں، نہریں اور سبزہ پیدا ہو گیا اور صحراء اور بیاباں آپ کے ایک قدم کا فاصلہ بن گئے۔ آدم علیہ السلام نے ہند سے چل کر بیت اللہ کے چالیس حج کئے (3)۔

امام بیہقی نے وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تو مکہ کی طرف چلنے کا حکم دیا، آپ کے لئے زمین کو لپیٹ دیا حتی کہ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ ابطح کے مقام پر فرشتوں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ کو خوش آمدید کہا اور کہا اے آدم ہم تیرے منتظر تھے، تیرا حج قبول ہو، ہم اس گھر کا تجھ سے دو ہزار سال پہلے حج کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر جبریل کو حکم دیا کہ وہ انہیں مناسک حج سکھائیں، جبریل آپ کو لے کر گئے حتی کہ عرفات، مزدلفہ، منیٰ اور جمار پر ٹھہرایا اور ان پر نماز، زکوۃ، روزہ اور غسل جنابت کے احکام اتارے اور فرمایا بیت اللہ، آدم علیہ السلام کے زمانہ میں سرخ یاقوت تھا، جنت کے یاقوت کا نور چمکتا تھا اس کے اور اس کے جنت کے سونے کی پتریوں کے دو شرقی اور غربی دروازے تھے، اس میں جنت کی پتریوں کی تین قنادیل تھیں، ان سے بھی نور نکلتا تھا، سفید یاقوت کے ٹکڑوں کی وجہ سے اس کا دروازہ چمکتا تھا۔ اس وقت رکن سفید یاقوت کا ایک ٹکڑا تھا۔ یہ نوح علیہ السلام کے زمانہ تک اسی کیفیت میں رہا۔ لیکن طوفان کے وقت اسے اٹھا لیا گیا اور اسے عرش کے نیچے رکھا اور زمین دو ہزار سال خراب رہی۔ پھر اسی طرح معاملہ چلتا رہا حتی کہ ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ تعمیر کرنے کا حکم ملا۔ پس سکینہ آئی گویا وہ بادل ہے اس میں ایک سر تھا جو بولتا تھا اور اس کا ایک سر تھا

1۔ شعب الایمان، کتاب المناسک، جلد 3، صفحہ 432 (3985)، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 434 (3986) 3۔ ایضاً (3987)

جیسے انسان کا سر ہوتا ہے۔ اس سکینہ نے کہا اے ابراہیم میرے سایہ کی مقدار پر کعبہ تعمیر کرو اور اس پر اضافہ نہ کرو اور نہ اس پر کمی کرو، ابراہیم علیہ السلام نے اس بادل کے سایہ کی مقدار متعین کر لی پھر ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے مل کر بیت اللہ تعمیر کیا اور اس کی اس وقت چھت نہ تھی۔ لوگ اس میں اپنے زیورات اور مال متاع پھینکتے تھے حتیٰ کہ جب وہ بھرنے کے قریب ہوا تو پانچ آدمی چوری کرنے کے لئے اس میں داخل ہوئے، ہر ایک ایک کونہ پر کھڑا ہو گیا اور پانچواں آدمی اندر گھس گیا، وہ سر کے بل گرا اور ہلاک ہو گیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے سفید سانپ بھیجا جس کا سر اور دم سیاہ تھے، پانچ سو سال تک وہ بیت اللہ کی حفاظت کرتا رہا جو کوئی اس کے قریب جاتا تھا وہ ہلاک ہو جاتا تھا، یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا حتیٰ کہ قریش نے کعبہ کو تعمیر کیا(1)۔ الازرقی اور بیہقی نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے پوچھا کہ مجھے اس کعبہ کے متعلق بیان فرمائیں اس کا معاملہ کیا ہے؟ حضرت کعب نے فرمایا یہ گھر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے آدم علیہ السلام کے ساتھ اتارا تھا، یہ سرخ یاقوت کا تھا اور کھوکھلا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم یہ میرا گھر ہے تو اس کے اردگرد طواف کر اور اس کے اردگرد نماز پڑھ جیسا کہ تو نے دیکھا کہ میرے فرشتے میرے عرش کے اردگرد طواف کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، اس کے ساتھ فرشتے بھی نازل ہوئے۔ انہوں نے اس کی بنیادیں پتھروں سے اٹھائیں پھر اس گھر کو ان بنیادوں پر رکھا گیا جب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کیا تو بیت اللہ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا اور بنیادیں باقی رہیں (2)۔

امام بیہقی نے عطاء بن ابی رباح عن کعب الاحبار رحمہ اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کعبہ نے اپنے رب کے حضور شکایت کی اور آہ و بکا کی اے میرے رب میرے زائرین کم ہیں اور لوگوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا میں تیری طرف انجیل بھیجنے والا ہوں اور تیرے لئے زائرین بنانے والا ہوں جو تیرا اس طرح اشتیاق رکھیں گے جیسے کبوتری اپنے انڈوں کا اشتیاق رکھتی ہے (3)۔

امام الازرقی اور بیہقی نے عبدالرحمٰن بن سابط عن عبداللہ بن ضمرہ السلولی رحمہ اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مقام سے رکن تک اور رکن سے بئر زمزم تک ستر انبیاء کی قبور ہیں وہ حج کرنے کے لئے آتے تھے اور یہاں ان کا وصال ہو گیا تھا پھر یہاں ان کی قبریں بنی تھیں (4)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تُبّع کعبہ کے ارادہ سے آیا حتی کہ جب وہ کراع الغمیم کے مقام پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے ایک تیز ہوا چلائی، وہ اتنی تیز تھی کہ کھڑے شخص کے قدم اکھیڑ دیتی تھی، کھڑا شخص بیٹھ گیا اور گر گیا، ہوا لوگوں پر چلتی رہی، لوگوں کو اس سے بڑی تکلیف ہوئی۔ تبع نے اپنے دو علماء کو بلایا اور پوچھا یہ کیا ہے جو مجھ پر مسلط کی گئی ہے؟ ان دونوں علماء نے کہا کیا تو ہمیں امن دیگا؟ اس نے کہا تم امن میں ہو، انہوں نے کہا تو بیت اللہ کے ارادہ سے آیا ہے اور جو اس کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے اس گھر کی حفاظت فرماتا ہے۔ تبع نے پوچھا کہ مجھ سے یہ تکلیف کیسے

1۔ شعب الایمان، کتاب المناسک، جلد 3، صفحہ 435 (3989)
2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 436 (3990)
3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 440 (4001)
4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 441 (4006)

دور ہوگی؟ علماء نے کہا تو احرام کے دو کپڑے پہن لے پھر لبیک لبیک کہہ کر اندر داخل ہو، اس گھر کا طواف کر اور کسی کو تکلیف نہ پہنچا، اس نے کہا اگر میں ایسا ارادہ کرلوں تو یہ ہوا دور ہو جائے گی، علماء نے کہا ہاں۔ اس نے احرام باندھا پھر تلبیہ کہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہوا تاریک رات کے ٹکڑے کی طرح واپس چلی گئی (1)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کو دیکھا تو فرمایا۔ مرحبابك، تیری کتنی بلند عظمت ہے، تیری حرمت کتنی زیادہ ہے اور مومن کی حرمت تجھ سے اللہ کی بارگاہ میں زیادہ ہے (2)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کی طرف دیکھ کر فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے شرف و کرامت بخشی اور مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو اس کی طرف چہرہ کر کے فرمایا تو حرمت والا ہے، تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، تیری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے اور اللہ کی بارگاہ میں تجھ سے زیادہ عظمت والا مومن ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور الازرقی نے مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بیت اللہ کو دیکھا، جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تھے، تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ اس گھر کے شرف، تعظیم، تکریم اور ہیبت میں اضافہ فرما اور جو اس کی عظمت، شرف اور تکریم کی خاطر اس کا عمرہ یا حج کرے تو اس کی عزت و شرف میں اضافہ فرما (3)۔

امام شافعی نے الام میں ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت اللہ کو دیکھتے تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگتے: اے اللہ اس گھر کے شرف، تکریم اور ہیبت میں اضافہ فرما اور جو اس کے شرف، تکریم، تعظیم اور نیکی کے ارادہ سے اس کا حج و عمرہ کرے اس کے شرف و عزت میں اضافہ فرما (4)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کعبہ کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہیں، کعبہ نے شکایت کی یارب میری طرف لوٹنے والے اور میرے زائرین کم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی میں انسان کو پیدا کرنے والا ہوں جس میں خشیت بھی ہوگی اور سجدہ کرنے والا بھی ہوگا، وہ تجھ سے اس طرح محبت کریں گے جیسے کبوتری اپنے انڈوں سے محبت کرتی ہے۔

امام الازرقی نے حضرت جابر الجزری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت کعب الاحبار یا حضرت سلمان فارسی کعبہ کے صحن میں بیٹھے تھے، فرمایا کعبہ نے اپنے رب کی بارگاہ میں اپنے اردگرد نصب شدہ بتوں کی شکایت کی اور فال کے تیروں کے نکالنے کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی میں نور کو نازل کرنے والا ہوں اور انسان کو پیدا کرنے والا ہوں جو اس طرح تجھ سے محبت کرے گا جس طرح کبوتری اپنے انڈوں سے محبت کرتی ہے اور وہ گدھوں کی طرح تیرے پاس آئیں

1۔ شعب الایمان، کتاب المناسک، جلد 3، صفحہ 442 (4009) 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 444 (4014)

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 81، (29624)، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 4۔ کتاب الام للشافعی، جلد 2، صفحہ 169، دار المعرفۃ بیروت

گے۔ کسی نے پوچھا جناب! کعبہ کی زبان ہے؟ فرمایا ہاں اس کے دو کان اور ہونٹ بھی ہیں۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جبریل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو ان کے سر پر سبز پٹی باندھی ہوئی تھی اور اس پر غبار لگا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ غبار جو میں آپ کے سر کی پٹی پر دیکھ رہا ہوں یہ کیا ہے۔ جبریل نے کہا میں نے بیت اللہ کی زیارت کی اور ملائکہ کا رکن پر ہجوم تھا۔ یہ وہ غبار ہے جو فرشتوں کے پروں کی وجہ سے اڑ رہا تھا۔

امام الازرقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام نے حج کیا اور مناسک حج ادا کئے جب حج کر چکے تو عرض کی یارب ہر عامل کے لئے اجر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! میں نے تجھے بخش دیا ہے لیکن تیری اولاد میں سے جو اس گھر کی زیارت کے لئے آئے گا اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرے گا تو میں اس کے گناہ بخشش دوں گا، آدم علیہ السلام نے حج کیا، تو ملائکہ انہیں الردم کے مقام پر ملے۔ فرشتوں نے کہا تیرا حج قبول ہوا اے آدم، ہم نے تجھ سے دو ہزار سال پہلے اس گھر کا طواف کیا ہے۔ آدم نے پوچھا تم اس کے اردگرد کیا پڑھتے ہو؟ فرشتوں نے کہا ہم یہ پڑھتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ راوی فرماتے ہیں پھر آدم علیہ السلام جب طواف کرتے تو یہ کلمات کہتے۔ حضرت آدم علیہ السلام سات طواف رات کے وقت اور پانچ طواف دن کے وقت کرتے تھے۔

امام الازرقی، الجندی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام نے حج کیا اور بیت اللہ کے سات چکر لگائے، طواف کے دوران ملائکہ سے ملاقات ہوئی تو فرشتوں نے کہا، اے آدم تیرا حج قبول ہو! لیکن ہم نے تجھ سے دو ہزار سال پہلے اس گھر کا حج کیا تھا آدم نے پوچھا تم طواف میں کیا کہتے ہو انہوں نے کہا ہم یہ کلمات کہتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ آدم علیہ السلام نے کہا اس میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا اضافہ کرو تو ملائکہ نے اس کا اضافہ کیا، پھر ابراہیم علیہ السلام نے گھر کو بنانے کے بعد حج کیا انہیں طواف کے دوران فرشتے ملے اور سلام کیا تو حضرت ابراہیم نے پوچھا تم طواف کے وقت کیا کہتے ہو فرشتوں نے کہا ہم تیرے باپ آدم سے پہلے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے تھے انہوں نے ہمیں فرمایا کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا اضافہ کرو۔ ابراہیم نے کہا، اس پر تم الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کا بھی اضافہ کرو، تو ملائکہ نے یہ بھی کیا۔

امام الجندی اور دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم علیہ السلام کے اترنے سے پہلے بیت اللہ جنت کے یواقیت سے ایک یاقوت سے بنا ہوا تھا۔ اس کے سبز زمرد کے دو دروازے تھے، ایک شرقی اور ایک غربی، اس میں جنت کی قنادیل تھیں (1) اور آسمان میں جو البیت المعمور ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور پھر وہ قیامت تک نہیں آئیں گے۔ وہ بیت المعمور، اس کعبہ کے متوازی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو کعبہ کی جگہ اتارا تو آپ کشتی کی طرح شدید ہچکولے کھا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کو نازل فرمایا وہ چمکتا تھا گویا وہ سفید ہے۔ آدم علیہ السلام نے اس کو پکڑا سینے سے لگایا اور اس سے مانوس ہوئے۔ انسانوں سے جو اللہ نے میثاق لیا تھا

1۔ مسند الفردوس للدیلمی، جلد 3، صفحہ 272 (4815) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

وہ حجر اسود میں رکھا تھا۔ پھر آدم علیہ السلام پر عصا کو اتارا اور پھر آدم سے فرمایا چلو تو وہ چل پڑے، آپ ہند کی زمین میں تھے، جتنا اللہ نے چاہا وہاں ٹھہرے رہے، پھر انہیں بیت اللہ کا شوق ہوا تو انہیں کہا گیا اے آدم حج کر، آپ حج کے ارادہ سے چلے تو جہاں آپ نے قدم رکھا وہاں سبزہ اور آبادی ہوگئی اور بیاباں آپ کے قدموں کے درمیان ہوگئے حتی کہ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ فرشتوں سے ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا اے آدم تیرا حج قبول ہو۔ ہم نے تجھ سے دو ہزار سال پہلے اس گھر کا حج کیا تھا۔ آدم نے پوچھا تم اس کے ارد گرد کیا کہتے تھے انہوں نے کہا سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکۡبَرُ آدم علیہ السلام جب بیت اللہ کا طواف کرتے تو یہی کلمات کہتے۔ آدم علیہ السلام دن کے وقت سات طواف کرتے تھے۔

آدم علیہ السلام نے عرض کی یا رب اس گھر کو آباد کرنے والے میری اولاد سے بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میں اسے تیری اولاد میں سے ایک نبی کے ذریعے آباد کرنے والا ہوں جس کا نام ابراہیم ہے اور میں اس کو اپنا خلیل بناؤں گا، میں اس کے ہاتھوں اس کی تعمیر کروں گا اور اس کے زائرین کو پانی پلانے کا کام بھی اس کے سپرد کروں گا، میں اسے اس کا حل، حرم اور مواقف بناؤں گا، میں اسے مشاعر اور مناسک سکھاؤں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا کہ جو میری اولاد میں سے اس گھر کا حج کرے اور وہ کسی کو تیرا شریک نہ ٹھہرائے تو تو اسے جنت میں میرے ساتھ ملا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم جو حرم میں فوت ہوگا اور کسی کو میرا شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا تو میں قیامت کے روز اسے امن کے ساتھ اٹھاؤں گا۔

امام الجندی نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے کہا کہ آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کا طوف کیا تو اسے فرشتے ملے، انہوں نے آپ سے مصافحہ کیا اور سلام کیا اور فرشتوں نے کہا اے آدم تمہارا حج قبول ہو، اس گھر کا طواف ہم تجھ سے دو ہزار سال پہلے کر چکے ہیں۔ آدم نے پوچھا تم طواف کے دوران کیا کہتے ہو، فرشتوں نے کہا ہم یہ کہتے ہیں سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکۡبَرُ آدم علیہ السلام نے کہا میں اس میں وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا اضافہ کروں گا۔

امام الازرقی نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کعبہ کی جگہ مٹ گئی تھی اور یہ حضرت نوح اور آدم علیہ السلام کے زمانہ تک پوشیدہ رہی اور یہ جگہ گول سرخ ٹیلہ کی طرح تھی، اس پر سیلاب کا پانی نہیں چڑھتا تھا لیکن لوگ جانتے تھے کہ یہاں بیت اللہ کی جگہ ہے لیکن متعین مقام نہ تھا۔ مظلوم اور پناہ طلب کرنے والے دور دراز سے یہاں آتے تھے، اس کے پاس دعائیں مانگتے تھے، جو یہاں دعا کرتا اس کی دعا قبول ہو جاتی، لوگ بیت اللہ کی جگہ کا طواف کرتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے جگہ کا تعین فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی آبادی اپنے دین کے اظہار اور اپنے شعائر کے اظہار کا ارادہ فرمایا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آدم کو زمین پر اتارا۔ اس وقت سے یہ گھر معظم محترم رہا۔ قومیں اور ملتیں بدلتی رہیں اور مٹتی رہیں لیکن یہ اپنی حرمت کے ساتھ قائم رہا۔ فرمایا فرشتے اس سے پہلے حج کرتے تھے۔

امام الازرقی نے عثمان بن ساج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابراہیم خلیل اللہ کو آسمان کی طرف بلند کیا گیا آپ نے زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا تو کعبہ کی جگہ پسند فرمائی۔ ملائکہ نے کہا اے اللہ کے خلیل تو نے زمین میں اللہ

کے حرم کو پسند کیا۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے سات پہاڑوں کے پتھروں سے اس کو تعمیر کیا، بعض علماء نے پانچ لکھے ہیں۔ ملائکہ ان پہاڑوں سے پتھر اٹھا کر ابراہیم علیہ السلام کے پاس لاتے تھے۔

امام الازرقی نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابراہیم علیہ السلام، السکینہ، تیز ہوا اور فرشتہ شام سے آئے تھے۔ سکینہ نے کہا ابراہیم بیت اللہ پر رکے رہو۔ اسی وجہ سے کوئی ظالم بادشاہ اکھڑ مزاج اعرابی بھی جب طواف کرتا ہے تو اس پر سکینہ اور وقار طاری ہوتا ہے۔

امام الازرقی نے بشر بن عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم آرمینیہ سے آئے اور آپ کے ساتھ سکینہ، فرشتہ اور ہوا بطور راہنما تھے۔ حضرت ابراہیم کے لئے جگہ کا تعین ہوا جیسے مکڑی اپنے گھر کے لئے جگہ کا تعین کرتی ہے۔ پس آپ نے چٹان اٹھائی اور وہ اتنی بڑی تھی کہ اسے تیس آدمی اٹھا سکتے تھے۔ سکینہ نے کہا مجھ پر اس کعبہ کو بنا۔ اس وجہ سے کوئی اکھڑ مزاج اعرابی یا ظالم اس میں داخل ہوتا ہے تو اس پر سکینہ ہوتی ہے۔

امام الازرقی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابراہیم آئے تو فرشتہ، سکینہ اور تیز ہوا بطور دلیل تھے حتی کہ بیت اللہ کا تعین ہوا جیسے مکڑی اپنے گھر کا تعین کرتی ہے اور اسے لازم پکڑتی ہے۔ پس آپ کے لئے اس کی بنیادوں میں اونٹوں کی کوہانوں کی مثل چٹانیں ظاہر ہوئیں۔ وہ اتنی بڑی تھیں کہ ان کو تیس آدمی حرکت دے سکتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو فرمایا اٹھو اور میرے لئے ایک گھر بناؤ۔ عرض کی یا رب کہاں بناؤں؟ فرمایا میں تجھے دکھاؤں گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جس میں ایک سر تھا جو ابراہیم سے باتیں کرتا تھا۔ فرمایا اے ابراہیم تیرا رب تجھے حکم دیتا ہے کہ تو اس بادل کی مقدار خط کھینچ لے۔ آپ اسے دیکھ کر خط کھینچتے گئے، اس سر نے کہا کیا تو نے خط کھینچ لیا ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا جی ہاں۔ پھر وہ بادل اٹھ گیا پھر زمین سے اٹھی ہوئی بنیاد ظاہر ہوئی، اس پر ابراہیم علیہ السلام نے بنیادیں رکھیں۔

امام الازرقی نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ بیت اللہ پانچ پہاڑوں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ طور سینا، طور زیتا، لبنان، الجودی، حراء اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کی بنیادیں حراء سے ہیں۔

امام الازرقی نے حضرت شعبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کے بنانے کا حکم دیا گیا تو آپ حجر اسود کی جگہ تک پہنچ گئے۔ آپ نے اسماعیل کو فرمایا میرے لئے ایک پتھر لاؤ جو لوگوں کے لئے علامت ہو جس سے لوگ طواف شروع کریں، آپ پتھر لے آئے لیکن آپ کو پسند نہ آیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس یہ پتھر لایا گیا تو فرمایا میرے پاس وہ شخص پتھر لایا ہے جو تیرے پتھر پر مجھے بھروسہ نہیں کراتا۔

امام الازرقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام یہ پتھر جنت سے لائے تھے اور اس کو وہاں رکھا جہاں تم دیکھتے ہو۔ تم ہمیشہ خیر پر رہو گے جب تک یہ تمہارے درمیان رہے گا پس حتی المقدور اس کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ ہوسکتا ہے وہ وقت آجائے کہ یہ اس جگہ لوٹ جائے جہاں سے یہ آیا ہے۔

امام احمد، ترمذی (اور ترمذی نے اسے صحیح بھی کہا ہے) اور ابن خزیمہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا حجر اسود جنت سے اترا تھا اور یہ دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا، اس کو انسانوں کی خطاؤں نے سیاہ کر دیا ہے (1)

امام البزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حجر اسود جنت کا پتھر ہے۔

امام الازرقی اور الجندی نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رکن (حجر اسود) جنت سے ہے، اگر یہ جنت سے نہ ہوتا تو ختم ہو چکا ہوتا۔

امام الازرقی اور الجندی نے حضرت ابن عباس کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا اگر حجر اسود پر زمانہ جاہلیت کی نجاستیں اور غلاظتیں نہ ہوتیں اور گناہوں والے ہاتھ نہ لگے ہوتے تو میں اس کے ساتھ ہر بیماری سے شفا طلب کرتا اور اسے آج بھی اسی طرح پاتا جس طرح اللہ نے اسے تخلیق کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے تاریک کر دیا ہے تاکہ دنیا والے جنت کی زینت دیکھ نہ لیں۔ یہ جنت کے یاقوت سے سفید یاقوت تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر آدم کے لئے اتارا جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو کعبہ کی جگہ اتارا تھا۔ یہ کعبہ بننے سے پہلے زمین پاک تھی، اس پر کوئی گناہ واقع نہیں ہوا تھا اور نہ اس پر ایسے ہاتھ لگے تھے جو اسے ناپاک کر دیتے۔ حرم کے اطراف پر فرشتوں کی ایک صف کھڑی کی گئی جو زمین کے جنوں سے اس حرم کی حفاظت کرتے تھے۔ اس وقت زمین پر جن رہتے تھے اور ان کے لئے اس کو دیکھنا جائز نہیں تھا کیوں کہ وہ جنت سے تھا جو جنت کو دیکھ لے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ فرشتے حرم کی اطراف پر تھے جہاں اب ہر طرف سے نشان لگائے گئے ہیں۔

حضرت ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ گھر جس میں آدم کو ٹھکانا ملا تھا یہ سرخ یاقوت کا تھا، اس کے دو دروازے تھے، ایک مشرقی اور دوسرا مغربی۔ اس میں جنت کے نور کی قندیلیں آویزاں تھیں لیکن برتن سونے کے تھے اور وہ سفید یاقوت کے ٹکڑوں سے جڑے ہوئے تھے اور حجر اسود اس وقت یاقوت کا ایک ٹکڑا تھا۔ اس کو دیکھنا مناسب نہیں مگر اس کے لئے جس کے لئے جنت واجب ہو، جو اس کو دیکھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور حرم کو اسی لئے حرم کہتے ہیں کیوں کہ جن اس کے اندر نہیں جا سکتے اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو آدم کے لئے اتارا تھا اور زمین اس وقت پاک تھی، اس میں کوئی گناہ نہیں ہوا تھا اور اس کو پاک کرنے والے لوگ موجود تھے۔ اس وقت اس کے رہنے والے جن تھے۔

امام الجندی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حجر اسود اللہ کی زمین میں اللہ کا دایاں ہاتھ ہے، جس نے نبی کریم ﷺ کی بیعت کو نہیں پایا اس نے حجر اسود کو استلام کر دیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کی۔

امام الازرقی اور الجندی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ حجر اسود زمین میں اللہ کا ہاتھ ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مصافحہ کرتا ہے۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمین پر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے علاوہ جنت کی کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ دونوں جنت کے جوہروں میں سے دو جوہر ہیں۔ اگر ان کو اہل شرک نے مس نہ کیا ہوتا تو جو مصیبت زدہ اور بیمار اس کو چھوتا تو اللہ اسے شفا دیتا۔

1۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 107، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

امام الازرقی نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حجر اسود اتارا گیا تو اس وقت چاندی سے زیادہ سفید تھا، اگر اسے زمانۂ جاہلیت کی غلاظتوں اور نجاستوں نے مس نہ کیا ہوتا تو جو بیمار اسے چھوتا وہ ٹھیک ہو جاتا۔

امام الازرقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجر اسود کو کثرت سے چھوا کرو، ہو سکتا ہے تم اس کو مفقود پاؤ۔ لوگ ایک رات طواف کریں گے، جب صبح ہو گی تو اسے مفقود پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے کوئی چیز نہیں اتاری مگر قیامت کے دن سے پہلے اسے جنت میں لوٹا دے گا۔

امام الازرقی نے یوسف بن ماہک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس قبلہ والوں کے لئے حجر اسود کو عید بنایا ہے جیسے بنی اسرائیل کے لئے مائدہ کو عید بنایا تھا۔ تم ہمیشہ خیر پر رہو گے جب تک یہ تمہارے درمیان رہے گا اور جبریل نے اسے اپنی جگہ پر رکھا تھا۔

امام الازرقی نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے لوگوں کے سینوں سے قرآن اور حجر اسود کو اٹھا لے گا۔

امام الازرقی نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تمہاری کیا حالت ہو گی جب قرآن سینوں سے اٹھا لیا جائے گا اور تمہارے دلوں سے مٹا دیا جائے گا اور حجر اسود بھی اٹھا لیا جائے گا۔

امام الازرقی نے عثمان بن ساج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جو اٹھایا جائے گا وہ حجر اسود، قرآن اور خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، اس گھر کا حج کر لو، حجر اسود کو استلام کر لو، اللہ کی قسم اس کو اٹھا لیا جائے گا یا اس کو آسمانی حکم لاحق ہو گا۔ یہ دونوں پتھر جنت سے اتارے گئے ہیں، ایک اٹھایا گیا ہے تو دوسرا بھی اٹھایا جائے گا۔ جو میں کہہ رہا ہوں اگر بات اس طرح نہ ہو تو میری قبر سے گزرتے وقت کہہ دینا کہ یہ عبداللہ بن عمرو کذاب کی قبر ہے (1)۔

امام حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کی طرف منہ کیا اور استلام کیا۔ پھر اپنے ہونٹ اس پر رکھ کر طویل مقدار روتے رہے۔ دیکھا تو عمر رضی اللہ عنہ بھی رو رہے تھے۔ پوچھا اے حضرت عمر یہاں آنسو بہائے جاتے ہیں (2)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے جنت کی کوئی چیز اس کے علاوہ زمین پر نہیں ہے اور یہ مہاۃ (سفید موتی) کی طرح سفید تھا۔ اگر زمانہ جاہلیت کی نجاست نے اسے مس نہ کیا ہوتا تو جو بیمار اور مصیبت زدہ اسے چھوتا درست ہو جاتا (3)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 275، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 456 (4056)

3۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 146 (11314)، مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم

امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رکن اسود آسمان سے نازل ہوا۔ پس وہ جبل ابی قبیس پر رکھا گیا تھا وہ سفید موتی کی طرح تھا۔ پس چالیس سال جبل ابوقبیس پر رہا پھر حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر رکھا گیا۔

امام الازرقی نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حجر اسود جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے اور اس کی واپسی کی جگہ جنت ہے۔ راوی فرماتے ہیں ابن عباس نے فرمایا اگر جاہلیت کے ہاتھوں نے اسے مس نہ کیا ہوتا تو یہ کوڑھی کے مریض اور برص کے مریض شفایاب کرتا۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رکن (حجر اسود) اور مقام (مقام ابراہیم) کو رات کے وقت آدم کے ساتھ اتارا اور آدم علیہ السلام رکن اور مقام کے درمیان اترے جب صبح ہوئی تو رکن اور مقام کو دیکھا پس آپ انہیں پہچان گئے، انہیں گلے لگایا اور ان سے انس کیا۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حجر اسود جنت سے اتارا اور وہ انتہائی سفیدی کی وجہ سے چمکتا تھا، حضرت آدم علیہ السلام نے اسے پکڑا، سینے سے لگایا اور اس سے انس کیا۔

امام الازرقی نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجر اسود کو آسمان سے ایک فرشتہ لایا تھا۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام جنت سے اترے اور آپ کے ساتھ حجر اسود آپ کی بغل میں تھا۔ یہ جنت کے یاقوت کا ایک یاقوت تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کا نور ختم نہ کر دیا ہوتا تو کوئی شخص اس کو دیکھنے کی قدرت نہ رکھتا اور آپ باسہ اور عجوہ کھجور کے ساتھ اترے۔ ابو محمد الخزاعی فرماتے ہیں باسہ سے مراد صنعت کاروں کے آلات ہیں۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے حجر اسود کے متعلق پوچھا تو کعب نے فرمایا وہ جنت کے پتھروں میں سے ایک پتھر ہے۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حجر اسود کو اگر لاشعوری کی حالت میں حائضہ عورتوں اور جنبی افراد نے نہ چھوا ہوتا تو جو مجذوم اور برص والا اس کو چھوتا شفایاب ہوتا۔

امام الازرقی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حجر اسود دودھ کی طرح سفید تھا، اس کا طول بازو کی ہڈی کی طرح ہے۔ یہ مشرکین کے مس کرنے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا، اگر مشرکین نے اس کو نہ چھوا ہوتا تو جو بیمار اسے چھوتا ٹھیک ہو جاتا۔

امام الازرقی نے عثمان بن ساج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے ابن نبیہ الحجبی نے اپنی والدہ سے روایت کر کے بتایا ہے کہ اس کے باپ نے اسے بتایا کہ اس نے حجر اسود کو جلنے سے پہلے دیکھا تھا، وہ اتنا سفید تھا کہ انسان اس میں اپنا چہرہ دیکھتا تھا۔ عثمان فرماتے ہیں مجھے زہیر نے خبر دی کہ اسے یہ بات پہنچی ہے کہ حجر اسود جنت کے یاقوت کا ٹکڑا تھا، یہ انتہائی سفید تھا، یہ چمکتا تھا لیکن مشرکین کی نجاستوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ یہ پہلی شکل کی طرف لوٹ جائے گا، قیامت کے روز موٹائی، چوڑائی میں

جبل ابی قبیس کی طرح ہوگا۔ اس کی دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے۔ یہ ہر اس شخص کے متعلق گواہی دے گا جس نے حق کے ساتھ اس کا استسلام کیا ہوگا اور ہر اس شخص کے خلاف گواہی دے گا جس نے اس کو بغیر حق کے استسلام کیا ہوگا۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجر اسود جنت کے یواقیت میں سے سفید یاقوت تھا، اسے مشرکین کی خطاؤں نے سیاہ کر دیا ہے، قیامت کے روز یہ احد پہاڑ کی طرح ہوگا دنیا کے ہر اس شخص کے متعلق گواہی دے گا جس نے اس کا استسلام کیا ہوگا اور اس کو بوسہ دیا ہوگا۔

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ رکن اسود کو اٹھائے گا، اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن کے ساتھ یہ دیکھے گا، اس کی ایک زبان ہوگی جس کے ساتھ یہ بولے گا اور ہر اس شخص کے متعلق گواہی دے گا جس نے حق کے ساتھ اسے استسلام کیا ہوگا(1)۔

امام الازرقی نے حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ایک پتھر ہے، فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں سلمان کی جان ہے، قیامت کے روز حجر اسود آئے گا تو اس کی دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے اور یہ ہر اس شخص کے متعلق گواہی دے گا جس نے حق کے ساتھ استسلام کیا ہوگا۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حجر اسود زمین میں اللہ کا (دایاں ہاتھ) ہے جس کے ساتھ وہ اپنی مخلوق سے مصافحہ کرتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جو مسلمان اس کے پاس کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے۔

امام ابن ماجہ نے عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے رکن اسود کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا مجھے ابو ہریرہ نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے، جو اس کے ساتھ ہاتھ ملانے میں شریک ہوا اس نے رحمٰن کے ساتھ ہاتھ ملایا(2)۔

امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجر اسود کی ایک زبان اور دو ہوٹ ہوں گے۔ یہ قیامت کے روز اس کے حق میں گواہی دے گا جس نے اسے حق کے ساتھ استسلام کیا ہوگا(3)۔

امام ابن خزیمہ، طبرانی (الاوسط میں)، حاکم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز حجر اسود جبل ابی قبیس سے بھی بڑا ہو کر آئے گا۔ اس کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے۔ یہ اس کے متعلق بات کرے گا جس نے حسن نیت کے ساتھ اس کو استسلام کیا ہوگا۔ یہ اللہ کا دایاں

1۔شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 450 (4636) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 444 (2957) باب نمبر 32، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 450 (4036)

(ہاتھ) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے مصافحہ کرتا ہے (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس پتھر میں خیر دیکھو کیونکہ یہ قیامت کے روز آئے گا، یہ شفاعت کرنے والا ہوگا، اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے، جس نے اس کو استسلام کیا ہوگا اس کے متعلق گواہی دے گا (2)۔

امام الجندی نے عطاء بن السائب عن محمد بن سابط عن النبی ﷺ کی سند سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کسی نبی کی امت ہلاک ہو جاتی تو وہ مکہ میں تشریف لے آتا۔ وہ نبی اور اس کے ساتھی یہاں عبادت کرتے رہتے حتیٰ کہ اس نبی کا وصال ہو جاتا۔ حضرت نوح، ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام کا وصال یہاں ہوا اور ان کی قبور زمزم اور حجر اسود کے درمیان ہیں۔

امام الازرقی اور الجندی نے عطاء بن السائب عن عبدالرحمٰن بن سابط کے سلسلے سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مکہ میں خون بہانے والا، سود کھانے والا تاجر اور چغلی کھانے والا نہیں ٹھہرے گا۔ فرمایا زمین مکہ سے پھیلائی گئی۔ ملائکہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اور فرشتے ہی بیت اللہ کا پہلے طواف کرنے والے ہیں۔ یہ مکہ کی زمین ہے، ملائکہ اس کا طواف کرتے تھے۔ فرشتے ہی پہلے طواف کرنے والے ہیں، یہی زمین ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرہ:30) (کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں) پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کی قوم جب ہلاک ہو جاتی اور وہ نبی اور نیک لوگ جو اس کے ساتھ بچ جاتے تھے وہ مکہ میں آجاتے اور وصال تک یہاں عبادت کرتے رہتے تھے۔ حضرت نوح، ہود، شعیب، صالح علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور زمزم، حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہیں۔

امام الازرقی نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے سرخ اونٹ پر حج کیا۔ وہ روحاء سے گزرے تو ان پر دو قطوانی چادریں تھیں، ایک اوپر اور دوسری نیچے لپٹی ہوئی تھیں۔ آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا پھر صفا و مروہ کے درمیان دوڑے، جب وہ طواف کر رہے تھے اور سعی کر رہے تھے تو آپ نے آسمان سے ایک آواز سنی: اے میرے بندے میں تیرے ساتھ ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام سجدے میں گر گئے۔

امام الازرقی نے مقاتل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مسجد حرام میں زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان ستر انبیاء کی قبور ہیں، جن میں ہود، صالح اور اسماعیل علیہم السلام بھی ہیں اور آدم، ابراہیم، یعقوب اور یوسف علیہم السلام کی قبور بیت المقدس میں ہیں۔

امام الازرقی اور الجندی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کعبہ کو دیکھنا ایمان کی تازگی کا موجب ہے۔ الازرقی اور الجندی نے ابن المسیب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے ایمان اور تصدیق کی حالت میں کعبہ کی طرف دیکھا وہ خطاؤں سے اس طرح نکل گیا جیسے بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 457، مطبوعہ مکتبۃ النصر الحدیثہ 2۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 542 (5487) مطبوعہ دار الفکر بیروت

امام الازرقی اورالجندی نے زہیر بن محمد عن ابی السائب المدنی رحمہ اللہ کے سلسلہ سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں جس نے کعبہ کو ایمان اور تصدیق کی حالت میں دیکھا اس کے گناہ اس طرح گر جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے گرتے ہیں فرمایا اور جو مسجد میں بیٹھا ہے اور بیت اللہ کو دیکھ رہا ہے، اس کا نہ طواف کر رہا ہے اور نہ نماز پڑھ رہا ہے تو وہ اس شخص سے افضل ہوتا ہے جو اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے اور بیت اللہ کو نہیں دیکھتا۔

امام ابن ابی شیبہ، الجندی، الازرقی اور بیہقی نے شعب الایمان میں عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بیت اللہ کو دیکھنا عبادت ہے (1) اور بیت اللہ کو دیکھنے والا رات کو قیام کرنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے، عاجزی کرنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے قائم مقام ہے۔

امام الجندی نے عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بغیر طواف اور بغیر صلوٰۃ کے کعبہ کو ایک نظر دیکھنا ایک سال کی عبادت، سال کے قیام، سال کے رکوع اور سال کے سجود کے برابر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور الجندی نے طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، بیت اللہ کو دیکھنا روزے دار، ہمیشہ قیام کرنے والے، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی عبادت سے افضل ہے (2)۔

امام الازرقی نے ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کعبہ کی طرف دیکھنے والا دوسرے شہروں میں عبادت میں محنت کرنے والے کی طرح ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور الازرقی نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے (3)۔

امام الازرقی، الجندی، ابن عدی، بیہقی نے شعب الایمان میں (بیہقی نے اسے ضعیف کہا ہے) اصبہانی نے الترغیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ہر رات اور ہر دن میں ایک سو بیس رحمتیں ہیں، ان میں سے ساٹھ اس گھر کے طواف کرنے والوں پر، چالیس نمازیوں پر اور بیس اس کی زیارت کرنے والوں پر نازل ہوتی ہیں (4)۔

امام الجندی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرمایا بیت اللہ شریف کی کثرت سے زیارت کیا کرو اس سے پہلے کہ اسے اٹھا لیا جائے اور لوگ اس جگہ کو بھول جائیں۔

البزار نے اپنی مسند میں اور ابن خزیمہ، ابن حبان، طبرانی اور حاکم نے ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس گھر کی زیارت سے سعادتیں حاصل کرلو، یہ دو دفعہ پہلے گرایا جا چکا ہے اور تیسری مرتبہ اٹھایا جائے گا (5)۔

امام الجندی نے زہری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا اللہ کعبہ کو بیت المقدس کی طرف اٹھالے

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 455 (4052) 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 343، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

3۔ ایضاً 4۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 454 (4051)

5۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 441، مطبوعہ مکتبۃ النصر الحدیثہ

گا۔ جب وہ نبی کریم ﷺ کی قبر سے مدینہ طیبہ سے گزرے گا تو کہے گا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ۔ رسول ﷺ جواباً فرمائیں گے وَعَلَیْكَ السَّلَامُ یَا كَعْبَةَ اللّٰهِ مَاحَالُ اُمَّتِیْ۔ اے کعبہ تجھ پر سلام ہو میری امت کا کیا حال ہے؟ پھر کعبہ کہے گا اے محمد (ﷺ) جو میری طرف آپ کا امتی آیا اس کا میں ذمہ دار ہوں اور جو آپ کا امتی مجھ تک نہ آیا اس کے آپ ذمہ دار ہیں۔

امام ابوبکر الواسطی نے فضائل بیت المقدس میں حضرت خالد بن معدان سے روایت کیا ہے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ کعبہ چٹان تک پہنچ جائے گا جس طرح کہ دلہن خاوند کے پاس پہنچائی جاتی ہے، اور کعبہ کے ساتھ تمام حج اور عمرہ کرنے والے ہوں گے، جب الصخرہ (چٹان) کعبہ کو دیکھے گی تو کہے گی زیارت کرنے والوں اور زیارت کئے جانے والے کو خوش آمدید۔

امام الواسطی نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ بیت الحرام کو بیت المقدس کی طرف بھیجا جائے گا، وہ دونوں جنت میں لے جائے جائیں گے، ان میں ان کے زائرین بھی ہوں گے اور اعمال کی پیشگی اور حساب بیت المقدس میں ہوگا۔

امام ابن مردویہ اور الاصبہانی نے الترغیب میں اور دیلمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو کعبہ کو میری قبر کی طرف بھیجا جائے گا وہ سلام عرض کرے گا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُحَمَّدُ میں کہوں گا وَعَلَیْكَ السَّلَامُ یَا بَیْتَ اللّٰهِ، مَا صَنَعَ بِكَ اُمَّتِیْ بَعْدِیْ۔ اے اللہ کے گھر تجھ پر سلام ہو، میری امت نے میرے بعد تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کعبہ کہے گا اے محمد جو میرے پاس آیا اس کی میں کفایت کروں گا اور اس کی میں سفارش کروں گا اور جو میرے پاس نہیں آیا اس کی آپ کفایت کریں گے اور آپ اس کے شفیع ہوں گے۔

امام الازرقی نے ابو اسحاق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ بنایا اس کی اونچائی نو ہاتھ تھی اور زمین میں اس کا عرض بتیس ہاتھ تھا یعنی حجر اسود سے رکن شامی تک جو سامنے سے حجر کے پاس ہے اور رکن شامی سے مغربی رکن تک جس میں حجر اسود ہے تئیس ہاتھ عرض تھا اور پیچھے کی طرف سے یعنی غربی رکن سے یمانی رکن تک اکتیس ہاتھ تھا اور رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان بیس ہاتھ تھا، کعبہ کو کعبہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی بناوٹ کعب جیسی ہے۔

فرمایا آدم علیہ السلام کی بنیادیں اسی طرح کی تھیں اور آپ نے اس کے فارسی دروازے بنائے اور اس کو مکمل غلاف پہنائے اور اس کے پاس اونٹ ذبح کئے اور ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کے پہلو میں ایک باڑ بنائی تھی جس کے اوپر کیکر کی شاخوں کا چھپر تھا۔ اس میں بکریاں داخل ہوتی تھیں۔ یہ اسماعیل علیہ السلام کی بکریوں کا باڑہ تھا۔ بیت اللہ کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دائیں جانب ایک گڑھا کھودا تھا۔ اس میں کعبہ کے لئے جو تحفے اور ہدیے آتے تھے اس میں ڈالے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حجر اسود جبل ابی قبیس کو ودیعت کیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے زمانہ میں زمین کو غرق کیا تھا اور فرمایا جب میں اپنے خلیل کو دیکھوں گا کہ وہ میرا گھر بنا رہا ہے تو میں اس کے لئے اس کو پھر نکالوں گا۔ پھر اس کو جبریل امین لائے تھے اور اس کو اپنی جگہ پر رکھا تھا اور اس پر ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمائی تھی۔ یہ شدید سفیدی کی وجہ سے چمکتا تھا

اس کا نور نصف حرم تک ہر طرف چمکتا تھا اور اس کی اب سخت سیاہی کی وجہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت اور اسلام میں اسے یکے بعد دیگرے جلنے کا سامنا کرنا پڑا۔

امام مالک، شافعی، بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اپنی قوم کو نہیں دیکھا جب انہوں نے کعبہ بنایا ہے تو قواعد ابراہیم سے کچھ حصہ چھوڑ دیا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ اس کو قواعد ابراہیم پر نہیں لوٹائیں گے؟ فرمایا تمہاری قوم کا زمانہ کفر قریب نہ ہوتا (تو میں ایسا کر دیتا)۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ان دو رکنوں کا استسلام ترک کیا ہو جو حجر اسود کے ساتھ ملے ہوئے ہیں مگر بیت اللہ قواعد ابراہیم پر مکمل نہ فرمایا(1)۔

امام الازرقی نے ابن جریر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر بنایا تھا۔ فرمایا کعبہ خلقۃً کعب کی شکل کا ہے اس لئے اس کو کعبہ کہتے ہیں۔ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی چھت نہیں بنائی تھی اس میں مٹی استعمال نہیں کی تھی بلکہ اس میں پتھر استعمال کئے تھے۔

امام الازرقی نے ابو المرتفع سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ الحجر میں تھے، پہلا پتھر جو منجنیق سے کعبہ میں لگا تھا تو ہم نے کعبہ کے رونے کی آواز سنی تھی جیسے مریض آہ آہ کر کے روتا ہے۔

امام الجندی نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے خواب میں کعبہ کو دیکھا، یہ نبی کریم ﷺ سے باتیں کر رہا تھا اور یہ عرض کر رہا تھا کہ یا محمد ﷺ اگر آپ کی امت گناہوں سے نہیں رکے گی تو میں پھٹ جاؤں گا حتی کہ میرا ہر پتھر اپنی اپنی جگہ ہوگا۔

امام الجندی نے وہیب بن الورد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں اور سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ رات کو طواف کر رہے تھے، سفیان واپس آ گئے اور میں ابھی طواف میں تھا، میں الحجر (حطیم) میں داخل ہوا اور میزاب رحمت کے نیچے میں نے نماز پڑھی۔ جب میں سجدہ میں تھا تو میں نے کعبہ کے پردوں اور کعبہ کے پتھروں کے درمیان سے کلام سنی۔ کعبہ کہہ رہا تھا اے جبریل میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور پھر تیرے پاس یہ شکایت کرتا ہوں کہ یہ طواف کرنے والے ارد گرد کیا کر رہے ہیں، دل لگی کی باتیں کرنا یہ ان کی فحش کلامی اور ان کی نحوست (کیا مصیبت ہے) وہیب نے کہا میں نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ بیت اللہ جبریل کے پاس شکایت کر رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

امام دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب روزہ افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْنَا وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْنَا فَتَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ(2)۔

1۔ صحیح مسلم، باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا، جلد 1، صفحہ 429، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

2۔ سنن الدارقطنی، باب القبلۃ للصائم، جلد 2، صفحہ 185 (26) مطبوعہ دار المحاسن قاہرہ

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں اعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ یقولان رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۸﴾

"اے ہمارے رب! بنا دے ہم کو فرماں بردار اپنا اور ہماری اولاد سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کرنا جو تیری فرماں بردار ہو اور بتا دے ہمیں ہماری عبادت کے طریقے اور توجہ فرما ہم پر (اپنی رحمت سے) بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم نے عبدالکریم رحمہ اللہ سے مُسْلِمَیْنِ کا معنی مخلصین روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے سلام بن ابی مطیع رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام پہلے ہی مسلمان تھے لیکن انہوں نے ثابت قدمی کا سوال کیا تھا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ سے مراد عرب ہیں (1)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا

امام سعید بن منصور، ابن ابی حاتم اور الازرقی نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا کہا تو جبریل امین ان کے پاس آئے اور انہیں بیت اللہ میں لے گئے اور کہا ان قواعد (بنیادوں) کو اٹھاؤ آپ نے بنیادیں اٹھائیں، دیواریں مکمل کیں پھر جبریل نے آپ کو پکڑا اور آپ کو الصفا پر لے گئے اور بتایا یہ شعائر اللہ سے ہے۔ پھر وہ لے کر مروہ کے اوپر گئے اور کہا یہ بھی شعائر اللہ سے ہے۔ پھر انہیں منیٰ کی طرف لے گئے، جب عقبہ میں تھے تو ابلیس درخت کے پاس کھڑا تھا۔ جبریل نے کہا تکبیر کہو اور اس کو کنکری مارو۔ آپ نے تکبیر کہی اور اس کو کنکری ماری۔ پھر ابلیس یہاں سے چل کر جمرۂ وسطیٰ کے پاس کھڑا ہو گیا، جب جبریل اور ابراہیم اس کے برابر پہنچے تو جبریل نے کہا تکبیر کہو اور اس کو پتھر مارو۔ آپ نے تکبیر کہی اور اسے پتھر مارا۔ پھر ابلیس چلا گیا حتیٰ کہ جمرۂ قصویٰ کے پاس پہنچ گیا۔ جبریل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تکبیر کہو اور اس کو پتھر مارو۔ آپ نے تکبیر کہی اور پتھر مارا۔ پس ابلیس چلا گیا یہ خبیث حج میں کوئی چیز داخل کرنا چاہتا تھا لیکن اسے قدرت حاصل نہ ہوئی۔ پھر جبریل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور انہیں مزدلفہ لے آئے اور کہا یہ المشعر الحرام ہے۔ پھر انہیں عرفات لے گئے۔ جبریل نے پوچھا جو کچھ میں نے آپ کو دکھایا ہے آپ نے جان لیا ہے؟ یہ تین مرتبہ کہا تو حضرت ابراہیم نے کہا ہاں، پھر جبریل نے کہا اب لوگوں میں حج کا اعلان کرو، ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کیسے اعلان کروں۔ جبریل نے کہا اس طرح کہو یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَجِیْبُوْا رَبَّكُمْ اے لوگوں اپنے رب کا حکم مانو۔ یہ آپ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 639، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

نے تین مرتبہ کہا پس بندوں نے لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَبَّیْكَ سے جواب دیا۔ پس جس نے حضرت ابراہیم کے اس اعلان کا جواب دیا وہ حج کی سعادت سے بہرہ ور ہوگا(1)۔

امام ابن جریر نے ابن المسیب عن علی رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب حضرت ابراہیم بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو عرض کی یارب میں نے کعبہ تعمیر کر دیا ہے۔ اب میرے پروردگار ہمیں مناسک حج دکھا، ہمارے لئے وہ ظاہر فرما اور ہمیں ان کی تعلیم دے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل کو بھیجا پس آپ نے جبریل کی معیت میں حج کیا(2)۔

امام سعید بن منصور الازرقی نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے پیدل حج کیا ہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں المقام کعبہ کی اصل میں تھا، اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے۔ پس جبل ابوقبیس اور اس کے ساتھ والے پہاڑ عرفات تک سب نظر آگئے۔ پس اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو مناسک حج دکھا دیئے۔ پوچھا عَرَفْتَ پہچان گئے؟ تو عرض کی ہاں اسی وجہ سے عرفات کو عرفات کہا جاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابومجلز سے وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الآیہ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو جبریل آیا اور بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی دکھائی۔ وہ دونوں العقبہ کی طرف چلے، شیطان سامنے آیا تو جبریل نے سات کنکریاں اٹھالیں اور ابراہیم کو بھی سات کنکریاں پیش کیں۔ پس جبریل نے وہ کنکریاں پھینکیں اور تکبیریں کہیں پھر ابراہیم کو کہا یہ کنکریاں مارو اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہو حتی کہ شیطان اکتا گیا پھر جبریل اور ابراہیم علیہما السلام جمرۂ وسطی کی طرف چلے پھر شیطان سامنے آیا تو جبریل نے سات کنکریاں اٹھائیں اور (ابراہیم کو بھی پیش کیں) دونوں نے کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہی حتی کہ شیطان اکتا گیا۔ پھر جمرۂ قصوی پر آئے، ان کے سامنے پھر شیطان آیا تو جبریل نے ساتھ کنکریاں اٹھائیں اور ابراہیم علیہ السلام کو بھی کنکریاں پیش کیں اور کہا کنکری مارو اور تکبیر کہو۔ دونوں نے کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہی حتی کہ شیطان کو اکتا دیا پھر جبریل علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کو منی میں لے آئے اور کہا یہاں لوگ اپنے سر منڈائیں گے پھر انہیں مزدلفہ لے آئے یہاں لوگ دو نمازیں اکٹھی پڑھیں گے۔ پھر عرفات لے آئے اور کہا عَرَفْتَ (پہچان گئے)؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہاں۔ اسی وجہ سے عرفات کو عرفات کہا جاتا ہے(3)۔

الازرقی نے زہیر بن محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب ابراہیم علیہ السلام البیت الحرام کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو عرض کی یارب ہمیں مناسک دکھا۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا پس انہوں نے آپ کو حج کرایا حتی کہ جب دسویں ذی الحجہ کا دن تھا تو ابلیس سامنے آیا، جبریل نے کہا اسے کنکریاں مارو تو حضرت ابراہیم نے اسے سات کنکریاں ماریں۔ پھر دوسرے دن پھر تیسرے دن اسی طرح ہوا پس دو پہاڑوں کے درمیان کو بھر دیا پھر آپ منبر پر

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 615 (220) مطبوعہ دار العصیمی مکہ مکرمہ 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 641

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 227 (15092)

چڑھے اور اعلان کیا اے اللہ کے بندو! اپنے رب کا حکم مانو پس آپ کی اس دعوت کو سمندروں کے درمیان سے ہر اس شخص نے سن لیا جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان تھا۔ انہوں نے لبیك اللهم لبیك کہا اور زمین پر سات مسلمان یا اس سے زیادہ باقی رہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور زمین پر رہنے والے ہلاک ہو چکے ہوتے اور سب سے پہلے جنہوں نے آپ کے اعلان کا جواب دیا وہ اہل یمن تھے۔

امام الازرقی نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مناسک سے مراد مذابح ہے۔

امام الجندی نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا اٹھو اور میرے لئے ایک گھر کی تعمیر کرو۔ عرض کی یا رب کہاں تعمیر کروں؟ فرمایا میں تمہیں بتاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا۔ جس کا ایک سر تھا اس بادل نے کہا اے ابراہیم تیرا رب تجھے حکم دیتا ہے کہ تو اس بادل کی مقدار نشان لگا لے۔ راوی فرماتے ہیں حضرت ابراہیم بادل کو دیکھ کر خط کھینچتے گئے۔ پھر بادل نے پوچھا خط کھینچ لیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہاں۔ پھر وہ بادل اوپر چلا گیا۔ حضرت ابراہیم نے بنیادیں کھودیں تو زمین سے اٹھی ہوئی بنیادیں ظاہر ہوئیں حضرت ابراہیم نے تعمیر شروع کر دی۔ جب تعمیر سے فارغ ہوئے تو عرض کی یا رب کعبہ تعمیر ہو گیا ہے ہمیں مناسک دکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف جبریل کو بھیجا۔ آپ نے جبریل کے ساتھ حج کیا حتی کہ جب دسویں ذی الحجہ کا دن تھا شیطان سامنے آیا، تو جبریل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کنکریاں اٹھا کر اسے مارو تو آپ نے سات کنکریاں ماریں، دوسرے تیسرے اور چوتھے دن بھی ایسا ہوا پھر جبریل نے کہا ثبیر پہاڑ پر چڑھو، دونوں اس پر چڑھے تو ابراہیم علیہ السلام نے اعلان فرمایا اے اللہ کے بندو اپنے رب کا حکم مانو، اے اللہ کے بندو اللہ کی اطاعت کرو۔ پس آپ کی اس دعوت کو سمندروں کے درمیان سے ہر اس شخص نے سن لیا جس کے دل میں ایمان ذرہ کے برابر تھا۔ انہوں نے کہا لَبَّیْكَ اَطَعْنَاكَ اَللّٰهُمَّ اَطَعْنَاكَ۔ یہ وہ مناسک ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو عطا فرمائے لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ اور ہمیشہ سات یا کچھ زائد سطح زمین پر مسلمان رہے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور زمین والے ہلاک ہو جاتے۔

امام ابن خزیمہ، طبرانی، حاکم رحمہما اللہ (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کی ہے فرمایا جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے مناسک ادا کئے تو جمرۂ عقبہ کے پاس آپ کے سامنے شیطان آیا، تو آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں حتیٰ کہ وہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر وہ تیسرے جمرہ کے پاس آیا تو آپ نے پھر اسے کنکریاں ماریں حتیٰ کہ وہ زمین میں دھنس گیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں شیطانوں کو رجم کیا جاتا ہے اور تمہارے باپ ابراہیم کی ملت کی اتباع کی جاتی ہے(1)۔

امام الطیالسی، احمد، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے جب مناسک حج دیکھے تو المسعیٰ (سعی کرنے کی جگہ) کے پاس آپ کے سامنے شیطان آیا، اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو حضرت ابراہیم اس سے سبقت لے گئے پھر حضرت ابراہیم کو جبریل ساتھ لے کر

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 466 (4077)

چلے حتیٰ کہ انہیں منیٰ دکھایا فرمایا یہ لوگوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے۔ جب جمرۂ عقبہ پہنچے تو شیطان سامنے آیا، آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں تو وہ بھاگ گیا، پھر جبریل آپ کو جمرۂ وسطی پر لے کر آئے تو پھر شیطان آ گیا آپ نے اس کو پھر سات کنکریاں ماریں حتی کہ وہ چلا گیا، پھر جبریل آپ کو مزدلفہ لے آئے اور کہا یہ مشعر ہے پھر عرفہ لے آئے اور بتایا عرفہ ہے۔ جبریل نے پوچھا اَعَرَفْتَ کیا آپ نے پہچان لیا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ اسی سے عرفہ کو عرفہ کہتے ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں تلبیہ کیسا تھا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لوگوں میں حج کرنے کے اعلان کا حکم دیا گیا تو پہاڑوں کو حکم ہوا کہ سر جھکا دیں تو انہوں نے سر جھکا دیئے پس آپ کے لئے سارے شہر بلند کئے گئے آپ نے لوگوں میں اعلان حج فرمایا (1)۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابرہیم و اسماعیل کو مناسک سکھائے، عرفات میں ٹھہرنا، مزدلفہ سے چلنا، رمی جمار، بیت اللہ کا طواف، صفا و مروہ کے درمیان سعی۔

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾

"اے ہمارے رب! بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسول انہیں میں سے تاکہ پڑھ کر سنائے انہیں تیری آیتیں اور سکھائے انہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک صاف کر دے۔ انہیں بے شک تو ہی بہت زبردست (اور) حکمت والا ہے"۔

امام احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ام الکتاب میں خاتم النبین تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گوندھے ہوئے تھے، میں تمہیں اس کی ابتداء سے آگاہ کروں گا، (میں) اپنے باپ ابراہیم کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت، اور اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا، اسی طرح انبیاء کرام کی مائیں دیکھتی ہیں (2)۔

امام احمد، ابن سعد، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابو امامہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے معاملہ کی ابتداء کیا ہے۔ فرمایا (میں) دعائے ابراہیم، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں (3) اور میری والدہ نے دیکھا اس سے نور نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔

امام ابن سعد نے طبقات میں اور ابن عساکر نے جو یبر کے طریق سے ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں ابراہیم کی دعا ہوں۔ فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی دیواریں کھڑی کرنے کے بعد یہ دعا مانگی تھی رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (الآیۃ) (4)

1۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 464　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 643

3۔ طبقات ابن سعد، جلد 1، صفحہ 149، مطبوعہ دار صادر بیروت　4۔ ایضاً

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مِّنْهُمْ سے مراد امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے حضرت ابراہیم کو کہا گیا یہ تیری دعا قبول کی گئی ہے وہ رسول آخر زمانہ میں ہوگا (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آیت میں رسولاً سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں (2)۔ امام ابن ابی حاتم نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مذکورہ آیت میں حکمت سے مراد سنت ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حکمت سے مراد سنت ہے۔ فرمایا ان کے ساتھ یہی کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں رسول مبعوث فرمایا جو ان میں سے تھا۔ وہ آپ کا نام ونسب جانتے تھے۔ اس نے انہیں ظلمات سے نور کی طرف نکالا اور انہیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی (3)۔

حضرت ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنی مراسیل میں مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن عطا فرمایا اور حکمت میں سے اس کی دو مثل عطا فرمایا۔

امام ابن جریر نے ابن جریج رحمہ اللہ سے وَيُزَكِّيهِمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ انہیں شرک سے پاک کرتا ہے اور انہیں شرک سے نکالتا ہے (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْعَزِيزُ کا معنی یہ ہے کہ جب وہ انتقام لیتا ہے تو اپنے انتقام میں غالب ہوتا ہے اور حکیم کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حکم میں حکمت پنہاں ہوتی ہے۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

''اور کون روگردانی کرسکتا ہے دین ابراہیم سے بجز اس کے جس نے احمق بنا دیا ہو اپنے آپ کو اور بے شک ہم نے چن لیا ابراہیم کو دنیا میں اور بلاشبہ وہ قیامت کے دن نیکو کاروں میں ہوں گے۔ اور یاد کرو جب فرمایا اس کو اس کے رب نے (اے ابراہیم) گردن جھکا دو۔ عرض کی میں نے اپنی گردن جھکا دی سارے جہانوں کے پروردگار کے سامنے''۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہود ونصاریٰ نے آپ کی ملت سے انحراف کیا تھا۔ یہودیت اور نصرانیت ان کی اپنی بدعت تھی، یہ اللہ کی طرف نہ تھی۔ انہوں نے حضرت ابراہیم کی ملت اسلام کو چھوڑ دیا تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملت ابراہیم کے ساتھ مبعوث کیا تھا۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 644 (عن الربیع) 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 645

امام ابن جریر نے ابن زید سے اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ کے تحت روایت کیا ہے فرمایا جس نے اپنے حصہ میں خطا کی (1)۔
امام ابن ابی حاتم نے ابو مالک رحمہ اللہ سے وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ کا معنی اِخْتَرْنَاهُ (یعنی ہم نے اسے چن لیا ہے) کیا ہے۔

وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ﴿۱۳۲﴾

''اور وصیت کی اسی دین کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے اے میرے بچو! بے شک اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے تمہارے لئے یہی دین، سوتم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو''۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں اسد بن یزید سے روایت کیا ہے کہ مصحف عثمان میں الف کے بغیر وَوَصّٰى تھا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اسلام کی وصیت کی تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو اسی کی مثل وصیت کی تھی (2)۔

امام ثعلبی نے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ تمہارا موت کا وقت ہو تو تمہارا اللہ کے متعلق اچھا گمان ہو۔

امام ابن سعد نے الکلبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے یہ آپ کی اولاد میں سب سے بڑے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجر قبطیہ تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے اسحاق پیدا ہوئے اور آپ کی والدہ سارہ تھی۔ پھر مدن، مدین، بیشان، زمران، اشبق اور شوح پیدا ہوئے، ان کی والدہ قنطوراء خالص عربوں میں سے تھی بیشان کے بیٹے مکہ میں آکر مکین ہوئے۔ مدین، مدین کی زمین میں مقیم ہوئے ان کی وجہ سے اس علاقہ کا نام مدین ہے اور باقی تمام بھی مختلف علاقوں میں چلے گئے۔ دوسروں بیٹوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا اے ہمارے والد محترم آپ نے اسماعیل اور اسحق علیہم السلام کو اپنے ساتھ ٹھہرایا ہے اور ہمیں اجنبی علاقوں میں قیام کرنے کا حکم دیا ہے؟ فرمایا مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم سکھایا جس کے ذریعے ان کو پانی ملتا تھا اور ان کی مدد کی جاتی تھی (3)۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 646 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 648
3۔ طبقات ابن سعد، جلد 1، صفحہ 47، مطبوعہ دار صادر بیروت

”بھلا کیا تم (اس وقت) موجود تھے جب آ پہنچی یعقوب کو موت جب کہ پوچھا اس نے اپنے بیٹوں سے کہ تم کس کی عبادت کرو گے میرے (انتقال کر جانے کے) بعد؟ انہوں نے عرض کی ہم عبادت کریں گے آپ کے خدا کی اور آپ کے بزرگوں ابراہیم و اسمٰعیل اور اسحٰق کے خدا کی جو خدائے وحدہٗ لاشریک ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے“۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کُنْتُم کے مخاطب اہل مکہ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہود، نصاریٰ اور کوئی دوسرا شخص حاضر نہیں تھا جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے اپنی موت کے وقت عہد لیا تھا کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرنا۔ انہوں نے اقرار کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق گواہی دی ہے کہ انہوں نے اپنی عبادت کا اقرار کیا تھا اور وہ مسلمان تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے دادا باپ ہے اور دلیل کے طور پر یہ آیت تلاوت کرتے تھے قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ

امام ابن جریر نے حضرت ابو زید سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل کا ذکر پہلے فرمایا کیوں کہ وہ بڑے تھے (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں چچا کو باپ کہا گیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں خالو والد ہے اور چچا والد ہے۔ اور پھر یہ آیت تلاوت کی قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ ...... الآیہ۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وہ نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ پڑھتے تھے۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

”یہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی انہیں فائدہ دے گا جو (نیک عمل) انہوں نے کمایا اور تمہیں نفع دیں گے جو (نیک اعمال) تم نے کمائے اور نہ پوچھے جاؤ گے تم اس سے جو وہ کیا کرتے تھے“۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ سے مراد ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب اور الاسباط علیہم السلام ہیں۔

وَ قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۳۵﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 651

''اور (یہودی) کہتے ہیں یہودی بن جاؤ (عیسائی کہتے ہیں) عیسائی بن جاؤ (تب) ہدایت پالوگے۔ آپ فرمایئے میرا دین تو دین ابراہیم ہے جو باطل سے منہ موڑنے والا حق پسند تھا اور وہ نہیں تھا شرک کرنے والوں سے''۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبداللہ بن صوریا الاعور نے نبی کریم ﷺ سے کہا ہدایت وہی ہے جس پر ہم کاربند ہیں، اے محمد تو ہماری اتباع کر ہدایت پا جائے گا، نصاریٰ نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ ارشاد نازل فرمایا ہے وَ قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا۔(1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے حنیف کا معنی المستقیم (سیدھا) روایت کیا ہے اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اس کا معنی حاجاً (حج کرنے والا) روایت کیا ہے(2)۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے حنیفاً کا معنی متبعاً (اتباع کرنے والا) روایت کیا ہے(3)۔ ابن ابی حاتم نے خصیف سے اس کا معنی المخلص روایت کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے ابوقلابہ سے روایت کیا ہے کہ حنیف وہ ہوتا ہے جو ابتداء سے لے کر آخر تک تمام نبیوں پر ایمان لائے۔

امام ابن المنذر نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن میں جو حَنِيْفًا مُّسْلِمًا اور حُنَفَاءَ مُسْلِمِيْنَ آیا ہے اس کا معنی حَجَاجاً (حج کرنے والے) ہے۔

امام احمد نے حضرت ابوامامہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے آسان دین حنیف کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔

امام بخاری نے الادب المفرد اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرض کی گئی اللہ کو کون سا دین پسند ہے؟ فرمایا آسان دین حنیف (4)۔

حضرت ابوالترس نے الغرائب میں اور حاکم رحمہ اللہ نے تاریخ میں ابوموسیٰ المدینی نے الصحابہ میں اور ابن عساکر نے حضرت سعد بن عبداللہ بن مالک الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین، آسان دین حنیف ہے۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1 صفحہ 652
2۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 654
3۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 655
4۔ مجمع الزوائد، جلد 1 صفحہ 255 (203)

''کہہ دو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو نازل کیا گیا ہماری طرف اور جو اتارا گیا ابراہیم و اسماعیل و اسحق و یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف اور جو عطا کیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو اور جو عنایت کیا گیا دوسروں نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے، ہم فرق نہیں کرتے ان میں کسی (پر ایمان لانے) میں اور ہم تو اللہ کے فرمانبردار ہیں''۔

امام ابن ابی حاتم نے معقل بن یسار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تورات، زبور اور انجیل پر ایمان لاؤ قرآن تمہاری گنجائش رکھتا ہے۔

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتوں میں پہلی رکعت میں قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ...... الآیۃ کی تلاوت کرتے تھے اور دوسری میں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران) تلاوت کرتے تھے (1)۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتوں میں اکثر پہلی رکعت میں قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ...... الآیۃ اور دوسری رکعت میں قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ...... (آل عمران: 64) تلاوت کرتے تھے (2)۔

امام وکیع نے ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اپنی عورتوں، اپنی اولاد اور اپنے خدام کو ان انبیائے کرام کے اسماء سکھاؤ جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے تاکہ وہ ان پر ایمان لائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے فرمایا قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے الاسباط سے یعقوب علیہ السلام کے بیٹے مراد ہیں اور یہ بارہ تھے ان میں ہر ایک سے امت کا ایک گروہ پیدا ہوا (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الاسباط سے مراد یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یوسف، بنیامین، روبیل، یہوذا، شمعون، لاوی، دان، قہات، کوذ اور بالیوق ہیں (4)۔

امام طبرانی، ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ بن عبد الثمالی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے میں اگر قسم اٹھاؤں تو اس میں سچا ہوں گا کہ میری امت کے پہلے گروہ سے پہلے کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا سوائے بارہ افراد کے (اور وہ یہ ہیں) ابراہیم، اسماعیل، اسحق، یعقوب، الاسباط، موسیٰ وعیسیٰ بن مریم علیہم السلام۔

1۔ سنن نسائی، جلد 1، صفحہ 151، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 450 (1152) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 657 4۔ ایضاً

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (۱۳۷)

''تو اگر یہ بھی ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر وہ منہ پھیریں تو (معلوم ہو گیا کہ) وہی مخالفت پر کمر بستہ ہیں، تو کافی ہو جائے گا آپ کو ان کے مقابلے میں اللہ اور وہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ نہ کہو کیوں اللہ کی کوئی مثل نہیں بلکہ تم فَاِنْ اٰمَنُوْ بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ کہو(1)۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں، خطیب نے اپنی تاریخ میں ابو جمرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فَاِنْ اٰمَنُوْ بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے شِقَاقٍ کا معنی فراق (علیحدگی) روایت کیا ہے۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عثمان تجھے شہید کیا جائے گا جب کہ تو سورۂ بقرہ پڑھ رہا ہوگا اور تیرے خون کا قطرہ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ پر گرے گا۔ علامہ ذہبی مختصر المستدرک میں فرماتے ہیں یہ روایت نرا جھوٹ ہے اور اس کی سند میں احمد بن محمد بن عبد الحمید الجعفی ہے جو متہم بالکذب ہے(2)۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں، ابو القاسم بن بشران نے امالی میں، ابو نعیم نے المعرفہ میں اور ابن عساکر نے ابو سعید مولی بنی اسد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب مصری لوگ حضرت عثمان پر حملہ آور ہوئے تو قرآن کریم آپ کے سامنے پڑا تھا انہوں نے آپ کے ہاتھوں پر تلوار ماری تو آپ کا خون فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ پر گرا، آپ نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور کہا اللہ کی قسم یہ پہلا ہاتھ ہے جس نے مفصل (سورتیں) لکھی تھیں۔

امام ابن ابی حاتم نے نافع بن ابی نعیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بعض خلفاء کی طرف حضرت عثمان کا مصحف بھیجا گیا، میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا مصحف آپ کی گود میں تھا جب آپ کو شہید کیا گیا تھا اور خون فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ پر گرا تھا نافع نے فرمایا میری آنکھوں نے خون اس آیت پر خود دیکھا۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں عمرہ بنت ارطاۃ العدویہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل والے سال مکہ کی طرف نکلی، ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو ہم نے اس مصحف کو دیکھا جو شہادت کے وقت آپ کی گود میں تھا آپ کے خون کا پہلا قطرہ اس آیت فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ پر گرا، عمرہ کہتی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 659 2۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 110 (4555) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ہیں جنہوں نے آپ پر حملہ کیا تھا ان میں سے کوئی بھی صحیح موت نہیں مرا۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

"(ہم پر) الله کا رنگ (چڑھا ہے) اور کس کا رنگ خوبصورت ہے الله کے رنگ سے ہم تو اسی کے عبادت گزار ہیں"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہ الله نے حضرت ابن عباس رضی الله عنہما سے روایت کیا ہے کہ صِبْغَةَ اللّٰهِ سے مراد الله کا دین ہے(1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہ الله نے حضرت مجاہد رحمہ الله سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ فطرت ہے جس پر الله نے لوگوں کو پیدا کیا(2)۔

امام ابن مردویہ اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی الله عنہما کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ کیا تیرا رب رنگ کرتا ہے، فرمایا الله سے ڈرو، الله تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی اے موسیٰ وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا تیرا رب رنگ کرتا ہے، آپ کہہ دیجئے ہاں میں سرخ، سفید اور سیاہ رنگ کرتا ہوں، تمام رنگ میرے رنگنے میں ہیں اور الله تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی۔ اس حدیث کو ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس رضی الله عنہما سے موقوف نقل کیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے قتادہ رحمہ الله سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہود اپنے بیٹوں کو یہودی رنگ کرتے تھے اور نصاریٰ اپنے بیٹوں کو نصاری رنگ کرتے تھے اور الله کا رنگ اسلام ہے اور اسلام جو الله کا رنگ ہے اس سے خوبصورت اور پاکیزہ رنگ نہیں ہے، یہ وہ الله کا دین ہے جس کے ساتھ الله تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء کو مبعوث فرمایا(3)۔

امام ابن النجار نے تاریخ بغداد میں حضرت ابن عباس رضی الله عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد سفید رنگ ہے۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 661 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 662 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 660

’’آپ فرمائیے کیا تم جھگڑتے ہو ہمارے ساتھ اللہ کے بارے میں حالانکہ وہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک اور ہمیں ہمارے اعمال اور تمہیں تمہارے اعمال فائدہ پہنچائیں گے ہم تو اسی کی اخلاص سے عبادت کرتے ہیں۔ کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور ان کے بیٹے یہودی تھے یا عیسائی؟ فرمائیے کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو چھپاتا ہے گواہی جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس ہے اور اللہ بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔ وہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اسے ملے گا جو اس نے کمایا اور تمہیں ملے گا جو تم نے کمایا اور تم سے نہ پوچھا جائے گا اس سے جو وہ کیا کرتے تھے‘‘۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت بن عباس سے تُحَآجُّوْنَنَا کا ترجمہ تُخَاصِمُوْنَنَا (تم ہم سے جھگڑتے ہو) روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تُجَادِلُوْنَنَا (تم ہم سے جھگڑتے ہو) روایت کیا ہے (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے وَ مَنْ اَظْلَمُ الخ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ یہ یہود کے متعلق ہے کیونکہ انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام اور دوسرے انبیاء کے متعلق کہا کہ وہ یہود یا نصاریٰ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تمہارے پاس اس کی کوئی شہادت ہے تو مجھ سے وہ شہادت نہ چھپاؤ جب کہ اللہ جانتا ہے کہ تم جھوٹے ہو (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ اہل کتاب ہی تھے جنہوں نے اسلام کو چھپایا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ یہ اللہ کا دین ہے اور انہوں نے یہودیت اور نصرانیت کو اپنایا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وصفات پر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش کی حالانکہ وہ جانتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یعنی قوم کے پاس اللہ کی طرف سے شہادت تھی کہ انبیاء کرام یہودیت اور نصرانیت سے بری ہیں (4)۔

امام ابن جریر نے قتادہ اور ربیع رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ سے مراد ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب علیہم السلام اور الاسباط ہیں (5)۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے ابوالملیح رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں چالیس سے سو تک یا اس سے زائد افراد امت ہیں۔

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

’’اب کہیں گے بے وقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا ان (مسلمانوں) کو اپنے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے؟

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 663 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 664 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 665
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 667

آپ فرمائیے اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی، ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف''۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ابوداؤد (الناسخ میں)، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن حبان اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت البراء بن عازب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اپنے ننہال انصار کے پاس ٹھہرے۔ آپ ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ آپ کو پسند یہ تھا کہ آپ کا قبلہ کعبہ ہو۔ آپ ﷺ نے پہلی نماز جو بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھی وہ عصر کی نماز تھی۔ اور آپ کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح یہ نماز پڑھی پھر ان میں سے ایک شخص جنہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تھی وہ ایک دوسری مسجد کے نمازیوں کے پاس سے گزرا جب کہ وہ رکوع میں تھے۔ اس شخص نے کہا میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ وہ نماز کی حالت میں بیت اللہ کی طرف گھوم گئے، پھر انہیں یہ پریشانی ہوئی کہ جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے رہے جب کہ ابھی قبلہ نہیں بدلا تھا اور وہ لوگ جو شہید ہو گئے ان کی نمازوں کا کیا بنے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (بقرہ: 143) (1)۔

امام ابن اسحٰق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور اکثر آسمان کی طرف دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاۗءِ ...... الآیۃ (بقرہ: 144) کئی مسلمانوں نے کہا ہم خواہش کرتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ جنہوں نے تحویل قبلہ سے پہلے نمازیں پڑھی ہیں ان کا کیا بنے گا اور ہماری جو بیت المقدس کی طرف نمازیں تھیں ان کا کیا ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ (بقرہ: 143) بے وقوف لوگوں نے کہا یعنی اہل کتاب نے کہا ان کو پہلے قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا ہے جس پر پہلے یہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل کیا۔ سَيَقُوْلُ السُّفَهَاۗءُ مِنَ النَّاسِ ...... (الآیۃ)

امام ترمذی، نسائی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، دارقطنی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں۔ آپ کعبہ کی طرف نماز پڑھنا پسند کرتے تھے۔ آپ آسمان کی طرف سر اٹھاتے تھے تو اللہ نے قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ (الآیہ) نازل فرمائی پھر آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔ لوگوں میں سے نادان یعنی یہود نے کہا ان کو اس قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا ہے جس پر یہ پہلے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (2)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اور النحاس نے الناسخ میں اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی

1۔ صحیح بخاری، باب التوجہ الی القبلۃ، جلد 1، صفحہ 57، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 7۔ سنن نسائی، جلد 1، صفحہ 85، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی 2۔ سنن نسائی، جلد 1، صفحہ 85

اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سب سے پہلے قرآن میں قبلہ کا نسخ واقع ہوا۔ واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو یہاں اکثریت یہود کی تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا۔ یہود اس سے خوش ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ دس سے زائد مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ لیکن آپ حضرت ابراہیم کا قبلہ پسند فرماتے تھے، آپ دعا کرتے تھے اور آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔ اسی پر اللہ تعالیٰ نے قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ کا ارشاد نازل فرمایا۔ یہود کو اس سے شک ہوا تو انہوں نے کہا ان کو اس قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا ہے جس پر یہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا: قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ اور فرمایا فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرہ:115)(1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوداؤد (الناسخ میں)، النحاس اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں جب کہ کعبہ بھی آپ کے سامنے ہوتا تھا۔ پھر سولہ مہینے آپ مدینہ طیبہ میں بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھتے رہے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دے دیا۔

امام ابوداؤد نے الناسخ میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن میں پہلا نسخ قبلہ کا ہوا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ محمد ﷺ بیت المقدس کی چٹان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور یہ یہود کا قبلہ تھا، آپ سترہ ماہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے تا کہ یہود ایمان لے آئیں اور آپ کی اتباع کریں اور اس کے ساتھ وہ ان پڑھ عربوں کو دعوت دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ...... الآیۃ۔ اور فرمایا قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ۔ ابن جریر نے عکرمہ سے مرسلاً نقل کی ہے۔

امام ابوداؤد نے الناسخ میں ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت المقدس کی طرف دیکھا تو جبریل سے کہا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہود کے قبلہ کے علاوہ قبلہ کی طرف پھیر دے۔ جبریل نے کہا میں بھی آپ کی طرح بندہ ہوں، میں کسی چیز کا مالک نہیں سوائے اس کے کہ جو مجھے حکم دیا جاتا ہے۔ اپنے رب سے دعا مانگو اور اس کا سوال کرو۔ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ آسمان کی طرف اس امید پر دیکھتے رہتے تھے کہ جبریل وہ حکم لائے گا جو میں نے سوال کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ۔ فرمایا تم ہمیشہ اپنے سوال کی خاطر آسمان کی طرف دیکھتے رہے۔ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پس اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔ پس آپ ﷺ نے نماز کے اندر ہی اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دیا۔ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ یعنی زمین کے جس حصہ میں ہو فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ نماز میں اپنے چہرے پھیر لو (شَطْرَهٗ) کعبہ کی طرف۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قبلہ شام سے کعبہ کی طرف رجب میں تبدیل ہوا تھا جب کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ آمد کو سترہ ماہ گزر چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس رفاعہ بن قیس، قردم بن عمرو، کعب بن اشرف، نافع بن ابی نافع، حجاج بن عمرو جو کعب بن

1۔ تفسیر طبری، جلد 1، صفحہ 577

اشرف کا حلیف تھا۔ الربیع بن ابی الحقیق، کنانہ بن ابی الحقیق آئے اور کہا اے محمد (ﷺ) آپ کو اس قبلہ سے کس چیز نے پھیرا ہے جس پر آپ پہلے تھے حالانکہ تم کہتے ہو کہ تم ملت ابراہیم اور دین ابراہیم پر ہو، آپ پہلے قبلہ کی طرف لوٹ جائیں تو ہم آپ کی اتباع کریں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے۔ وہ آپ کو اپنے دین سے برگشتہ کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ؕ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۝ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ؕ وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الآیہ......

وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِیْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ یہ (حکم) اگرچہ بہت بھاری ہے لیکن ان لوگوں پر نہیں جن کو اللہ نے ثابت قدمی عطا فرمائی۔ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَكُمْ یعنی تمہاری نماز جو قبلۂ اولی کی طرف پڑھی گئی اور تمہاری اپنے نبی کی تصدیق اور تمہاری دوسرے قبلہ کی طرف آپ ﷺ کی اتباع کسی چیز کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں فرمائے گا۔ ان تمام چیزوں کا تمہیں اجر عطا فرمائے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ...... فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ۝ (البقرہ) (1)

امام وکیع، عبد بن حمید، ابوداؤد (الناسخ میں)، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ السُّفَهَآءُ سے مراد یہود ہیں (2)۔

امام ابوداؤد نے (الناسخ میں) مجاہد رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن میں پہلا نسخ قبلہ کا ہے پھر پہلی نماز کا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ بیت المقدس کی طرف سولہ ماہ نماز پڑھتے رہے پھر بعد میں قبلہ تبدیل ہو گیا (3)۔

امام بیہقی نے دلائل میں زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے مکہ سے نکلنے کے سترہ ماہ بعد رجب میں قبلہ مسجد حرام کی طرف پھیرا گیا اور رسول اللہ ﷺ آسمان کی طرف اپنا چہرہ اٹھاتے تھے جب کہ آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی طرف اپنا چہرہ پھیرنے کا حکم نازل فرمایا تو بے وقوف لوگ یعنی یہود نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ شخص اپنے شہر اور اپنے باپ کے بنائے ہوئے گھر سے محبت کرنے لگا ہے، ان لوگوں کو کیا ہے کہ کبھی ایک سمت منہ کرتے ہیں اور کبھی دوسری سمت منہ کرتے ہیں، صحابہ کرام میں بعض نے کہا ان لوگوں کا کیا ہوگا جو ہم میں سے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے فوت ہو گئے ہیں، مشرکین خوش ہوئے اور کہا کہ محمد ﷺ پر قبلہ کا معاملہ ملتبس ہو گیا ہے، ہوسکتا ہے وہ تمہارے دین پر آجائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں (4)۔

امام ابن جریر نے السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ نے کعبہ کی طرف منہ کیا تو لوگوں

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 575، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 5
3۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 118 (1967) مطبوعہ دار الفکر بیروت
4۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 574

میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ لوگ مختلف نظریات رکھتے تھے۔ منافقین نے کہا ان لوگوں کو کیا ہے، ایک وقت تک ایک قبلہ پر رہتے ہیں پھر اسے چھوڑ کر دوسرے قبلہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، مسلمانوں نے کہا کاش ہمیں اپنے ان بھائیوں کے متعلق معلوم ہو جاتا جو وصال کر گئے ہیں جب کہ انہوں نے بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھی تھیں، کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی نمازیں قبول فرمائی ہیں یا نہیں؟ یہود نے کہا، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے باپ کے شہر اور اپنے مولد سے محبت کرنے لگا ہے، اگر وہ ہمارے قبلہ پر ثابت قدم رہتا تو ہم امید کر سکتے تھے کہ یہ وہ ہمارا ساتھی ہے جس کے ہم منتظر تھے۔ مکہ کے مشرکین نے کہا، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اپنا دین خلط ملط ہو گیا ہے، اس نے تمہارے قبلہ کی طرف توجہ کی ہے، اسے معلوم ہو گیا ہے کہ تم اس سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔ ہو سکتا ہے تمہارے دین میں داخل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ...... اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ تک آیات نازل فرمائیں اور اس کے بعد والی آیات دوسرے دو گروہوں کے متعلق نازل فرمائیں (1)۔

امام مالک، ابوداؤد (الناسخ میں)، ابن جریر اور بیہقی نے دلائل میں حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ آمد کے بعد سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی پھر جنگ بدر سے دو مہینے پہلے کعبہ کو قبلہ بنایا گیا (2)۔

امام ابن عدی اور بیہقی نے السنن اور دلائل میں حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے سعد بن ابی وقاص کو یہ فرماتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ آنے کے بعد سولہ ماہ بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں پھر جنگ بدر سے دو ماہ قبل مسجد حرام کو قبلہ بنایا گیا (3)۔

امام ابوداؤد نے الناسخ میں حضرت سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف ربیع الاول سے جمادی الآخرہ تک نماز پڑھی۔

امام ابن جریر نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ انصار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ آنے سے پہلے تین سال بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ آنے کے بعد سولہ ماہ قبلۂ اولیٰ کی طرف نماز پڑھی (4)۔

امام ابن جریر نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ آنے کے بعد سولہ ماہ پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی۔

امام ابن جریر نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ آئے تو تیرہ ماہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی (5)۔

امام البزار، ابن جریر نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نو یا دس ماہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی، آپ ایک دفعہ مدینہ میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے جب کہ دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف پڑھ چکے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا چہرہ کعبہ کی طرف پھیر دیا، بے وقوفوں نے کہا انہیں اپنے قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا ہے جس پر پہلے تھے (6)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 18 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 8 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 8 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ نہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی ان میں سے میرے سوا کوئی بھی باقی نہیں رہا (1)۔

امام ابوداؤد (الناسخ میں)، ابویعلی اور بیہقی رحمہم اللہ نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے پھر جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرہ:144) تو بنی سلمہ کے پاس سے ایک شخص گزرا جب کہ وہ نماز کے رکوع میں تھے اور فجر کی نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ رہے تھے، اس نے بلند آواز سے کہا، خبردار قبلہ کعبہ کی طرف تبدیل ہو چکا ہے، اس نے یہ جملہ دو مرتبہ کہا وہ رکوع کی حالت میں ہی کعبہ کی طرف پھر گئے (2)۔

امام مالک، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ابوداؤد (الناسخ میں) اور نسائی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ صبح کی نماز قباء میں پڑھ رہے تھے، ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن اترا ہے، حکم دیا گیا ہے کہ وہ کعبہ کی طرف منہ کر لیں، پس تم کعبہ کی طرف منہ کر لو، پہلے ان کے چہرے شام کی طرف تھے پس وہ کعبہ کی طرف پھر گئے (3)۔

زبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں عثمان بن عبد الرحمٰن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو قبلہ کے متعلق امر الٰہی کا انتظار کرتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کے افعال میں سے کئی ایسے افعال کرتے تھے جن کا نہ آپ کو حکم دیا گیا تھا اور نہ آپ کو منع کیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے، آپ دو رکعت پڑھ چکے تو جبریل امین تشریف لائے اور اشارہ کیا کہ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں اور جبریل نے بھی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ (البقرہ:144) نازل فرمائی اور وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ کا ارشاد نازل فرمایا۔ منافقین نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زمین اور اپنی قوم کی طرف اشتیاق کرنے لگا ہے اور مشرکین نے کہا محمد نے ہمیں اپنا قبلہ اور وسیلہ بنانے کا ارادہ کیا ہے اور اس نے جان لیا ہے کہ ہمارا دین ان کے دین سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے اور یہود نے مومنین سے کہا، تمہیں کس چیز نے مکہ کی طرف پھیرا ہے اور کس وجہ سے تم نے موسیٰ علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور دوسرے انبیائے کرام کے قبلہ کو چھوڑا ہے۔ قسم بخدا تم فتنہ میں مبتلا کئے گئے ہو۔ مومنین نے کہا ہماری قوم میں جو افراد فوت ہو چکے ہیں معلوم نہیں کہ ہمارے اور ان کے قبلہ کا ایک حکم ہے یا نہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ سے بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ تک آیات نازل فرمائیں۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قبلہ کے حکم میں آزمائش تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد سولہ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی طرف منہ کر

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 645، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

2۔ مسند ابویعلی، جلد 3، صفحہ 331 (3814) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ سنن نسائی، جلد 1، صفحہ 85، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

نے کا حکم فرمایا۔ بعض لوگوں نے کہا انہیں کس چیز نے قبلہ سے پھیر دیا ہے جس پر پہلے یہ تھے، اس شخص کو اپنے پیدائشی وطن سے محبت ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ۭ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ بعض لوگوں نے کہا اب قبلہ بدل گیا ہے، وہ اعمال جو ہم نے قبلہ اولیٰ میں کئے تھے ان کا کیا بنے گا؟ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کبھی کسی امر سے آزماتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ اطاعت گزار کون ہے اور نافرمان کون ہے اور قضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم ختم کرنا، اخلاص اور ایمان میں کئی درجات ہیں۔ ان میں سے ہر ایک مقبول ہے۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ نے عمارہ بن اوس الانصاری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم ظہر یا عصر کی نماز پڑھ رہے تھے، ایک شخص دروازے پر کھڑا ہوا جب کہ ہم نماز میں تھے۔ اس شخص نے بلند آواز سے کہا نماز کعبہ کی طرف واجب ہو گئی ہے پس ہمارا امام، عورتیں اور بچے سب کعبہ کی طرف پھر گئے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور البزار نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی کرنے والا آیا، اس نے کہا اب قبلہ بیت اللہ کو بنا دیا گیا ہے جب کہ امام دو رکعتیں پڑھ چکا تھا۔ پس سب لوگ گھوم گئے اور بقیہ دو رکعتیں کعبہ کی طرف ادا کیں۔

ابن سعد نے محمد بن عبد اللہ بن جحش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی، قبلہ بیت اللہ کو بنایا گیا جب کہ ہم ظہر کی نماز میں تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی طرف پھر گئے تو ہم بھی آپ کے ساتھ پھر گئے۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ فرماتے ہیں وہ ان کی شبہات، ضلالات اور فتنوں سے نکلنے کی جگہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

امام احمد اور بیہقی نے سنن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب اتنا کسی چیز پر ہم سے حسد نہیں کرتے جتنا کہ جمعہ کے متعلق ہم سے حسد کرتے ہیں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہماری راہنمائی فرمائی اور وہ اس کو نہ پا سکے۔ نیز وہ ہم سے قبلہ پر حسد کرتے ہیں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہماری راہنمائی فرمائی اور وہ اسے گم کر بیٹھے اور وہ ہم سے حسد کرتے ہیں جو ہم امام کے پیچھے آمین کہتے ہیں۔

امام طبرانی نے عثمان بن حنیف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے آنے سے پہلے صرف اللہ پر ایمان لانے کے قول کی طرف بلاتے تھے اور بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کی طرف دعوت دیتے تھے جب ہماری طرف ہجرت فرمائی اور فرائض نازل ہوئے۔ مدینہ نے مکہ کو منسوخ کر دیا اور بیت الحرام نے بیت المقدس کو منسوخ کر دیا پس ایمان قول اور عمل دونوں پر مشتمل ہوگیا (2)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم اس وقت رسول اللہ

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 1، صفحہ 243، مطبوعہ دار صادر بیروت 2۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 121 (1976) مطبوعہ دار الفکر بیروت

ﷺ کے ہمراہ تھے جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ پس آپ ﷺ نے سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی پھر قبلہ کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا (1)۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

”اور اسی طرح ہم نے بنا دیا تمہیں (اے مسلمانو) بہترین امت تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور (ہمارا) رسول تم پر گواہ ہو اور نہیں مقرر کیا ہم نے (بیت المقدس کو) قبلہ جس پر آپ (اب تک) رہے مگر اس لئے کہ ہم دیکھ لیں کہ کون پیروی کرتا ہے (ہمارے) رسول کی (اور) کون مڑتا ہے الٹے پاؤں۔ بے شک یہ (حکم) بہت بھاری ہے مگر ان پر (بھاری نہیں) جنہیں اللہ نے ہدایت فرمائی اور نہیں اللہ کی یہ شان کہ ضائع کر دے تمہارا ایمان بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت ہی مہربان (اور) رحم فرمانے والا ہے“۔

امام سعید بن منصور، احمد، ترمذی، نسائی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، الاسماعیلی رحمہم اللہ (اپنی صحیح میں) اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابو سعید کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے مذکورہ آیت میں وَّسَطًا کا معنی عدلًا روایت کیا ہے (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے وَّسَطًا کا معنی عدلًا روایت کیا ہے (3) امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی معنی روایت کیا ہے (4)۔

امام ابن سعد نے القاسم بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تم کون ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کیا کہتے ہو؟ اس شخص نے کہا ہم کہتے ہیں تم سبط ہو اور تم کہتے ہو تم وسط ہو۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا سبحان اللہ۔ سبط بنی اسرائیل میں تھا اور امت وسط تمام امت محمد ﷺ ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو سعید سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا

1۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 119 (1969) مطبوعہ دار الفکر بیروت
2۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 120 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 12
4۔ ایضاً

ان سے پوچھا جائے گا تم نے پیغام توحید پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے ہاں۔ پھر ان کی امت کو بلایا جائے گا پھر ان سے پوچھا جائے گا کیا نوح نے تمہیں پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا اور کوئی شخص نہیں آیا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام سے ارشاد ہوگا تمہارا گواہ کون ہے؟ وہ کہیں گے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت۔ اس آیت میں اسی عدالت کا ذکر ہے۔ الوسط کا معنی عدل ہے۔ پس تمہیں بلایا جائے گا۔ تم نوح علیہ السلام کی تبلیغ کی گواہی دو گے اور میں تم پر گواہی دوں گا (1)۔

امام سعید بن منصور، احمد، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے البعث والنشور میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز ایک نبی تشریف لائے گا اور اس کے ساتھ ایک شخص ہوگا، ایک اور نبی تشریف لائے گا اس کے ساتھ دو شخص ہوں گے اور (کسی کے ساتھ) اس سے زیادہ (امتی) ہوں گے۔ نبی کی قوم کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کیا اس نبی نے تمہیں پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے نہیں۔ پھر نبی سے پوچھا جائے گا کیا تو نے پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہے گا ہاں۔ اسے کہا جائے گا تیری اس پیغام رسانی پر کون گواہ ہے؟ وہ نبی کہے گا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کو بلایا جائے گا۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کیا اس نبی نے اپنی امت کو پیغام پہنچا دیا تھا وہ کہیں گے ہاں۔ ان سے سوال ہوگا تمہیں کیسے علم ہے، امت محمدیہ کہے گی ہمارے نبی تشریف لائے تھے تو انہوں نے ہمیں بتایا تھا کہ رسولوں نے پیغام پہنچا دیا تھا۔ اس آیت میں یہی مراد ہے۔ وَّسَطًا کا معنی عدلاً ہے (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے فرمایا میں اور میرے امتی قیامت کے روز ایک ٹیلے پر مخلوق کو دیکھ رہے ہوں گے، اس وقت ہر شخص یہی خواہش کرے گا کہ وہ ہم میں سے ہوتا اور ہر نبی کی اپنی قوم تکذیب کرے گی اور ہم گواہی دیں گے اس نے اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا تھا (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے تحت روایت کیا ہے تم گواہی دو گے کہ رسولوں نے پیغام الٰہی پہنچا دیا تھا اور رسول تم پر گواہی دے گا جو تم نے کیا ہوگا (4)۔

امام ابن المنذر اور حاکم (انہوں نے اس کو صحیح بھی کہا ہے) نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی سلمہ کے ایک جنازہ میں تشریف لائے اور میں آپ کے پہلو میں تھا، بعض لوگوں نے کہا اللہ کی قسم یا رسول اللہ! یہ شخص بہت اچھا تھا، یہ پاک دامن مسلمان تھا اور یہ ایسا تھا۔ انہوں نے اس کی خوب تعریف کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو یہ کہتا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ جو ہمارے لئے ظاہر ہوتا ہے (ہم وہی کہتے ہیں) اسرار کو تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وَجَبَتْ (اس پر جنت واجب ہوگئی)۔ راوی فرماتے ہیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بنی حارثہ کے ایک شخص کے جنازہ میں تھے یا بنی عبدالاشہل کے جنازہ میں تھے، ایک شخص نے کہا یہ انسان بہت برا تھا، ہمیں جہاں تک علم ہے یہ فحش کلام تھا، یہ ایسا تھا، یہ ایسا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ایسا کہتے ہو؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

1۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 120، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان 2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 618 (222) مطبوعہ دار الصمیعی مکہ مکرمہ
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 13 4۔ ایضاً

باطن کی باتیں تو اللہ بہتر جانتا ہے ہم تو وہی کہتے ہیں جو ظاہر ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وَجَبَتْ (اس پر دوزخ واجب ہوگئی) پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔(1)

امام الطیالسی، احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور حکیم ترمذی رحمہم اللہ (نوادر الاصول) نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ ایک جنازہ کے پاس سے گزرے، اس میت کی بہت تعریف کی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا وجبت وجبت وجبت پھر ایک جنازہ سے گزرے اس کی برائی بیان کی گئی نبی کریم ﷺ نے فرمایا وجبت وجبت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جملہ کی وجہ پوچھی تو فرمایا جس کی تم نے تعریف کی ہے اس کے لئے جنت واجب ہے اور جس کا ذکر تم نے شر کے ساتھ کیا ہے اس پر دوزخ واجب ہے، تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔ یہ جملہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔ حکیم ترمذی نے یہ زائد ذکر کیا ہے کہ پھر آپ ﷺ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ الخ کی آیت تلاوت کی (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، ترمذی، نسائی رحمہم اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا میت کی خیر کے ساتھ تعریف کی گئی۔ حضرت عمر نے فرمایا وجبت وجبت پھر ایک جنازہ گزرا، اس کا شر کے ساتھ ذکر کیا گیا تو حضرت عمر نے فرمایا وجبت۔ الاسود نے پوچھا کیا واجب ہوا ہے۔ فرمایا میں نے بالکل اسی طرح کہا ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا جس مسلمان کے متعلق چار شخص خیر کی گواہی دے دیں اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ہم نے پوچھا حضور! جس کے متعلق تین گواہی دیں؟ فرمایا تین (کا بھی یہی حکم ہے)۔ ہم نے عرض کی جس کے متعلق دو خیر کی گواہی دیں فرمایا دو (کا بھی یہی حکم ہے) پھر ہم نے آپ سے ایک کے متعلق نہیں پوچھا (3)۔

امام احمد، ابن ماجہ، طبرانی، البغوی، حاکم (فی الکنی)، دارقطنی (فی الافراد)، حاکم (فی المستدرک) اور بیہقی رحمہم اللہ نے (فی السنن) حضرت ابوزہیر ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ قریب ہے تم اپنے نیکوکاروں کو برے لوگوں سے جان لو۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ کیسے؟ فرمایا اچھی تعریف اور بری تعریف کے ساتھ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو (4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ ایک جنازہ پر نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے، لوگوں نے کہا یہ اچھا آدمی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وجبت (اس کے لئے جنت واجب ہوگئی) ایک اور جنازہ لایا گیا لوگوں نے کہا یہ برا آدمی تھا، فرمایا وجبت (اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی)۔ حضرت ابی بن کعب نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (5)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 294 (3061) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 183، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
3۔ ایضاً
4۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 120، مطبوعہ مکتبۃ النصر الحدیثیہ
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 13

امام احمد، ابویعلی، ابن حبان، حاکم، ابونعیم نے الحلیہ میں، بیہقی نے شعب الایمان میں اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان مرجائے اور اس کے قریبی پڑوسی گھروں میں سے چار افراد اس کے متعلق یہ گواہی دے دیں کہ وہ تو اس کے متعلق خیر ہی جانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے تمہاری گواہی اس کے حق میں قبول فرمائی اور جو اس کے اعمال تم نہیں جانتے وہ میں نے اس کے معاف کردیئے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ہناد، ابن جریر اور طبرانی نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایک انصاری کا جنازہ گزرا تو اس کی خیر کے ساتھ تعریف کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وجبت، پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا تو اس کا ذکر اس کے برعکس کیا گیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وجبت۔ عرض کی یا رسول اللہ کیا واجب ہوا ہے؟ فرمایا ملائکہ آسمان میں اللہ کے گواہ ہیں اور تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو (2)۔

الخطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان فوت ہوتا ہے اور اس کے متعلق اس کے قریبی پڑوسیوں میں سے دو شخص گواہی دیتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ ہم تو اس کے متعلق خیر ہی جانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں تم گواہ رہو، میں نے ان دونوں کی شہادت قبول کی ہے اور جو یہ نہیں جانتے وہ گناہ میں نے معاف فرما دیئے ہیں۔

امام الفریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس امت کو ایسی تین خصلتیں عطا کی گئی ہیں جو کسی کو عطا نہیں کی گئیں سوائے انبیائے کرام علیہم السلام کے۔ نبی کو کہا جاتا ہے تبلیغ کرو کوئی حرج نہیں ہے اور تو اپنی قوم پر گواہ ہے اور تو دعا کر تیری دعا قبول کروں گا۔ اور اس امت کو بھی یہی کہا گیا ہے مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج: 78) اور نہیں روا رکھی اس نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی۔ لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔ تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (غافر: 60)

امام ابن جریر نے زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے روز امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کی نوازشات و عنایات دیکھ کر دوسری امتیں کہیں گی اللہ کی قسم قریب تھا کہ یہ تمام امت انبیاء ہوتی (3)۔

امام ابن المبارک نے الزہد میں اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت حبان بن ابی جبلہ رحمہ اللہ سے نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے بندوں کو جمع فرمائے گا سب سے پہلے حضرت اسرافیل کو بلایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا تو نے میرے عہد کے ساتھ کیا کیا۔ کیا تو نے میرا عہد پہنچا دیا تھا؟ وہ کہے گا ہاں، میں نے یا رب وہ پیغام جبریل کو پہنچا دیا تھا۔ پھر جبریل کو بلا کر پوچھا جائے گا کیا اسرافیل نے تجھے میرا عہد پہنچا دیا تھا؟ جبریل کہے گا جی ہاں۔ اسرافیل بری ہو جائے گا پھر جبریل سے پوچھا جائے گا۔ کیا تو نے میرا عہد پہنچا دیا تھا؟ وہ کہے گا ہاں میں نے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1 صفحہ 534، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 14

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 15

رسل کو پہنچا دیا تھا، رسل کو بلا کر پوچھا جائے گا کیا جبریل نے میرا پیغام تمہیں پہنچا دیا تھا؟ رسل کہیں گے ہاں۔ جبریل کو بھی چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر رسولوں سے سوال ہوگا کیا تم نے میرا عہد پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے جی ہاں ہم نے امتوں کو پیغام پہنچا دیا تھا۔ امتوں کو بلایا جائے گا ان سے پوچھا جائے گا کیا رسل نے تمہیں میرا عہد پہنچا دیا تھا بعض امتیں تکذیب کریں گی اور بعض تصدیق کریں گی۔ رسل عرض کریں گے ہمارے پاس ان کے خلاف گواہ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کون؟ رسل کہیں گے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر پوچھا جائے گا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ رسل نے امتوں کو پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے جی ہاں۔ دوسری امتیں کہیں گی یارب ہمارے خلاف وہ کیسے گواہی دے رہے ہیں جنہوں نے ہمارا دور پایا ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا (اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم ان کے متعلق کیسے گواہی دے رہے ہو جب کہ تم نے ان کو پایا ہی نہیں ہے؟ امت محمد یہ عرض کرے گی اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف رسول مبعوث فرمایا تھا اور تو نے ہم پر کتاب نازل کی تھی اور تو نے اس کتاب میں ہمیں بتایا تھا کہ رسل نے پیغام پہنچا دیا تھا۔ ہم نے اس کے مطابق گواہی دی ہے جو تو نے ہمیں بتایا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا انہوں نے سچ کہا۔ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا الخ کے ارشاد میں یہی مراد ہے الوسط کا معنی عدل ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ کے طریق سے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے روز تم لوگوں پر گواہ ہو گے، وہ نوح علیہ السلام، قوم ہود، قوم صالح، قوم شعیب پر گواہ ہوں گے اور امت محمد یہ گواہی دے گی کہ رسولوں نے انہیں پیغام پہنچایا اور انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ ابوالعالیہ نے فرمایا ابی کی قرأت میں ہے لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

امام ابن ابی حاتم نے عطاء رحمہ اللہ سے وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا کے تحت روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے کہ جب ان کے پاس حق پہنچا تو یہ اس پر ایمان لائے تھے اور اس کو قبول کیا تھا اور اس کی تصدیق کی تھی۔

عبد بن حمید نے حضرت عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کے اذن سے ایک نبی تشریف لائے گا جب کہ اس کے ساتھ ایک امتی بھی نہ ہوگا، اس کے حق میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دے گی کہ اس نبی نے اپنی امت کو پیغام پہنچایا تھا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ارشاد ہوگا اے نوح کیا تو نے پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے ہاں یارب! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تیرا گواہ کون ہے؟ حضرت نوح عرض کریں گے یارب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت۔ فرمایا جب بھی کسی نبی کو بلایا جائے گا تو اس کی امت اس کی تکذیب کرے گی۔ لیکن یہ امت (محمد یہ) اس کی تبلیغ کرنے کی گواہی دے گی۔ جب اس امت کے بارے سوال ہوگا تو کسی اور سے نہیں صرف ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جائے گا۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حبان بن ابی جبلہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ٹیلے پر امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلند کی جائے گی، وہ رسولوں کے حق میں امتوں کے خلاف پیغام حق پہنچانے کی گواہی دے گی اور ان میں سے ہر وہ شخص گواہی دے گا جس کے دل میں اپنے مسلمان بھائی کے متعلق کوئی کجی نہیں ہوگی۔

امام مسلم، ابوداؤد اور حکیم ترمذی رحمہم اللہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 15

ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز لعنت کرنے والے شہداء اور شفعاء نہ ہوں گے (1)۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا۔

امام ابن جریر نے عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اس آیت میں قبلہ سے مراد بیت المقدس ہے۔ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں آزماتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون اطاعت کرتا ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اِلَّا لِنَعْلَمَ کا مطلب یہ ہے کہ تاکہ اہل یقین کو اہل شک سے ممتاز کر دے۔ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً یعنی تحویل قبلہ اہل شک کے لئے بہت بڑا عمل ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ بھی مرتد ہو گئے تھے انہوں نے بھی کہا تھا کہ کبھی ادھر اور کبھی ادھر۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً کے تحت روایت کیا ہے انہیں جو بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پھرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ بہت برا تھا (2)۔

امام وکیع، الفریابی، الطیالسی، احمد، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، المنذر، ابن حبان، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے فرمایا جب رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی طرف چہرہ پھیرا تو مسلمانوں نے عرض کی ان لوگوں کی کیا کیفیت ہوگی جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے بعد فوت ہو گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ۔ (3)

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ سے مراد بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھی گئی نمازیں ہیں (4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی ارشاد کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ نماز جو تم نے قبلہ کی تبدیلی سے پہلے پڑھی ہے وہ ضائع نہ ہوگی۔ مومنین پریشان ہو گئے تھے کہ ان کی نمازیں قبول نہ ہوں گی جو بیت المقدس کی طرف پڑھ کر وصال کر گئے ہیں (5)۔

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ رَءُوْفٌ کا معنی يَرْاَفُ بِكُمْ ہے یعنی وہ تم پر مہربانی فرمانے والا ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ وَ

1۔ نوادر الاصول از حکیم ترمذی، صفحہ 108، مطبوعہ دار صادر بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 21
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 23 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 24

مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

"ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا منہ کرنا آسمان کی طرف تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں (لو) اب پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف (اے مسلمانو) جہاں کہیں تم ہو پھیر لیا کرو اپنے منہ اس کی طرف اور بے شک وہ جنہیں کتاب دی گئی ضرور جانتے ہیں کہ یہ حکم برحق ہے ان کے رب کی طرف سے اور نہیں اللہ تعالیٰ بے خبر ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں"۔

امام ابن ماجہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت المقدس کی طرف اٹھارہ مہینے نماز پڑھی پھر کعبہ کی طرف قبلہ پھیرا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے دو ماہ بعد۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تو اکثر اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی کیفیت معلوم ہوئی کہ آپ کعبہ سے محبت رکھتے ہیں۔ جبریل امین اوپر جاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے رہتے تھے۔ جب وہ زمین و آسمان کے درمیان ہوتے تھے تو ان کے حکم لانے کے منتظر رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا: قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل ہماری اس نماز کا کیا حال ہوگا جو ہم نے بیت المقدس طرف پڑھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ کا ارشاد نازل فرمایا(1)۔

امام طبرانی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں پھر اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی طرف پھرنے کا حکم فرمایا، ارشاد فرمایا قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو نماز کا سلام پھیرنے کے بعد اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ کا ارشاد نازل فرمایا۔

امام نسائی، بزار، ابن المنذر، طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسجد کی طرف جاتے تھے۔ مسجد سے گزرتے تو اس میں نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن ہم گزرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے، میں نے عرض کی حضور! کیا واقعہ ہوا میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ نازل فرمائی حتی کہ آپ اس کی تلاوت سے فارغ ہو گئے تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا آیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے اترنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لیں، ہم ہی پہلے تھے جنہوں نے نماز پڑھی۔ ہم چھپ گئے اور ہم نے نماز پڑھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور آپ نے ظہر کی نماز کعبہ کی طرف پڑھائی(2)۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 1، صفحہ 541 (1010) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 119 (1968) مطبوعہ دار الفکر بیروت

طرف نماز پڑھتے تھے اور آپ ﷺ کعبہ کی طرف متوجہ ہونا پسند فرماتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی پسند پر قبلہ تبدیل فرما دیا فرمایا اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیرلو (1)۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہود نے کہا محمد ہماری مخالفت کرتا ہے اور ہمارے قبلہ کی اتباع کرتا ہے، پس رسول اللہ ﷺ قبلہ کی تبدیلی کی دعا مانگتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ الخ والا ارشاد نازل فرمایا۔ پس کعبہ کی طرف منہ کرنے سے یہود کا اعتراض ختم کر دیا۔ مرد عورتوں کی جگہ اور عورتیں مردوں کی جگہ پھر گئیں (2)۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور، احمد بن منیع (فی مسندہ)، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی (فی الکبیر) اور حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اس کو صحیح بھی کہا ہے) نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت ابراہیم کا قبلہ ہے جو میزاب کی طرف تھا (3)۔

امام عبد بن حمید، ابوداؤد (فی الناسخ)، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے قول شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کے تحت روایت کیا ہے کہ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے مراد مسجد حرام کی سمت ہے (4)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، دینوری رحمہم اللہ (فی المجالسہ)، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں شَطْرَهٗ سے مراد قبلہ ہے (5)۔

امام ابوداؤد، ابن جریر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شَطْرَهٗ کا معنی نحوہ روایت کیا ہے (یعنی اس کی طرف) (6)۔

امام آدم اور دینوری (فی المجالسۃ) امام بیہقی نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ شَطْرَهٗ کا معنی نحوہ (اس کی طرف) ہے۔

امام وکیع، سفیان بن عیینہ، عبد ابن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، دینوری رحمہم اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے شَطْرَ کا معنی تلقاء (سامنے) روایت کیا ہے (7)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت رفیع رحمہ اللہ سے حبش کی زبان کے مطابق شَطْرَ کا معنی تلقاء روایت کیا ہے۔

امام ابوبکر بن ابی داؤد نے المصاحف میں ابورزین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت میں حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَهٗ ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بیت سارا قبلہ ہے اور بیت کا قبلہ دروازہ ہے (8)۔

امام بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ بیت، اہل مسجد کا قبلہ ہے۔ اور مسجد

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 26
2۔ ایضاً
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 627 (226) مطبوعہ دار الصمیعی مکہ مکرمہ
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 29
5۔ ایضاً، جلد 2 صفحہ 30
6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 28
7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 28
8۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 29

اہل حرم کا قبلہ ہے اور حرم زمین کے مشرق و مغرب میں رہنے والے میرے امتیوں کا قبلہ ہے۔

امام ابن جریر نے سدی سے روایت کیا ہے کہ مذکورہ آیت وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ میں یہود مراد ہیں (1)۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اَنَّهُ الْحَقُّ سے مراد قبلہ ہے یعنی اہل کتاب جانتے تھے کہ قبلہ کی تبدیلی حق ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے الناسخ میں اور امام ابن جریر نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اہل کتاب جانتے تھے کہ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کا قبلہ تھا لیکن انہوں نے جان بوجھ کر ترک کیا ہے۔ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ یعنی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور قبلہ کا معاملہ چھپاتے ہیں۔

وَ لَىِٕنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَ مَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَ لَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

"اور اگر آپ لے آئیں اہل کتاب کے پاس ہر ایک دلیل (پھر بھی) نہیں پیروی کریں گے آپ کے قبلہ کی اور نہ آپ پیروی کرنے والے ہیں ان کے قبلہ کی اور نہ وہ ایک دوسرے کے قبلہ کو ماننے والے ہیں اور اگر (بفرض محال) آپ پیروی کریں ان کی خواہشوں کی اس کے بعد کہ آچکا آپ کے پاس علم تو یقیناً آپ اس وقت ظالموں میں (شمار) ہوں گے"۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت کے ضمن میں روایت کیا ہے نہ تو یہود، نصاریٰ کے قبلہ کی اتباع کرنے والے ہیں اور نہ نصاریٰ، یہود کے قبلہ کی اتباع کرنے والے ہیں (2)۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں انہیں جیسے وہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور بے شک ایک گروہ ان میں چھپاتا ہے حق کو جان بوجھ کر"۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں يَعْرِفُوْنَهٗ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتاب کے ذریعے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ يَعْرِفُوْنَهٗ سے مراد یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں بیت الحرام ہی قبلہ ہے (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 31 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 32 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 33

امام ابن جریر نے حضرت الربیع رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ بیت الحرام ہی وہ قبلہ ہے جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ میں الحق سے مراد قبلہ ہے (1)۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ سے مراد اہل کتاب ہیں۔ فرماتے ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ ان کا ذکر تورات وانجیل میں پاتے ہیں (2)۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بعض اہل کتاب جو مسلمان ہو گئے تھے انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہم اپنی کتابوں میں موجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کی وجہ سے آپ کو اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ جانتے تھے۔ رہے ہمارے بیٹے تو ہمیں معلوم نہیں کہ عورتوں نے کیا کیا (3)۔

امام الثعلبی نے السدی الصغیر عن الکلبی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی ہے اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ۔ پس تم اے عبد اللہ یہ معرفت کیسی رکھتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ میں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو میں اس طرح پہچان گیا جس طرح میں اپنے بیٹے کو پہچانتا ہوں جب میں اسے دوسرے بچوں کے ساتھ دیکھتا ہوں اور مجھے اپنے بیٹے کی بنسبت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت زیادہ ہے۔ حضرت عمر نے کہا وہ کیسے؟ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی طرف سے حق ہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری کتاب میں ان کی صفات بیان فرمائی ہیں اور مجھے معلوم نہیں عورتیں کیا کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا اے ابن سلام اللہ تعالیٰ نے تجھے توفیق بخشی۔

امام طبرانی نے حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب میں دین کی تلاش میں نکلا تو میں اہل کتاب کے راہبوں کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کہا کرتے تھے یہ اس نبی کا زمانہ ہے جو عرب کی زمین سے ظاہر ہوگا، اس کی علامات ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان گول اٹھی ہوئی نبوت کی مہر ہے۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

"یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے تو ہرگز نہ بن جانا شک کرنے والوں سے"۔

امام ابوداؤد نے الناسخ میں اور امام ابن جریر نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ شک میں مبتلا نہ ہوں، بے شک کعبہ ہی تیرا قبلہ ہے اور یہی تجھ سے پہلے انبیاء کا قبلہ تھا (4)۔

وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 33 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 35 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 34 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 35

''اور ہر قوم کے لئے ایک سمت (مقرر) ہے وہ اسی کے طرف منہ کرتی ہے پس آگے بڑھ جاؤ دوسروں سے نیکیوں میں، تم کہیں ہو لے آئے گا اللہ تعالیٰ تم سب کو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ سے مراد اہل ادیان ہیں فرماتے ہیں ہر دین والوں کے لئے ایک قبلہ ہوتا ہے جو پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ادھر ہی قبلہ پھیر دیا جدھر مومنوں نے توجہ کی (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ کل کو وِّجْهَةٌ کی طرف مضاف کر کے پڑھتے ہیں۔ فرمایا کبھی انہوں نے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی جب کہ اس سے پہلے کعبہ کی طرف نماز پڑھی۔

امام ابوداؤد نے الناسخ میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا یہ ان کی بیت المقدس کی طرف نماز اور کعبہ کی طرف نماز کا بیان ہے۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی داؤد رحمہما اللہ (المصاحف میں) نے منصور رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے ہم اس کو اس طرح پڑھتے ہیں۔ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا قِبْلَةً يَّرْضَوْنَهَا(2)۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا کا مطلب یہ ہے کہ ہر صاحب ملت کا قبلہ ہوتا ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے (3)۔

امام ابوداؤد نے الناسخ میں حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہود کے لئے ایک جہت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتے ہیں اور نصاریٰ کے لئے ایک جہت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت بخشی اے امت محمدیہ کہ تمہارا قبلہ ہی صحیح قبلہ ہے۔

امام ابن الانباری نے المصاحف میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ اسے مُوَلَّاهَا پڑھتے تھے۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ

امام ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تم اپنے قبلہ پر خوش نہ ہو دوسری نیکیوں کی طرف ہی جلدی کرو (4)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابو زید سے اس قول کے تحت روایت کیا ہے کہ نیکیوں میں جلدی کرو، تم جہاں بھی ہو گے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمہیں لے آئے گا (5)۔

امام بخاری، نسائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے اپنی سنن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ہماری نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ ہوا، ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے، اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے پس تم اللہ کے ذمہ کو نہ توڑو (6)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 36　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 37　3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 36

4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 38　5۔ ایضاً　6۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 56، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

وَ مِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ اِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَ مِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ حَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْكُمْ حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِیْ ۗ وَ لِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

''اور جہاں سے بھی آپ (باہر) نکلیں تو موڑ لیا کریں (نماز کے وقت) اپنا رخ مسجد حرام کی طرف اور بے شک یہی حق ہے آپ کے رب کی طرف سے اور نہیں اللہ تعالیٰ بے خبر جو کچھ تم کرتے ہو۔ اور جہاں سے آپ (باہر) نکلیں تو موڑ لیا کریں اپنا رخ (نماز کے وقت) مسجد حرام کی طرف اور (اے مسلمانو) جہاں کہیں تم ہو تو پھیر لیا کرو اپنے منہ اس کی طرف تاکہ نہ رہے لوگوں کو تم پر اعتراض (کی گنجائش) بجز ان لوگوں کے جو نا انصافی کریں ان سے سو نہ ڈرو تم ان سے (بلکہ صرف) مجھ سے ڈرا کرو تاکہ میں پورا کر دوں اپنا انعام تم پر تاکہ تم راہ راست پر ثابت قدم رہو''۔

امام ابن جریر نے سدی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے اور عن مرہ عن ابن مسعود و ناس من الصحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھنے کے بعد کعبہ کی طرف اپنا چہرہ کر لیا تو مکہ کے مشرکین نے کہا محمد اپنے دین کے متعلق متحیر ہے، اس نے اب اپنا قبلہ تمہارا بنا لیا ہے اور اسے معلوم ہو گیا ہے کہ تم اس سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔ ہو سکتا ہے وہ تمہارے دین میں داخل ہو جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا: لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْكُمْ حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِیْ۔(1)

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لِلنَّاسِ سے مراد اہل کتاب ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو قبلہ بنا دیا تو اہل کتاب نے کہا یہ شخص اپنے باپ کے گھر اور اپنی قوم کے دین سے محبت کرنے لگا ہے(2)۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے حجت سے مراد ان کا یہ کہنا ہے کہ تو ہمارے قبلہ کی طرف لوٹ آیا ہے(3)۔

امام ابوداؤد نے الناسخ میں، امام ابن جریر، امام ابن المنذر نے حضرت قتادہ اور مجاہد رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ سے مراد مشرکین عرب ہیں، جب قبلہ کعبہ کو بنایا گیا تو انہوں نے کہا اب وہ تمہارے قبلہ کی طرف لوٹ آیا ہے ہو سکتا ہے تمہارے دین کی طرف لوٹ آئے (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 42 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 41 4۔ ایضاً

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ سے مراد مشرکین قریش ہیں۔ وہ عنقریب تم پر حجت قائم کریں گے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیت اللہ کی طرف پھیرنے کی وجہ سے حجت قائم کی تھی، انہوں نے کہا عنقریب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے دین کی طرف لوٹ آئے گا جیسے وہ ہمارے قبلہ کی طرف لوٹ آیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (بقرہ:153)(1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اس آیت میں الناس سے مراد اہل کتاب ہیں اور الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ سے مراد مشرکین قریش ہیں۔

كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

''جیسا کہ بھیجا ہم نے تمہارے پاس رسول تم میں سے پڑھ کر سناتا ہے تمہیں ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں اور سکھاتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت اور تعلیم دیتا ہے تمہیں ایسی باتوں کی جنہیں تم جانتے ہی نہیں تھے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جیسا میں نے تم پر کرم کیا ہے پس تم اس پر میرا ذکر کرو۔

فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾

''سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور شکر ادا کیا کرو میرا اور میری ناشکری نہ کیا کرو''۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ تم میری اطاعت کر کے مجھے یاد کرو میں اپنی مغفرت کے ساتھ تمہیں یاد کروں گا(2)۔

حضرت ابوالشیخ اور دیلمی نے جویبر عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے بندوں کے گروہ میری اطاعت کے ساتھ تم مجھے یاد کرو میں اپنی مغفرت کے ساتھ تمہیں یاد کروں گا(3)۔

امام ابن لال، دیلمی اور ابن عساکر نے ابو ہند الداری رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری اطاعت کے ساتھ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں اپنی مغفرت کے ساتھ یاد کروں گا۔ پس جو مجھے اطاعت کرتے ہوئے یاد کرے گا تو مجھ پر حق ہے کہ میں اسے اپنی مغفرت کے ساتھ یاد کروں اور جو مجھے یاد کرے گا جب کہ وہ میرا نافرمان ہو گا تو مجھ پر حق ہے کہ میں اسے ناراضگی کے ساتھ یاد کروں(4)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 42 | 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 46

3۔ مسند الفردوس للدیلمی، جلد 3، صفحہ 150 (4405) مطبوعہ دار صادر بیروت | 4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 179 (4486)

ہے میرا تمہیں ذکر کرنا تمہارا مجھے ذکر کرنے سے بہتر ہے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابونعیم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم جب تو میرا ذکر کرتا ہے تو تو میرا شکرا دا کرتا ہے اور جب تو مجھے بھول جاتا ہے تو تو میری ناشکری کرتا ہے (1)۔

ابن ابی الدنیا، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب مجھے بتا کہ میں کیسے تیرا شکرادا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مجھے یاد کر مجھے کبھی نہ بھول پس جب تو مجھے یاد کرے گا تو تو میرا شکرادا کرے گا اور جب تو مجھے بھول جائے گا تو تو میری ناشکری کرے گا۔

امام طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے چار عطا کئے اسے چار ہی عطا کئے گئے اس کی تفسیر کتاب میں ہے کہ جس نے ذکر کیا اللہ نے اس کا ذکر کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور جس نے دعا کی اس کی دعا کو قبولیت عطا کی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن: 60) تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔ جس نے شکر عطا کیا اس کو زیادہ عطا کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم: 7) اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا جو استغفار عطا کرے گا اسے مغفرت دی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ (نوح) اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، وہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا ہے (2)۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ جو بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کرتا ہے جو مومن اسے یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کے ساتھ یاد کرتا ہے اور جو کافر یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عذاب کے ساتھ یاد کرتا ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، امام احمد نے الزہد میں اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ظالموں کو کہہ دو کہ وہ مجھے یاد نہ کیا کریں کیونکہ مجھ پر حق ہے کہ جو مجھے یاد کرے میں اسے یاد کروں، بے شک ظالموں کو میرا یاد کرنا ان پر لعنت کرنا ہے (4)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، ان سے پوچھا گیا قاتل، شرابی اور زانی جو اللہ کو یاد کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ۔ ابن عمر نے فرمایا یہ شخص جب اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے لعنت کے ساتھ یاد کرتا ہے، حتی کہ وہ بندہ خاموش ہو جائے۔

امام سعید بن منصور، ابن المنذر اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت خالد بن ابی عمران سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اس نے اللہ کا ذکر کیا، اگرچہ اس کی نماز، اس کا روزہ اور قرآن کی

1۔ مجمع الزوائد، جلد 10 صفحہ 82　　2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 126 (4529) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 46　　4۔ کتاب الزہد، صفحہ 92

تلاوت کم بھی ہو اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی وہ اللہ کو بھول گیا، اگرچہ اس کی نماز، روزہ اور تلاوت قرآن زیادہ بھی ہو(1)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے سے وہ سلوک کرتا ہوں جو وہ میرے متعلق گمان رکھتا ہے۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ تنہا میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی تنہا اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ مجھے کسی محفل میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب آتا ہوں اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک قدم اس کے قریب ہوتا ہوں، اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں(2)۔

امام احمد اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم جب تو مجھے اپنے دل میں یاد کرے گا تو میں بھی تجھے خود یاد کروں گا، اگر تو مجھے کسی مجمع میں یاد کرے گا تو میں ملائکہ کے مجمع میں یاد کروں گا فرمایا اس سے بہتر مجمع میں یاد کروں گا۔ اگر تو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوگا تو میں تیرے ایک کرم قریب ہوں گا، اگر تو میرے پاس چل کر آئے گا تو میں تیرے پاس دوڑ کر آؤں گا(3)۔

امام طبرانی نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مجھے تنہا اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں اسے ملائکہ کے گروہ میں یاد کرتا ہوں۔ وہ مجھے کسی مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسے رفیق اعلیٰ میں یاد کرتا ہوں(4)۔

امام ابن ابی الدنیا نے الذکر میں، البزار اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے ابن آدم جب تو مجھے تنہا یاد کرتا ہے تو میں تجھے تنہا یاد کرتا ہوں اور جب تو مجھے کسی مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر مجمع اور تعداد میں زیادہ افراد میں یاد کرتا ہوں جس میں تو مجھے یاد کرتا ہے(5)۔

امام ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے ذکر کے ساتھ حرکت کرتے ہیں(6)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے)، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن بسر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ شرائع اسلام بہت زیادہ ہیں آپ مجھے کوئی ایک ایسا عمل بتائیں جس کی میں پیروی کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہے(7)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 452 (687)
2۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 343، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
3۔ مسند امام احمد، صفحہ 3، جلد 138
4۔ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 79، مطبوعہ دار الفکر بیروت
5۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 406 (551)
6۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 280 (3792)
7۔ جامع ترمذی، باب ماجاء فی فضل الدعاء، جلد 2، صفحہ 173 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

امام ابن ابی الدنیا، البزار، ابن حبان، طبرانی اور بیہقی نے مالک بن یخامر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا آخری کلام جس پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہوا وہ یہ تھی کہ میں نے عرض کی اللہ کی بارگاہ میں کون سا عمل محبوب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا موت کے وقت بھی تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو (1)۔

امام ابن ابی الدنیا نے ابو المخارق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا معراج کی رات میں ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرا جو عرش کے نور میں تھا، میں نے پوچھا یہ کوئی فرشتہ ہے، بتایا گیا نہیں۔ میں نے پوچھا یہ کوئی نبی ہے بتایا نہیں نہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں رہتا تھا تو اس کی زبان اللہ کے ذکر سے تر رہتی تھی اور اس کا دل مساجد کے ساتھ معلق رہتا تھا اور یہ اپنے والدین کو گالی گلوچ نہیں دیا کرتا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد (الزہد میں) اور ابن ابی الدنیا نے سالم بن ابو الجعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابو الدرداء سے کہا گیا کہ فلاں شخص نے سو افراد آزاد کئے ہیں۔ حضرت ابو درداء نے فرمایا ایک آدمی کے مال سے سو آدمیوں کا آزاد ہونا بڑا نیک عمل ہے اور اس سے بھی افضل عمل اور افضل ایمان جو دن رات کے ساتھ لازم ہو یہ ہے کہ تم میں سے کسی کی زبان اللہ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہے (2)۔

امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں ایک ایسے عمل سے آگاہ نہ کروں جو تمہارے اعمال میں سے بہتر ہو اور تمہارے مالک کی بارگاہ میں پاکیزہ اور تمہارے درجات میں بلند ترین ہو اور تمہارے سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بھی بہتر کہ تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو پھر ان کی گردن اڑاؤ۔ صحابہ کرام نے عرض کی ضرور کرم فرمایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کا ذکر (3)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمر و رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز کے لئے کوئی صیقل ہوتا ہے اور (دلوں کے زنگ کو دور کرنے کا) صیقل اللہ کا ذکر ہے ذکر الٰہی سے زیادہ کوئی چیز عذاب الٰہی سے نجات دینے والی نہیں ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی اللہ کے راستہ میں جہاد بھی اس مرتبہ کا نہیں ہے۔ فرمایا اگر چہ وہ اپنی تلوار سے جہاد کرتا رہے حتیٰ کہ تلوار ٹوٹ جائے (4)۔

امام البزار، طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو رات کی تکالیف برداشت کرنے سے عاجز ہو، جو مال کو خرچ کرنے سے بخیل ہو اور جب دشمن حملہ کر دے اور وہ جہاد کرنے سے عاجز ہو تو اسے کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا چاہیے (5)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 393 (516) 2۔ کتاب الزہد، صفحہ 178

3۔ جامع ترمذی، باب ماجاء فی فضل الدعاء، جلد 2، صفحہ 173، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان 4۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 396 (522)

5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 390 (508)

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انسان کا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو ذکر الٰہی کی بنسبت عذاب سے زیادہ نجات دلانے والا ہو۔ عرض کی گئی اللہ کے راستہ میں جہاد بھی ایسا نہیں ہے۔ فرمایا جہاد بھی ایسا نہیں ہے لیکن جب مجاہد اپنی تلوار سے لڑتا رہے حتی کہ وہ ٹوٹ جائے (تو اس کا یہ مرتبہ ہے)(1)

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الشکر میں، طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں جس کو عطا کی گئی ہوں اسے دنیا اور آخرت کی خیر عطا کی گئی ہے (1) شکر کرنے والا دل (2) ذکر کرنے والی زبان (3) مصائب پر صبر کرنے والا بدن (4) ایسی بیوی جو اپنے نفس اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرتی ہو(2)۔

امام ابن حبان نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دنیا میں قومیں اس ہموار فرش پر اللہ کا ذکر کریں گی اللہ انہیں بلند درجات میں داخل کرے گا۔

امام بخاری، مسلم اور بیہقی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے(3)۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کوئی دن رات ایسا نہیں گزرتا مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے صدقہ فرماتا ہے اور بندے پر اللہ کی طرف سے اس سے افضل کوصدقہ نہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ اپنا ذکر الہام کردے۔

امام ابن ابی شیبہ نے خالد بن معدان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر روز صدقہ فرماتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر صدقہ فرماتا ہے اس میں سے اللہ کے ذکر سے کوئی چیز افضل نہیں۔

امام طبرانی نے حضرت ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر ایک شخص کے کمرے میں دراہم ہوں جنہیں وہ (متواتر) تقسیم کررہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کا ذکر کررہا ہو تو اللہ کا ذکر کرنے والا افضل ہوگا(4)۔

امام طبرانی اور بیہقی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل جنت کسی گزشتہ وقت پر حسرت کا اظہار نہیں کریں گے سوائے اس گھڑی کے جس میں انہوں نے اللہ کا ذکر نہیں کیا(5)۔

امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو گھڑی انسان کی بغیر ذکر الٰہی کے گزر جاتی ہے قیامت کے روز وہ اس پر حسرت کا اظہار کرے گا(6)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، یہ دونوں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو قوم ذکر الٰہی کے

1۔ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 71، مطبوعہ دارالفکر بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 104 (4429)
3۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 401 (536)
4۔ مجمع الزوائد، جلد 10 صفحہ 72 مطبوعہ دارالفکر بیروت
5۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 392 (512)
5۔ ایضاً، (511)

لئے بیٹھتی ہے اسے ملائکہ گھیر لیتے ہیں اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں ان میں ذکر فرماتا ہے جو اس کے پاس ہیں (1)۔

ابن ابی الدنیا نے حضرات ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کا ذکر کرنے والوں کے لئے چار باتیں ہیں ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، ملائکہ انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس مجمع میں یاد فرماتا ہے جو اس کے پاس ہے۔

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر کے ساتھ اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں (2)۔

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندے میں تجھ سے ایسا سلوک فرماتا ہوں جو تو میرے متعلق گمان کرتا ہے اور میں تیرے ساتھ ہوتا ہوں جب تو میرا ذکر کرتا ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صبح وشام اللہ کا ذکر کرنا اللہ کے راستہ میں تلواریں توڑنے اور سخاوت کرتے ہوئے مال عطا کرنے سے عظیم عمل ہے (4)۔ ابن ابی شیبہ نے معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر دو آدمیوں میں سے ایک اللہ کے راستہ میں گھوڑوں پر سوار ہو اور دوسرا اللہ کا ذکر کرے تو اللہ کا ذکر کرنے والا از روئے اجر کے افضل ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد (الزہد میں) نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر ایک شخص سبز نیزے دیتے ہوئے رات گزارتا ہے، احمد کے الفاظ میں مدمقابل (کافر) پر نیزہ سے ضرب لگاتا ہے اور دوسرا شخص قرآن پڑھتا ہے یا اللہ کا ذکر کرتا ہے تو دیکھے گا کہ اللہ کا ذکر کرنے والا افضل ہے (6)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اگر دو شخصوں میں سے ایک مشرق سے اور ایک مغرب سے آئے ایک کے پاس سونا ہو جسے وہ حق پر خرچ کرے اور دوسرا اللہ کا ذکر کرے حتی کہ وہ ایک راستہ میں ملاقات کریں تو جو ذکر کرنے والا ہو گا وہ افضل ہو گا (7)۔

امام بخاری، مسلم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کے فرشتے راستوں کا چکر لگاتے ہیں اور وہ اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں جب وہ کسی قوم کو اللہ کا ذکر

1۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 345، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
2۔ مستدرک حاکم، کتاب الدعا جلد 1، صفحہ 496، مطبوعہ مکتبۃ النصر الحدیثیہ
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 497
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 170 (35047) مطبوعہ الزمان مدینہ منورہ
5۔ ایضاً، (35056)
6۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 170 (35049)
7۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 172 (35068)

کرتے ہوئے پالیتے ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دینے میں ادھر اپنی حاجت کی طرف آؤ۔ پس وہ فرشتے اس قوم کو آسمان تک اپنے پروں میں گھیر لیتے ہیں۔ جب لوگ جدا ہوتے ہیں تو وہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں، ان کا رب ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے تم کہاں سے آئے ہو؟ فرشتے کہتے ہیں تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح، تکبیر اور حمد بیان کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو اور زیادہ سخت عبادت کرتے، زیادہ تیری حمد کرتے اور زیادہ تیری تسبیح بیان کرتے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے وہ کیا مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تجھ سے جنت کا سوال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی؟ وہ کہتے ہیں اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو ان کی جنت کی حرص اور شدید ہوتی اور طلب میں مزید اضافہ ہوتا اور رغبت زیادہ ہوتی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ آگ سے پناہ مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے آگ دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ آگ دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت کیا ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اگر انہوں نے دوزخ دیکھی ہوتی تو اور زیادہ سے اس بھاگنے والے ہوتے اور زیادہ اس سے خوف کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو معاف کر دیا ہے۔ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے فلاں شخص ان میں سے نہیں ہے، وہ تو کسی غرض دنیوی کے لئے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ وہ قوم ہے اس کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے حلقہ میں تشریف لائے۔ پوچھا تمہیں کس چیز نے (یہاں) بٹھایا ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہم اللہ کا ذکر اور اس کی حمد کرنے کے لئے بیٹھے ہیں جو اس نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی اور جو اس نے ہم پر احسان فرمایا۔ پوچھا صرف اللہ کے ذکر کی خاطر تم بیٹھے ہو؟ صحابہ نے عرض کی ہم فقط اللہ کے ذکر کے لئے بیٹھے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تم سے تہمت کی بنا پر قسم نہیں طلب کی بلکہ میرے پاس جبریل آیا ہے اور اس نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں کے سامنے مباہات فرما رہا ہے(2)۔

امام احمد، ابویعلی، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج اہل محشر جان لیں گے کہ اہل کرم کون ہیں، پوچھا گیا یا رسول اللہ اہل کرم کون ہیں؟ فرمایا ذکر کی مجالس والے(3)۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن رواحہ جب صحابہ کرام میں سے کسی کو ملتے تو کہتے آؤ ہم ایک لمحہ کے لئے اپنے رب کی تصدیق کریں۔ ایک دن انہوں نے ایک شخص کو یہ کہا تو وہ شخص ناراض

1۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 344، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ جامع ترمذی، باب ماجاء فی فضل الدعاء، جلد 2، صفحہ 173، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان 3۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 401 (535)

ہوا۔ وہ شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یارسول اللہ کیا آپ ابن رواحہ کو نہیں دیکھتے کہ وہ آپ کے ایمان سے انحراف کر کے ایک لمحے کے لئے ایمان کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابن رواحہ پر رحم فرمائے، وہ ان مجالس کو پسند کرتا ہے جس کی وجہ سے ملائکہ مباہات کرتے ہیں (1)۔

امام احمد، البزار، ابویعلی اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا ہے جو قوم ذکر الٰہی کے لئے جمع ہوتی ہے اور اس سے مقصود ان کا رضائے الٰہی ہوتا ہے تو آسمان سے ایک منادی ندا دیتا ہے کھڑے ہو جاؤ تمہیں بخش دیا گیا ہے تمہاری برائیاں نیکیوں میں بدل دی گئی ہیں (2)۔

امام طبرانی نے سہل بن حنظلیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قوم ذکر الٰہی کے لئے جمع ہوتی ہے تو ایک منادی آسمان سے ندا دیتا ہے کھڑے ہو جاؤ اس حال میں کہ تمہیں بخش دیا گیا ہے، تمہاری برائیاں نیکیوں میں بدل دی گئی ہیں (3)۔ بیہقی نے عبداللہ بن مغفل سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قوم ذکر الٰہی کے لئے جمع ہوتی ہے تو ایک منادی آسمان سے ندا دیتا ہے کھڑے ہو جاؤ درآں حالیکہ تمہیں بخش دیا گیا ہے۔ تمہاری برائیاں نیکیوں میں بدل دی گئیں ہیں اور جو قوم کسی مجلس میں جمع ہوتی ہے پھر علیحدہ علیحدہ ہو جاتی ہے جس میں وہ ذکر الٰہی نہیں کرتی ہے تو قیامت کے روز یہ چیز ان کی حسرت کا باعث ہوگی (4)۔

امام احمد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کا کوئی عمل اللہ کے ذکر کی نسبت عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے عمل کی خبر نہ دوں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر ہو۔ تمہارے مالک کی بارگاہ میں پاکیزہ ہو، تمہارے درجات میں بلند ترین عمل ہو اور تمہارے لئے سونا اور چاندی صدقہ کرنے سے بہتر ہو اور اس عمل سے بھی بہتر ہو کہ تم دشمن سے ملو اور تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں صحابہ نے عرض کی حضور! ضرور کرم فرمائیے فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے۔

امام احمد نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا افضل ایمان کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض رکھے اور تیری زبان اللہ کے ذکر میں مصروف رہے۔ پوچھا پھر کیا ہے؟ فرمایا تو لوگوں کے لئے وہی پسند کرے جو تو اپنے لئے پسند کرے اور لوگوں کے لئے وہ ناپسند کرے جو تو اپنے لئے ناپسند کرے اور تو اچھی بات کہے یا خاموش رہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر ایک شخص کے کمرے میں دنانیر ہوں وہ عطا کرتا رہے اور دوسرا شخص اللہ کا ذکر کرنے والا ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہوگا (6)۔

1۔ مجمع الزوائد، جلد 10 صفحہ 75
2۔ ایضاً، جلد 10 صفحہ 75 (16764)
3۔ ایضاً، جلد 10 صفحہ 76 (16767)
4۔ شعب الایمان جلد 1، صفحہ 400 (533)
5۔ مجمع الزوائد، جلد 1 صفحہ 227 (211)
6۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 170 (35050)

امام عبداللہ بن احمد نے حضرت ابو درداء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہر پتھر، درخت اور مٹی کے ڈھیلے کے پاس اللہ کا ذکر کرو اور اللہ تعالیٰ کو خوشحالی میں بھی یاد کرو تکالیف میں تمہارا ذکر کیا جائے گا۔ ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں ابو درداء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ لوگ جن کی زبانیں اللہ کے ذکر سے تر رہتی ہیں ان میں سے کوئی جنت میں داخل ہوگا تو ہنس رہا ہوگا (1)۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سو مرتبہ تکبیر کہنا میرے نزدیک سو دینار صدقہ کرنے سے زیادہ محبوب ہے (2)۔

امام عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جو قوم اللہ کے ذکر کے لئے جمع ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کا ان کے مجمع سے زیادہ معزز و محترم مجمع میں ذکر کرتا ہے اور جو قوم جدا ہوتی ہے جب کہ انہوں نے اپنی مجلس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا ہوتا تو قیامت کے روز وہ ان کے لئے حسرت ہوگی۔

امام ابن ابی شیبہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان کا کوئی عمل ذکر کی نسبت آگ کے عذاب سے زیادہ نجات دلانے والا نہیں ہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! اللہ کے راستہ میں جہاد بھی اس مرتبہ کا نہیں ہے؟ فرمایا جہاد بھی نہیں ہے مگر یہ کہ تو اپنی تلوار کے ساتھ مارتا رہے حتیٰ کہ وہ ٹوٹ جائے پھر تو اپنی تلوار کے ساتھ مارتا رہے حتیٰ کہ وہ ٹوٹ جائے پھر تو اپنی تلوار کے مارتا رہے حتیٰ کہ وہ ٹوٹ جائے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے فرمایا میں صبح کے وقت اللہ کا ذکر کروں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے یہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں صبح سے گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کروں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے (4)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میرا اس قوم سے ہونا جو صبح کی نماز سے لے کر سورج کے طلوع ہونے تک اللہ کا ذکر کرتے ہیں، مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں گھوڑوں کی پیٹھوں پر اللہ کے راستہ میں سورج کے طلوع ہونے تک جہاد کروں، اور میرا اس قوم میں ہونا جو عصر کی نماز سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک اللہ کا ذکر کرتے ہیں مجھے زیادہ محبوب ہے اس بات سے کہ میں سورج کے غروب ہونے تک اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے گھوڑوں کی پیٹھ پر سوار رہوں (5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو بندہ خوشی میں اللہ کی حمد کرتا ہے اور خوشحالی میں بھی اس کی حمد کرتا ہے پھر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اللہ کو پکارتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں یہ ضعیف بندے کی معروف آواز ہے پس فرشتے اس کی سفارش کرتے ہیں اور جو بندہ خوشی میں اللہ کا ذکر نہیں کرتا اور خوشحالی میں اس کی حمد نہیں کرتا پھر اس کو کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو وہ اللہ کو پکارتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں یہ ناپسندیدہ آواز ہے (6)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 170 (35052) 2۔ کتاب الزہد، صفحہ 170 3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 169 (35046)

4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 170 (35048) 5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 172 (35070) 6۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 61 (29480)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جعفر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سخت اعمال تین ہیں۔ (1) ہر حال میں اللہ کا ذکر کرنا (2) اپنے نفس سے انصاف کرنا (3) مال میں مواسات۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آسمان والے اہل ذکر کے گھروں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان کے لئے اس طرح روشنی دیتے ہیں جیسے ستارے زمین والوں کے لئے روشنی دیتے ہیں (1)۔

امام البزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے گھومتے رہتے ہیں اور ذکر کے حلقوں کی تلاش میں رہتے ہیں جب وہ ان کے پاس آتے ہیں تو انہیں گھیر لیتے ہیں پھر اپنے لیڈر کو آسمان کی طرف رب العزت کی بارگاہ میں بھیجتے ہیں وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم تیرے بندوں میں سے کچھ بندوں کے پاس آئے وہ تیری نعمتوں کی تعظیم بجالا رہے تھے اور تیری کتاب کی تلاوت کر رہے تھے اور تیرے نبی محمد ﷺ پر درود پڑھ رہے تھے وہ تجھ سے اپنی آخرت اور دنیا کی خیر کا سوال کر رہے تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے انہیں میری رحمت سے ڈھانپ دو، وہ ایسی مجلس ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا۔

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ذکر کی مجالس کا کیا فائدہ ہے فرمایا ذکر کی مجالس کا فائدہ جنت ہے (2)۔

امام ابن ابی الدنیا، البزار، ابویعلی، الطبرانی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے الدعوات میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے چلنے والے فرشتے مجالس ذکر پر اترتے اور ٹھہرتے ہیں پس جنت کے باغوں میں کچھ چرلیا کرو۔ صحابہ نے عرض کی جنت کے باغ کہاں ہیں؟ فرمایا ذکر کی مجالس، صبح و شام اللہ کے ذکر کی طرف جایا کرو اور اس کا ذکر اپنے نفسوں کو کرایا کرو۔ جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ جان لے کہ اللہ کی بارگاہ میں اس کا کیا مقام ہے تو اسے یہ دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا اس کے دل میں کتنا مقام ہے؟ اللہ تعالیٰ بندے کو اپنی بارگاہ میں وہی مقام دیتا ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل میں مقام دیتا ہے (3)۔

امام احمد اور ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو چرلیا کرو۔ پوچھا جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا ذکر کے حلقے۔

امام طبرانی نے عمرو بن عبسہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے رحمٰن کے دائیں ہاتھ کی طرف۔ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ کچھ مرد ہوں گے جو نہ انبیاء ہیں نہ شہداء ان کے چہروں کی سفیدی دیکھنے والوں کی نظروں کو خیرہ کر رہی ہوگی، ان کے مقام اور ان کے قرب الٰہی کو دیکھ کر انبیائے کرام اور شہداء رشک کریں گے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا مختلف قبائل سے جمع ہونے والے جو اللہ کے ذکر کے لئے جمع

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 170 ، مجمع الزوائد، جلد 10 صفحہ 78، (16773)

2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 494، مطبوعہ مکتبۃ النصر الحدیثیہ

3۔ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 78 (16771)

ہوتے ہیں، وہ اچھی اچھی کلام چنتے ہیں جیسے کھجوریں کھانے والا اس میں سے اچھی اچھی چنتا ہے (1)۔

امام طبرانی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ قیامت کے روز ایسے لوگ اٹھائے گا جن کے چہروں پر نور ہوگا اور وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے، لوگ ان پر رشک کریں گے، نہ وہ انبیاء ہوں گے اور نہ شہداء۔ ایک اعرابی نے کہا یا رسول اللہ ان کی صفات بیان فرمائیں تاکہ ہم ان کو پہچان لیں۔ فرمایا وہ مختلف قبائل، مختلف شہروں کے لوگ جو اللہ کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں اللہ کے ذکر پر جمع ہوتے ہیں (اور) اس کا ذکر کرتے ہیں (2)۔

امام الخرائطی نے الشکر میں خلید العقری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہر گھر کی زینت ہوتی ہے اور مساجد کی زینت وہ مرد ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

امام بیہقی نے الدعوات میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو کیا تم دعا میں اجتہاد کو پسند کرتے ہو، لوگوں نے کہا ہاں فرمایا کہو اَللّٰهُمَّ اَعِنَّا عَلٰی ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ۔

امام احمد نے الزہد میں عمرو بن قیس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اگر تو میرا ذکر کرے گا تو میں تیرا ذکر کروں گا، اگر تو مجھے بھول جائے گا تو میں تجھے بھول جاؤں گا اور تو اجتناب کر اس سے کہ میں تجھے ایسی حالت میں پاؤں کہ اس حالت میں تیری طرف نظر کرم نہ کروں۔

امام عبداللہ نے الزوائد میں معاویہ بن قرہ عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے انہوں نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا اگر تو ایسی قوم میں ہو جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی ہو اور پھر تیرے لئے کوئی حاجت ظاہر ہو تو اٹھتے وقت اسی پر سلام کر، پس جب تک وہ اس مجلس ذکر میں بیٹھے رہیں گے تو ان میں شریک ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابوجعفر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں ذکر اور شکر سے کوئی چیز محبوب نہیں ہے (3)۔

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الشکر میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابن المنکدر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے تھا اَللّٰهُمَّ اَعِنَّا عَلٰی ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ۔ (4)

امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تیرے لئے پسند کرتا ہوں کہ تو ہر نماز کے بعد یہ دعا ترک نہ کرے۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنَّا عَلٰی ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ۔ (5)

امام احمد نے الزہد میں، ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے ابوالجلد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت

1۔ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 78 (16771)　2۔ ایضاً، جلد 10 صفحہ 77 (16750)

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 60 (29474)　4۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 100 (4411)　5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 99 (4410)

موسیٰ علیہ السلام کے سوال میں پڑھا ہے کہ انہوں نے عرض کی یا رب میں تیرا شکر کیسے ادا کروں جب کہ تیری چھوٹی سی نعمت کا مقابلہ میرے تمام اعمال بھی نہیں کر سکتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اے موسیٰ اب تو نے میرا شکر ادا کیا ہے (1)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے سلیمان التیمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعام اپنی شان کے لائق فرمایا ہے اور ان کو شکر کا مکلف ان کی استطاعت کے مطابق کیا ہے (2)۔

امام ابن ابی الدنیا نے عبد الملک بن مروان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرمایا کسی بندے نے محبوب ترین اور شکر میں بلیغ ترین کلمہ ان کے نزدیک کسی نے نہیں کہا مگر اس نے جس نے یہ کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَهَدَانَا لِلْاِسْلَامِ۔

امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے الاصبغ بن نباتہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ پڑھتے بِسْمِ اللّٰهِ الْحَافِظِ مِنَ الْمُؤْذِیْ۔ اور جب باہر نکلتے تو اپنے ہاتھ کو پیٹ پر ملتے اور یہ کہتے یَا لَهَا مِنْ نِّعْمَةٍ لَوْ یَعْلَمُ الْعِبَادُ شُكْرَهَا(3)۔

حضرت ابن ابی الدنیا نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے نعمت کو روک لیتا ہے اور جب اس کا شکر ادا نہ کیا جائے تو اسے عذاب میں بدل دیتا ہے۔

حضرت ابن ابی الدنیا اور الخرائطی دونوں نے کتاب الشکر میں، حاکم، بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے پر اپنی نعمت کرتا ہے اور بندہ یہ جان لیتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے نعمت ملی ہے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت کا شکر لکھ دیتا ہے اس سے پہلے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی گناہ پر شرمندگی جان لیتا ہے تو اس کو معاف کر دیتا ہے قبل اس کے کہ وہ استغفار کرے۔ ایک انسان دینار کے ساتھ کپڑا خریدتا ہے پھر اسے پہنتا ہے پھر وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے تو اس کپڑے کے گھٹنے تک پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرما دیتا ہے (4)۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو شخص صبح اٹھ کر یہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی حُسْنِ الْمَسَاءِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی حُسْنِ الْمَبِیْتِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی حُسْنِ الصَّبَاحِ۔ تو اس نے دن اور رات کا شکر ادا کر دیا (5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ رحمہ اللہ سے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب وہ شکر کیا ہے جو تیری شان کے لائق ہے؟ فرمایا تیری زبان ہمیشہ میرے ذکر سے تر رہے۔ عرض کی یا رب ہم کبھی ایسی حالت میں ہوتے ہیں کہ تیرا ذکر کرنا خلاف ادب سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کیا حالت ہے؟

1۔ کتاب الزہد، صفحہ 85　2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 138 (4578)　3۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 113 (4468)

4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 92 (4379)　5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 95 (4388)

عرض کی پیشاب، پاخانہ کے وقت اور جنابت کے غسل کے وقت یا جب ہم بغیر وضو کے ہوتے ہیں۔ فرمایا یقیناً تم میرا ذکر کیا کرو۔ پوچھا یا رب میں کیسے تیرا شکر ادا کروں؟ فرمایا اس طرح کہا کرو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ فَجَنِّبْنِي الْاَذٰى، سُبْحَانَكَ وَ بِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ فَقِنِي الْاَذٰى۔(1)

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحہ رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے سلام کیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی پھر وہ شخص ایک دن آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے فلاں تو کیسا ہے؟ اس نے کہا اگر میں شکر کروں تو خیر کے ساتھ ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ اس شخص نے عرض کی اے اللہ کے نبی! آپ مجھ سے پوچھتے اور میرے لئے دعا فرماتے تھے، آج آپ نے حالات پوچھے ہیں اور میرے لئے دعا نہیں فرمائی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پہلے میں تجھ سے خیریت دریافت کرتا تھا تو اللہ کا شکر ادا کرتا تھا اور آج میں نے تجھ سے خیریت پوچھی تو تو نے شکر میں شک کیا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دنیا میں تمہیں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی اگر تم اس کا شکر یہ ادا کرو گے۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ اپنی دعا میں یہ کہتے تھے: اَسْاَلُكَ تَمَامَ النِّعْمَةِ فِي الْاَشْيَاءِ كُلِّهَا وَالشُّكْرَ لَكَ عَلَيْهَا حَتّٰى تَرْضٰى وَ بَعْدَ الرِّضَا۔ میں تجھ سے تمام چیزوں میں نعمت کی تکمیل اور ان پر شکر کی توفیق مانگتا ہوں حتی کہ تو راضی ہو جائے اور رضا کے بعد بھی انہیں چیزوں کا طلب گار ہوں۔

حضرت ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت ابو حازم سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے انہیں کہا آنکھوں کا شکر کیا ہے؟ ابو حازم نے کہا اگر تو ان کے ساتھ کوئی خیر دیکھے تو اس کا اعلان کر، اگر تو ان کے ساتھ کوئی برائی دیکھے تو اسے چھپا دے۔ اس نے پوچھا کانوں کا شکر کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا اگر تو خیر سنے تو اسے یاد کر لے، اگر تو ان سے برائی سنے تو اسے چھپا دے۔ اس نے پوچھا ہاتھوں کا شکر کیا ہے؟ ابو حازم نے کہا ان کے ساتھ ایسی چیز نہ پکڑ جو ان کے لئے پکڑنی جائز نہیں ہے اور ان میں جو اللہ کا حق ہے اس کو نہ روک۔ اس شخص نے پوچھا پیٹ کا شکر کیا ہے؟ اس کے نیچے والے حصہ میں طعام ہو اور اوپر والے میں علم ہو۔ اس شخص نے پوچھا فرج (شرم گاہ) کا شکر کیا ہے؟ فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (المومنون:6) الی قولہ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ۝ اس شخص نے پوچھا قدموں کا شکر کیا ہے فرمایا اگر تو ایسے زندہ کو دیکھے جس پر تو رشک کرتا ہے تو ان قدموں کے ساتھ ان جیسے اعمال کر اور اگر تو ایسے مردہ کو دیکھے جس سے تو ناراض ہے تو اپنے قدموں کو اس کے اعمال سے روک دے۔ پس تو اس طرح شکر کرنے والا ہے۔ جس نے زبان سے شکر ادا کیا اور اپنے تمام اعضاء سے شکر ادا نہیں کیا تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کے پاس چادر ہو، وہ اس کی ایک طرف کو پکڑے ہوئے ہو اور اس کو پہنے نہیں وہ اس کو گرمی، سردی، برف، اولے اور بارش سے کوئی فائدہ نہیں دیتی (2)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 104 (4428)   2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 134 (4564)

امام بیہقی نے الشعب میں علی بن المدینی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا، زہد کی حد کیا ہے؟ فرمایا تو خوشحالی میں شاکر ہو اور مصیبت میں صبر کرنے والا ہو۔ جب اس طرح ہوگا تو زاہد ہوگا، سفیان سے پوچھا گیا شکر کیا ہے؟ فرمایا جن چیزوں سے اللہ نے منع فرمایا ان سے اجتناب کر(1)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کی نعمتوں کو شکر کے ساتھ قید کرو اور اللہ کا شکر گناہ کا ترک ہے(2)۔

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے محمد بن لوط الانصاری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہا جاتا ہے کہ شکر معصیت کا ترک ہے(3)

ابن ابی الدنیا نے مخلد بن حسین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہا جاتا ہے کہ شکر گناہوں کو ترک کرنا ہے۔

امام بیہقی نے الجنید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت السری رحمہ اللہ نے پوچھا شکر کیا ہے؟ میں نے کہا میرے نزدیک شکر یہ ہے کہ گناہوں پر کسی نعمت سے مدد حاصل نہ کی جائے۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زہری سے پوچھا گیا زاہد کون ہے؟ فرمایا جس کا حرام اس کے صبر پر غالب نہ ہو اور حلال اس کو شکر سے مانع نہ ہو(4)۔

ابن ابی الدنیا نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں شکر حمد کے جسم اور اس کی اصل اور اس کی فرع سے ہوتا ہے۔ پس انسان کے بدن، کان، آنکھ اور قدموں وغیرہ میں اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو دیکھنا چاہیے، انسان کے بدن میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں اللہ کی نعمت نہ ہو۔ پس بندے پر حق ہے کہ اللہ کی ان نعمتوں کو اللہ کی اطاعت میں صرف کرے اور دوسری نعمتیں رزق میں ہیں، انسان پر حق ہے کہ وہ رزق کی نعمتوں کو بھی اللہ کی اطاعت میں استعمال کرے، جس نے ایسا کیا اس نے شکر کے جسم، اس کی اصل اور فرع کو پکڑ لیا۔

حضرت ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت عامر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں شکر نصف ایمان ہے، صبر نصف ایمان ہے اور یقین مکمل ایمان ہے(5)۔ بیہقی نے فرمایا ہمیں حضرت ابوعبدالرحمٰن السلمی نے بتایا کہ استاذ ابوسہل محمد بن سلیمان الصعلوکی سے پوچھا گیا کہ شکر اور صبر سے کون افضل ہے؟ فرمایا دونوں برابر ہیں شکر خوشحالی کا وظیفہ ہے اور صبر تکلیف کا فریضہ ہے۔

امام ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ شکر کرنے والے طاعم (کھانے والے) کے لئے صبر کرنے والے روزے دار کی مثل اجر ہے(6)۔

امام بیہقی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے صرف کھانے، پینے میں اللہ کی نعمتوں کو پہچانا، پس اس کا عمل کم ہوا اور اس کا عذاب حاضر ہوا(7)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 106 (4438) 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 130 (4546) 3۔ ایضاً، (4547)

4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 131 (4553) 5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 109 (4448) 6۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 111 (4461)

7۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 113 (4467)

امام بیہقی نے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تم پر شکر کرنا لازم ہے کیونکہ بہت کم ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جن پر اللہ کی کوئی نعمت ہو پھر وہ زائل ہوگئی ہو اور پھر لوٹ آئی ہو(1)۔

امام بیہقی نے حضرت عمارہ بن حمزہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب تمہیں نعمتوں کی اطراف پہنچیں تو ان کی انتہا کو قلت شکر کے ذریعے دور نہ کرو(2)۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے دین میں اپنے سے بلند کو دیکھا اور دنیا میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ اسے صابر، شاکر لکھ دے گا اور جس نے دین میں اپنے سے کم کو دیکھا اور دنیا میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ اسے نہ صابر لکھے گا اور نہ شاکر لکھے گا(3)۔

ابن ابی الدنیا نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رحمہ اللہ کی سند سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جس میں دو خصلتیں ہوں اللہ تعالیٰ اسے صابر شاکر لکھ دیتا ہے اور جس میں یہ خصلتیں نہ ہوں اللہ تعالیٰ اسے شاکر صابر نہیں لکھتا۔ جس نے دین میں اپنے سے بلند کو دیکھا پھر اس کی اقتداء کی۔ اور جس نے دنیا میں اپنے سے کم کو دیکھا اور جس نے دنیا میں اپنے سے بلند کو دیکھا پھر فوت شدہ پر افسوس کیا تو اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر نہیں لکھے گا۔

امام مسلم اور بیہقی نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واہ! مومن کا ہر حال خیر ہے اگر اسے خوشحالی پہنچے تو وہ شکر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے خیر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے تو یہ اس کے لئے خیر ہے(4)۔

امام نسائی اور بیہقی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے مومن پر تعجب ہوتا ہے، اگر اسے کوئی چیز عطا کی جائے اور وہ کہے الحمد للہ تو اس نے شکر کیا۔ اگر مصیبت میں مبتلا ہو اور کہے الحمد للہ تو اس نے صبر کیا مومن کو ہر حال میں اجر ملتا ہے حتیٰ کہ وہ لقمہ جو اپنے منہ کی طرف اٹھاتا ہے اس پر بھی اسے اجر ملتا ہے(5)۔

امام بیہقی نے روایت کیا ہے (اور اسے ضعیف کہا ہے) کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس میں تین خصلتیں ہوں اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت میں داخل کرے گا، اسے اپنی محبت دکھائے گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں ہوگا وہ شخص کہ جب اسے کوئی نعمت ملے تو شکر ادا کرے اور جب مقابل پر قادر ہو تو معاف کر دے اور جب اسے غصہ آئے تو ڈھیلا پڑ جائے(6)۔

امام حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس میں تین چیزیں ہوں اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کے سائے میں پناہ دے گا، اس پر اپنی رحمت کا پردہ فرمائے گا اور اسے اپنی محبت میں داخل کرے گا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ وہ تین چیزیں کیا ہیں فرمایا جب نعمت میسر آئے تو شکر کرے، جب قادر ہو تو معاف

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 131 (4556) 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 132 (4560) 3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 137 (4575)
4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 116 (4487) 5۔ ایضاً، (4485) 6۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 105 (4432)

کرے جب غصہ آئے تو کمزور پڑ جائے (1)۔

امام ابوداؤد، نسائی، ابن ابی الدنیا نے الشکر میں، الفریابی نے الذکر میں، المعمری نے عمل الیوم واللیلہ میں، طبرانی نے الدعاء میں، ابن حبان، بیہقی اور المستغفری دونوں نے الدعوات میں عبداللہ بن غنام رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے صبح کے وقت یہ کہا اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ۔ اس نے اپنے دن کا شکر ادا کر دیا۔ اور جس نے شام کے وقت ایسا کہا تو اس نے اپنی رات کا شکر ادا کر دیا (2)۔

امام ابن ابی الدنیا نے السری بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ طائف میں تھے کہ لوگوں پر بارش ہوئی۔ پس آپ نے لوگوں کو خطاب فرمایا اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو رزق کا سامان (بارش) مہیا فرمایا ہے اس پر اس کی حمد کرو۔ مجھے نبی کریم ﷺ سے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر کوئی انعام فرماتا ہے پھر وہ اس کی حمد کرتا ہے تو اس نے اس نعمت کا شکر ادا کر دیا۔

امام ابن ابی الدنیا اور الخرائطی دونوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مصیبت زدہ کو دیکھا اور یہ دعا پڑھی تو اس نے نعمت کا شکر ادا کیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى جَمِيْعِ خَلْقِهٖ تَفْضِيْلًا۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام کرے پھر وہ اس کا شکر یہ ادا کرے اور اس نعمت کی وجہ سے اللہ کے لئے تواضع کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں اس نعمت سے نفع دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے آخرت میں درجات بلند فرماتا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انعام فرمایا اور اس نے شکر ادا نہ کیا اور نہ اللہ کے لئے اس نے تواضع کی تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس نعمت کا نفع اس سے روک لیتا ہے اور اس کے لئے آگ کا طبق کھول دیتا ہے پھر آخرت میں چاہے گا تو عذاب دے گا اور چاہے گا تو اس سے تجاوز فرمائے گا۔

حضرت ابن ابی الدنیا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں جو بندہ ٹھنڈا پانی پیتا ہے اور وہ بغیر کسی تکلیف کے اس کے گلے سے گزر جاتا ہے اور بغیر اذیت کے جاری ہوتا ہے تو اس پر شکر کرنا واجب ہے۔

امام ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا اور حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو کوئی ایسا کام پیش آتا جو آپ کو اچھا لگتا تو آپ اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ کرتے (3)۔

حضرت ابن ابی الدنیا نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول نے انہیں فرمایا

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 105 (4433)　2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 89 (4368)

3۔ جامع ترمذی، باب ماجاء فی سورة الشکر، جلد 1، صفحہ 191، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

میں جبریل سے ملا اور اس نے مجھے خوشخبری سنائی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے کہ جو آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر درود بھیجوں گا اور جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا۔ پس میں نے اس پر اللہ کا سجدہ شکر ادا کیا۔

حضرت الخرائطی نے کتاب الشکر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھتے تو سجدہ میں گر جاتے۔

ابن سعد، ابن ابی شیبہ اور الخرائطی نے الشکر میں حضرت شداد بن اوس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب لوگ سونے اور چاندی کا خزانہ کریں تو تم یہ کلمات کثرت سے کہو۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ، وَالْعَزِیْمَةَ عَلَی الرُّشْدِ وَ اَسْاَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَ اَسْاَلُكَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْاَلُكَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَّلِسَانًا صَادِقًا وَاَسْاَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔

حضرت الخرائطی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا، افضل ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور افضل شکر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے۔

الخرائطی اور بیہقی نے الدعوات میں حضرت منصور بن صفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو یہ کہہ رہا تھا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانِیْ لِلْاِسْلَامِ وَجَعَلَنِیْ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے عظیم شکر ادا کیا۔

الخرائطی نے حضرت محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اے لوگو! دو چیزیں یاد کرلو نعمت کا شکر اور ایمان کا اخلاص۔

حضرت الخرائطی نے ابو عمر الشیبانی رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے طور کے دن فرمایا یا رب میں نے نماز پڑھی تو یہ بھی تیری توفیق سے اور جو میں نے صدقہ کیا یہ بھی تیری توفیق سے، اگر میں نے تیرے احکامات پہنچائے ہیں تو یہ بھی تیری توفیق سے ہے۔ پس میں تیرا شکر کیسے ادا کروں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب تو نے میرا شکر ادا کیا۔

حضرت ابن ابی الدنیا، الخرائطی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبد اللہ بن قرط الازدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، یہ صحابہ کرام میں سے تھے فرماتے تھے نعمت، منعَم علیہ (جس پر انعام کیا گیا) کے منعِم (نعمت کرنے والے) کے شکر کے ساتھ قائم رہتی ہے۔

حضرت الخرائطی نے جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو تجھ پر انعام کرنے والا ہے اس کا شکر ادا کر کیونکہ جب تو شکر کرے گا تو نعمتیں ختم نہ ہوں گی اور جب تو ناشکری کرے گا تو نعمتیں باقی نہ رہیں گی شکر نعمت میں زیادتی کا باعث ہے اور غیر سے امان ہے۔

الخرائطی سے خالد الربعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہا جاتا ہے کہ ایسے اعمال جو جلدی سزا کے مستحق ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں کہ امانت میں خیانت کی جائے، رحم (رشتہ داری) کو توڑا جائے۔ احسان کی ناشکری کی جائے۔

حضرت الخرائطی نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سب سے بری بات التجدیف ہے۔ ابوعبید نے کہا کہ اصمعی کہتے ہیں التجدیف کا معنی نعمتوں کی ناشکری ہے۔ الاموی نے کہا ہے التجدیف یہ ہے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے اسے اپنی محنت کا ثمرہ سمجھنا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

"اے ایمان والو! مدد طلب کیا کرو صبر اور نماز (کے ذریعہ) سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کیساتھ ہے"۔

امام الحاکم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر درد کی وجہ سے غشی طاری ہوگئی، لوگوں نے گمان کیا کہ ان کی روح پرواز کرگئی ہے حتیٰ کہ لوگ ان کے پاس سے اٹھ گئے اور لوگوں نے اسے کپڑا اوڑھا دیا۔ ان کی زوجہ ام کلثوم بنت عقبہ مسجد کی طرف گئی اور صبر اور نماز سے جو مدد طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے مدد حاصل کرنے لگی۔ لوگ کچھ وقت ٹھہرے رہے جبکہ آپ ابھی غشی میں تھے پھر انہیں افاقہ ہوگیا۔

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

"اور نہ کہا کرو انہیں جو قتل کئے جاتے ہیں اللہ کی راہ میں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (اسے) سمجھ نہیں سکتے"۔

ابن مندہ نے المعرفہ میں السدی الصغیر عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تمیم بن الحمام بدر میں شہید ہوا اور یہ آیت اس کے اور دوسرے شہداء کے متعلق نازل ہوئی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کا معنی فی طاعة اللہ، فی قتال المشرکین، یعنی اللہ کی اطاعت میں مشرکین سے جنگ کرنا۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ شہداء سبز پرندوں کی صورتوں میں جنت کے اندر زندہ ہیں، جنت میں جہاں چاہتے ہیں اڑتے ہیں اور جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور ابن جریر نے عکرمہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ شہداء کی ارواح جنت میں انتہائی سفید پرندوں (کی صورتوں) میں ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے البعث والنشور میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جنة الماوىٰ

میں سبز پرندے ہیں جس میں شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں بلند ہوتی ہیں اور مومنین کے نابالغ بچے جنت کی چڑیوں میں سے چڑیاں ہیں جو چرتی اور گھومتی ہیں۔

امام عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ شہداء کی روحیں سفید پرندوں کی صورتوں میں ہیں جنت کے پھل کھاتی ہیں (1)۔

امام الکلبی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے شہداء کی روحیں سفید پرندوں کی صورتوں میں ہیں جو عرش کے نیچے معلق قنادیل میں پناہ لیتی ہیں۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ شہداء کی روحیں سفید پرندوں میں معروف ہیں، جنت کے پھل کھاتی ہیں اور سدرہ ان کی رہائش ہے۔ اللہ تعالیٰ مجاہد کو خیر کی تین خصلتیں عطا فرماتا ہے، جو اللہ کے راستہ میں شہید ہوتا ہے وہ زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے اور جو غالب آتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم عطا فرماتا ہے اور جو مر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رزق حسن عطا فرماتا ہے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ شہداء جنت کے پھلوں کی وجہ سے زندہ ہیں اور وہ جنت کی خوشبو پاتے ہیں جب کہ وہ جنت میں نہیں ہیں (3)۔

مالک، احمد، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نسائی، ابن ماجہ نے حضرت کعب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں جو جنت کے پھلوں یا جنت کے درختوں سے معلق ہیں (4)۔

امام عبدالرزاق نے المصنف میں عبداللہ بن کعب بن مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شہداء کی ارواح سبز پرندوں کی صورتوں میں ہیں جو جنت کی قنادیل کے ساتھ معلق ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انہیں لوٹائے گا (5)۔

امام نسائی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اہل جنت سے ایک شخص کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اسے ارشاد فرمائے گا اے انسان تو نے اپنے مقام کو کیسا پایا؟ وہ کہے گا اے میرے پروردگار بہت اچھی منزل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو سوال کر اور کسی خواہش کا اظہار کر۔ وہ عرض کرے گا میں کیا سوال کروں اور کیا خواہش کروں، میں صرف اتنا سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے دنیا کی طرف لوٹا دے، میں دس مرتبہ اللہ کے راستہ میں شہید کیا جاؤں یہ اس لئے وہ کہے گا کیونکہ اس نے شہادت کی فضیلت ملاحظہ کر لی ہوگی (6)۔

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 65-264 (9558) مطبوعہ بیروت لبنان 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 48 3۔ ایضاً

4۔ جامع ترمذی، باب ماجاء فی ثواب شہید، جلد 1، صفحہ 197، مطبوعہ دار القرآن والحدیث ملتان

5۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 266 (9556) 6، سنن نسائی، جلد 2، صفحہ 61، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۫ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

''اور ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں کسی ایک چیز کے ساتھ یعنی خوف اور بھوک اور کمی کرنے سے (تمہارے) مالوں اور جانوں اور پھلوں میں اور خوشخبری سنایئے ان صبر کرنے والوں کو جو کہ جب پہنچتی ہے انہیں کوئی مصیبت تو کہتے ہیں بے شک ہم صرف اللہ ہی کے ہیں اور یقیناً اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی وہ (خوش نصیب) ہیں جن پر ان کے رب کی طرح طرح کی نوازشیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ سیدھی راہ پر ثابت قدم ہیں''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو خبر دی ہے کہ دنیا مصیبت کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس دنیا میں آزمائش میں ڈالے گا (اس لئے) صبر کا حکم فرمایا اور انہیں بشارت دی ہے۔ فرمایا وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ، اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ مومن جب قضائے الٰہی کے سامنے جھک جاتا ہے اور مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے تین بھلائیاں لکھ دیتا ہے۔ اللہ کی طرف سے صلوٰۃ اور رحمت، ہدایت کے راستوں کی تحقیق۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کہا اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کی کمی کو پورا کر دیتا ہے۔ اس کے انجام کو بہتر کرتا ہے اور اس کے لئے نیک صالح بدل بناتا ہے جس سے وہ راضی ہوتا ہے(1)۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ الخ کے تحت نقل کیا ہے کہ اس آیت کے مخاطب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں(2)۔

حضرت سفیان بن عیینہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جویبر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے ضحاک کی طرف لکھ کر بھیجا کہ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔ خاص ہے یا عام ہے؟ ضحاک نے فرمایا یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو تقویٰ کا خوگر ہے اور فرائض ادا کرتا ہے(3)۔

ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ کا معنی یہ ہے کہ ہم تمہیں آزمائیں گے یعنی مومنین کو ہم آزمائیں گے۔ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ یعنی جو مصائب پر قضائے الٰہی کے تحت صبر کرنے والے ہیں انہیں جنت کی بشارت دو اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ اور جنہوں نے مصیبتوں پر صبر کیا ان پر مغفرت ہے اور ان کے لئے رحمت اور عذاب

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 53، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت — 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 51

3۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 116 (9690) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

سے امن ہے وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ یعنی مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کہنے کی وجہ سے ہدایت یافتہ ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے رجاء بن حیوہ رحمہم اللہ سے ونقص من الثمرات کے تحت روایت کیا ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آتا ہے جس میں کھجوروں پر پھل نہیں لگتا، سوائے ایک کھجور کے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے رجاء بن حیوۃ رحمہم اللہ کے طریق سے کعب سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

طبرانی اور ابن امردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کو ایک ایسی چیز دی گئی ہے جو کسی دوسری امت کو نہیں دی گئی۔ وہ یہ ہے کہ مصیبت کے وقت یہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کہتے ہیں (1)۔

امام وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر، بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مصیبت کے وقت اس امت کو ایک ایسی چیز دی گئی ہے جو ان سے پہلے انبیائے کرام کو نہیں عطا کی گئی تھی۔ اگر یہ انبیائے کرام کو عطا کی جاتی تو یعقوب علیہ السلام کو عطا کی جاتی کیونکہ انہوں نے يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ (یوسف: 84) کہا تھا۔ بیہقی کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ اس امت کے سوا کسی امت کو استرجاع اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ عطا نہیں کیا گیا کیا تو نے یعقوب علیہ السلام کا قول نہیں سنا ہے؟ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ (یوسف: 84) (2)۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جو طاقت رکھتا ہے کہ وہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے صلوٰۃ، رحمت اور ہدایت کا مستحق ہو جائے تو اسے ایسا کرنا چاہیے اور نیکی کمانے کی قوت صرف اللہ کی مدد سے ہے اور جو اللہ تعالیٰ پر حق ثابت کرے گا اس حق کے ساتھ جو اللہ نے اس کے لئے ثابت کیا ہے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کو وفا کرنے والا پائے گا۔

امام وکیع، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا (نے کتاب العزاء میں) ابن المنذر، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دونوں طرف کا بوجھ اچھا ہے اور جو بوجھ درمیان میں ہے وہ بھی اچھا ہے (دونوں طرف کے بوجھ سے مراد اس آیت میں اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ہے اور درمیانے بوجھ سے مراد وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ہے۔

حضرت ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس شخص میں چار خصال ہوں گی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا (1) جس کے معاملہ کی عصمت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہو (2) جب مصیبت پہنچے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کہے (3) جب اسے کوئی چیز ملے تو الحمد للہ کہے (4) اور جب اس سے کوئی گناہ سرزد ہو تو استغفر اللہ کہے (4)۔

حضرت ابن ابی الدنیا نے العزاء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مصیبت پر صبر کرے گا حتیٰ کہ اچھی تعزیت کے ساتھ اسے لوٹا دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے تین سو درجات لکھے گا اور ہر دو

1۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 76 (3943) مطبوعہ دار الفکر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 53
3۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 116 (9688)
4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 117 (9692)

درجات کے درمیان زمین و آسمان جیسا فاصلہ ہوگا۔

حضرت ابن ابی الدنیا نے العزاء میں یونس بن یزید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن سے پوچھا صبر کی انتہاء کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا تو مصیبت کے دن اسی طرح ہو جس طرح مصیبت سے پہلے تھا۔

حضرت ابن ابی الدنیا نے کتاب الاعتبار میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سلیمان بن عبد الملک نے اسے ان کے بیٹے کی موت کے وقت کہا کیا مومن اتنا صبر کرتا ہے کہ وہ مصیبت کی وجہ سے تکلیف محسوس نہیں کرتا؟ حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا اے امیر المومنین آپ کے نزدیک محبوب اور مکروہ برابر نہیں ہے لیکن صبر مومن کی پناہ گاہ ہے۔

امام احمد، ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ مسلمان کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے پھر اس کو یاد کرتا ہے اگرچہ اس کا زمانہ لمبا بھی ہو جاتا ہے پھر اس کو اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کہنے کی توفیق ہوتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس وقت اس کا قصد فرماتے ہیں اور اسے مصیبت کے دن اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کہنے کی طرح اجر عطا فرماتا ہے۔

امام سعید بن منصور، العقیلی نے الصعفاء میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

حکیم ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی نعمت اگرچہ اس کو بہت عرصہ گزر چکا ہو، بندہ جب اس نعمت پر حمد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت ثواب عطا فرماتے ہیں اور کوئی مصیبت اگرچہ اس کا زمانہ بہت گزر چکا ہو بندہ اس کے لئے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت اس کا اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں۔

امام ابن ابی الدنیا نے العزاء میں سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ جس نے چالیس سال بعد اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کہا اللہ تعالیٰ اس کو مصیبت کے دن جیسا ثواب عطا کرے گا۔

حضرت ابن ابی الدنیا نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انسان کو کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے اور چالیس سال بعد وہ اس مصیبت کو یاد کر کے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت بھی ایسا ہی اجر عطا فرماتے ہیں جیسا کہ اس نے مصیبت کے دن اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا ہو۔

امام احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں ابو سلمہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر میرے پاس آئے اور فرمایا کہ میں نے آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بات سنی ہے جس سے میں بہت خوش ہوا ہوں۔ فرمایا کسی مسلمان کو مصیبت پہنچے اور وہ مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھے پھر کہے۔ اَللّٰهُمَّ اٰجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا تو اللہ ایسا ہی کرتا ہے (اللہ تعالیٰ اس مصیبت پر اجر عطا فرماتا ہے اور اس کو بہتر بدل عطا فرماتا ہے) حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے یہ دعا یاد کر لی۔ جب ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا پھر میں نے کہا اَللّٰهُمَّ اٰجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا۔ پھر میں نے خیال

کہ میرے لئے ابوسلمہ سے بہتر کون ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ کا بہتر بدل رسول اللہ ﷺ عطا فرما دیا(1)۔

امام مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ بندے کو جب کوئی مصیبت لاحق ہو پھر وہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھے پھر یہ کہے اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا تو اللہ عالی اس مصیبت میں اسے اجر عطا فرماتا ہے اور اسے بہتر بدل عطا فرماتا ہے۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں جب ابوسلمہ کا وصال ہوا تو میں نے اسی طرح کہا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہتر بدل رسول اللہ ﷺ عطا فرما دیے(2)۔

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسی انسان کا بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم نے میرے بندے کے دل کا پھل قبضہ میں لے لیا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کے لئے جنت میں گھر بنا دو اور اس گھر کا نام بیت الحمد رکھ دو(3)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک موت کی وجہ سے گھبراہٹ (فطرتی امر) ہے جب تم میں سے کسی کے پاس اپنے بھائی کی وفات کی خبر آئے تو اسے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۔ وَ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (الزخرف) کہنا چاہیے(4)۔

حضرت ابن ابی الدنیا نے الغراء میں حضرت ابوبکر بن ابی مریم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے اپنے مشائخ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل مصیبت پر مصیبت نازل ہوتی ہے وہ اس پر جزع فزع کرتے ہیں۔ پھر کوئی گزرنے والا ان کے پاس سے گزرتا ہے اور کہتا ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ تو اس مصیبت میں اس شخص کا اجر مصیبت والوں سے زیادہ ہوتا ہے۔

امام طبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا تو آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ بھی مصیبت ہے؟ ارشاد فرمایا مومن کو جو بھی ناپسندیدہ امر لاحق ہوتا ہے وہ مصیبت ہے(5)۔

البزار نے ضعیف سند کے ساتھ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 118 (9697) 2۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 300، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

3۔ جامع ترمذی، باب المصیبۃ اذا احتسب، جلد 1، صفحہ 121۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

4۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 77 (3945) 5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 78 (3948)

روایت کیا ہے فرمایا جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اسے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھنا چاہیے کیونکہ یہ بھی مصائب میں سے ہے(1)۔ البزار نے ضعیف سند کے ساتھ شداد بن اوس سے مرفوع حدیث اسی طرح روایت کی ہے۔

حضرت ابن ابی الدنیا نے العزاء میں شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کا تسمہ ٹوٹ جائے اسے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھنا چاہیے کیونکہ یہ مصیبت ہے۔

حضرت ابن ابی الدنیا اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عوف بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس کا تسمہ ٹوٹ جائے اسے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کہنا چاہیے کیونکہ یہ مصیبت ہے، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا نے عوف بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود چل رہے تھے ان کا تسمہ ٹوٹ گیا تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ پوچھا گیا کیا اس جیسے فعل پر بھی اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ بھی مصیبت ہے۔

امام ابن سعد، عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ہناد، عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابن المنذر اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا، پوچھا گیا کیا ہوا؟ فرمایا میرا تسمہ ٹوٹ گیا ہے پس اس سے مجھے تکلیف پہنچی اور جو چیز تکلیف دے وہ مصیبت ہے۔

حضرت ابن ابی الدنیا نے الامل میں اور دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا اس نے جوتے کو لوہے کی نتھنی لگوا رکھی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے بڑی لمبی امید لگا رکھی ہے جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے پھر وہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر صلوٰۃ، ہدایت اور رحمت کا نزول ہوتا ہے اور یہ اس کے لئے ساری دنیا سے بہتر ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا نے العزاء میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چراغ بجھ گیا تو کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ، عرض کی گئی یا رسول اللہ کیا یہ مصیبت ہے؟ فرمایا ہاں ہر وہ چیز جو مومن کو اذیت دے وہ مصیبت ہے اور اجر ہے۔

حضرت ابن ابی الدنیا نے حضرت عبد العزیز بن ابی داؤد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ چراغ بجھ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا جو تجھے تکلیف دے وہ مصیبت ہے۔ طبرانی اور سمویہ نے فوائد میں ابو امامہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ اس شخص نے عرض کی حضور! یہ تسمہ ہے اس پر یہ کلمہ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ مصیبت ہے(2)۔

امام ابن السنی نے عمل یوم ولیلۃ میں حضرت ابو ادریس الخولانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام چل رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تسمہ ٹوٹ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا کسی صحابی

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 117 (9693) 2۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 78 (3947)

نے کہا کیا یہ مصیبت ہے؟ فرمایا ہاں ہر وہ شے جو مومن کو تکلیف دے وہ مصیبت ہے۔

حضرت دیلمی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، آپ کو انگوٹھے میں کانٹا لگا ہوا تھا، آپ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھ رہے تھے اور اس جگہ کو مل رہے تھے۔ جب میں نے آپ کا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھنا سنا تو میں آپ کے قریب ہوئی اور میں نے دیکھا تو وہ معمولی سا نشان تھا میں ہنس پڑی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اتنا زیادہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ اس کانٹے کی وجہ سے پڑھ رہے ہیں؟ آپ ﷺ مسکرا دیئے اور میرے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا اے عائشہ اللہ تعالیٰ جب کسی چھوٹے (زخم، تکلیف) کو بڑا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو ایسا کر دیتا ہے اور جب بڑے کو چھوٹا کرنا چاہتا ہے تو ایسا بھی کر دیتا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب تجھ سے جماعت کے ساتھ نماز فوت ہو جائے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھو کیونکہ یہ بھی مصیبت ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سواد بن داؤد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ پہنچے تو جماعت ہو چکی تھی آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا حتیٰ کہ ان کی آواز مسجد سے باہر سنی گئی۔

امام عبدالرزاق نے المصنف میں اور عبد بن حمید نے الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پہلے صدمہ کے وقت ہی صبر ہے۔ اور ابن آدم آنسوؤں کا مالک نہیں ہوتا انسان کی محبت اپنے بھائی کی طرف (فطرتی امر) ہے(1)

امام ابن سعد نے حضرت خیثمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس اپنے بھائی عتبہ کی موت کی خبر پہنچی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا یہ رحمت ہے جو اللہ نے پیدا فرمائی ہے انسان اس پر قدرت نہیں رکھتا۔

امام احمد، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کو اپنے بچے پر روتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ اس عورت نے کہا آپ کو میری مصیبت کی پرواہ نہیں ہے۔ جب آپ تشریف لے گئے تو اس عورت کو بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ عورت انتہائی پریشان ہوگئی۔ وہ آپ ﷺ کے دروازے پر آئی۔ کوئی دربان آپ کے دروازہ پر نہ پایا۔ عرض کی یا رسول اللہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا صبر تو پہلے صدمہ کے وقت ہے(2)۔

امام عبد بن حمید، ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن دو مسلمانوں کے (میاں، بیوی) تین بچے بلوغت سے پہلے فوت ہو گئے ہوں گے وہ ان کے لئے آگ سے بچاؤ کا باعث ہوں گے۔ حضرت ابوذر نے کہا جس کے دو بچے فوت ہو گئے ہوں فرمایا دو بھی۔ حضرت ابوالمنذر رسید القراء نے کہا یا رسول اللہ میرا ایک بچہ فوت ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک بھی (دوزخ کی آگ

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 3، صفحہ 551 (6667) مطبوعہ بیروت

2۔ سنن ابوداؤد، باب الصبر عند المصیبۃ، جلد 3، صفحہ 161، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت

سے بچاؤ کا باعث ہوگا) اور یہ پہلے صدمہ میں ہے (1)۔

امام عبد بن حمید نے کریب بن حسان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم میں سے ایک شخص فوت ہو گیا اس کے باپ کو اس کی وجہ سے انتہائی رنج ہوا اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی حوشب نے کہا کیا میں تجھے اس کی مثل واقعہ کے متعلق نہ بتاؤں جو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود دیکھا ہے ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا جس کے ساتھ ایک بیٹا تھا جو فوت ہو چکا تھا اس کا باپ انتہائی پریشانی میں تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اسے کیا ہوا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ اس کا بیٹا فوت ہو گیا ہے اس کے ساتھ آپ کی بارگاہ میں آیا کرتا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے ملے اور فرمایا اے فلاں کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تیرا بیٹا تیرے پاس بچوں کے دوڑنے کی طرح دوڑ رہا ہو، اے فلاں کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تیرا بیٹا تیرے پاس بچوں کے کھیلنے کی طرح کھیل رہا ہو اے فلاں کیا تجھے یہ چیز خوش کرتی ہے کہ تیرا بیٹا تیرے پاس خوبصورت نوجوان کی شکل میں ہو یا تجھے یہ پسند ہے کہ تجھے کہا جائے جنت میں داخل ہو یہ اس کا ثواب ہے جو تجھ سے لیا گیا ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید، نسائی، حاکم (انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے) بیہقی نے شعب الایمان میں معاویہ بن قرہ عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا جاتا رہتا تھا اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا کیا تو اپنے اس بیٹے سے محبت کرتا ہے اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ سے ایسے ہی محبت کرتا ہوں جیسے اس سے محبت کرتا ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کچھ دن نہ دیکھا تو پوچھا فلاں کے بیٹے کو کیا ہوا (نظر نہیں آیا)؟ عرض کی وہ فوت ہو گیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کے باپ سے ملاقات کی اور فرمایا کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تو جنت کے دروازوں میں سے کسی دروازے پر آئے تو اس کو کھولنا چاہے تو وہ بچہ دوڑ کر آئے حتیٰ کہ تیرے لئے خود دروازہ کھولے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ فضیلت اسی ایک شخص کے لئے ہے یا ہم تمام کے لئے ہے فرمایا تم تمام کے لئے ہے (2)۔

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مومن بچے یا اپنی کسی حاجت کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا رہتا ہے حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے تو اس کا کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

امام مالک کے مؤطا میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مومن پر اس کی اولاد اور حاجات کے بارے میں مصیبتیں آتی رہی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا (3)۔

امام احمد اور طبرانی نے عقبہ بن عامر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کو اپنی صلب کے تین بچوں نے رلایا ہو (یعنی جس کے تین بچے فوت ہو گئے ہوں) اور اس نے ان پر رضائے الٰہی کی خاطر صبر کیا ہو تو اس

1۔ جامع ترمذی، باب ماجاء فی ثواب من قدم ولدا، جلد 1، صفحہ 126، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

2۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 93 (3993) 3۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 158 (9836)

کے لئے جنت واجب ہے (1)۔

امام البزار اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ایک انصاری عورت کا بچہ فوت ہو گیا ہے اور اس نے اس پر جزع وفزع کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ صحابہ بھی تھے۔ جب آپ ﷺ اس عورت کے پاس پہنچے تو فرمایا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تو نے جزع، فزع کیا ہے۔ اس عورت نے کہا میں جزع فزع کیسے نہ کروں میرا بچہ فوت ہو گیا ہے اور میرے بچے زندہ نہیں رہتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الرقوب وہ عورت ہے جس کے بچے زندہ رہتے ہیں۔ کیونکہ کسی مسلمان عورت کی اولاد میں سے تین بچے فوت ہوئے ہوں اور اس نے ان پر ثواب کی نیت سے صبر کیا ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہے۔ حضرت عمر نے عرض کی حضور! جس کے دو فوت ہوئے ہوں فرمایا جس کے دو فوت ہوئے ہوں (اس کے لئے بھی یہی حکم ہے)

امام مالک نے مؤطا میں ابو النضر السلمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں اور اس نے ان پر ثواب کی نیت سے صبر کیا ہو تو وہ بچے آگ سے اس کے لئے ڈھال ہوں گے۔ ایک عورت نے کہا جس کے دو فوت ہوئے ہوں؟ فرمایا جس کے دو فوت ہوئے ہوں (اس کے لئے بھی یہی حکم ہے) (2)۔

امام احمد اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کی اولاد میں سے تین بچے فوت ہو گئے ہوں پھر وہ ان پر ثواب کی نیت سے صبر کرے تو جنت میں داخل ہو گا۔ ایک عورت نے کہا دو جس کے فوت ہوئے ہوں اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا جس کے دو فوت ہوئے ہوں ان کا بھی یہی حکم ہے (3)۔

امام احمد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن دو مسلمان (میاں، بیوی) کے تین بچے فوت ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان بچوں پر رحمت کی وجہ سے ان دونوں مسلمانوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا دو بچوں کے فوت ہونے کا بھی یہی حکم ہے؟ فرمایا جس کے دو فوت ہو جائیں ان کا بھی یہی حکم ہے۔ صحابہ نے پوچھا کیا جس کا ایک فوت ہو جائے؟ فرمایا جس کا ایک فوت ہو جائے (اس کے لئے بھی یہ انعام ہے) پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کچا گرنے والا بچہ اپنی ناف کے ساتھ کھینچ کر اپنی ماں کو جنت کی طرف لے جائے گا جب وہ ثواب کی نیت سے اس پر صبر کرے گی (4)۔

امام طبرانی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے تین (بچے) دفن کئے پھر ان پر صبر کیا اور مقصود رضائے الٰہی تھا تو اس کے لئے جنت واجب ہے۔ ام ایمن نے عرض کی جس نے دو

1۔ معجم کبیر، جلد 17، صفحہ 300 (829) مطبوعہ بغداد 2۔ مؤطا امام مالک، کتاب الجنائز، جلد 1، صفحہ 235 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت
3۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 132 (9745) 4۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 92 (3991)

دفن کیئے ہوں؟ فرمایا جس نے دو دفن کیئے ہوں۔ پھر عرض کی جس نے ایک دفن کیا ہو؟ پھر آپ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا جس نے ایک دفن کیا ہو اس کے لئے بھی یہی حکم ہے(1)۔

امام احمد، ابن قانع نے معجم الصحابہ میں اور ابن مندہ نے المعرفہ میں حوشب رحمہ اللہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے فرمایا جس کا بچہ فوت ہو گیا ہو پھر اس نے صبر کیا ہو اور اس سے مقصود رضائے الٰہی ہو تو اسے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جا اس کے فضل کی وجہ سے جو ہم نے تجھ سے لیا تھا(2)۔

امام نسائی، ابن حبان، طبرانی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوسلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آفرین پانچ چیزوں کے لئے جو میزان میں کتنی بھاری ہیں لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمد للہ وہ نیک بچہ جو انسان کا فوت ہو جاتا ہے اور آدمی اس پر ثواب کی نیت سے صبر کرتا ہے(3)۔

امام ابن ابی الدنیا نے العزاء میں اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عثمان بن مظعون کا بیٹا فوت ہو گیا تو انہیں اس کا بہت دکھ ہوا، انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور آگ کے سات دروازے ہیں، کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تو جنت کے جس دروازے سے آئے تو اپنے بیٹے کو اپنے پہلو میں پائے۔ وہ تیرے نیفہ سے پکڑ کر تیرے لئے تیرے رب کی بارگاہ میں سفارش کرے؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے جو بچے فوت ہو گئے ان کا بھی یہی حکم ہے جو عثمان کے لئے ہے؟ فرمایا ہاں جس نے بھی صبر کیا اور ثواب کی امید رکھی(4)۔

امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندۂ مومن سے راضی نہیں ہوتا جس کی اہل زمین میں پسندیدہ چیز ضائع ہو جائے اور وہ صبر کرے اور جنت سے کم کی امید رکھے(5)۔

امام ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو تین اجزاء پر تقسیم فرمایا ہے جس میں یہ تینوں اجزاء ہوں وہ عقل مند ہے اور جس میں یہ تینوں اجزاء نہ ہوں وہ بے عقل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے حسن معرفت، اللہ کے لئے حسن طاقت اور اللہ کے لئے حسن صبر۔

امام ابن سعد نے مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا بیٹا عبد اللہ فوت ہوا تو اچھا لباس پہن کر کنگھی کر کے باہر تشریف لائے۔ ان سے اس موقع پر ایسے لباس اور ایسی زینت کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے دو مصیبتوں پر تین چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور ہر ایک چیز مجھے پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۵۸﴾

1۔ معجم کبیر، جلد 2، صفحہ 245 (2030)　2۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 467　3۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 136 (9755)

4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 137 (8761)　5۔ سنن نسائی، جلد 1 صفحہ 264، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پس جو حج کرے اس گھر کا یا عمرہ کرے تو کچھ حرج نہیں اسے کہ چکر لگائے ان دونوں کے درمیان اور جو کوئی خوشی سے نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان خوب جاننے والا ہے''۔

امام مالک نے مؤطا میں، امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن ابی داؤد، ابن انباری رحمہم اللہ نے مصاحف میں، حضرت ابن ابی حاتم اور امام بیہقی نے سنن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ عروہ نے ان سے پوچھا کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ کوئی صفا و مروہ کی سعی نہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اے میرے بھانجے تو نے غلط کہا ہے اگر یہ مفہوم ہوتا جو آپ نے بیان کیا ہے تو عبادت اس طرح ہوتی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔ لیکن یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ انصار اسلام قبول کرنے سے پہلے مناۃ بت کے لئے احرام باندھتے تھے جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور جو اس بت کے لئے احرام باندھتا تھا وہ صفا و مروہ کی سعی کرنے سے اجتناب کرتا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کی سعی کو سنت بنا دیا پس اب کسی کے لئے صفا و مروہ کی سعی چھوڑنا جائز نہیں ہے (1)۔

امام عبد بن حمید، بخاری، ترمذی، ابن جریر، ابن ابی داؤد فی المصاحف، ابن ابی حاتم، ابن السکن اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے صفا و مروہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا ہم زمانۂ جاہلیت میں صفا و مروہ کی زیارت کرتے تھے جب اسلام آیا تو ہم رک گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی (2)۔

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی۔ وہ زمانۂ جاہلیت میں جب احرام باندھتے تھے تو صفا و مروہ کے درمیان طواف کرنا ان کے لئے حلال نہیں ہوتا تھا پھر جب ہم آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی داؤد (فی المصاحف)، ابن ابی حاتم اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں شیاطین زمانۂ جاہلیت میں تمام رات صفا و مروہ کے درمیان ہجو یہ اشعار پڑھتے رہتے تھے۔ صفا و مروہ میں بت تھے جن کو وہ خدا سمجھتے تھے۔ جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم صفا و مروہ کا طواف نہ کریں کیونکہ یہ ایک ایسا کام تھا جو ہم زمانۂ جاہلیت میں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔ فرمایا اس پر کوئی گناہ نہیں لیکن اجر ہے (4)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انصار نے عرض کی کہ صفا و مروہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 59

2۔ صحیح بخاری، باب ماجاء فی السعی بین الصفا والمروۃ، جلد 1، صفحہ 223، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 297 (3069) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 58

کے درمیان سعی زمانہ جاہلیت کے امر سے ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (1)۔

امام ابن جریر نے عمرو بن حبیش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا ابن عباس سے جا کر پوچھو، وہ موجود لوگوں میں زیادہ جانتے ہیں اس کے متعلق جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ میں ابن عباس کے پاس آیا، مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ان دونوں پہاڑوں پر بت رکھے ہوئے تھے، جب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو صفا و مروہ کے درمیان سعی رک گئے حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ صفا و مروہ کی سعی سے رک گئے تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہیں اور ان کا طواف کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے تو ان دونوں کے درمیان سعی کی سنت قائم ہو ہوگئی (3)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر نے عامر شعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صفا پر ایک بت تھا جسے اساف اور مروہ پر ایک بت تھا جسے نائلہ کہا جاتا تھا۔ زمانہ جاہلیت کے لوگ جب بیت اللہ کا طواف کرتے تو صفا و مروہ درمیان بھی سعی کرتے تھے اور دونوں بتوں کو چھوتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ صفا و مروہ کا بتوں کی وجہ سے طواف کیا جاتا ہے، ان کا طواف شعائر سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ صفا مذکر ہے کیونکہ اس پر جو بت تھا وہ مذکر تھا اور مروہ کو مؤنث بنایا گیا کیونکہ اس پر جو بت تھا وہ مؤنث تھا (4)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر رحمہم اللہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انصار نے کہا ان دو پتھروں کے درمیان سعی جاہلیت کا عمل ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ فرمایا یہ عمل خیر ہے جس کے متعلق میں نے تمہیں بتایا ہے جو ان کا طواف نہ کرے تو اس پر حرج نہیں ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کو بطور نفل کیا پس یہ سنن میں سے ہے۔ عطاء فرمایا کرتے تھے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کعبہ کی جگہ ستر مکان بدل دیتا (5)۔

امام ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں تہامہ کے لوگ صفا و مروہ کے درمیان طواف نہیں کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، ان دونوں پہاڑوں کے درمیان طواف کرنا ابراہیم و اسماعیل کی سنت ہے (6)۔

امام عبد بن حمید، مسلم، ترمذی، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی رحمہم اللہ نے اپنی سنن میں زہری عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں انصار میں سے کچھ لوگ زمانہ جاہلیت میں مناۃ (بت) کے لئے احرام باندھتے تھے۔ مناۃ مکہ اور مدینہ کے درمیان بت تھا، انہوں نے پوچھا اے اللہ کے نبی ہم صفا و مروہ کے درمیان مناۃ کی تعظیم کی وجہ سے طواف نہیں کرتے تھے، کیا اب ہم پر ان کے طواف میں کوئی حرج ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ عروہ کہتے ہیں میں

1۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 553، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 57 3۔ ایضاً

4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 636 (234) مطبوعہ دار الصمیعی مکہ مکرمہ

5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 637 (235) 6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا جلد 2، صفحہ 59

نے حضرت عائشہ سے کہا مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں صفا ومروہ کے درمیان طواف نہ کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اے میرے بھانجے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صفا ومروہ شعائر اللہ سے ہیں۔ زہری نے کہا میں نے یہ واقعہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحرث بن ہشام سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا یہ علم ہے۔ ابو بکر نے کہا میں نے اہل علم لوگوں کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا حکم نازل فرمایا اور صفا ومروہ کے طواف کا حکم نازل فرمایا تو نبی کریم ﷺ سے عرض کی گئی ہم صفا ومروہ کے درمیان زمانہ جاہلیت میں طواف کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا ہے اور صفا ومروہ کے درمیان طواف کا ذکر نہیں فرمایا ہے کیا ہم پر کوئی حرج ہے کہ ہم ان کا طواف نہ کریں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ابو بکر کہتے ہیں سنو یہ آیت دونوں فریقوں کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے ان پہاڑیوں کے درمیان سعی کی اور جنہوں نے سعی نہ کی (1)۔

امام وکیع، عبدالرزاق، عبد بن حمید، مسلم، ابن ماجہ اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میری عمر کی قسم اللہ تعالیٰ نے اس کا حج اور عمرہ مکمل نہ فرمایا جس نے صفا ومروہ کے درمیان سعی نہ کی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔(2)

امام عبد بن حمید اور مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انصار صفا ومروہ کے درمیان سعی کو ناپسند کرتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے درمیان سعی کرنا نفل ہے (3)۔

امام ابوعبید نے فضائل میں، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی داؤد نے المصاحف میں، ابن المنذر اور ابن الانباری نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کو فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَّطَّوَّفَ بِهِمَا پڑھتے تھے (4)۔ عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے عطاء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابن مسعود کے مصحف میں ہے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَّطَّوَّفَ بِهِمَا۔(5)

امام ابن ابی داؤد نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا پڑھتے تھے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا پڑھتے تھے، پس جس نے ان کا طواف چھوڑ دیا اس پر کوئی حرج نہیں ہے (6)۔

امام سعید بن منصور، حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا میں مروہ سے پہلے صفا سے شروع کرتا ہوں اور طواف سے پہلے نماز پڑھتا ہوں یا نماز سے پہلے طواف کرتا ہوں۔ ذبح کرنے سے پہلے حلق کراتا ہوں یا حلق کرانے سے پہلے ذبح کرتا ہوں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ سب اللہ کی کتاب سے حاصل کرو وہ یاد کرنے کے قابل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ اس میں صفا مروہ سے پہلے ہے۔ فرمایا وَ لَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ (البقرہ: 196) پس اس آیت کی وجہ سے حلق سے پہلے ذبح ہے فرمایا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 59　2۔ ایضاً　3۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 414، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 61　3۔ ایضاً　6۔ مجمع الزوائد جلد 3، صفحہ 554 (5531)

طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (الحج:26) اس آیت میں نماز سے پہلے طواف ہے(1)۔

امام وکیع نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا صفا سے سعی کیوں شروع کی جاتی ہے فرمایا کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔

امام مسلم، ترمذی، ابن جریر اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حج میں صفا کے قریب تشریف لے گئے تو فرمایا اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ پس اللہ تعالیٰ نے کلام کو جس سے شروع کیا ہے تم بھی اسی سے شروع کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی صفا سے شروع کی اور اس پر چڑھ گئے (2)۔

امام شافعی، ابن سعد، احمد، ابن المنذر، ابن قانع اور بیہقی رحمہم اللہ نے حبیبہ بیت ابی بحران رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفا و مروہ کے درمیان طواف کرتے ہوئے دیکھا جب کہ لوگ آپ کے آگے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پیچھے سعی فرما رہے تھے حتیٰ کہ تیز سعی کی وجہ سے آپ کے گھٹنے دیکھے۔ آپ اپنی ازار لپیٹے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے کہ سعی کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی فرض فرما دی ہے (3)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی فرض کی ہے پس سعی کرو (4)۔

امام وکیع نے ابو الطفیل عامر بن واثلہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صفا و مروہ کے درمیان سعی کے متعلق پوچھا تو فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے سعی کی تھی۔

امام طبرانی، بیہقی نے ابو الطفیل سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا تمہاری قوم کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تھی اور یہ سنت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ سچ کہتے ہیں جب ابراہیم علیہ السلام کو مناسک کی ادائیگی کا حکم ہوا تو سعی کی جگہ کے درمیان شیطان آپ کے سامنے آیا، اس نے ابراہیم سے سبقت لے جانے کی کوشش کی لیکن حضرت ابراہیم اس سے سبقت لے گئے (5)۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو صفا و مروہ کے درمیان طواف کرتے دیکھا تو فرمایا یہ ان چیزوں میں سے ہے جو تمہیں ام اسماعیل نے وراثت میں دی ہیں (6)۔

الخطیب نے تالی التلخیص میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو آپ کے ساتھ حضرت ہاجرہ اور اسماعیل علیہما السلام تھے۔ آپ نے انہیں بیت اللہ کے قریب چھوڑا۔ حضرت

1۔ مستدرک حاکم، جلد2، صفحہ 297 (3071) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد2، صفحہ 62 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 3۔ طبقات ابن سعد، جلد8، صفحہ 247، مطبوعہ دار صادر بیروت

4۔ مجمع الزوائد، جلد3، صفحہ 553 (5527) مطبوعہ دار الفکر بیروت 5۔ ایضاً، جلد3، صفحہ 3554

6۔ مستدرک حاکم، جلد2، صفحہ 297 (3072) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ہاجرہ نے کہا کیا اس کا تجھے اللہ نے حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا ہاں۔ پھر بچہ پیاسا ہوا تو حضرت ہاجرہ نے دیکھا تو قریب ترین پہاڑ صفا تھا، آپ دوڑ کر اس پر چڑھ گئیں۔ اس نے دیکھا تو اسے کوئی چیز نظر نہ آئی پھر اس نے دیکھا تو قریب ترین پہاڑ مروہ تھا، آپ نے دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا فرمایا۔ یہ صفا و مروہ کی پہلی سعی تھی پھر وہ واپس آئی تو انہوں نے اپنے سامنے کمزور سی آواز سنی، اس آواز میں یہ تھا کہ اگر تیرے پاس پانی نہیں ہے تو ادھر آؤ۔ پس جبریل نے آپ کے سامنے زمزم پر زور سے ایڑی ماری تو پانی نکل آیا۔ آپ کوئی چیز لے آئیں تاکہ اس میں پانی کو جمع کریں تو جبریل نے حضرت ہاجرہ سے کہا تو پیاس سے گھبرا رہی ہے، یہ اللہ کے مہمانوں کا شہر ہے پیاس کا خدشہ نہیں کرتے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیت اللہ کا طواف صفا و مروہ کے درمیان سعی اور رمی جمار اللہ کے ذکر کو قائم کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں ان کی اور کوئی غرض نہیں ہے (1)۔

امام الازرقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صفا و مروہ کے درمیان طواف کرنے میں سنت یہ ہے انسان صفا سے اترے حتیٰ کہ چلتے ہوئے گزرگاہ کے بطن میں پہنچ جائے پھر جب یہاں پہنچے تو سعی کرے حتی کہ اس سے گزر جائے۔ پھر چل کر مروہ پر آئے۔

امام الازرقی نے مسراق کے طریق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ صفا کی طرف نکلے پھر صفا کی چوڑائی پر کھڑے ہوئے اور تلبیہ کہا میں نے ان سے کہا لوگ یہاں تلبیہ کہنے (اہلال) سے منع کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو اہلال کیا ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنے رب کے حضور قبولیت ہے جب وہ وادی میں آئے تو انہوں نے رمل کیا تھا اور کہا تھا رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ۔

امام طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ جب صفا کی چوڑائی پر کھڑے ہوئے تو فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سورۂ بقرہ نازل ہوئی تھی۔

وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں اعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے عبد اللہ کی قرأت میں وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ہے۔

امام سعید بن منظور نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے حضرت صفا و مروہ پر دعا کرتے تھے۔ تین مرتبہ تکبیر کہتے اور سات مرتبہ یہ کلمہ پڑھتے تھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر اتنی لمبی دعا مانگتے تھے کہ ہم تھک جاتے تھے جب کہ ہم جوان لوگ تھے۔ آپ کی دعا میں سے یہ کلمات بھی تھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِمَّنْ يُّحِبُّكَ وَيُحِبُّ مَلَائِكَتَكَ وَيُحِبُّ رُسُلَكَ وَيُحِبُّ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْنِيْ اِلَيْكَ وَاِلٰى مَلَائِكَتِكَ وَاِلٰى

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 630 (1685)

رُسُلِكَ وَاِلَى عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْنِيْ لِلْيُسْرٰى وَجَنِّبْنِيْ لِلْعُسْرٰى وَاغْفِرْلِيْ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْمُتَّقِيْنَ وَمِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ وَاغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اَللّٰهُمَّ اِذْ هَدَيْتَنِيْ لِلْاِسْلَامِ فَلَا تَنْزِعْهُ مِنِّيْ وَلَا تَنْزِعْنِيْ مِنْهُ حَتّٰى تَوَفَّانِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ وَقَدْ رَضِيْتَ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ لَا تُقَدِّمْنِيْ لِلْعَذَابِ وَلَا تُؤَخِّرْنِيْ لِسَيِّءِ الْفِتَنِ۔ اے اللہ مجھے ان لوگوں سے کردے جو تجھ سے محبت کرتے ہیں اور تیرے فرشتوں سے محبت کرتے ہیں اور تیرے رسل اور تیرے نیک بندوں سے محبت کرتے ہیں اے اللہ مجھے اپنی ذات کا اور اپنے فرشتوں کا محبوب بنادے اور اپنے رسل اور اپنے نیک بندوں کا محبوب بنادے۔ اے اللہ آسان کام میرے لئے آسان کردے اور مشکل سے مجھے بچالے اور دنیا و آخرت میں مجھے معاف کردے مجھے متقین ائمہ سے اور جنت نعیم کے ورثاء سے بنادے۔ اور قیامت کے دن میری خطائیں معاف کردے۔ اے اللہ تو نے خود فرمایا ہے ادعونی استجب لکم (تم مجھ سے مانگو تو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا) تو وعدہ خلافی نہیں کرتا اے اللہ جب تو نے مجھے اسلام کی ہدایت عطا فرمائی ہے تو مجھ سے یہ چھین نہ لینا اور مجھے اس سے جدا نہ کردینا حتیٰ کہ میری وفات اسلام پر ہو جائے جب کہ تو مجھ سے راضی ہو۔ اے اللہ مجھے عذاب کے لئے پیش نہ کرنا اور مجھے برے فتنوں کے لئے پیچھے نہ چھوڑ دینا۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو تم میں سے حج کرنے کے لئے آئے تو اسے پہلے بیت اللہ شریف کا طواف کرنا چاہیے، اس کے سات چکر لگائے پھر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھے (1) پھر صفا پر آئے اور قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے پھر سات تکبیریں کہے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ کی حمد و ثناء کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے، اپنے لئے دعا مانگے۔ مروہ پر بھی اسی طرح کرے۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سات مقامات پر ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں جب نماز کے لئے کھڑا ہو، جب بیت اللہ کو دیکھے، صفا و مروہ پر، عرفات میں، مزدلفہ میں اور جمرات کے پاس (2)۔

امام شافعی نے الام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نماز میں ہاتھ بلند کئے جائیں، جب بیت اللہ کو دیکھے، صفا و مروہ پر، عرفات پر، مزدلفہ میں، دو جمروں کے پاس اور میت پر۔

فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ

امام ابن ابی حاتم نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سے زیادہ قدر دان کوئی نہیں ہے اور اللہ سے زیادہ کوئی خیر کی جزاء دینے والا نہیں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 371، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 436

الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾

''بے شک جولوگ چھپاتے ہیں ان چیزوں کو جو ہم نے نازل کیں روشن دلیلوں اور ہدایت سے اس کے بعد بھی کہ ہم نے کھول کر بیان کردیا انہیں لوگوں کے واسطے (اپنی) کتاب میں یہی وہ لوگ ہیں کہ دور کرتا ہے انہیں اللہ تعالیٰ (اپنی رحمت سے) اور لعنت کرتے ہیں انہیں لعنت کرنے والے۔ البتہ جو لوگ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں اور ظاہر کردیں (جو اب تک چھپاتے رہے) تو ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہوں''۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں معاذ بن جبل اخو بنی سلمہ، سعد بن معاذ اخو بنی اشہل، خارجہ بن زید اخو الحرث بن الخزراج نے یہود کے علماء سے تورات کی کچھ چیزوں کے متعلق پوچھا پس ان یہودیوں نے ان چیزوں کو چھپایا اور خبر دینے سے انکار کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی (2)۔

امام ابن سعد، عبد بن حمید، ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ اہل کتاب تھے جنہوں نے اسلام جو اللہ کا دین ہے اسے چھپایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شانوں کو چھپایا حالانکہ وہ تورات وانجیل میں اپنے پاس آپ کا ذکر لکھا ہوا پاتے تھے۔ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے فرشتے اور مومنین ان پر لعنت کرتے ہیں (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ اہل کتاب تھے جنہوں نے حسد اور بغی کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی صفات کو چھپایا حالانکہ وہ اپنے پاس آپ کا ذکر لکھا ہوا پاتے تھے۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہود کا ایک شخص تھا جس کا ایک انصاری دوست تھا جس کا نام ثعلبہ بن غنمہ تھا، انصاری نے پوچھا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ اپنی کتابوں میں پاتے ہو؟ اس نے کہا نہیں (4)۔

امام عبد بن حمید نے عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں اللّٰعِنُوْنَ سے مراد جن وانس اور ہر جانور ہے۔

امام سعید بن منصور اور امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں چوپاؤں پر جب سال سخت ہوجاتا ہے (یعنی چارہ وغیرہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے کم ہوجاتا ہے) تو وہ کہتے ہیں یہ نافرمان انسانوں کی وجہ سے شدت ہے۔ نافرمان انسانوں پر اللہ لعنت کرے (5)۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب جانور قحط کا شکار ہوتے ہیں تو انسانوں میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 65 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 65 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً 5 ایضاً جلد 2، صفحہ 67

سے جو فاجر لوگ ہیں ان کے لئے بددعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے بارش روک دی گئی ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابو نعیم نے الحلیہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں مجاہد سے روایت کیا ہے زمین کے جانور، بچھو اور کیڑے مکوڑے کہتے ہیں کہ ان کے گناہوں کی وجہ سے بارش روکی گئی ہے پس وہ فاجر انسانوں پر لعنت کرتے ہیں (1)۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہر چیز فاجروں پر لعنت کرتی ہے حتی کہ کیڑے اور بچھو بھی کہتے ہیں انسانوں کے گناہوں کی وجہ سے بارش ہم سے روک دی گئی ہے (2)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہر چیز ان پر لعنت کرتی ہے حتی کہ کیڑے بھی۔

امام ابن ماجہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں تھے، ارشاد فرمایا کافر کو دونوں آنکھوں کے درمیان ضربیں لگائی جاتی ہیں جن کو جن و انس کے علاوہ ہر جانور سنتا ہے۔ پس اس پر ہر جانور لعنت کرتا ہے جب اس کی آواز سنتا ہے۔ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ سے یہی مراد ہے۔ یعنی زمین کے کیڑے ان پر لعنت کرتے ہیں۔

امام ابن جریر نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کافر کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو ایک جانور آتا ہے جس کی آنکھیں تانبے کی ہانڈیاں ہیں ان کے ساتھ لوہے کے دو گرز ہوتے ہیں، وہ اسے دونوں کندھوں کے درمیان مارتے ہیں، وہ کافر چیختا ہے، اس کی آواز اور کوئی نہیں سنتا مگر وہ اس پر لعنت کرتا ہے اور ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے سوائے جن و انس کے (3)۔

امام ابن جریر نے ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب کافر کو گڑھے میں ڈالا جاتا ہے تو اسے ہتھوڑا مارا جاتا ہے۔ وہ ایسی چیخ مارتا ہے کہ جن و انس کے علاوہ ہر چیز اس کی آواز کو سنتی ہے اور جو چیز اس کی آواز کو سنتی ہے وہ اس پر لعنت کرتی ہے (4)۔ بیہقی نے شعب الایمان میں عبد الوہاب بن عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت کلبی کو یہ فرماتے سنا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ سے مراد یہود ہیں۔ فرمایا جس نے کسی کو لعنت کی اور وہ اس لعنت کا مستحق نہ ہو تو لعنت یہودی کی طرف لوٹتی ہے اور یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ سے یہی مراد ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں محمد بن مروان رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ مجھے کلبی نے ابو صالح عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے خبر دی ہے کہ ایک شخص اپنے ساتھی کو کسی مسئلہ میں لعنت کرتا ہے پھر لعنت آسمان کی طرف جلدی سے بلند ہوتی ہے وہ اس آدمی کو اس لعنت کا اہل نہیں پاتی تو لعنت اس شخص کی طرف لوٹ آتی ہے جو لعنت کرتا ہے پھر اس کو بھی لعنت کا اہل نہیں پاتی تو وہ یہود کی طرف چلی جاتی ہے۔ پس یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ سے یہی مراد ہے پھر جو ان میں سے توبہ کرے تو اس سے لعنت اٹھ جاتی ہے اور جو باقی ہوتے ہیں ان میں لعنت قائم رہتی ہے۔

1۔ تفسیر ایضاً، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 67　2۔ ایضاً

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 68　4۔ ایضاً

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا۔

امام عبد بن حمید، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس سے کوئی علمی بات پوچھی گئی جو اس کے پاس تھی پھر اس نے وہ چھپالی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے آگ کی لگام دے گا(1)۔

امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جس سے کوئی علمی سوال ہوا اس نے اسے چھپایا تو قیامت کے روز اسے آگ کی لگام دی جائے گی(2)۔

امام ابن ماجہ اور المرہبی نے فضل العلم میں حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کوئی ایسا علم چھپایا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ دین کے معاملہ میں لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے آگ کی لگام دے گا(3)۔

امام ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اس امت کے آخری پہلوں پر لعنت کریں گے۔ پس جس نے حدیث کو چھپایا یقیناً اس نے وہ چھپایا جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا(4)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس بندے کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہو پھر وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اسے آگ کی لگام دی گئی ہوگی(5)۔

ابو یعلی اور طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس سے علم کے متعلق سوال کیا گیا پھر اس نے اسے چھپایا تو وہ قیامت کے دن آئے گا جب کہ اسے آگ کی لگام دی گئی ہوگی(6)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عمر اور ابن عمرو رضی اللہ عنہم کی حدیث سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جو علم حاصل کرتا ہے پھر اس کو بیان نہیں کرتا اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو خزانہ جمع کرتا ہے اور خرچ نہیں کرتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد رحمہما اللہ نے الزہد میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ علم جو بیان نہ کیا جائے وہ اس خزانہ کی مانند ہے جو خرچ نہ کیا جائے(7)۔

امام ابن سعد، عبد بن حمید، بخاری، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر آیت کریمہ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ الخ قرآن میں نہ ہوتی تو میں کسی کے سامنے کچھ بیان نہ کرتا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی(8)۔

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 1، صفحہ 159 (266) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 158 (264)
3۔ ایضاً، (265)
4۔ ایضاً، (263)
5۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 129 (10192) مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم
6۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 102 (10089)
7۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 129
8۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 66

امام ابوداؤد نے الناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے حکم سے اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَیَّنُوْا مستثنیٰ ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا سابقہ کا کفارہ ہے۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَصْلَحُوْا کا مطلب یہ ہے کہ ان کے آپس میں جو معاملات تھے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملات تھے ان کی اصلاح کی وبینوا اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس آیا اس کو بیان کیا اور نہ چھپایا اور نہ اس کا انکار کیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ کا معنی یہ ہے کہ میں ان سے تجاوز کروں گا۔

وَ اَنَا التَّوَّابُ

امام سعید بن منصور، ابن ابی حاتم، ابونعیم رحمہم اللہ نے الحلیہ میں ابوزرعہ عمرو بن جریر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سب سے پہلی چیز جو لکھی گئی وہ یہ تھی اَنَا التَّوَّابُ اَتُوْبُ عَلٰی مَنْ تَابَ میں بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہوں جو توبہ کرے گا میں اس کی توبہ قبول کروں گا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

"بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور مرے اس حال پر کہ وہ کافر تھے یہی وہ لوگ ہیں جن پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی۔ ہمیشہ رہیں گے اس میں، نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قیامت کے روز کافر کو روکا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے گا، پھر ملائکہ اس پر لعنت کریں گے پھر تمام لوگ اس پر لعنت کریں گے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہاں النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ سے مراد مومنین ہیں (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دو مومن آدمی لعنت کرتے ہیں اور دو کافر لعنت کرتے ہیں ایک دوسرے کو کہتا ہے اللہ تعالیٰ ظالم پر لعنت کرے تو وہ لعنت کافر پر لوٹتی ہے کیونکہ وہ ظالم ہے پس مخلوق کا ہر فرد اس پر لعنت کرتا ہے (4)۔ امام عبد بن حمید نے جریر بن حازم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حسن رحمہ اللہ کو یہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 70
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 71
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 71

آیت اس طرح پڑھتے ہوئے سنا۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ (1)

ابن جریر نے ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا سے مراد یہ ہے کہ وہ لعنت کی حالت میں جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ کا معنی ہے کہ انہیں مہلت نہیں دی جائے گی کہ وہ عذر پیش کرسکیں (2)۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لَا يُنْظَرُوْنَ کا معنی لَا يُؤَخَّرُوْنَ ہے۔ یعنی ان کو مؤخر نہیں کیا جائے گا۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾

''اور تمہارا خدا ایک خدا ہے نہیں کوئی خدا بجز اس کے بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے''۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، دارمی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابومسلم الکجی نے السنن میں ابن الضریس، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں اسماء بنت یزید بن السکن رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے ایک یہ آیت کریمہ اور دوسری الٓمّٓ ﴿١﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿٢﴾ (آل عمران) (3)

امام دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سرکش جنوں پر سورۂ بقرہ کی ان آیات سے زیادہ کوئی چیز سخت نہیں ہے جو سورہ بقرہ میں ہیں۔ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ...... (دو آیات)

امام ابن عساکر نے حضرت ابراہیم بن وثمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ آیات جن کے ذریعے جنون کو دور کیا جاتا ہے اور جو شخص روز ان کو پڑھے تو اس سے جنون کا مرض دور ہوجائے گا وہ یہ ہیں اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ...... الایہ، آیۃ الکرسی، سورہ بقرہ کی آخری آیات، سورہ اعراف آیت نمبر 54 اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ ...... الی المحسنین، سورۂ حشر کی آخری آیات اور ہمیں خبر پہنچی ہے۔ یہ آیات عرش کے کناروں پر لکھی ہوئی ہیں اور وہ فرمایا کرتے تھے گھبراہٹ اور جنون کی وجہ سے یہ آیت لکھ کر بچوں کو دو (یعنی یہ آیات لکھ کر بچوں کے گلے میں ڈال دو)

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿١٦٤﴾

''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کی گردش میں اور جہازوں میں جو چلتے ہیں سمندر میں وہ چیزیں اٹھائے جو نفع پہنچاتی ہیں لوگوں کو اور جو اتارا اللہ تعالیٰ نے بادلوں سے پانی پھر زندہ کیا اس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 72 2۔ ایضاً 3۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 186، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

کے ساتھ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد اور پھیلا دیئے اس میں ہر قسم کے جانور اور ہواؤں کے بدلتے رہنے میں اور بادل میں جو حکم کا پابند ہو کر آسمان اور زمین کے درمیان (لٹکتا رہتا) ہے (ان سب میں) نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ قریش نے نبی کریم ﷺ سے کہا اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ ہمارے لئے صفا (پہاڑ) سونا بنا دے تاکہ اس کے ساتھ دشمن کے خلاف قوت حاصل کریں پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی میں ان کو یہ چیز عطا کر دوں گا اور میں صفا کو ان کے لئے سونا بنا دوں گا لیکن اس کے بعد اگر انہوں نے کفر کیا تو میں انہیں ایسا سخت عذاب دوں گا جو میں کسی اور کو نہیں دوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے عرض کی اے میرے پروردگار مجھے اور میری قوم کو چھوڑ دے میں ان کو ہر روز دعوت دیتا رہوں گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی یہ صفا کا آپ سے کیسے مطالبہ کرتے ہیں یہ تو صفا کے سونا بننے سے بھی بڑے بڑے معجزات دیکھ چکے ہیں۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قریش نے یہود سے کہا کہ تم ہمیں وہ بیان کرو جو موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس آیات لائے تھے تو یہود نے بتایا کہ مادرزاد اندھے کو اور برص کے مریض کو ٹھیک کرتے تھے اور اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اس وقت قریش نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے صفا کو سونا بنا دے تاکہ ہم اس سے یقین حاصل کریں اور دشمن کے خلاف اس کے ذریعے قوت حاصل کریں۔ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے یہی سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی میں تمہیں یہ چیز عطا کروں گا لیکن اگر اس کے بعد انہوں نے تکذیب کی تو میں انہیں ایسا عذاب دوں گا جو کسی اور نہیں دونگا۔ نبی کریم ﷺ نے عرض کی (یارب) مجھے اور میری قوم کو چھوڑ دے میں انہیں ہر روز دعوت دیتا رہوں گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، یہ دن اور رات کا آنا، صفا کے سونا بننے سے عظیم ہے (1)۔

امام وکیع، الفریابی، آدم بن ایاس، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ (فی العظمہ) اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابو الضحیٰ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت کریمہ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ نازل ہوئی تو مشرکوں نے تعجب کیا اور کہا کہ محمد (ﷺ) کہتا ہے تمہارا خدا ایک ہے اگر وہ سچا ہے تو ہمارے پاس اس کی کوئی دلیل لے آئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نازل فرمائی۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ پر مدینہ طیبہ میں یہ آیت نازل ہوئی وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ تو کفار مکہ نے کہا ایک خدا تمام لوگوں کی ضروریات کیسے پوری کرے گا اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائیں، پس اس سے انہیں معلوم ہو گیا کہ اللہ ایک ہے اور وہ ہر چیز کا خدا ہے اور ہر چیز کا خالق ہے (2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 75   2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 74

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

حضرت ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رات پر ایک فرشتہ مقرر ہے جس کا نام شراہیل ہے۔ جب رات کا وقت آتا ہے تو وہ ایک سیاہ موتی لیتا ہے جسے وہ مغرب کی طرف سے لٹکاتا ہے۔ جب سورج اس کو دیکھتا ہے تو وہ آنکھ جھپکنے سے بھی جلدی غائب ہو جاتا ہے۔ سورج کو حکم ہے کہ وہ اس وقت تک غروب نہ ہو حتی کہ وہ یہ موتی دیکھ لے۔ جب سورج غروب ہوتا ہے تو رات ہو جاتی ہے۔ وہ موتی لٹکا رہتا ہے حتی کہ دوسرا فرشتہ آتا ہے اس کو ہراہیل کہا جاتا ہے۔ وہ سفید موتی لے کر آتا ہے، اس کو وہ مطلع کی طرف لٹکا دیتا ہے۔ جب شراہیل مطلع کو دیکھتا ہے تو اس کی طرف وہ موتی لٹکا دیتا ہے۔ سورج اس سفید موتی کو دیکھتا ہے تو طلوع ہو جاتا ہے اور سورج کو حکم ہے کہ جب اس سفید موتی کو دیکھے تو طلوع ہو پس جب سورج طلوع ہوتا ہے تو دن ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْفُلْكِ سے مراد کشتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ

امام ابن ابی حاتم نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مخلوق کو پھیلایا۔

امام حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب پاؤں کی آواز تھم جائے (یعنی لوگ جب چلنا بند کر دیں اس سے مراد رات کا وقت ہے) تو باہر نکلنا کم کر دو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جو چاہتا ہے پھیلاتا ہے (1)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے ہواؤں کو بادل کے لئے رحمت بنا دیتا ہے اور رحمت سے پہلے بشارت بنا دیتا ہے اور جب چاہتا ہے ان ہواؤں کو عذاب بنا دیتا ہے انہیں ایسی بے فائدہ بنا دیتا ہے کہ عمل تلقیح بھی نہیں کرتیں (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے قرآن میں جہاں ریاح استعمال ہوا ہے وہ رحمت اور جہاں ریح استعمال ہوا ہے وہ عذاب ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہوا کو گالی نہ دو کیونکہ یہ رحمٰن کے سانس سے ہے لیکن کہو اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَخَيْرِ مَافِيْهَا وَ خَيْرِ مَا اَرْسَلْتَ بِهٖ وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا اَرْسَلْتَ بِهٖ (اے اللہ ہم تجھ سے اس ہوا کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور جو اس میں خیر ہے اور جس خیر کے ساتھ بھیجی گئی ہے ہم اس کا بھی سوال کرتے ہیں اور ہم تیری بارگاہ میں اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 614 (1632) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت — 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 78

اور جس شر کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس سے بھی پناہ مانگتے ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن شداد بن الہاد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہوا اللہ تعالیٰ کی روح سے ہے، جب تم اسے دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبدہ رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ ہوائیں رحمت ہیں، ان میں سے بعض عذاب ہیں جب تم ہوا کی آواز سنو تو کہو اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا رِیَاحَ رَحْمَۃٍ وَّلَا تَجْعَلْھَا رِیَاحَ عَذَابٍ۔

حضرت ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پانی اور ہوا اللہ کے لشکروں میں سے دو لشکر ہیں اور ہوا بڑا لشکر ہے۔

حضرت ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہوا کے دو پر اور ایک دم ہے۔

امام ابوعبید، ابن ابی الدنیا نے کتاب المطر میں، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہوا کی آٹھ قسمیں ہیں۔ ان میں سے چار رحمت ہیں اور چار عذاب ہیں۔ رحمت یہ ہیں: ناشرات، مبشرات، مرسلات، ذاریات اور عذاب یہ ہیں: عقیم، صرصر، یہ دونوں خشکی میں ہوتی ہیں، عاصف، قاصف، یہ دونوں سمندر میں ہوتی ہیں۔

حضرت ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہوا کی آٹھ قسمیں ہیں۔ چار رحمت ہیں اور چار عذاب ہیں۔ رحمت یہ ہیں: المنتشرات، المبشرات، المرسلات، الرخاء اور عذاب یہ ہیں: العاصف، قاصف، یہ دونوں سمندر میں ہیں عقیم، صرصر، یہ خشکی میں ہیں۔

حضرت ابوالشیخ نے عیسیٰ بن ابی عیسیٰ الخیاط سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ہوائیں سات قسم کی ہیں۔ صبا، دبور، جنوب، شمال، خروق، نکباء، ریح القائم۔ صبا مشرق سے آتی ہے، دبور مغرب سے آتی ہے، جنوب قبلہ کی بائیں جانب سے آتی ہے، شمال قبلہ کی دائیں جانب سے آتی ہے، نکباء، صبا اور جنوب کے درمیان ہوتی ہے، خروق شمال اور دبور کے درمیان ہوتی ہے اور ریح القائم یہ مخلوق کے سانس ہیں۔

امام ابوالشیخ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہوائیں کعبہ پر ہیں۔ جب تو ان کو جاننے کا ارادہ کرے تو اپنی پیٹھ کعبہ کے ساتھ لگالے۔ شمال تیری بائیں جانب سے ہوگی، یہ اس طرف سے ہے جس میں پتھر لگا ہوا ہے، جنوب تیرے دائیں جانب ہوگی۔ یہ بھی اس طرف سے ہوگی جس میں حجر اسود لگا ہوا ہے۔ صبا تیرے سامنے ہوگی، یہ کعبہ کے دروازہ کے سامنے سے آتی ہے اور دبور کعبہ کے پیچھے سے آتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حسین بن علی الجعفی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے اسرائیل بن یونس سے پوچھا کہ ریح (ہوا) کے یہ نام کیوں ہیں؟ انہوں نے فرمایا قبلہ کے اوپر ہیں، جو قبلہ کے شمال میں ہے اس کا نام شمال ہے، جو جنوب

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 298 (3075)

میں ہے اس کا نام جنوب ہے۔ صباوہ ہے جو کعبہ کے سامنے سے آتی ہے، دبور وہ ہے جو پیچھے سے آتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے ضمرہ بن حبیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دبور، ریح غربیہ، قبول شرقیہ، شمال جنوبیہ، یمان قبلیہ اور نکباء چاروں طرف سے آتی ہے۔

حضرت ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں شمال وہ ہوا ہے جو جدی کے درمیان سے آتی ہے، دبور وہ ہے جو سورج کے مغرب سے لے کر سہیل ستارہ تک چلتی ہے۔

ابوالشیخ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنوب کی ہوا جنت کی ہوا سے ہے ابن ابی الدنیا نے کتاب السحاب میں لکھا ہے اور ابن جریر، ابوالشیخ، ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنوب کی ہوا جنت سے ہے اور یہ درختوں میں عمل تلقیح کرتی ہے، اس میں لوگوں کے بہت سے منافع ہیں اور شمال آگ سے نکلتی ہے پھر جنت سے گزرتی ہے۔ پس اسے جنت کا ایک جھونکا لگتا ہے تو وہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، اسحٰق بن راہویہ رحمہ اللہ نے اپنی اپنی مسند میں اور ابوالشیخ، البزار اور بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جنت میں سات سال کے فاصلہ کے ساتھ ہوا کے بعد ہوا پیدا فرمائی ہے جس کا دروازہ بند ہے۔ اس دروازے کی دراڑوں سے تم پر ہوا آتی ہے، اگر وہ دروازہ کھل جائے تو جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے وہ اڑ جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک الازیب ہے اور تمہارے نزدیک یہ جنوب ہے۔

حضرت ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جنوب تمام ہواؤں کی سردار ہے، اس کا نام اللہ کے نزدیک الازیب ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں، یہ ان دروازوں کی دراڑوں سے آتی ہے۔ اگر اس کا ایک دروازہ کھولا جائے تو جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے وہ بکھر جائے۔

حضرت ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں شمال زمین کا نمک ہے۔ اگر شمال ہوا نہ ہوتی تو زمین بدبودار ہو جاتی۔

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد الزہد میں، ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر ہوا کو تین دن لوگوں سے روک دیا جائے تو زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ بدبودار ہو جائے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہوا کا ایک پر ہے اور چاند پانی کے غلاف کی طرف پناہ لیتا ہے۔

حضرت ابوالشیخ نے عثمان الاعرج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہوا کے مساکن حاملین عرش فرشتوں کے پیروں کے نیچے ہیں۔ ہوا ابھرتی ہے تو وہ سورج کی گاڑی پر پڑتی ہے۔ پس ملائکہ اس کے کھینچنے پر متعین ہیں۔ پھر وہ سورج کی گاڑی سے سمندر میں واقع ہوتی ہے پھر سمندر میں ابھرتی ہے تو پہاڑوں کی چوٹیوں پر واقع ہوتی ہے، پھر پہاڑوں کی چوٹیوں

سے ابھر کر خشکی میں واقع ہوتی ہے اور شمال جنت عدن سے گزرتی ہے اور اس کی خوشبو حاصل کرتی ہے پھر شمال اکیلی سات ستاروں کی کرسی سے مغرب کی طرف آتی ہے۔ دبور اکیلی سورج کے غروب ہونے کی جگہ سے مطلع شمس تک اور سات ستاروں کی کرسی تک پہنچتی ہے۔ یہ ایک دوسرے کی حد میں داخل نہیں ہوتی ہیں۔

امام شافعی، ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہوا مکہ کے راستہ پر ہمارے لئے تیز ہوگئی اور حضرت عمر حج کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا ہوا کے متعلق تمہارے پاس کوئی ارشاد نبوی ہے؟ میں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ہوا اللہ کی روح سے ہے۔ یہ رحمت اور عذاب لاتی ہے، اس کو برا بھلا مت کہو۔ اس کی خیر کا اللہ سے سوال کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو (1)۔

امام شافعی نے صفوان بن سلیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہوا کو برا بھلا نہ کہو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ہوا پر لعنت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا ہوا کو لعنت نہ کر، یہ مامورہ ہے۔ جو کسی ایسی چیز کو لعنت کرتا ہے جو لعنت کی مستحق نہیں ہوتی تو لعنت اس لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے (2)۔

امام الشافعی، ابوالشیخ، البیہقی نے المعرفہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب بھی ہوا چلتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے اور دعا کرتے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَّلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَّلَا تَجْعَلْهَا رِيْحًا۔ اے اللہ اس ہوا کو ہمارے لئے رحمت بنا دے۔ اسے عذاب نہ بنانا، اسے ریاح بنانا اور ریح نہ بنانا۔ ابن عباس فرماتے ہیں اللہ کی قسم اس کی تفسیر قرآن حکیم میں ہے اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا (القمر: 19) ارسلنا علیھم الریح القیم (النازعات: 41) اور فرمایا اَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ (الحجر: 22) اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ (الروم: 46) (یعنی جہاں ریاح آیا ہے وہ رحمت کی ہوائیں ہیں اور جہاں ریح استعمال ہوا ہے وہ عذاب کی ہوا ہے اس لئے آپ ہوا کے ریاح بنانے کی دعا کرتے اور ریح بنانے کی پناہ مانگتے۔)

امام ترمذی، نسائی، عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہوا اللہ کی روح سے ہے، اس کو برا بھلا نہ کہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر اور اس میں جو کچھ ہے اس کی خیر کا سوال کرو اور جس امر کے ساتھ بھیجی گئی ہے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے، جو کچھ اس میں ہے اس کے شر اور جس امر کے ساتھ بھیجی گئی ہے اس کے شر سے پناہ مانگو (3)۔

1۔ سنن ابن ماجہ، باب النہی عن سب الریح، جلد 4، صفحہ 249 (3727) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 315 (5235) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ جامع ترمذی، باب ماجاء فی النہی عن سب الریح، جلد 4، صفحہ 451 (2252) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہوا چلی تو لوگوں نے اسے برا بھلا کہا، ابن عباس نے فرمایا اس کو برا بھلا نہ کہو یہ رحمت لاتی ہے اور عذاب لاتی ہے لیکن تم کہو اے اللہ اس کو رحمت بنادے اس کو عذاب نہ بنا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ہوا چلتی اور بھنور بناتی تو آپ فرماتے ہیں تکبیر کہو کیونکہ یہ اڑا کر لے جانے والی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دن، رات، سورج، چاند اور ہوا کو برا بھلا نہ کہو، یہ کسی قوم پر بطور عذاب بھیجی جاتی ہیں اور کسی قوم پر بطور رحمت بھیجی جاتی ہیں (1)۔

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے العظمۃ میں، بیہقی نے الاسماء والصفات میں اور ابن عساکر نے معاذ بن عبداللہ بن حبیب الجہنی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عباس کو دیکھا وہ کعب کی بیوی کے بیٹے سے سوال کر رہے تھے کہ کعب کو بادل کے متعلق کچھ کہتے ہوئے سنا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ انہوں نے فرمایا بادل بارش کی چھاننی ہے، اگر بادل نہ ہوتا تو جب آسمان سے بارش برستی تو جس پر بارش پڑتی وہ خراب ہو جاتی اور میں نے حضرت کعب کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا ہے زمین ایک سال کچھ اگاتی ہے اور دوسرے سال کچھ اگاتی ہے اور میں نے انہیں یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ بیج بارش کے ساتھ آسمان سے اترتے ہیں پھر وہ زمین سے اگ آتے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا تو نے سچ کہا، میں نے بھی کعب سے یہی سنا تھا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بادل زمین سے اٹھتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے خالد بن معدان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جنت میں ایک درخت ہے جو بادل کے پھل دیتا ہے اور کالا بادل ان پھلوں سے ہوتا ہے جو پک جاتا ہے اور بارش اٹھا لاتا ہے اور سفید بادل وہ پھل ہوتا ہے جو پکا نہیں ہوتا اور پھل اٹھائے ہوئے نہیں ہوتا۔

حضرت ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے ابوالمثنی سے روایت کیا ہے کہ زمین نے عرض کی یا رب مجھے پانی سے سیراب کر (لیکن) اس طرح تیز نہ ہو جس طرح تو نے طوفان (نوح) کے موقع پر اتارا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تیرے لئے بادل کو چھاننی بنادوں گا۔

امام احمد، ابن ابی الدنیا نے کتاب المطر میں اور ابوالشیخ نے الغفاری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بادل پیدا ہوتا ہے تو بہت عمدہ کلام کرتا ہے اور بہت عمدہ ہنستا ہے۔

حضرت ابوالشیخ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ سمندر سے بادل اٹھے پھر شام کی طرف سے آئے تو وہ پانی کا چشمہ ہے یا فرمایا بہت زیادہ بارش ہے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا تمہارے رب کی سخت ترین مخلوق دس چیزیں

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، صفحہ 302 (26310) مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

ہیں۔ پہاڑ، لوہا پہاڑوں کو تراشتا ہے۔ آگ لوہے کو کھا جاتی ہے، پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور زمین و آسمان کے درمیان مسخر بادل پانی اٹھالاتا ہے، ہوا بادلوں کو ادھر ادھر لے جاتی ہے، انسان اپنے ہاتھ کے ساتھ ہوا سے بچاؤ کرتا ہے اور ہوا میں اپنی حاجت کو جاتا ہے اور نشہ انسان پر غالب آتا ہے اور نیند نشہ پر غالب آتی ہے۔ غم نیند سے روکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی سخت ترین مخلوق دل کا روگ ہے۔

حضرت ابوالشیخ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب آپ بادل کی طرف دیکھتے تو فرماتے اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے لیکن تم اپنے گناہوں کی وجہ سے محروم ہو جاتے ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی افق پر گہرا بادل دیکھتے تو جس کام میں ہوتے وہ چھوڑ دیتے اور نماز شروع کر دیتے پھر بادل کی طرف متوجہ ہو کر یہ دعا مانگتے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اُرْسِلَ بِهٖ اے اللہ ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس کے شر سے جس کے ساتھ یہ بھیجا گیا ہے۔ اگر بارش ہو جاتی تو یہ دعا کرتے اے اللہ اسے نفع بخش بنا دے۔ یہ دو یا تین مرتبہ فرماتے۔ اگر بادل چھٹ جاتا اور بارش نہ ہوتی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد فرماتے (1)۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَ لَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾

''اور کچھ لوگ وہ ہیں جو بناتے ہیں اوروں کو اللہ کا مدمقابل محبت کرتے ہیں ان سے جیسے اللہ سے محبت کرنا چاہیے اور جو ایمان لائے ہیں وہ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں اللہ سے۔ اور کاش! (اب) جان لیتے جنہوں نے ظلم کیا (جو وہ اس وقت جانیں گے) جب (آنکھوں سے) دیکھ لیں گے عذاب کہ ساری قوتوں کا مالک اللہ ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (خیال کرو) جب بیزار ہو جائیں گے وہ جن کی تابعداری کی گئی ان سے جو تابعداری کرتے رہے اور دیکھ لیں گے عذاب کو اور ٹوٹ جائیں گے ان کے

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 334 (3889) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

تعلقات۔ اور کہیں گے تابعداری کرنے والے کاش! ہمیں لوٹ کر جانا ہوتا (دنیا میں) تو ہم بھی بیزار ہو جاتے ان سے جیسے وہ (آج) بیزار ہو گئے ہیں ہم سے۔ یونہی دکھائے گا انہیں اللہ تعالیٰ ان کے (برے) اعمال کہ باعث پشیمانی ہوں گے ان کے لئے اور وہ (کسی صورت میں) نہ نکل پائیں گے آگ (کے عذاب) سے''۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ الخ میں اس بات کا اظہار ہے کہ وہ حق کو انداد کے ذریعے نقصان پہنچاتے ہیں، وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ الخ میں اس چیز کا اظہار ہے کہ مومنین اللہ تعالیٰ سے اس سے زیادہ محبت کرتے جتنی کہ کفار اپنے بتوں سے کرتے ہیں (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ انداد سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی وہ اطاعت کرتے تھے جیسا کہ مومنین اللہ کی اطاعت کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ انہیں کوئی حکم فرماتا تھا اور وہ لوگوں کی اطاعت کرتے تھے اور اللہ کی نافرمانی کرتے تھے (2)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انداداً سے مراد شرکاء ہیں۔ یعنی وہ اپنے خداؤں سے اس طرح محبت کرتے ہیں جیسے مومنین اللہ سے محبت کرتے ہیں اور مومنین اللہ تعالیٰ سے اس سے زیادہ محبت کرتے ہیں جتنی کہ کفار اپنے بتوں سے محبت کرتے ہیں۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ لوگ اپنے بتوں سے اس طرح محبت کرتے ہیں جس طرح اللہ سے محبت ہوتی ہے اور مومنین اللہ تعالیٰ سے اس سے زیادہ محبت کرتے ہیں جتنی کہ کفار اپنے خداؤں سے کرتے ہیں۔

امام ابن جریر نے حضرت الزبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ لَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا یعنی اگر اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کو دیکھیں انہوں نے میرے علاوہ میرے شریک بنا رکھے ہیں جن سے وہ اس طرح محبت کرتے ہیں جس طرح تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ جب قیامت کے روز میرا وہ عذاب دیکھیں گے جو میں نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے تو جان لیں گے کہ قوت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، ان شرکاء کے پاس نہیں ہے۔ یہ بت انہیں کچھ فائدہ نہ دیں گے اور ان کے عذاب کو وہ ٹال نہیں سکیں گے۔ میں ان کو یقین دلاؤں گا کہ جو میرا کفر کرتا ہے اس کے لئے میرا عذاب سخت ہے اور جو میرے ساتھ کسی اور خدا کا دعویٰ کرتا ہے اس کے لئے میرا عذاب شدید ہے (3)۔

امام ابونعیم نے الحلیہ میں جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک انگوٹھی میں یہ لکھا تھا اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا سے مراد وہ جابر اور قائد لوگ ہیں جو شر اور شرک میں سردار تھے۔ مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا سے مراد پیروی کرنے والے اور کمزور لوگ ہیں (4)۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا سے مراد وہ شیاطین ہیں جو انسانوں سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 80
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 81
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 84
4۔ ایضاً

برأت کا اظہار کریں گے (1)۔ امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آیت میں الاسباب سے مراد مودت و محبت ہے (2)۔ امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الاسباب سے مراد منازل ہیں (3)۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الاسباب سے مراد الارحام (رشتہ اور تعلق) ہے (4)۔

امام وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابونعیم رحمہم اللہ نے الحلیہ میں مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الاسباب سے مراد وہ تعلقات ہیں جو ان کے دنیا میں تھے (5)۔

امام عبد بن حمید نے ابی صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الاسباب سے مراد الاعمال ہیں۔

امام عبد بن حمید نے اور ابن جریر نے الربیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الاسباب سے مراد اسباب المنازل ہیں (6)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الاسباب سے مراد قیامت کے روز ندامت کے اسباب ہیں اور اسباب سے مراد ان کے دنیا کے تعلقات ہیں جن کو وہ قائم رکھتے تھے اور جن کی وجہ سے وہ آپس میں محبت کرتے تھے۔ پس قیامت کے روز یہ اسباب عداوت و دشمنی کی شکل میں ہو جائیں گے اور وہ ایک دوسرے پر لعنت کریں گے (7)۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کرۃ کا معنی دنیا کی طرف لوٹنا ہے (8)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے اعمال خبیثہ قیامت کے روز ان پر باعث حسرت ہوں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ دوزخ کے اہل دوزخی ہی ہیں، وہ آگ سے کبھی نہیں نکلیں گے۔

ابن ابی حاتم نے اوزاعی رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ثابت بن معبد کو سنا فرماتے ہیں دوزخی پہلے دوزخ سے نکلنے کی امید رکھتے تھے حتی کہ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ کا ارشاد نازل ہوا تو ان کی امیدیں ختم ہو گئیں۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

''اے انسانو کھاؤ اس سے جو زمین میں ہے حلال (اور) پاکیزہ (چیزیں) اور شیطان کے قدموں پر قدم نہ رکھو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تو حکم دیتا ہے تمہیں فقط برائی اور بے حیائی کا اور یہ کہ بہتان باندھو اللہ پر جو تم جانتے ہی نہیں''۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 85 | 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 86 | 3۔ ایضاً | 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 87

5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 86-85 | 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 87 | 7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 86 | 8۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 88

تلاوت کی گئی یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ الخ تو سعد بن ابی وقاص کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے مستجاب الدعوۃ بنا دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے سعد اپنا کھانا حلال کر لے تو تو مستجاب الدعوۃ ہو جائے گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے انسان اپنے پیٹ میں ایک لقمہ حرام کا ڈالتا ہے تو چالیس دن اس سے اس کی عبادت قبول نہیں کی جاتی اور جو گوشت سود اور حرام سے پیدا ہوتا ہے وہ آگ کا زیادہ مستحق ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کے عمل کے پیچھے نہ چلو (1)۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جو کام قرآن کے مخالف ہے وہ شیطان کے خطوات سے ہے۔ عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ شیطان کے وسوسوں کی اتباع نہ کرو۔ ابوالشیخ نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ شیطان کی تزیین کی پیروی نہ کرو۔ ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کی ہر نافرمانی شیطان کے خطوات سے ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرمایا جو قسم یا نذر غصہ میں ہو وہ شیطان کے خطوات سے ہے اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

امام عبد الرزاق، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ان کے پاس کسی جانور کے تھن اور نمک لایا گیا وہ تناول فرما رہے تھے، ایک شخص علیحدہ بیٹھا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے ساتھی کو بھی پیش کرو۔ اس نے کہا میں نہیں کھاتا۔ پوچھا کیا تو روزہ دار ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے پوچھا کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا میں نے اپنے اوپر تھنوں کو ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ خطوات الشیطان سے ہے، کھا اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے ابومجلز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ خطوات الشّیطٰن سے مراد گناہوں کی نذریں ہیں۔ عبد بن حمید نے عیسیٰ بن عبد الرحمٰن السلمی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص حسن کے پاس آیا تو اس نے آپ سے پوچھا جب کہ میں آپ کے پاس بیٹھا تھا، اس نے کہا میں نے قسم اٹھائی ہے کہ اگر میں ایسا ایسا نہ کروں تو مجھ پر گھٹنوں کے بل چل کر حج کرنا لازم ہے، حضرت حسن نے فرمایا یہ شیطان کے خطوات سے ہے، تو حج کر اور سوار ہو جا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے۔

امام عبد بن حمید نے عثمان بن غیاث رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا جس نے نذر مانی تھی کہ وہ اپنی ناک میں سونے کا حلقہ ڈالے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ شیطان کے خطوات سے ہے، وہ شخص ہمیشہ گناہ گار رہے گا۔ پس اسے چاہیے کہ اپنی قسم کا کفارہ دے دے۔

امام ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ شیطان کو شیطان اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ شیطانی کام کرتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 92

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ کے تحت روایت کیا ہے کہ سوء سے مراد معصیت ہے اور الْفَحْشَآءِ سے مراد زنا ہے وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی وہ اپنی طرف سے بحائر، سوائب، وصائل، حوامی (یہ مختلف عمروں کی اونٹنیاں جو ہیں جن کو عرب بتوں کی نذر کے طور پر چھوڑ دیتے تھے، نہ ان کا گوشت کھاتے تھے نہ ان پر سوار ہوتے تھے) کو حرام قرار دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام کیا ہے (1)۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

''اور جب کہا جاتا ہے ان سے پیروی کرو اس کی جو نازل فرمایا، اللہ نے تو کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو، اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھ سکتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں''۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو اسلام کی دعوت دی اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور سزا سے ڈرایا تو رافع بن خارجہ اور مالک بن عوف نے کہا اے محمد ہم تو اس دین کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے وہ ہم سے زیادہ جاننے والے تھے اور ہم سے زیادہ بہتر تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (2)۔

امام الطستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ابن عباس سے مَاۤ اَلْفَيْنَا کا معنی پوچھا تو انہوں نے فرمایا اس کا معنی وجدنا (ہم نے پایا) ہے انہوں نے کہا عرب اس کا معنی جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کیا آپ نے نابغہ بن ذبیان کا شعر نہیں سنا۔

فَحَسِبُوْهُ فَاَلْفَوْهُ كَمَا زَعَمَتْ تِسْعًاوَّ تِسْعِيْنَ لَمْ يَنْقُصْ وَلَمْ يَزِدِ

پس انہوں نے اس کو شمار کیا تو انہوں نے اس کو ننانوے پایا اس میں کمی بیشی نہ تھی۔

امام ابن جریر نے الربیع اور قتادہ رحمہما اللہ سے بھی اَلْفَيْنَا کا معنی وجدنا روایت کیا ہے۔ (3)

وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

''اور مثال ان کی جنہوں نے کفر (اختیار) کیا۔ ایسی ہی جیسے کوئی چلا رہا ہو ایسے (جانوروں) کے پیچھے جو نہیں سنتے سوائے خالی پکار اور آواز کے یہ لوگ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو وہ کچھ نہیں سمجھتے''۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 93 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 94 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 95

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت نقل کیا ہے کہ ان کی مثال گائے، گدھے اور بکریوں کی ہے، اگر تو ان کو کچھ کہے تو وہ کچھ نہیں جانتے سوائے اس کے کہ وہ آواز سنتے ہیں او رایسے ہی کفار ہیں، اگر تو انہیں نیکی کا حکم دے یا برائی سے روکے یا انہیں نصیحت کرے تو یہ آپ کی بات کو نہیں سمجھتے مگر صرف آواز سنتے ہیں (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کی مثال چوپائے کی ہے، وہ آواز سنتا ہے لیکن بات کا مفہوم نہیں سمجھتا اسی طرح کافر آواز کو سنتا ہے لیکن سمجھتا نہیں ہے (2)۔

امام الطستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ مجھے اس آیت کا مفہوم بتائیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے منافقین اور کفار کی آوازوں کو چوپاؤں کی آوازوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے یعنی وہ نہیں سمجھتے۔ ابن الازرق رحمہ اللہ نے پوچھا کیا عرب یہ مفہوم سمجھتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا آپ نے بشر بن ابی حازم کا یہ شعر نہیں سنا۔

هَضِيْمُ الْكَشْحِ لَمْ يَغْمِزْ بِبُؤْسٍ وَلَمْ يَنْعِقْ بِنَاحِيَةِ الرِّبَاقِ

باریک پیٹ والا ہے کبھی کسی شدت اور تکلیف نے چھوا ہی نہیں اور منہ سے کبھی بولا ہی نہیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الَّذِيْ يَنْعِقُ سے مراد چرواہا ہے اور بِمَا لَا يَسْمَعُ سے مراد جانور ہے۔ فرمایا وہ گدھے اور بکری کی مثل ہے جو آواز کو سنتے ہیں سمجھتے نہیں۔

امام وکیع نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں کافر کو چوپائے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو آواز سنتا ہے لیکن سمجھتا نہیں ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے عطاء نے اس آیت کے متعلق بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ سے فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ تک یہ تمام آیات یہود کے متعلق نازل فرمائی ہیں۔ یعنی یہ آیت بھی یہود کے متعلق ہے۔ (3)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

”اے ایمان والو کھاؤ پاک چیزیں جو ہم نے تم کو دی ہیں اور شکر ادا کیا کرو اللہ تعالیٰ کا اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو“۔

امام احمد، مسلم، ترمذی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ صرف پاک کو ہی قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اسی بات کا حکم دیا ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 96 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 99

جس کا اس نے مرسلین کو حکم دیا ہے فرمایا یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ (المومنون) اور اس میں مسلمانوں کو بھی یہی حکم دیا ہے فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ۔ پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کر کے آیا، اس کے بال پراگندہ ہیں، چہرے پر گرد و غبار ہے، اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے یارب یارب کی آوازیں لگاتا ہے۔ جب کہ اس کا کھانا بھی حرام ہے، اس کا پینا بھی حرام ہے، اس کا پہننا بھی حرام ہے اور اس کو حرام کی غذا دی گئی ہے، اس کی دعا کیسے قبول ہو۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ طیبات سے مراد حلال ہے۔

امام ابن سعد نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک دن فرمایا میں نے ایک دن چنے کی دال کھائی تو میں نے اس میں پھونک ماری۔ ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ۔ حضرت عمر نے فرمایا دور ہو جا تو بات کو نہیں سمجھا ہے، اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ حلال کمائی سے کھاؤ، اس نے اچھا کھانا کھانا مراد نہیں لیا۔

امام ابن جریر نے الضحاک رحمہ اللہ سے اس کے تحت روایت کیا ہے الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ہے یعنی تم وہ رزق حلال کھاؤ جو ہم نے تمہارے لئے حلال کیا تھا لیکن تم نے خود اس کو حرام کیا تھا، میں نے تم پر کھانے پینے کی چیزیں حرام نہیں کیں۔ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اور اللہ کا شکر ادا کرو ایسی تعریف کے ساتھ جس کا وہ اہل ہے، ان نعمتوں پر جو اس نے تم پر حلال فرمائیں اور تمارے لئے پاکیزہ بنا دیں (1)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابوامیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حلال فرمائی ہیں ان میں اولاد اور مال سے زیادہ کوئی چیز حلال اور پاک نہیں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے خوش ہوتا ہے جو کھانا کھائے، مشروب پیے پھر اس پر اللہ کی حمد بیان کرے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۷۳﴾

”اس نے حرام کیا ہے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور بلند کیا گیا ہو جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیکن جو مجبور ہو جائے درآنحالیکہ وہ نہ سرکش ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر (بقدر ضرورت کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت گناہ بخشنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے“۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2 صفحہ 100

امام احمد، ابن ماجہ، دارقطنی، حاکم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے لئے دو مردے اور دو خون حلال کئے گئے ہیں مچھلی اور مکڑی، جگر اور تلی (1)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ الخ

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَمَآ اُهِلَّ کا معنی ماذبح یعنی جو غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔ امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جو طواغیت کے لئے ذبح کیا گیا ہو (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جو غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جس پر غیر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فَمَنِ اضْطُرَّ یعنی جو حرام چیز کے استعمال پر مجبور ہو جائے غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ یعنی جو حرام چیز کھائے جب کہ وہ مجبور ہو تو کوئی حرج نہیں اور جو کھائے جب کہ مجبور نہ ہو تو وہ باغی ہے اور حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے غَيْرَ بَاغٍ یعنی مردار میں حد سے بڑھنے والا نہ ہو یعنی اس کے کھانے میں حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔

حضرت سفیان بن عیینہ اور آدم بن ایاس، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے المعرفہ میں اور السنن میں مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ غَيْرَ بَاغٍ کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں پر بغاوت کرنے والا اور ان پر زیادتی کرنے والا نہ ہو، جو شخص صلہ رحمی کو قطع کرتے ہوئے، ڈاکہ ڈالتے ہوئے یا زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے یا ائمہ اور جماعت سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے یا اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے نکلا ہو اور پھر مردار کے کھانے پر مجبور ہوا ہو تو اس کے لئے یہ حلال نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو ڈاکہ ڈالتا ہے اس کے لئے اس آیت میں رخصت نہیں ہے فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ یعنی مجبوری کی حالت میں مردار کھانے میں کوئی گناہ نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یعنی جس نے اضطرار کی حالت میں حرام کھایا اس کو اللہ معاف فرمانے والا ہے اور وہ اس بندے پر رحم فرمانے والا ہے کیونکہ اس نے حالت اضطرار میں حرام چیز کو حلال کر دیا ہے۔

امام وکیع نے حضرت ابراہیم اور امام الشعبی رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب انسان مجبور ہو جائے تو اتنی مقدار میں کھائے جو اس کو قائم و زندہ رکھ سکے۔

امام وکیع، عبد بن حمید اور ابو الشیخ نے مسروق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کے کھانے پر مجبور ہو پھر اس نے اسے گندا سمجھتے ہوئے نہ کھایا اور پیاسا مر گیا تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 580 (3218) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت　　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 103

امام عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جو مجبور ہو اور کھانے میں حد سے بڑھنے والا نہ ہو اور حلال سے حرام تک تجاوز کرنے والا نہ ہو تو وہ تھوڑی سی مقدار حرام سے لے سکتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لَا يُزَكِّيْهِمْ ۚۖ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾

"بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور خرید لیتے ہیں اس کے بدلے حقیر سا معاوضہ سو وہ نہیں کھا رہے اپنے پیٹوں میں سوائے آگ کے اور بات تک نہ کرے گا ان سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اور نہ (ان کے گناہ بخش کر) انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اور آل عمران کی آیت اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ الخ (آل عمران 77) یہود کے متعلق نازل ہوئی ہیں (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہود نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کو چھپایا اور اس پر لالچ کی بنیاد پر تھوڑا سا مال لیا (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اہل کتاب نے حق، ہدایت، اسلام، شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اپنی کتاب سے چھپایا تھا اس کا اس آیت میں ذکر ہے اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ فرمایا جو وہ اس کتمان حق پر اجرت لیتے ہیں وہ ان کے پیٹوں میں آگ ہے (3)۔

امام ثعلبی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہود کے سرداروں سے پوچھا تم تورات میں کیا پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم تورات میں یہ پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام کے بعد ایک نبی مبعوث فرمائے گا جس کا نام محمد ہوگا، وہ زنا، شراب اور کھیل کود کے آلات، خونریزی کو حرام کرے گا۔ پھر جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو سرداروں نے یہود سے پوچھا کیا یہ وہ نبی ہے جس کا ذکر تم تورات میں پڑھتے ہو۔ یہود نے سرداروں کے مال کے لالچ کی خاطر کہا یہ وہ نہیں ہے، پس سرداروں نے یہود کو اموال دیئے پس یہود کو جھٹلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ثعلبی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت یہود کے سرداروں اور ان کے علماء کے متعلق نازل ہوئی۔ یہود کے علماء نچلے طبقے کے لوگوں سے ہدیہ اور نذرانے وصول کرتے تھے اور وہ لوگ امید رکھتے تھے کہ مبعوث ہونے والا نبی ان سے ہوگا جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عربوں سے پیدا فرمایا تو یہود کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 107 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 108 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 107

علماء کو اپنے نذرانوں کے ضیاع اور اپنی ریاست کے زوال کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے محمد ﷺ کی صفات کو بدلنے کا قصد کیا۔ پھر انہوں نے محمد ﷺ کی صفات کو بدل کر دوسری صفات لوگوں کے سامنے پیش کیں اور کہا کہ آخر زمانہ میں جو نبی مبعوث ہو گا اس کی یہ صفات ہیں اور جو نبی آیا ہے اس کی یہ صفات نہیں ہیں۔ جب سادہ اوران پڑھ لوگوں نے محمد ﷺ کی صفات کو ان تبدیل شدہ صفات کے مخالف پایا تو انہوں نے محمد ﷺ کی اتباع نہ کی۔ اس پر الله تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ۔

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَ الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَاۤ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْكِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۱۷۶﴾

”یہ وہ (بدنصیب) ہیں جنہوں نے خرید لی گمراہی ہدایت کے عوض اور عذاب کو نجات کے بدلے (تعجب ہے) کس چیز نے اتنا صابر بنا دیا انہیں آگ کے (عذاب) پر۔ یہ سزا اس وجہ سے ہوگی کہ الله نے جو اتاری کتاب حق کے ساتھ اور بے شک جو لوگ اختلاف ڈال رہے ہیں کتاب میں وہ دور دراز کے جھگڑوں میں پھنسے ہیں“۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ الله سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انہوں نے ہدایت پر گمراہی کو اور مغفرت پر عذاب کو ترجیح دی فَمَاۤ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ وہ دوزخیوں والے عمل پر کتنے جری ہیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت مجاہد رحمہ الله سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الله کی قسم ان کو آگ پر صبر نہ ہوگا لیکن فرمایا وہ آگ پر کتنے جری ہیں (1)۔

ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس عمل پر کتنی جری ہیں جو انہیں آگ کے قریب کرتا ہے۔

ابن جریر نے سدی سے روایت کیا ہے کہ فَمَاۤ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ استفہام کے طریقہ پر ہے یعنی کون سی چیز ہے جس نے انہیں آگ پر صبر دلایا (3)۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْكِتٰبِ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں شقاق بعید کا معنی عداوۃ بعیدہ ہے۔

امام عبد بن حمید نے ابو العالیہ رحمہ الله سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دو شخص مجھ پر کتنے زیادہ سخت ہیں اور جو قرآن میں جھگڑتا ہے مَا یُجَادِلُ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (غافر: 4) وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْكِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ۔

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَ السَّآىِٕلِیْنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 110　　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 109　　3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 110

وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۝

''نیکی (بس یہی) نہیں کہ (نماز میں) تم پھیر لو اپنے رخ مشرق کی طرف اور مغرب کی طرف بلکہ نیکی (کا کمال) تو یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور سب نبیوں پر اور دے اپنا مال اللہ کی محبت سے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو اور (خرچ کرے) غلام آزاد کرنے میں اور صحیح صحیح ادا کیا کرے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور جو پورا کرنے والے ہیں اپنے وعدوں کو جب کسی سے وعدہ کرتے ہیں اور کمال نیک ہیں جو صبر کرتے ہیں مصیبت میں اور سختی میں اور جہاد کے وقت۔ یہی لوگ ہیں جو راست باز ہیں اور یہی لوگ حقیقی پرہیز گار ہیں''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایمان کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر پوچھا پھر یہی آیت تلاوت فرمائی پھر پوچھا تو آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا جب تو نیکی کرے تو تیرا دل اسے پسند کرے اور جب تو برائی کرے تو تیرا دل اس کو ناپسند کرے۔

امام اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند میں، عبد بن حمید اور ابن مردویہ نے قاسم بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص حضرت ابوذر کے پاس آیا اور پوچھا ایمان کیا ہے؟ تو آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی لَيْسَ الْبِرَّ الخ۔ اس شخص نے کہا میں نے آپ سے نیکی کے متعلق سوال نہیں کیا ہے۔ ابوذر نے فرمایا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا اور بالکل یہی سوال کیا جو تو نے مجھ سے کیا ہے تو آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی، وہ شخص اس جواب پر راضی نہ ہوا جس طرح تو راضی نہیں ہوا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا قریب ہو جا، وہ قریب ہوا تو ارشاد فرمایا جو مومن کوئی نیکی کرتا ہے تو اسے ثواب کی امید کی وجہ سے نیکی اسے خوش کرتی ہے اور جب برائی کرتا ہے تو برائی اسے پریشان کرتی ہے اور وہ اس کے عذاب سے ڈرتا ہے۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت حسن بن علی علیہما السلام سے شام سے آتے وقت ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے یہی آیت کریمہ پڑھی۔

امام عبد الرزاق اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہود مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور نصاریٰ مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 114

نماز کے متعلق ہے۔ یہ نیکی نہیں کہ تم نماز پڑھو اور تمہیں علم نہ ہو۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے اور حدود وفرائض نازل ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرائض پر عمل کرنے کا حکم دیا تھا(1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی یعنی نماز کے متعلق نازل ہوئی یعنی صرف نماز پڑھنا ہی نیکی نہیں بلکہ نیکی وہ اطاعت الٰہی ہے جو انسان کے دل میں ثابت ہوتی ہے(2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیکی کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو بلایا اور اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اس شخص نے فرائض کو قبول کیا جب اس نے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کا اقرار کیا پھر وہ شخص اسی حالت میں مرا تو اس کے متعلق خیر کی امید کی جاتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے لَيْسَ الْبِرَّ الخ کا ارشاد نازل فرمایا۔ یہود مغرب کی طرف اور نصاریٰ مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ فرمایا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ الخ(3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابو عالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہود مغرب کی طرف اور نصاریٰ مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ پس یہ آیت کریمہ لَيْسَ الْبِرَّ الخ نازل ہوئی(4)۔

حضرت ابو عبید نے فضائل میں اور حضرت ثعلبی نے ہارون کے طریق سے حضرت ابن مسعود اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا پڑھا ہے۔

امام وکیع ابن ابی شیبہ، ابن المنذر نے حضرت ابو میسرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے اس آیت پر عمل کیا اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا لَيْسَ الْبِرَّ الخ۔

امام عبد بن حمید نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس بات کا اظہار فرمایا ہے کہ نیکی صرف مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں نہیں ہے بلکہ نیکی اطاعت الٰہی کا دلوں میں ثابت ہو جانا ہے۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں الاعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہماری قرأت میں لَيْسَ الْبِرَّ کی جگہ وَلَا تَحْسَبَنَّ اَنَّ الْبِرَّ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ۔

امام احمد، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، الآجری (فی الشریعۃ)، اللالکائی (فی السنۃ)، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص پیدل چلتے ہوئے آیا جس کے بال بڑے حسین تھے، سفید لباس زیب تن تھا، لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ہم اسے نہیں جانتے تھے اور نہ وہ مسافر محسوس ہوتا تھا پھر اس شخص نے کہا یا رسول اللہ میں آپ کی بارگاہ میں حاضر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 113   2۔ ایضاً   3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 114   4۔ ایضاً

ہوسکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ وہ آیا اس نے اپنے گھٹنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کے پاس رکھ دیئے اور اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لئے۔ پھر اس نے پوچھا اسلام کیا فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، بیت اللہ کا حج کرنا، پھر اس نے پوچھا ایمان کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ، فرشتوں، یوم آخرت، کتاب، نبیوں، جنت، دوزخ، بعثت بعد الموت اور تقدیر پر ایمان لانا۔ اس نے پوچھا احسان کیا ہے؟ فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس کیفیت میں عمل کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر یہ کیفیت ممکن نہ ہو تو اس طرح عمل کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر اس شخص نے پوچھا قیامت کب تک قائم ہوگی؟ فرمایا مسئول عنہا، سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ پھر اس شخص نے پوچھا قیامت کی نشانیاں کیا ہیں؟ فرمایا، برہنہ پا، نادار بکریوں کے چرواہے جب بلند عمارتیں بنائیں گے، لونڈیاں اپنی مالکوں کو جنم دیں گی۔ (پھر وہ چلا گیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کو بلاؤ تو تلاش بسیار کے باوجود کچھ نظر نہ آیا پس دو یا تین دن گزرے تو فرمایا اے ابن الخطاب کیا تو اس سائل کو جانتا ہے؟ حضرت عمر نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا وہ جبریل تھا جو تمہیں دین سکھانے آیا ہے۔

امام احمد، البزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے جبریل آیا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا اور عرض کی یا رسول اللہ مجھے اسلام کے متعلق بیان فرمائیے۔ فرمایا تو اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے لئے جھکا دے اور تو گواہی دے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فرمایا جب تو ایسا کرے گا تو تو نے اسلام قبول کرلیا۔ پھر اس نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے ایمان کے متعلق بتائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پر، آخرت کے دن، ملائکہ، کتاب، نبیین، موت، حیات بعد الموت پر ایمان لانا، جنت اور دوزخ پر ایمان لانا، حساب اور میزان پر ایمان لانا اور تمام تقدیروں پر ایمان لانا خواہ وہ خیر ہوں یا شر ہوں۔ فرمایا جب تو ایسا کرے گا تو تو ایمان دار ہوگا۔ پھر اس نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے احسان کے متعلق بتائیے۔ فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کے لئے اس طرح عمل کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر یہ کیفیت ممکن نہ ہو (کم از کم اتنا تو ہو کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

امام البزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا جس کے لباس پر سفر کا کوئی اثر نہیں تھا، وہ لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر بیٹھ گیا پھر اس نے اپنے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں پر رکھے اور عرض کی یا محمد! اسلام کیا ہے؟ فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے مہینہ کے روزے رکھنا، بیت اللہ کا حج کرنا اگر راستہ کی طاقت رکھتا ہو، فرمایا اس شخص نے کہا اگر میں ان چیزوں پر عمل پیرا ہو جاؤں تو مومن ہوں؟ فرمایا ہاں۔ اس شخص نے کہا آپ نے سچ کہا۔ پھر اس شخص نے پوچھا یا محمد احسان کیا ہے؟ فرمایا تو اللہ سے ڈرے گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہ دیکھے تو (اتنا تصور ہو کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا اگر میں ایسا کروں تو محسن ہوں؟ فرمایا ہاں۔ اس شخص نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر اس شخص نے کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قیامت کب قائم ہوگی؟ فرمایا مسئول عنہا، سائل سے

زیادہ نہیں جانتا۔ وہ شخص واپس چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کو میری طرف بلاؤ۔ صحابہ نے اسے پیچھے سے تلاش کیا لیکن وہ نہ مل سکا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ جبریل تھا جو تمہارے پاس تمہارا دین سکھانے آیا تھا۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ سے اور ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم بیٹھے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی اپنی جگہ گوٹھ مار کر بیٹھے تھے۔ اچانک ایک شخص آیا جو انتہائی خوبصورت تھا اور اس کی خوشبو تمام لوگوں سے عمدہ تھی، اس کا لباس بھی تمام لوگوں سے اجلا اور صاف تھا۔ اس نے پوچھا یا محمد اسلام کیا ہے؟ فرمایا یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، بیت اللہ کا حج اور رمضان کے روزے رکھے۔ اس نے کہا اگر میں یہ تمام اعمال کرلوں تو میں مسلمان ہوں گا؟ فرمایا ہاں۔ پھر اس شخص نے کہا آپ نے سچ کہا۔ پھر اس شخص نے عرض کی یا محمد آپ مجھے ایمان کے متعلق بیان فرمائیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ، فرشتوں، کتاب، انبیاء پر ایمان لانا اور تمام تقدیروں پر ایمان لانا۔ اس نے کہا میں ایسا کردوں تو میں ایمان دار ہوں گا؟ فرمایا ہاں۔ اس شخص نے کا آپ نے سچ کہا۔

امام احمد اور نسائی نے معاویہ بن حیدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا اسلام کیا ہے فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مال کی محبت کے باوجود مال دینا۔

امام ابن المبارک نے الزہد میں وکیع، سفیان بن عیینہ، عبد الرزاق، الفریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ مال عطا کرے جب کہ صحیح ہو (اور) اس مال کا حریص بھی ہو، اس سے زندگی کی امید رکھتا ہو اور اسے فقر کا اندیشہ بھی ہو (1)۔

امام حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث اسی طرح روایت کی ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں المطلب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ کا کیا مطلب، ہے ہم تمام اپنے مال سے محبت کرتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو اپنے مال کو اس وقت دے جب کہ تیرا نفس تجھے عمر کا لمبا ہونا، اور فقر (کا خوف) یاد دلا رہا ہو۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افضل صدقہ یہ ہے کہ تو صدقہ کرے جب کہ تو صحیح ہو بقاء کی امید رکھتا ہو، فقر کا خوف ہو اور تو سستی نہ کر (2) حتی کہ جب (تیری روح) حلقوم تک پہنچ جائے تو تو کہے فلاں کے لئے اتنا صدقہ، فلاں کے لئے اتنا صدقہ مگر اب تو وہ فلاں (وارث) کا ہو چکا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 115 2۔ سنن نسائی، جلد 3,5، صفحہ 69-68، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ شخص جو موت کے وقت خرچ کرتا ہے یا صدقہ کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی ہے جو ہدیہ دیتا ہے جب خود سیر ہو چکا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ذَوِي الْقُرْبٰى

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد قریبی رشتہ دار ہیں۔

امام طبرانی، حاکم اور بیہقی نے سنن میں ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ افضل صدقہ ایسے ذی رحم پر ہے جو (دشمنی کی بنا پر) اعراض کرنے والا ہو۔

امام احمد، دارمی اور طبرانی نے حکیم بن حزام رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ افضل صدقہ کیا ہے؟ فرمایا اعراض کرنے والے رشتہ دار پر۔

امام احمد، ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں نے اپنی ایک لونڈی آزاد کی تو فرمایا اگر تو یہ اپنے کسی ماموں کو دے دیتی تو تیرا اجر زیادہ ہوتا۔

خطیب نے تالی التلخیص میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لونڈی آزاد کرنے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اپنی بہن کو دے دے، تو اس کی دیکھ بھال کرے اور ان کے ساتھ اپنی بہن سے صلہ رحمی کرے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے۔

امام ابن المنذر نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس ایک مثقال سونا ہے (اس کو کہاں صدقہ کروں)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اپنے قریبی رشتہ داروں میں خرچ کر۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے)، نسائی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں سلمان بن عامر الضبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین پر صدقہ، ایک صدقہ کا اجر ہے اور ذی رحم پر صدقہ دو اجر کا باعث ہے، ایک اجر صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا (1)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جو میں اپنے خاوند پر اور اپنی پرورش میں یتیم بچوں پر خرچ کروں وہ میری طرف سے صدقہ کے قائم مقام ہوگا؟ فرمایا تجھے دو اجر ملیں گے۔ ایک صدقہ کا اجر اور دوسرا قرابت کا اجر (2)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِبْنَ السَّبِيْلِ

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اِبْنَ السَّبِيْلِ سے مراد وہ مہمان ہے جو مسلمان کے پاس ٹھہرتا ہے۔

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 412 (1844) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 406 (1834)

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابْنَ السَّبِيْلِ وہ ہے جو تجھ پر گزرے اور وہ مسافر ہے (1)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالسَّآئِلِيْنَ

امام ابن جریر نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سائل سے مراد وہ ہے جو تجھ سے سوال کرے (2)۔

امام احمد، ابوداؤد اور ابن ابی حاتم نے الحسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سائل کا حق ہے اگر چہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔

امام ابن عدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سائل کو عطا کرو اگر چہ وہ گھوڑے پر بھی آئے۔ ابن ابی شیبہ نے سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ بن مریم نے فرمایا سائل کا حق ہے اگر چہ وہ ایسے گھوڑے پر آئے جس کا طوق چاندی کا ہو۔

ابن سعد، ترمذی انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے، ابن خزیمہ، ابن حبان نے عبدالرحمٰن بن بجید عن جدتہ ام بجید سے روایت کیا ہے یہ ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی تھی۔ عرض کی یا رسول اللہ مسکین جو میرے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے پھر میں کوئی چیز اپنے پاس نہیں رکھتا جو میں اسے عطا کروں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو جلا ہوا جانور کا کھر پائے تو وہ اسے دے دے۔ ابن خزیمہ کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ تو اپنے سائل کو نہ لوٹا اگر چہ کھر کے ساتھ (3)۔

امام سعید بن منصور اور ابن سعد نے عمرو بن معاذ الانصاری رضی اللہ عنہ کے طریق سے ان کی دادی حواء سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ سائل کو (کچھ دے کر) لوٹاؤ اگر چہ وہ جلا ہوا کھر ہی ہو۔

امام ابن ابی شیبہ نے حمید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہا جاتا ہے کہ سائل کو (کچھ دے کر) لوٹاؤ اگر چہ کونج کے سر کے برابر بھی کوئی چیز ہو (4)۔

امام ابونعیم، ثعلبہ، دیلمی اور خطیب نے مالک کے راوۃ سے کمزور سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومن کو ہدیہ اس کے دروازے پر سائل ہے۔ ابن شاہین، ابن نجار نے اپنی تاریخ میں ابی بن کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہاری راہنمائی اللہ کے تحائف کی طرف نہ کروں جو وہ اپنی مخلوق کی طرف بھیجتا ہے۔ ہم نے عرض کی کیوں نہیں۔ فرمایا فقیر اللہ کا ہدیہ ہے، وہ اس کو قبول کرے یا نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَفِي الرِّقَابِ

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس کا مطلب غلاموں کو آزاد کرنا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ کا مطلب یہ ہے کہ اس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 117

2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 118

3۔ جامع ترمذی، جلد 3 صفحہ 53 (665) مطبوعہ قاہرہ

4۔ مصنف ابن شیبہ، جلد 2، صفحہ 392 (10284)

نے فرضی نمازوں کو مکمل کیا وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ یعنی فرض زکوٰۃ ادا کی۔

امام ترمذی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن عدی، دارقطنی ابن مردویہ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے پھر یہ آیت لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ الخ تلاوت فرمائی (1)۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا زکوٰۃ کے بعد بھی مال میں کوئی حق ہوتا ہے؟ فرمایا ہاں۔ زکوٰۃ عمدگی پر برانگیختہ کرتی ہے۔

امام عبد بن حمید نے الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کیا انسان پر زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی چیز لازم ہے؟ فرمایا ہاں پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ...... الآیہ

امام عبد بن حمید نے ربیعہ بن کلثوم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے میرے والد صاحب نے بتایا کہ مجھے مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ نے کہا نماز دو قسم کی ہے اور زکاۃ (بھی) دو قسم کی ہے اللہ کی قسم یہ بات اللہ کی کتاب میں ہے میں تجھ پر اس کے متعلق قرآن پڑھتا ہوں میں نے کہا پڑھو۔ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ پس جو اس حکم کے علاوہ ہے وہ تمام کا تمام نفل ہے اَقَامَ الصَّلٰوۃَ یہ فرض نماز کی دلیل ہے وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ یہ فرضی زکوٰۃ کا بیان ہے پس فرض اور نفلی ہر ایک (نماز، زکوٰۃ) کی دو دو قسمیں بن گئیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جس نے اللہ کا کسی کو عہد دیا پھر اس کو توڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیتا ہے اور جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ دیا پھر اس کو توڑا تو قیامت کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے جھگڑنے والے ہوں گے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے الْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ سے مراد یہ ہے جو وہ آپس میں اور دوسرے لوگوں کے درمیان جب عہد کرتے ہیں تو پورا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ سے مراد بیماری ہے اور حِیْنَ الْبَاْسِ سے مراد جنگ ہے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم بیان کرتے تھے کہ الْبَاْسَآءِ سے مراد بوس اور فقر ہے اور الضَّرَّآءِ الضراء سے مراد بیماری اور تکلیف ہے (4) اور حِیْنَ الْبَاْسِ سے مراد جنگ کے میدان کا وقت ہے۔

1۔ جامع ترمذی، جلد 3، صفحہ 48 (659) مطبوعہ قاہرہ
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 118
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 119
4۔ ایضاً

امام الطستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ان سے الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ کے متعلق پوچھا تو فرمایا الْبَاْسَآءِ سے شادابی اور الضَّرَّآءِ سے مراد قحط سالی ہے۔ ابن الازرق نے پوچھا کیا عرب اس کا مفہوم جانتے ہیں ابن عباس نے فرمایا ہاں کیا تو نے زید بن عمرو کا یہ قول نہیں سنا ہے۔

اِنَّ الْاِلٰهَ عَزِيْزٌ وَّاسِعٌ حَكَمٌ بِكَفِّهِ الضُّرُّ وَالْبَأْسَاءُ وَالنِّعَمُ

اللہ تعالیٰ غالب اور وسعت والا ہے شادابی اور قحط اور نعمتوں کا سب اختیار اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اُولٰٓئِكَ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے یعنی یہ لوگ راست باز ہیں۔

امام ابن جریر نے الربیع رحمہ اللہ سے اس جملہ کے تحت روایت فرمایا ہے کہ انہوں نے ایمان کی کلام سے کلام کیا۔ پس ایمان کی حقیقت عمل ہے کہ انہوں نے اللہ کی تصدیق کی اور الحسن فرماتے تھے یہ ایمان کی کلام اور عمل کی حقیت ہے کیونکہ اگر قول کے ساتھ عمل نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں (1)۔

حکیم ترمذی نے حضرت ابو عامر الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ نیکی کی تکمیل کیا ہے؟ فرمایا تو پوشیدہ بھی وہی عمل کرے جو تو اعلانیہ کرتا ہے۔

امام ابن عساکر نے ابراہیم بن ابی شیبان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے زید بن رفیع رحمہ اللہ سے پوچھا، میں نے کہا اے ابوجعفر تم خوارج کے متعلق کیا کہتے ہو جو وہ لوگوں کو کافر کہتے ہیں؟ فرمایا انہوں نے اللہ کے اس ارشاد لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ...... الایہ کی تکذیب کی ہے۔ پس جو ان چیزوں پر ایمان لائے گا وہ مومن ہوگا اور جو ان چیزوں کا انکار کرے گا وہ کافر ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾

”اے ایمان والو فرض کیا گیا ہے تم پر قصاص جو (ناحق) مارے جائیں، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت پس جس کو معاف کی جائے اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ چیز تو چاہیے کہ طلب کرے (مقتول کا وارث) خون بہا دستور کے مطابق (اور قاتل کو چاہیے)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 123

کہ اسے ادا کردے اچھی طرح۔ یہ رعایت ہے تمہارے رب کی طرف سے اور رحمت ہے۔ تو جس نے زیادتی کی اس کے بعد تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے دو قبیلوں کی چھوٹی سی بات پر جنگ چھڑی ہوئی تھی ان کے درمیان قتل اور زخموں کا سلسلہ جاری تھا حتی کہ انہوں نے غلام اور عورتیں بھی قتل کی تھیں ان کی صلح نہ ہوئی حتی کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ہر قبیلہ دوسرے سے مال اور جنگی تیاری میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔ انہوں نے قسمیں اٹھا رکھی تھیں کہ وہ راضی نہ ہوں گے حتی کہ دوسرے قبیلہ کے آزاد کو اپنے غلام کے بدلے قتل کر لیں۔ عورت کے بدلے مرد قتل کر لیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ ...... الآیہ۔ وہ عورت کے بدلے مرد کو قتل نہیں کرتے تھے لیکن مرد کو مرد کے بدلے اور عورت کو عورت کے بدلے قتل کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ (المائدہ:45) پس اللہ تعالیٰ نے نفس اور نفس سے کم میں، جان بوجھ کر جرم کرنے میں آزاد لوگوں کے مردوں اور عورتوں کو قصاص میں برابر قرار دیا اور قتل عمد میں غلاموں کے مردوں اور عورتوں کو برابر قرار دیا۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت دو قبیلوں کے متعلق نازل ہوئی جن کا تعلق عرب قبائل سے تھا۔ انہوں نے اندھا دھند جنگ کی جب کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا۔ ایک قبیلہ کہتا ہم اپنے غلام کا بدلہ لیں گے اور ہم اپنی فلاں لونڈی کا بدلہ لیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ الخ (1)۔

امام ابن جریر اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انصار کے دو قبیلوں کے درمیان جنگ تھی۔ ایک قبیلہ دوسرے پر غالب تھا تو گویا انہوں نے فضیلت طلب کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان صلح کرانے کے لئے تشریف لائے۔ اس وقت یہ آیت اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ الخ نازل ہوئی۔ ابن عباس فرماتے ہیں اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ نے اس کو منسوخ کر دیا ہے (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم سے پہلے لوگوں کے پاس دیت کا حکم نہ تھا وہ یا تو قصاص لے سکتے تھے یا معاف کر سکتے تھے۔ پس یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو دوسروں سے زیادہ تھے جب زیادہ لوگوں میں کوئی غلام قتل ہو جاتا تو وہ کہتے ہم اس کے بدلے میں آزاد کو قتل کریں گے اور جب ان کی کوئی عورت قتل ہو جاتی تو وہ کہتے ہم اس کے بدلے مرد کو قتل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی (3)۔

امام عبد بن حمید، ابو داؤد (نے الناسخ میں)، ابو القاسم الزجاجی نے امالی میں اور امام بیہقی نے سنن میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمانۂ جاہلیت میں حد سے تجاوز اور شیطان کی اطاعت تھی، ان میں کسی قبیلہ کی جب تعداد زیادہ ہوتی اور ان کا غلام کسی دوسری قوم کے غلام کے ہاتھوں قتل ہو جاتا تو وہ کہتے ہم اپنی تفضیل اور عزت کے اظہار کے لئے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 124 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 125 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 125

آزاد مرد قتل کریں گے اور جب ان کی عورت کو کوئی دوسری عورت قتل کر دیتی تو کہتے ہم عورت کے بدلے مرد کو قتل کریں گے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اَلْعَبْدُ بِالْعَبْدِ (الآیہ) حد سے تجاوز کرنے سے انہیں منع کیا پھر سورۂ مائدہ کی آیت نازل ہوئی فرمایا وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ (المائدہ:45)

امام النحاس نے اپنی ناسخ میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس آیت کو اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ کی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ (الآیہ)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے جو قتل عمد میں دیت کے ساتھ مقتول کے ورثاء کو راضی کرے تو طالب کو اچھے انداز سے مطالبہ کرنے اور اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ میں مطلوب کو اچھے انداز میں ادائیگی کرنے کا حکم دیا گیا ہے(1)، ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ یہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے جو بنی اسرائیل پر نہ تھی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے خون کے استحقاق کے بعد دیت لینے کے بعد اس کے بھائی کی طرف سے اسے کچھ معاف ہو جائے تو پھر طالب پر ضروری ہے کہ وہ اچھے انداز میں دیت کا مطالبہ کرے اور قاتل کو چاہیے کہ وہ بھی اچھے طریقے سے ادا کرے، ادائیگی میں کوئی ضرر و نقصان نہ پہنچائے یہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نرمی ہے۔

امام عبد الرزاق، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، النحاس (الناسخ میں)، ابن حبان اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل میں قصاص تھا۔ دیت کا حکم ان میں نہ تھا، پس اللہ تعالیٰ نے اس امت کو فرمایا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ قتل عمد میں عفو یہ ہے کہ وہ دیت قبول کرے پھر طالب معروف طریقہ سے مطالبہ کرے اور مطلوب اچھے طریقے سے ادا کر دے۔ جو احکام تم سے پہلی قوموں پر تھے ان میں تمہارے لئے تخفیف پیدا فرما دی۔ پس جس نے دیت قبول کرنے کے بعد قتل کیا اس کے لئے دردناک عذاب ہے(2)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنو اسرائیل میں جب کوئی عمداً قتل کیا جاتا تو اس کی جزاء صرف قصاص ہی تھا پس دیت اللہ تعالیٰ نے صرف اس امت کے لئے حلال فرمائی پھر حکم دیا کہ طالب عمدہ طریقہ سے دیت کا مطالبہ کرے اور مطلوب اچھے انداز میں ادائیگی کرے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مقتولوں میں بنی اسرائیل کے لئے صرف قصاص کا حکم تھا، ان میں جان یا زخم کی دیت نہیں تھی۔ ان کے لئے صرف یہ حکم تھا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ...... الآیہ لیکن اللہ تعالیٰ نے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تخفیف فرمائی، ان کے لئے نفس اور زخم میں دیت کا بھی حکم نازل فرمایا ہے۔ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ سے یہی مراد ہے(3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 129 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 133 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 133

ابن جریر، الزجاجی نے امالی میں قتادہ سے روایت کیا ہے کہ رحمۃ سے مراد وہ رحمت ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر رحم فرمایا، ان کو دیت کا کھانا عطا فرمایا۔ دیت کو ان کے لئے حلال فرمایا جب کہ پہلے کسی قوم کے لئے یہ حلال نہ تھی۔ اہل تورات کے لئے قصاص یا عفو تھا، درمیان میں ارش کا حکم نہ تھا۔ اہل انجیل کے لئے صرف عفو تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے قصاص، عفو اور دیت کو مقرر فرمایا۔ اگر یہ امت چاہے تو ان کے لئے دیت حلال ہے جب کہ پہلے کسی امت کے لئے حلال نہ تھی۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے ابن شریح الخزاعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس کو قتل یا زخم کی مصیبت پہنچائی گئی ہو اس کو تین چیزوں میں اختیار ہے یا تو قصاص لے یا معاف کردے یا دیت لے لے۔ اگر کوئی چوتھی چیز کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھ روک لو، جو اس کے بعد تجاوز کرے گا اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے دیت لینے کے بعد قتل کرنے والے پر صرف قتل ہے، اس سے دیت قبول نہیں کی جائے گی۔ ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے دیت لینے کے بعد قتل کیا میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گا (1)۔

امام سمویہ نے فوائد میں حضرت سمرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے دیت لینے کے بعد قتل کیا میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گا۔

امام وکیع، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا تو وہ اپنی قوم کے ساتھ ٹل جاتا اور اس کی قوم آتی اور اس کی طرف سے دیت پر صلح کر دیتی۔ پس قاتل باہر نکلتا تو اسے اپنے نفس پر امن ہوتا لیکن پھر اسے قتل کیا جاتا اور اس کی طرف دیت پھینک دی جاتی۔ یہ زیادتی اور اعتداء ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ دیت لینے کے بعد قتل کرنے والے کو قتل ہی کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

”اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عقل مندو! تاکہ تم (قتل کرنے سے) پرہیز کرنے لگو“۔

امام عبد الرزاق اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں تمہارے لئے نصیحت اور سزا ہے جب ظالم شخص کو قصاص کا تصور ذہن میں آئے گا تو وہ قتل سے رک جائے گا (3)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس قصاص کو عقل والوں کے لئے عبرت بنایا ہے اور اس میں جاہل اور بے وقوف لوگوں کے لئے نصیحت ہے۔ کتنے لوگ جو اس گھناؤنے فعل (قتل) کا ارادہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 134   2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 135   3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 138

کرتے تو اس کو کر گزرتے اگر انہیں قصاص کا خوف نہ ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض کے قتل سے اس قصاص کے ذریعے روک دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو بھی حکم فرماتا ہے اس میں انسان کے لئے دنیا و آخرت کی اصلاح ہوتی ہے اور جس سے اللہ نے منع کیا ہوتا ہے اس میں یقیناً فساد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کسی اصلاح کرنے والے احکام کو زیادہ جانتا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قصاص میں حیات ہے کیونکہ مقتول کے بدلے صرف قاتل ہی قتل ہوگا (1)۔

حضرت سفیان بن عیینہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قصاص میں زندگی اس طرح ہے کہ بعض دوسروں کو قصاص کی وجہ سے منع کرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس میں عقل و دانش ہوگی وہ قصاص کو یاد کرے گا تو قصاص کا خوف اسے قتل سے روک دے گا۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم قصاص کے خوف سے خون ریزی سے بچ جاؤ۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے ابوالجوزاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس کو وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ پڑھا ہے یعنی قرآن کے واقعات میں تمہارے لئے زندگی ہے۔

امام آدم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جس نے دیت لینے کے بعد قتل کیا یہ فَمَنِ اعْتَدٰى کا مفہوم ہے۔ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فرماتے ہیں تمہیں دیت کا حکم عطا کیا گیا ہے جب کہ تورات والوں کے لئے قصاص یا عفو کا حکم تھا اور انجیل والوں کے لئے صرف عفو کا حکم تھا۔ قصاص وغیرہ کا حکم بھی نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تین احکام دیئے قصاص، دیت یا عفو۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ اللہ تعالیٰ نے قصاص کو حیات فرمایا ہے کیونکہ بہت سے لوگ قتل کا ارادہ کرتے ہیں لیکن قصاص کا خوف انہیں اس جرم سے روک لیتا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٨٠﴾

''فرض کیا گیا ہے تم پر جب قریب آجائے تم میں سے کسی کے موت بشرطیکہ چھوڑے کچھ مال کہ وصیت کرے اپنے ماں باپ کے لئے اور قریبی رشتہ داروں کے لئے انصاف کے ساتھ۔ ایسا کرنا ضروری ہے پرہیزگاروں پر''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خَيْرًا کی تفسیر مالاً سے نقل کی ہے (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خَيْرًا سے مراد مال کثیر ہے (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن میں ہر جگہ الخیر سے مراد مال ہے۔ مثلاً ان ترك خیراً لحب الخیر (العادیات: 8) اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ (ص 32) اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا (النور 33) (4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 138 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 144 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 145 4۔ ایضاً

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو شخص ساٹھ دینار نہ چھوڑے اس نے خیر نہیں چھوڑا۔ امام عبدالرزاق، الفریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے ایک مولی کے پاس اس کی موت کے وقت تشریف لے گئے، اس کے پاس سات سو دراہم تھے یا چھ سو دراہم تھے۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا میں وصیت نہ کروں؟ فرمایا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنۡ تَرَكَ خَيۡرَا اور تم جو مال چھوڑ کر جا رہے ہو وہ مال کثیر نہیں ہے۔ اپنا یہ مال اپنے ورثاء کے لئے چھوڑ جاؤ (1)۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عائشہ نے پوچھا تیرا کتنا مال ہے؟ اس نے کہا تین ہزار۔ حضرت عائشہ نے پوچھا تیرے بچے کتنے ہیں؟ اس نے کہا چار۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنۡ تَرَكَ خَيۡرَا (اگر زیادہ مال چھوڑے) اور تیرا یہ مال تھوڑا ہے۔ یہ اپنے اہل وعیال کیلئے چھوڑ دے تو یہ افضل ہے (2)۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر میت سات سو درہم چھوڑے تو وہ وصیت نہ کرے۔

امام عبد بن حمید نے ابو مجلز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وصیت اس پر ہے جو مال کثیر چھوڑ جائے۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے امام زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے وصیت کو حق قرار دیا ہے خواہ مال کم ہو یا زیادہ ہو۔

امام عبد بن حمید، بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مسلم پر حق نہیں ہے کہ اس پر تین راتیں گزر جائیں مگر اس کے پاس وصیت ہونی چاہیے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا مجھ پر کبھی تین راتیں نہیں گزری ہیں مگر میرے پاس وصیت تھی۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اپنے نفسوں کو اپنے رب سے خرید لو، کسی انسان کے لئے یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ کسی معاملہ میں حق اللہ میں بخل کرتا رہے حتی کہ جب موت قریب آئے تو اپنے مال کو ادھر ادھر تقسیم کرنا شروع کر دے۔ پھر حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا اے ابن آدم تیری ہلاکت ہو، اللہ سے ڈر، دو بری چیزیں جمع نہ کر، تیرا مال زندگی میں برائی ہے اور موت کے وقت بھی برائی ہے، اپنے ان قریبی رشتہ داروں کو دیکھ جو محتاج ہیں اور وارث نہیں ہیں اپنے مال سے ان کے لئے معروف طریقہ پر وصیت کر (3)۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے عبید اللہ بن عبداللہ بن معمر قاضی البصرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 146 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 229 (30946) مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

3۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 9، صفحہ 67 (16368) مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت

نے وصیت کی اس نے کچھ لوگ مقرر کئے تو ہم ان مقرر لوگوں کو دیں گے اور اگر وہ اس طرح وصیت کرے جہاں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس مال کو خرچ کرو تو ہم اس کے قریبی رشتہ داروں کو دیں گے (1)۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جس نے کسی قوم کے لئے وصیت کی ہو اور پھر اس نے ان کا نام لیا ہو اور قریبی رشتہ بھی محتاج چھوڑے ہوں تو میں ان سے وہ مال چھین کر قریبی رشتہ داروں کو دوں گا (2)۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب کوئی شخص قریبی رشتہ داروں کے علاوہ میں ثلث مال کی وصیت کرے تو اس کے لئے ثلث کے ثلث کی وصیت جائز ہے اور باقی دو ثلث اس کے قریبی رشتہ داروں کو دیا جائے گا (3)۔

امام سعید بن منصور، احمد، عبد بن حمید، ابوداؤد نے الناسخ میں، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۂ بقرہ تلاوت کی، جو کچھ اس میں احکام تھے وہ بیان کئے حتیٰ کہ وہ اس آیت سے گزرے تو فرمایا یہ آیت منسوخ ہے (4)۔

امام ابوداؤد، النحاس نے الناسخ میں، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وصیت کے متعلق روایت کیا ہے فرماتے ہیں پہلے اولاد اپنے باپ کی وارث ہوتی تھی اور والدین کے لئے وصیت ہوتی تھی پھر اس حکم کو لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (النساء: 7) نے منسوخ کر دیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں والدین کے ساتھ ان کے علاوہ کوئی وارث نہیں ہوتا تھا مگر اقربین کے لئے وصیت تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت میراث نازل فرمائی اور میت کے مال کے ثلث میں اقربین کی وصیت کو قائم رکھا (5)۔

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور ناسخ میں اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وصیت کا حکم آیت میراث کے نزول تک قائم رہا حتیٰ کہ آیت میراث نے اسے منسوخ کر دیا۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو وارث تھے ان کے لئے آیت میراث نے وصیت کو منسوخ کر دیا اور جو قریبی رشتہ دار وارث نہیں تھے ان کے لئے وصیت کے حکم کو منسوخ نہیں کیا (6)۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اس آیت کو آیت میراث نے منسوخ کر دیا ہے (7)۔

امام ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے شریح سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص اپنے پورے مال کی وصیت کر دیتا تھا حتیٰ کہ آیات میراث نازل ہوئیں (8)۔

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 9، صفحہ 82 (16430) مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 81، (16426)
3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 83 (16433) 4۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 143
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا جلد 2، صفحہ 142 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 142 7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 143 8۔ ایضاً، جلد 2 صفحہ 143

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میراث اولاد کے لئے اور وصیت والدین اور اقربین کے لئے تھی اور یہ پھر منسوخ ہوگئی۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الخیر اور المال کا اطلاق ہزار اور اس سے زائد رقم پر ہوتا ہے۔ پس والدین اور اقربین کے لئے وصیت کرنے کا حکم دیا پھر والدین کے لئے وصیت کا حکم منسوخ کر دیا پھر ہر میراث پانے والے کا حصہ وصیت سے ختم کر دیا کہ جس کو میراث ملتی ہے اس کے لئے وصیت نہیں ہے۔ پس وصیت صرف ایسے رشتہ داروں کے لئے ہے جو وارث نہیں ہیں خواہ وہ قریبی ہوں یا نہ ہوں۔

امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی نے عمرو بن خارجہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری پر خطبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لئے میراث سے اس کا حصہ مقرر فرمایا ہے پس کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔

امام احمد، عبد بن حمید اور بیہقی نے سنن میں ابو امامہ الباہلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیا ہے پس اب وارث کے لئے وصیت نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وارث کے لئے وصیت جائز نہیں ہے مگر اس وارث کے لئے جس کے لئے دوسرے ورثاء جائز قرار دیں۔

فَمَنۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِیْنَ یُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَیْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۸۲﴾

''پھر جو بدل ڈالے اس وصیت کو سن لینے کے بعد تو اس کا گناہ انہیں بدلنے والوں پر ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ اور جسے اندیشہ ہو وصیت کرنے والے سے کسی طرف داری یا گناہ کا پس وہ صلح کرا دے ان کے درمیان تو کچھ گناہ نہیں اس پر۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے موصی (وصیت کرنے والا) کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اور وہ وصیت میں گناہ سے بری ہے (1) اور جسے وصیت میں ظلم کا خوف ہو تو اولیاء پر کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنی غلطی کو درست کر دیں۔

امام ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے وصیت کو سننے کے بعد بدلا تو تبدیلی کا گناہ اس پر ہوگا (2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 147   2۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وصی اگر میت سے وصیت سننے کے بعد اس کو نافذ نہ کرے جب کہ وہ وصیت عدل پر مبنی ہو تو اس کا گناہ وصی پر ہو گا جس نے اس وصیت کو بدلا۔ میت نے چونکہ وصیت صحیح کی تھی اس پر کوئی حرج نہیں، وہ اس گناہ سے بری ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ اللہ تعالیٰ اس وصیت کو سننے والا ہے اور اس کو جاننے والا بھی ہے اور جسے وصیت کرنے والے سے غلط وصیت کرنے کا اندیشہ ہو یا گناہ کا خطرہ ہو تو وہ اس کے درمیان اصلاح کر دے یعنی اس کو وہ صحیح سمت لوٹا دیں اللہ تعالیٰ وصی پر پردہ فرمانے والا ہے کیونکہ اس نے ورثہ کے درمیان اصلاح کرائی۔ رحیم، میت کی وصیت کے ظلم کے خلاف تبدیلی میں اس کو رخصت دیدی گئی ہے۔

امام الطستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے جَنَفًا کا معنی پوچھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کا معنی وصیت میں ظلم کرنا ہے۔ ابن الازرق رحمہ اللہ نے کہا کیا عرب اس کا معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے عدی بن زید کا یہ قول نہیں سنا۔

اُمُّكَ يَا نُعْمَانُ فِيْ اَخَوَاتِهَا يَأْتِيْنَ مَا يَاْتِيْنَهُ جَنَفاً

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الجنف کا معنی خطا کرنا ہے اور اثم کا معنی جان بوجھ کر گناہ کرنا ہے (1)۔

حضرت سفیان بن عیینہ اور عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جَنَفًا کا معنی خطا غلطی کرنا ہے اور اِثْمًا کا معنی جان بوجھ کر غلطی کرنا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے جَنَفًا کا معنی جیفاً یعنی ظلماً نقل کیا ہے۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ...... الآیہ یہ اس وقت کا معاملہ ہے جو انسان قریب الموت ہو جائے پھر عدل نہ کر سکے اور حقوق العباد میں کوتاہی کرے تو لوگ اسے کہیں کہ اس طرح وصیت کر اور فلاں کو اتنا مال دے (2)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جو ظلم کے ساتھ وصیت کرے تو میت کا ولی یا امام وقت اسے کتاب وسنت کے مطابق درست کر دے یا اس کے لئے تبدیلی کرنا جائز ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ، سعید بن منصور اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وصیت میں ظلم اور نقصان پہنچانا گناہ کبیرہ ہے۔

امام ابوداؤد نے مراسیل میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زندگی میں صدقہ کو غلط کرنے والے کے صدقہ کو جو لوٹاتا ہے وہ اسی طرح وصیت میں موت کے وقت غلطی کرنے والے کی وصیت کو صحیح سمت لوٹا دے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 154   2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 149

امام عبدالرزاق نے الثوری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں خبر پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص وصیت کرتا تھا تو اس کی وصیت میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاتی تھی حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی پھر وصیت میں حق کے مطابق تبدیل کی گئی۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَ عَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ ؕ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

”اے ایمان والو فرض کئے گئے ہیں تم پر روزے جیسے فرض کئے گئے تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے کہ کہیں تم پرہیزگار بن جاؤ۔ یہ گنتی کے چند روز ہیں۔ پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے اور جو لوگ اسے بہت مشکل سے ادا کرسکیں ان کے ذمہ فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا اور جو خوشی سے زیادہ نیکی کرے تو وہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے، اور تمہارا روزہ رکھنا ہی بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم جانتے ہو“۔

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا۔

امام احمد، ابوداؤد، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے اور بیہقی نے سنن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نماز تین احوال میں پھیری گئی، روزہ تین احوال میں پھیرا گیا، نماز کے تین احوال یہ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی پھر اللہ تعالیٰ نے قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا کا ارشاد نازل فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا چہرہ مکہ کی طرف کر لیا۔ یہ ایک تبدیلی تھی۔ فرمایا پہلے لوگ نماز کے لئے جمع ہوتے تھے اور ایک دوسرے کو نماز پر آگاہ کرتے تھے حتی کہ وہ اس طریقہ کو اچھا نہ سمجھنے لگے پھر ایک انصاری شخص جن کا نام عبداللہ بن زید تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے ایک خواب دیکھا ہے، اگر میں کہوں کہ میں اس وقت سویا ہوا نہیں تھا تو بھی میں سچا ہوں گا میں سونے والے اور بیدار شخص کی درمیانی کیفیت میں تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دو دو مرتبہ کہا حتی کہ وہ اذان سے فارغ ہوگیا۔ پھر وہ تھوڑی دیر رکا رہا پھر پہلے کی طرح کلمات کہے لیکن اس نے اس میں قد قامت الصلاۃ کا اضافہ کیا۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کلمات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دو تا کہ وہ ان کے ساتھ اذان دے، ان کلمات کے ساتھ سب سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس بھی اسی قسم کا ایک آدمی آیا تھا لیکن یہ مجھ سے سبقت لے گیا ہے یہ دوسری تبدیلی ہے۔

پہلے صحابہ کرام نماز کے لئے آتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نماز پہلے پڑھ چکے ہوتے تو ایک آدمی دوسرے کے پاس جاتا اور پوچھتا کہ کتنی رکعتیں پڑھی جا چکی ہیں؟ وہ بتاتا کہ ایک یا دو۔ تو وہ پہلے ان دو یا ایک رکعت کو مکمل کرتا پھر جماعت میں شریک ہوتا۔ حضرت معاذ تشریف لائے اور کہا میں آپ کو ہمیشہ ایک حالت میں نہیں پاتا تھا مگر میں اسی حالت میں آپ کے ساتھ شریک ہو جاتا تھا پھر بعد میں بقیہ نماز مکمل کرتا تھا۔ پس حضرت معاذ آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نماز پہلے پڑھ چکے تھے تو وہ آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل فرمائی تو حضرت معاذ نے کھڑے ہو کر بقیہ نماز مکمل فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ نے تمہارے لئے سنت قائم کر دی ہے۔ پس تم بھی اس طرح کیا کرو۔ یہ تیسری تبدیلی ہے۔

روزے کے احوال یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ہر مہینہ کے تین روزے رکھتے تھے اور عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کئے اور یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَ عَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ کا ارشاد نازل فرمایا پس جو چاہے روزے رکھے اور جو چاہے مسکین کو کھانا کھلائے، یہ اس کے قائم مقام ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ نازل فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے روزہ مقیم صحیح شخص پر لازم کر دیا اور مریض اور مسافر کو رخصت عطا فرمائی اور بوڑھے فرتوت شخص کے لئے کھانا کھلانے کو ثابت فرمایا جو روزے رکھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، یہ دو حالتیں ہیں۔ فرماتے ہیں لوگ کھاتے پیتے رہتے تھے اور اپنی ازواج کے پاس جاتے تھے۔ جب تک کہ سوتے نہیں تھے جب سو جاتے تو روزے کے مخالف ہر امر سے رک جاتے تھے۔ ایک انصاری جس کا نام صرمہ تھا، وہ روزے کی حالت میں شام تک کام کرتا تھا۔ وہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچا، عشا کی نماز پڑھی اور سو گیا، نہ کچھ کھایا اور نہ پیا حتیٰ کہ صبح روزے کی حالت میں کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا جب کہ وہ انتہائی تکلیف میں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وجہ ہے، میں تجھے انتہائی تکلیف اور مشقت میں دیکھ رہا ہوں؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کل سارا دن (روزے کی حالت میں) کام کرتا رہا جب شام کو گھر واپس آیا تو میں لیٹا اور سو گیا پھر صبح میں نے روزے کی نیت کر لی۔ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی سونے کے بعد اپنی بیوی سے ہم بستری کر چکے تھے، پس وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنا مسئلہ عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اُحِلَّ لَكُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ (البقرہ:187) الی قولہ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَى الَّیْلِ۔ (البقرہ:187)(1)

1۔ سنن ابوداؤد مع حاشیہ عون، جلد 1، صفحہ 197 مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ سے مراد اہل کتاب ہیں۔

امام ابن جریر نے شعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نصاریٰ پر بھی رمضان کے روزے فرض تھے جس طرح ہم پر رمضان کے روزے فرض ہیں، ان کے روزے گرمیوں کے موسم میں آتے تو وہ انہیں دوسرے موسم کی طرف پھیر دیتے تھے اور (کفارہ کے طور پر) ان میں اضافہ کر دیتے تھے حتی کہ وہ پچاس دن ہو گئے۔ پس اس آیت کا یہی مطلب ہے کہ ان پر بھی روزے فرض تھے (1)۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے پہلے نصاریٰ تھے جن پر رمضان کے روزے فرض تھے اور ان پر فرض تھا کہ وہ رات کو سونے کے بعد کوئی چیز نہ کھائیں نہ پئیں اور نہ رمضان کے مہینہ میں اپنی بیویوں سے حقوق زوجیت ادا کریں، نصاریٰ پر رمضان کے روزے سخت ہوئے تو انہوں نے متفقہ طور پر رمضان کے روزوں کو موسم بہار کی طرف پھیر دیا اور کہا ہم اس پر بیس دن زیادہ کر دیں گے، یہ ہماری اس تبدیلی کا کفارہ ہوگا۔ مسلمان بھی، نصاریٰ کی طرح روزہ رکھتے رہے (یعنی سونے کے بعد کچھ کھاتے پیتے نہ تھے)۔ قیس بن صرمہ اور عمر بن خطاب کا واقعہ پیش آیا تو اللہ تعالیٰ نے صبح کے طلوع ہونے سے پہلے تک ان کے لئے کھانا پینا اور جماع کرنا حلال قرار دیا (2)۔

امام ابن حنظلہ نے اپنی تاریخ میں، النحاس نے ناسخ میں اور طبرانی نے معقل بن حنظلہ رحمہ اللہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت فرمایا ہے کہ نصاریٰ پر رمضان کے مہینے کے روزے تھے۔ پس ان کا بادشاہ مریض ہو گیا تو انہوں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ اسے شفا دے گا تو ہم ان روزوں پر دس کا اضافہ کر دیں گے۔ پھر ان کے دوسرے بادشاہ نے گوشت کھایا اور اس کے منہ کو تکلیف ہو گئی۔ انہوں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ اسے شفا دے گا تو ہم ان روزوں پر سات روزوں کا اضافہ کریں گے۔ پھر ان کا ایک اور بادشاہ تھا۔ انہوں نے کہا ہم بقیہ تین روزوں کو مکمل کر کے دس روزے اضافہ رکھیں گے اور یہ روزے ہم موسم بہار میں رکھیں گے۔ پس اس طرح ان کے روزے پچاس ہو گئے۔

امام ابن جریر نے ربیع سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پہلے لوگوں پر روزہ ایک عشاء سے دوسری عشاء تک فرض ہوتا تھا (3)۔

امام ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ سے مراد اہل کتاب ہیں (4)۔

امام ابن جریر نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم گزشتہ لوگوں کی طرح کھاتے پیتے اور عورتوں سے بچتے رہو (5)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ سے مراد ہر مہینہ کے تین روزے تھے اور پورے مہینہ کو اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ کا نام نہیں دیا ہے۔ اس سے پہلے لوگوں کے یہی تین روزے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رمضان کے مہینہ کے روزے فرض فرمائے (6)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 155، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت   2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 155   3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 156   5۔ ایضاً   6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 157

امام سعید بن منصور نے ابو جعفر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رمضان کے روزوں نے ہر روزہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کیا ہے کہ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ سے مراد رمضان کے تیس روزے ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے پہلے ہر مہینہ کے تین روزے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے نازل فرما کر ان کو منسوخ کر دیا۔ پہلے روزہ عشاء سے شروع ہوتا تھا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے مسکین کو کھانا کھلانے کا فدیہ بھی رکھا تھا، مسافر و مقیم میں سے جو چاہتا مسکین کو کھانا کھلاتا تھا اور افطار کرتا تھا اور اس بات کی شرعاً رخصت تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ کا ارشاد نازل فرمایا، دوسرے روزوں میں اللہ تعالیٰ نے فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ذکر نہیں فرمایا پس فدیہ منسوخ ہو گیا۔ پھر فرمایا يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ یعنی سفر میں افطار کی اجازت ہے پھر دوسرے دنوں میں اس کی قضاء کر لے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ پہلے لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مہینہ فرض کیا تھا اور پہلے وہ ہر مہینے تین روزے رکھتے تھے اور دو رکعت نماز صبح اور دو رکعت نماز شام کو ادا کرتے تھے حتیٰ کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مہینہ فرض فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم نے الضحاک رحمہ اللہ سے روایت فرمایا ہے پہلا روزہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والوں کا تھا حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام نے بھی روزے رکھے اور ان کے پہلے تین روزے تھے جو عشاء تک ہوتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام نے بھی اسی طرح روزہ رکھا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان کا روزہ اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے کی امتوں پر بھی فرض کیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پہلی امتوں میں سے ہر امت پر پورے رمضان کے روزے فرض کئے گئے تھے جس طرح ہم پر پورے رمضان کے روزے فرض ہیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نصاریٰ پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے تھے جس طرح تم پر فرض کئے گئے ہیں۔ اس کی تصدیق قرآن میں ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الآیہ۔ نصاریٰ کا معاملہ یہ تھا کہ انہوں نے ایک دن پہلے روزہ رکھا۔ کہنے لگے ہم خطا نہیں کریں گے پھر ایک دن مقدم کیا اور ایک دن مؤخر کہنے لگے ہم خطا نہیں کریں گے۔ ان کا آخری معاملہ یہ ہوا کہ انہوں نے کہا ہم دس دن پہلے رکھیں گے اور دس دن مؤخر کریں گے حتیٰ کہ ہم خطا نہیں کریں گے۔ پس وہ روزوں کا مہینہ بھی گم کر بیٹھے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی اور ان پر فرض تھا کہ جب کوئی شخص عشاء کی نماز پڑھ کر سو جائے تو اس پر کھانا پینا اور عورتوں سے حقوق زوجیت حرام ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ پہلے لوگوں پر روزہ اس طرح فرض تھا کہ جب

ان میں سے کوئی کھانے کے بغیر بھی سو جاتا تھا تو اس کے لئے آئندہ رات تک کھانا حلال نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح ان کے لئے رمضان کی راتوں میں عورتوں سے حقوق زوجیت بھی حرام تھا اور یہ حکم ان پر ثابت رہا لیکن تمہیں اس کی رخصت دی گئی ہے۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا تھا، جب رمضان نازل ہوا تو پھر جو چاہتا عاشورہ کا روزہ رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

امام سعید اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی اسی طرح روزے فرض تھے جس طرح اہل کتاب پر تھے۔ ایک شخص عشاء کی نماز یا سونے سے پہلے تک کھا پی سکتا تھا اور جماع کرسکتا تھا۔ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتا یا سو جاتا تھا تو یہ تمام امور آنے والی رات تک ممنوع ہو جاتے تھے پس اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ (البقرہ: 187) نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ

امام عبد بن حمید نے ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیا تو یہ آیت پڑھی اور فرمایا یہ آیت منسوخ ہے۔

امام ابن ابی حاتم، نحاس نے الناسخ میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ ارشاد نازل ہوا تو جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا افطار کرتا اور مسکین کو کھانا کھلاتا پھر فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ کا ارشاد نازل ہوا تو پہلا حکم منسوخ ہو گیا لیکن بوڑھے فرتوت کے لئے جائز تھا اگر وہ چاہے تو ایک مسکین کو کھانا کھلا دے اور روزہ نہ رکھے۔

امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے عَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ جو مسکین کو کھانا کھلانے کا فدیہ دیتا تو اس کا روزہ مکمل ہو جاتا تھا۔ پھر فرمایا فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ اور فرمایا فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ پہلے بوڑھے مرد، عورت کے لئے رخصت تھی جب کہ وہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں کہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ، جو تم میں سے اس مہینہ کو پائے وہ روزہ رکھے۔ اور ایسے بوڑھے شخص کے لئے افطار کی رخصت کو باقی رکھا جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں کہ وہ افطار کر دیں اور مساکین کو کھانا کھلا دیں اسی طرح یہ رخصت حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کے لئے ہے جب کہ انہیں بیماری کا اندیشہ ہو تو وہ بھی افطار کر لیں اور ہر روزہ کی جگہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں اور ان پر قضاء نہیں ہے۔

امام دارمی، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن خزیمہ، ابوعوانہ، ابن ابی حاتم، نحاس، ابن حبان، طبرانی، حاکم، بیہقی رحمہم اللہ نے اپنی سنن میں حضرت سلمہ بن اکوع رحمہ اللہ سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں عَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ کی آیت نازل ہوئی تو جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا روزہ نہ رکھتا اور فدیہ دیتا حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ

الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ تو اس آیت سے سابقہ آیت منسوخ ہوئی۔

امام ابن حبان نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے دور میں ہم رمضان کے مہینہ میں مرضی سے روزے رکھتے تھے جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا اور فدیہ دیتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت فَمَنْ شَهِدَ الخ نازل ہوئی۔

امام بخاری نے ابو لیلیٰ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں اصحاب محمد ﷺ نے خبر دی کہ جب رمضان شریف نازل ہوا تو لوگوں پر یہ حکم بہت مشکل ہوا۔ پس جو ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلاتا تو وہ رمضان کے روزے نہ رکھتا پھر صحابہ کرام پر روزوں کا ترک بھی شاق گزرا جو مشکل سے روزہ رکھ سکتے تھے اور پھر ان کو اس کی رخصت دی گئی پھر اس حکم کو وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ کے ساتھ منسوخ کیا گیا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا (1)۔

امام ابن جریر نے ابو لیلیٰ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اصحاب محمد ﷺ نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو صحابہ کو ہر ماہ تین دن نفلی روزے رکھنے کا حکم دیا۔ یہ روزے فرض نہیں تھے۔ پھر رمضان کے روزے نازل ہوئے اور لوگ روزہ رکھنے کے عادی نہ تھے تو یہ ان کے لئے انتہائی مشقت کا باعث ہوا۔ پس جو روزہ نہیں رکھتا تھا وہ مسکین کو کھانا کھلاتا تھا پھر یہ آیت نازل ہوئی فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ...... الآیہ پھر یہ رخصت مریض اور مسافر کے لئے تھی اور ہمیں روزے کا حکم تھا۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے عامر الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ نازل ہوئی تو غنی لوگ روزہ نہیں رکھتے تھے اور کھانا کھلاتے تھے۔ پس لوگوں نے روزہ صرف فقراء کے لئے کر دیا تھا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی فَمَنْ شَهِدَ الخ پھر تمام لوگوں نے روزہ رکھا۔

امام وکیع اور عبد بن حمید نے ابو لیلیٰ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں رمضان شریف میں عطاء بن ابی رباح کے پاس گیا جب کہ وہ کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے پوچھا کیا تو رمضان میں کھانا کھا رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا روزہ کا حکم پہلے نازل ہوا تو جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا افطار کرتا اور ایک دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلاتا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ پھر اپنی طرف سے دو مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ پھر جب فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ کا ارشاد ہوا تو مریض، مسافر، شیخ کبیر کے علاوہ ہر مسلمان کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہو گیا۔ بوڑھے کے لئے جائز تھا کہ وہ افطار کرے اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

امام وکیع، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ (نے المصنف میں) بخاری، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ پڑھتے تھے اور فرمایا یہ منسوخ ہے اور اس کی ناسخ بعد والی آیت فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ہے۔

امام وکیع، سفیان، عبد الرزاق، الفریابی، بخاری، ابو داؤد (الناسخ میں)، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن

1۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 333، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

الانباری (مصاحف میں)، طبرانی، دارقطنی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے وہ اس آیت میں یُطِیْقُوْنَہٗ کو یُطَوَّقُوْنَ واؤ کی شد کے ساتھ پڑھتے تھے۔ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مشقت اور تکلیف کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں یہ آیت منسوخ نہیں ہے، اس سے مراد بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت ہیں، وہ ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اور روزے قضاء نہ کریں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، دارقطنی، حاکم (ان دونوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے اس کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ وہ تکلیف کے ساتھ روزہ رکھتے ہوں تو ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں اور جو مسکین کے کھانا سے زائد دیں تو یہ اس کیلئے بہتر ہے۔ اور تمہارے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے فرماتے ہیں یہ آیت منسوخ نہیں ہے، اس میں رخصت صرف اسی بوڑھے کے لئے ہیں جو روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو یا ایسا مریض جو جانتا ہو کہ اب اسے شفا مشکل ہے(1)۔

امام ابن جریر اور بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ یُطَوَّقُوْنَہٗ پڑھتی تھیں(2)۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ عَلَی الَّذِیْنَ یُطَوَّقُوْنَہٗ پڑھتے تھے۔

امام وکیع، عبد بن حمید اور ابن الانباری نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بھی یُطَوَّقُوْنَہٗ پڑھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے یعنی جو لوگ انتہائی مشکل سے روزے رکھ سکتے ہیں جیسے انتہائی بوڑھا شخص تو ان پر فدیہ ہے۔

امام ابن جریر اور ابن الانباری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ عَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ پڑھتے تھے اس کا معنی بھی مشکل سے روزہ رکھنا ہے(3)۔

امام سعید بن منصور اور امام ابوداؤد نے الناسخ میں اور امام ابن جریر نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وہ اسے عَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے اگر وہ روزے کی طاقت رکھتے ہوں تو وہ روزہ رکھیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ عَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ ایسے بوڑھے کے متعلق ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ پس اس کو رخصت دی گئی ہے کہ ہر دن کے مقابلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

امام عبد بن حمید، ابوداؤد (الناسخ میں)، ابن جریر، ابن ابی حاتم، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے عَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ کا ارشاد منسوخ نہیں ہے، اس سے مراد وہ بوڑھا شخص ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، وہ روزہ نہ رکھے اور ہر دن کے لئے نصف صاع گندم دے یعنی ایک مد روٹی کیلئے ایک مد سالن کیلئے۔

امام ابن سعد نے طبقات میں مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت قیس بن السائب کے مولیٰ کے متعلق نازل ہوئی۔ اس نے روزہ نہ رکھا اور ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلایا۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ اس شخص کے متعلق ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو مگر انتہائی تکلیف کے ساتھ تو ایسے شخص کے لئے روزہ افطار کرنا اور ہر روز ایک مسکین کو کھانا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 166 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 165

کھلانا جائز ہے مثلاً حاملہ عورت، دودھ پلانے والی عورت، بوڑھا فرتوت اور دائمی مریض (1)۔

امام ابن جریر نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ ارشاد ایسے بوڑھے شخص کے متعلق ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور وہ ہر روز کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابویعلی، ابن المنذر، دارقطنی اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ موت سے پہلے ایک سال روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے تھے تو انہوں نے ثرید کا ایک بڑا برتن تیار کروایا پھر تیس مساکین کو بلا کر انہیں کھلایا۔

امام طبرانی نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انسان موت سے ایک سال پہلے روزہ رکھنے سے عاجز آ جائے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور دارقطنی (انہوں نے اس کو صحیح بھی کہا ہے) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنی حاملہ لونڈی یا دودھ پلانے والا لونڈی سے کہا کہ تو ان لوگوں کی قائم مقام ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ پس تجھ پر ایک مسکین کو ایک روزہ کے بدلے کھانا کھلانا ہے اور تجھ پر ان روزوں کی قضاء نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور دارقطنی نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹوں میں سے ایک کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا کہ وہ حضرت ابن عمر سے حمل کی حالت میں رمضان کے روزے کے متعلق پوچھے تو حضرت ابن عمر نے فرمایا وہ افطار کرے اور ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حاملہ عورت روزے افطار کرے اور وہ دودھ پلانے والی عورت جسے بچے کی تکلیف کا اندیشہ ہو تو وہ بھی افطار کرے اور ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اور ان پر قضاء نہیں ہے (2)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عثمان بن الاسود رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اپنی عورت کے متعلق پوچھا کہ وہ حاملہ ہے اور روزہ رکھنا اس کے لئے مشکل ہے؟ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا اسے افطار کا حکم دے اور وہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائے، جب ٹھیک ہو جائے تو قضا کرے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ دودھ پلانے والی کو اگر خطرہ ہو تو وہ بھی افطار کرے اور کھانا کھلائے اور حاملہ کو بھی اپنے نفس کے ضیاع کا خوف ہو تو وہ افطار کرے اور قضاء کرے اور یہ مریض کی طرح ہے۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ دونوں روزہ افطار کریں اور روزے کی قضاء کریں۔

امام عبد بن حمید نے النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حاملہ اور دودھ پلانے والیوں کو جب خطرہ ہو تو افطار

---

1 تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 166 2۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 4، صفحہ 216، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت

کریں اور اس کی جگہ روزے قضاء کریں۔

امام عبد بن حمید نے ابراہیم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب انسان کو رمضان میں اپنی جان کا اندیشہ ہو تو وہ روزہ افطار کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے طَعَامُ مِسْكِيْنٍ

امام سعید بن منصور نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے منبر پر سورۂ بقرہ پڑھی جب اس آیت پر پہنچے تو طَعَامُ مِسْكِيْنٍ پڑھا۔

امام عبد بن حمید نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بھی مسکین واحد کا صیغہ پڑھا ہے۔

امام وکیع نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ فدیہ اہل مکہ کے مد کے مطابق ایک مد ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے طاؤس سے اپنی والدہ کے متعلق پوچھا کہ وہ پیاس کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتی تھیں تو انہوں نے فرمایا وہ افطار کریں اور ہر روز ایک مد گندم کھلائیں۔ میں نے پوچھا کس علاقہ کا مد ہو؟ فرمایا اپنے علاقہ کے مد کے مطابق دے۔

امام دارقطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس کو بڑھاپا لاحق ہو اور وہ رمضان کا روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ہر روز ایک مد گندم کھلائے۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صدقات و کفارات کا اندازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مد کے ساتھ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ

امام وکیع نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسکین کو ایک صاع کھانا کھلا دے۔ عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ دو مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کئی مساکین کو کھانا کھلا دے۔

امام وکیع اور عبد بن حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رمضان کا روزہ افطار کیا جب کہ وہ بوڑھے ہو چکے تھے تو انہوں نے ہر دن کے بدلے چار مساکین کو کھانا کھلایا۔

امام دارقطنی نے سنن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے قیس بن السائب کو یہ فرماتے سنا ہے کہ رمضان کے مہینہ کا انسان فدیہ دے تو ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائے اور میری طرف سے تم ہر دن کے بدلے دو مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔

وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ امام ابن جریر نے ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ روزہ رکھنا، فدیہ دینے سے بہتر ہے (1)۔ امام مالک، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بیہقی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 172

رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر انسان کا عمل دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔ انسان کھانا پینا اور شہوت میرے لئے ترک کرتا ہے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب سے ملاقات کے وقت اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں، جب وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو وہ اسے جزاء دے گا تو خوش ہوگا اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاک ہے(2)۔ امام احمد اور بیہقی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہمارا رب فرماتا ہے روزہ ڈھال ہے، بندہ اس کے ذریعے آگ سے بچاؤ کرتا ہے اور وہ میرے لئے ہے میں اس کی جزا دوں گا۔ فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ روزہ آگ سے بچانے والی ڈھال ہے۔

امام بیہقی نے ایوب بن حسان الواسطی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ایک شخص کو سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے سوال کرتے ہوئے سنا اس شخص نے کہا اے ابو محمد، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے لیکن روزہ، یہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا (یہ حدیث کیسی ہے)۔ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا یہ احادیث میں سے عمدہ اور محکم حدیث ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا حساب کرے گا۔ اس کے مظالم کی وجہ سے اس کے تمام اعمال دوسرے لوگوں کو دیئے جائیں گے حتیٰ کہ صرف روزہ ہی اس کے لئے بچ جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے باقی مظالم اٹھالے گا اور اسے روزے کی وجہ سے جنت میں داخل فرمادے گا۔

امام امام مالک، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری و مسلم اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم کا ہر عمل اس کے اپنے لئے ہے سوائے روزہ کے۔ یہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔ روزہ ڈھال ہے، جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ بری باتیں اور چیخ و پکار نہ کرے، اگر کوئی اسے گالی دے تو اسے کہے میں روزہ دار ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں جن کے ساتھ وہ خوش ہوتا ہے۔ جب افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو خوش ہوگا(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن خزیمہ اور بیہقی نے حضرت سہل بن سعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں: ایک ان میں ایسا دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے، قیامت کے روز

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 273، (8893) 2، ایضاً، جلد 2، صفحہ 72 (8896)

3۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 326، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت

اس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے، ان کے ساتھ اور کوئی داخل نہیں ہوگا۔ ارشاد ہوگا روزہ دار کہاں ہیں؟ پس وہ اس سے داخل ہوں گے، جب ان کا آخری فرد داخل ہوگا تو دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ پھر اس دروازہ سے کوئی اور داخل نہ ہوگا۔ ابن خزیمہ نے یہ زائد روایت کیا ہے جو اس دروازہ سے داخل ہوگا وہ پیے گا اور جو پیے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ میں ریا کاری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا روزہ میرے لئے ہے اور روزے کی میں جزاء دوں گا، وہ میرے لئے کھانا پینا ترک کرتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو ایمان کی حالت میں اور ثواب کی خاطر رمضان کا روزہ رکھے گا اس کے پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے (1)۔

امام نسائی اور بیہقی نے عمرو عن سعید بن ابیہ عن جدہ رحمہ اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے روزہ دار کے لئے روزہ افطار کرتے وقت مقبول دعا ہوتی ہے۔

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ دار کا سونا عبادت ہے، اس کا خاموش ہونا تسبیح ہے، اس کا عمل دوگنا ہے، اس کی دعا مقبول ہے اور اس کا گناہ معاف ہے۔

ابن عدی (نے الکامل میں) ابوالحسن محمد بن احمد بن جمیع الغسانی، ابوسعید بن الاعرابی اور بیہقی رحمہم اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جو بندہ روزہ کی حالت میں صبح کرتا ہے اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، اس کے اعضاء تسبیح کرتے ہیں اور آسمان والے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں، یہاں تک کہ سورج غروب ہو جاتا ہے۔ اگر وہ ایک یا دو رکعت نماز پڑھتا ہے تو اس کے لئے آسمان نور سے روشن ہو جاتے ہیں۔ اس کی بیویوں میں سے آہو چشم حوریں دعا کرتی ہیں اے اللہ اس کو ہماری طرف بھیج، ہم اس کے دیدار کی مشتاق ہیں۔ اگر وہ تہلیل، تسبیح اور تکبیر کہتا ہے تو اس کو ستر ہزار فرشتے ملتے ہیں جو اس کے اس ذکر کا ثواب شام تک لکھتے رہتے ہیں۔

امام بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کو روزے نے ایسے کھانے اور پینے سے روکے رکھا جس کی اس کو خواہش تھی تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور جنت کا مشروب پلائے گا۔

امام بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کی طرف وحی فرمائی کہ اپنی قوم کو بتاؤ کہ جو بندہ میری رضا کے لئے روزہ رکھے گا میں اس کے جسم کو صحت بخشوں گا اور اس کا اجر بھی بڑا کروں گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم سمندر میں ایک غزوہ پر جا رہے تھے کہ ایک منادی نے ندا دی اے کشتی والو! تم اپنی بات بتاؤ۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا میں نے کہا کیا تم نہیں

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 271 (8875)

دیکھتے کہ ہوا ہمارے لئے پاکیزہ ہے اور لنگر ہمارے لئے اٹھائے گئے ہیں اور کشتی ہمارے لئے سمندر کی گہرائی میں چل رہی ہے، اس نے فرمایا کیا میں تمہیں اس فیصلہ کے متعلق نہ بتاؤں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر لازم کر رکھا ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ فیصلہ لازم کر رکھا ہے کہ جو بندہ دنیا میں اللہ کی رضا کے لئے اپنے آپ کو ایک دن پیاسا رکھے گا اللہ پر حق ہے کہ اسے قیامت کے دن سیراب کرے۔

امام احمد، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو میں آپ سے حاصل کروں تو مجھے اللہ اس کا نفع دے فرمایا تجھ پر روزہ لازم ہے، اس کی مثل کوئی عمل نہیں ہے۔

امام بیہقی نے عبد اللہ بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قیامت کے روز روزہ داروں کے لئے دستر خوان لگائے جائیں گے، وہ کھا رہے ہوں گے اور لوگ حساب کی تکلیف میں مبتلا ہوں گے۔

امام بیہقی نے حضرت کعب الاحبار سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک منادی ندا دے گا ہر کھیتی والے کو اپنی کھیتی کا بدل دیا جاتا ہے اور زیادہ بھی دیا جاتا ہے لیکن اہل قرآن اور روزہ داروں کو اجر بغیر حساب کے دیئے جائیں گے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر نیک کام کرنے والوں کے لئے جنت کے دروازوں میں سے ایک مخصوص دروازہ ہوگا جس سے ان کو بلایا جائے گا اور روزہ داروں کے لئے جو دروازہ ہوگا اس کا نام ریان ہے (1)۔

امام مالک نے مؤطا میں، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، نسائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا روزہ ڈھال ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے نبی فرماتے تھے اور وہ اپنے رب سے روایت فرماتے تھے کہ تمہارا رب فرماتا ہے روزہ ڈھال ہے میرا بندہ اس کے ذریعے آگ سے بچاؤ کرتا ہے۔

امام احمد اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ روزہ ڈھال ہے اور آگ سے بچاؤ کا مضبوط قلعہ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بیہقی نے عثمان بن ابی العاص الثقفی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ روزہ آگ سے ڈھال ہے جیسے تم میں سے کسی کی جنگ سے ڈھال ہوتی ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن خزیمہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ روزہ ڈھال ہے جب تک کہ اس کو چیر پھاڑ نہ دیا جائے (3)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا روزہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 274 (7903) 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 272 (8891) 3، ایضاً، جلد 2، صفحہ 273 (8898)

ڈھال ہے جب تک اسے پھاڑا نہ جائے پوچھا گیا یہ کس سے پھٹتا ہے فرمایا جھوٹ اور غیبت سے پھٹتا ہے۔

امام ترمذی اور بیہقی نے بنی سلیم کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا سبحان اللہ نصف میزان ہے، الحمدللہ میزان کو بھر دیتا ہے، اللہ اکبر آسمان اور زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے، وضو نصف میزان ہے اور روزہ نصف صبر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ نصف صبر ہے اور ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

امام ابن عدی اور بیہقی نے حضرت سہل بن سعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے)، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ام عمارہ بنت کعب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے کھانا پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم بھی کھاؤ۔ اس نے عرض کی میں روزہ سے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ دار کے پاس جب کھانا کھایا جاتا ہے تو فرشتے روزہ دار کیلئے دعا کرتے ہیں حتیٰ کہ دوسرے لوگ کھانا کھانے سے فارغ ہو جاتے ہیں یا کھانا ختم کر دیتے ہیں۔

امام ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جب کہ آپ ﷺ کھانا کھا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلال کھانا کھاؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں روزے سے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم اپنا رزق کھا رہے ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا رزق جنت میں بچا ہوا ہے۔ (فرمایا) اے بلال تجھے معلوم ہے کہ روزہ دار کی ہڈیاں بھی تسبیح کرتی ہیں اور جب تک روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جاتا ہے فرشتے روزہ دار کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جاتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جاتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں روزہ دار کے پاس جب کھانا کھایا جاتا ہے تو اس کے مفاصل تسبیح بیان کرتے ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت یزید بن خلیل رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے (3)۔

امام ابو یعلی، طبرانی، بیہقی نے حضرت سلمہ بن قیصر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 333 (9618) 2۔ ایضا، (9617) 3۔ ایضا، (9615)

تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے اتنا دور کرتا ہے جتنا کہ کوا بچپن سے اڑنا شروع کرے حتی کہ بوڑھا ہو کر مر جائے جتنی مسافت وہ اڑتے ہوئے طے کرے گا۔

امام احمد اور البزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام البزار اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ روزہ دار کی دعا، مسافر کی دعا، مظلوم کی دعا۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ مسجد کی طرف تشریف لے گئے، مسجد میں صحابہ کرام کا ایک گروہ بیٹھا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے پاس طاقت ہو وہ نکاح کرے ورنہ اس پر روزہ ہے کیونکہ یہ شہوت کو کم کرتا ہے ہڈیوں کو مضبوط کرتا ہے۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت سہل بن سعد رحمہ اللہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے اور روزہ دار کو اس کے لئے بلایا جائے گا اور جو روزہ دار ہوگا وہ اس میں داخل ہوگا اور جو اس میں داخل ہوگا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا (1)۔

امام ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ روزہ دار کی افطار کے وقت جو دعا ہوتی ہے وہ رد نہیں کی جاتی۔

امام البزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز روزہ داروں کے لئے ایک مخصوص حوض ہوگا جس پر روزہ داروں کے علاوہ کوئی وارد نہیں ہوگا۔ ابن ابی الدنیا اور البزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ کو ایک جنگی مہم پر سمندر میں روانہ کیا۔ اسی اثناء میں وہ تھے کہ تاریک رات میں انہوں نے لنگر اٹھا دیئے جب کہ ہاتف غیبی نے اوپر سے آواز دی اے کشتی والو ٹھہرو، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کی خبر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر لازم کر رکھا ہے۔ ابو موسیٰ فرماتے ہیں میں نے کہا اگر تو خبر دینے والا ہے تو ہمیں بتا۔ اس ہاتف غیبی نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ فیصلہ لازم کر رکھا ہے کہ جو گرمی کے دن میں اپنے آپ کو اللہ کی رضا کے لئے پیاسا رکھے گا اللہ تعالیٰ پیاس والے دن (قیامت) اسے سیراب فرمائے گا۔

امام ابن سعد، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے الدعوات میں الحرث الاشعری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو پانچ کلمات پر عمل کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو کہیں کہ وہ بھی ان کلمات کے مطابق عمل کریں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ تھوڑی سی تاخیر کریں، عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ کلمات پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ نیز آپ بنی اسرائیل کو حکم دیں کہ وہ ان کلمات پر عمل کریں۔ یا تو آپ انہیں ان باتوں کا حکم دیں ورنہ میں انہیں حکم دیتا ہوں۔ حضرت یحییٰ

1۔ جامع ترمذی، جلد 3، صفحہ 137 (765)، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

علیہ السلام نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ اگر آپ ان کلمات کے ساتھ مجھ سے سبقت لے گئے تو مجھے زمین میں دھنسا دیا جائے یا مجھے عذاب دیا جائے، تمام لوگ بیت المقدس میں جمع ہوئے اور وہ ہجوم سے بھر گیا، آپ ایک بلند جگہ پر بیٹھے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ کلمات کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور تمہیں بھی حکم دیا ہے کہ تم بھی اس کے مطابق عمل کرو۔ پہلا یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ جو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو اپنے خالص سونے یا چاندی کے ذریعے ایک غلام خریدتا ہے پھر اسے کہتا ہے یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کام ہے تو کام کر اور اس کا صلہ مجھے پہنچا۔ وہ کام کرتا ہے اور اس کا صلہ مالک کے علاوہ کسی کو پہنچاتا ہے۔ تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ اس کا غلام اس طرح ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں نماز کا حکم دیا ہے، جب تم نماز پڑھو تو ادھر ادھر نہ دیکھو۔ اللہ تعالیٰ بندے کے سامنے ہوتا ہے جب تک وہ نماز میں ادھر ادھر نہیں دیکھتا، اس نے تمہیں روزے کا حکم دیا۔ اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو ایک گروہ کے ساتھ ہے اور اس کے پاس ایک خوشبو کی تھیلی ہے۔ گروہ کا ہر فرد اس کی خوشبو کو پسند کر رہا ہے، روزہ دار کی بو اللہ کی بارگاہ میں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اس نے تمہیں صدقہ کا حکم دیا ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس کو دشمن نے گرفتار کر لیا ہو اور اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ باندھ دیئے ہوں۔ وہ آگے بڑھیں تاکہ اس کی گردن اڑا دیں تو اس نے کہا میں تم کو اپنے نفس کا قلیل وکثیر کے ساتھ فدیہ دیتا ہوں۔ پس اس نے اپنے نفس کا ان کو فدیہ دے دیا۔ اس نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اللہ کا ذکر کرو۔ اس کی مثال اس شخص کی ہے جس کے پیچھے اس کا دشمن تیزی سے نکلا ہے حتیٰ کہ وہ ایک مضبوط قلعہ پر آیا تو اس نے اپنے نفس کو دشمن سے بچا لیا۔ اسی طرح بندہ شیطان سے اپنے نفس کو نہیں بچا سکتا ہے مگر اللہ کے ذکر سے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنگ کرو غنیمت پاؤ گے، روزے رکھو صحت مند ہو جاؤ گے، سفر کرو غنی ہو جاؤ گے۔

امام احمد، ابن ابی الدنیا نے کتاب الجوع میں، طبرانی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے، روزہ عرض کرے گا اے رب میں نے اس کو کھانے سے اور شہوت کے پورا کرنے سے روکے رکھا، پس تو اس کے متعلق میری سفارش قبول فرما، قرآن کہے گا میں نے اس کو رات کی نیند سے روکے رکھا اس کے متعلق میری شفاعت قبول فرما۔ پس دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔

امام ابو یعلی اور طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ایک شخص نفلی روزہ رکھتا ہے پھر اسے زمین بھر سونا دیا جائے تو حساب کے دن سے پہلے اس کا ثواب مکمل نہ ہوگا۔

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابو سعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بندہ اللہ کی رضا کیلئے روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس دن کی وجہ سے آگ سے اس کے چہرے کو ستر سال دور کر دیتا ہے (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط اور الصغیر میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 349 (1717) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

فرمایا جس نے اللہ کی رضا کے لئے ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے اور آگ کے درمیان ایک خندق بنا دے گا جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے درمیان مسافت جتنی ہوگی۔ طبرانی نے عمرو بن عبسہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ایک دن اللہ کی رضا کے لئے روزہ رکھا آگ اس سے سو سال کی مسافت دور ہوگئی۔

امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اللہ کی رضا کیلئے ایک دن روزہ رکھے گا اس دن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو ستر سال (کی مسافت) دور کرے گا(1)۔

امام ترمذی نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو اللہ کی رضا کے لئے ایک دن روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے اور آگ کے درمیان ایک خندق بنا دے گا۔ اس کی چوڑائی اتنی ہوگی جتنی کہ زمین و آسمان کے درمیان مسافت ہے۔

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے)، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ روزہ دار جب وہ افطار کرتا ہے، عادل امام اور مظلوم کی دعا، اللہ تعالیٰ اس کو بادلوں کے اوپر اٹھاتا ہے، اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری عزت کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ عرصہ بعد(2)۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الجوع میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ داروں کے مونہوں سے کستوری کی خوشبو مہکتی ہوگی۔ ان کے لئے قیامت کے دن عرش کے نیچے دستر خوان لگایا جائے گا، وہ اس سے کھائیں گے جب کہ لوگ شدت میں ہوں گے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک دستر خوان لگایا ہے جس کے اوپر ایسے کھانے ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے ہیں اور نہ کانوں نے سنے ہیں اور نہ کسی کے دل میں ان کا تصور آیا ہے اور اس دستر خوان پر صرف روزہ دار بیٹھیں گے۔

حضرت ابو الشیخ بن حبان نے الثواب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز جب روزہ دار اپنی قبور سے اٹھیں گے تو اپنے روزے کی خوشبو کی وجہ سے پہچانے جائیں گے ان کے مونہوں کی خوشبو کستوری کی خوشبو سے پاکیزہ ہوگی، ان کے لئے دستر خوان اور آفتابے رکھے ہوئے ہوں گے جن پر کستوری کی مہر لگی ہوگی، ارشاد ہوگا کھاؤ تم بھوکے ہو، پیو تم پیاسے ہو، لوگوں کو چھوڑو اور آرام کرو، تم نے اس وقت تھکاوٹ برداشت کی جب لوگ استراحت میں ہوتے تھے اور کھاتے پیتے تھے، لوگ اس وقت مشقت اور پیاس میں ہوں گے۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الاھوال میں مغیب بن سمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، سورج لوگوں کے سروں کے اوپر ایک ہاتھ کی بلندی پر ہوگا، جہنم کے دروازے کھلے ہوں گے، ان کے اوپر اس کے شعلے اور گرم لو چل رہی ہوگی اور دوزخ کے شعلے ان پر نکل رہے ہوں گے حتیٰ کہ زمین پر لوگوں کے پسینہ سے ایسی بدبو اٹھے گی جیسی مردار کی بدبو ہوتی ہے

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 349 (1718) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضا، جلد 2، صفحہ 364 (1752)

اور روزہ دار (اس وقت) عرش کے سائے میں ہوں گے۔

امام الاصبہانی نے الترغیب میں احمد بن ابی الحواری رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں ابوسلیمان رحمہ اللہ نے بتایا وہ فرماتے ہیں میرے پاس ابوعلی الاصم رحمہ اللہ ایک عمدہ حدیث لے کر آئے جو میں نے دنیا میں ان سے سنی تھی، فرمایا روزہ داروں کے لئے ایک دسترخوان لگایا جائے گا جس سے وہ کھائیں گے جب کہ لوگ حساب (کی تلخی) میں مبتلا ہوں گے۔ لوگ عرض کریں گے یا رب ہمارا حساب ہو رہا ہے اور یہ لوگ (کھانے) کھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب یہ روزہ دار تھے تم نے افطار کیا تھا۔ یہ راتوں کو قیام میں ہوتے تھے اور تم سوئے ہوئے ہوتے تھے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک کمرہ ہے جس کا ظاہر اندر سے، اندر ظاہر سے نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اس کے لئے تیار کر رکھا ہے جو نرم کلام ہے، کھانا کھلاتا ہے، متواتر روزے رکھتا ہے اور رات کو نماز پڑھتا ہے جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں (1)۔

امام بیہقی نے نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہا جاتا ہے کہ روزہ افطار کرنے کے وقت ہر مومن کی دعا قبول ہوتی ہے یا تو دنیا میں فوراً اس کی دعا پوری کی جاتی ہے یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ کی جاتی ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما افطاری کے وقت یہ دعا مانگتے تھے یا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ اغْفِرْلِیْ

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا تم میں سے کون جنازہ میں شریک ہوا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں، فرمایا کس نے مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے۔ فرمایا کس نے صدقہ کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے۔ فرمایا صبح روزہ کس نے رکھا ہے؟ حضرت عمر نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وجبت وجبت (جنت واجب ہوگئی)

امام ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن رباح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہے تھے کہ ہمارا گزر ایک راہب کے پاس سے ہوا، اس نے کہا دسترخوان لگائے جائیں گے اور سب سے پہلے جو ان سے کھائیں گے وہ روزہ دار ہوں گے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، دارقطنی اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کا ایک روزہ بغیر رخصت اور بغیر مرض کے چھوڑ دیا پوری زندگی کے روزے اس کی قضاء نہ کریں گے اگرچہ وہ روزہ رکھ بھی لے۔

امام دارقطنی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے بغیر عذر کے ایک دن رمضان کا روزہ نہ رکھا اس پر ایک مہینہ کے روزے ہیں۔

امام دارقطنی نے رجاء بن جمیل سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو رمضان کا

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 404 (3892)
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 273 (8900)

ایک روزہ قضاء کرے وہ بارہ دن روزے رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بارہ مہینوں میں ایک مہینہ پر راضی ہوا۔

امام ابن ابی شیبہ نے سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی میں نے رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو صدقہ کر اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور اس روزہ کی جگہ اور روزہ رکھ (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے جان بوجھ کر بغیر سفر اور مرض کے روزہ چھوڑ دیا تو کبھی اس کی ادائیگی نہ ہوگی اگرچہ وہ ساری زندگی روزہ رکھے (2)۔ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے جان بوجھ کر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا وہ ساری زندگی اس کو پورا نہ کر سکے گا (3)۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٨٥﴾

"ماہ رمضان المبارک جس میں اتارا گیا قرآن اس حال میں کہ یہ راہ حق دکھاتا ہے لوگوں کو اور (اس میں) روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی، سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو وہ یہ مہینہ روزے رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تمہارے لئے سہولت اور نہیں چاہتا تمہارے لئے دشواری اور (چاہتا ہے کہ) تم گنتی پوری کر لیا کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کیا کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر گزاری کیا کرو"۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن عدی، بیہقی (السنن میں) اور دیلمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع اور موقوف روایت کیا ہے کہ رمضان نہ کہو کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے بلکہ تم شہر رمضان کہو۔

امام وکیع اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رمضان نہ کہو کیونکہ تجھے معلوم نہیں کہ رمضان کیا ہے؟ شاید یہ اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ بلکہ تم شہر رمضان کہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے شہر رمضان کہا ہے (4)۔

امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رمضان کا یہ نام اس لئے ہے کیونکہ اس

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 347 (9774)
2۔ ایضاً، (9784)
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 348 (9785)
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 173

میں گناہ جل جاتے ہیں اور شوال کا یہ نام اس لئے ہے کہ گناہ اس میں اٹھائے جاتے ہیں جس طرح اونٹنی اپنی دم اٹھاتی ہے۔

امام ابن مردویہ اور الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کا یہ نام اس لئے ہے کیونکہ اس میں گناہ جل جاتے ہیں۔

امام ابن مردویہ اور الاصبہانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ رمضان کیا ہے؟ فرمایا اس میں اللہ تعالیٰ مومنین کے گناہ جلا دیتا ہے اور ان کے گناہ معاف فرما دیتا ہے، پوچھا گیا شوال کیا ہے؟ فرمایا اس میں لوگوں کے گناہ اٹھائے جاتے ہیں۔ پس ہر گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا عید کے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے۔ یعنی رمضان اور ذی الحجہ۔

امام البزار، طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رجب داخل ہوتا تو یہ دعا مانگے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَ شَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ۔ اے اللہ ہمارے لئے رجب اور شعبان میں برکت ڈال اور ہمیں رمضان کا مہینہ پہنچا۔

امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ جو اللہ نے مجھ پر روزے فرض کئے ہیں ان کے متعلق بتائیے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کا مہینہ مگر یہ کہ تو نفلی روزے رکھے۔ اس نے پوچھا مجھ پر جو اللہ نے زکوٰۃ فرض کی ہے اس کے متعلق بتائیے؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے شرائع اسلام کے متعلق آگاہ کیا۔ اس شخص نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو عزت بخشی میں کوئی نفلی عمل نہیں کروں گا اور جو اللہ نے مجھ پر فرض کیا ہے اس میں کمی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گیا اگر اس نے سچ کر دکھایا، یا (فرمایا) جنت میں داخل ہوا اگر اس نے (اپنی بات کو) سچ کر دکھایا (1)۔

امام مالک، ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب رمضان داخل ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور شیطان باندھے جاتے ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، نسائی اور بیہقی نے عرفجہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم عتبہ بن فرقد رحمہ اللہ کے پاس تھے اور وہ ہمیں رمضان کے متعلق بیان کر رہے تھے، اچانک نبی کریم ﷺ کا ایک صحابی تشریف لایا۔ عتبہ بن فرقد خاموش ہو گئے، کہا اے ابوعبد اللہ ہمیں رمضان کے متعلق بتائیے کہ کیسے تم نے رسول اللہ ﷺ کو اس کے متعلق کہتے ہوئے سنا ہے، اس صحابی نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ رمضان مبارک ایسا مہینہ ہے جس میں جنت کے دروازے کھولے

1۔ صحیح بخاری، جلد 1 صفحہ 324، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 325

جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور ہر رات ایک منادی ندا کرتا ہے اے خیر کے تلاش کرنے والے ادھر آ۔ اے شر کے تلاش کرنے والے رک جا۔ حتیٰ کہ رمضان ختم ہو جاتا ہے(1)۔

امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر افطاری کے وقت اللہ کے لئے چند لوگ آگ سے آزاد کئے گئے ہوتے ہیں۔

امام مسلم اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچوں نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک درمیان میں جتنے گناہ صغیرہ ہوتے ہیں یہ سب چیزیں کفارہ ہیں جب کہ انسان گناہ کبیرہ سے اجتناب کرے۔

امام ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کی حدود کو پہچانا اور جن چیزوں سے روزے کی حفاظت ضروری ہے اس سے حفاظت کرے تو پہلے سب گناہوں کا کفارہ ہوگا۔

امام ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر افطار کے وقت اللہ کے لئے کچھ آزاد ہوتے ہیں اور یہ ہر رات کو ہوتے ہیں(2)۔

امام ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو تمام شیاطین اور سرکش جن باندھ دیئے جاتے ہیں اور آگ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے ایک دروازہ بھی کھلا نہیں رکھا جاتا، ہر رات کو ایک منادی ندا دیتا ہے اے خیر کے متلاشی متوجہ ہو، اے شر کے متلاشی رک جا، اللہ کے لئے آگ سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ ہر رات کو سلسلہ جاری رہتا ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو فرمایا ہم تمہیں خوشخبری سناتے ہیں کہ تمہارے پاس رمضان کا مبارک مہینہ آ چکا ہے جس کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کئے ہیں اس میں جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کئے جاتے ہیں، شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کی خیر سے محروم ہو گیا وہ محروم ہو گیا(4)۔

امام احمد، البزار، ابو الشیخ (فی الثواب) بیہقی اور الاصبہانی (فی الترغیب) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کو رمضان کے پانچ ایسے خصائل دیئے گئے ہیں جو ان سے پہلے کسی امت کو عطا نہیں کئے گئے روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ ان کے لئے ملائکہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 270
2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 308 (1643)، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 307 (1642)
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 270 (8867)

استغفار کرتے رہتے ہیں حتی کہ وہ روزہ افطار کرلیں۔ اللہ تعالیٰ ہر روز اپنی جنت کو مزین فرماتا ہے پھر فرماتا ہے ہوسکتا ہے میرے نیک بندے دنیا سے تکلیف اور مشقت اٹھائیں اور وہ تیری طرف لوٹ آئیں، رمضان میں شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے، جتنی خلاصی اس مہینہ میں کی جاتی ہے اتنی اور کسی مہینہ میں نہیں کی جاتی اور انہیں آخری رات معاف کردیا جاتا ہے۔ عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ کیا یہ لیلۃ القدر ہے فرمایا نہیں لیکن عامل کو پورا اجر دیا جاتا ہے جب وہ اپنا عمل کرلیتا ہے۔

امام بیہقی اور الاصبہانی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کو رمضان میں پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔ (1) جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ میری امت کی طرف دیکھتا ہے اور جس کی طرف اللہ دیکھے گا اسے کبھی عذاب نہ دے گا (2) ان کے مونہوں کی بو شام کے وقت اللہ کے نزدیک کستوری سے زیادہ پاک ہوتی ہے (3) ملائکہ ہر صبح اور ہر شام ان کے لئے استغفار کرتے ہیں (4) اللہ تعالیٰ اپنی جنت کو حکم دیتا ہے کہ وہ تیار ہو جائے اور میرے بندوں کے لئے مزین ہو جائے، ہوسکتا ہے وہ دنیا کی تھکاوٹ سے آرام حاصل کرنے کے لئے میرے گھر اور میری کرامت میں آجائیں (5) جب آخری رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ تمام کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی کیا یہ لیلۃ القدر ہے؟ فرمایا نہیں کیا تم مزدوروں کی طرف نہیں دیکھتے جو کام کرتے ہیں جب وہ کام سے فارغ ہوتے ہیں تو انہیں پورا پورا اجر دیا جاتا ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور اصبہانی نے الترغیب میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے رمضان کی ہر رات چھ ہزار (آدمی) آگ سے آزاد ہوتے ہیں اور جب آخری رات ہوتی ہے تو گزشتہ تمام راتوں کی تعداد کے برابر آزاد کئے جاتے ہیں۔

امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پورا مہینہ ان میں سے کوئی ایک نہیں بند نہیں کیا، سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں اور ہر رات صبح کے طلوع ہونے تک منادی ندا دیتا ہے اے خیر کے متلاشیو! مکمل کرو اور خوش ہو۔ اے شر کے متلاشی رک جا اور آسمان کی طرف دیکھ، کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے کہ ہم اس کو بخش دیں؟ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ ہم اس کی توبہ قبول فرمالیں؟ کوئی ہے دعا کرنے والا کہ ہم اس کی دعا قبول فرمالیں؟ کیا ہے کوئی سوال کرنے والا کہ ہم اس کا سوال پورا فرمادیں؟ ہر افطاری کے وقت رمضان میں اللہ تعالیٰ کے لئے آگ سے ساٹھ ہزار افراد آزاد ہوتے ہیں جب عید کا دن ہوتا ہے جتنے پہلے پورے مہینے میں آزاد کئے گئے ہوتے ہیں ان کی مثل اس دن آزاد کئے جاتے ہیں یعنی تیس مرتبہ ساٹھ ساٹھ ہزار آزاد کئے جاتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن خزیمہ (فی الصحیح)، بیہقی اور الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم پر یہ مہینہ پہنچ چکا ہے یعنی رمضان کا مہینہ آچکا ہے رسول اللہ کی قسم مسلمانوں پر، مسلمانوں کے لئے اس سے بہتر مہینہ نہیں گزرا اور منافقین پر اس سے برا مہینہ نہیں گزرا۔ رسول اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اس کا اجر

وثواب اس کے داخل ہونے سے پہلے لکھتا ہے اور اس کے داخل ہونے سے پہلے اس کا بوجھ اور شقاوت لکھتا ہے۔ یہ اس لئے کہ مومن عبادت پر قوت حاصل کرنے کے لئے اس میں نفقہ تیار کرتا ہے اور منافق اس میں مومنین کی غیبت اور ان کی پردہ دری تیار کرتا ہے یہ مہینہ مومنین کے لئے غنیمت ہے اور فاجر لوگوں پر چٹی ہے(1)۔

امام العقیلی (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے)، ابن خزیمہ (صحیح میں)، بیہقی، خطیب اور الاصبہانی (ترغیب میں) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے آخری دن خطاب فرمایا اے لوگو! تمہارے پاس بڑا بابرکت عظمت والا مہینہ پہنچ چکا ہے، یہ ایسا مہینہ ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے کو فرض اور اس کے رات کے قیام کو نفل قرار دیا ہے، جو اس میں ایک نیکی کرے گا وہ اس طرح ہوگا گویا اس نے غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو اس میں فرض ادا کرے گا وہ اس شخص کی مانند ہوگا جس نے غیر رمضان میں ستر فرائض ادا کئے ہوں، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ یہ مہینہ غم خواری کا ہے۔ اس مہینہ میں مومن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے اور جو اس میں کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرائے گا تو یہ اس کے گناہوں کی بخشش ہوگی اور اس کی گردن آگ سے آزاد ہو جائے گی اور اس کو روزہ دار کی مثل اجر ملے گا لیکن روزہ دار کے اجر میں کمی نہیں ہوگی۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم میں سے ہر شخص ایسا مال پاتا ہے جس کے ساتھ روزے دار کو روزہ افطار کرائے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب اسے بھی عطا فرماتا ہے جو دودھ کے گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے گھونٹ سے روزہ دار کو روزہ افطار کراتا ہے اور جو روزہ دار کو سیر ہو کر کھلائے گا اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے اس طرح پلائے گا کہ وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا حتی کہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کا پہلا اور درمیانی عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ آگ سے آزادی کا ہے۔ جس نے رمضان میں اپنے غلام سے تخفیف کی اس کو بخش دیا جائے گا اور آگ سے آزاد کر دے گا۔ پس اس میں چار خصلتوں کی کثرت کرو، دو خصلتیں ایسی ہیں جن کے ذریعے تم اپنے رب کو راضی کرو گے اور دو ایسی ہیں جن سے تمہیں استغناء نہیں۔ وہ دو خصلتیں جن کے ذریعے تم اپنے رب کو راضی کرو گے وہ یہ ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اور اس سے استغفار کرنا۔ وہ دو خصلتیں جن سے تمہیں غنا نہیں وہ یہ کہ تم جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو۔

امام ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے رمضان کا ذکر کیا اور فرمایا یہ ایسا مہینہ ہے جس کے روزے اللہ نے تم پر فرض کئے ہیں اور میں نے اس کا قیام سنت بنایا ہے۔ جو رمضان کا روزہ رکھے گا اور رات کو قیام کرے گا ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسے بچے کو ماں جنم دیتی ہے تو اس دن اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرض نماز دوسری نماز تک کفارہ ہے اور جمعہ مابعد جمعہ تک کفارہ ہے ان گناہوں کے لئے جو درمیان میں ہوئے اور ایک رمضان کا مہینہ آئندہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 271 (8876)

رمضان کے مہینے کے تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے۔سوائے تین گناہوں کے۔اللہ کا شریک ٹھہرانا، سنت کا ترک کرنا اور عہد کو توڑنا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے اللہ کا شریک ٹھہرانا تو پہچان لیا ہے یہ عہد توڑنا اور سنت کا ترک کیا ہے؟ فرمایا عہد توڑنا یہ ہے کہ تو ایک شخص کی دائیں ہاتھ کے ساتھ بیعت کرے پھر تو اس کی مخالفت کرے اور اسے اپنی تلوار کے ساتھ قتل کردے اور سنت کا ترک ہے جماعت سے نکل جانا۔

امام ابن خزیمہ، بیہقی اور الاصبہانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ ﷺ فرماتے۔سبحان اللہ! تم کس کا استقبال کر رہے ہو اور تمہارا کون استقبال کر رہا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا وحی نازل ہوئی ہے یا دشمن پہنچ چکا ہے؟ فرمایا نہیں رمضان کا مہینہ (آچکا ہے)۔اس کی پہلی رات کو اللہ تعالیٰ ان تمام قبلہ والوں کی مغفرت فرماتا ہے، قوم میں ایک شخص اپنے سر کو حرکت دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا واہ واہ۔نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا یہ سن کر تیرا سینہ تنگ ہوا ہے؟ اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم یا رسول اللہ ایسا نہیں۔لیکن میں نے منافق کے بارے سوچا ہے (کہ کیا اس کی بھی مغفرت ہو جائے گی)؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا منافق کافر ہے اور کافر کے لئے اس میں کچھ نہیں ہے۔

امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ کے لئے منبر بنایا گیا تو اس کی تین سیڑھیاں تھیں۔جب رسول اللہ ﷺ پہلی سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا آمین۔پھر دوسری پر چڑھے تو فرمایا آمین۔حتیٰ کہ جب تیسری پر چڑھے تو فرمایا آمین، مسلمانوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ آمین آمین کہہ رہے ہیں لیکن ہم کوئی دعا کرنے والا نہیں دیکھتے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبریل مجھ سے پہلے، پہلی سیڑھی پر چڑھے اور کہا اے محمد! میں نے کہا لبیک وسعدیک، جبریل نے کہا جس نے اپنے والدین کو یا ان میں سے ایک کو پایا پھر اس کی مغفرت نہیں ہوئی تو اللہ اسے تباہ و برباد کرے (اور مجھے کہا) تم کہو آمین۔میں نے آمین کہی۔پھر جب وہ دوسری سیڑھی پر چڑھے تو کہا اے محمد میں نے کہا لبیک وسعدیک۔اس نے کہا جس نے رمضان کا مہینہ پایا، دن کا روزہ رکھا، رات کو قیام کیا پھر مر گیا اور اس کی مغفرت نہیں ہوئی وہ دوزخ میں داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ اسے تباہ کرے (اور مجھے کہا) تم کہو آمین۔میں نے کہا آمین، جب جبریل تیسری سیڑھی پر چڑھے تو کہا اے محمد ﷺ میں نے کہا لبیک وسعدیک۔اس نے کہا جس کے سامنے آپ کا ذکر ہوا اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے اور پھر مر جائے اور اس کی مغفرت نہ ہو اور دوزخ میں چلا جائے تو اللہ اسے بھی تباہ و برباد کرے اور کہا تم کہو آمین تو میں نے کہا آمین۔

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے سعد بن اسحٰق بن کعب بن عجرہ عن ابیہ رحمہ اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا منبر لے آؤ ہم منبر لے آئے جب آپ پہلی سیڑھی چڑھے تو فرمایا آمین، جب دوسری سیڑھی چڑھے تو فرمایا آمین، پھر جب تیسری سیڑھی چڑھے تو فرمایا آمین۔جب آپ اترے تو ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہم نے آج آپ سے ایک ایسی بات سنی ہے جو پہلے نہیں سنتے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا جبریل میرے پاس آیا اور کہا

ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان پایا پھر اس کی مغفرت نہیں ہوئی۔ میں نے کہا آمین۔ جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو جبریل نے کہا برباد ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے کہا آمین، جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو جبریل نے کہا ہلاک ہو جائے وہ جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا یا ان میں سے ایک کو پایا پھر انہوں نے اسے جنت میں داخل نہیں کیا۔ میں نے کہا آمین۔

امام ابن حبان نے حضرت الحسن بن مالک بن حویرث عن ابیہ ن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے پھر جب ایک سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا آمین پھر دوسری پر چڑھے فرمایا آمین پھر تیسری پر چڑھے فرمایا آمین۔ پھر فرمایا میرے پاس جبریل آیا اور کہا اے محمد جو رمضان کو پائے پھر اس کی بخشش نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کرے۔ میں نے کہا آمین، پھر کہا جس نے اپنے والدین کو یا ایک کو پایا پھر وہ دوزخ میں داخل ہوا اللہ اس کو بھی ہلاک کرے۔ میں نے کہا آمین، جبریل نے کہا جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ درود نہ پڑھے اللہ اس کو بھی تباہ کرے۔ میں نے کہا آمین۔

امام ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نبی کریم ﷺ منبر پر چڑھے اور فرمایا آمین آمین آمین، عرض کی گئی یا رسول اللہ آپ منبر پر چڑھے اور آپ نے فرمایا آمین آمین آمین۔ آپ ﷺ نے کہا جبریل میرے پاس آیا اور اس نے کہا جو رمضان کا مہینہ پائے پھر اس کی مغفرت نہ ہو اور دوزخ میں داخل ہو جائے تو اللہ اس کو تباہ کرے (مجھے کہا) تم کہو آمین تو میں نے آمین کہا۔

امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ جب رمضان کا مہینہ آتا تو کمربستہ ہو جاتے پھر آپ بستر پر نہ آتے حتیٰ کہ رمضان کا مہینہ ختم ہو جاتا۔ امام بیہقی اور اصبہانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ ﷺ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ کی نماز زیادہ ہو جاتی اور دعا میں گڑگڑاہٹ پیدا ہو جاتی اور رمضان میں انتہائی خوفزدہ ہو جاتے۔

امام البزار اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رمضان داخل ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ہر قیدی کو آزاد کر دیتے اور ہر سائل کو عطا فرماتے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا رمضان میں رات کے پہلے تیسرے حصے میں یا آخری تیسرے حصے میں ایک منادی ندا دیتا ہے کیا کوئی سائل نہیں ہے جو سوال کرے تو اسے عطا کیا جائے، کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا نہیں ہے کہ وہ مغفرت طلب کرے تو اس کی مغفرت کی جائے، کیا کوئی توبہ کرنے والا نہیں ہے کہ وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے۔

امام بیہقی اور الاصبہانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا رمضان شریف میں صدقہ کرنا۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت ایک سال سے

دوسرے سال تک رمضان کے مہینہ کی خاطر مزین کی جاتی ہے۔ حوریں ایک سال سے دوسرے سال تک رمضان کے روزہ داروں کے لئے مزین کی جاتی ہیں۔ جب رمضان داخل ہوتا ہے تو جنت کہتی ہے اے اللہ میرے لئے اس مہینہ میں کچھ اپنے بندوں میں سے کر دے۔ حور کہتی ہے اے اللہ میرے لئے اس مہینہ میں اپنے بندوں میں سے میرے سرتاج بنا دے۔ جس نے کسی مسلمان پر بہتان نہیں لگایا اور نشہ آور چیز استعمال نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دے گا اور جس نے اس مہینہ میں کسی مسلمان پر بہتان باندھا یا نشہ آور چیز استعمال کی تو اللہ تعالیٰ اس کے سال کے گناہ ضائع فرما دے گا۔ رمضان کے مہینہ سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کا مہینہ ہے اللہ تعالیٰ نے گیارہ مہینے بنائے جن میں تم کھاتے، پیتے اور لطف اندوز ہوتے ہو اور اس نے یہ ایک مہینہ اپنے لئے بنایا ہے پس رمضان کے مہینے سے ڈرو کیونکہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔

امام دارقطنی (نے الافراد میں) طبرانی، ابونعیم (نے الحلیہ میں) بیہقی اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت سال کے آغاز سے دوسرے سال تک رمضان کے لئے مزین کی جاتی ہے۔ جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے سے ہوا چلتی ہے جنت کے پتوں سے آہو چشم حوروں پر، وہ کہتی ہیں یا رب ہمارے لئے اپنے بندوں میں سے ایسے خاوند بنا جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔

حکیم الترمذی (نے نوادر الاصول میں)، ابن خزیمہ، ابوالشیخ (نے الثواب میں)، ابن مردویہ، بیہقی، الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دن سنا اور رمضان کا چاند طلوع ہو چکا تھا ارشاد فرمایا اگر بندے جان لیں جو کچھ رمضان کی فضیلت ہے تو میرے امتی خواہش کریں کہ پورا سال رمضان ہو۔ ایک شخص نے عرض کی اے اللہ کے نبی ہمیں اس کی فضیلت بیان فرمائیے، فرمایا جنت کو رمضان کے لئے ایک سال سے دوسرے سال تک مزین کیا جاتا ہے۔ جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے سے ہوا چلتی ہے تو جنت کے پتے آواز دینے لگتے ہیں۔ آہو چشم حوریں اس کو دیکھتی ہیں تو کہتی ہیں یا رب ہمارے لئے اس مہینہ میں اپنے بندوں میں سے خاوند بنا دے جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔ پس کہا جاتا ہے جو رمضان کا ایک دن روزہ رکھتا ہے اسے جنت کی حور سے بیاہ دیا جاتا ہے ایک ایسے خیمہ میں جو موتیوں سے بنا ہوا ہے جیسا کہ اللہ نے صفت بیان فرمائی ہے حُوۡرٌ مَّقۡصُوۡرٰتٌ فِی الۡخِیَامِ ﴿۷۲﴾ (الرحمٰن) ان حوروں میں سے ہر حور پر ستر جوڑے ہوں گے، وہ جوڑا دوسرے سے مختلف نہ ہوگا اور ستر قسم کی خوشبو دی گئی ہوگی۔ ہر ایک کا رنگ دوسری سے مختلف نہ ہوگا، ان عورتوں میں سے ہر عورت کی خدمت کے لئے ستر ہزار خادمات اور ستر ہزار خادم ہوں گے اور ہر خادم کے ساتھ سونے کا ایک تھال ہوگا جس میں ایک رنگ کا کھانا ہوگا۔ اس کے ہر لقمہ کی لذت پہلے لقمہ سے مختلف پائے گی۔ ان میں ہر عورت کے لئے سرخ یاقوت کے ستر ہزار پلنگ ہوں گے، ہر پلنگ پر ستر بستر ہوں گے جن کے اندر کا کپڑا استبرق ہوگا اور ہر بستر پر ستر صوفے ہوں گے۔ اس کی مثل اسی عورت کے خاوند کو دیا جائے گا۔ ہر پلنگ سرخ یاقوت کا ہوگا، اس کو موتیوں سے مزین کیا گیا ہوگا، اس پر سونے کے دو کنگن ہوں گے۔ یہ اس دن کا بدل ہے جس دن اس نے روزہ رکھا، دوسری نیکیوں کی جزاء اس کے علاوہ ہے۔

امام بیہقی اور الاصبہانی نے حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں پھر ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا حتی کہ رمضان کی آخری رات آجاتی ہے اس کی کسی رات میں بندۂ مومن نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر سجدہ کے بدلے ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور اس کیلئے جنت میں سرخ یاقوت سے گھر بناتا ہے جس کے ساتھ ہزار دروازے ہوں گے۔ اس میں سونے کا ایک محل ہوگا جو سرخ یاقوت سے مرصع ہوگا۔ جب رمضان کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ رمضان کے اس دن کی مثل تک اور اس کے لئے ہر روز ستر ہزار فرشتے صبح سے شام تک استغفار کرتے ہیں اور رمضان کے مہینہ میں دن یا رات کے وقت سجدہ کرتا ہے اس کے بدلے ایک درخت ہوگا جس کے سایہ میں پانچ سو سال ایک سوار چلے گا۔

امام البزار اور بیہقی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اور از روئے حرمت کے عظیم ذی الحجہ کا مہینہ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اور دنوں کا سردار جمعہ ہے۔ بیہقی نے کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کی گھڑیوں کا چناؤ کیا اور ان میں فرضی نمازوں کو مقرر فرمایا پھر دنوں کو منتخب فرمایا اور ان میں سے جمعہ بنایا، مہینوں کو چنا پھر ان سے رمضان کا مہینہ بنایا راتوں کو چنا اور ان میں لیلۃ القدر بنائی، مقامات کو چنا اور ان میں سے مساجد بنائیں۔

امام ابوالشیخ (نے الثواب میں) بیہقی اور الاصبہانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جنت رمضان کے دخول کی خاطر ایک سال سے دوسرے سال تک تیاری کی جاتی ہے اور مزین کی جاتی ہے۔ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے ہوا چلتی ہے جس کو مثیرہ کہا جاتا ہے جنت کے پتے اور دروازے کے کیواڑوں کے حلقے پھڑ پھڑاتے اور ہلتے ہیں تو آواز سنی جاتی ہے کہ سننے والوں نے کبھی اس سے خوبصورت آواز نہیں سنی ہوگی۔ پھر موٹی آنکھوں والی حوریں اچھلتی ہیں اور جنت کی بلندی میں جھانکتی ہیں پھر ندا دیتی ہیں کیا کوئی اللہ کی طرف نکاح کا پیغام بھیجنا والا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا نکاح کر دے وہ موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں کہتی ہیں ہائے جنت کے رضوان یہ رات کون سی ہے وہ انہیں تلبیہ کے ساتھ جواب دیتا ہے پھر کہتا ہے۔ یہ رمضان کی پہلی رات ہے۔ امت محمد ﷺ کے روزہ داروں پر جنت کے دروازے کھولے گئے ہیں اے جبریل زمین پر اتر جا اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دے اور انہیں بیڑیاں ڈال دے پھر انہیں سمندر میں پھینک دے حتیٰ کہ یہ محمد ﷺ میرے حبیب کی امت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ رمضان کی ہر رات کو منادی کو فرماتا ہے کہ تین مرتبہ ندا دے کوئی سوالی ہے کہ میں اس کا سوال پورا کروں، کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کروں، کیا کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔ کون امیر بھرے ہوئے خزانوں والی ذات کو قرض دے گا جو کسی چیز سے محروم نہیں ہے، جو پورا پورا بدلہ دینے والا ہے ذرہ برابر بھی کمی کرنے والا نہیں ہے۔ فرمایا اور ہر روز رمضان کے مہینہ میں افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ ایسے لاکھ آدمی آزاد فرماتا ہے جن پر دوزخ واجب ہو

چکی تھی اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے اس دن اللہ تعالیٰ اتنی مقدار میں بندے آگ سے آزاد فرماتا ہے جتنے اس نے پہلے دن سے لے کر آخری دن تک آزاد فرمائے تھے اور پھر لیلۃ القدر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبریل کو حکم فرماتا ہے وہ ملائکہ کے گروہ میں زمین پر اترتا ہے اور ان کے پاس سبز جھنڈا ہوتا ہے۔ وہ جھنڈا کعبہ کی پیٹھ پر لگایا جاتا ہے اور جبریل کے چھ سو پر ہیں اور ان میں سے دو پر ایسے ہیں جن کو وہ صرف اسی رات کھولتا ہے وہ مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتے ہیں۔ جبریل ملائکہ کو اس رات برانگیختہ کرتا ہے، وہ ہر کھڑے ہونے والے اور بیٹھنے والے پر سلام کرتے ہیں اور ہر نماز پڑھنے والے پر سلام کرتے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں حتی کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ جب فجر طلوع ہوتی ہے تو جبریل ندا دیتا ہے اے ملائکہ کے گروہ کوچ کرو۔ وہ کہتے ہیں اے جبریل اللہ تعالیٰ نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مومنین کی حوائج کا کیا کیا ہے؟ جبریل کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے آج کی رات ان کی طرف دیکھا ہے، ان کو معاف فرما دیا ہے اور ان کو بخش دیا ہے سوائے چار شخصوں کے۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ کون ہیں، فرمایا وہ دائمی شراب پینے والا، والدین کا نافرمان، رشتہ داری کو توڑنے والا اور مشاحن۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ مشاحن کون ہے فرمایا قطع تعلق کرنے والا۔

جب فطر کی رات ہوتی ہے اس رات کو انعام کی رات کہا جاتا ہے، جب فطر کی صبح ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہر شہر میں فرشتے بھیجتا ہے وہ زمین پر اترتے ہیں اور گلیوں کے دہانوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے ندا دیتے ہیں جس کو جنوں اور انسانوں کے علاوہ اللہ کی تمام مخلوق سنتی ہے فرشتے کہتے ہیں اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کریم کی طرف نکلو وہ بڑی جزا دے گا اور بڑے بڑے گناہ معاف کر دے گا جب وہ اپنی عید گاہ سے نکلتے ہیں تو فرشتے کہتے ہیں مزدور جب مزدوری کر لے تو اس کی کیا جزاء ہے؟ ملائکہ کہتے ہیں اے ہمارے معبود اور ہمارے آقا اس کو پوری جزاء ملنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے ملائکہ تم گواہ رہو میں نے ان کے روزے کا ثواب اور ان کے قیام کا ثواب اپنی رضا اور مغفرت کو بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! مجھ سے مانگو! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تم اس مجمع میں جو مانگو گے میں تمہیں ضرور عطا کروں گا۔ تم اپنی دنیا کا سوال کرو گے تو میں تمہاری طرف دیکھوں گا اور میری عزت کی قسم میں تمہاری لغزشوں پر پردہ ڈالوں گا جب تک تم مجھے دیکھتے رہو گے اور میری عزت کی قسم میں تمہیں اصحاب حدود کے سامنے رسوا نہیں کروں گا، تم واپس جاؤ تمہاری بخشش کی گئی ہے، تم نے مجھے راضی کیا میں تم سے راضی ہوں۔ پس ملائکہ خوش ہوتے ہیں اور اس امت کو جو اللہ نے عطا فرمایا ہے رمضان کے مہینہ میں افطاری کے وقت اس کی وجہ سے استغفار کرتے ہیں۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے اپنے بندوں پر روزے فرض کئے ہیں اور وہ رمضان کا مہینہ ہے، اے موسیٰ جو قیامت کے دن آئے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں دس رمضان ہوں گے تو ابدال میں سے ہوگا اور جو قیامت کے دن آئے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں بیس رمضان ہوں گے تو وہ مخبتین میں سے ہوگا اور جو قیامت کے روز آئے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں تیس رمضان ہوں گے تو میرے نزدیک از روئے ثواب شہیدوں سے افضل ہوگا، اے موسیٰ میں حاملین عرش کو حکم دیتا ہوں

جب رمضان داخل ہوتا ہے کہ وہ عبادت سے رک جائیں، جب روزے دار رمضان میں دعا مانگیں تو وہ ان کی دعا پر آمین کہیں اور میں نے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے کہ میں رمضان کے روزے رکھنے والے کی دعا کو رد نہیں کروں گا، اے موسیٰ میں رمضان میں آسمان، زمین، پہاڑوں، چوپائیوں اور حشرات الارض کو الہام کرتا ہوں کہ وہ رمضان کے روزے رکھنے والوں کے لئے استغفار کریں۔ اے موسیٰ! ایسے تین افراد تلاش کرو جو رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔ پھر ان کے ساتھ نماز پڑھو اور ان کے ساتھ کھاؤ اور پیو۔ میں کسی ایسی جگہ اپنی عقوبت اور سزا کو نہیں اتارتا جہاں ایسے شخص ہوں جنہوں نے رمضان کے روزے رکھے ہوئے ہوں، اے موسیٰ اگر تو مسافر ہے تو آگے بڑھ، اگر تو مریض ہے تو لوگوں کو حکم دے کہ تجھے اٹھا کر لے جائیں اور عورتیں، حیض والیوں اور چھوٹے بچوں کو حکم دو کہ وہ تیرے ساتھ ظاہر نہ ہوں جہاں رمضان کے روزے کے وقت روزہ دار ظاہر ہوتے ہیں۔ میں اگر اپنے آسمان اور اپنی زمین کو اجازت دوں تو روزہ داروں پر سلام کریں اور ان سے کلام کریں اور انہیں جو میں جزاء دینے والا ہوں اس کی بشارت دیں، میں اپنے رمضان کے روزے رکھنے والے بندوں کو کہتا ہوں کہ وہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں، تم نے مجھے راضی کر لیا اور ہم نے تمہارے روزوں کا ثواب یہ بنا دیا ہے کہ تمہیں آگ سے آزاد کر دیا ہے، میں تمہارے بہت آسان حساب لوں گا اور میں تمہاری لغزشوں کو معاف کروں گا اور کسی کے سامنے میں تمہیں رسوا نہیں کروں گا اور میری عزت کی قسم تم رمضان کے روزوں کے بعد اور اس جگہ ٹھہرنے کے بعد آخرت کے متعلق مجھ سے جو سوال کرو گے میں تمہیں عطا کروں گا اور تم مجھ سے دنیا کے متعلق سوال کرو گے تو میں تمہیں دیکھوں گا۔

امام طبرانی نے الاوسط میں، بیہقی اور الاصبہانی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ رمضان میں اللہ کا ذکر کرنے والا مغفور (بخشا ہوا) ہے اور رمضان میں اللہ سے سوال کرنے والا کبھی نامراد نہیں رہتا۔

امام بخاری، مسلم، ترمذی (فی الشمائل)، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مال کی سخاوت میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور جب جبریل رمضان میں ملاقات کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے سے زیادہ جود و سخا کا مظاہرہ کرتے اور رمضان میں ہر رات کو جبریل آپ سے ملاقات کرتا حتی کہ رمضان ختم ہو جاتا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن پیش کرتے تھے جب جبریل آپ سے ملاقات کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیز ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے (1)۔

امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ مہینہ تمہارے پاس آیا ہے۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور جو اس سے محروم رہا وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا اور اس کی خیر سے محروم نہیں رہتا مگر وہ جو ازلی محروم ہو (2)۔

امام البزار نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان کے ہر دن اور ہر رات میں (لوگ) اللہ کے لئے آزاد ہوتے ہیں اور ہر دن اور رات میں ہر مسلمان کی ایک دعا مقبول ہوتی ہے۔

1۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 326، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت 2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 308 (1644)

امام الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب اللہ اپنے بندے کی طرف دیکھتا ہے تو اس کو کبھی عذاب نہیں دیتا اور ہر روز اللہ کیلئے ایک لاکھ آگ سے آزاد شدہ ہوتے ہیں۔ جب انتیسویں رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس رات پورے مہینہ کی تعداد کے برابر آزاد فرماتا ہے۔ جب فطر کی رات ہوتی ہے تو ملائکہ ڈرے ہوئے ہوتے ہیں یا امید لگائے ہوئے ہوتے ہیں اور جبار اپنے نور کے ساتھ تجلی فرماتا ہے اور اس کی کیفیت، وصف بیان کرنے والے بیان نہیں کر سکتے۔ وہ ملائکہ سے ارشاد فرماتا ہے جب کہ وہ کل عید منائیں گے اے فرشتوں کے گروہ۔ مزدور کی کیا جزاء ہے جب کہ وہ عمل کرے۔ فرشتے کہتے ہیں اس کو پورا اجر ملنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے۔

امام طبرانی نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا جب کہ رمضان کا مہینہ آچکا تھا، تمہارے پاس برکت کا مہینہ آچکا ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں اس مہینہ میں اپنی رحمت سے ڈھانپ دے گا، رحمت نازل ہوگی، گناہ ساقط ہوں گے اور اس میں دعا قبول ہوگی۔ اللہ تمہاری نیکیوں کے مقابلہ کو دیکھے گا اور ملائکہ پر تمہارے ذریعے فخر و مباہات فرمائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنی نیکیاں دکھاؤ۔ شقی (بدبخت) وہ ہے جو اس مہینہ میں اللہ کی رحمت سے محروم ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور طبرانی (نے الاوسط میں) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ رمضان تمہارے پاس آچکا ہے، اس میں جنت کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس میں دوزخ کے دروازے بند کئے جائیں گے، اس میں شیاطین کو جکڑ دیا جائے گا۔ ہلاکت ہے اس کے لئے جس نے رمضان پایا اور پھر اس کی بخشش نہ ہوئی۔ جب رمضان میں اس کی بخشش نہیں ہوئی تو پھر کب ہوگی۔

حضرت ابوالشیخ نے الثواب میں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کا مہینہ میری امت کا مہینہ ہے، ان کا مریض مریض ہوتا ہے تو وہ اس کی بیمار پرسی کرتے ہیں اور جب مسلم روزہ رکھتا ہے تو جھوٹ نہیں بولتا اور نہ غیبت کرتا ہے اور اس کا افطار کرنا اچھا ہے۔ وہ اپنے فرائض کی محافظت کے لئے عشاء کی نمازوں کی طرف سعی کرتا ہے تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح سانپ اپنی جھلی سے نکل جاتا ہے۔

امام ابن مردویہ اور الاصبہانی نے ترغیب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کا ایک روزہ رکھا اور تین چیزوں (کے شر) سے محفوظ رہا تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ تین چیزیں کیا ہیں جو اس میں برابر ہیں؟ فرمایا اس کی زبان، پیٹ اور فرج (شرم گاہ) یہ تینوں چیزیں اس میں برابر ہیں۔

امام الاصبہانی نے زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رمضان کے مہینہ میں ایک تسبیح، دوسرے مہینوں کی ہزار تسبیحوں (سبحان اللہ) سے افضل ہے۔

امام الاصبہانی نے حضرت معلیٰ بن الفضل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ لوگ چھ مہینے دعا کرتے تھے کہ

رمضان کا مہینہ ان کو پہنچے اور چھ مہینے دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ یہ ان سے قبول فرمائے۔

امام الاصبہانی نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ رمضان میں جمعہ کی فضیلت باقی تمام ایام پر اس طرح ہے جس طرح رمضان کی فضیلت باقی تمام مہینوں پر ہے۔

امام الاصبہانی نے ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رمضان کے ایک دن کا روزہ ہزار دن سے افضل ہے اور اس میں ایک تسبیح (سبحان اللہ) ہزار تسبیح سے افضل ہے اور رمضان میں ایک رکعت، ہزار رکعت سے افضل ہے۔

امام اصبہانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب رمضان سلامتی سے گزر جائے تو سارا سال سلامت ہوتا ہے۔ جب جمعہ سلامت ہو تو تمام دن سلامت ہوتے ہیں۔

امام الاصبہانی نے اوزاعی کے طریق سے مکحول، قاسم بن مخیمرہ اور عبدۃ بن ابی لبابۃ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نے حضرات ابولبابہ الباہلی، واثلہ بن الاسقع اور عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہم کو سنا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جنت رمضان کے مہینہ کے لئے ایک سال کی ابتداء سے لے کر دوسرے سال تک مزین کی جاتی ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے نفس اور دین کو رمضان کے مہینہ میں محفوظ کر لیا اللہ تعالیٰ اس کو آہو چشم حور سے بیاہے گا اور اسے جنت کے محلات میں سے ایک محل عطا فرمائے گا اور جو برائی کرے گا یا کسی مومن پر بہتان لگائے گا یا رمضان کے مہینہ میں نشہ آور مشروب پیے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک سال کے عمل ضائع فرمادے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان کے مہینہ سے ڈرو کیونکہ یہ اللہ کا مہینہ ہے، اس نے تمہارے لئے گیارہ مہینے بنائے جن میں تم کھاتے، پیتے ہو اور رمضان کا مہینہ اللہ کا مہینہ ہے، اس میں اپنے نفسوں کی حفاظت کرو۔

امام الاصبہانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کبھی مصیبت میں مبتلا نہ ہوگی جب تک یہ رمضان کے مہینہ کو قائم رکھیں گے۔ ایک انصاری نے کہا رمضان کو ضائع کرنے سے کیا مصیبت پڑے گی؟ فرمایا محارم کو پامال کرنا، جو برائی کرے گا یا زنا کرے گا یا چوری کرے گا اس سے رمضان کا مہینہ قبول نہیں کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی اگلے سال تک لعنت برستی رہے گی۔ اگر رمضان سے پہلے ایسا شخص مرجائے تو اسے آگ کی بشارت دو۔ پس رمضان کے مہینہ سے ڈرو کیونکہ اس میں نیکیاں کئی گنا ہو جاتی ہیں اور اسی طرح برائیاں بھی کئی گنا ہو جاتی ہیں۔

امام الاصبہانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رمضان کی پہلی رات تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن سے، تمہاری جنت سے کفایت فرمائی ہے اور تم سے دعا کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے، ارشاد فرمایا ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (غافر: 60) خبردار اللہ تعالیٰ نے ہر سرکش شیطان پر سات فرشتے مسلط کئے ہیں، وہ نہیں چھوٹتا حتی کہ رمضان کا مہینہ گزر جاتا ہے، خبردار آسمان کے دروازے پہلی رمضان کی پہلی رات سے لے کر آخری رات تک کھلے رہتے ہیں۔ خبردار رمضان میں دعا قبول ہوتی ہے حتی کہ جب (آخری) عشرہ کی پہلی رات ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت کے لئے کمر بستہ ہو جاتے اور اپنے گھر سے نکل جاتے اور ان راتوں میں

اعتکاف بیٹھتے اور راتوں کو زندہ کرتے۔ پوچھا گیا شَدُّ الْمِئْزَرِ (کمر بستہ ہونے) کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا آپ ﷺ اس عشرہ میں اپنی ازواج مطہرات سے جدا ہو جاتے تھے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت اسحٰق بن ابی اسحٰق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابو ہریرہ نے کعب سے پوچھا اپنے اعمال میں رمضان کو کیسا پاتے ہو؟ کعب نے کہا اس کو گناہوں کو اتارنے والا پاتے ہیں۔

امام احمد، البزار، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن مردویہ اور بیہقی نے عمرو بن مرہ الجہنی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قضاعہ قبیلہ کا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اگر میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دوں، پانچوں نمازیں ادا کروں رمضان کا روزہ رکھوں اور اس کا قیام کروں اور زکوٰۃ ادا کروں تو میں کن لوگوں سے ہوں گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو ان اعمال پر مرے گا وہ قیامت کے روز انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ اس طرح ہو گا۔ آپ ﷺ نے دونوں انگلیوں کو کھڑا کیا۔ جب کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان نہ ہو۔

امام بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رمضان آتا تھا تو آپ خطبہ ارشاد فرماتے تھے اور فرماتے یہ مبارک مہینہ وہ ہے جس کا روزہ اللہ نے فرض کیا ہے اور اس کا قیام فرض نہیں فرمایا ہے۔ پس انسان کو یہ کہنے سے بچنا چاہیے کہ جب فلاں روزہ رکھے گا تو میں روزہ رکھوں گا، جب فلاں افطار کرے گا تو میں بھی افطار کروں گا۔ خبردار روزہ صرف کھانے پینے سے رکے رہنے کا نام نہیں بلکہ جھوٹ، باطل اور لغو سے بھی روزہ ہونا چاہیے۔ خبردار اس مہینہ سے آگے نہ بڑھو۔ جب چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور چاند دیکھو تو افطار کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو جائے تو تعداد پوری کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ

امام احمد، ابن جریر، محمد بن نصر، ابن ابی حاتم، طبرانی، بیہقی نے شعب الایمان میں اور اصبہانی نے الترغیب میں واثلہ بن الاسقع سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت ابراہیم پر صحائف رمضان کی پہلی رات کو نازل ہوئے اور تورات مجھ پر رمضان کو نازل ہوئی اور انجیل نازل ہوئی جب کہ رمضان کی تیرہ راتیں گزر چکی تھیں، زبور نازل ہوئی جب کہ رمضان کی اٹھارہ راتیں گزر چکی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا جب کہ رمضان کی چوبیس راتیں گزر چکی تھیں (1)۔

امام ابو یعلیٰ، ابن مردویہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام پر صحائف رمضان کی پہلی رات کو نازل فرمائے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی جب کہ رمضان کی چھ راتیں گزر چکی تھیں اور داؤد علیہ السلام پر زبور نازل فرمائی جب کہ رمضان کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں، عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی جب کہ رمضان کی اٹھارہ راتیں گزر چکی تھیں اور محمد ﷺ پر فرقان نازل فرمایا جب کہ رمضان کی چوبیس راتیں گزر چکی تھیں۔

امام ابن الضریس نے ابو الجلد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحائف رمضان کی پہلی رات نازل فرمائے اور انجیل نازل فرمائی جب کہ رمضان کے مہینے کی اٹھارہ راتیں گزر چکی تھیں اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 174

قرآن نازل فرمایا جب کہ رمضان کی چوبیس راتیں گزر چکی تھیں اور ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے نبی نے فرمایا مجھے تورات کی جگہ سبع طوال (پہلی سات سورتیں) عطا کی گئی ہیں اور انجیل کی جگہ مجھے مئین عطا کی گئی تھیں (وہ سورتیں جن کی آیات سو یا اس کے قریب ہیں) اور زبور کی جگہ المثانی عطا کی گئی ہے اور المفصل سورتوں کے ساتھ مجھے فضیلت دی گئی ہے۔

حضرت محمد بن نصر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں الصحف الاولی رمضان کی پہلی رات نازل ہوئے۔ اور تورات رمضان کی چھ تاریخ کو نازل ہوئی اور انجیل بارہ رمضان کو نازل ہوئی اور زبور اٹھارہ رمضان کو نازل ہوئی اور قرآن چوبیس رمضان کو نازل ہوا۔

امام ابن جریر، محمد بن نصر (کتاب الصلوٰۃ) ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں مقسم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عطیہ بن الاسود رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ میرے دل میں شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ کے متعلق اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ کے ارشادات کے متعلق شک ہے کیونکہ قرآن تو شوال، ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ربیع الاول تمام مہینوں میں اترا ہے۔ ابن عباس نے فرمایا قرآن رمضان میں لیلۃ القدر اور لیلۃ مبارکہ میں یک بارگی اترا ہے پھر اس کے بعد مختلف مہینوں اور مختلف ایام میں تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا(1)۔

امام الفریابی، ابن جریر، محمد بن نصر، طبرانی، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، بیہقی اور الضیاء (فی المختارہ) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن یک بارگی نازل ہوا، ایک روایت میں ہے چوبیس رمضان کو اتارا گیا اور آسمان دنیا میں بیت العزت میں رکھا گیا(2) پھر جبریل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے اتارتے رہے اور ترتیل سے پڑھتے رہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرمایا رمضان کا مہینہ، لیلۃ المبارکہ اور لیلۃ القدر، تین چیزوں کا ذکر ہے۔ لیلۃ القدر ہی لیلۃ مبارکہ ہے اور یہ رمضان میں ہے قرآن ذکر سے البیت المعمور کی طرف یک بارگی اتارا گیا۔ وہی ستاروں کے وقوع کی جگہ ہے جہاں قرآن واقع ہوا۔ پھر امر ونہی کی صورت میں اور جنگی احکام کی صورت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا نازل ہوا(3)۔

امام ابن الضریس، نسائی، محمد بن نصر، ابن جریر، طبرانی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن رمضان میں لیلۃ القدر کو یک بارگی آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا، پھر جب اللہ تعالیٰ زمین میں کسی کام کا ارادہ فرماتا تو اس کے متعلق قرآن کو نازل فرماتا حتیٰ کہ اس کو جمع کر دیا(4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن جبریل پر لیلۃ القدر میں یکبارگی نازل ہوا اور وہ اس کو لے کر نہیں اترتے تھے مگر جس کے لانے کا اسے حکم دیا جاتا تھا(5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 175، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 174 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 175

امام ابن الضریس نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن رمضان میں لیلۃ القدر میں یکبارگی نازل ہوا پھر بیت العزت میں رکھا گیا پھر لوگوں کے کلام کے جواب میں بیس سال کے اندر نبی کریم ﷺ پر اتارا گیا۔

امام ابویعلی، ابن عساکر نے حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی شہید ہوئے تو انہوں نے خطبہ دیا اور فرمایا اللہ کی قسم آج رات تم نے ایسے شخص کو ایسی رات میں قتل کیا ہے جس میں قرآن نازل ہوا ہے، اس میں عیسیٰ علیہ السلام کو (آسمانوں) پر اٹھایا گیا، اسی رات یوشع بن نون کو قتل کیا گیا اور اسی رات بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے رمضان میں قرآن نازل ہوتا تھا حتی کہ وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا اور محمد ﷺ کا وصال ہو گیا۔ پس قرآن سے ہر چیز لیلۃ القدر میں نازل ہوئی تھی۔ جو اس سال میں نازل ہونی ہوتی تھی پھر ساتویں آسمان سے جبریل ہر آسمان دنیا میں نازل ہوتا، اور جبریل علیہ السلام محمد ﷺ پر وحی لے کر آتے تھے جس کا اس کے رب نے اسے حکم دیا ہوتا تھا۔

امام عبد بن حمید اور ابن الضریس نے داؤد بن ابی ہند رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عامر الشعبی سے کہا رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا، کیا جو رمضان میں نازل ہوتا تھا اس کے علاوہ پورے سال میں بھی آپ پر قرآن نازل ہوتا تھا، انہوں نے فرمایا کیوں نہیں، لیکن جبریل امین محمد ﷺ پر رمضان میں پیش کرتے تھے جو پورے سال میں نازل ہونا ہوتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ جو چاہتا اس کو حکم فرماتا اور جو چاہتا ثابت رکھتا اور منسوخ کرتا جو منسوخ کرتا اور جو چاہتا بھلا دیتا۔

امام ابن ابی حاتم نے الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رمضان کا روزہ قرآن میں نازل کیا گیا۔

هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ

امام ابن المنذر نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اس کا معنی یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ لوگ اس قرآن سے ہدایت پاتے ہیں اور اس میں حلال و حرام اور حدود ہیں۔

امام ابن جریر نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس میں حلال و حرام کے واضح دلائل ہیں (1)۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رمضان کے مہینہ کے نزول سے پہلے عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا تھا جب رمضان نازل ہوا تو اسے چھوڑ دیا گیا۔

امام ابن ابی شیبہ اور مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ عاشورہ کے روزہ کا حکم دیتے تھے، ہم نے اس پر بحث کی اور آپ نے اپنی طرف سے ہمیں اس کی ترغیب دی۔ جب رمضان فرض ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے نہ ہمیں اس کا حکم دیا اور نہ اس سے منع فرمایا اور ہمیں اس کی ترغیب دی (2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 175 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 311 (9358) مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ فَمَنۡ شَهِدَ کا مطلب یہ ہے کہ جو گھر میں ٹھہرا ہوا ہو(1)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جو سفر کی حالت میں کسی شہر میں مقیم ہو جائے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب انسان مقیم ہو۔

امام وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس نے رمضان کو پایا جب کہ وہ مقیم تھا پھر سفر شروع کیا تو اس پر روزہ لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ۔(2)

امام سعید بن منصور نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رمضان آئے جب کہ کوئی شخص گھر میں ہو پھر وہ سفر کا ارادہ کرے تو وہ روزہ رکھے۔

امام دار قطنی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے، جو رمضان کے مہینہ کا ایک روزہ چھوڑ دے حالت حضر میں تو وہ ایک اونٹ صدقہ کرے، اگر نہ کر پائے تو تیس صاع کھجور مساکین کو کھلائے۔

وَمَنۡ كَانَ مَرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ

امام ابن جریر نے حضرت الحسن اور ابراہیم النخعی رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو وہ روزہ نہ رکھے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سفر میں روزہ نماز کی مثل ہے۔ جب روزہ نہ رکھے گا تو نماز قصر کرے گا اور جب نماز پوری پڑھے گا تو روزہ رکھے گا(4)۔

حضرات سفیان بن عیینہ، ابن سعد، عبد بن حمید، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن جریر اور بیہقی نے سنن میں حضرت انس بن مالک القشیری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مسافر پر روزہ اور نصف نماز ساقط کر دی ہے اور حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت سے روزہ ساقط کر دیا ہے(5)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے سفر میں روزہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا، آسانی اور تنگی ہے پس تم اللہ کی آسانی کو پکڑو(6)۔

امام مالک، شافعی، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سفر میں روزہ کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو روزہ رکھو اور اگر چاہو تو نہ رکھو(7)۔

امام دار قطنی نے حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 176 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 180 3۔ ایضاً

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 283 (9015) 5۔ سنن نسائی، جلد 4، صفحہ 190، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ

6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 188 7۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 280 (8985)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں کیا مجھے روزہ رکھ لینے میں کوئی حرج ہے؟۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے رخصت ہے، جو اس پر عمل کرے گا تو اچھا ہے، اگر روزہ رکھنا چاہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید اور مسلم نے سفر میں روزہ کے متعلق نقل کیا ہے کہ اگر تو روزہ رکھنا چاہے تو روزہ رکھ لے، اگر تو نہ رکھنا چاہے تو نہ رکھ (1)۔

امام عبد بن حمید اور دار قطنی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں یہ سب کام کئے: روزہ بھی رکھا اور افطار بھی کیا، نماز مکمل بھی پڑھی اور قصر بھی کی۔

امام خطیب نے تالی التلخیص میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں سفر میں رخصت کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ رکھا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابو عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں سفر پر تشریف لے گئے۔ لوگوں میں یہ ندا دی گئی کہ جو چاہے (سفر میں) روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے، حضرت ابو عیاض سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس پر عمل کیا تھا فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ رکھا تھا اور آپ اس بات کے زیادہ حق دار تھے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سفر میں روزہ رکھنے والے اور نہ رکھنے والے دونوں کو معیوب نہیں سمجھتا۔

امام عبد بن حمید نے سعید بن المسیب اور عامر رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ دونوں کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رمضان میں سفر کرتے تھے، روزہ دار روزہ رکھے ہوئے ہوتے تھے اور روزہ نہ رکھنے والے بھی ہوتے تھے۔ افطار کرنے والے روزہ دار پر عیب نہیں لگاتے تھے اور روزہ دار مفطر پر اعتراض نہیں کرتے تھے۔

امام مالک، شافعی، عبد بن حمید، بخاری اور ابوداؤد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رمضان میں سفر کیا تو ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہ رکھا، نہ روزہ داروں نے افطار کرنے والوں پر اعتراض کیا اور نہ افطار کرنے والوں نے روزہ رکھنے والوں کو تنقید کا نشانہ بنایا (2)۔

امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم رمضان کے مہینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے، ہم میں سے بعض روزہ دار تھے اور بعض افطار کئے ہوئے تھے، افطار کرنے والے نے روزہ دار پر تنقید نہ کی اور روزہ رکھنے والوں نے افطار کرنے والوں پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ جو طاقت رکھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے تو یہ بھی اچھا ہے اور جو کمزوری محسوس کرتا ہے اور روزہ نہیں رکھتا تو یہ بھی اچھا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 357، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی 2۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 687 (1845)، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق

فرمایا سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت کعب بن عاصم الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا نیکی سے نہیں ہے (2)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رمضان میں روزہ نہ رکھنا میرے نزدیک روزہ رکھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سفر میں روزہ نہ رکھنا، صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر صدقہ کیا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے سفر میں روزہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ رخصت ہے جو آسمان سے نازل ہوئی ہے اگر تم چاہو تو واپس کردو۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے سفر میں روزے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا اگر تم صدقہ کرو اور وہ واپس کردیا جائے تو کیا تم ناراض نہ ہو گے؟ یہ صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر کیا ہے۔

امام نسائی، ابن ماجہ اور ابن جریر نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر میں رمضان کا روزہ رکھنے والا، حضر میں افطار کرنے والے کی طرح ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سفر میں روزہ رکھنے والا حضر میں افطار کرنے والے کی طرح ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سفر میں افطار ضروری ہے (4)۔

امام عبد بن حمید نے محرز بن حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ سفر میں تھے تو انہوں نے رمضان کا روزہ رکھا، جب سفر سے واپس آئے تو حضرت ابو ہریرہ نے انہیں وہ روزہ قضاء کرنے کا حکم دیا۔

امام عبد بن حمید نے عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو روزے کے اعادہ کا حکم دیا جس نے رمضان میں سفر کی حالت میں روزہ رکھا تھا۔

امام وکیع اور عبد بن حمید نے عامر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے سفر میں روزے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اگر تجھ پر یہ آسان ہو تو روزہ رکھ۔ ایک روایت میں ہے اگر آسان ہو تو روزہ رکھو، اگر مشکل ہو تو افطار کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ

عبد بن حمید، نسائی اور ابن جریر نے خیثمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک سے سفر میں روزہ

1۔ سنن نسائی، جلد 4، صفحہ 176، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 279 (8967)
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 183
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 279 (8969)

کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا روزہ رکھے۔ میں نے کہا فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو ہم بھوکے سفر کرتے تھے اور بھوک پر ہی اترتے تھے۔ آج ہم سیر ہو کر سیر کرتے ہیں اور سیری پر ہی اترتے ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے افطار کیا تو یہ رخصت ہے اور جس نے روزہ رکھا تو یہ افضل ہے (2)۔

امام عبد بن حمید نے ابراہیم، حضرت سعید بن جبیر اور حضرت مجاہد رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا سفر میں روزہ اگر چاہو تو نہ رکھو اور اگر چاہو تو رکھو اور روزہ رکھنا افضل ہے۔

امام عبد بن حمید نے العوام عن مجاہد کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ سفر میں روزہ رکھتے بھی تھے اور نہ بھی رکھتے تھے، صحابہ کرام نے دیکھا کہ آپ روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کھاؤ، میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے، العوام نے کہا میں نے مجاہد سے کہا نظریہ کیا ہے؟ فرمایا رمضان میں روزہ رکھنا، غیر رمضان کے روزے سے افضل ہے۔

امام عبد بن حمید نے ابوالبختری کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبیدہ نے فرمایا جب آدمی سفر کرے جب کہ اس نے رمضان کے روزے پہلے رکھے تھے بقیہ دن بھی اسے روزے رکھنے چاہیں پھر انہوں نے دلیل کے طور پر فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ کی آیت پڑھی حضرت ابن عباس فرماتے تھے جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔

امام عبد بن حمید نے محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عبیدہ رحمہ اللہ سے پوچھا کیا میں رمضان میں سفر کروں؟ فرمایا نہیں۔

امام عبد بن حمید نے ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رمضان آجائے تو انسان سفر پر نہ نکلے، اگر نکلے اور پہلے رمضان کے روزے رکھ چکا ہے تو اب سفر میں بھی روزہ رکھے کیونکہ رمضان میں ادائیگی غیر رمضان کی ادائیگی کی نسبت بہتر ہے۔

امام عبد بن حمید نے ابومجلز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رمضان کا مہینہ داخل ہو جائے تو انسان سفر نہ کرے۔ اگر سفر کرنا مجبور ہو تو اسے روزہ رکھنا چاہیے۔

امام عبد بن حمید نے عبدالرحمٰن بن القاسم سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم بن محمد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، ان کو سلام کیا اور یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے عرض کی عمرہ کا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا تو بیٹھا رہا حتی کہ یہ مہینہ داخل ہو گیا ہے، اب سفر نہ کر۔ انہوں نے عرض کی میرے ساتھی اور میرے گھر والے سفر پر نکل چکے ہیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اگر ممکن ہے تو ان کو بھی واپس بلالو، پھر ٹھہرے رہو حتی کہ رمضان کا مہینہ گزر جائے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ام درہ رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی، میری طرف ایک پیغام رساں آیا اور یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے فرمایا۔ یہ کیا ہے؟ میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 183 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 280 (8974)

نے کہا میرے بھائی کا پیغام لانے والا ہے وہ سفر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نہ نکلو حتی کہ یہ مہینہ گزر جائے۔ اگر رمضان راستہ میں آجائے تو میں وہاں ہی مقیم ہو جاؤں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رمضان میں سفر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر چاہے تو افطار کرے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کو قید نہیں بنایا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جو رمضان کا مہینہ پالے اس کے سفر کرنے میں کوئی حرج نہیں، پھر افطار کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

امام عبد بن حمید اور ابوداؤد نے سنان بن سلمۃ بن محبق الہذلی عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس سواری ہو جو اسے ایسی جگہ تک پہنچاتی ہو جہاں انسان کھانے سے سیر ہو سکتا ہے تو جہاں اسے رمضان آجائے وہ روزہ رکھے۔

امام ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کے مریضوں اور مسافروں پر رمضان کے افطار کا صدقہ کیا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے کعب قبیلہ کے ایک فرد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہسواروں نے ہم پر حملہ کیا، میں جب آپ کے پاس پہنچا تو آپ کھانا کھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیٹھو اور ہمارے اس کھانے میں سے کچھ کھاؤ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں روزہ دار ہوں۔ فرمایا بیٹھو میں تمہیں نماز اور روزے کا مسئلہ بتاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مسافر سے نصف نماز ساقط کر دی ہے اور روزہ مریض، مسافر اور حاملہ عورت سے ساقط کر دیا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عکرمہ سے فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ کے تحت نقل کیا ہے کہ مسافر چاہے تو بعد میں روزے متواتر رکھے چاہے تو متفرق رکھے (1)۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رمضان کی قضاء کے بارے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر چاہے تو متواتر رکھے۔ اگر چاہے تو متفرق رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (دوسرے ایام میں گنتی پوری کرے)

امام ابن ابی شیبہ اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رمضان کے قضاء روزوں کے متعلق روایت کیا ہے کہ جیسے تو چاہے روزے رکھ، ابن عمر نے فرمایا جیسے تو نے افطار کئے ہیں ویسے رکھ (2)۔

امام مالک اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو شخص مرض یا سفر کی وجہ سے روزے نہ رکھے تو وہ رمضان کے مہینہ کے قضاء روزے متواتر رکھے۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 293 (9127)	2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 293 (9132)

امام سعید بن منصور اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ان سے رمضان کے قضاء روزوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ، بس جب گنتی پوری کر دے تو تفریق میں کوئی حرج نہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، دار قطنی اور بیہقی نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے رمضان کے قضاء روزے متفرق رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت اس لئے نہیں دی کہ وہ تمہیں بعد میں مشقت میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ پس تعداد پوری کرو اور جیسے چاہو روزے رکھو۔

امام دار قطنی نے رافع بن خدیج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تعداد پوری کرو اور جیسے چاہو روزے رکھو۔

امام ابن ابی شیبہ اور دار قطنی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے رمضان کے قضاء روزوں کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا تعداد پوری کرو جیسے چاہو روزے رکھو(1)۔

امام دار قطنی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رمضان کے قضاء روزے متفرق رکھو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ

امام وکیع، ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے ایک عورت نے پوچھا کہ وہ رمضان کے روزے کی قضاء کرے؟ فرمایا تو روزے رکھ جیسے تیری مرضی ہو اور تعداد پوری کر کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

امام ابن المنذر، دار قطنی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ مُتَتَابِعَاتٍ نازل ہوا تھا لیکن مُتَتَابِعَاتٍ کا لفظ ساقط ہو گیا اور امام بیہقی فرماتے ہیں یہ لفظ منسوخ ہو گیا۔ اس حدیث کو امام دار قطنی نے صحیح کہا ہے۔

امام دار قطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر رمضان کے روزے ہوں وہ اسے متواتر رکھنے چاہئیں متفرق نہ رکھے۔

امام دار قطنی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسے ضعیف کہا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کے قضاء روزوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا متواتر روزے رکھے، اگر علیحدہ علیحدہ رکھے تب بھی جائز ہوں گے۔

امام دار قطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے قضاء روزے چاہے تو متفرق رکھے۔ چاہے تو متواتر رکھے۔

امام دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی اسی کی مثل نقل کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور دار قطنی نے محمد بن المنذر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خبر پہنچی ہے کہ رمضان کے روزوں کی قضاء میں تفریق کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے اوپر منحصر ہے مثلاً اگر

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 293 (9119)

کسی شخص پر قرض ہو اور وہ اس کو ایک ایک دو دو درہم کر کے دے تو کیا وہ ادا نہیں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ زیادہ لائق ہے کہ اسے قبول فرمائے اور بخشش فرما دے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں اس کی سند احسن اور مرسل ہے پھر اسے دوسرے طریق سے حضرت جابر سے مرفوع متصل روایت کیا ہے اور اسے ضعیف کہا ہے(1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں الیسر سے مراد سفر میں افطار ہے اور عسر سے مراد سفر میں روزہ رکھنا ہے(2)۔

امام ابن مردویہ نے محجن بن الادرع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لمحہ کے لئے اسے دیکھا اور پھر فرمایا کیا تو دیکھتا ہے کہ یہ سچی نماز پڑھ رہا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ۔ یہ شخص اہل مدینہ میں سے زیادہ نماز پڑھنے والا ہے۔ فرمایا تو اس کو یہ بات نہ سنا ورنہ تو اسے ہلاک کر دے گا اور پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس امت سے آسانی کا ارادہ فرمایا ہے تنگی کا ارادہ نہیں فرمایا ہے۔

امام احمد نے الاعرج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تمہارا بہتر دین آسان دین ہے۔ تمہارا دین آسان ترین ہے۔

امام ابن سعد، احمد، ابویعلی، طبرانی، ابن مردویہ نے عروہ التمیمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کیا ہمارے لئے اس میں کچھ حرج ہے؟ فرمایا اے لوگو! اللہ کا دین آسان ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔

امام البزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا آسانی کرو، سختی اور تنگی نہ کرو، نرمی کرو اور نفرت نہ دلاؤ۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ دین پختہ دین ہے، اس میں نرمی کے ساتھ لوگوں کو داخل کرو۔

امام البزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ دین پختہ دین ہے اور اس میں نرمی سے داخل کرو، تیزی سے دوڑنے والا نہ تو زمین کا سفر طے کرتا ہے اور نہ سواری کو باقی رکھتا ہے۔

امام احمد نے ابوذر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا اسلام نرم اور مطیع (گھوڑا) ہے اس پر سوار نہیں ہوتا مگر جو نرم اخلاق ہو۔

امام بخاری، نسائی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ دین آسان ہے، دین پر کوئی نہیں آئے گا مگر دین اس پر غالب آجائے گا، راہ اعتدال پر چلو اور اللہ کا قرب حاصل کرو، بشارتیں سناؤ اور صبح وشام اور رات کے کچھ وقت سے مدد طلب کرو۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 292، (9113) 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 188

امام طیالسی، احمد اور بیہقی نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے میرے ہاتھ کو پکڑا، پھر ہم اکٹھے چلتے رہے۔ایک شخص اچانک ہمارے سامنے آیا جو نماز پڑھ رہا تھا اور کثرت سے رکوع وسجود کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو اسے ریا کار سمجھتا ہے؟ میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور فرمایا تم پر اعتدال کی راہ اختیار کرنا لازم ہے کیونکہ جو اس دین پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے یہ دین اس پر غالب آجاتا ہے۔

امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا یہ دین پختہ ہے۔اس میں لوگوں کو نرمی کے ساتھ داخل کرو۔اللہ کی عبادت کو لوگوں کے نزدیک ناپسندیدہ نہ بنادو کیونکہ تیز دوڑانے والا نہ سفر طے کرتا ہے اور نہ سواری کو باقی رکھتا ہے۔

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دین پختہ دین ہے اس میں لوگوں کو نرمی کے ساتھ داخل کرو اپنے نفس کے نزدیک اپنے رب کی عبادت کو مبغوض نہ بنادو کیونکہ تیز دوڑنے والا نہ سفر طے کرتا ہے اور نہ سواری باقی رکھتا ہے۔پس تو ایسے شخص کے عمل کی طرح عمل کر جو گمان کرتا ہے کہ وہ کبھی نہیں مرے گا اور احتیاط کر (اور) تو ڈر کہ کل تو مرے جائے گا۔

امام طبرانی اور بیہقی نے سہل بن ابی امامہ بن سہل بن حنیف بن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے نفسوں پر سختی نہ کرو، پہلے لوگ اپنے نفسوں پر سختی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے تو ان کے بقایا لوگوں کو گرجا گھروں اور دوسرے گھروں (عبادت خانوں) میں پاؤ گے۔

امام بیہقی نے معبد الجہنی رحمہ اللہ کے طریق سے بعض صحابہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم عمل سے افضل ہے، اعمال میں سے بہتر عمل درمیانہ عمل ہے۔اللہ کا دین قاسی (سخت) اور غالی کے درمیان ہے، نیکی دو چیزوں (افراط وتفریط) کے درمیان ہے اور یہ اللہ کی مدد سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے اور بری ترین چال، تیز چال ہے۔

امام ابن عبید اور بیہقی نے اسحق بن سوید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبداللہ بن مطرف نے بتکلف عبادت کی تو مطرف نے انہیں کہا اے عبداللہ علم عمل سے افضل اور نیکی دو چیزوں کے درمیان ہے اور بہتر کام درمیانی کام ہے اور بری رفتار تیز رفتار ہے۔

امام ابو عبید اور بیہقی نے تمیم الداری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تم اپنے دین سے اپنے نفس کے لئے کچھ حاصل کرو اور اپنے نفس سے اپنے دین کے لئے کچھ حاصل کرو حتی کہ معاملہ ایسی عبادت پر قائم رہے جس کے کرنے کی تو طاقت رکھتا ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ تو اس کی رخصت پر عمل کرے جس طرح وہ پسند فرماتا ہے کہ تو اس کے فرائض پر عمل کرے۔

احمد، البزار، ابن خزیمہ، ابن حبان، طبرانی (الاوسط میں) اور بیہقی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ تو اس کی رخصت پر عمل کرے جس طرح وہ ناپسند کرتا ہے کہ تو اس کی نافرمانی کرے۔

امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اللہ کے نزدیک کون سا دین پسندیدہ ہے؟ فرمایا سیدھا اور آسان (یعنی دین اسلام)

امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے انہیں کہا میں سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول نہیں کرتا اس پر عرفہ کے پہاڑوں کی مثل گناہ ہے۔

امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن یزید بن ادیم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے ابودرداء، واثلہ بن اسقع، ابوامامہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ رخصت کے قبول کرنے کو اس طرح پسند فرماتا ہے جس طرح بندہ اپنے رب کی مغفرت کو پسند کرتا ہے۔

امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری ٹھوڑی اپنے کندھے پر رکھی تا کہ میں حبشیوں کا کھیل دیکھوں حتی کہ میں تھک گئی اور ان کے کھیل کو دیکھنا چھوڑ دیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہود جانتے ہیں کہ ہمارے دین میں وسعت ہے یعنی میں سیدھی اور آسان شریعت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔

حکیم الترمذی نے نوادر الاصول میں الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کا دین غلو سے نیچے اور کوتاہی سے بلند ہے۔

عبدالرزاق نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سفر میں روزہ رکھنے والے پر اور روزہ نہ رکھنے والے پر طعن واعتراض نہ کرو، تو اپنے لئے اس میں سے آسانی کو اختیار کر، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

امام عبدالرزاق نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرمایا تجھ پر لازم ہے کہ آسانی کو اختیار کر، اللہ تعالیٰ صرف آسانی کا ہی ارادہ فرماتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ربیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ سے مراد یہ ہے کہ رمضان کی تعداد پوری کرو۔

امام ابوداؤد، نسائی، ابن المنذر، دارقطنی نے اپنی سنن میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان کے مہینہ سے پہلے روزے نہ رکھو حتی کہ تم چاند دیکھ لو یا تیس دن مکمل کر لو پھر روزہ رکھو حتی کہ عید کا چاند دیکھ لو یا تیس دن مکمل کر لو(1)۔

امام ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان کے مہینہ سے پہلے ایک یا دو روزے نہ رکھو مگر یہ کہ کوئی ایسا دن آجائے جس میں تم نفلی روزہ پہلے رکھتے ہو اور روزہ نہ رکھو حتی کہ چاند دیکھ لو اور مطلع ابر آلود ہو جائے تو تیس دن مکمل کرو پھر عید کرو۔

امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو، اگر مطلع ابر آلود ہو جائے تو تم تعداد مکمل کرو اور بعض روایات میں ہے تیس دن مکمل کرو(2)۔

1۔ سنن نسائی، جلد 4، صفحہ 135، مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ 2۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 327، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت

امام دارقطنی نے رافع بن خدیج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمضان کے لئے شعبان کی تعداد پوری کرو اور ایک روزہ اس مہینہ سے پہلے نہ رکھو اور جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند کو دیکھو تو افطار کرو۔ اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس دن کی تعداد مکمل کرو اور پھر افطار کرو کیونکہ مہینہ اتنے کا ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ ہاتھوں کی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور تیسری مرتبہ اشارہ کیا تو انگوٹھے کو بند کر لیا یعنی مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے (1)۔

امام دارقطنی نے عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنگت اختیار کی اور انہوں نے ہمیں بیان فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو۔ اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو جائے تو تیس دن شمار کرو۔ اگر دو عادل آدمی گواہی دیں تو روزہ رکھو، افطار کرو اور قربانی دو۔

امام دارقطنی نے ابو مسعود الانصاری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے تیس دن مکمل کرنے کے لئے صبح کو روزہ رکھا دو۔ اعرابی آئے اور انہوں نے چاند دیکھنے کی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ کر گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے افطاری کا حکم فرما دیا۔

امام ابن جریر نے الضحاک رحمہ اللہ سے وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ مریض اور مسافر نے جتنے دن روزے نہیں رکھے اتنی تعداد مکمل کریں (2)۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور المروزی نے کتاب العیدین میں زید بن اسلم رحمہ اللہ سے وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عید الفطر کے دن تکبیریں کہیں۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مسلمانوں پر حق ہے کہ وہ جب شوال کا چاند دیکھیں تو تکبیریں شروع کر دیں حتی کہ عید کی نماز سے فارغ ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ۔(3)

امام طبرانی نے معجم صغیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی عیدوں کو تکبیر کے ساتھ مزین کرو۔

امام المروزی، دارقطنی اور بیہقی نے سنن میں ابو عبدالرحمٰن اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ عید الفطر میں عید الاضحیٰ سے زیادہ تکبیروں میں شدت کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حضرت الزہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے لئے نکلتے تو تکبیر کہتے حتی کہ عید گاہ میں پہنچ جاتے اور نماز ادا فرما لیتے، جب نماز ادا فرما لیتے تو تکبیر کو ختم کر دیتے (4)، امام بیہقی نے ایک دوسرے طریق سے موصولاً عن الزہری عن سالم عن ابن عمر کی سند سے نقل کی ہے اور اسے ضعیف کہا ہے (5)۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں نافع بن عبداللہ رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین

1۔ سنن الدارقطنی، جلد 2، صفحہ 163، مطبوعہ دار المحاسن قاہرہ 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 188 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 189
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 487 (5621) 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 487 (5621)

پڑھنے کے لئے تشریف لے جاتے تو بلند آواز سے تکبیر وتہلیل کہتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کی ہے فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ تو عید کے دن تکبیریں کہے (1)۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ اور المروزی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح تکبیر کہتے تھے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

امام ابن ابی شیبہ، المروزی اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وہ اس طرح تکبیر کہتے تھے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ اَجَلُّ عَلٰی مَاھَدَانَا۔

امام بیہقی نے ابوعثمان النہدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہمیں اس طرح تکبیر سکھاتے تھے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اَعْلٰی وَاَجَلُّ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ لَکَ صَاحِبَۃٌ اَوْ یَکُوْنَ لَکَ وَلَدٌ اَوْیَکُوْنَ لَکَ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ اَوْیَکُوْنَ لَکَ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنَا۔

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

"اور جب پوچھیں آپ سے (اے میرے حبیب) میرے بندے میرے متعلق تو (انہیں بتاؤ) میں (ان کے) بالکل نزدیک ہوں، قبول کرتا ہوں دعا، دعا کرنے والے کی جب وہ دعا مانگتا ہے مجھ سے پس انہیں چاہیے کہ میرے حکم مانیں اور ایمان لائیں مجھ پر تاکہ وہ کہیں ہدایت پا جائیں"۔

امام ابن جریر، بغوی (معجم)، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے الصلت بن حکیم عن رجل من الانصار عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے مناجات کریں یا بعید ہے کہ ہم اس کو ندا کریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی جب آپ انہیں مجھ سے مانگنے کا حکم کریں گے اور یہ مجھ سے مانگیں گے تو میں ان کی دعاؤں کو قبول کروں گا (2)۔

امام عبدالرزاق اور ابن جریر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صحابہ کرام نے پوچھا ہمارا رب کہاں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (3)۔

ابن مردویہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہمارا رب کہاں ہے (فرمایا اوپر عرش پر پھر یہ تلاوت فرمائی اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (طہٰ:5) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 488، (5626) 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 190 3۔ ایضاً

سے عاجز نہ ہوا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت اُدۡعُوۡنِیۡۤ (المومنون:60) الخ نازل فرمائی ہے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارا رب دعا کو سنتا ہے یہ کیسا معاملہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔

امام وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ جب وَقَالَ رَبُّكُمُ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ (المومنون:60) کا ارشاد نازل ہوا تو صحابہ نے کہا کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ کس وقت ہم دعا کریں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (1)۔

امام سفیان بن عیینہ نے اپنی تفسیر میں، حضرت عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں سفیان عن ابی کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مسلمانوں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے مناجات کیا کریں یا دور ہے کہ ہم اس کو ندا کیا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ (المومنون:60) تو صحابہ نے کہا اے اللہ کے نبی ہم کیسے دعا مانگیں، تو یہ آیت نازل ہوگئی۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر نے حضرت عبد اللہ بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ (المومنون:60) کا ارشاد نازل ہوا تو صحابہ نے عرض کی ہم کیسے اس کو پائیں گے تا کہ ہم اس سے دعا کریں؟ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ صحابہ نے کہا ہمارے رب نے سچ فرمایا وہ ہر جگہ ہے۔

امام ابن المنذر نے ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مسلمانوں نے عرض کی کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے مناجات کریں یا بعید ہے کہ ہم اسے ندا کریں؟ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سمندروں کی چابی کشتیاں ہیں، زمین کی چابی راستے ہیں اور آسمان کی چابی دعا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور احمد نے الزہد میں حضرت کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب کیا تو قریب ہے کہ میں تجھ سے مناجات کروں یا تو بعید ہے کہ میں تجھے ندا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ میں اس کے پاس ہوتا ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب میں کبھی ایسی حالت میں ہوتا ہوں کہ میں اس حالت میں تیرا ذکر کرنے سے تیری ذات کو بلند سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کون سی حالت ہے؟ عرض کی جنابت اور غائط (پیشاب یا پاخانہ) کا وقت، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ تو میرا ہر حال میں ذکر کیا کر۔

ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم ایک جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے ہم کسی بلند جگہ پر چڑھے یا کسی وادی میں اترے تو ہم نے تکبیر کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے قریب ہوئے اور ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 190

نفسوں پر نرمی کرو کیونکہ کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔ تم اس ذات کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور دیکھنے والی ہے جس ذات کو تم پکار رہے ہو وہ تم اسے اس سے بھی زیادہ قریب ہے جتنا کہ تم میں سے کوئی اپنی سواری کی گردن کے قریب ہے (1)۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں اپنے بندے سے اس کے گمان کے متعلق سلوک کرتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے اور جب وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

امام احمد، داؤد، ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے)، ابن ماجہ، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت سلمان الفارسی کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا تمہارا رب بڑا حیادار ہے۔ بہت کریم ہے، اسے اس بات سے حیا آتی ہے کہ بندہ اس کی طرف ہاتھ بلند کرے اور وہ انہیں خالی واپس موڑ دے۔

امام بیہقی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے تورات میں پایا ہے کہ اللہ تعالیٰ حیادار ہے، کریم ہے، اسے حیا آتی ہے کہ وہ ان ہاتھوں کو خالی موڑ دے جن کے ذریعے سے خیر کا سوال کیا گیا ہے۔

امام عبد الرزاق اور حاکم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا رب حیادار ہے اسے حیا آتی ہے کہ جب بندہ اس کی طرف ہاتھ بلند کرے تو وہ انہیں واپس لوٹا دے حتیٰ کہ وہ ان میں خیر ڈال دیتا ہے۔

امام ابو نعیم نے الحلیہ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جواد ہے، کریم ہے، اسے حیا آتی ہے کہ بندۂ مسلم جب دعا مانگے تو وہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے (اور) ان میں کچھ بھی نہ ہو۔

امام طبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حیادار ہے، کریم ہے، اسے حیا آتی ہے کہ بندہ ہاتھ بلند کرے پھر وہ انہیں خالی واپس کر دے ان میں خیر نہ پائے۔ جب تم میں سے کوئی اپنے ہاتھ بلند کرے تو یوں کہے یَا حَیُّ یَاقَیُّوْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یہ تین مرتبہ کہے پھر جب ہاتھوں کو لوٹائے تو اپنے چہرے پر اس خیر کو انڈیل دے۔

امام طبرانی نے حضرت سلمان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب لوگ کسی چیز کے سوال کے لئے اللہ کی بارگاہ میں اپنے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پر حق بن جاتا ہے کہ وہ جو سوال کر رہے ہیں وہ ان کے ہاتھوں میں ڈال دے۔

طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حیادار ہے، کریم ہے، وہ اس بات سے حیا فرماتا ہے کہ بندہ اپنے ہاتھ اس کی جناب میں بلند کرے اور وہ بغیر کچھ عطا کئے انہیں خالی موڑ دے۔

امام طبرانی نے الدعاء میں ولید بن عبد اللہ بن ابی مغیث رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی دعا مانگتا ہے اور اپنے ہاتھوں کو بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں میں برکت اور رحمت ڈال دیتا ہے، وہ انہیں خالی نہیں لوٹاتا حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھوں کو چہرے پر مل لے۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 85، (29665)

امام البزار اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم ایک چیز میرے لئے ہے اور ایک چیز تیرے لئے ہے اور ایک میرے اور تیرے درمیان ہے اور ایک تیرے اور میرے بندوں کے درمیان ہے۔ وہ چیز جو میرے لئے ہے وہ یہ ہے کہ تو میری عبادت کرے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور وہ چیز جو تیرے لئے ہے وہ یہ ہے کہ جو تو عمل کرے گا میں تجھے اس کا پورا پورا اجر دوں گا اور وہ چیز جو میرے اور تیرے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تیرے اوپر دعا مانگنا ہے اور مجھ پر قبول کرنا ہے اور وہ چیز جو تیرے اور میرے بندوں کے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تو ان کے لئے وہی پسند کرے جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری (الادب المفرد) اور حاتم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو مسلمان بھی اللہ سے کوئی ایسی دعا مانگتا ہے جس میں گناہ اور قطع رحمی نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اس دعا کے بدلے تین خصال میں سے ایک ضرور عطا فرماتا ہے یا تو اس کی دعا کو فوراً شرف قبولیت عطا فرماتا ہے یا اسے آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ فرما دیتا ہے یا اس سے اس کی مثل کوئی اور تکلیف دور فرما دیتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی پھر تو ہم زیادہ دعا مانگیں گے۔ فرمایا اللہ زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک تم میں سے کوئی جلدی نہ کرے تو اس کی دعا قبول کی جاتی ہے یعنی وہ کہے کہ میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

امام الحاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تقدیر کے آنے سے احتیاط کچھ مفید نہیں، دعا نفع دیتی ہے اس کے بارے میں جو مصیبت نازل ہو چکی ہے اور جو ابھی نازل نہیں ہوئی۔ مصیبت نازل ہوتی ہے تو دعا اس سے ملاقات کرتی ہے۔ پس وہ قیامت تک آپس میں جھگڑتی رہیں گی۔

امام ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تقدیر کو صرف دعا لوٹاتی ہے اور عمر میں اضافہ صرف نیکی کرتی ہے۔

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دعا اس کے لئے بھی نفع بخش ہے جو نازل ہو چکی ہے اور اس کے لئے بھی جو نازل نہیں ہوئی اے اللہ کے بندو تم پر دعا کرنا لازم ہے۔

امام ترمذی، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ سے دعا مانگو جب کہ تم اس کی قبولیت کا یقین رکھتے ہو اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا کو قبول نہیں فرماتا۔

امام حاکم نے حضرت انس سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ دعا سے عاجز نہ آجاؤ کیونکہ دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔

امام حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو قیامت کے روز بلائے گا حتیٰ کہ اسے اپنے سامنے کھڑا کرے گا پھر ارشاد ہوگا اے میرے بندے! میں نے تجھے دعا مانگنے کا حکم دیا اور میں نے تجھ سے وعدہ کیا کہ میں تیری دعا قبول کروں گا، کیا تو نے مجھ سے دعا مانگی تھی؟ وہ کہے گا ہاں یا رب۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے مجھ سے دعا مانگی

تو میں نے تیری دعا قبول کی۔ کیا تو نے مجھ سے فلاں فلاں دن اس پریشانی کو دور کرنے کی دعا نہیں مانگی تھی جو تجھے لاحق تھی پھر میں نے وہ تیری پریشانی دور کی تھی۔ وہ مومن عرض کرے گا کیوں نہیں یا رب۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تیرے لئے دنیا میں فوراً تیرا کام کر دیا تھا اور تو نے فلاں فلاں دن اس غم و پریشانی کے لئے دعا مانگی تھی جو تجھے لاحق تھی کہ میں اس کو دور کروں اور تجھے اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ عرض کرے ہاں یا رب میں نے دعا مانگی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے اس دعا کے بدلے جنت میں یہ یہ ذخیرہ کیا ہے۔ تو نے مجھ سے حاجت کے لئے دعا مانگی تھی تو میں نے اسے تیرے لئے پورا کر دیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا بندۂ مومن اللہ سے جو دعا کرتا ہے اس کے لئے اسے بیان کیا جاتا ہے یا تو جلدی اس کے لئے اس کام کو پورا کر دیا جاتا ہے یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ کیا جاتا ہے۔ مومن اس مقام پر کہے گا کاش اس کی دعا سے دنیا میں کچھ بھی جلدی عطا نہ کیا گیا ہوتا۔

امام بخاری نے الادب المفرد میں اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ بندہ جب بھی اللہ کی بارگاہ میں سوال کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے یا تو دنیا میں فوراً کام کر دیا جاتا ہے یا آخرت میں اسے ذخیرہ کر دیا جاتا ہے۔

امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جب تک تم میں سے کسی کی دعا میں گناہ یا قطع رحمی کا سوال نہ ہو تو دعا قبول کی جاتی ہے جب تک کہ وہ جلدی نہ کرے کہ وہ کہے میں نے دعا کی تھی تو میں اپنی دعا کی قبولیت نہیں دیکھتا، پھر اس کیفیت میں دعا کو ترک کر دے۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک بندہ جلدی نہ کرے خیر پر ہوتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا جلدی کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا وہ کہے میں نے اپنے رب سے دعا کی بس میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کو ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کو کہو کہ تم اپنی زبانوں سے مجھ سے دعا مانگتے ہو جب کہ تمہارے دل مجھ سے دور ہوتے ہیں، جو تم دعا مانگتے ہو وہ رائیگاں جاتی ہے اور فرمایا تم مجھ سے دعا مانگتے ہو جب کہ تمہارے ہاتھوں پر خون ہوتا ہے، اپنے ہاتھوں کو خون سے دھو یعنی اپنی خطاؤں سے پاک کرو پھر میرے پاس آؤ اور مجھے پکارو۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی یہ نہ کہے اگر تو چاہے تو بخش دے سوال پورے یقین سے کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی روکنے والا نہیں۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد المسند میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سطح زمین پر جو مسلمان اللہ تعالیٰ نے دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ وہ اسے عطا فرماتا ہے یا اس سے اس کی مثل تکلیف دور کر دیتا ہے جب تک کہ وہ گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ مانگے۔

امام احمد نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جو بندہ دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا سوال پورا فرماتا ہے یا اس سے اس کی مثل تکلیف دور فرماتا ہے جب تک کہ وہ گناہ اور قطعی رحمی کی دعا نہ کرے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا قبول کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دعا کا اذن عطا فرماتا ہے۔

امام بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے رب سے سوال کرے اور استجابت (قبولیت) کو پہچانے تو یوں کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِعِزَّتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ اور جو یہ نہ کہہ سکے تو یہ کہہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ

حکیم ترمذی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اللہ کا عرفان حاصل کرلو جیسا کہ اس کے عرفان کا حق ہے تو تمہاری دعاؤں کی وجہ سے پہاڑ بھی اپنی جگہوں سے ہل جائیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد نے الزہد میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دعا نیکی میں اس طرح کفایت کرتی ہے جس طرح کھانے میں نمک کفایت کرتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن شعیب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے سعید بن المسیب کے پہلو میں مغرب کی نماز پڑھی تو میں نے بلند آواز سے دعا کی۔ انہوں نے مجھے منع فرمایا اور کہا تیرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے قریب نہیں ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کے لئے دعا کے لئے (دروازے) کھولے گئے ہیں اس کے لئے قبولیت کے دروازے بھی کھولے گئے ہیں۔ امام ترمذی کے الفاظ یہ ہیں جس کے لئے دعا کا دروازہ کھولا گیا ہے اس کے لئے رحمت کا دروازہ کھولا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین سوال عافیت کا سوال ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو فرمایا، (اے آدم) ایک میرے لئے ہے اور ایک تیرے لئے ہے اور ایک میرے اور تیرے درمیان ہے۔ پس تیری طرف سے سوال کرنا اور دعا کرنا ہے اور مجھ پر قبول کرنا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابراہیم التیمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہا جاتا ہے جب انسان دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ثناء کرتا ہے تو اس کی قبولیت واجب ہو جاتی ہے اور جو ثناء سے پہلے دعا کرتا ہے تو اس کی مقبولیت کی امید ہوتی ہے۔

امام ابن مردویہ نے نافع بن معدیکرب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں اور عائشہ رضی اللہ عنہا موجود تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی یارب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سوال! اسی وقت جبریل امین اترے اور یہ پیغام دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے۔ میرا نیک بندہ، خلوص نیت اور پاک دل کے ساتھ جب یہ کہتا ہے یارب تو میں کہتا ہوں لبیک (میں حاضر ہوں) پھر میں اس کی حاجت پوری کرتا ہوں۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 85 (29668)　2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 22 (29168)

امام ابن ابی الدنیا (نے الدعاء میں) ابن مردویہ، بیہقی نے الاسماء والصفات میں الاصبہانی میں الترغیب میں اور دیلمی نے کلبی کے طریق سے عن ابی صالح عن ابن عباس کے سلسلہ سے روایت کیا ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جابر بن عبد اللہ نے مجھے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ کی آیت تلاوت فرمائی پھر یہ کہا اے اللہ مجھے دعا کا حکم دیا گیا ہے اور تو نے قبولیت کی ذمہ داری لی ہے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَللّٰهُمَّ اَشْهَدُ اَنَّكَ فَرْدٌ اَحَدٌ صَمَدٌ لَمْ تَلِدْ وَلَمْ تُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَكَ كُفُوًا اَحَدٌ وَاَشْهَدُ اَنَّ وَعْدَكَ حَقٌّ، وَلِقَائَكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةَ حَقٌّ، وَالنَّارَ حَقٌّ وَالسَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّكَ تَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ معنی لِيَدْعُوْنِيْ (مجھ سے دعا مانگو) روایت کیا ہے اور وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب وہ مجھ سے دعا مانگیں گے تو میں ان کی دعا قبول فرماؤں گا۔

امام ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے فَلْيَسْتَجِيْبُوْا کا معنی فَلْيُطِيْعُوْنِيْ (میری اطاعت کریں) روایت کیا ہے (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت عطاء الخراسانی رحمہ اللہ سے بھی فَلْيَسْتَجِيْبُوْا کا معنی فَلْيَدْعُوْنِيْ روایت کیا ہے، فرماتے ہیں جب وہ مجھ سے دعا مانگیں گے تو میں ان کی دعا کو شرف قبولیت عطا کروں گا (2)۔ عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے ربیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں يَرْشُدُوْنَ کا معنی يَهْتَدُوْنَ ہے (3)۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۟ وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۟ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

"حلال کر دیا گیا ہے تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا۔ وہ تمہارے لئے پردہ، زینت و آرام ہیں اور تم ان کے لئے پردہ، زینت و آرام ہو۔ جانتا ہے اللہ تعالیٰ کہ تم خیانت کیا کرتے تھے اپنے آپ سے پس اس نے نظر کرم فرمائی تم پر اور معاف کر دیا تمہیں سو اب تم ان سے ملو ملاؤ اور طلب کرو جو (قسمت میں) لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے لئے سفید ڈورا سیاہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 192 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 193

ڈورے سے صبح کے وقت پھر پورا کرو روزہ کو رات تک اور نہ مباشرت کرو ان سے جب کہ تم اعتکاف بیٹھے ہو مسجدوں میں۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان (کو توڑنے) کے قریب بھی نہ جانا۔ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے تاکہ وہ تقویٰ اختیار کرلیں"۔

امام وکیع، عبد بن حمید، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، النحاس (الناسخ میں)، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے سنن میں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے جب کوئی شخص روزہ رکھتا پھر افطاری کے وقت افطار سے پہلے سو جاتا تو وہ رات اور دن کے وقت کچھ نہ کھاتا حتیٰ کہ دوسرے دن کی شام ہو جاتی۔ قیس بن صرمہ الانصاری نے روزہ رکھا ہوا تھا، وہ سارا دن اپنی زمین میں محنت مزدوری کرتے رہے، شام کے وقت گھر آئے، بیوی سے پوچھا کیا تیرے پاس کھانا ہے؟ بیوی نے کہا نہیں لیکن میں تمہارے لئے کھانا ابھی تلاش کرتی ہوں۔ حضرت قیس پر نیند غالب آ گئی اور آپ سو گئے بیوی جب کھانا لے کر آئی تو وہ سو چکے تھے۔ بیوی نے کہا تمہارے لئے خسارہ ہو تم سو گئے ہو؟ دوسرے دن جب آدھا دن گزرا تو بھوک کی وجہ سے ان پر غشی طاری ہو گئی۔ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا تو یہ آیت کریمہ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْـَٔانَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (الآیہ) نازل ہوئی۔ لوگ اس کے نزول سے بہت خوش ہوئے (1)۔

امام بخاری نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رمضان کا مہینہ آتا تھا تو لوگ پورے رمضان میں اپنی بیویوں کے قریب نہیں جاتے تھے اور کچھ لوگ اس سلسلہ میں اپنے نفسوں سے خیانت کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت عَلِمَ اللَّهُ الخ نازل فرمائی۔

امام احمد بن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حسن سند کے ساتھ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ رمضان میں جب روزہ رکھ لیتے پھر افطاری کے وقت سو جاتے تو ان پر کھانا پینا اور عورتیں حرام ہو جاتی تھیں حتیٰ کہ پھر دوسرے دن شام کو افطار کرتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس سے واپس پلٹے، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رات کو باتیں کرتے رہے تھے، تو اپنی بیوی کو سویا ہوا پایا۔ آپ نے اسے بیدار کیا اور حقوق زوجیت ادا کرنے چاہے، بیوی نے کہا میں تو سو چکی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو نہیں سویا تھا۔ پھر آپ نے حقوق زوجیت ادا فرمائے۔ کعب بن مالک نے اسی طرح کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت کے نزول سے پہلے مسلمان جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو ان پر کھانا، پینا اور عورتیں حرام ہو جاتی تھیں حتیٰ کہ دوسرے دن شام کو روزہ افطار کر لیتے۔ حضرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 98-197 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 198

عمر رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز کے بعد اپنی زوجہ سے حقوق زوجیت ادا کئے اور صرمہ بن قیس پر نیند غالب آگئی جب آپ مغرب کی نماز پڑھ چکے تھے، آپ نے افطار کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ آپ بیدار نہ ہوئے حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز پڑھ چکے تھے، آپ اس وقت اٹھے اور کھانا کھایا اور پانی پیا، صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور شام کے بعد فجر کے طلوع ہونے تک کھانے پینے اور جماع کرنے کی اجازت فرمائی۔ اس آیت میں الرَّفَثُ سے مراد عورتوں سے مجامعت ہے۔ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ یعنی تم عشاء کے بعد کھاتے، پیتے اور عورتوں سے مجامعت کرتے ہو۔ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ ان سے اب مباشر کرو، وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ، یعنی بچے طلب کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت عفو اور رحمت ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رمضان کے مہینے میں مسلمان جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تھے تو ان پر عورتیں اور کھانا حرام ہو جاتا تھا حتیٰ کہ دوسرے دن شام ہو جاتی پھر کچھ مسلمانوں نے عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھالیا اور عورتوں سے جماع کر لیا، ان میں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ پس صحابہ نے اس بات کی شکایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں میں سے کوئی جب دن کو روزہ رکھتا حتی کہ شام کو کھانا نہ کھاتا تو دوسرے دن شام تک روزے کی پابندیوں کے ساتھ رہتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سو گئے تو دل میں حقوق زوجیت کا خیال آیا تو اپنی بیوی سے حقوق زوجیت ادا فرمائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ میں اپنے اس خطا کار نفس کی اللہ کی بارگاہ میں اور آپ کی بارگاہ میں معذرت کرتا ہوں۔ میرے نفس نے مجھے رات کو مجامعت پر برانگیختہ کیا تو میں نے مجامعت کر دی۔ کیا میرے لئے کوئی رخصت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر رخصت تو واقعۃً نہیں تھی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا پھر ان کے عذر کی قبولیت کی خبر دی کہ قرآن میں اجازت آگئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ اس آیت کو سورۂ بقرہ کے درمیان میں رکھو، پس اللہ تعالیٰ نے صبح کے طلوع ہونے سے پہلے تک کھانے پینے اور جماع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی (2)۔

امام ابن جریر نے ثابت سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رمضان میں اپنی بیوی سے حقوق زوجیت ادا کر بیٹھے تو آپ کو انتہائی پریشانی ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی (3)۔

امام ابو داؤد اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جب لوگ عشا کی نماز پڑھ لیتے تھے تو ان پر کھانا پینا اور حقوق زوجیت ادا کرنا حرام ہو جاتا تھا اور وہ آئندہ رات تک روزہ رکھتے تھے۔ پس ایک شخص نے اپنی بیوی سے خیانت کی اور اپنی بیوی سے مجامعت کر دی جب کہ وہ عشا کی نماز پڑھ چکا تھا اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 198	2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 99-198	3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 198

اس نے افطار نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے باقی لوگوں کو آسانی، رخصت اور منفعت دینے کا ارادہ فرمایا تو یہ آیت کریمہ نازل فرما کر رخصت عطا فرما دی اور آسانی کر دی۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا کا ارشاد بنی خزرج کے ایک شخص ابو قیس بن صرمہ کے بارے میں نازل ہوا۔

امام وکیع اور عبد بن حمید نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ جب روزہ رکھتے تھے پھر ان میں سے کوئی ایک شام کو افطاری کرنے سے پہلے سو جاتا تھا تو اسے دوسرے دن کی شام تک بھوکا پیاسا رہنا پڑتا تھا اور جب کوئی مجامعت کرنے سے پہلے سو جاتا تھا تو پھر آئندہ رات تک اسے مجامعت کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ ایک انصاری شیخ جس کا نام صرمہ بن مالک تھا وہ روزے کی حالت میں اپنے اہل کے پاس آیا اور شام کا کھانا طلب کیا، گھر والوں نے کہا کہ ہم تیرے لئے تازہ اور گرم کھانا تیار کرتے ہیں جس کے ساتھ آپ روزہ افطار کریں۔ شیخ انصاری نے (کھانے کی انتظار میں) سر رکھا اور سو گئے۔ گھر والے کھانا لائے تو وہ سو چکے تھے گھر والوں نے کہا کھاؤ۔ انہوں نے کہا میں تو سو گیا تھا۔ انہوں نے کھانا نہ کھایا اور بھوک کی وجہ سے ساری رات بل کھاتے گزار دی۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا معاملہ عرض کیا، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ میں نے گزشتہ رات اپنی بیوی سے حقوق زوجیت ادا کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا کہ وہ تو سو گئی تھی، میں نے گمان کیا کہ وہ ویسے کہہ رہی ہے، میں نے اس سے مجامعت کر لی۔ اس نے بتایا کہ وہ واقعی سو گئی تھی، پس اللہ تعالیٰ نے صرمہ بن مالک کے متعلق وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ تک کا ارشاد نازل فرمایا اور حضرت عمر بن خطاب کے بارے اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآىِٕكُمْ کا ارشاد نازل فرمایا۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رمضان کے روزوں سے پہلے لوگوں کو ہر مہینہ تین روزے رکھنے کا حکم تھا یعنی ہر دس دن میں ایک روزہ رکھنے کا حکم تھا اور صبح و شام دو، دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم تھا نماز اور روزے کا یہ آغاز تھا۔ لوگ یہی روزے رکھتے تھے۔ رمضان شریف کے روزے فرض ہونے کے بعد جب لوگ سو جاتے تھے تو آئندہ رات تک عورتیں اور کھانا ان پر حرام ہو جاتا تھا، کچھ مسلمانوں نے سونے کے بعد اپنی بیویوں سے جماع کیا اور کھانا کھا لیا تو یہ ان کی نفسوں سے خیانت تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ (1)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رمضان شریف میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ روزے رکھتے تھے، جب ان میں سے کوئی شام کرتا تو افطار کے وقت کھاتا، پیتا اور اپنی بیوی سے جماع کرتا لیکن جب سو جاتا تو آئندہ رات تک یہ سب کچھ اس پر حرام ہو جاتا۔ کچھ لوگ اس معاملہ میں اپنے نفسوں سے خیانت کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا اور سونے کے بعد طلوع فجر سے پہلے تک یہ سارے معاملات حلال فرما دیئے (2)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابراہیم التیمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابتدائے اسلام میں مسلمان اس طرح

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 199 2۔ ایضاً

کرتے تھے جس طرح اہل کتاب کرتے تھے۔ جب کوئی سوجاتا تو وہ کھانا نہیں کھاتا تھا حتی کہ آئندہ شام آجاتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا کا ارشاد نازل فرمایا۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان امتیاز کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الرَّفَثُ سے مراد جماع ہے (1)۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الرَّفَثُ سے مراد جماع ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں۔ الدخول، التغشی، الافضاء، المباشرة، الرفث، اللمس، المس، المسيس ان سب کا معنی جماع ہے اور روزے میں رفث سے مراد جماع ہے اور حج میں رفث سے مراد جماع پر برانگیختہ کرنے والی گفتگو ہے۔

امام الفریابی، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ کا معنی یہ ہے کہ وہ تمہارے لئے سکون ہیں اور تم ان کے لئے سکون ہو (2)۔

امام الطستی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ کا کیا مطلب ہے تو حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ (عورتیں) تمہارے لئے سکون ہیں تم ان کی طرف سے رات اور دن کو سکون لیتے ہو۔ ابن الازرق نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا ہاں کیا تو نے نابغہ بن زبیان کا یہ قول نہیں سنا۔

اِذَا مَا الضَّجِيْعُ ثَنٰى عِطْفَهَا تَثَنَّتْ عَلَيْهِ فَكَانَتْ لِبَاسًا

(جب عورت کے پہلو میں اس کا خاوند سوتا ہے تو وہ اس پر لوٹتا ہے اور وہ اس پر لوٹتی ہے تو وہ اس کے لئے سکون کا باعث ہوتی ہے)

امام عبد الرزاق نے المصنف میں یحییٰ بن العلاء عن ابن انعم سے روایت کیا ہے کہ سعد بن مسعود الکندی رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو پوچھا یا رسول اللہ! مجھے حیا آتی ہے کہ میری بیوی میری شرم گاہ دیکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں؟ اللہ نے تجھے ان کے لئے لباس بنایا ہے اور انہیں تیرے لئے لباس بنایا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا میں تو یہ چیز ناپسند کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی حقوق زوجیت ادا کرتا ہوں اور ایسا معاملہ پیش آتا ہی ہے۔ حضرت عثمان نے عرض کی آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا میں تو ایسا کرتا ہوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ایسا کرتے ہیں پھر آپ کے بعد کون ایسا حیادار ہو سکتا ہے۔ جب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ واپس گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (عثمان) بن مظعون انتہائی حیادار اور شرمیلے ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 194 2۔ ایضاً

امام ابن سعد نے سعد بن مسعود اور عمارہ بن غراب الیحصبی رحمہما اللہ سے اس کو روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی احاتم نے سدی سے روایت کیا ہے تَخْتَانُوْنَ یعنی تم خیانت کرتے ہوئے اپنی ازواج سے جماع کرتے ہو۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ کا معنی اِنْكَحُوْهُن روایت کیا ہے(1)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مباشرت کا معنی جماع ہے اور اللہ تعالیٰ نے کنایہ فرمایا ہے(2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پوری کتاب اللہ میں مباشرت کا معنی جماع ہے(3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ سے مراد اولاد ہے(4)۔

امام عبد بن حمید نے مجاہد، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ سے یہی معنی روایت کیا ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے یہ روایت کیا ہے کہ مَا كَتَبَ اللّٰهُ سے مراد لیلۃ القدر ہے(5)۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ سے مراد لیلۃ القدر ہے۔

امام عبدالرزاق نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رخصت تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھی ہے۔

عبدالرزاق، سعد بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عطاء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عباس سے کہا تم یہ آیت کیسے پڑھتے ہو۔ وَابْتَغُوْا یا وَاتَّبِعُوْا فرمایا جو میں چاہوں پڑھ لوں تجھ پر پہلی قرأت لازم ہے(6)۔

امام مالک، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ رمضان میں فجر کے طلوع ہونے کے بعد جنبی ہوتے تھے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھتے تھے۔

امام مالک، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے ان سے اس شخص کے بارے پوچھا گیا جو جنبی ہونے کی حالت میں صبح کرتا ہے کیا وہ روزہ رکھے؟ فرمایا: رسول اللہ ﷺ رمضان میں بغیر احتلام کے جماع کے ساتھ جنبی ہونے کی حالت میں صبح کرتے اور پھر روزہ رکھتے تھے۔

امام مالک، شافعی، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ میں جنبی ہونے کی حالت میں صبح کرتا ہوں جب کہ میں روزے کا بھی ارادہ رکھتا ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں جنبی ہونے کی حالت میں صبح کرتا ہوں اور روزے کا ارادہ بھی رکھتا ہوں پھر میں غسل کرتا ہوں اور اس دن روزہ بھی رکھتا ہوں، اس شخص نے عرض کیا حضور! آپ تو ہماری مثل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے الزامات دور فرما دیئے ہیں، آپ ﷺ غصہ میں آ گئے اور فرمایا اللہ کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 202 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 201 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 202
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 203 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 204 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 204

ہوں اور تقوی کو زیادہ جاننے والا ہوں۔

امام ابوبکر الانباری نے کتاب الوقف والابتداء میں روایت کیا ہے اور الطستی نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کا مفہوم پوچھا تو ابن عباس نے فرمایا اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ سے مراد رات کی تاریکی سے دن کی سفیدی ہے۔ نافع نے پوچھا کیا یہ مفہوم عرب جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا آپ نے امیہ کا یہ قول نہیں سنا۔

اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ ضَوْءُ الصُّبْحِ مُنْغَلِقٌ وَالْخَیْطُ الْاَسْوَدُ لَوْنُ اللَّیْلِ مَکْمُوْمٌ

خیط ابیض سے مراد صبح کی روشنی ہے جو مشکل سے پھوٹتی ہے اور خیط اسود سے مراد رات کا رنگ ہے جو لپٹا ہوا ہوتا ہے۔

امام بخاری، مسلم، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں سہل بن سعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیات نازل ہوئیں تو مِنَ الْفَجْرِ کے الفاظ نازل نہ ہوئے۔ لوگ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو ایک شخص اپنے پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگہ باندھ لیتا اور وہ کھاتا پیتا رہتا حتی کہ وہ دھاگے واضح طور پر دیکھ لیتا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مِنَ الْفَجْرِ کا حکم نازل فرمایا۔ پھر لوگوں کو علم ہوا کہ اس سے مراد رات کی تاریکی اور دن کی سفیدی ہے (1)۔

امام سفیان بن عیینہ، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا کا ارشاد نازل ہوا تو میں نے دو رسیاں لیں جن میں ایک سیاہ تھی اور ایک سفید تھی، میں نے ان کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ دیا، میں ان کو دیکھتا رہا تو ان میں سے سفید، سیاہ سے میرے لئے واضح نہ ہوئی، جب میں نے صبح کی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، جو کچھ میں نے کیا تھا وہ سب کچھ بیان کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر تو تیرا تکیہ بہت چوڑا تھا۔ اس سے مراد دن کی سفیدی اور رات کی تاریکی ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اسلام کے احکام سکھائے، پانچوں نمازوں کے بارے بتایا کہ کیسے اپنے اپنے وقت میں ادا کرنی ہیں۔ پھر فرمایا جب رمضان آ جائے تو کھاؤ اور پیو حتی کہ تیرے لئے فجر کے سیاہ دھاگے سے سفید دھاگہ واضح ہو جائے پھر تو اپنا روزہ کو مکمل کر رات تک۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ سفید اور سیاہ دھاگہ صبح کا کیا ہے، میں نے سیاہ اور سفید دھاگے بٹ لئے۔ فجر کے وقت میں انہیں دیکھتا تھا میں انہیں برابر دیکھتا رہا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ جو آپ نے مجھے وصیت فرمائی وہ میں نے یاد کر لی تھی لیکن اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ کا مطلب سمجھ نہیں آیا۔ فرمایا اے ابن حاتم تجھے کس چیز نے منع کیا تھا، ایک ایسے انداز میں مسکرائے گویا آپ کو معلوم تھا جو کچھ میں نے کیا تھا۔ میں نے عرض کی کہ میں نے سفید اور سیاہ دھاگے بٹ لئے۔ پھر میں رات کو انہیں دیکھتا رہا، میں نے ان کو برابر پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے حتی کہ آپ کی داڑھیں نظر آ گئیں۔ پھر فرمایا میں نے تجھے بتایا نہیں تھا کہ اس سے مراد فجر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 206

کی سفیدی ہے، اس سے مراد رات کی تاریکی سے دن کی روشنی ہے(1)۔

امام عبد بن حمید، بخاری اور ابن جریر نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! سیاہ دھاگے سے سفید دھاگہ سے کیا دو دھاگے ہی مراد ہیں؟ فرمایا پھر تو تو چوڑی گدی والا ہے اگر تو دو دھاگے دیکھے۔ پھر فرمایا نہیں بلکہ اس سے مراد رات کی تاریکی اور دن کی سفیدی ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے جابر جعدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کے متعلق پوچھا تو فرمایا اس سے مراد رات اور دن ہے۔

امام الفریابی، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب فجر طلوع ہوئی تو فرمایا اب تمہارے لئے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو گیا(3)۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابو الضحیٰ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس سے پوچھا سحری کب تک کھانی جائز ہے؟ اس شخص نے کہا جب مجھے شک ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب تک تجھے شک رہے کھاتا رہ حتی کہ تیرے لئے سیاہی سے سفیدی واضح ہو جائے۔

امام وکیع نے ابو الضحیٰ سے روایت کیا ہے کہ لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ پھیلنے والی فجر آسمان میں ہے۔

امام عبد الرزاق اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان دھاگوں سے مراد دونوں فجریں ہیں، وہ فجر (فجر کاذب) جو آسمان میں پھیلتی ہے، وہ کسی چیز کو حلال، حرام نہیں کرتی ہے لیکن وہ فجر (فجر صادق) جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر ظاہر ہوتی ہے وہ پینے کو حرام کر دیتی ہے(4)۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن جریر نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سحری سے منع نہ کرے اور نہ وہ فجر جو لمبائی میں پھیلتی ہے۔ لیکن اس فجر کے وقت سحری سے رک جاؤ جو افق پر ظاہر ہوتی ہے(5)۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انہیں بلال کی اذان سحری سے نہ روکے کیونکہ وہ رات کو اذان دیتے ہیں تم کھاؤ، پیو حتی کہ تم ابن ام مکتوم کی اذان سن لو۔ کیونکہ وہ اذان اس وقت دیتے ہیں جب فجر طلوع ہو جاتی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد اور ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے) نے حضرت طلق بن علی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کھاؤ اور پیو اور اوپر کی طرف پھیلانے والی صبح تمہیں نہ روکے، کھاؤ اور پیو حتی کہ تمہارے لئے سرخی عرضاً پھیل جائے۔

امام احمد نے روایت کیا ہے وہ فجر نہیں ہے جو افق میں طولاً پھیلتی ہے بلکہ وہ فجر ہے جو سرخی عرضاً پھیلتی ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 206 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 209

4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 207 5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 276 (8972)

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، دارقطنی اور بیہقی نے محمد بن عبد الرحمٰن عن ثوبان کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انہیں خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فجر کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو سرحان کی دم کی طرح ہوتی ہے وہ کسی چیز کو حلال و حرام نہیں کرتی اور وہ فجر جو افق پر طولاً پھیلتی ہے وہ نماز کو حلال کرتی ہے اور کھانے کو حرام کرتی ہے۔ حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو موصولاً روایت کیا ہے (1)۔

امام دارقطنی، حاکم (انہوں اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا فجر کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ فجر ہے جو کھانے، پینے کو حرام کرتی ہے اور نماز کو حلال کرتی ہے اور ایک وہ فجر ہے جس میں کھانا حلال ہوتا ہے اور نماز حرام ہوتی ہے (2)۔

امام ابن ابن شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو روزہ رکھنا چاہے تو اسے سحری کھانی چاہیے خواہ کوئی چیز بھی کھالے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب ادھر سے رات آجائے اور ادھر سے دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار روزہ کھول دے۔

امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جو روزہ افطار کردے پھر سورج ظاہر ہو جائے تو وہ روزہ قضا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا روزہ رات تک مکمل کرو۔

امام حاکم نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں سویا ہوا تھا، دو شخص میرے پاس آئے، انہوں نے میرے پہلوؤں کو پکڑ لیا اور مجھے ایک خوفناک پہاڑ کے پاس لے گئے۔ مجھے کہا اس پر چڑھو میں نے کہا میں اس پر نہیں چڑھ سکتا۔ انہوں نے کہا ہم اس کو آپ کے لئے آسان بنا دیں گے۔ میں اس کے اوپر چڑھا حتی کہ جب میں پہاڑ کے درمیان میں تھا میں نے سخت آوازیں سنیں، میں نے پوچھا یہ کون سی آوازیں ہیں؟ انہوں نے کہا یہ دوزخیوں کی آوازیں ہیں۔ پھر وہ مجھے لے کر چلے تو ایسی قوم کے پاس پہنچا جو سینوں کے بل لٹکے ہوئے تھے، ان کی باچھیں پھٹی ہوئی تھیں اور ان کی باچھوں سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ کھولنے سے پہلے روزہ کھول دیتے ہیں۔

امام احمد، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے لیلیٰ بشیر بن الخصاصیہ کی بیوی سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں نے دو دن ملا کر روزہ رکھنے کا ارادہ کیا۔ مجھے بشیر نے اس سے منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ملا کر دو دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا نصاریٰ ایسا کرتے تھے لیکن تم روزہ رکھو جیسا اللہ نے تمہیں روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے اور روزہ رات تک مکمل کرو جب رات ہو جائے تو روزہ افطار کرو۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 207　　2۔ سنن الدارقطنی، جلد 2، صفحہ 165 مطبوعہ دار المحاسن قاہرہ

امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن عساکر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو دن اور ایک رات متواتر روزہ رکھا تو جبریل آپ کے پاس آئے اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کا صوم وصال قبول فرمایا ہے اور آپ کے بعد کسی کو یہ اجازت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ۔ رات تک روزہ مکمل کرو۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عائشہ سے فرمایا کہ وہ صوم وصال کو ناپسند فرماتی ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس صوم وصال کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دن کا روزہ فرض کیا ہے فرمایا ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ۔ جب رات آ جائے تم مفطر ہو چاہو تو کچھ کھاؤ چاہو تو نہ کھاؤ (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، نسائی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دین غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ یہود و نصاریٰ (افطار میں) تاخیر کرتے ہیں (3)۔

امام مالک، شافعی، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور ترمذی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ ہمیشہ خیر کے ساتھ رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے (4)۔

امام مالک، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کی آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ فرمایا تم میری مثل نہیں ہو، مجھے کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ اور بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صوم وصال نہ رکھو۔ صحابہ نے عرض کیا آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ فرمایا میں تم جیسا نہیں ہوں میں رات گزارتا ہوں مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے (6)۔

امام بخاری اور ابوداؤد نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ صوم وصال نہ رکھو، جو تم میں سے وصال کا ارادہ کرتا ہو تو سحری تک وصال کرے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں رات گزارتا ہوں تو میرا ایک کھلانے والا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور میرا ایک پلانے والا ہے جو مجھے پلاتا ہے (7)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 331 (9596)　　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 331 (9597)

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 277 (8944)　　4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 278 (8953)

5۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 336، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت　　6۔ ایضاً　　7۔ ایضاً

امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال سے صحابہ کرام پر رحم کرتے ہوئے منع فرمایا۔ صحابہ نے عرض کی آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے (1)۔

امام مالک، ابن ابی شیبہ، بخاری اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ فرمایا تم میں سے کون میری مثل ہے میں رات گزارتا ہوں میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے (2)۔

امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صرف کھانے، پینے سے رکے رہنا روزہ نہیں۔ لغو باتوں اور جماع سے رکنا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی تجھے گالی دے یا جہالت کا مظاہرہ کرے تو تو صرف اتنا کہہ دے میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں۔

امام بخاری، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا جو روزہ دار جھوٹی بات اور جھوٹ پر عمل اور جہالت کو نہیں چھوڑتا اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے اور پینے کے ترک کرنے کی ضرورت نہیں (3)۔

امام حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہت سے قیام کرنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ قیام سے ان کا حصہ صرف بیداری ہوتا ہے اور بہت سے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں کہ اس سے ان کا حصہ صرف بھوک اور پیاس ہوتی ہے۔

امام بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں غیبت روزے کو پھاڑ دیتی ہے اور استغفار اس کو جوڑ دیتا ہے، تم میں سے جو اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ کل وہ ایسے روزے کے ساتھ آئے جس کو جوڑا گیا ہو تو وہ ایسا کرے (یعنی استغفار کرے)

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب تم روزہ رکھو تو اپنے کانوں، اپنی آنکھوں اور اپنی زبان کا جھوٹ سے اور محارم کا روزہ رکھو اور خادم کو تکلیف دینا چھوڑ دو، روزے والے دن تم پر وقار اور سکون ہونا چاہیے۔ اپنے روزے والے دن اور افطار والے دن کو برابر نہ کرو (4)۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے طلق بن قیس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، ابوذر نے فرمایا جب تو روزہ رکھے تو جتنی طاقت رکھتا ہے اپنی حفاظت کر۔ طلق جب روزہ رکھتے تو کمرے میں داخل ہو جاتے تھے اور صرف نماز کے لئے باہر آتے تھے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، دو خصلتیں ایسی ہیں جس نے ان سے حفاظت کر لی اس کا روزہ سلامت ہو گیا (فرمایا وہ دو خصلتیں) غیبت اور جھوٹ ہیں (6)۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں روزہ دار عبادت میں ہوتا ہے

1۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 336، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت		2۔ ایضاً،		3۔ ایضاً جلد 1، صفحہ 326
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 271 (888)		5۔ ایضاً، (8889)		6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 272 (8887)

جب تک غیبت نہیں کرتا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے روزہ نہیں رکھا جو سارا دن لوگوں کے گوشت کھاتا رہا(2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ جھوٹ روزے کو توڑ دیتا ہے(3)۔

امام بیہقی نے حضرت ابوبکرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی یہ ہرگز نہ کہے کہ میں نے سارا رمضان قیام کیا اور اس کا روزہ رکھا۔ پس مجھے معلوم نہیں کہ کیا انہوں نے اپنی تعریف کرنے کو ناپسند فرمایا یا فرمایا سونا یا جاگنا ضروری ہے۔

امام بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ المباشرۃ، الملامسۃ اور المس کا معنی جماع ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس سے چاہتا ہے کنایہ فرماتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ کا ارشاد اس شخص کے متعلق ہے جو مسجد میں رمضان میں یا غیر رمضان میں اعتکاف کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے معتکف پر رات کے وقت یا دن کے وقت جماع حرام کیا ہے حتی کہ اپنا اعتکاف مکمل کرے(4)۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ اعتکاف کی حالت میں مجامعت کرتے تھے حتی کہ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ کا ارشاد نازل ہوا(5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پہلے جب کوئی شخص اعتکاف کرتا تھا تو مسجد سے نکل جاتا تھا اور اگر وہ چاہتا تھا تو جماع کر لیتا تھا پس اس پر یہ آیت نازل ہوئی(6)۔

امام ابن جریر نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ حالت اعتکاف میں اپنی عورتوں سے حقوق زوجیت ادا کرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا(7)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پہلے جب لوگ اعتکاف بیٹھتے تھے تو کوئی شخص پیشاب کی غرض سے نکلتا تھا تو اپنی بیوی سے جماع بھی کر لیتا تھا پھر غسل کرتا تھا پھر اپنی اعتکاف کی جگہ لوٹ آتا تھا۔ پس اس عمل سے منع کیا گیا(8)۔

امام ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں مساجد میں عورتوں سے جماع سے منع کیا گیا جیسا کہ انصار کرتے تھے۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 271 (8889) 2۔ ایضاً، (8890) 3۔ ایضاً، (8888)
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 216 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 216
7۔ ایضاً، 8۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 217

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب معتکف جماع کرے گا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا اور وہ نئے سرے سے اعتکاف کرے گا(1)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے اس معتکف کے بارے میں روایت کیا ہے جس نے اپنی بیوی سے جماع کیا تھا۔ فرمایا وہ نئے سرے سے اعتکاف کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور حتی المقدور قرب الٰہی چاہنے کی کوشش کرے۔

امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے اس معتکف کے بارے روایت کیا ہے جس نے جماع کیا تھا فرمایا وہ دینار صدقہ کرے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن سے ایسے شخص کے متعلق روایت کیا ہے جس نے اعتکاف کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہو، فرماتے ہیں اس کا وہی حکم ہے جو رمضان میں اعتکاف کی حالت میں جماع کر لیتا ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو اعتکاف کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کرے تو اس پر وہی کفارہ ہے جو رمضان میں معتکف پر ہے جب کہ وہ جماع کرے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں معتکف نہ بوسہ لے اور نہ مباشرت کرے(5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں معتکف خرید و فروخت نہ کرے(6)۔

وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِی الْمَسٰجِدِ

امام دار قطنی اور بیہقی نے حضرت زہری عن سعید بن المسیب رحمہ اللہ کے طریق سے اور حضرت عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے رہے حتی کہ آپ کا وصال ہو گیا پھر آپ ﷺ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔ معتکف کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ حاجت انسانیہ کے بغیر مسجد سے نہ نکلے نہ جنازہ کے پیچھے جائے نہ مریض کی عیادت کرے، نہ عورت کو مس کرے، نہ اس سے مباشرت کرے اور اعتکاف صرف مسجد جماعت میں ہے۔ آخری جملہ بعض علماء فرماتے ہیں یہ عروہ کا قول ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں یہ زہری کا کلام ہے اور جنہوں نے اس کو حدیث میں داخل کیا ہے انہیں وہم ہوا ہے۔

امام ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ معتکف گناہوں سے رکنے والا ہے اور اس کے لئے اس طرح اجر جاری ہوتا ہے جیسے تمام نیکیاں کرنے والے کے لئے اجر جاری ہوتا ہے۔ (اس کو بیہقی نے ضعیف کہا ہے)

امام طبرانی نے (الاوسط میں)، الحاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، بیہقی نے (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے) اور الخطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں معتکف

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 338 (9680) 2۔ ایضاً، (9686) 3۔ ایضاً، (9683) 4۔ ایضاً، (9685)
5۔ ایضاً، (9689) 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 339 (9690)

تھے، ایک شخص ان کے پاس کسی کام کے لئے آیا تو آپ اس کے ساتھ چل پڑے اور فرمایا میں نے اس قبر والی ذات ﷺ سے سنا ہے کہ جو اپنے بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلتا ہے اور اس کام کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے تو یہ عمل دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے اور جس نے اللہ کی رضا کے لئے ایک دن اعتکاف کیا اللہ تعالیٰ اس کے اور آگ کے درمیان تین خندقیں بنا دے گا جو زمین و آسمان کے درمیان کی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہوں گی۔

امام بیہقی نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان میں دس دن اعتکاف کیا وہ دو حجوں اور دو عمروں کی طرح ہے۔

امام بیہقی نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں معتکف کے لئے ہر روز حج (کا ثواب) ہے۔ بیہقی فرماتے ہیں حضرت حسن رحمہ اللہ ایسی بات نہیں کرتے تھے مگر جو انہیں کسی سے پہنچی ہوتی تھی۔

امام بیہقی نے حضرت زیاد بن السکن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زبید الیامی اور کچھ لوگ نیروز اور مہرجان کے روز اپنی مساجد میں اعتکاف کرتے تھے پھر کہتے تھے انہوں نے اپنے کفر پر اعتکاف کیا اور ہم نے اپنے ایمان پر اعتکاف کیا (اے اللہ) ہماری بخشش فرما۔

امام بیہقی نے حضرت عطاء الخرسانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں معتکف کی مثال اس محرم کی مثل ہے جو اپنے آپ کو رحمٰن کے سامنے ڈال دیتا ہے اور کہتا ہے اللہ کی قسم میں تیرے در کو نہیں چھوڑوں گا حتی کہ تو مجھ پر رحم فرمائے۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب قضاء الحوائج میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص حسین بن علی کے پاس آیا اور عرض کی کہ ایک کام کے سلسلہ میں میرے ساتھ چلیں، حضرت حسین نے فرمایا میں معتکف ہوں۔ وہ شخص حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سارا واقعہ عرض کیا۔ حضرت الحسن نے فرمایا اگر وہ تیرے ساتھ چل پڑتے تو یہ ان کے اعتکاف سے بہتر تھا اللہ کی قسم کسی کام کے لئے تیرے ساتھ چلنا میرے نزدیک ایک مہینہ اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔

امام بخاری نے جزء التراجم میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کے ساتھ کسی کام کے لئے چلنا میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں اپنی اس مسجد میں ایک مہینہ اعتکاف کروں، جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت کے لئے اس کے ساتھ چلا حتی کہ اس نے اس کی وہ حاجت پوری کر دی تو اللہ تعالیٰ اس دن اس شخص کے قدم ثابت فرمائے گا جس دن قدم لڑکھڑائیں گے۔

امام عبدالرزاق نے حضرت محمد بن واسع الازدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے بھائی کی ایک دن اعانت کی تو یہ اس کے ایک مہینہ اعتکاف سے بہتر ہے۔

امام دارقطنی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جس مسجد کا موذن اور امام ہو اس میں اعتکاف صحیح ہے (1)۔

1۔ سنن الدارقطنی، جلد 2، صفحہ 200، مطبوعہ دار المحاسن قاہرہ

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اعتکاف صرف مسجد میں ہوتا ہے۔

امام دارقطنی اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اعتکاف صرف روزے کے ساتھ ہوتا ہے (1)۔

امام مالک نے قاسم بن محمد اور حضرت نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں چونکہ قرآن کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کا ذکر روزے کے ساتھ کیا ہے اس لئے اعتکاف روزے کے بغیر نہیں ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ معتکف پر روزہ لازم ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اعتکاف نہیں ہے مگر روزے کے ساتھ (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت علی اور حضرت عثمان بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں معتکف پر روزہ واجب نہیں ہے بشرطیکہ اس نے اپنے اوپر روزہ شرط کر لیا ہو (5)۔

امام دارقطنی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا معتکف پر روزہ لازم نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اپنے اوپر خود لازم کرے (6)۔

امام ابن ابی شیبہ اور دارقطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں معتکف مریض کی عیادت کرے، جنازہ میں شامل ہو، جمعہ پڑھنے کے لئے آئے، اپنے گھر والوں کے پاس آئے لیکن ان سے مجلس اختیار نہ کرے۔

امام مالک، بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر مبارک کو میرے حجرے میں داخل کرتے تھے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود مسجد میں ہوتے تھے تو میں آپ کو کنگھی کرتی تھی وہ گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے مگر حاجت کے لئے جب کہ آپ معتکف ہوتے تھے (7)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے (8)۔

امام بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف بیٹھتے تھے اور جس سال آپ کا وصال ہوا تھا اس میں بیس دن اعتکاف کیا تھا (9)۔

امام مالک نے اہل فضل و دین سے روایت کیا ہے کہ وہ رمضان کے آخری دس دن میں اعتکاف کرتے تھے اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس نہ لوٹتے تھے حتیٰ کہ وہ لوگوں کے ساتھ عید میں شریک ہوتے تھے۔

1۔ سنن الدارقطنی، جلد 2، صفحہ 200، مطبوعہ دار المحاسن قاہرہ
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 334 (2925)
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 333 (9620)
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 334 (9620)
5۔ ایضاً، (9624)
6۔ سنن الدارقطنی، جلد 2، صفحہ 199
7۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 345، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
8۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 344
9۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 348

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ علماء پسند کرتے تھے کہ معتکف لیلۃ الفطر بھی مسجد میں گزارے تا کہ صبح کے وقت عیدگاہ کی طرف جانا مسجد سے ہو(1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابومجلز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تولیلۃ الفطر اس مسجد میں گزار جس میں تو نے اعتکاف کیا تا کہ عیدگاہ کی طرف جانا مسجد سے ہو(2)۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے بھائی کو محبت کے ساتھ دیکھا اس کا یہ عمل میری اس مسجد میں ایک سال اعتکاف کرنے سے بہتر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ مستحاضہ تھیں جب کہ وہ معتکف تھیں (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ سے مراد طَاعَةُ اللّٰهِ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ضحاک سے حُدُوْدُ اللّٰهِ کا معنی معصیۃ اللہ روایت کیا ہے یعنی اعتکاف میں مباشرت کرنا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حدود اللہ سے مراد جماع ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے كَذٰلِكَ کے تحت روایت کیا ہے کہ اسی طرح اللہ بیان فرماتا ہے۔

وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴿۱۸۸﴾

''اور نہ کھاؤ ایک دوسرے کا مال آپس میں ناجائز طریقہ سے اور نہ رسائی حاصل کرو اس مال سے (رشوت دے کر) حاکموں تک تا کہ یوں کھاؤ کچھ حصہ لوگوں کے مال کا ظلم سے حالانکہ تم جانتے ہو (کہ اللہ نے یہ حرام کیا ہے)''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس شخص کے متعلق ہے جس کے اوپر کسی کا مال (قرض) ہو لیکن اس کے خلاف گواہی موجود نہ ہو، وہ مال کا انکار کردے اور حکام کے پاس جھگڑا لے جائے حالانکہ وہ جانتا ہو کہ حق اس کے خلاف ہے۔ اور اسے معلوم ہو کہ یہ گناہ ہے تو یہ حرام کھانا ہے(4)۔

امام سعید بن منصور اور عبد بن حمید نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تو جھگڑا نہ کر جب کہ تجھے معلوم ہو کہ تو ظالم ہے۔

امام ابن المنذر نے قتادہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں اپنے بھائی کے مال کا جھگڑا حکام کے پاس نہ لے جا جب کہ تجھے معلوم ہے کہ تو ظالم ہے کیونکہ قاضی کا فیصلہ تیرے لئے کوئی ایسی چیز حلال نہیں کرے گا جو تجھ پر حرام ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں الباطل سے مراد ظلم ہے۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 338 (9678)
2۔ ایضاً، (9679)
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 339 (9700)
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 220

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ امرؤ القیس بن عباس اور عبدان بن اشوع الحضرمی کچھ زمین کے بارے میں جھگڑے اور امرؤ القیس نے قسم اٹھانے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام مالک، شافعی، ابن ابی شیبہ، بخاری اور مسلم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک بشر ہوں اور تم میرے پاس جھگڑا لے کر آتے ہو۔ شاید تم میں سے بعض اپنی دلیل پیش کرنے میں دوسرے سے زیادہ تیز ہو پھر میں اس کے حق میں فیصلہ کردوں اس کے مطابق جو میں نے سنا، پس میں نے جس کے لئے اس کے بھائی کے حق میں فیصلہ کردیا وہ ہرگز نہ لے، میں اس کے لئے آگ کے ٹکڑے کا فیصلہ کروں گا۔

امام احمد نے حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی انسان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کا مال بغیر حق کے لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان پر مسلمان کا مال حرام قرار دیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص کپڑا فروخت کرے پھر اپنے بھائی سے کہے کہ اگر تو اسے ناپسند کرتا ہے تو ایک ہزار کے ساتھ اس کو واپس کردے یہ بھی۔ اسی آیت کے حکم میں آتا ہے کہ اپنے مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عبدرب الکعبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا یہ تمہارے چچا کا بیٹا ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم آپس میں باطل طریقہ سے مال کھائیں اور اپنے آپ کو قتل کریں جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ الخ پس انہوں نے دونوں ہاتھوں کو ملا کر اپنے منہ پر رکھا اور کہا تو اللہ کی اطاعت میں اس کی اطاعت کر اور اللہ کی نافرمانی کی صورت میں اس کی نافرمانی کر۔

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْأَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِىَ مَوَٰقِيتُ لِلنَّاسِ وَٱلْحَجِّ ۗ وَلَيْسَ ٱلْبِرُّ بِأَن تَأْتُوا۟ ٱلْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ ٱلْبِرَّ مَنِ ٱتَّقَىٰ ۗ وَأْتُوا۟ ٱلْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَٰبِهَا ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٨٩﴾

"دریافت کرتے ہیں آپ سے نئے چاندوں کے متعلق (کہ یہ کیونکر گھٹتے بڑھتے ہیں) فرمائیے یہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے لئے اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم داخل ہو گھروں میں ان کے پچھواڑے سے ہاں نیکی تو یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے اور آیا کرو گھروں میں ان کے دروازوں سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اس امید پر کہ کامیاب ہو جاؤ"۔

امام ابن عساکر نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ حضرت معاذ بن جبل اور ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی، ان دونوں کا تعلق انصار سے تھا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چاند کو کیا ہے کہ ظاہر ہوتا ہے تو دھاگے کی مثل باریک ہوتا ہے پھر بڑھتا جاتا ہے حتی کہ بڑا

ہوکر گول ہو جاتا ہے، پھر آہستہ آہستہ گھٹتا جاتا ہے اور باریک ہوتا جاتا ہے حتی کہ پہلے کی طرح ہو جاتا ہے۔ ایک حالت پر کیوں نہیں رہتا تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، یہ لوگوں کے قرض کی ادائیگی، ان کے روزے اور ان کی عید، ان کی عورتوں کی عدت اور وہ شروط جن کے لئے کوئی مدت متعین ہوتی ہے ان سب چیزوں کے وقت کے تعین کے لئے گھٹتا بڑھتا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ چاند کیوں بنائے گئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یہ اس لئے بنائے ہیں تاکہ مسلمان اس کے مطابق اپنے روزے رکھیں، اپنی عید کریں، مناسک حج ادا کریں اور اپنی عورتوں کی عدت کا اندازہ لگائیں اور اپنے قرضوں کا وقت کے تعین کریں۔ مزید اللہ بہتر جانتا ہے جو ان کی تخلیق میں مصلحت ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا چاندوں کی تخلیق کیوں کی گئی؟ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی کہ مسلمانوں کے روزوں اور افطار، حج، مناسک حج، عورتوں کی عدت کا تعین اور قرضہ کی ادائیگی کے وقت کو بیان کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔

امام ابن جریر نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے(2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے چاندوں کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی کہ لوگ ان کے ذریعے اپنے قرض کی ادائیگی کا وقت، عورتوں کی عدت اور اپنے حج کے وقت کا تعین کرسکیں(3)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ چاند تمہارے حج، روزے، قرض کی ادائیگی اور عورتوں کی عدت کی تعین کے لئے بنائے گئے ہیں۔

امام طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ مجھے اس آیت کے متعلق بتائیں تو آپ نے فرمایا لوگوں کی عورتوں کی عدت، قرض کی ادئیگی اور لوگوں کی شروط کے وقت کے تعین کے لئے ہیں۔ نافع نے پوچھا لوگ یہ مفہوم جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ عَلٰی وَقْتٍ مُّسَخَّرَةً   اِذَا قَضَتْ سَفَرًا اسْتَقْبَلَتْ سَفَرًا

(سورج تابع فرماں ہوکر ایک وقت پر چلتا ہے جب ایک سفر ختم کرلیتا ہے تو نیا سفر شروع کردیتا ہے)

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے چاند لوگوں کے وقتوں کے تعین کے لئے بنایا ہے۔ پس تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ اگر تم پر مطلع ابرآلود ہو تو تیس دن مکمل کرو۔

امام احمد، طبرانی، ابن عدی اور دارقطنی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 222   2۔ ایضاً   3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 223

فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے چاند لوگوں کے اوقات کے لئے بنائے ہیں، جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب تم اسے دیکھو تو افطار کرو، اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو تیس دن مکمل کرو۔

لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ الآیہ

امام وکیع، بخاری اور ابن جریر نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ جب زمانہ جاہلیت میں احرام باندھ لیتے تھے تو اپنے گھر میں پچھواڑے سے داخل ہوتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (1)۔

امام الطیالسی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انصار جب حج کرتے تھے پھر لوٹ کر آتے تھے تو اپنے گھر میں پیچھے سے داخل ہوتے تھے۔ ایک انصاری آیا تو وہ دروازے سے داخل ہوا۔ اس پر اعتراض کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے ابن جابر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قریش کو حمس کہا جاتا ہے وہ احرام کی حالت میں اپنے دروازوں سے داخل ہوتے تھے اور انصار اور دوسرے عرب احرام کی حالت میں اپنے گھروں کے دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے۔ اسی اثناء میں کہ رسول اللہ ﷺ ایک باغ میں تھے۔ آپ اس کے دروازے سے باہر تشریف لائے اور آپ کے ساتھ قطبہ بن عامر الانصاری بھی نکلا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ قطبہ بن عامر ایک فاجر شخص ہے کیونکہ وہ آپ کے ساتھ دروازے کے ذریعے باہر نکلا ہے، اس سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تجھے اس عمل پر کس چیز نے برانگیختہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی حضور! میں نے آپ کو جو کرتے دیکھا میں نے بھی وہی کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں تو احمس شخص ہوں۔ اس انصاری نے کہا میرا دین آپ کا دین ہے، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اہل مدینہ کے کچھ لوگ ایسے تھے کہ جب ان میں سے کسی کو اپنے دشمن سے کوئی خطرہ ہوتا تو وہ امن طلب کرتا۔ جب وہ احرام باندھ لیتا تو وہ اپنے گھر کے دروازے سے داخل نہ ہوتا اور اپنے گھر کے پیچھے سے ایک سوراخ بنا لیتا (اور اس سے داخل ہوتا)۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وہاں ایک محرم شخص تھا۔ رسول اللہ ﷺ ایک باغ میں داخل ہوئے، آپ ﷺ اس کے دروازے سے داخل ہوئے تو وہ محرم شخص بھی دروازے سے داخل ہوا۔ اس کو پیچھے سے ایک شخص نے آواز دی اے فلاں تو محرم ہے اور تو لوگوں کے ساتھ دروازے سے داخل ہو گیا ہے۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ محرم ہیں تو میں بھی محرم ہوں۔ آپ احمس ہیں تو میں بھی احمس ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور تمام مسلمانوں کے لئے دروازوں سے داخل ہونے کو حلال فرمادیا (3)

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت قیس بن جبیر النہشلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ جب احرام باندھ لیتے تھے تو باغ میں اور گھر میں دروازے سے داخل نہ ہوتے تھے اور الحمس (قریش) اپنے گھروں کے دروازوں سے داخل ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ایک گھر میں داخل ہوئے تو ایک انصاری شخص رفاعہ بن تابوت آیا اور اس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 224 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 226

نے باغ کی دیوار پھلانگی پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب آپ ﷺ دروازے سے نکلے تو وہ بھی آپ کے ساتھ باہر نکلا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھے اس بات پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے آپ کو دروازے سے نکلتے دیکھا تو میں بھی اس سے نکل پڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تو احمس ہوں۔ رفاعہ نے کہا اگر آپ احمس ہیں تو ہمارا دین تو ایک ہے جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انصار جب عمرہ کا احرام باندھتے تھے تو ان کے اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی تھی جس سے وہ ڈرتے تھے۔ ایک شخص عمرہ کا احرام باندھتا پھر اسے کوئی حاجت لاحق ہوتی تو وہ واپس گھر جاتا۔ اس وقت گھر کے دروازے سے داخل نہیں ہوتا تھا تاکہ اس کے اور آسمان کے درمیان سے کوئی چیز حائل نہ ہو جائے۔ پس وہ پیچھے سے دیوار کا سوراخ کرتا پھر اپنے حجرے میں کھڑا ہو کر اپنی حاجت کا حکم کرتا۔ پھر اسی سوراخ سے نکل جاتا تھا حتی کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے زمانہ میں عمرہ کا احرام باندھا تھا، آپ ﷺ حجرہ میں داخل ہوئے، آپ ﷺ کے پیچھے بنی سلمہ کا ایک انصاری شخص بھی داخل ہوا، نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا میں احمس ہوں اور الحمس (قریش) اس چیز کی پرواہ نہیں کرتے تھے، انصاری نے کہا میں بھی احمس ہوں، میں آپ کے دین پر ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرب لوگ جب حج کرتے تھے تو اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے، وہ اپنے پیچھے سے نقب لگاتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع فرمایا تو آپ تشریف لا رہے تھے تو آپ کے ساتھ ایک مسلمان شخص تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ گھر کے دروازے پر پہنچے اس شخص کو پیچھے روک لیا اور اندر داخل ہونے سے انکار کیا۔ اس شخص نے عرض کی یا رسول اللہ میں احمس ہوں۔ یہ لوگ جو ایسا کرتے تھے ان کو الحمس کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں احمس ہوں۔ پس تو داخل ہو جا تو وہ شخص داخل ہوا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (3)۔

امام سعید بن منصور نے حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں سے جب کوئی شخص اپنے کسی عزیز یا چچازاد کے گھر میں داخل ہوتا تو وہ بالوں کے خیمہ سے پچھلا پردا اٹھا کر داخل ہوتا، اس سے لوگوں کو منع کیا گیا اور انہیں گھروں کے دروازوں سے داخل ہونے اور سلام کرنے کا حکم دیا گیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب کوئی شخص اعتکاف کرتا تو وہ اپنے گھر کے دروازے سے داخل نہ ہوتا۔ پس اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ابن ابی حاتم نے عطاء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل یثرب جب اپنی عید سے واپس لوٹتے تھے تو اپنے گھروں کے پچھواڑے سے داخل ہوتے تھے اور وہ اس کو نیکی تصور کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 224 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 225 3۔ ایضاً

امام عبد بن حمید نے الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا پھر اس سے رک جاتا تو وہ اپنے گھر کے دروازے کی طرف سے داخل نہیں ہوتا تھا حتی کہ وہ کام کر لیتا جس کا اس نے ارادہ کیا ہوتا تھا۔

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾

''اور لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور (ان پر بھی) زیادتی نہ کرنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو''۔

امام آدم بن ابی ایاس (نے اپنی تفسیر میں) اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو عالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو کفار سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لَا تَعْتَدُوْا یعنی عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو نہ بوڑھے کو نہ اسے جو صلح کرے اور اپنا ہاتھ جنگ سے روک لے۔ اگر تم نے ایسے لوگوں کو قتل کیا تو تم زیادتی کرنے والے ہو گے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ جہاد میں کسی جنگ میں ایک عورت مقتولہ پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرما دیا (2)۔

امام ابن ابی اشیبہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نے لوگوں کو جنگ کے لئے بلایا اور پھر مدینہ طیبہ کے قریب ہم نے پڑاؤ کیا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اللہ کا نام لے کر چلو اور اللہ کی رضا کے لئے دشمن سے جنگ کرنا اور کسی بوڑھے فرتوت، کسی معصوم بچے اور کسی عورت کو قتل نہ کرنا اور نہ مال غنیمت میں خیانت کرنا۔

امام وکیع اور ابن ابی شیبہ نے حضرت یحییٰ بن یحییٰ الغسانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عمر بن عبد العزیز کی طرف اس آیت کے متعلق استفسار کر کے لکھا تو انہوں نے فرمایا یہ بچوں اور ان عورتوں کے متعلق ہے جن کی طرف سے تیرے لئے جنگ جاری نہیں ہوئی ہے۔

وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۹۲﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 228 2۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 1098 (2852)، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق

"اور قتل کرو انہیں جہاں بھی انہیں پاؤ اور نکال دو انہیں جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی زیادہ سخت ہے اور نہ جنگ کرو ان سے مسجد حرام کے قریب یہاں تک کہ وہ (خود) تم سے وہاں جنگ کرنے لگیں سو اگر وہ لڑیں تم سے تو پھر قتل کرو انہیں۔ یہی سزا ہے (ایسے) کافروں کی۔ پھر اگر وہ باز آجائیں (تو جان لو کہ) اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم نے حسن سے روایت کیا ہے کہ وَاقْتُلُوْهُمْ میں هُمْ ضمیر کا مرجع مشرکین ہیں۔ الطستی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ان سے ثَقِفْتُمُوْهُمْ کا معنی پوچھا تو انہوں نے فرمایا وَجَدْتُمُوْهُمْ (تم انہیں پالو) نافع نے پوچھا کیا عرب یہ مفہوم جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ کیا تو نے حضرت حسان کا قول نہیں سنا۔

فَاِمَّا　یَثْقَفَنَّ　بَنِیْ　لُؤَیٍّ　جُذَیْمَۃَ　اِنَّ　قَتْلَھُمْ　دَوَاءُ

اگر تم نبی لؤی جزیمہ کو پالو تو ان کو قتل کرنا بھی دواء ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں فتنہ سے مراد شرک ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فتنہ (شرک) جس پر تم قائم ہو وہ قتل سے بڑا ہے۔

امام ابن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فتنہ سے مراد مومن کا بتوں کی عبادت کی طرف لوٹنا ہے یعنی مومن کا بت کی عبادت کی طرف لوٹنا مومن پر اس سے زیادہ سخت ہے کہ وہ اعلائے حق کے لئے شہید ہو جائے (1)۔

امام عبد بن حمید نے ابو بکر بن عیاش کے طریق سے عاصم سے روایت کیا ہے اس آیت میں قتل کے متعلق جتنے صیغے استعمال ہوئے ہیں سب کا تعلق باب مفاعلہ سے ہے اور آخری صیغہ فَاقْتُلُوْهُمْ بغیر الف کے ہے یعنی یہ مجرد باب نصر ینصر سے ہے۔

امام عبد بن حمید نے ابو الاحوص سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابو اسحٰق کو یہ تمام صیغے بغیر الف کے پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

امام عبد بن حمید نے الاعمش سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ کے اصحاب ان تمام صیغوں کو بغیر الف کے پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابو داؤد نے الناسخ میں اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے پہلے حکم ہوا کہ مسجد حرام کے پاس تم خود جنگ کا آغاز نہ کرو پھر یہ حکم منسوخ کر کے فرمایا جہاد کرو حتی کہ فتنہ باقی نہ رہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابو داؤد اور النحاس نے الناسخ میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ (البقرہ: 217) کی آیات، سورۃ توبہ کی آیات فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ: 5) اور وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً (توبہ: 36) کے ساتھ منسوخ ہو گئیں۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فَاِنِ انْتَهَوْا کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیں۔ (2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 229　　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 232

وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

''اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ (وفساد) اور ہو جائے دین صرف اللہ کے لئے۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو (سمجھ لو) کہ سختی (کسی پر) جائز نہیں مگر ظالموں پر''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے کہ فتنہ سے مراد شرک ہے۔ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ یعنی خالص توحید اللہ کے لئے ہو جائے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فتنہ سے مراد شرک ہے۔ فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ یعنی صرف ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، النحاس (نے ناسخ میں) اور ابو الشیخ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ کا حکم پہلے موجود تھا حتی کہ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ کا ارشاد نازل ہوا تو پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ فتنہ سے مراد شرک ہے اور وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا جائے۔ اس کلمہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی اور اسی کی دعوت دی اور ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں حتی کہ وہ کہہ دیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ فرمایا ظالم وہ ہوتا ہے جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے سے انکار کرتا ہے، اس سے جنگ کی جائے گی حتی کہ وہ کہہ دے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

امام ابن جریر نے الربیع سے روایت کیا ہے وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فرماتے ہیں حتی کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے (2)۔

امام ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے الظّٰلِمِيْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے سے انکاری ہوں۔

امام بخاری، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے فتنہ کے دور میں دو آدمی آئے اور کہا لوگوں نے (فساد) کیا ہے اور آپ ابن عمر ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، آپ کو کونسی چیز خروج سے مانع ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی کا خون حرام کیا ہے۔ انہوں نے کہا کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ عبد اللہ بن عمر نے فرمایا ہم نے جہاد کیا حتی کہ فتنہ نہ رہا اور دین خالص اللہ کے لئے ہو گیا اور تم یہ چاہتے ہو کہ تم جہاد کرو حتی کہ فتنہ باقی رہے اور دین غیر اللہ کے لئے ہو جائے۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَ الْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 235　　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 233　　3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 234

اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

''حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کا بدلہ ہے اور ساری حرمتوں میں (فریقین کے رویہ میں) برابری چاہیے تو جوتم پر زیادتی کرے تم اس پر زیادتی کرلو (لیکن) اس قدر جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہو اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور جان لو یقیناً اللہ (کی نصرت) پرہیز گاروں کے ساتھ ہے''۔

امام بخاری نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمر کے پاس آیا اور کہا تجھے کس چیز نے اس بات پر برانگیختہ کیا ہے کہ تم ایک سال حج کرو اور ایک سال عمرہ کرو اور اللہ کے راستہ میں جہاد چھوڑ دو حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ جہاد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کتنی ترغیب دی ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا اے میرے بھتیجے اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، پانچ نمازیں ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔ اس شخص نے کہا کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (الحجرات: 9) اگر اہل ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ اور قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ حضرت ابن عمر نے فرمایا ہم نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایسا کیا تھا اور اس وقت اسلام تھوڑا تھا اور ایک شخص اپنے دین کے بارے میں فتنہ میں مبتلا ہوتا تو لوگ اسے قتل کر دیتے یا اسے عذاب دیتے حتی کہ اسلام کثیر ہو گیا پس فتنہ نہیں رہا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوظبیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص حضرت سعد کے پاس آیا اور کہا کیا آپ لوگوں کے ساتھ مل کر جہاد نہیں کریں گے حتی کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ حضرت سعد نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کیا حتی کہ فتنہ نہ رہا لیکن تو اور ذوالبطین چاہتے ہو کہ میں جہاد کروں تاکہ فتنہ باقی رہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ چھ ہجری کو عمرہ کے ارادہ سے چلے تو مشرکین نے آپ کو بیت اللہ شریف میں داخل ہونے اور اس تک پہنچنے سے روک دیا اور جو آپ ﷺ کے ساتھ مسلمان تھے انہیں بھی آپ کے ساتھ ذی قعدہ کے حرمت والے مہینہ میں روک دیا۔ حتی کہ فیصلہ ہوا کہ آئندہ سال بیت اللہ میں داخل ہوں گے، پس آپ ﷺ اور مسلمان آئندہ سال بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ اسی واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

امام الواحدی نے حضرت الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے ابن عباس نے فرمایا یہ آیت صلح حدیبیہ میں نازل ہوئی۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بیت اللہ سے روک دیا گیا پھر مشرکین نے آپ سے صلح کی اس شرط پر کہ آپ آئندہ سال عمرہ کے لئے آئیں، جب اگلا سال آیا تو آپ ﷺ اور صحابہ کرام نے عمرہ قضاء کی تیاری کی، مسلمانوں کو اندیشہ تھا کہ قریش اپنا وعدہ پورا نہیں کریں گے اور وہ انہیں مسجد حرام سے روکیں گے اور ان سے لڑیں گے صحابہ کرام نے حرمت والے مہینہ میں جنگ کو ناپسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرما دی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام تشریف لائے، انہوں نے ذی القعدہ میں عمرہ کا احرام باندھا اور ان کے ساتھ قربانی کے جانور بھی تھے۔ جب وہ حدیبیہ کے مقام پر تھے تو مشرکین نے انہیں روک لیا، رسول اللہ ﷺ نے اس سال واپس جانے اور آئندہ سال آنے پر صلح کر لی اور یہ بھی شرط طے ہوئی کہ آپ آئندہ سال مکہ میں تین دن رہیں گے اور آپ کے ساتھ اہل مکہ میں سے کوئی نہیں جائے گا۔ یہ معاہدہ طے ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے حدیبیہ کے مقام پر اپنے قربانی کے جانوروں کو ذبح کیا، حلق کرایا یا قصر کرایا۔ جب آئندہ سال آیا تو وہ سب آئے حتی کہ مکہ میں داخل ہوئے اور یہ ذی القعدہ کا مہینہ تھا، انہوں نے عمرہ کیا اور تین دن ٹھہرے اور مشرکین نے فخر کیا تھا جب انہوں نے آپ کو حدیبیہ کے مقام پر روک دیا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے بدلے میں وہی مہینہ عطا فرمایا۔ آپ آئندہ سال مکہ میں اسی مہینہ میں داخل ہوئے تھے جس مہینہ میں انہوں نے آپ کو روکا تھا، ارشاد فرمایا اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ کو ذی قعدہ میں احرام کی حالت میں بلد حرام سے روکنے کی وجہ سے فخر کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو آئندہ سال مکہ مکرمہ میں داخل کیا، آپ ﷺ نے عمرہ قضاء فرمایا اور حدیبیہ کے موقع پر جو وہ حائل ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اس کا بدلہ آئندہ سال دے دیا (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ ذی القعدہ میں عمرہ کی نیت سے تشریف لائے اور ان کے ساتھ قربانی کے جانور بھی تھے، حتی کہ جب حدیبیہ کے مقام پر تھے تو مشرکین نے انہیں روک لیا، پس نبی کریم ﷺ نے ان سے اس بات پر صلح کر لی کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال عمرہ کریں گے، مکہ میں تین دن قیام کریں گے اور وہ ہتھیاروں کو نیاموں میں ڈال کر مکہ میں داخل ہوں گے، مکہ کا کوئی فرد ان کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف نہیں جائے گا صحابہ کرام نے حدیبیہ کے مقام پر اپنے قربانی کے جانور ذبح کیے، حلق کروایا یا قصر کروایا، حتی کہ جب آئندہ سال آیا تو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ذی قعدہ میں ہی عمرہ کرنے تشریف لائے حتی کہ انہوں نے مکہ میں تین دن قیام کیا، مشرکین اپنے اس رویہ پر فخر کر رہے تھے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو واپس کر دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس سال کے بدلے آئندہ سال ذی قعدہ میں ہی اپنے محبوب کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی سعادت بخشی، اسی کے متعلق ارشاد فرمایا اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ (3)۔

امام ابن جریر اور النحاس (الناسخ میں) نے ابن جریر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیبیہ کے روز کا واقعہ ہے جب مشرکین نے نبی کریم ﷺ کو بیت الحرام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا جب کہ آپ ﷺ عمرہ کے ارادہ سے تشریف لائے تھے، تو رسول اللہ ﷺ آئندہ سال عمرہ کے لئے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ پس اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ میں عمرہ پہلے اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ کے عمرہ کا بدل ہے (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 237 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 236 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 238

امام بیہقی نے دلائل میں عروہ اور ابن شہاب رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حدیبیہ کے واقعہ کے بعد آئندہ سال 7 ہجری کو ذی قعدہ میں عمرہ کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اس ذی قعدہ میں ہی مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مسجد حرام سے روکا تھا۔ اللہ نے اسی عمرہ کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسی مہینہ میں عمرہ فرمایا تھا جس میں مشرکین نے آپ کو روکا تھا۔

امام ابوداؤد (الناسخ میں)، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے السنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ اور جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا (شوریٰ: 40) اور لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ (الشوریٰ: 41) اور وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ (النحل: 126) یہ تمام آیات مکہ میں نازل ہوئیں اس وقت مسلمان قلیل تھے اور انہیں ایسی طاقت حاصل نہ تھی جس کے ساتھ وہ مشرکین کو زیر کر سکتے، مشرکین مسلمانوں کو گالیاں دیتے اور اذیتیں پہنچاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جتنی جس کو تکلیف پہنچے اتنا ہی وہ بدلہ لے سکتا ہے یا وہ صبر کرے یا معاف کر دے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت بخشی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں اور اتحاد سے اپنی قوت کو بڑھائیں۔ زمانۂ جاہلیت کی طرح ایک دوسرے سے دشمنی نہ کریں فرمایا وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا (الاسراء: 33) یعنی سلطان اس کی مدد کرے گا حتی کہ وہ ظالم سے اس کو انصاف لے کر دے گا اور جو اپنی ذات کے لئے غلبہ پائے گا وہ عاصی اور حد سے تجاوز کرنے والا ہوگا اور جاہلیت کے عمل کی طرح عمل کرنے والا ہوگا اور وہ اللہ کے فیصلہ سے راضی نہیں ہوا۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ فرمایا اس حرمت والے مہینہ اور حرمت والے شہر میں لڑو جیسا کہ وہ تم سے لڑ رہے ہیں (1)۔

امام احمد، ابن جریر اور النحاس (ناسخ میں) نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شہر حرام میں جنگ نہیں کرتے تھے مگر جب جنگ کی جاتی تھی تو آپ بھی جنگ کرتے تھے۔ جب یہ حرمت والے مہینہ آتے تو آپ ٹھہر جاتے حتی کہ یہ مہینے گزر جاتے۔

وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَ اَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾

"اور خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں اور نہ پھینکو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں اور اچھے کام کیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اچھے کام کرنے والوں سے"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 239

امام وکیع، سفیان بن عیینہ، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ کا مطلب یہ ہے کہ غربت وافلاس کے خوف سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے رک جانا (1)۔

امام وکیع، عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کو ترک کر دینا، خرچ کرو اگرچہ کھجور کا نصف حصہ ہی ہو۔

امام الفریابی، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں التَّهْلُكَةِ یہ نہیں کہ انسان اللہ کے راستہ میں قتل ہو جائے، بلکہ التَّهْلُكَةِ یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں خرچ سے انسان رک جائے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے متعلق نازل ہوئی (3)۔

امام وکیع اور عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے متعلق نازل ہوئی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ اللہ کے راستہ میں چلتے تھے، ایک آدمی زادراہ لیتا تھا اور وہ از روئے زادراہ کے دوسرے سے افضل ہوتا تھا وہ اپنے زاد سے خشک خرچ کرتا تھا حتی کہ اس کے زاد سے کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہتی تھی جس کے ساتھ وہ اپنے ساتھی کی غم خواری اور مدد کرتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (4)۔

امام ابن جریر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ سفر کرتے تھے اور کنجوسی کا مظاہرہ کرتے تھے اور اپنے اموال خرچ نہیں کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے پیسہ خرچ کریں (5)۔

امام عبد بن حمید اور بیہقی نے الشعب میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے یہ آیت بخل کے متعلق نازل ہوئی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ بغیر خرچ کے ان جنگی مہموں پر نکلتے تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ فرماتے تھے۔ پھر یا تو ان کا زادراہ ختم ہو جاتا تھا یا چلنے سے عاجز آ جاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس میں سے خرچ کریں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ التَّهْلُكَةِ یہ ہے کہ لوگ بھوک، پیاس اور چلنے کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں۔ جس کے پاس اضافی مال ہو اس کو فرمایا وَ اَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

امام عبد بن حمید، ابو یعلی، ابن جریر، البغوی (معجم میں)، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن قانع اور طبرانی نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 240 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 241 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 2 صفحہ 241 5۔ ایضاً

الضحاک بن ابی جبیرہ سے روایت کیا ہے کہ انصار اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے تھے اور صدقہ کرتے تھے۔ پس ایک دفعہ قحط پڑ گیا تو ان کی سوچ بدل گئی اور وہ خرچ کرنے سے رک گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام سفیان بن عیینہ اور عبد بن حمید نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرمایا تمہیں مفلسی کا خوف حق میں خرچ کرنے سے نہ روکے۔

امام عبد بن حمید، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے)، نسائی، ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے السنن میں حضرت اسلم ابوعمران رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم قسطنطنیہ میں تھے، اہل مصر پر گورنر عقبہ بن عامر تھے اور شام کے گورنر فضالہ بن عبید تھے۔ پس روم کے بادشاہ کی طرف سے ایک بہت بڑا لشکر نکلا۔ ہم نے ان کے مقابلہ میں صف بندی کی، مسلمانوں کے ایک شخص نے اس لشکر پر حملہ کیا حتی کہ وہ ان میں داخل ہو گیا، لوگ چیخنے لگے اور کہنے لگے سبحان اللہ! اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے۔ ابوایوب صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور کہا اے لوگو! تم لوگ اس آیت کی یہ تاویل کر رہے ہو، یہ آیت ہمارے گروہ انصار کے متعلق نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے دین کو عزت بخشی اور اس کے مددگار زیادہ ہو گئے تو لوگ آہستہ آہستہ آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے مال ضائع ہو چکے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی ہے اور اس کے مددگار کثیر ہیں۔ اگر ہم اپنے اموال کی دیکھ بھال کریں اور جو ضائع ہو چکا ہے اس کی اصلاح کریں (تو بہتر ہوگا)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری بات کا رد نازل فرمایا۔ پس تہلکہ یہ ہے کہ اموال کی دیکھ بھال کی جائے اور اس کی اصلاح کی جائے اور جہاد ترک کر دیا جائے (1)۔

امام وکیع، سفیان بن عیینہ، الفریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ان سے پوچھا گیا اس آیت کا یہی مطلب ہے کہ ایک شخص دشمن سے مقابلہ کرے پھر لڑتے لڑتے شہید ہو جائے؟ براء نے فرمایا نہیں اس سے مراد وہ شخص ہے جو گناہ کرتا رہتا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے اور کہتا ہے اللہ تعالیٰ کبھی میری مغفرت نہیں کرے گا۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن مردویہ، طبرانی، بیہقی نے الشعب میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص گناہ کرتا رہتا تھا پھر کہتا تھا اللہ میری کبھی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تُلْقُوْا الخ۔

امام وکیع، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت عبیدہ السلمانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد مایوسی ہے (2)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں التَّهْلُكَةِ سے مراد اللہ کا عذاب ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبد الرحمن بن الاسود بن عبد یغوث رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے دمشق کا محاصرہ کیا تو ایک شخص نے اکیلے دشمن کی طرف جلدی کی، مسلمانوں نے اس پر اعتراض کیا اور اس کا تذکرہ عمرو بن العاص کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 245 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 244 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 246

سامنے کیا، آپ نے اس شخص کو بلا بھیجا اور واپس لوٹا دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔

امام ابن جریر نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وَ اَحْسِنُوْا کا مطلب یہ ہے کہ فرائض ادا کرو (1) عبد بن حمید نے ابواسحٰق سے اسی طرح روایت کیا ہے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَحْسِنُوْا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن رکھو (3)۔

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ ۚ وَ لَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ٚ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ ۚ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ یَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

''اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ (کی رضا) کے لئے پھر اگر تم گھر جاؤ تو قربانی کا جانور جو آسانی سے مل جائے (وہ بھیج دو) اور نہ منڈاؤ اپنے سر یہاں تک کہ پہنچ جائے قربانی کا جانور اپنے ٹھکانے پر۔ پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اسے کچھ تکلیف ہو سر میں (اور وہ سر منڈا لے) تو وہ فدیہ دیدے روزوں سے یا خیرات سے یا قربانی سے اور جب تم امن میں ہو جاؤ (اور حج سے پہلے مکہ پہنچ جاؤ) تو جو فائدہ اٹھانا چاہے عمرہ کا حج کے ساتھ تو جو اسے میسر ہو قربانی دے۔ پھر جسے قربانی کی طاقت نہ ہو تو وہ تین دن روزے رکھے حج کے وقت اور سات جب تم گھر لوٹ آؤ۔ یہ پورے دس (روزے) ہوئے۔ یہ رعایت اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔ اور ڈرا کرو اللہ سے اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم، ابونعیم (دلائل میں)، ابن عبد البر التمہید میں حضرت یعلی بن امیہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا جب کہ آپ جعرانہ کے مقام پر تھے، اس شخص نے جبہ پہنا ہوا تھا اور اس پر خوشبو کے داغ تھے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں کہ میں عمرہ کیسے کروں۔ پس اللہ تعالیٰ نے وَ اَتِمُّوا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 247 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ نازل فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمرہ کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس نے عرض کی میں یہاں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اپنا جبہ اتار دے اور خوشبو کے اثر کو زائل کر دے پھر جو تو حج میں افعال کرتا ہے عمرہ میں بھی کر۔

امام شافعی، احمد، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت یعلی بن امیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا جب کہ آپ جعرانہ کے مقام پر تھے۔ اس شخص نے جبہ پہن رکھا تھا اور اس پر خوشبو لگی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میں عمرہ کیسے ادا کروں؟ راوی فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ پر وحی کا نزول ہونے لگا پس آپ ﷺ نے کپڑا اوڑھ لیا۔ یعلی فرماتے ہیں میں خواہش کیا کرتا تھا کہ کبھی نبی کریم ﷺ کو ایسی حالت میں دیکھوں کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو، حضرت عمر نے فرمایا کیا تجھے نبی کریم ﷺ کو وحی کی حالت میں دیکھنا پسند ہے (تو دیکھ لے)۔ آپ نے کپڑا اٹھایا تو میں نے آپ کی طرف دیکھا آپ سے آواز آ رہی تھی جیسے جوان اونٹ کی آواز ہوتی ہے جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا عمرہ کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ فرمایا خوشبو کا اثر دھو ڈال اور اپنا جبہ اتار دے اور اپنے عمرہ میں وہ افعال کر جو تو اپنے حج میں کرتا ہے (1)۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، النحاس، حاکم انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ یعنی اپنے گھر سے احرام باندھے (یہ اتمام حج وعمرہ ہے) (2)

امام ابن عدی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اتمام حج وعمرہ یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے احرام باندھو (3)۔

امام عبد الرزاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حج وعمرہ کا اتمام یہ ہے کہ حج اور عمرہ کو علیحدہ علیحدہ ادا کیا جائے اور حج کے مہینوں کے علاوہ کسی مہینہ میں کیا جائے گا۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اس کے لئے حلالی ہونا جائز نہیں حتی کہ وہ اس کو مکمل کرے اور حج کا اتمام دسویں کے دن ہے جب عقبہ پر رمی کر لے اور بیت اللہ کا طواف کر لے تو حلالی ہو جائے گا اور عمرہ کا اتمام یہ ہے کہ جب بیت اللہ کا طواف کر لے اور صفا و مروہ کی سعی کر لے تو حلالی ہو جائے گا (4)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حج وعمرہ کا اتمام وہ احکام ہیں جن کی ادائیگی کا حج وعمرہ میں حکم دیا گیا ہے۔

1۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب ما یفعل بالعمرۃ ما یفعل، جلد 1، صفحہ 241 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 249 3۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 447 (4025) مطبوعہ الکتب العلمیہ بیروت

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 248

امام ابوعبید نے فضائل میں، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن الانباری نے علقمہ اور ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ ان کی قرأت میں اَقِیْمُو الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ اِلَى الْبَيْتِ تھا۔ یعنی حج کرنے والا بیت اللہ کی زیارت اور مناسک حج سے تجاوز نہ کرے اور عمرہ کرنے والا بیت اللہ کی زیارت اور صفا و مروہ کی سعی سے تجاوز نہ کرے (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اَقِیْمُو الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ الْبَيْتِ پڑھا ہے پھر فرمایا عمرہ حج کی طرح واجب ہے (2)۔

امام ابن مردویہ، بیہقی (سنن میں) اور اصبہانی نے الترغیب میں ابن مسعود سے روایت فرمایا ہے کہ تمہیں چار چیزوں کے قیام کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، حج قائم کرو، عمرہ الی البیت قائم کرو، حج اکبر ہے اور عمرہ حج اصغر ہے (3)۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں یزید بن معاویہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں ولید بن عقبہ کے زمانہ میں مسجد میں ایک حلقہ میں بیٹھا تھا جس میں حذیفہ بھی تھے، وہاں کوئی نہ رکاٹ تھی اور نہ کوئی سپاہی تھا۔ اچانک ایک غیبی آواز آئی جو ابو موسیٰ کی قرأت پڑھتا ہے وہ اس زاویہ کی طرف آ جائے جو کندہ کے ابواب کے قریب ہے اور جو عبد اللہ بن مسعود کی قرأت پڑھتا ہے وہ اس زاویہ پر آ جائے جو عبد اللہ کے گھر کے قریب ہے۔ ان دونوں نے سورۂ بقرہ کی آیت میں اختلاف کیا۔ ایک نے اس طرح پڑھا اَتِمُو الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلْبَيْتِ اور ایک نے وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ پڑھا۔ حضرت حذیفہ غصہ میں آ گئے اور ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں پھر آپ کھڑے ہوئے اور یہ حضرت عثمان کا دور خلافت تھا۔ فرمایا تم امیر المومنین کے پاس جاؤ یا میں جاتا ہوں۔ اسی طرح تم سے پہلے لوگ تھے پھر آپ آئے اور بیٹھ گئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا پس آپ نے جنگ کی جس نے غلط روش اختیار کی حتیٰ کہ اللہ نے اپنے دین کو غلبہ دے دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض فرمائی اور لوگوں نے اسلام میں بہت زیادہ طعنہ زنی کی پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ باقی رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر لی۔ پھر لوگوں نے اسلام میں بڑی تیزی سے عیب لگائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کو خلیفہ بنایا۔ آپ نے اسلام کو عدل و انصاف پر قائم فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض فرمائی۔ لوگوں نے اسلام میں تیزی سے طعنہ زنی کی پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان کو خلیفہ بنایا اللہ کی قسم تم اس میں طعنہ زنی کرو گے اور اس تمام دین کو ہی ختم کر دو گے۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وہ اَتِمُّوا الْحَجَّ پڑھتے پھر کلام کو ختم کر دیتے تھے پھر پڑھتے تھے الْعُمْرَةُ لِلّٰهِ یعنی عمرۃ کی ۃ کو رفع کے ساتھ پڑھتے تھے اور فرماتے یہ نفل ہے (4)۔

امام سفیان بن عیینہ، شافعی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ تم حج سے پہلے عمرہ کا حکم دیتے ہو اللہ تعالیٰ نے تو حج کا عمرہ سے پہلے ذکر فرمایا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم مِنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِىْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ (النساء: 11) اس وصیت اور دین میں کس کو پہلے پورا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 248 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 251

3۔ سنن صغیر از بیہقی، باب العمرۃ، جلد 2، صفحہ 141 (1483) 4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب العمرۃ لطوع، جلد 4، صفحہ 349 مطبوعہ دار الفکر بیروت

کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا دین کو۔ فرمایا یہاں بھی اسی طرح ہے (یعنی ذکر بعد میں ہے لیکن ادائیگی پہلے ہے)

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں عمرہ، حج کی طرح واجب ہے اس پر جس کو راستہ کی طاقت ہو (1)۔

امام سفیان بن عیینہ، شافعی (فی الام) اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کی قسم، عمرہ اللہ کی کتاب میں حج سے متصل ہے وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ (2)

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور عبداللہ بن حمید نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تمہیں قرآن میں چار چیزوں کے قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، حج اور عمرہ قائم کرو (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عمرہ چھوٹا حج ہے (4)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی داؤد نے المصاحف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اَقِيْمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلْبَيْتِ پڑھتے تھے پھر فرماتے اللہ کی قسم اگر مجھے اس چیز کا ڈر نہ ہوتا کہ میں عمرہ کے وجوب کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ارشاد نہیں سنا اور نہ میں کہہ دیتا کہ عمرہ حج کی طرح واجب ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عمرہ واجب ہے، اللہ کی مخلوق میں جس کو طاقت ہے اس پر حج اور عمرہ واجب ہیں (5)۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل مکہ کے سوا تمام لوگوں پر عکمرہ واجب ہے، اہل مکہ پر عمرہ واجب نہیں مگر جب وہ بھی کسی افق سے آئیں تو ان پر بھی عمرہ واجب ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کی مخلوق پر حج اور عمرہ واجب ہے اور یہ اس پر واجب ہیں جو طاقت رکھتا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مگر اہل مکہ پر عمرہ واجب نہیں کیونکہ وہ اہل البیت ہیں ان پر حج فرض ہے اور ان کا عمرہ طواف کی وجہ سے ہو جاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور حاکم نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حج اور عمرہ تمام لوگوں پر فرض ہیں سوائے اہل مکہ کے، ان کا عمرہ ان کا طواف ہے۔ پس جس کے درمیان اور حرم کے درمیان وادی کا بطن ہو وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل نہ ہو۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل مکہ پر عمرہ نہیں ہے، عمرہ وہ کرتا ہے جو بیت اللہ کی زیارت اس لئے کرتا ہے تا کہ طواف کرے اور اہل مکہ جب چاہتے ہیں طواف کرتے ہیں۔

1۔ سنن کبری، از بیہقی، جلد 4، صفحہ 351 2۔ سنن صغیر از بیہقی، باب العمرۃ، جلد 2، صفحہ 142 (1486)

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 224 (13661) مطبوعہ مکتبۃ الایمان مدینہ منورہ

4۔ ایضاً، (13659) 5۔ مستدرک حکم، جلد 1، صفحہ 644 (1732) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حج فرض ہے اور عمرہ نفل ہے۔ شافعی (نے الام میں) عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے ابو صالح ماہان الحنفی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حج جہاد اور عمرہ نفل ہے (1)۔

امام ابن ماجہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کیا عمرہ واجب ہے؟ فرمایا نہیں لیکن تمہارے لئے عمرہ کرنا اچھا ہے (3)۔

امام حاکم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حج و عمرہ دونوں فرض ہیں جس سے چاہو آغاز کرلو (4)۔

امام ابن ابی شیبہ اور حاکم نے ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ زید بن ثابت سے حج سے پہلے عمرہ کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ دو نمازیں ہیں اور ایک روایت میں ہے یہ اللہ کے لئے تجھ پر دو عبادتیں ہیں جس سے چاہو آغاز کرلو (5)۔

امام الشافعی نے الام میں حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس خط میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن حزم کو لکھا تھا اس میں تھا کہ عمرہ حج اصغر ہے (6)۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔ فرمایا تو اللہ کی عبادت کیا کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا، نماز قائم کر، زکوۃ ادا کر، رمضان کے روزے رکھ اور حج کر اور عمرہ کر اور اپنے امیر کی بات سن اور اطاعت کر اور تجھ پر اعلانیہ یہ چیزیں واجب ہیں اور خفیہ ادا کرنے سے بچ (7)۔

امام ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کے نزدیک افضل ایمان وہ ہے جس میں شک نہ ہو اور ایسا جہاد افضل ہے جس میں خیانت نہ ہو اور ایسا حج جو مقبول ہو (8)۔

امام مالک (نے مؤطا میں) ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 233 (13645)

2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 460 (2989)، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 223 (13646)

4۔ مستدرک حاکم، کتاب المناسک، جلد 1، صفحہ 643 (1730) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

5۔ ایضاً

6۔ کتاب الام للشافعی، باب باہل تجب العمرہ وجوب الحج، جلد 2، صفحہ 133 مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت

7۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 429 (3975)

8۔ الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان باب فضل الایمان، جلد 1، صفحہ 365 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک جتنے گناہ صغیرہ سرزد ہوتے ہیں دوسرا عمرہ ان کے لئے کفارہ ہے اور مقبول حج کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں ہے(1)۔

امام احمد نے حضرت عامر بن ربیعہ رحمہ اللہ سے اس کی مثل مرفوع روایت نقل کی ہے۔

امام بیہقی نے الشعب میں الاصبہانی نے الترغیب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حاجی جو تسبیح کہتا ہے جو لآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے اور جو اللہ اکبر کہتا ہے ہر ایک کے بدلے خوش خبری دی جاتی ہے(2)۔

امام مسلم اور ابن خزیمہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام پہلے سارے گناہ ختم کر دیتا ہے۔ ہجرت پہلے سارے گناہ ختم کر دیتی ہے اور حج پہلے سارے گناہ ختم کر دیتا ہے(3)۔

امام طبرانی نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور! میں بزدل ہوں اور میں کمزور آدمی ہوں (جہاد نہیں کر سکتا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسے جہاد کی طرف آؤ جس میں کانٹا نہیں ہے اور وہ حج ہے(4)۔

امام عبدالرزاق نے المصنف میں حضرت علی بن حسین سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے جہاد کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تیری ایسے جہاد کی طرف راہنمائی نہ کروں جس میں کانٹا نہیں ہے؟ فرمایا وہ حج ہے(5)۔

امام عبدالرزاق، عبدالکریم الجزری سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ میں بزدل آدمی ہوں، دشمن کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تیری ایسے جہاد کی طرف راہنمائی نہ کرو جس میں جنگ نہیں کرنی پڑتی۔ اس نے عرض کی ضرور کرم فرمائیے۔ فرمایا تجھ پر حج وعمرہ لازم ہے(6)۔

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد افضل عمل ہے کیا ہم (عورتیں) جہاد نہ کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا افضل جہاد مقبول حج ہے(7)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی داؤد (نے المصاحف میں) اور ابن حزیمہ نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ فرمایا ان پر ایسا جہاد ہے جس میں لڑنا نہیں ہے، فرمایا حج اور عمرہ(8)۔

امام نسائی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بوڑھے ضعیف اور عورت کا جہاد حج اور عمرہ ہیں(9)

1۔ صحیح بخاری باب وجوب العمرۃ وفضلھا، جلد 1، صفحہ 238
2۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 472 (4043)
3۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 76، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
4۔ معجم کبیر، جلد 3، صفحہ 135 (2910) مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم، بیروت
5۔ مصنف عبدالرزاق، کتاب الحج، جلد 5، صفحہ 8-7 (8809) مطبوعہ المکتب الاسلام بیروت
6۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 8 (8810)
7۔ صحیح بخاری حج النساء، جلد 1، صفحہ 250
8۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 122 (12655)
9۔ سنن نسائی، باب فضل الحج، جلد 5، صفحہ 14-113، مطبوعہ دار الریان للتراث بیروت

امام ابن خزیمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے۔ حج اور عمرہ کرے غسل جنابت کرے، وضو کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حج ہر کمزور آدمی کا جہاد ہے (1)۔

امام احمد اور طبرانی نے حضرت عمرو بن عبسہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افضل عمل مقبول حج یا مقبول عمرہ ہے (2)۔

امام احمد اور طبرانی نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا اللہ وحدہٗ پر ایمان لانا پھر جہاد پھر مقبول حج تمام اعمال سے افضل ہے۔ اسی طرح جس طرح سورج کے مطلع اور مغرب کے درمیان مسافت ہے (3)۔

امام احمد، ابن خزیمہ، طبرانی (فی الاوسط)، حاکم اور بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مقبول حج کی جزاء جنت ہی ہے۔ عرض کی گئی اس کی مقبولیت کیا ہے؟ فرمایا کھانا کھلانا اور اچھی کلام کرنا اور ایک روایت میں ہے سلام کو پھیلانا (4)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت عبداللہ بن جراد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حج کرو کیونکہ حج گناہوں کو اس طرح دھو دیتا ہے جس طرح پانی میل کو دھو دیتا ہے۔

امام البزار نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حاجی اپنے اہل میں سے چار سو آدمیوں کی سفارش کرے گا اور وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح جس دن اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا (اور وہ گناہوں سے پاک تھا)

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابو القاسم کو یہ فرماتے سنا ہے جو بیت اللہ کے ارادہ سے آئے گا اور اونٹ پر سوار ہوگا تو اونٹ جو قدم اٹھائے گا اور جو قدم رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے لئے ایک نیکی لکھے گا اور ایک خطا معاف فرمائے گا اور ایک درجہ بلند کرے گا حتی کہ وہ بیت اللہ پہنچ کر طواف کرے گا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے گا پھر حلق کرائے گا یا قصر کرائے گا وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسا کہ جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا اور وہ گناہوں سے پاک تھا۔ پس اسے نئے سرے سے عمل کرنے چاہئیں (5)۔

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 416 (2902) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 114 مطبوعہ دار صادر بیروت

3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 342　4۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 479 (4119)

5۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 478 (4115)

امام حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے وفد تین ہیں، غازی، حاجی اور عمرہ کرنے والا (1)۔

امام البزار نے جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے وفد ہیں۔ اس نے انہیں بلایا تو انہوں نے اللہ کی دعوت کو قبول کیا، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ نے انہیں عطا فرمایا۔

امام ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے وفد ہیں، اگر وہ اس سے دعا مانگیں گے تو وہ ان کی دعائیں قبول فرمائے گا، اگر وہ مغفرت طلب کریں گے تو ان کی مغفرت فرمائے گا (2)۔

امام بیہقی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر مکہ کے رہنے والے یہ جان لیتے کہ ان پر حج کرنے والوں کا کتنا حق ہے تو یہ حاجیوں کی آمد پر ان کا استقبال کرتے اور ان کی سواریوں کو چومتے کیونکہ وہ تمام لوگوں میں سے اللہ کا وفد ہیں۔

امام البزار، ابن خزیمہ، طبرانی (فی الصغیر)، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حاجیوں کی بخشش ہو جاتی ہے اور حجاج جس کے لئے دعا کرتے ہیں ان کی بھی بخشش ہو جاتی ہے۔ بعض روایات میں ہے اے اللہ حجاج کی مغفرت فرما اور جس کے لئے حاجی دعا کرے اس کی بھی مغفرت فرما (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور مسدد نے اپنی مسند میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حاجی کی اور حاجی جن کے لئے دعا کرتے ہیں ذی الحجہ، محرم، صفر اور دس دن ربیع الاول کے اوقات میں مغفرت ہو جاتی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کعبہ کے دروازے کے پاس خطبہ دیا اور فرمایا جو اس گھر کی زیارت کے لئے آیا ہو اور وہ اس میں نماز پڑھنے کی غرض سے اس کے قریب آیا ہو حتی کہ اس نے حجر اسود کو استلام کیا ہو تو اس کے پہلے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے اس گھر کا حج کیا اور اس کا مقصود ہی صرف حج ہو تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا اور وہ گناہوں سے پاک تھا۔

امام حاکم نے حضرت ام معقل رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے کہ ان کے خاوند نے اللہ کے راستہ میں ایک اونٹ تیار کیا اور حضرت ام معقل رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے خاوند سے وہ اونٹ مانگا تو اس نے وہ دینے سے انکار کر دیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنا واقعہ عرض کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے خاوند کو حکم دیا کہ اسے اونٹ دے دے اور فرمایا حج و عمرہ بھی فی سبیل اللہ کے زمرہ میں ہیں اور رمضان میں عمرہ ایک حج کے برابر ہے یا فرمایا حج سے کفایت کرتا ہے (4)۔

1۔ مستدرک حاکم، کتاب المناسک، جلد 1، صفحہ 608 (1611)
2۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 476 (4106)
3۔ مستدرک حاکم، کتاب المناسک، جلد 1، صفحہ 609 (1612)
4۔ مستدرک حاکم، کتاب المناسک، جلد 1، صفحہ 657 (1774)

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا تو ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا تو میرے ساتھ حج پر چل۔ خاوند نے کہا میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ میں تیرے ساتھ اس پر سوار ہو کر حج کروں۔ اس عورت نے کہا اپنے اونٹ پر سوار ہو کر میرے ساتھ حج پر چل۔ خاوند نے کہا وہ تو میں نے اپنے لئے اور تیری اولاد کے لئے چھوڑا ہے۔ بیوی نے کہا فلاں اونٹ پر سوار ہو کر میرے ساتھ حج کر، خاوند نے کہا وہ تو اللہ کی راہ کے لئے روکا ہوا ہے، عورت نے کہا اپنی کھجوریں بیچ کر چلو۔ اس نے کہا وہ تو تیری اور میری خوراک ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ مکہ سے لوٹ کر آئے تو اس نے خاوند کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا اور اسے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو میرا سلام عرض کرنا اور پوچھنا کہ آپ کے ساتھ حج کرنے کا کتنا ثواب ہے۔ اس کا خاوند نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا اور سارا واقعہ عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو اس اونٹ پر اس کے ساتھ حج کرتا جس کو تو نے فی سبیل اللہ روکا ہوا تھا تو بھی وہ فی سبیل اللہ ہی ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ عورت کے حج کرنے کی حرص پر تعجب کرتے ہوئے ہنسے اور فرمایا میری طرف سے اسے سلام اور رحمت پہنچانا اور اسے بتانا کہ میرے ساتھ عمرہ کرنا رمضان میں حج کے برابر ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں عمرہ کے دوران فرمایا تیرا اجر تیری تھکاوٹ اور خرچ کے مطابق ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت حبیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک قوم ابوذر کے پاس سے ربذہ کے مقام سے گزری تو آپ نے ان سے فرمایا تمہیں حج نے ہی تھکایا ہے۔ پس نئے سرے سے عمل کرو۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن مسعود نے ایک قوم سے یہ فرمایا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت حبیب بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عطاء سے پوچھا کیا تجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حج کے بعد نئے سرے سے اعمال کرو۔ فرمایا نہیں یہ عثمان اور ابوذر نے کہا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حجاج کا گروہ دیکھا اور فرمایا اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ مغفرت کے بعد ان کے لئے کیا ہے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب حاجی، عمرہ کرنے والا اور غازی تکبیر کہتا ہے تو اس سے متصل بلندی بھی تکبیر کہتی ہے پھر اس سے متصل بلندی تکبیر کہتی ہے حتی کہ افق ختم ہو جاتا ہے۔

امام احمد اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے جلدی کرنی چاہیے کیونکہ کوئی چیز گم ہو سکتی ہے، کوئی فرد مریض ہو سکتا ہے اور کوئی ضرورت پیش آ سکتی ہے (3)۔

امام الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (فرض)

1۔ مستدرک حاکم، کتاب المناسک، جلد 1، صفحہ 658 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 644 (1733)

3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 617 (1645)

حج کے لئے جلدی کرو کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اس کو کیا لاحق ہو جائے گا۔

امام الاصبہانی نے ابوجعفر محمد بن علی عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے حج کو کسی دنیا کی حاجت کے لئے چھوڑا تو وہ حاجیوں کو واپس آئے ہوئے دیکھ لے گا اپنی حاجت کے پورا ہونے سے پہلے اور جو انسان اپنے بھائی کی حاجت روائی کے لئے ساتھ نہیں چلتا خواہ وہ حاجت پوری ہو یا نہ ہو اس کو اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کی مدد پر لگائے گا جو اس سے ناجائز کام کرائے گا اور اس میں اس کا اجر بھی نہیں ہوگا۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا داؤد علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ جو تیرے بندے تیرے گھر کی زیارت کے لئے آتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ فرمایا ہر زائر کا مزور پر حق ہوتا ہے، اے داؤد ان کے لئے یہ ہے کہ میں انہیں دنیا میں عافیت دیتا ہوں اور جب میں ان سے ملاقات کروں گا تو میں انہیں معاف کروں گا۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے یا حج کرتے ہوئے احرام باندھے ہوئے اور تلبیہ کہتے ہوئے چلتا ہے سورج اس کے گناہوں کے ساتھ غروب ہوتا ہے اور وہ شخص گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

امام بیہقی نے الشعب میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حجاج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے وفد ہیں، اگر وہ سوال کرتے ہیں تو انہیں عطا کیا جاتا ہے۔ اگر وہ دعا کرتے ہیں تو ان کی دعا قبول کی جاتی ہے اگر وہ خرچ کرتے ہیں تو انہیں بدل دیا جاتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے جو تکبیر کہنے والا کسی اونچی جگہ پر تکبیر کہتا ہے اور تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا ہے تو اس کے سامنے جو کچھ ہوتا ہے وہ سب تلبیہ و تکبیر کہتے ہیں حتیٰ کہ سلسلہ زمین ختم ہو جاتا ہے (1)۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حجاج کرام اور عمرہ کرنے والے اللہ کے وفد ہیں جو وہ مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرماتا ہے اور ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرماتا ہے اور جو انہوں نے دراہم خرچ کئے ہوتے ہیں ان کے بدلے لاکھوں عطا فرماتا ہے (2)۔

امام البزار، طبرانی اور بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَا اَمْعَرَ حَاجٌّ قَطُّ (کبھی کوئی حاجی فقیر نہیں ہوا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا امعار کا کیا مطلب ہے فرمایا فقیر و تنگ دست ہونا۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے)، نسائی، ابن جریر، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حج و عمرہ کے درمیان متابعت کرو کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح ختم کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے سونے اور چاندی کے خبث کو دور کرتی ہے اور مقبول حج کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں اور جو شخص ایک دن احرام کی حالت میں گزارتا ہے تو سورج اس کے گناہوں کے ساتھ غروب ہوتا ہے (3)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 475 (4104) 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 476 (4105) 3۔ سنن نسائی، کتاب الحج، جلد 5، صفحہ 16-115

امام ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابن جریر اور بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ حج اور عمرہ کے درمیان متابعت رکھو، ان کی متابعت فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتی ہے جس طرح بھٹی لوہے کے خبث (زنگ) کو دور کرتی ہے (1)۔

امام البزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث اسی طرح روایت کی ہے۔

امام الحرث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کی مثل مرفوع حدیث روایت کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد نے حضرت عامر بن ربیعہ رحمہ اللہ سے اسی طرح مرفوع حدیث روایت کی ہے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جس نے تلبیہ کیا اور تکبیر کہی اس کو بشارت دی گئی عرض کی گئی جنت کی؟ فرمایا ہاں۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی احرام باندھنے والے نے احرام نہیں باندھا مگر اس کے گناہوں کے ساتھ سورج غروب ہوا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو بھی اس کے پاس دین ودنیا کی حاجت لے کر آیا وہ اپنی حاجت لے کر واپس لوٹا۔

امام ابویعلی، طبرانی، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو حج وعمرہ کیلئے نکلا اور اسی سفر میں اس کا وصال ہو گیا تو اس پر نہ اعمال کی پیشی ہوگی نہ اس کا حساب ہوگا پس ارشاد ہوگا جنت میں داخل ہو جا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ طواف کرنے والوں پر فخر فرماتا ہے (3)۔

امام الحرث بن اسامہ نے اپنی مسند میں اصبہانی نے الترغیب میں جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مکہ کے راستہ پر جاتے یا واپس آتے ہوئے فوت ہو گیا اس پر نہ اعمال کی پیشی ہوگی اور نہ اس کا حساب ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک حج وعمرہ کا احرام باندھا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو گئے اور اس کے لئے جنت واجب ہو گئی (4)۔

امام بیہقی نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جب حاجی اپنے گھر سے نکلتا ہے اور تین دن سفر کر لیتا ہے یا تین راتیں سفر کر لیتا ہے تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح جس دن اس کی والدہ نے اسے جنم دیا تھا اور اس پر کوئی گناہ نہیں تھا۔ باقی دن اس کے درجات کی بلندی ہوتی ہے اور جس نے کسی میت کو کفن پہنایا اسے جنت کا لباس پہنایا جائے گا۔ جس نے میت کو غسل دیا وہ گناہوں سے پاک ہو گیا اور جس نے میت کی قبر میں مٹی ڈالی تو اس کا چلو اس کے میزان میں پہاڑ سے بھی بھاری ہوگا (5)۔

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 408 (2887) 2۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 449 (4029)
3۔ مسند ابویعلی، جلد 4، صفحہ 152 (4589) 4۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 448 (4026) 5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 478 (4114)

امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ حاجی کا اونٹ جو قدم اٹھاتا ہے اور ہاتھ رکھتا ہے ہر ایک کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے یا ایک گناہ مٹاتا ہے یا اس کا درجہ بلند فرماتا ہے (1)۔

امام بیہقی نے حضرت حبیب بن الزبیر الاصبہانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کیا تجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حجاج نئے سرے سے عمل شروع کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے یہ خبر حضرت عثمان بن عفان اور ابوذر غفاری کی طرف سے پہنچی ہے یہ فرماتے ہیں کہ وہ نئے سرے سے عمل کرتے ہیں (2)۔

امام بیہقی نے الزہری کے طریق سے حضرت سعید بن مسیب عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عمر کے پاس سے گزرا جب کہ وہ حج کر چکا تھا۔ حضرت عمر نے اس سے پوچھا کیا تو نے حج کر لیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ حضرت عمر نے فرمایا ان کاموں سے اجتناب کر جن سے تجھے منع کیا گیا ہے۔ اس شخص نے کہا میں کوشش میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ حضرت عمر نے فرمایا اپنے عمل نئے سرے سے شروع کر (3)۔

امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک حج کی وجہ سے تین شخصوں کو جنت عطا فرماتا ہے۔ میت، اس کی طرف سے حج کرنے والا اور اس کی وصیت کو پورا کرنے والا (4)۔

امام عبدالرزاق نے المصنف میں، ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں اور ابو یعلی اور بیہقی نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندے کے جسم کو میں نے صحت بخشی، میں نے اس کے رزق میں وسعت فرمائی پھر اس پر پانچ سال گزر جائیں اور میری طرف نہ آئے تو وہ محروم آدمی ہے (5)۔

امام ابو یعلی نے خباب بن الارت سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس بندے کے جسم کو میں نے صحت بخشی اس کے رزق میں وسعت فرمائی پھر پانچ سال گزر جائیں اور وہ ان سالوں میں میرے پاس نہ آئے تو وہ محروم ہے (6)۔

امام شافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہر مہینہ میں ایک عمرہ ہے۔

امام عبدالرزاق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب تم جہاد سے واپس آ کر زین اتار دو تو حج و عمرہ کے لئے رخت سفر باندھ لو کیونکہ یہ بھی ایک جہاد ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں روزہ اور نماز بدن کو تکلیف دیتے ہیں اور مال کی مشقت نہیں دیتے ہیں، صدقہ مال کی مشقت دیتا ہے اور بدن کی مشقت نہیں دیتا لیکن میں حج سے زیادہ کوئی دوسرا عمل نہیں جانتا جو مال اور بدن دونوں کی مشقت کا جامع ہو۔

1۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 479 (4116) 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 479 (4117) 3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 479 (4118)
4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 480 (4123) 5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 483 (4133)
6۔ مسند ابو یعلی، جلد 1، صفحہ 444 (1027) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فرماتے ہیں کسی نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہو پھر مرض یا دشمن کی وجہ سے روک دیا گیا ہو تو اس پر میسر ہدی کا ذبح کرنا لازم ہے، خواہ وہ بکری ہو یا اس سے بڑا جانور ہو۔ اگر وہ حج فرض کر رہا تھا تو اس پر اس کی قضا لازم ہے اور اگر نفلی حج کر رہا تھا تو اس پر قضا نہیں ہے۔ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ پھر اگر اس نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا تو اس کو ذبح کرنے کا وقت دسویں ذی الحجہ ہے اور اگر عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا تو اس کا مقام بیت اللہ ہے جب وہ پہنچ جائے (1)۔

امام ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اصحاب محمد ﷺ میں سے جو بیت اللہ سے روک دیا جاتا تھا تو وہ احرام کی حالت میں باقی رہتا تھا حتی کہ اس کی ہدی اپنے مقام پر پہنچ جاتی جب ہدی محل پر پہنچ جاتی تو وہ سر کا حلق کرالیتا (2)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابراہیم عن علقمہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب کوئی شخص حج کا احرام باندھے پھر روک دیا جائے تو وہ میسر ہدی بھیجے۔ اگر اس نے ہدی کے محل تک پہنچنے سے پہلے حلق کروالیا یا خوشبو لگا دی یا دواء کے ساتھ علاج کیا تو اس پر روزوں کا صدقہ کا یا ہدی دینے کا فدیہ ہے اور تین روزے تین دن ہیں۔ صدقہ چھ مسکینوں کے لئے تین صاع ہیں...... ہر مسکین کے لئے نصف صاع ہے اور نسک (ہدی) بکری ہے۔ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ پھر جب تم امن میں ہو جاؤ یعنی جب مرض سے بری ہو جائے تو وہ بیت اللہ کی طرف چل پڑے اس پر حج اور عمرہ ہے۔ اگر کوئی اشہر حج میں حج تمتع کرتے ہوئے واپس لوٹ آیا ہو تو اس پر میسر ہدی بکری ہے۔ اگر وہ بکری نہ پائے تو حج میں تین روزے رکھے اور سات روزے رکھے جب واپس لوٹ آئے۔ ابراہیم فرماتے ہیں میں نے یہ حدیث سعید بن جبیر کے سامنے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عباس نے یہ مکمل حدیث بیان کی تھی (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے المحصر سے مراد وہ شخص ہے جو مکمل روک دیا گیا ہو (4)۔

امام مالک، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میسر ہدی سے مراد بکری ہے (5)۔

امام وکیع، سفیان بن عیینہ، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہدی سے مراد گائے یا اونٹ ہے ان سے پوچھا گیا کیا بکری کافی نہیں ہے فرمایا نہیں (6)۔

امام وکیع، سفیان بن عیینہ، عبد الرزاق، الفریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو انسان ہدی پائے تو کبھی انسان کو ایک اونٹ اور دو اونٹ بھی میسر ہوتے ہیں۔

امام وکیع، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اونٹ، گائے، بھیڑ بکری کی آٹھوں قسموں میں سے جو میسر ہو وہ دے جو بڑی ہو گی وہ افضل ہو گی (7)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 268 | 2۔ ایضاً | 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 293 | 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 255

5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 261 | 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 162 | 7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 259

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اگر انسان خوشحال ہے تو اونٹ اور گائے کی قربانی دے ورنہ بکری کی قربانی دے(1)۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قاسم کے طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ سے مراد بکری ہے۔

امام سفیان بن عیینہ، الشافعی (الام میں)، عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حصر (روکنا) صرف دشمن کی وجہ سے ہوتا ہے اور جس کو کوئی مرض یا تکلیف یا ضلال ہو اس پر کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَإِذَآ أَمِنتُمْ پس امن ہمیشہ خوف سے ہی ہوتا ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ احصار صرف دشمن سے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ احصار صرف جنگ سے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ احصار، مرض یا دشمن یا کسی ایسے امر سے ہے جو روک دے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے ہر وہ چیز جو محرم کو روک دے وہ احصار ہے۔

امام بخاری اور نسائی نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عبید اللہ بن عبد اللہ، سلام بن عبد اللہ نے حضرت ابن عمر سے عرض کی کہ اس سال حج نہ کریں تو بہتر ہے ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ کو بیت اللہ تک نہیں جانے دیا جائے گا۔ یہ وہ دور تھا جب عبد اللہ بن زبیر پر لشکر کشی کی گئی تھی۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے نکلے تھے تو کفار نے ہمیں بیت اللہ تک جانے سے روک دیا تھا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی نحر کی تھی اور سر کا حلق کرایا تھا(3)۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق کرایا اور اپنی ازواج سے حقوق زوجیت ادا کئے اور اپنی ہدی نحر کی حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ سال عمرہ کیا(4)۔

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ

امام بخاری نے حضرت المسور رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق کرانے سے پہلے قربانی کی اور صحابہ کرام کو بھی اسی عمل کا حکم دیا(5)۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بغیر سند کے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ بدل اس پر ہے جس نے حج کو جماع کی وجہ سے توڑا جو عذر کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے روک دیا گیا ہو اس کے لئے حلالی ہونا اور لوٹنا جائز نہیں ہے اگر اس کے پاس پچاس ہدی ہو تو وہ محصر ہے اور وہ ہدی کو آگے بھیجنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہاں ہی ذبح کر دے اگر آگے بھیجنے کی طاقت رکھتا ہو تو اس کے لئے حلالی ہونا جائز نہیں ہے حتی کہ ہدی محل تک پہنچ جائے(6)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 261 2، ایضاً، جلد 2، صفحہ 257 3۔ صحیح بخاری، باب اذا احصر المعتمر، جلد 1، صفحہ 243
4۔ ایضاً، 5۔ ایضاً باب النحر قبل الحق، جلد 1، صفحہ 243 6۔ ایضاً، باب من قال لیس علی المحصر بدل، جلد 1، صفحہ 44-243

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل حدیبیہ کو (آئندہ سال) ہدی کا بدل ساتھ لے جانے کا حکم دیا گیا تھا جس میں وہ حلال ہو گئے تھے، اونٹ اگلے سات کم ہو گئے تھے تو انہیں رخصت دی گئی تھی کہ جو اونٹ نہ پائے وہ گائے خرید لے (1)۔

امام حاکم نے حضرت ابو حاضر حمیری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں اس سال عمرہ کرنے کے لئے نکلا جس سال حضرت ابن الزبیر کا محاصرہ کیا گیا تھا اور میرے ساتھ ہدی بھی تھی، ہمیں حرم میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تو میں نے اسی جگہ اپنی ہدی ذبح کر دی اور حلال ہو گیا جب آئندہ سال آیا تو میں اپنے عمرہ کو قضاء کرنے کے لئے نکلا۔ پہلے میں ابن عباس کے پاس آیا میں نے ان سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے ہدی کا بدل لے جانے کو کہا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو حدیبیہ کے سال ذبح کی گئی ہدایا کا بدل، قضاء کے عمرہ میں لے جانے کا حکم دیا تھا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو ذبح کرنے سے پہلے حلق کرا لے تو وہ خون بہائے۔ پھر بطور دلیل یہ آیت پڑھی وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ۔

امام ابن جریر نے اعرج سے روایت کیا ہے کہ وہ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ اور هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ (المائدہ:95) کو دال کے کسرہ کے ساتھ مشدد پڑھتے تھے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ

امام احمد، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن جریر، طبرانی اور بیہقی نے السنن میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صلح حدیبیہ کے مقام پر احرام کی حالت میں تھے کہ مشرکین نے ہمیں روک دیا اور میرے بال لمبے تھے، جوئیں میرے چہرے پر گرتی تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور پوچھا کیا تجھے یہ جوئیں تکلیف دیتی ہیں میں نے کہا ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا حلق کرا دے۔ فرمایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین دن روزے رکھو، چھ مسکینوں کے درمیان ایک فرق صدقہ کرو، یا میسر ہدی دو (3)۔

امام ابو داؤد نے الناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا الخ کی وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ سے استثناء فرمائی ہے۔

امام وکیع، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں کعب بن عجرہ کے پاس بیٹھا تھا تو میں نے اس آیت ففدیة طعام الخ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ میرے متعلق نازل ہوئی ہے میرے سر میں اذیت (تکلیف) تھی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو جوئیں میرے چہرے پر بکھری ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں آپ میں یہ کیا تکلیف دیکھ رہا ہوں۔ کیا تیرے پاس بکری نہیں ہے میں نے عرض کی نہیں فرمایا تین روزے رکھ یا چھ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 660 (1785) 2۔ ایضاً (1786) 3۔ صحیح بخاری، باب قول اللہ فمن کان منکم مریضا، جلد 1، صفحہ 244

مساکین کو کھانا کھلا اس طرح کہ ہر مسکین تو نصف صاع کھانا ملے اور اپنے سر کا حلق کروا لے۔ پس اس کا نزول خاص میرے لئے ہے اور تمہارے لئے عام ہے (1)۔

امام ترمذی اور ابن جریر نے حضرت کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی اس سے میری ذات ہی مراد تھی۔ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے پوچھا کیا تجھے جوئیں تکلیف دیتی ہیں میں نے کہا ہاں، پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (2)۔

امام ابن مردویہ اور الواحدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب ہم حدیبیہ کے مقام پر اترے تو کعب بن عجرہ آئے جب کہ ان کے چہرے پر سر کی جوئیں بکھری ہوئی تھیں۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے ان جوؤں نے بہت تنگ کر رکھا ہے پس اس جگہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا النسك سے مراد بکری ہے اور روزے تین ہیں اور کھانا چھ مساکین میں ایک فرق ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا سے مراد وہ شخص ہے جس کی مرض شدید ہو۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مریض سے مراد وہ شخص ہے جس کے سر میں کوئی تکلیف یا زخم ہو یا سر میں اذیت ہو۔ اور الاذی سے مراد جوئیں ہیں۔

امام وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عطاء سے پوچھا اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ سے کیا مراد ہے فرماتے ہیں جوئیں اور دوسری تکالیف جو سر میں ہوں (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عجرہ سے پوچھا کیا تیرے سر کی جوئیں تجھے تکلیف دیتی ہیں انہوں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا سر کا حلق کروا دے اور فدیہ دے دے، تین دن روزے رکھ یا چھ مساکین کو کھانا کھلا دے یا بکری ذبح کر دے (4)۔

امام ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا روزے تین ہیں۔ صدقہ تین صاع چھ مساکین کو دینے ہیں اور نسک سے مراد بکری ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابن عباس سے یہی روایت فرمایا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی نے سنن میں ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن میں جہاں اَوْ، اَوْ استعمال ہوا ہے وہاں اختیار ہے۔ پس جو جو احکام ہیں وہ ترتیب وار ہیں (6)۔

امام ابن المنذر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن میں جہاں بھی اَوْ، اَوْ استعمال ہوا ہے وہ اختیار ہے۔

1۔ صحیح مسلم، باب جواز حلق الرأس للمحرم، جلد 1، صفحہ 382، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 278
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 274
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 280
5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 282
6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 284

امام شافعی نے الام میں حضرت ابن جریج عن عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے قرآن میں جہاں بھی اَوْ، اَوْ آیا ہے تو مکلّف کو اختیار ہے جو چاہے کرلے، ابن جریج فرماتے ہیں لیکن اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ (المائدہ: 33) میں اختیار نہیں ہے (1)۔

امام شافعی اور عبد بن حمید نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن میں جہاں اَوْ، اَوْ آیا ہے اس میں مکلّف کو اختیار ہے جو چاہے کرے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے عکرمہ اور ابراہیم سے اور عبد بن حمید نے مجاہد اور ضحاک سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فرماتے ہیں جس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا (3)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تمتع سے مراد حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا ہے۔ ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ کی قسم تمتع وہ نہیں ہے جو تم کرتے ہو بلکہ تمتع یہ ہے کہ کوئی شخص حج کا احرام باندھے پھر دشمن یا مرض یا کسی عضو کے ٹوٹنے کی وجہ سے روک دیا جائے حتی کہ ایام حج گزر جائیں پھر وہ آئے اور حج کو عمرہ بنادے پھر آئندہ سال آئے تو عمرہ اور حج کرے اور ہدی تو تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ سے یہ مراد ہے (4)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمتع اس شخص کے لئے ہے جو روک دیا گیا ہو اس کے لئے نہیں جو چھوڑ دیا گیا ہو، ابن عباس نے فرمایا کہ یہ اس کے لئے ہے جو محصر ہو اس کے لئے نہیں جس کو چھوڑ دیا گیا ہو (5)۔

امام ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ جس نے عمرہ کو مؤخر کیا حتی کہ حج کے ساتھ اس کو جمع کیا تو اس پر ہدی لازم ہے (6)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں متعہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ لوگ اس میں عورتوں اور کپڑوں سے متمتع ہوتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے اہل اور کپڑوں سے متمتع ہوتے ہیں۔

امام عبد بن حمید نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل مدینہ جب حج کرتے تھے تو کہتے تھے اِذَا عَفَا الْوَبَرُ، وَتَوَلَّى الدَّبَرُ وَدَخَلَ صَفَرُ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرَ یعنی جب بال لمبے ہو جائیں گے، اونٹوں کے زخم ٹھیک ہو جائیں گے اور صفر کا مہینہ داخل ہو جائے گا تو عمرہ کرنے والوں کے لئے عمرہ حلال ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اہل جاہلیت کے عمل کو تبدیل کرنے کا حکم دیا اور لوگوں کو حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کی رخصت عطا فرمائی۔ ابن المنذر نے ابو جمرہ سے روایت کیا

1۔ کتاب الام، باب حل لمن اصاب الصید ان یغریہ بغیر، جلد 2، صفحہ 188 2۔ ایضاً 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 295
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 292 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 293 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 294

ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس سے کہا میں نے حج کے ساتھ عمرہ بھی کیا ہے اور میرے پاس چالیس درہم ہیں، ان کے ساتھ میں نے یہ یہ معاملات کرنے ہیں اور اس سے خرچہ بھی پورا کرنا ہے اب میں کیا کروں؟ ابن عباس نے فرمایا تو روزے رکھ۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حج تمتع کرنے والا ساتویں، آٹھویں اور نویں ذی الحجہ کو تین روزے رکھے، اگر اس سے ان دنوں کے روزے فوت ہو گئے ہوں تو ایام تشریق کے روزے رکھے(1)۔

امام وکیع، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ وہ ساتویں، آٹھویں اور نویں ذی الحجہ کو روزہ رکھے اگر یہ نہ رکھ سکے تو منی کے دنوں کے روزے رکھے کیونکہ یہ بھی حج سے ہیں(2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے علقمہ، مجاہد اور سعید بن جبیر سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں متمع کے لئے احرام باندھنے سے لے کر نویں ذی الحجہ تک تین روزے رکھنے ہیں(3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب حج تمتع کرنے والا ہدی نہ پائے تو اس پر نویں ذی الحجہ سے پہلے تین روزے حج کے دوران رکھنے واجب ہیں۔ اگر نویں کے دن تیسرا روزہ ہو تو اس کے روزے مکمل ہو گئے۔ پھر سات روزے گھر واپس آ کر رکھے(4)۔

امام مالک اور شافعی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں روزے حج تمتع کرنے والے پر ہیں جو ہدی کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ حج کا احرام باندھنے سے لے کر عرفہ کے دن تک روزے رکھ لے، اگر ان دنوں میں روزے نہ رکھ سکا ہو تو منی کے ایام میں روزے رکھے(5)۔ مالک اور شافعی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، ابن جریر، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے کہ ایام تشریف میں روزے رکھنے کی اجازت نہیں ہے مگر ایسا شخص ان دنوں میں روزے رکھ سکتا ہے جس نے حج متمتع کیا ہو اور اس کے پاس ہدی نہ ہو(6)۔

امام ابن جریر، بیہقی اور دارقطنی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج تمتع کرنے والے کو ایام تشریف کے روزے رکھنے کی اجازت فرمائی جب کہ اس کے پاس ہدی نہ ہو اور وہ ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں روزے نہ رکھ سکا ہو(7)۔

امام دارقطنی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ دس ذی الحجہ سے پہلے تین روزے رکھے اگر وہ تین روزے ان ایام میں نہ رکھ سکا ہو تو وہ ایام تشریق کے روزے رکھے(8)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 296 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 298

5۔ کتاب اللام، باب الاعواز من ھدی المتعۃ ووقتہ، جلد 2، صفحہ 189 6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 299

7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 300 8۔ سنن الدارقطنی، باب القبلۃ للصائم، جلد 2، صفحہ 186، (32)

امام مالک اور ابن جریر نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن حذافہ بن قیس کو بھیجا اور انہوں نے ایام تشریق میں یہ اعلان کیا کہ یہ ایام کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے لئے ہیں لیکن جس پر ہدی کا بدل روزے ہوں تو وہ ان دنوں میں روزے رکھ سکتا ہے(1)۔

امام دارقطنی نے حضرت زہری بن سعید بن المسیب عن عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قوم کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ وہ منی میں طواف کریں۔ پس لوگوں نے ندا دی کہ یہ ایام کھانے، پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے متعلق ہیں۔ پس ان دنوں میں کوئی روزہ نہ رکھے لیکن جس نے ہدی کے بدل کے طور پر روزہ رکھا ہو تو اس کے لئے جائز ہے(2)۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حج تمتع کرنے والے کے لئے تین روزے صرف احرام کی حالت میں جائز ہیں(3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں متمتع روزے نہ رکھے مگر ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں۔ ابن ابی شیبہ نے ابن ابی نجیح سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجاہد نے فرمایا متمتع اگر چاہے تو ایک روزہ شوال میں اور ایک روزہ ذی العقدہ میں رکھ لے۔

حضرت طاؤس اور عطاء فرماتے ہیں یہ تین روزے صرف ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں رکھے، مجاہد فرماتے ہیں اشہر حج میں یہ روزے رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام بخاری اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے حاجی کے متعہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا مہاجرین اور انصار اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات نے حجۃ الوداع کے موقع پر احرام باندھا ہوا تھا، ہم نے تلبیہ کہا پھر جب مکہ مکرمہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے حج کے احراموں کو عمرہ بنا دو لیکن جنہوں نے ہدی کو قلادہ پہنایا ہے اس کے لئے یہ حکم نہیں۔ پس ہم نے طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، پھر ہم اپنی عورتوں کے پاس آئے اور ہم نے کپڑے پہن لئے فرمایا جس نے ہدی کو قلادہ پہنایا ہو وہ حلال نہ ہوگا حتی کہ اس کی ہدی اپنے مقام پر پہنچ جائے پھر ہمیں آٹھویں ذی الحجہ کی شام حج کا احرام باندھنے کا حکم فرمایا جب ہم مناسک حج سے فارغ ہوئے تو ہم نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا، صفا و مروہ کی سعی کی اور ہم اپنی عورتوں کے پاس آئے اور ہم نے اپنے لباس پہن لئے۔ پس ہمارا حج مکمل ہو گیا اور ہم پر ہدی واجب ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ۔ اور بکری اس میں کفایت کرتی ہے۔ پس ایک سال میں لوگوں نے حج و عمرہ کی دو عبادتیں اکٹھی کیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے نبی مکرم ﷺ کی سنت میں یہ حکم وارد فرمایا اور اہل مکہ کے سوا باقی تمام لوگوں کے لئے عمرہ و

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 301 — 2۔ سنن الدار قطنی، باب القبلۃ للصائم، جلد 2، صفحہ 187 (35)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 302

حج اکٹھے کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ فرمایا ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ حج کے مہینوں سے مراد شوال ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں پس جس نے ان مہینوں میں عمرہ اور حج اکٹھے کئے ان پر دم یا روزے واجب ہیں۔ الرَّفَثُ سے مراد جماع ہے الفسوق سے مراد گناہ ہیں اور الجدال سے مراد جھگڑا ہے (1)۔

امام مالک، عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے حج کے مہینوں یعنی شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے مہینوں میں عمرہ کیا وہ متمتع ہے اس پر ہدی واجب ہے یا ہدی نہ ہو تو روزے واجب ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرمایا جس نے شوال یا ذی قعدہ میں عمرہ کیا پھر وہاں ٹھہرا رہا حتی کہ اس نے حج بھی کر لیا تو وہ متمتع ہے اس پر میسر ہدی واجب ہے اور جو ہدی نہ پائے اس پر تین روزے (حج کے دوران) واجب ہیں اور سات روزے جب کہ وہ گھر لوٹ آئے اور جس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا پھر واپس لوٹ آیا تو وہ متمتع نہیں ہے یہ حکم اس لئے ہے جو ٹھہرا رہے اور لوٹ کر نہ آئے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا جب حج کے مہینوں میں عمرہ کرے پھر وہاں ٹھہرا رہے تو وہ متمتع ہے اگر لوٹ آئے تو متمتع نہیں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صحابہ کرام جب حج کے مہینوں میں عمرہ کرتے تو اس سال حج نہ کرتے اور نہ ہدی دیتے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا پھر واپس لوٹ آیا پھر اسی سال حج کیا تو وہ متمتع نہیں ہے یہ حکم اس کے لئے ہے جو وہاں عمرہ کرنے کے بعد ٹھہرا رہے اور واپس گھر نہ آئے۔

امام حاکم نے حضرت ابی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وہ فصیام ثلاثة ایام متتابعات پڑھتے تھے۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ کے تحت روایت کیا ہے جب تم اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ آؤ۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے اس جملہ کے تحت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ جب تم اپنے شہروں کی طرف لوٹ آؤ (2)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب تم اپنے شہروں کی طرف لوٹ آؤ جہاں بھی ہو۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ رخصت ہے اگر چاہے تو راستہ میں رکھ لے چاہے تو گھر آ کر رکھے اور ان سات روزوں کو متفرق نہ رکھے (3)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عطاء اور حضرت حسن رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے عطاء نے کہا اگر چاہے تو راستہ میں رکھے اور حسن نے کہا ہے جب تم اپنے شہر لوٹ آؤ تو رکھو۔

1۔ صحیح بخاری، باب ذلک لمن یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام، جلد 1، صفحہ 14-213　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 305

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 304

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا اگر مکہ میں ٹھہرا ہوا ہے تو وہاں بھی چاہے تو رکھ سکتا ہے۔

امام وکیع اور ابن ابی شیبہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اگر چاہے تو یہ روزے متفرق رکھے۔

امام ابن جریر نے الحسن رحمۃ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہدی کا کامل بدل ہیں (1)۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر حج تمتع فرمایا تھا اور ہدی دی تھی، ہدی آپ ذوالحلیفہ سے ساتھ لے گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام باندھا لوگوں نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا۔ لوگوں میں سے کچھ وہ تھے جو ہدی ساتھ لے کر آئے تھے اور کچھ ہدی ساتھ لے کر نہیں آئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائے تو لوگوں سے فرمایا جو تم میں سے ہدی لے کر آیا ہے وہ حلال نہیں ہوسکتا حتی کہ وہ حج ادا کرے اور جو ہدی ساتھ نہیں لائے وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کریں اور قصر کرا دیں اور حلال ہو جائیں پھر حج کا احرام باندھ لیں اور جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ حج کے دوران تین روزے رکھے اور سات روزے رکھے جب اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جائے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور مسلم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آیت تمتع قرآن حکیم میں نازل ہوئی اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا پھر حج تمتع کو منسوخ کرنے والی کوئی آیت نازل نہ ہوئی اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال تک حج تمتع سے منع فرمایا پھر ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا اظہار کیا (3)۔

امام مسلم نے ابونضرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تمتع کا حکم کرتے تھے اور ابن الزبیر اس منع کرتے تھے جب اس کا ذکر جابر بن عبداللہ کے سامنے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ حدیث تو میرے ہاتھوں لوگوں میں پھیلی ہے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا پھر جب حضرت عمر کھڑے ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جو چاہتا ہے حلال فرماتا ہے ان چیزوں میں سے جو چاہتا ہے اور قرآن اپنی منازل میں نازل ہوا پس حج اور عمرہ مکمل کرو جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے اور اپنے حج کو اپنے عمرہ سے علیحدہ کرو کیونکہ اس طرح تمہارا حج بھی مکمل ہوگا اور تمہارا عمرہ بھی مکمل ہوگا (4)۔

امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بطحاء میں آیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تو نے کس کا احرام باندھا ہے؟ میں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احرام جیسا احرام باندھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ہدی ساتھ لائے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا بیت اللہ کا طواف کر اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر کے حلال ہو جا۔ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا صفا و مروہ کے درمیان سعی کی پھر میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس آیا اس نے مجھے کنگھی کی اور میرے سر کو دھویا میں ابوبکر اور عمر کے زمانہ خلافت میں اسی کے مطابق لوگوں کو فتویٰ دیتا تھا میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 305
2۔ صحیح مسلم، باب وجوب الدم علی التمتع، جلد 1، صفحہ 403
3۔ ایضاً، باب جواز التمتع، جلد 1، صفحہ 403
4۔ صحیح مسلم، باب جواز ادخال الحج علی العمرۃ، جلد 1، صفحہ 393

موسم حج میں کھڑا تھا ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کیا تو نہیں جانتا جو امیر المومنین نے حج کے متعلق نئی بات نکالی ہے۔ میں نے کہا اے لوگو! جن کو ہم نے فتویٰ دیا ہے اسے اس کی تائید کرنی چاہیے۔ یہ امیر المومنین تمہارے پاس آنے والے ہیں پس تم ان کی اقتداء کرو۔ جب حضرت عمر آئے تو میں نے کہا اے امیر المومنین یہ آپ نے حج کے متعلق کیا نئی بات نکالی ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں تو اللہ کا ارشاد ہے اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ۔ اور اگر ہم اپنے نبی کی سنت پر عمل کریں تو کوئی شخص حلال نہ ہو حتی کہ ہدی ذبح کرلے (1)۔

امام اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اور احمد نے حضرت الحسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عمر بن خطاب نے حج تمتع سے منع کرنے کا ارادہ کیا تو ابی بن کعب نے انہیں کہا کہ یہ تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔ اس کے متعلق کتاب اللہ نازل ہو چکی ہے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا تھا۔ پس عمر اتر آئے (اور اعلان نہ کیا)

امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حج تمتع سے منع فرماتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا حکم دیتے تھے۔ حضرت عثمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں بات کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا تھا۔ حضرت عثمان نے کہا ہاں لیکن ہم (اس وقت) خوفزدہ ہوتے تھے (2)۔

امام اسحٰق بن راہویہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے حج تمتع کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ہمارے لئے جائز تھا تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حج تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کے ساتھ خاص تھا (3)۔

امام مسلم نے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے دو متعے ہمارے ساتھ خاص تھے یعنی عورتوں سے متعہ اور متعۃ الحج (4)۔

امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے درمیان متعہ کے متعلق اختلاف ہوا جب کہ وہ دونوں عسفان میں تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم ایسے عمل سے منع کرنا چاہتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے مسلہ پر اڑا ہوا دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں (حج اور عمرہ) کا اکٹھا تلبیہ کہا (5)۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابو جمرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرمایا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مجھے حج تمتع کرنے کا حکم فرمایا میں نے ان سے ہدی کے متعلق پوچھا تو فرمایا اس میں اونٹ یا گائے یا بکری ہے یا بدنہ میں شراکت ہے۔ فرمایا کچھ لوگ اس کو (حج تمتع) ناپسند کرتے تھے پس میں سویا تو میں نے خواب میں

1۔ صحیح مسلم، باب جواز تعلیق الاحرام، جلد 1، صفحہ 401 2۔ ایضاً، باب جواز التمتع، جلد 1، صفحہ 401 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 402
4۔ ایضاً 5۔ صحیح مسلم، باب جواز التمتع، جلد 1، صفحہ 402

دیکھا کہ ایک انسان منادی کر رہا ہے حج مبرور اور مقبول حج تمتع ہے۔ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اپنا خواب سنایا۔ انہوں نے کہا اللہ اکبر (یہ) ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے (1)۔

امام حاکم (انہوں نے اس کو صحیح بھی کہا ہے)، مجاہد اور عطاء رحمہما اللہ کے طریق سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ جب لوگوں میں بات پھیل گئی تو ہم حج کرنے کے ارادہ سے نکلے حتی کہ ہمارے حلال ہونے سے صرف چند راتیں باقی تھیں تو ہمیں حلال ہونے کا حکم دیا گیا ہم نے کہا کیا ہم میں سے کوئی عرفہ کی طرف جائے گا اور اس کی شرم گاہ سے منی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے، جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطاب فرمایا۔ کیا اے لوگو! تم مجھے اللہ کے بارے بتاتے ہو اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اگر مجھے اس حکم کا پہلے علم ہوتا تو میں ہدی ساتھ لے کر نہ آتا اور میں بھی حلال ہو جاتا جس طرح لوگ حلال ہوئے ہیں۔ پس جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اور سات روزے رکھے جب اپنے گھر کی طرف لوٹ جائے۔ پس جو ہدی پائے وہ اسے نحر کرے۔ پس ہم سات افراد کی طرف سے ایک اونٹ نحر کرتے تھے۔ عطاء فرماتے ہیں ابن عباس نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن صحابہ کرام میں بکریاں تقسیم فرمائی تھیں، پس حضرت سعد بن ابی وقاص کے حصہ میں بکرا آیا تھا جس کو آپ نے خود ذبح کیا تھا (2)۔

امام مالک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حج سے پہلے عمرہ کرنا اور ہدی دینا میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ذی الحجہ میں حج کے بعد عمرہ کروں۔

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے ان قریبی چھ علاقوں کے لوگ ہیں۔ عرفہ، عرنہ، رجیع، نخلتان، مرالظہر ان اور ضجنان۔ مجاہد فرماتے ہیں اس سے مراد اہل حرم ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اہل حرم ہیں (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تمام حرم مسجد حرام ہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

امام الازرقی نے عطاء بن ابی رباح سے روایت کیا ہے کہ ان سے مسجد حرام کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا وہ تمام حرم ہے۔

امام الازرقی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مسجد حرام جس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھی وہ حزورہ سے مسعیٰ تک اور سیل جیاد کے مخرج تک تھی۔

امام الازرقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم اللہ کی کتاب میں پڑھتے ہیں کہ مسجد

1۔ صحیح بخاری، باب فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج، جلد 1، صفحہ 228 2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 647 (1742)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 307

حرام کی حد الحزورہ سے المسعیٰ تک ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں احصار میں مسجد حرام کے رہنے والوں میں سے کسی کے لئے رخصت نہیں ہے کیونکہ جب کوئی مریض ہو جائے گا تو اسے اٹھا کر لے جائے گا اور وقوف عرفات اور طواف اٹھا کر کرایا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے حاضری المسجد الحرام سے مراد اہل مکہ ہیں ان کے لئے حج تمتع جائز نہیں اور مشعر کے قریب ہونے کی وجہ سے ان پر احصار بھی نہیں ہے۔

امام الازرقی نے حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں میں نے عطاء سے پوچھا حج تمتع کس کے لئے جائز ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ پس وہ دیہات جو مسجد حرام کے قریب ہیں جن کے رہنے والے حج تمتع نہیں کر سکتے وہ مکہ کے یہ قریبی علاقے ہیں۔ نخلتان، الظہران، عرفہ، ضجنان اور رجیع وہ دیہات جو مسجد حرام کے ضمن میں نہیں ہیں ان کے رہنے والے حج تمتع کر سکتے ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو ان کے لئے سفر کی مسافت بنتی ہے اور سفر کی مسافت وہ ہے جس میں نماز قصر کرنی پڑتی ہے مثلاً عسفان، جدہ، رہاط اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے شہر ہیں۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل مکہ کے علاوہ تمام لوگوں کے لئے حج تمتع کرنا جائز ہے اور اس کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (1)

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے تھے اے اہل مکہ حج تمتع تمہارے لئے نہیں ہے یہ اہل آفاق کے لئے حلال کیا گیا ہے اور تم پر حرام کیا گیا ہے تم میں سے کوئی ایک وادی طے کرتا ہے پھر عمرہ کا احرام باندھ لیتا ہے (2)۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کنواری عورت حج میں عمرہ کر سکتی ہے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے اس کو رخصت دی ہے اگر وہ مسجد الحرام کے رہنے والوں سے نہ ہو۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل مکہ پر حج تمتع میں ہدی نہیں ہے پھر دلیل کے طور پر یہ آیت پڑھی۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت طاؤس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل مکہ پر حج تمتع نہیں ہے پھر مذکورہ آیت پڑھی۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل مکہ پر متعہ نہیں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل مکہ اور جو مکہ کو وطن بنا لے ان کے لئے متعہ یعنی حج تمتع نہیں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت طاؤس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل مکہ کے علاوہ تمام لوگوں کو حج تمتع کی اجازت ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 307 2۔ ایضاً

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل مکہ پر نہ حج تمتع ہے نہ احصار ہے وہ احرام باندھ رکھیں حتی کہ وہ اپنا حج مکمل کر لیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مطرف سے روایت کیا ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا اور فرمایا اگر لوگوں کو اللہ کے عذاب، اللہ کی سزا اور اللہ کی شدت کا اندازہ ہوتا تو کبھی ان کے آنسو نہ تھمتے اور ان کی آنکھیں کسی چیز سے ٹھنڈی نہ ہوتیں۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ ۙ وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

''حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں پس جو نیت کرے ان میں حج کی تو اسے جائز نہیں بے حیائی کی بات اور نہ نافرمانی اور نہ جھگڑا حج کے دنوں میں اور جو تم نیک کام کرو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے، اور سفر کا توشہ تیار کرو اور سب سے بہتر توشہ تو پرہیزگاری ہے اور ڈرتے رہو مجھ سے اے عقل مندو!''۔

امام طبرانی نے الاوسط میں اور حضرت ابن مردویہ رضی اللہ عنہ نے ابوامامہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (حج کے یہ مہینے ہیں) شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حج کے معلوم مہینے ہیں شوال، ذی القعدہ، ذی الحجہ۔

امام خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ کے تحت شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ کا ذکر فرمایا۔

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ سے مراد شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ ہیں (2)۔

امام شافعی (نے الام میں)، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا ہے کہ انہوں نے حج کے مہینوں کے نام لئے ہوں انہوں نے فرمایا ہاں وہ شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ کا نام لیتے تھے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرات ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء اور ضحاک رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

1۔ معجم اوسط، جلد 2، صفحہ 351، مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض 2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 791 (334) مطبوعہ دار الصمیعی

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 311

امام وکیع، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کئی طرق کے ذریعے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا حج کے مہینے شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ کی دس راتیں ہیں (1)۔

امام وکیع، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ سے مراد شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ کی دس راتیں ہیں (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی اور بیہقی نے متعدد طرق کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ سے مراد شوال ہے، ذی قعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔ حج صرف انہیں میں فرض ہے (3)۔

امام ابن المنذر، دارقطنی، طبرانی اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ سے مراد شوال، ذی القعدہ اور دس راتیں ذی الحجہ کی ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرات حسن، محمد اور ابراہیم رحمہ اللہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اشہر حج میں عمرہ کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا حج معلوم مہینے ہیں ان میں عمرہ نہیں ہے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کسی عالم کو شک نہیں کہ حج کے مہینوں کے علاوہ میں عمرہ کرنا، حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے افضل ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے حج اور اپنے عمرہ کو علیحدہ علیحدہ کرو حج، اشہر حج میں کرو اور عمرہ اشہر حج کے علاوہ میں کرو اس طرح تمہارا حج اور تمہارا عمرہ مکمل ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں القاسم سے حج کے مہینوں میں عمرہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا لوگ اس عمل کو مکمل تصور نہیں کرتے تھے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ کے تحت فرمایا کہ جس نے ان مہینوں میں حج کا احرام باندھ لیا (6)۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرض کرنے والا عمل احرام ہے (7)۔ ابن ابی شیبہ نے الضحاک سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ احرام سے حج فرض ہو جاتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 311　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 310　3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 313　5۔ ایضاً　6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 315
7۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب بیان اشہر الحج، جلد 4، صفحہ 342، مطبوعہ دار الفکر بیروت

امام ابن المنذر، دار قطنی اور بیہقی نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حج کو فرض احرام کرتا ہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فرض احرام باندھنے سے حج ہوتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ احرام باندھنا حج کا فریضہ ہے۔

امام ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اس پر یہ چیزیں فرض ہو گئیں (1)۔

امام شافعی نے الام میں، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کسی کے لئے حج کا احرام باندھنا مناسب نہیں مگر حج کے مہینوں میں کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے **اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ**۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن خزیمہ، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حج کا احرام صرف حج کے مہینوں میں باندھا جائے گا کیونکہ حج میں سنت حج کے مہینوں میں حج کا احرام باندھنا ہے (3)۔

امام ابن مردویہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ حج کا احرام باندھے مگر حج کے مہینوں میں۔

امام الشافعی (نے الام میں)، ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے موقوفاً اسی طرح نقل کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس شخص کو فرمایا جس نے حج کا احرام حج کے مہینوں کے علاوہ کسی مہینہ میں باندھا تھا، اس کو عمرہ بنالے کیونکہ تیرا حج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ**۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو ان مہینوں میں حج فرض کر لے تو اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ حج کا تلبیہ کہے پھر اپنی زمین پر ٹھہرا رہے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تلبیہ اور احرام سے حج فرض ہو جاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تلبیہ سے حج فرض ہو جاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تلبیہ سے حج فرض ہو جاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عطاء اور ابراہیم رحمہما اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام مالک، شافعی، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، احمد، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے خلاد بن السائب عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبریل امین آیا اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے اصحاب کو حکم دوں کہ وہ تلبیہ کے وقت اپنی آوازوں کو بلند کیا کریں کیونکہ یہ حج کا شعار ہے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن خزیمہ، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت زید بن خالد الجہنی سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 315
2۔ کتاب الام، باب الوقت الذی یجوز فیہ الحج والعمرہ، جلد 2، صفحہ 155
3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 616 (1642)
4۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 619 (1652)

روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبریل امین آیا اور کہا کہ اپنے صحابہ کو حکم دو کہ وہ تلبیہ کے ساتھ اپنی آوازوں کو بلند کریں کیونکہ یہ حج کا شعار ہے(1)۔ ابن ابی شیبہ نے ابن الزبیر سے روایت کیا ہے کہ تلبیہ حج کی زینت ہے۔

امام ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا بلند آواز سے تلبیہ کہنا اور خون بہانا(2)۔

امام ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت سہل بن سعد رحمہ اللہ کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کوئی تلبیہ کہنے والا تلبیہ نہیں کہتا مگر اس کے دائیں بائیں پتھر یا درخت یا مٹی کے ڈھیلے جو بھی ہوتے ہیں سب تلبیہ کہتے ہیں حتی کہ دائیں، بائیں سے سلسلہ زمین ختم ہو جاتا ہے (یعنی زمین کی انتہاء تک پتھر اور شجر تلبیہ کہتے جاتے ہیں)(3)

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو محرم اللہ کے لئے قربانی دیتا ہے اور تلبیہ کہتا ہے حتی کہ سورج غروب ہو جاتا ہے تو سورج اس کے گناہوں کے ساتھ غروب ہوتا ہے۔ پس وہ لوٹتا ہے جیسے اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا تو اس پر کوئی گناہ نہیں تھا(4)۔

امام مالک، شافعی، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ کا تلبیہ یہ تھا۔ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔ ابن عمر اس میں لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَيْكَ وَالْعَمَلُ کے الفاظ کا اضافہ کرتے تھے(5)۔

بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کو سواری نے گرا کر اس کی گردن توڑ دی جب کہ وہ محرم تھا وہ فوت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو اس کے کپڑوں میں ہی کفن دو اور اس کے سر کو اور چہرے کو نہ ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے روز تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا(6)۔

امام امام شافعی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنے تلبیہ میں حج اور عمرہ کا نام نہیں لیا(7)۔

امام شافعی، ابن ابی شیبہ اور حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے تلبیہ میں سے یہ بھی تھا لَبَّيْكَ اِلٰهَ الْخَلْقِ لَبَّيْكَ۔(8)

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 619 (1653)
2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 427، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 425
4۔ ایضاً، جلد 3۔ صفحہ 427
5۔ سنن نسائی، باب کیفیۃ التلبیۃ، جلد 5، صفحہ 160 مطبوعہ دار الریان للتراث بیروت
6۔ صحیح مسلم، باب ما یفعل بالمحروم اذا مات، جلد 1، صفحہ 384 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
7۔ کتاب الام، باب ھل یسمی الحج او العمرۃ عند الاھلال او تکفی النیۃ منھا، جلد 2، صفحہ 155 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
8۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 618 (1650)

امام شافعی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بھتیجے سے سنا کہ وہ تلبیہ کہہ رہا تھا یَا ذَاالْمَعَارِجِ، سعد نے فرمایا اِنَّہٗ لَذُوالْمَعَارِجِ (وہ صاحب معارج ہے) لیکن ہم اس طرح عہد رسالت میں تلبیہ نہیں کہتے تھے (1)۔

امام شافعی نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تلبیہ سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا اور جنت کا سوال کرتے۔ اور اس کی رحمت کے واسطہ سے آگ سے پناہ مانگتے (2)۔

امام شافعی نے حضرت محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے تلبیہ کہتے تھے (3)۔

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۭ

امام طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الرفث سے مراد عورتوں کے ساتھ اشارۃً جماع کی باتیں کرنا اور فحش گوئی ہے اور الفسوق سے مراد تمام گناہ ہیں، جدال سے مراد اپنے ساتھی سے جھگڑنا ہے (4)۔

امام ابن مردویہ اور اصبہانی نے الترغیب میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا رفث سے مراد جماع ہے اور ولا فسوق سے تمام گناہوں اور جھوٹ سے منع کرنا ہے۔

امام وکیع، سفیان بن عیینہ، الفریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابویعلی، ابن خزیمہ، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے کہ الرفث سے مراد جماع ہے، فسوق سے مراد گناہ، جدال سے مراد جھگڑا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ تیرا اپنے بھائی سے جھگڑا کرنا حتی کہ وہ تجھ پر غصے ہو یا تو اس پر غصے ہو (5)۔

ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رفث سے مراد عورتوں سے مجامعت اور ان کو بوسہ دینا اور چھونا ہے اور ان پر فحش کلام کرنا ہے، فسوق سے مراد اللہ کی نافرمانی کے تمام کام ہیں اور جدال سے مراد جھگڑا ہے (6)۔

امام سفیان بن عیینہ، عبدالرزاق، الفریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عباس سے فَلَا رَفَثَ کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا الرَّفَثُ سے مراد وہ رفث نہیں ہے جو اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ (البقرہ: 187) کی آیت میں ہے اس سے مراد جماع ہے اور یہاں الرَّفَثُ سے مراد فحش کلامی اور اشارۃً جماع کا ذکر کرنا ہے (7)۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ چل رہا تھا جب کہ وہ احرام باندھے ہوئے تھے وہ اونٹوں کے متعلق رجز پڑھ رہے تھے۔

1۔ کتاب الام، باب کیفیۃ التلبیۃ، جلد 2، صفحہ 156
2۔ کتاب الام، باب ما یستحب من القول فی اثر التلبیۃ، جلد 2، صفحہ 157
3۔ ایضاً، باب التلبیۃ فی کل حال، جلد 2، صفحہ 157
4۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 22 (10914) مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم بیروت
5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 799 (339)
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 319
7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 318

وَهُنَّ يَمْشِيْنَ بِنَا هَمِيْسًا اِنَّ صِدْقَ الطَّيْرِ نَنِك لَمِيْسًا

میں نے کہا تم احرام کی حالت میں رفث کا ارتکاب کر رہے ہو انہوں نے فرمایا الرفث سے مراد ایسی باتیں ہیں جن میں عورتوں کا ذکر ہو (1)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آیت میں رفث سے مراد جماع، فسوق سے مراد گناہ، جدال سے مراد گالی دینا اور جھگڑا کرنا ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رفث سے مراد عورتوں سے جماع ہے اور فسوق سے مراد گالی دینا اور جدال سے مراد جھگڑنا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آیت میں رفث سے مراد عورتوں کا ذکر کرنا ہے اور مردوں اور عورتوں کا جماع کرنے کی باتیں کرنا ہے جب کہ وہ جماع کا زبانی ذکر کریں۔ فسوق سے مراد حرم میں گناہوں اور نافرمانیوں کا ارتکاب کرنا ہے۔ جدال سے مراد گالی دینا ہے اور جھگڑا کرنا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابن عمر حدی خوان کو کہتے کہ عورتوں کا ذکر نہ کرے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر فرماتے تھے عورتوں سے بچو کیونکہ فحش کلامی رفث ہے طاؤس نے فرمایا میں نے یہ بات ابن عباس سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا ابن الزبیر نے سچ کہا۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ محرم کے لئے الاعراب مکروہ ہے۔ ان سے پوچھا گیا الاعراب کیا ہے فرمایا محرم کہے کہ اگر میں حلالی ہوتا تو تیرے ساتھ جماع کرتا۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ رَفَثَ سے مراد عورتوں کا ذکر کرنا ہے، جِدَالَ سے مراد تیرا اپنے ساتھی سے جھگڑنا ہے حتی کہ وہ تجھ سے ناراض ہو جائے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور الشیرازی نے الالقاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں رَفَثَ سے مراد جماع نافرمانی کرنا اور ساتھیوں کو برے القاب سے یاد کرنا ہے مثلاً تو اپنے بھائی کو کہے اے ظالم، اے فاسق اور جدال یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے جھگڑے حتی کہ وہ تجھ سے ناراض ہو جائے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد اور عکرمہ رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ رَفَثَ سے مراد جماع ہے، فُسُوْقَ سے مراد معاصی ہیں اور جِدَالَ سے مراد جھگڑا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ضحاک اور حضرت عطاء رحمہم اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابراہیم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رَفَثَ کا معنی عورتوں کے پاس آنا، فُسُوْقَ گالی دینا، جِدَالَ، جھگڑنا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے رَفَثَ کا معنی جماع کرنا، فُسُوْقَ کا معنی گالی دینا اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 318 2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3۔ صفحہ 803 (344)

جِدَالَ کا معنی حج میں اختلاف کرنا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے رفث کا معنی جماع، فسوق کا معنی گالی دینا اور جدال کا معنی جھگڑا روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ قریش جب منیٰ میں جمع ہوتے تو کہتے ہمارا حج تمہارے حج سے زیادہ مکمل ہے، دوسرے کہتے ہمارا حج تمہارے حج سے زیادہ مکمل ہے تو اس آیت میں اس جھگڑے سے منع کیا گیا ہے(1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ مختلف مواقف میں ٹھہرتے تھے اور آپس میں جھگڑتے تھے ہر ایک یہ دعویٰ کرتا کہ اس کا موقف، موقف ابراہیم ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مناسک حج بتائے تو اس جھگڑے کو ختم کر دیا۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ کا مطلب یہ ہے کہ حج کا وقت معلوم ہے۔ اب حج میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے، پہلے لوگ دو سال ذی الحجہ میں حج کرتے اور دو سال محرم میں حج کرتے پھر لوگوں نے ابو یمامہ کی تاخیر کی وجہ سے صفر میں حج کیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے پہلے صدیق اکبر کا حج ذی قعدہ میں واقع ہوا۔ پھر آئندہ سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحجہ میں حج کیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا زمانہ اپنی ہیئت پر گھوم آیا ہے جس ہیئت پر اللہ نے اسے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے دن بنایا تھا(2)۔

امام سفیان بن عیینہ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ یعنی حج ذی الحجہ میں ہو گیا ہے۔ اب کوئی مہینہ مؤخر نہیں ہوگا۔

امام سفیان، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اس گھر کا حج کیا اور اس میں فحش کلامی اور گناہ نہ کیا تو وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ اس دن گناہوں سے پاک تھا جس دن اس کی والدہ نے اسے جنم دیا تھا(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسوق ہے، اس کو قتل کرنا کفر ہے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید نے اپنی مسند میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنا حج پورا کیا جب کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہے تو اس کے پہلے سارے گناہ معاف ہو گئے۔

امام ابو نعیم نے الحلیہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی بارگاہ میں جہاد فی سبیل اللہ اور رفث، فسق اور جدال سے پاک حج سے محبوب کوئی عمل نہیں ہے(5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 330 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 332 3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 409 (2889)

4۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 58، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی 5۔ حلیۃ الاولیاء جلد 10 صفحہ 401

امام الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زمین وآسمان کے درمیان جہاد فی سبیل اللہ کے بعد مقبول حج سے افضل کوئی عمل نہیں جس میں فحش کلامی، فسق اور جھگڑا نہ ہو۔

امام حاکم نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے، فرماتی ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کی غرض سے نکلے۔ باربرداری والا جانور ابوبکر کے غلام کے ساتھ تھا۔ ہم بیٹھ کر ایک جگہ انتظار کرنے لگے تاکہ وہ سواری پہنچ جائے۔ غلام پیدل چل کر آرہا تھا اور اس کے ساتھ اونٹ نہ تھا۔ ابوبکر نے پوچھا اونٹ کہاں ہے اس نے کہا آج رات وہ گم ہوگیا ہے، ابوبکر اسے مارنے لگے اور کہا ایک اونٹ تھا وہ بھی تو نے گم کردیا، تو انسان ہے؟ لیکن یہ سارا منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ مسکرارہے تھے اور فرمایا اس محرم کی طرف دیکھو کیا کررہا ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں محرم نہ شیشہ دیکھے اور نہ کسی کے لئے بددعا کرے اگرچہ وہ اس پر ظلم بھی کرے۔

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ

امام عبد بن حمید، بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن المنذر، ابن حبان اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل یمن حج کرتے تھے تو زادراہ ساتھ نہ لے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں پھر وہ یہاں آکر لوگوں سے سوال کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ ارشاد نازل فرمادیا(2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ اپنے گھروں سے نکلتے تھے تو ان کے ساتھ زادراہ نہیں ہوتا تھا۔ وہ کہتے تھے ہم اللہ کے گھر کا حج کریں گے، (کیا) وہ ہمیں کھانا نہیں کھلائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمادیا کہ (زادراہ ساتھ لو اور بہتر زاد تقویٰ ہے) جو تمہیں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچائے(3)۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ جب احرام باندھتے تھے اور ان کے ساتھ زادسفر ہوتا تو اسے پھینک دیتے اور نیا زادراہ حاصل کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرماکر انہیں منع فرمادیا اور انہیں حکم دیا گیا کہ کیک، آٹا اور ستو ساتھ لے لیا کرو(4)۔

امام طبرانی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ خرچ میں ایک دوسرے پر بھروسا کرتے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ زادراہ ساتھ لیا کریں۔

امام ابن جریر نے حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بدو لوگ بغیر زادراہ کے حج کو آتے تھے اور کہتے تھے ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمادی(5)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اہل یمن کے کچھ لوگ حج کرتے تھے اور زادراہ ساتھ نہیں

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 623 (1667) 2۔ صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ وتزودوا فان خیر الزاد التقوی، جلد 1، صفحہ 206

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 338 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 336 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 337

لاتے تھے، پس اللہ نے انہیں خرچ ساتھ لانے کا حکم دیا اور بتایا کہ بہتر زاد تقویٰ ہے۔

امام سفیان بن عیینہ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے لوگ ایام حج میں بغیر زادراہ کے مکہ مکرمہ میں آتے تھے۔ اللہ نے انہیں زادراہ ساتھ لانے کا حکم دیا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ زادراہ سے مراد ستو، آٹا اور کیک (وغیرہ) ہیں۔

امام وکیع اور ابن ابی شیبہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے الخشکنا تج اور ستو روایت کیا ہے۔

امام سفیان بن عیینہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے کیک اور زیتون کا تیل روایت کیا ہے۔

امام وکیع، سفیان بن عیینہ، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید نے شعبی سے روایت کیا ہے وَ تَزَوَّدُوْا فرمایا کھانا، کھجور اور ستو ساتھ لے جائے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَ تَزَوَّدُوْا تو ایک فقیر مسلمان کھڑا ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تو زادراہ پاتے ہی نہیں کہ ہم ساتھ لے جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اتنا زادراہ ساتھ لے جاؤ جو تجھے لوگوں سے سوال کرنے سے بچالے اور بہتر زادراہ تقویٰ ہے۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں سفیان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبد اللہ کی قرأت میں تَزَوَّدُوْا التَّقْوٰى ہے۔

امام طبرانی نے حضرت جریر بن عبد اللہ رحمہ اللہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو دنیا میں زادراہ ساتھ لے گا وہ اسے آخرت میں نفع دے گا (1)۔

امام الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بندے اللہ کے بندے ہیں اور شہر اللہ کے شہر ہیں۔ پس جہاں بھی تو خیر کو پائے وہاں ٹھہر جا اور اللہ سے ڈر۔

امام احمد، بغوی (معجم میں) بیہقی نے سنن میں اور اصبہانی نے ایک دیہاتی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھے ان احکامات کی تعلیم دینے لگے جو اللہ نے آپ کو سکھائے تھے ان میں سے جو مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ تو اللہ کے ڈر کی وجہ سے جو چھوڑے گا اللہ تعالیٰ تجھے اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔

امام احمد، بخاری (نے الادب میں)، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، بیہقی نے شعب الایمان میں اور اصبہانی نے ترغیب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کون سی چیز لوگوں کو زیادہ جنت میں داخل کرنے والی ہے، فرمایا اللہ کا خوف اور حسن اخلاق۔ پوچھا گیا کون سی چیز لوگوں کو زیادہ دوزخ میں داخل کرنے والی ہے؟ فرمایا الاجوفان یعنی منہ اور فرج (شرم گاہ) (2)

ابن ابی الدنیا نے کتاب التقویٰ میں بنی سلط کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا جب کہ آپ یہ کہہ رہے تھے مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس کو رسوا کرتا ہے اور نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور تقویٰ ادھر ہے

1۔ معجم کبیر، جلد 2، صفحہ 305 (2271) 2۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 360 (7919)

تقویٰ ادھر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا۔

امام الاصبہانی نے حضرت قتادہ بن عیاش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے میری قوم پر مقرر فرمایا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الوداع کہہ کر آنے لگا تو فرمایا اللہ تعالیٰ تقویٰ کو تیرا زادراہ بنائے اور تیرے گناہ بخش دے اور تجھے خیر کی طرف متوجہ کرے تو جہاں بھی ہو۔

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ مجھے زادراہ عطا فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کا زادراہ عطا فرمائے۔ اس نے عرض کی کچھ اضافہ فرمائیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے گناہ معاف فرمائے۔ اس نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کچھ مزید کرم فرمائیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے لئے نیکی کو آسان فرمائے تو جہاں بھی ہو(1)۔

امام ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے)، نسائی، ابن ماجہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جو سفر کا ارادہ رکھتا تھا، اس نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے وصیت فرمائیے۔ فرمایا میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور ہر بلندی پر چڑھتے وقت تکبیر کہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جب وہ چلا گیا تو فرمایا اے اللہ اس کے لئے زمین کو سمیٹ دے اور اس پر سفر آسان فرما(2)۔

امام الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا سچائی امانت ہے، جھوٹ خیانت ہے، سب سے بڑی ذہانت تقویٰ ہے اور سب سے بڑی نادانی فجور ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب التقویٰ میں حضرت عمر بن خطاب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انہوں نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو لکھا کہ حمد وصلوٰۃ کے بعد میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو اس سے ڈرا اس نے اسے پورا پورا اجر عطا فرمایا اور جس نے اس کو قرض دیا اس کو اس نے جزا دی جس نے اس کا شکر ادا کیا اس نے اس کو زیادہ دیا اور تقویٰ کو ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ اور اپنی دل کی اسے چمک بنا اور یہ جان لے کہ جس کی کوئی نیت نہیں اس کا کوئی عمل نہیں جس کی کوئی نیکی نہیں اس کا کوئی اجر نہیں اور جس کے پاس نرمی نہیں اس کے لئے مال نہیں اور جس کا اخلاق نہیں اس کے لئے کوئی جدید (دوست) نہیں۔

امام ابن ابی الدنیا نے مالک بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حسن سے پوچھا قرآن کی زینت کیا ہے فرمایا تقویٰ۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ تورات میں ہے اے ابن آدم اللہ سے ڈر اور سو جا جہاں بھی تو ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایمان برہنہ ہے اور اس کا لباس تقویٰ ہے، اس کی زینت حیاء ہے اور اس کا مال عفت ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 107 (2477)	2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 108 (2488)

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت داؤد بن ہلال رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہا جاتا ہے کہ جو چیز بندے کو اللہ کے سامنے قائم رکھے گی وہ تقویٰ ہے پھر اس کے پیچھے ورع ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے معاویہ کو لکھا حمد وصلوٰۃ کے بعد اللہ سے ڈر۔ جب تو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ لوگوں سے تیری کفایت فرمائے گا اور جب تو لوگوں سے ڈرے گا تو یہ لوگ تجھے اللہ کی طرف سے کچھ فائدہ نہ دیں گے۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوحازم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں چودہ دشمن میری تاڑ میں ہیں ان میں سے چار یہ ہیں: شیطان مجھے گمراہ کرے گا، مومن مجھ سے حسد کرے گا، کافر مجھے قتل کرے گا، منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔ اور ان میں سے دس یہ ہیں: بھوک، پیاس، گرمی، سردی، برہنہ ہونا، بڑھاپا، مرض، فقر، موت اور آگ۔ میں ان سے بچاؤ کی طاقت نہیں رکھتا مگر مکمل ہتھیار سے اور تقویٰ سے افضل کوئی ہتھیار نہیں ہے۔

امام الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت ابن ابی نجیح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سلیمان بن داؤد نے فرمایا مجھے وہ کچھ عطا کیا گیا جو لوگوں کو عطا کیا گیا اور وہ بھی ہمیں عطا کیا گیا جو لوگوں کو عطا نہیں کیا گیا اور ہم نے وہ بھی جان لیا جو لوگ جانتے ہیں اور وہ بھی جو لوگ نہیں جانتے ہیں اور ہم نے خفیہ اور اعلانیہ حالت میں تقویٰ اور رضا وغضب کی حالت میں عدل اور غنا وفقر میں میانہ روی سے افضل کوئی چیز نہیں دیکھی۔

امام الاصبہانی نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہا جاتا ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اگرچہ اسے ناپسند بھی کرتے ہیں۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾

''نہیں ہے تم پر کوئی حرج (اگر حج کے ساتھ ساتھ) تم تلاش کرو اپنے رب کا فضل (رزق) پھر جب واپس آؤ عرفات سے تو ذکر کرو اللہ کا مشعر حرام (مزدلفہ) کے پاس اور ذکر کرو اس کا جس طرح اس نے تمہیں سکھایا اور اگرچہ تم اس سے پہلے گمراہوں میں سے تھے''۔

امام سفیان، سعید بن منصور، بخاری، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز زمانہ جاہلیت کی منڈیاں اور بازار تھے، پس لوگ حج کے موسم میں تجارت کرنے سے ہچکچانے لگے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ موسم حج میں تجارت

کرنے میں کوئی گناہ نہیں (1)۔

امام وکیع، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابوداؤد اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ موسم حج میں بیع وتجارت سے اجتناب کرتے تھے اور کہتے تھے یہ الله کے ذکر کے دن ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (2)۔

امام ابوداؤد، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے عبید بن عمیر عن حضرت ابن عباس رضی الله عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ پہلے لوگ موسم حج میں منی، عرفہ اور ذوالمجاز کے بازار میں بیع وشراء کرتے تھے پھر احرام کی حالت میں بیع کرنے سے ڈرنے لگے اس وقت الله نے یہ آیت نازل فرمائی لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ، عبید بن عمیر فرماتے ہیں کہ وہ المصحف میں یہ پڑھتے تھے (3)۔

امام عبد الرزاق، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابوامامہ التیمی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عمر سے پوچھا ہم لوگ کرائے دیتے ہیں، کیا ہمارا حج ہے۔ عبد الله بن عمر نے فرمایا کیا تم لوگ طواف نہیں کرتے، صفا ومروہ کے درمیان سعی نہیں کرتے، عرفات نہیں جاتے، رمی جمار نہیں کرتے، سر نہیں منڈاتے، میں نے کہا کیوں نہیں (ہم یہ سب کام کرتے ہیں)۔ ابن عمر نے فرمایا ایک شخص نبی کریم صلی الله علیہ وسلم کے پاس آیا اور بالکل یہی سوال کیا جو تو نے مجھ سے کیا ہے، آپ صلی الله علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا حتی کہ جبریل یہ آیت لے کر آئے، نبی کریم صلی الله علیہ وسلم نے اسے بلا کر یہ آیت سنائی اور فرمایا تم حجاج ہو (4)۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت ابوہریرہ رضی الله عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کو اس طرح پڑھا ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ (5)۔

وکیع، ابوعبید، ابن ابی شیبہ، بخاری، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی الله عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ بھی اس آیت میں فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ کے الفاظ پڑھتے تھے (6)۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں عطاء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت اس طرح نازل ہوئی لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ اور ابن مسعود کی قرأت میں تھا فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ فَابْتَغُوْا حِيْنَئِذٍ۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی الله عنہما سے روایت کیا ہے کہ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ کا مطلب یہ ہے کہ احرام سے پہلے اور احرام کے بعد خرید وفروخت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ الله سے روایت کیا ہے کہ لوگ ایام حج میں خرید وفروخت سے اجتناب کرتے تھے پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

امام ابوداؤد نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی الله عنہما نے اس آیت کو پڑھا پھر فرمایا لوگ منی میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 341 — 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 343 — 3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 618 (1648)

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 341 — 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 342 — 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 341

تجارت کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔ پس انہیں حکم دیا گیا کہ جب عرفات سے واپس آئیں تو تجارت کریں۔

امام سفیان بن عیینہ اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اس آیت سے یہ ثابت ہے کہ دنیا میں تجارت ہے اور آخرت میں اجر ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ گیارہویں کی رات کو لیلۃ الصدر کہتے تھے اور لوگ کسی توڑ پھوڑ، گم شدہ چیز اور اپنی حاجت میں سے کسی چیز کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے اور نہ اس رات میں تجارت کرتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے اپنی ضروریات زندگی کی طرف متوجہ ہونے کو حلال قرار دیا اور فضل الٰہی کو تلاش کرنے کو مباح قرار دیا۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ

امام وکیع، ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرفات کو یہ نام اس لئے دیا جاتا ہے کیونکہ جبریل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا یہ فلاں جگہ ہے، یہ فلاں جگہ ہے تو حضرت ابراہیم کہتے عَرَفْتُ عَرَفْتُ، اسی وجہ سے اس کا نام عرفات پڑ گیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے عرفات کے اس نام کی وجہ یہ تھی کہ جب ابراہیم کو مناسک حج دکھائے گئے تو آپ سے کہا گیا عرفت۔

امام عبد الرزاق اور ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت نقل کی ہے۔

امام حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے مقام پر خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء فرمائی پھر فرمایا امابعد۔ آپ جب بھی خطبہ دیتے تو فرماتے امابعد۔ آج کا دن حج اکبر ہے، خبردار مشرک اور بت پرست یہاں سے سورج غروب ہونے سے پہلے چلتے تھے جب سورج پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایسے ہوتا ہے جیسے مردوں کے عمامے ان کے چہروں میں اور ہم سورج کے غروب ہونے کے بعد جائیں گے۔ وہ مشعر حرام (مزدلفہ) سے سورج کے طلوع ہونے کے بعد جاتے تھے جب سورج پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایسا لگتا گویا مردوں کے عمامے ان کے چہروں میں ہیں اور ہم اہل شرک کی مخالفت کرتے ہوئے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے جائیں گے، ہمیں ہدایت دی گئی ہے(2)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عرفات سے صبح سے پہلے لوٹا اس کا حج مکمل ہوا اور جس سے یہ فوت ہوا اس کا حج فوت ہوا۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انسان جب تک حلالی ہو بیت اللہ کا طواف کرتا رہے حتی کہ حج کا احرام باندھ لے پھر جب عرفہ کی طرف سوار ہو جائے تو جس کو اونٹ، گائے یا بکری جو میسر ہو وہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 346　　2۔ مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، جلد 3، صفحہ 601 (6229)

ساتھ لے، اگر میسر نہ ہو تو تین روزے حج کے دوران رکھے اور یہ نویں ذی الحجہ سے پہلے رکھے، اگر تیسرا روزہ نویں ذی الحجہ کا ہو تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر وہ چل کر عرفات میں ٹھہرے نماز عصر سے رات کی تاریکی چھا جانے تک پھر عرفات سے چل پڑے اور مزدلفہ پہنچ جائے جہاں جا کر رات گزاریں پھر کثرت سے اللہ کا ذکر، تسبیح وتہلیل کریں یہ صبح ہونے تک کرتے رہیں، پھر یہاں سے چل پڑیں کیونکہ لوگ یہاں سے چل پڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ حتی کہ جمروں پر کنکریاں ماریں۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرفہ کی حد بلند پہاڑ سے لے کر جو بطن عرنہ پر، عرفہ کے پہاڑوں تک ہے یعنی ملتقی وصیق اور وادی عرفہ۔

امام ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام عرفات موقف ہے اور تمام منی منحر (ذبح کرنے کی جگہ) ہے اور تمام مزدلفہ موقف ہے اور مکہ کا ہر راستہ، راستہ اور منحر ہے (1)۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے یہاں جانور نحر کیا ہے اور منی تمام نحر کی جگہ ہے پس اپنی اپنی جگہ نحر کر دو اور میں نے یہاں وقوف کیا اور عرفہ تمام موقف ہے اور میں نے یہاں وقوف کیا اور مزدلفہ سارا موقف ہے (2)۔

امام احمد نے جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام عرفات موقف ہے اور وادی عرنہ سے دور رہو اور تمام مزدلفہ موقف ہیں اور وادی محسر سے دور رہو اور مکہ کا ہر راستہ منحر ہے اور تمام ایام تشریق ذبح کرنے کا وقت ہیں (3)۔

امام ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے اور الفاظ بھی ان کے ہیں) اور ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں ٹھہرے تو فرمایا یہ عرفہ موقف ہے اور عرفہ تمام موقف ہے۔ پھر جب سورج غروب ہو گیا تو چل پڑے اور حضرت اسامہ آپ کے پیچھے تھے اور وہ اپنے ہاتھ سے آہستگی کا اشارہ کر رہے تھے۔ لوگ دائیں بائیں دوڑ رہے تھے۔ آپ ان کی طرف متوجہ ہو کو فرماتے لوگو! سکون کو لازم پکڑو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ پہنچے، دو نمازیں (مغرب اور عشاء) اکٹھی پڑھائیں۔ جب صبح ہوئی تو آپ جبل قزح پر تشریف لائے۔ اس کے اوپر ٹھہرے اور ارشاد فرمایا یہ جبل قزح ہے، یہ موقف ہے اور مزدلفہ سارا موقف ہے۔ پھر آپ چلے حتی کہ وادی محسر تک پہنچے۔ آپ نے سواری کو تیز چلایا حتی کہ اس وادی کو تیزی سے عبور کر گئے۔ پھر آپ ٹھہرے، اس وقت آپ کی سواری پر پیچھے حضرت الفضل تھے۔ پھر آپ جمرہ پر آئے، اس پر کنکریاں ماریں، پھر آپ منحر میں آئے، وہاں فرمایا یہ منحر (ذبح کی جگہ) ہے اور منی تمام منحر ہے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے) نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) حضرت یزید بن شیبان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمارے پاس ابن مربع الانصاری آئے جب کہ ہم

1۔ سنن ابن ماجہ، باب الذبح، جلد 3، صفحہ 489 (3048)　2۔ صحیح مسلم، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 1، صفحہ 400

3۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 89　4۔ سنن ابن ماجہ، باب الموقف بعرفات، جلد 3، صفحہ 470 (3010)

موقف میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا میں تمہاری طرف اللہ کے رسول کا پیغام رساں بن کر آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے مشاعر پر ہو جاؤ کیونکہ تم حضرت ابراہیم کی وراثت پر ہو(1)۔

امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ عرفہ سے چلے تو آپ پر سکون اور وقار کی کیفیت تھی اور آپ کے پیچھے سواری پر حضرت اسامہ سوار تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! تم پر وقار اور سکون ہونا چاہیے کیونکہ نیکی گھوڑے اور اونٹ دوڑانے میں نہیں ہے۔ فرماتے ہیں میں نے ہاتھ اٹھائے ہوئے نہیں دیکھا حتی کہ آپ مزدلفہ پہنچے پھر آپ نے اپنے پیچھے الفضل بن عباس کو بٹھایا اور فرمایا اے لوگو! نیکی گھوڑوں اور اونٹوں کو تیز چلانے میں نہیں ہے، سکون اختیار کرو۔ فرماتے ہیں میں نے ہاتھ بلند کرتے نہیں دیکھا حتی کہ آپ منی میں پہنچ گئے(2)۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ عرفہ سے چلے تو نبی کریم ﷺ نے پیچھے سے اونٹوں کے مارنے اور جھڑکنے کا شور سنا، آپ ﷺ نے اپنے کوڑے کے ساتھ لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! سکون کو لازم پکڑو کیونکہ نیکی تیز چلنے میں نہیں ہے(3)۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ فرماتے ہیں تیز چلنے کا آغاز دیہاتیوں کی طرف سے ہوا تھا، وہ لوگوں کے ہجوم کے کناروں پر ٹھہرتے تھے اور انہوں نے اپنے کوڑے اور لاٹھیاں لٹکائی ہوئی ہوتی تھیں۔ جب لوگ چلتے تو وہ اپنی لاٹھیاں کھٹکھٹاتے پس لوگ بھاگ پڑتے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کی اونٹنی کے پاؤں کا درمیانی حصہ زمین پر نہیں لگتا تھا اور آپ فرما رہے تھے اے لوگو سکون سے چلو(4)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ جب عرفہ سے چلے تو کیسے چلتے تھے (فرماتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے عرفات سے انہیں اپنی سواری پر پیچھے بٹھایا اور آپ کی چال معتدل تھی لیکن جب راستہ کشادہ پاتے تو تیز چلاتے(5)۔

امام ابن خزیمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ٹھہرے رہے حتی کہ سورج غروب ہو گیا پھر آپ نے تکبیر و تہلیل، اللہ کی عظمت و بڑائی بیان کی اور چلتے رہے حتی کہ مزدلفہ پہنچ گئے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفات سے چلے تو یہ کہہ رہے تھے

اِلَیْكَ تَعْدُوْ قَلَقاً وَضِیْنُهَا مُخَالِفاً دِیْنَ النَّصَارٰی دِیْنُهَا

امام شافعی نے الام میں اور عبد الرزاق نے المصنف میں اور سعید بن منصور نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے

1۔ سنن ابن ماجہ باب الموقف عرفات، جلد 3، صفحہ 471 (3011)

2۔ سنن ابوداؤد، باب الرفعۃ من طرفۃ جلد 2، صفحہ 134، مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض

3۔ صحیح بخاری، باب امر النبی ﷺ بالسکینۃ عند الافاضۃ، جلد 1، صفحہ 226

4۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 637 (1710)

5۔ صحیح مسلم باب الافاضۃ من عرفات الی المزدلفۃ، جلد 1، صفحہ 417

روایت کیا ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب عرفہ سے چلے تو یہ کہہ رہے تھے۔

اِلَیْکَ تَعْدُوْ قَلَقاً وَضِیْنُھَا　　مُخَالِفاً دِیْنَ النَّصَارٰی دِیْنُھَا

امام عبدالرزاق نے حضرت عبدالمالک بن ابی بکر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحرث بن ہشام، ابوسلمہ بن سفیان رحمہم اللہ کو بطن عرفہ کی ایک طرف ٹھہرے ہوئے دیکھا اور میں بھی ان کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا جب امام یہاں سے چلا تو ان دونوں حضرات نے کہا

اِلَیْکَ تَعْدُوْ قَلَقاً وَضِیْنُھَا　　مُخَالِفاً دِیْنَ النَّصَارٰی دِیْنُھَا

وہ یہ الفاظ کثرت سے کہتے تھے، وہ کہتے ہیں انہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو یہ کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفہ سے جاتے ہوئے یہ کہتے تھے۔

امام بخاری، مسلم، نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اسامہ بن زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب آپ عرفہ سے مردلفہ جا رہے تھے پھر مزدلفہ سے منی کی طرف جاتے ہوئے الفضل بن عباس کو بٹھایا تھا وہ دونوں کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلبیہ کہتے رہتے تھے حتی کہ جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارتے (1)۔

امام مسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفہ سے چلے تھے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سوار تھے۔ جب گھاٹی میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری کو بٹھا دیا اور حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو میں نے لوٹا پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا۔ پھر آپ سوار ہوئے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزدلفہ پہنچ گئے۔ یہاں مغرب وعشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھیں (2)۔

امام ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نمازوں کو جمع فرمایا اور ایک اقامت کے ساتھ مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی دو رکعتیں ادا فرمائیں۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ

امام وکیع، سفیان، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، الازرقی نے تاریخ مکہ میں اور بیہقی نے سنن میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے مشعر حرام کے متعلق پوچھا گیا تو وہ خاموش رہے حتی کہ جب سواریوں کے قدم مزدلفہ میں اترے تو فرمایا یہ مشعر حرام ہے (3)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مشعر حرام تمام مزدلفہ ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو جبل قزح

1۔ صحیح مسلم، باب استحباب ادامۃ الحاج التلبیۃ، جلد 1، صفحہ 415　　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 416

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 348

پر بھیڑ کرتے دیکھا تو فرمایا یہ لوگ کیوں بھیڑ کر رہے ہیں یہ تمام جگہ مشعر ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے مشعر حرام سے مراد پہاڑ اور اسکے اردگرد کا علاقہ ہے (1)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، ابن جریر نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دونوں پہاڑ جو مزدلفہ میں ہیں ان کا درمیان حصہ مشعر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مزدلفہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان جو جگہ ہے وہ مشعر حرام ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں پایا جو مجھے مشعر حرام کے متعلق خبر دیتا۔

امام مالک اور ابن جریر نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرفہ سارا موقف ہے سوائے وادی عرنہ کے اور مزدلفہ تمام موقف ہے سوائے وادی محسر کے۔

امام الازرقی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بطن عرنہ سے دور رہو اور بطن محسر سے دور رہو (2)۔

امام الازرقی نے حضرت ابن جریر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے علماء سے پوچھا مزدلفہ کہاں ہے؟ انہوں نے فرمایا جب تو عرفہ کے دونوں پہاڑی راستوں سے چلے، وہ وادی محسر تک ہے اور وہ دونوں پہاڑی راستے جو عرفہ کے ہیں وہ مزدلفہ سے نہیں ہیں لیکن وہ اس تک پہنچانے والے ہیں فرمایا تو جہاں چاہے ٹھہر جا اور میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ تو جبل قزح سے نیچے ٹھہرے۔

امام حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب آپ عرفہ میں ٹھہرے تھے۔ یہ موقف ہے اور عرفہ تمام موقف ہے اور جب قزح پر ٹھہرے تو فرمایا یہ موقف ہے اور مزدلفہ تمام موقف ہے (3)۔

امام ابن خزیمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشعر حرام میں ٹھہرتے تھے اور لوگ بھی ٹھہرتے تھے، لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے۔ تکبیر کہتے اور تہلیل کرتے تھے اور اس کی عظمت و بزرگی بیان کرتے تھے حتی کہ آپ منی کی طرف چلے جاتے۔

امام الازرقی نے نافع سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے جب بھی حج کرتے تھے اور قزح پر ٹھہرتے تھے اور آپ نہیں پہنچ سکتے تھے حتی کہ ان کے لئے اسے خالی کیا جاتا اور جب بھی آپ حج کرتے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 347 2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 633 (1697) 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 647 (1742)

تو امام کے ساتھ جبل قزح پر ٹھہرتے تھے۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے کمزور اہل کو پہلے بھیج دیتے تھے۔ وہ مشعر حرام میں رات کے وقت وقوف کرتے تھے۔ ممکن حد تک اللہ کا ذکر کرتے۔ پھر امام کے وقوف سے پہلے اور اس کے چلنے سے پہلے وہ چلے جاتے تھے۔ کچھ منی میں فجر کی نماز سے پہلے پہنچ جاتے اور کچھ بعد میں پہنچتے تھے۔ جب وہ آتے تو جمرہ پر کنکریاں مارتے، ابن عمر فرماتے تھے کہ ایسے لوگوں کے لئے رسول اللہ ﷺ نے رخصت دی ہے (1)۔

امام ابوداؤد، الطیالسی، احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو صبح کی نماز کے بعد مزدلفہ میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ مشرکین سورج کے طلوع ہونے کے بعد یہاں سے چلتے تھے اور کہتے تھے اشرق ثبیر (یہ ثبیر پہاڑ روشن ہو گیا) اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی مخالفت فرمائی تھی اور آپ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے چلے تھے (2)۔

امام الازرقی نے حضرت کلیب الجہنی رحمۃ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو حج کے موقع پر دیکھا آپ عرفہ سے مزدلفہ کی طرف چلے اور مزدلفہ میں آگ جلائی گئی تھی، اس کے قصد سے چلے اور اس کے قریب جا کر اترے۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں آگ جلائی جاتی تھی۔

امام الازرقی نے اسحٰق بن عبداللہ بن خارجہ عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب سلیمان بن عبدالملک بن مروان پہاڑی راستوں سے چلا تو اس نے آگ دیکھی جو قزح پر جلائی گئی تھی۔ اس نے خارجہ بن زید کو کہا اے ابو زید اس آگ کا آغاز کس نے کیا تھا۔ خارجہ نے کہا زمانہ جاہلیت میں قریش نے پہلے یہ جلائی تھی اور وہ حرم سے عرفہ کی طرف نہیں نکلتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں۔ خارجہ نے کہا مجھے میری قوم کے لوگوں نے بتایا ہے کہ انہوں نے یہ آگ زمانہ جاہلیت میں دیکھی تھی اور وہ اس وقت حج کرتے تھے۔ جنہوں نے مجھے بتایا ان میں حسان بن ثابت بھی ہے اور کئی دوسرے افراد بھی ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ قصی بن کلاب نے مزدلفہ میں آگ جلائی تھی جہاں وہ ٹھہرا تھا تاکہ عرفات سے چلنے والا اس آگ کو دیکھ لے (اور آسانی سے یہاں پہنچ جائے)

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں عبداللہ کے ساتھ مکہ کی طرف نکلا پھر ہم مزدلفہ آئے تو دو نمازیں اکٹھی پڑھیں، ہر نماز علیحدہ علیحدہ تھی، اذان اور اقامت ایک تھی اور عشاء کا کھانا ان کے درمیان تھا۔ پھر جب فجر طلوع ہو گئی تو فجر کی نماز پڑھی۔ کسی کہنے والے نے کہا فجر طلوع ہو چکی ہے۔ کسی نے کہا ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی۔ پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دونوں نمازیں اپنے وقتوں سے اس جگہ پھیری گئی ہیں یعنی مغرب اور عشاء نمازیں۔ لوگ مزدلفہ نہیں پہنچے تھے حتیٰ کہ عشاء کی نماز مؤخر ہو چکی تھی اور فجر کی نماز اس (اندھیرے کے) وقت

1۔ صحیح بخاری، باب من قدم ضعفۃ اھلہ بلیل فیقفون بالمزدلفۃ ویدعون، جلد 1، صفحہ 227
2۔ صحیح بخاری، باب متی یدفع من جمع، جلد 1، صفحہ 228

میں پڑھتے تھے۔ پھر وہ ٹھہرے رہے حتیٰ کہ اچھی طرح روشنی ہوگئی۔ پھر فرمایا اگر امیر المومنین اس وقت چلے تو سنت کو پالے گا۔ پس مجھے معلوم نہیں آپ نے یہ قول پہلے کیا یا حضرت عثمان پہلے چل پڑے، آپ تلبیہ کہتے رہے حتیٰ کہ دسویں کے دن جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں (1)۔

امام طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حج کی سنت سے یہ ہے کہ امام ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح منیٰ میں پڑھے پھر سویرے عرفہ کی طرف جائے اور پھر وہاں ٹھہرا رہے جہاں اس کے لئے ٹھہرنے کا فیصلہ کیا گیا ہو۔ حتیٰ کہ جب سورج ڈھل جائے تو لوگوں کو خطبہ دے، پھر ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھے۔ پھر عرفات میں ہی ٹھہرا رہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے پھر چل پڑے۔ پھر جب بڑے جمرہ پر کنکریاں مارے تو اس کے لئے عورتوں اور خوشبو کے علاوہ سب چیزیں حلال ہو جائیں گی حتیٰ کہ بیت اللہ کا طواف کرے تو عورتیں اور خوشبو بھی حلال ہو جائے گی (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے)، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت عروہ بن مضرس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ مزدلفہ میں تھے۔ میں نے عرض کی میں آپ کے پاس جبل طیئ سے آیا ہوں اور میری سواری تھک گئی ہے اور میں خود بھی چلنے سے عاجز آ گیا ہوں، اللہ کی قسم میں نے کوئی پہاڑ نہیں چھوڑا مگر میں اس پر ٹھہرا ہوں۔ کیا میرا حج ہوگیا ہے؟ فرمایا جس نے ہمارے ساتھ اس مکان پر یہ نماز پڑھی پھر وہ اس موقف میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ امام چل پڑا اور وہ اس پہلے دن یا رات کے وقت عرفات میں ٹھہرا تھا تو اس کا حج مکمل ہوگیا اور اپنی میل کچیل اتار دے (3)۔

امام شافعی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے دسویں کی رات کو پالیا اور فجر کے طلوع ہونے سے پہلے جبل عرفہ پر ہی ٹھہرا تو اس نے حج کو پالیا اور جس نے وقوف عرفات نہ کیا اور وہ اس میں سورج کے طلوع ہونے سے پہلے ٹھہرا تو اس کا حج فوت ہوگیا۔ اسے چاہیے کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرے۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے، پھر حلق کرائے یا قصر کرائے اگر چاہے اور اگر اس کے پاس ہدی ہو تو اسے حلق کرانے سے پہلے ذبح کرے۔ جب طواف اور سعی سے فارغ ہو جائے تو حلق کرائے یا قصر کرائے پھر گھر لوٹ آئے۔ آئندہ سال حج کا موقع پائے اور طاقت رکھتا ہو تو حج کرے اور بدنہ ہدی دے۔ اگر ہدی نہ پائے تو تین روزے حج کے دوران رکھے اور سات روزے واپس آکر رکھے۔

امام مسلم اور نسائی نے حضرت عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے تلبیہ کہا جب وہ مزدلفہ سے چلے، ایک اعرابی نے پوچھا یہ کون ہے؟ عبداللہ نے فرمایا کیا لوگ بھول گئے ہیں یا گمراہ ہو گئے ہیں، میں نے اس ذات کو اسی مقام پر لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ کہتے سنا ہے جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی (4)۔

امام ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ کا حکم عام نہیں

1۔ صحیح بخاری، باب متی یصلی الفجر بجمع، جلد 1، صفحہ 228
2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 634 (1700)
3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 634 (1700)
4۔ صحیح مسلم، باب الدفع من عرفات، جلد 1، صفحہ 415،

ہے۔ یہ اہل مکہ کے لئے ہے، یہ مزدلفہ سے نکلتے تھے اور باقی تمام لوگ عرفات سے نکلتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کا انکار کیا اور یہ آیت نازل فرمائی ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اس آیت میں مِّنْ قَبْلِهٖ کی ضمیر سے مراد قرآن ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ اِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ کہ اس میں ضالین سے مراد جاہلین ہے (یعنی تم ناواقف تھے)

امام مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دسویں کے دن سواری پر کنکریاں مارتے ہوئے دیکھا اور آپ فرما رہے تھے حج کے مناسک حاصل کرلو، میں نہیں جانتا شاید میں اس حج کے بعد حج نہیں کروں گا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے جعفر بن محمد عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے میں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ کے حج کے متعلق بتایئے فرمایا رسول اللہ ﷺ نو سال رہے اور حج نہ کیا پھر دسویں سال اعلان کیا گیا رسول اللہ ﷺ اس سال حج کریں گے۔ بہت سے لوگ مدینہ طیبہ میں جمع ہو گئے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرے اور آپ کے عمل کے مطابق عمل کرے۔ رسول اللہ ﷺ نکلے تو ہم بھی آپ کے ساتھ نکلے حتی کہ ہم ذوالحلیفہ پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں نماز ادا فرمائی پھر آپ القصواء اونٹنی پر سوار ہو گئے حتی کہ جب بیداء کے مقام پر سواری سیدھی کھڑی ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تھے اور آپ پر قرآن نازل ہو رہا تھا اور آپ اس کی مراد بتا رہے تھے، پس ہم نے ہر وہ عمل کیا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ آپ ﷺ نے توحید کے ساتھ تلبیہ کہا۔ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اور لوگوں نے بھی اسی طرح تلبیہ کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں پر اس میں سے کسی چیز کو لازم کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ ہمیشہ تلبیہ کہتے رہے حتی کہ ہم آپ کے ساتھ بیت اللہ پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے رکن کو استسلام کیا، طواف کے تین چکروں میں رمل کیا اور چار چکر مناسب چال چلے پھر آپ مقام ابراہیم پر آئے اور وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (البقرہ:125) کا ارشاد تلاوت فرمایا۔ آپ نے اس کے اور بیت اللہ کے درمیان دو رکعت نماز پڑھی۔ ان میں آپ نے سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تلاوت فرمائی۔ پھر آپ بیت اللہ شریف کی طرف لوٹ آئے، رکن کو سلام کیا پھر دروازہ سے صفا کی طرف نکلے جب صفا کے قریب پہنچے تو یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (بقرہ:158) آپ نے سعی اس طرف سے شروع کی جس کا اللہ نے پہلے ذکر فرمایا۔ پس آپ نے صفا سے آغاز فرمایا، آپ اس کے اوپر چڑھے حتی کہ آپ کو بیت اللہ نظر آیا آپ نے تکبیر کہی پھر کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ

1۔ صحیح مسلم، باب فی رمی الجمار، جلد 1، صفحہ 419

وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے درمیان دعا فرمائی۔

راوی فرماتے ہیں آپ نے یہ عمل تین مرتبہ دہرایا۔ پھر آپ مروہ کی طرف اترے حتی کہ آپ کے قدم جم گئے۔ تو آپ نے وادی کے بطن میں رمل کیا حتی کہ جب آپ مروہ پر چڑھنے لگے۔ تو آہستہ آہستہ چلنے لگے حتی کہ مروہ کے اوپر پہنچ گئے مروہ پر بھی آپ نے وہی عمل کیا جو صفا پر کیا تھا حتی کہ آخری چکر مروہ پر تھا۔ پھر فرمایا اگر مجھے معاملہ کا پہلے علم ہوتا تو میں پیچھے نہ رہتا۔ میں ہدی ساتھ نہ لایا ہوتا اور میں اس احرام کو عمرہ کا احرام بنا دیتا۔ پس تم میں سے جس کے پاس ہدی نہیں ہے وہ حلال ہو جائے اور اس کو عمرہ بنا دے۔ تمام لوگ حلال ہو گئے اور قصر کرالی۔ لیکن نبی کریم ﷺ اور جن لوگوں کے پاس ہدایا تھیں وہ حلال نہ ہوئے۔ پھر جب آٹھویں ذی الحجہ کا دن تھا تو منی کی طرف متوجہ ہوئے اور حج کا احرام باندھا۔ رسول اللہ ﷺ سواری پر سوار ہوئے۔ آپ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں منی میں پڑھیں پھر آپ تھوڑی دیر ٹھہرے رہے حتی کہ سورج طلوع ہو گیا۔ آپ نے اپنے لئے خیمہ لگانے کا حکم دیا جو بالوں سے بنا ہوا تھا۔ پس وہ کھالوں سے بنایا گیا تھا۔

پھر رسول اللہ ﷺ چل پڑے اور قریش کو کوئی شک نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس ٹھہرے تھے جیسا کہ قریش زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔ آپ ﷺ چلتے رہے حتی کہ عرفہ پہنچے۔ پس آپ ﷺ نے قبہ دیکھا جو کھالوں سے بنایا گیا تھا۔ آپ ﷺ اس میں اترے حتی کہ جب سورج غروب ہو گیا تو قصواء اونٹنی کو تیار کرنے کا حکم دیا آپ اس پر سوار ہو کر وادی کے بطن میں تشریف لائے، لوگوں کو خطبہ دیا فرمایا تمہارے خون اور تمہارے اموال تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کا دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرمت والا ہے۔ خبردار زمانہ جاہلیت کا ہر کام میرے قدموں کے نیچے رکھا گیا ہے اور جاہلیت کے خون ختم کر دیئے گئے ہیں اور پہلا خون جو میں معاف کرتا ہوں وہ عثمان بن ربیعہ بن الحرث بن عبد المطلب کا خون ہے اور جاہلیت کا سود بھی ساقط ہو گیا ہے اور پہلا سود جو میں ختم کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے۔ سب کا سب ختم کیا گیا ہے اور عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے ذریعے لیا ہے اور تم نے اللہ کے کلمہ کے ساتھ ان کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے اور تمہارے لئے ان پر یہ حق ہے کہ تمہارے بستر پر کسی سے وطی نہ کریں جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر ایسا کرے تو انہیں مارو لیکن زخمی نہ کرو اور ان کے لئے تم پر رزق اور لباس ہے معروف طریقہ پر۔

میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو اس کے بعد گمراہ نہ ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب ہے اور تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے، صحابہ نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پیغام حق پہنچا دیا، اپنا فرض ادا کر دیا اور دین کو خالص کر دیا، فرمایا اے اللہ! گواہ رہنا۔ پھر حضرت بلال نے اذان دی پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ظہر کی نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی، ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نفل وغیرہ نہ پڑھے پھر آپ قصواء پر سوار ہوئے حتی کہ موقف پر آئے اور القصواء کو صخرات پر بٹھایا اور حبل المشاۃ آپ کے سامنے تھا۔ پھر آپ ﷺ

نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ٹھہرے رہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور جب سورج کی ٹکیہ غائب ہو گئی تھوڑی دیر کے بعد زردی ختم ہو گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور آپ یہاں سے چل پڑے، آپ نے قصواء کی نکیل کھینچی حتیٰ کہ اس کا سر کجاوہ تک پہنچ گیا اور آپ اپنے دائیں ہاتھ اشارہ کرتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے اے لوگو! آرام سے چلو۔ جب آگے کوئی پہاڑ آجاتا تو آپ اونٹنی کی مہار ڈھیلی کر دیتے حتیٰ کہ آپ چلتے چلتے مزدلفہ پہنچ گئے۔ آپ نے یہاں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب وعشاء کی نمازوں کو اکٹھا پڑھا۔ ان کے درمیان نوافل نہ پڑھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے حتیٰ کہ فجر طلوع ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر اس وقت پڑھی جب صبح آپ کے لئے ظاہر ہو گئی۔

پھر آپ قصواء پر سوار ہو کر مشعر حرام پہنچے۔ آپ اس کے اوپر چڑھے اور کعبہ کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد بڑائی اور اس کی توحید بیان کی۔ آپ یہاں ٹھہرے رہے حتیٰ کہ اچھی طرح اجالا ہو گیا پھر آپ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے چلے حتیٰ کہ وادیٔ محسر پہنچے۔ آپ تھوڑے سے تیز چلے پھر آپ نے درمیانی راستہ اختیار کیا جو جمرہ کبریٰ پر جاتا ہے حتیٰ کہ آپ اس جمرہ پر آئے جو درخت کے قریب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہی۔ آپ نے وادی کے بطن سے کنکریاں ماری تھیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ کر منحر (ذبح کی جگہ) میں آئے اپنے ہاتھ سے تریسٹھ اونٹ ذبح کئے اور باقی اونٹوں کو ذبح کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا اور آپ نے اپنی ہدی میں انہیں شریک فرمایا پھر ہر اونٹ کا ایک ٹکڑا ہنڈیا میں پکانے کا حکم دیا۔ وہ پکایا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ گوشت تناول فرمایا اور اس کا شوربا پیا۔ پھر آپ سوار ہوئے اور بیت اللہ کی طرف چل پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی، پھر آپ بنی عبدالمطلب کے پاس آئے جو زمزم پر پانی پلا رہے تھے، فرمایا اے بنو عبدالمطلب پانی کھینچو اگر مجھے لوگوں کا تم پر پانی کھینچنے میں بھیڑ کرنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچتا۔ انہوں نے ایک ڈول لٹکایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پانی پیا(1)۔

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

"پھر تم بھی (اے مغروران قریش) وہاں تک (جا کر) واپس آؤ جہاں جا کر دوسرے لوگ واپس آتے ہیں اور معافی مانگو اللہ سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے"۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابونعیم (دلائل میں) اور بیہقی نے سنن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں قریش اور جو ان کے دین پر چلتے تھے وہ مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے، ان کو الحمس کہا جاتا تھا اور باقی تمام عرب عرفات میں ٹھہرتے تھے، جب اسلام آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں آنے کا حکم ہوا۔

1۔ سنن ابن ماجہ، باب حجۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 3، صفحہ 502، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

قریش مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ (1)۔

امام ابن المنذر رنے حضرت اسماء بنت ابی بکر سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں قریش مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے اور لوگ عرفہ میں ٹھہرتے تھے سوائے شیبہ بن ربیعہ کے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قریش اور ان کے رشتہ دار اور حلیف عرفات میں لوگوں کے ساتھ نہیں ٹھہرتے تھے۔ وہ لوگ المغمس سے نکلتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اللہ والے ہیں، ہم اس کے حرم سے نہیں نکلیں گے، پس اللہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ بھی وہاں سے نکلیں جہاں سے لوگ نکلتے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی سنت بھی عرفات سے نکلنا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے آیت میں الناس سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

امام عبد بن حمید نے مجاہد سے روایت کیا ہے قریش کہتے تھے کہ ہم حمس اہل حرم میں اور مزدلفہ حرم سے خارج نہیں ہے۔ پس انہیں عرفات میں پہنچے کا حکم دیا گیا۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ عرفہ میں ٹھہرتے تھے لیکن قریش اور ان کے حلیف مزدلفہ میں رہتے تھے اور یہ حمس کہلاتے تھے۔ بعض نے کہا تم حرم کی تعظیم کرو کیونکہ اگر تم غیر حرم کی تعظیم کرو گے تو ہوسکتا ہے لوگ تمہاری حرمت کی ہتک کریں، پس وہ حق کے موقف میں نہ ٹھہرے اور مزدلفہ میں وقوف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ لوگ عرفات سے چلتے ہیں تو تم بھی وہاں سے چلو۔

اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا میں فرشتوں سے فرماتا ہے میرے بندے میرے وعدہ پر ایمان لائے، میرے رسل کی تصدیق کی، اب ان کی جزاء کیا ہونی چاہیے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں ان کو بخش دینا چاہیے۔ اس آیت میں اسی بخشش کا ذکر ہے (2)۔

امام مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا نے کتاب الاضاحی میں اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زیادہ بندوں کو آگ سے آزاد کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ قریب ہوتا ہے پھر ملائکہ کے سامنے اپنے بندوں پر فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے جو انہوں نے ارادہ کیا ہے (ان کے لئے وہی ہے (3)۔

امام احمد، ابن حبان، حاکم انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اہل عرفات کی وجہ سے اہل سماء پر فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے دیکھو میرے بندے میرے پاس پراگندہ بال اور غبار آلود آئے ہیں (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 352 2۔ ایضاً 3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 636 (1705) 4۔ ایضا، (1708)

امام البزار، ابویعلی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنوں میں سے افضل دن ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں۔ پوچھا گیا اللہ کے راستہ میں ان کی کوئی مثل ہے فرمایا نہیں ان کی کوئی مثل نہیں مگر وہ شخص جس کا چہرہ اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوا اور اللہ کی بارگاہ میں دسویں ذی الحجہ سے کوئی دن افضل نہیں۔ اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے لائق) آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور زمین والوں کی وجہ سے اہل آسمان پر فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے میرے بندوں کی طرف دیکھو، وہ میرے پاس پراگندہ بال، غبار آلود قربانی کرتے ہوئے آئے ہیں اور دور دراز راستے سے آئے ہیں۔ میری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور میرے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں حالانکہ انہوں نے میرا عذاب دیکھا نہیں ہے اور آگ سے آزاد ہونے والے مرد اور عورتیں اس دن سے زیادہ کبھی نہیں ہوتیں (1)۔

امام احمد اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کی شام فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے، ارشاد فرماتا ہے میرے بندوں کو دیکھو، میرے پاس پراگندہ بال، غبار آلود قربانی کرتے ہوئے دور دراز راستہ سے آئے ہیں، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انکو بخشش دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی ایسا دن نہیں جس میں عرفہ سے زیادہ آگ سے آزاد کئے جاتے ہوں۔

امام مالک، بیہقی اور اصبہانی نے الترغیب میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن کریز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان عرفہ سے زیادہ کسی دن حقیر، ذلیل، رسوا اور غیظ و غضب میں نہیں جلتا اور اسی وجہ اس دن رحمت کا نزول ہے اور اللہ تعالیٰ کا بڑے بڑے گناہوں سے تجاوز فرمانا ہے لیکن بدر کے دن جو اس نے دیکھا تھا اس کی وجہ سے اس سے بھی زیادہ ذلیل و رسوا تھا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ اس نے بدر کے روز کیا دیکھا تھا۔ فرمایا اس نے جبریل کو دیکھا تھا جو فرشتوں کی صفوں کو ترتیب دے رہے تھے (2)۔

امام بیہقی نے الفضل بن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ عرفہ میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے اور نوجوان (الفضل) عورتوں کو دیکھتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے آنکھوں کی حفاظت کے متعلق ارشاد فرمایا اور فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا اور فرمایا اے میرے بھائی کے بیٹے! یہ وہ دن ہے جس میں جس نے اپنی آنکھوں کو قبضہ میں رکھا مگر ان سے صرف حق دیکھا اور اپنے کانوں پر ضبط کیا مگر حق کی آواز سنی اور اپنی زبان کو کنٹرول کیا مگر اس سے حق کی بات کی تو اس کی بخشش ہوگئی (3)۔

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، افضل دعا عرفہ کی دعا ہے اور افضل قول میرا اور مجھ سے پہلے انبیاء کا قول ہے (اور وہ یہ ہے) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

1۔ مسند ابویعلی، جلد 2، صفحہ 299 (2086) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 461 (4069) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 62-461 (4071)

ہ۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 462 (4072)

امام بیہقی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی زیادہ دعا یہ ہوتی تھی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔(1)

امام ترمذی، ابن خزیمہ اور بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرفہ کی شام کے وقت رسول اللہ ﷺ کی زیادہ دعا یہ ہوتی تھی اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِيْ نَقُوْلُ وَ خَيْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ وَاِلَيْكَ مَاٰبِيْ وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَاتَجِيْءُ بِهِ الرِّيْحُ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِيْءُ بِهِ الرِّيْحُ۔(2)

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان عرفات میں شام کے وقت ٹھہرتا ہے پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے سو مرتبہ یہ کہتا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور پھر سورۂ اخلاص سو مرتبہ پڑھتا ہے پھر سو مرتبہ کہتا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَ عَلَيْنَا مَعَهُمْ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے ملائکہ میرے اس بندے کی کیا جزاء ہے؟ اس نے میری تسبیح وتحلیل، کبریائی وعظمت، تعریف وتوصیف کی ہے اور میرے نبی پر درود بھیجا ہے، اے میرے ملائکہ گواہ رہو میں نے اس کے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور اس کی اپنے متعلق اپنی سفارش کو قبول کیا ہے، اگر میرا یہ بندہ مجھ سے سوال کرے تو میں تمام اہل موقف کے متعلق اس کی سفارش کو قبول کروں گا۔ امام بیہقی فرماتے ہیں یہ متن غریب ہے، اس کی سند میں ایسا راوی ہے جو وضع کی طرف منسوب ہے (یعنی وہ احادیث گھڑتا ہے)(3)

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت بکیر بن عتیق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حج کیا اور میں نے ایک شخص کو تاڑ لیا کہ میں اس کی اقتدا کروں گا سالم بن عبداللہ موقف میں یہ کہہ رہے تھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّ آبَائِنَا الْاَوَّلِيْنَ، آپ یہ کہتے رہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا پھر انہوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا مجھے میرے باپ عمر بن خطاب نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس کو میرے ذکر نے مجھ سے سوال کرنے سے روکے رکھا میں اسے اس سے افضل دوں گا جو میں نے مانگنے والوں کو دیا ہو گا(4)۔

امام ابن ابی شیبہ اور الجندی نے فضائل مکہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی عرفہ کے روز زیادہ یہ دعا رہی ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّسْوَاسِ الصُّدُوْرِ

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 358، (3767)
2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 462 (4073)
3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 463 (4074)
4۔ ایضاً، باب فی محبۃ اللہ، جلد 1، صفحہ 413 (572)

وَتَشْتِیْتِ الْاُمُوْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی اللَّیْلِ وَشَرِّ مَا یَلِجُ فِی النَّهَارِ وَ شَرِّ مَا تَهُبُّ بِهِ الرِّیَاحُ وَ شَرِّ بَوَائِقِ الدَّهْرِ۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الاضاحی میں اور ابن ابی عاصم اور طبرانی دونوں نے الدعاء میں اور بیہقی نے الدعوات میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو بندہ اور بندی اللہ تعالیٰ سے ان دعاؤں کے ساتھ عرفہ کی رات دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا جو سوال ہوگا عطا فرمائے گا سوائے قطع رحمی کے سوال کے۔ اور یہ دس کلمات ہیں جو ہزار مرتبہ کہنے ہیں۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ عَرْشُهٗ، سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْاَرْضِ مَوْطِنُهٗ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْبَحْرِ سَبِیْلُهٗ، سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی النَّارِ سُلْطَانُهٗ، سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْجَنَّةِ رَحْمَتُهٗ، سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْقُبُوْرِ قَضَائُهٗ، سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْهَوَاءِ رُوْحُهٗ، سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ، سُبْحَانَ الَّذِیْ وَضَعَ الْاَرْضَ، سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا مَلْجَا وَلَا مَنْجٰی مِنْهُ اِلَّا اِلَیْهِ، پوچھا گیا تو نے کیا یہ رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ فرمایا ہاں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت صدقہ بن یسار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے مجاہد سے پوچھا کیا عرفہ کے دن قرآن کی تلاوت افضل ہے یا ذکر، انہوں نے فرمایا قرآن افضل ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الاضاحی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب کہ آپ اس وقت عرفات میں تھے میں اس موقف کو نہیں چھوڑوں گا جب تک مجھ میں یہاں ٹھہرنے کی طاقت ہے کیونکہ زمین میں کوئی دن ایسا نہیں جس میں عرفہ سے زیادہ آگ سے آزاد کئے جاتے ہوں۔ اس لئے اس دن زیادہ سے زیادہ دعا کیا کرو۔ اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَوْسِعْ لِیْ فِی الرِّزْقِ وَاصْرِفْ عَنِّیْ فَسَقَةَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ یہ دعا آپ اکثر مانگتے تھے۔

امام طبرانی نے الدعاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرفہ کی شام رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَرٰی مَكَانِیْ وَتَسْمَعُ كَلَامِیْ وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ وَلَا یَخْفٰی عَلَیْكَ شَیْءٌ مِّنْ اَمْرِیْ اَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ، الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ اَسْاَلُكَ مَسْاَلَةَ الْمَسَاكِیْنِ وَاَبْتَهِلُ اِلَیْكَ ابْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الْمَضْرُوْرِ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ لَكَ عَیْنَاهُ وَنَحَلَ لَكَ جَسَدُهٗ وَرَغِمَ اَنْفُهٗ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِكَ شَقِیًّا وَّكُنْ لِیْ رَءُوْفًا رَّحِیْمًا یَا خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ یَا خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ۔(1)

امام طبرانی نے الدعاء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ عرفہ کی شام بلند آواز سے یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا بِالْهُدٰی وَزَیِّنَّا بِالتَّقْوٰی وَاغْفِرْ لَنَا فِی الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی پھر آہستہ آواز میں یہ دعا مانگتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ رِزْقًا طَیِّبًا مُّبَارَكًا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُمِرْتُ بِالدُّعَاءِ وَقَضَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ بِالْاِجَابَةِ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ وَعْدَكَ وَلَا تَنْكُثُ عَهْدَكَ اَللّٰهُمَّ مَا اَحْبَبْتَ مِنْ خَیْرٍ فَحَبِّبْهُ اِلَیْنَا وَیَسِّرْهُ لَنَا وَمَا كَرِهْتَ مِنْ

1۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 174 (11405)، مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم، بیروت

ہوں۔ فرمایا تو جب اپنے گھر سے بیت اللہ کا قصد کر کے نکلتا ہے تو تیرا اونٹ جو قدم اٹھاتا ہے اور رکھتا ہے اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تیرے لئے ایک نیکی لکھتا ہے اور تیرا ایک گناہ معاف فرماتا ہے اور جو تو طواف کرتا ہے تو اس کے لئے تو قدم اٹھاتا ہے اور رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرے لئے ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک گناہ مٹاتا ہے اور طواف کے بعد تو دو رکعتیں پڑھتا ہے تو اس کا ثواب اس طرح ہے جیسے تو نے بنی اسرائیل کا کوئی فرد آزاد کیا اور تیرا صفا و مروہ کے درمیان طواف کرنا اس طرح ہے جیسے ستر افراد آزاد کئے ہیں اور رہا عرفات میں تیرا ٹھہرنا تو اس میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرشتوں کے سامنے تمہاری وجہ سے مباہات فرماتا ہے اور کہتا ہے میرے بندوں کو دیکھو میرے پاس ہر دور دراز راستہ سے پراگندہ بال اور غبار آلود آئے ہیں میری رحمت کی اور مغفرت کی امید رکھتے ہیں اور اگر ان کے گناہ ریت کے ذروں اور بارش کے قطروں اور سمندر کی جھاگ، آسمان کے ستاروں جتنے بھی ہیں تو میں نے ان کو معاف کر دیا ہے پھر فرماتا ہے اے میرے بندو تم جاؤ تمہاری مغفرت کر دی گئی ہے اور جن کی تم نے سفارش کی ہے ان کی بھی مغفرت کر دی گئی ہے اور رہا تیرا رمی جمار کرنا تو اللہ تعالیٰ ہر کنکری کے بدلے تیرا بڑا اور ہلاک کرنے والا گناہ معاف فرماتا ہے، رہا تیرا ذبح کرنا تو یہ تیرے رب کی بارگاہ میں تیرے لئے ذخیرہ ہے، رہا تیرا بیت اللہ کا طواف کرنا یعنی طواف افاضہ کرنا تو تو طواف کرتا ہے اور تیرے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا، تیرے پاس ایک فرشتہ آتا ہے جو تیرے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھتا ہے اور کہتا ہے بقیہ زندگی میں عمل کر تیرے سابقہ گناہ معاف کر دیئے ہیں۔

امام البزار، طبرانی اور ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے ساتھ منیٰ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا ایک انصاری اور ایک ثقفی آئے، سلام کیا پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ سے سوال کرنے آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو تمہیں خود بتا دوں جو تم مجھ سے پوچھنے آئے ہو اور اگر چاہو تو میں نہ بتاؤ خود پوچھو۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ خود ہی بتا دیں کہ ہم کیا پوچھنے آئے ہیں۔ ثقفی نے انصاری سے کہا تم پوچھو۔ انصاری نے عرض کی یا رسول اللہ آپ خود ہی مجھے بتائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو مجھ سے اپنے گھر سے نکل کر بیت اللہ کی طرف آنے اور اس میں جو ثواب ہے اس کے متعلق پوچھنے آیا ہے اور ان دو رکعتوں کے متعلق پوچھنے آیا ہے جو طواف کے بعد ہوتی ہیں اور ان میں ثواب کتنا ہے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی اور ان میں جو ثواب ہے وہ پوچھنے کے لئے آیا ہے، عرفہ میں ٹھہرنے اور اس کا ثواب پوچھنے کے لئے آیا ہے، رمی جمار اور اس کا ثواب پوچھنے کے لئے آیا ہے، اپنی قربانی اور اس کا ثواب پوچھنے کے لئے آیا ہے۔ انصاری نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے واقعی میں یہی پوچھنے آیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تو گھر سے نکل کر بیت اللہ کا قصد کرتا ہے تو تیری سواری جو قدم رکھتی اور اٹھاتی ہے اس کے بدلے تیرے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ صاف کیا جاتا ہے، رہا طواف کے بعد دو رکعتوں کے ثواب کا مسئلہ تو وہ ایسے ہے جیسے بنی اسرائیل کے ایک شخص کو آزاد کرنا ہے اور رہا صفا و مروہ کے درمیان سعی کا مسئلہ تو یہ ستر افراد آزاد کرنے کی طرح ہے۔ رہا تیرا وقوف عرفات تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر اپنی شان کے لائق نزول فرماتا ہے اور تمہاری وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے اور کہتا ہے میرے بندے میرے پاس پراگندہ بال اور غبار آلود ہر راستہ سے آئے ہیں میری

شَرٍّ فَكَرِّهْهُ اِلَيْنَا وَجَنِّبْنَاهُ وَلَا تَنْزِعْ مِنَّا الْاِسْلَامَ بَعْدَ اِذْ اَعْطَيْتَنَاهُ۔

امام عبد الرزاق نے المصنف میں، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابوذر الہروی نے المناسک میں ابومجلز سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس عرفات میں وقوف کے وقت حاضر ہوا تو میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ اللہ اکبر، وللہ الحمد تین بار۔ پھر انہوں نے ایک مرتبہ یہ کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ پھر کہا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَغْفُوْرًا پھر سورۃ فاتحہ پڑھنے کی مقدار خاموش رہے پھر یہی وظیفہ دہراتے رہے حتیٰ کہ یہاں سے چل پڑے۔

امام بیہقی نے الشعب میں ابوسلیمان الدارانی عن عبد اللہ بن احمد بن عطیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پہاڑ پر وقوف کے متعلق پوچھا گیا اور یہ پوچھا گیا کہ یہ حرم میں کیوں داخل نہیں ہے؟ فرمایا اس لئے کہ کعبہ بیت اللہ ہے اور حرم باب اللہ ہے۔ جب لوگوں نے بیت اللہ کا قصد کیا تو وہ پہلے دروازے پر تضرع وزاری کرتے ہوئے ٹھہرے رہے، عرض کی گئی امیر المومنین وقوف مزدلفہ کیوں ہے؟ فرمایا کیونکہ جب انہیں حرم میں داخلہ کا اذن ملا تو پھر انہیں دوسرے حجاب کے پاس ٹھہرایا اور وہ مزدلفہ ہے، پھر جب ان کی تضرع وزاری طویل ہوگئی تو منیٰ میں قربانی دے کر قرب حاصل کرنے کی اجازت دی گئی پھر جب انہوں نے اپنی میل کچیل اتار دی اور قربانیاں پیش کر چکے تو وہ پہلے گناہوں سے پاک ہوگئے۔ پھر انہیں پاکیزگی کی حالت میں وفد بن کر اپنی بارگاہ میں حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی۔ پوچھا گیا اے امیر المومنین ایام تشریق کے روزے کیوں حرام کئے گئے ہیں؟ فرمایا کیونکہ لوگ اللہ کے زائرین ہیں اور وہ اس کی ضیافت میں ہیں، مہمان کے لئے، میزبان کی اجازت کے بغیر روزہ رکھنا جائز نہیں۔ پوچھا گیا اے امیر المومنین ایک انسان کعبہ کے غلاف سے لٹک جاتا ہے یہ کس لئے ہے؟ فرمایا اس کی مثل اس طرح ہے کہ غلام اپنے آقا کا کوئی جرم کرتا ہے تو وہ اس کے کپڑوں سے لپٹ جاتا ہے، اس کی طرف جاتا ہے، اس کا ارادہ کرتا ہے تاکہ اس کے جرم کو معاف کر دے (1)۔

امام ابن زنجویہ، الازرقی، الجندی، مسدد، البزار، ابن مردویہ اور الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد خیف میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک انصاری اور ایک بنی ثقیف کا شخص آئے اور دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کیا اور عرض کی یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس ایک سوال کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ فرمایا اگر تم چاہو تو میں بتا دوں کہ تم مجھ سے کیا پوچھنے آئے ہو اور اگر چاہو تو تم خود پوچھ لو۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ خود بتا دیں تو ہمارے ایمان اور یقین میں مزید قوت اور پختگی آئے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری سے فرمایا تو اس لئے آیا ہے تاکہ تو اپنے گھر سے نکلنے اور بیت الحرام کا ارادہ کرنے کے متعلق پوچھے اور یہ سوال کرے کہ اس میں تیرے لئے کیا اجر وثواب ہے اور تیرا طواف اور اس کا ثواب کیا ہے، تیرا رمی جمار کرنا اور اس میں جو ثواب ہے وہ کیا ہے۔ پھر طواف افاضہ کرنا اور اس کا ثواب کیا ہے؟ انصاری نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں بالکل یہی پوچھنے آیا

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 468 (4084)

جنت کی امید رکھے ہوئے ہیں۔ اگر ان کے گناہ ریت کے ذرات، بارش کے قطرات، سمندر کی جھاگ کے برابر ہوتے تو بھی میں انہیں معاف کر دیتا۔ اے میرے بندو! جاؤ تمہاری بخشش کی گئی ہے اور جس کی تم نے سفارش کی ہے ان کی بھی سفارش ہو گئی ہے۔ رہا تمہارا رمی جمار کرنا تو ہر کنکری جو تم نے پھینکی ہے وہ تیرے ہلاک کرنے والے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ رہا تیرا قربانی کرنا تو یہ تیرے لئے رب کے حضور ذخیرہ ہے اور رہا تیرا حلق کرانا تو ہر بال جس کا تو نے حلق کرایا اس کے بدلے میں ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک گناہ معاف کیا جائے گا۔ پھر اس کے بعد تو طواف افاضہ کرتا ہے تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ ایک فرشتہ آتا ہے جو تیرے دونوں کندھوں کے درمیان اپنے ہاتھ رکھتا ہے اور کہتا ہے آئندہ عمل کر تیرے سابقہ گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔

امام ابن جریر اور ابو نعیم نے الحلیہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کی شام خطبہ ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر اس جگہ احسان فرمایا ہے، اس نے تمہارے نیکو کاروں کو قبول فرمایا ہے اور جو تم نے اچھائی طلب کی وہ تمہیں عطا فرمائی ہے اور تمہارے گناہ گاروں کو نیکو کاروں کی وجہ سے معاف فرما دیا سوائے ان فرضوں کے جو تمہارے ایک دوسرے کے اوپر ہیں، پس اللہ کا نام لے کر چلو۔

پھر مزدلفہ کی صبح ہوئی تو فرمایا اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا اس جگہ، اس نے تمہارے نیکو کاروں کی نیکیاں قبول فرمائی ہیں اور تمہارے نیکو کاروں کی وجہ سے تمہارے گناہ گاروں کو معاف فرمایا ہے اور تمہارے آپس میں جو ایک دوسرے پر حقوق تھے وہ بھی اس نے اپنی طرف سے دے دیئے ہیں۔ تم اللہ کا نام لے کر چلو، صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ! کل آپ ہمارے ساتھ چلے تھے تو مغموم و پریشان تھے، آج آپ چلے ہیں تو خوش و مسرور ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل میں نے اللہ تعالیٰ سے ایک سوال کیا تو وہ مجھے عطا نہ ہوا۔ میں نے تمہارے حقوق العباد کی معافی کے متعلق سوال کیا تھا اور یہ سوال پورا نہ ہوا تھا۔ لیکن آج کے دن جبریل میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ کا رب تجھے سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے آپ کے غلاموں کے حقوق العباد کی بھی ضمانت دی ہے، میں نے ان کا عوض اپنی جناب سے دیا ہے(1)۔

امام طبرانی نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے دن فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے آج کے دن تم پر احسان فرمایا ہے، اس نے حقوق العباد کے علاوہ تمہارے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں اور اس نے تمہارے گناہ گاروں کو تمہارے نیکو کاروں کی وجہ سے معاف فرمایا ہے تمہارے نیکو کاروں کو وہ عطا فرمایا جو اس نے مانگا۔ پس اللہ کا نام لے کر چلو۔ جب آپ ﷺ مزدلفہ میں تھے تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے نیکو کاروں کو معاف فرما دیا ہے اور تمہارے نیک لوگوں کی سفارش تمہارے مجرم لوگوں کے حق میں قبول فرمائی ہے، رحمت نازل ہوتی ہے تو سب پر نازل ہوتی ہے پھر مغفرت کو زمین پر بکھیرا تو ہر توبہ کرنے والے پر واقع ہوئی جو بھی اپنی زبان اور اپنے ہاتھوں کی حفاظت کرتا ہے، ابلیس اور اس کا لشکر واویلا اور ہلاکت پکار رہے ہیں۔

امام ابن ماجہ، حکیم الترمذی نے نوادر الاصول میں عبد اللہ بن احمد نے زوائد المسند میں، ابن جریر، طبرانی اور بیہقی نے سنن

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 355

میں، الضیاء المقدسی نے المختارہ میں العباس بن مرداس السلمی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لئے مغفرت ورحمت کی عرفہ کی شام دعا فرمائی اور بہت کثرت سے دعا فرمائی، عرض کی یا رب تو اس بات پر قادر ہے کہ تو مظلوم کو اس کی مظلومیت کی وجہ سے خیر عطا فرمادے اور تو اس ظالم کو بھی بخش دے۔ اس رات آپ کی دعا قبول نہ ہوئی۔ جب مزدلفہ کی صبح تھی تو آپ ﷺ نے پھر یہی دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ مسکرائے، صحابہ کرام نے تبسم فرمانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں اللہ کے دشمن ابلیس کی وجہ سے مسکرایا ہوں، جب اسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے حق میں میری دعا قبول فرمائی ہے تو وہ موت اور ہلاکت پکارنے لگا اور اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا (1)۔

امام ابن ابی الدنیا نے الاضاحی میں اور ابویعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ نے عرفات والوں پر احسان فرمایا ہے اور ان کی وجہ سے ملائکہ کے سامنے فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے اے میرے فرشتو! میرے بندوں کی طرف دیکھو پراگندہ بال، گرد آلود ہر دور دراز راستہ طے کر کے آئے ہیں، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی دعاؤں کو قبول فرمالیا ہے اور ان کی شفاعت بھی قبول فرمائی ہے اور ان کے گناہ گاروں کو ان کے صالحین کی وجہ سے معاف کر دیا ہے اور حقوق العباد کے علاوہ جو بھی ان کے نیکوکاروں نے مجھ سے مانگا میں نے انہیں عطا فرما دیا ہے۔ جب لوگ مزدلفہ کی طرف جاتے ہیں اور وہاں وقوف کی دعا و رغبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو! میرے بندے ٹھہرے اور دعائیں اور رغبت مانگی تو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی دعاؤں کو قبول کیا، ان کی سفارشوں کو بھی قبول کیا۔ ان کے مجرموں کو ان کے نیکوکاروں کی وجہ سے معاف کیا، میں نے ان کے نیکوکاروں کو وہ سب کچھ عطا فرمایا جو انہوں نے مانگا اور ان کے اوپر جو تاوان تھے ان کا میں کفیل بن گیا (2)۔

امام ابن المبارک نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ عرفات میں ٹھہرے۔ اس وقت سورج غروب ہونے والا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو میری بات سننے کے لئے خاموش کرو، حضرت بلال اٹھے اور اعلان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بات سنو، پس لوگ خاموش ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! میرے پاس جبریل ابھی ابھی آئے۔ انہوں نے مجھے میرے رب کا سلام پہنچایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل عرفات کو بخش دیا ہے اور اہل مشعر کو بھی بخش دیا ہے اور ان کی طرف سے حقوق العباد کا ضامن بن گیا ہے، حضرت عمر بن خطاب کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ مغفرت و بخشش ہمارے ساتھ خاص ہے؟ فرمایا یہ تمہارے لئے بھی ہے اور قیامت تک جو تمہارے بعد آئیں گے ان کے لئے بھی ہے۔ عمر بن خطاب نے فرمایا اللہ کی خیر زیادہ اور پاکیزہ ہے۔

امام ابن ماجہ نے حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ کی صبح انہیں فرمایا کہ لوگوں کو خاموش کرو، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر کرم نوازی فرمائی ہے، اس مزدلفہ میں اس نے تمہارے گناہ گاروں کو تمہارے محسنین کی وجہ سے معاف فرما دیا ہے اور تمہارے نیکوکاروں کو وہ عطا فرمایا جو انہوں نے مانگا، اللہ کا نام لے کر چلو (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 355 — 2۔ مسند ابویعلیٰ، جلد 3، صفحہ 398، (4092) — 3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 478 (3024)

امام مالک، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت محمد بن ابی بکر ثقفی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا جب کہ وہ دونوں منیٰ سے عرفہ کی طرف آ رہے تھے کہ تم اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو ہم میں سے تلبیہ کہتا اس پر بھی اعتراض نہ کیا جاتا اور جو ہم میں سے تکبیر کہنے والا ہوتا اس پر بھی اعتراض نہ کیا جاتا (1)۔

امام بخاری، مسلم اور ابو داؤد نے ام الفضل بنت الحرث سے روایت کیا ہے کہ لوگوں کا ان کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرفہ کے دن روزے کے متعلق اختلاف ہو گیا بعض نے کہا آپ روزہ دار ہیں، بعض نے کہا آپ کا روزہ نہیں ہے۔ حضرت ام الفضل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایک دودھ کا پیالہ بھیجا جب کہ آپ اونٹ پر سوار تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ نوش فرما لیا (2)۔

امام ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا (الاضاحی میں) اور حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا (3)۔

امام ترمذی نے ابو نجیح سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ نہ رکھا تھا۔ حضرت عمر کے ساتھ حج کیا تھا انہوں نے روزہ نہ رکھا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تھا انہوں نے روزہ نہ رکھا تھا اور نہ میں خود روزہ رکھتا ہوں اور نہ حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابو قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عرفہ کے دن کا روزہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف فرما دے گا (4)۔

امام مؤطا میں امام مالک نے قاسم بن محمد کے طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ عرفہ کے دن روزہ رکھتی تھیں۔ قاسم فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ کو عرفہ کی شام کو دیکھا، امام چلا گیا اور آپ وہاں ٹھہری رہی حتیٰ کہ آپ کے سامنے جگہ خالی ہو گئی پھر آپ نے مشروب منگوا کر روزہ افطار کیا۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں سال کا کوئی دن ایسا نہیں جس میں عرفہ کے دن سے زیادہ میرے نزدیک روزہ رکھنا محبوب ہو۔

امام بیہقی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے عرفہ کے دن کا روزہ ہزار دن کے روزہ کی مانند ہے (5)۔ بیہقی نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ وہ عرفہ کے دن حضرت عائشہ کے پاس گئے اور کہا کہ مجھے پانی

1۔ صحیح بخاری، باب التلبیة والتکبیر اذا غدی من منی الی عرفة، جلد 1، صفحہ 225 2۔ ایضاً، باب الوقوف علی الدابة بعرفة، جلد 1، صفحہ 225
3۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، جلد 2، صفحہ 356 (1732) 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 355 (1730)
5۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 357 (3764)

پلاؤ۔ حضرت عائشہ نے فرمایا مسروق! تجھے روزہ نہیں ہے؟ مسروق نے کہا نہیں مجھے اندیشہ ہے کہ آج کا دن قربانی کا دن نہ ہو۔ حضرت عائشہ نے فرمایا ایسا نہیں ہے وہ عرفہ کا دن ہے جس دن امام عرفات میں آتا ہے اور وہ قربانی کا دن ہے جس دن امام قربانی کرتا ہے اے مسروق تو نے یہ نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ اس روزے کو ہزار روزوں کے برابر قرار دیتے تھے (1)۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الاضاحی میں اور بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ذی الحجہ کے دس دن، ہر دن فضیلت میں ہزار دن کے برابر ہے اور عرفہ کا دن دس ہزار دنوں کے برابر ہے (2)۔

امام بیہقی نے حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی زبان، کان اور آنکھ کی عرفہ کے دن حفاظت کی اس کے عرفہ کے دن سے آئندہ عرفہ کے دن تک گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (3)۔

امام ابن سعد نے حضرت ابن عباس سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں الفضل بن عباس عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، وہ نوجوان عورتوں کو تکتے تھے اور ان کی طرف دیکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے میرے بھائی کے بیٹے یہ وہ دن ہے جس نے آج کے دن اپنے کانوں، آنکھوں اور زبان کی حفاظت کی اس کی بخشش ہوگئی (4)۔

امام المروزی نے کتاب العیدین میں حضرت محمد بن عباد المخزومی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کوئی مومن شہید نہیں ہوتا مگر جس کا نام عرفہ کی رات شہیدوں میں لکھا جاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا نے الاضاحی میں اور المروزی نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ شہروں میں تعریف کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا تعریف عرفات میں ہوتی ہے (تعریف کا مطلب یہ ہے کہ حاجی جس طرح عرفات میں جمع ہوتے ہیں اسی طرح دوسرے شہروں کے میدانوں میں عرفہ کے دن جمع ہونا)

امام ابن ابی الدنیا نے ابوعوانہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حسن بصری کو عرفہ کے دن عصر کے بعد بیٹھتے ہوئے دیکھا، آپ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور دعا مانگ رہے تھے اور لوگ آپ کے اردگرد جمع تھے۔ المروزی نے مبارک سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے الحسن، بکر بن عبداللہ، ثابت بنانی، محمد بن واسع، غیلان بن جریر کو دیکھا بصرہ میں عرفہ مناتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ اور المروزی نے حضرت موسی بن ابی عائشہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرفہ کے دن عمرو بن حریث کو مسجد میں دیکھا جب کہ لوگ ان کے اردگرد جمع تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا، المروزی نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سب سے پہلے جس نے بصرہ میں تعریف کی وہ ابن عباس تھے۔

امام المروزی نے حضرت حکم سے روایت کیا ہے کوفہ میں جس نے سب سے پہلے تعریف کی وہ مصعب بن زبیر تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے)، نسائی، ابن ابی الدنیا، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا)

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 358 (3765)

2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 358 (3766)

3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 462 (4071)

4۔ طبقات کبریٰ، جلد 4، صفحہ 54، مطبوعہ دار صادر بیروت

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یوم عرفہ، یوم النحر اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کی عید ہیں، یہ کھانے، پینے کے دن ہیں (1)۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ یوم عرفہ کو صبح کی نماز پڑھتے تو گھٹنوں کے بل بیٹھ کر یہ کہتے۔ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد ایام تشریق کے آخری دن کی عصر تک یہ تکبیر کہتے تھے۔

امام حاکم نے (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اسے ضعیف کہا ہے) ابو الطفیل کے طریق سے حضرت انس اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرضی نمازوں میں بسم اللہ جہراً پڑھتے تھے اور فجر میں قنوت پڑھتے تھے اور عرفہ کے دن صبح نماز سے تکبیر شروع کرتے تھے اور ایام تشریق کے آخری دن کی عصر تک پڑھتے تھے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا، المروزی (نے عیدین میں) اور حاکم نے عبید اللہ بن عمیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرفہ کے دن کی فجر کی نماز کے بعد ایام تشریق کے آخری دن کی نماز ظہر یا عصر تک تکبیر کہتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ اور حاکم نے حضرت شقیق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ عرفہ کی صبح فجر کی نماز کے بعد تکبیر کہتے تھے پھر ایام تشریق کے آخری دن کی عصر تک ختم نہیں کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، المروزی، حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ عرفہ کی صبح سے ایام تشریق کے آخری دن کی عصر تک تکبیر کہتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور حاکم نے حضرت عمیر بن سعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمارے پاس عبد اللہ بن مسعود تشریف لائے تو وہ عرفہ کے دن صبح کی نماز سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی عصر تک تکبیریں کہتے تھے۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے تھے جو میرے ساتھ کوئی مرد یا عورت آئے تو وہ عرفہ کے دن روزہ نہ رکھے یہ کھانے، پینے اور تکبیر کا دن ہے۔

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الصوم، جلد 1، صفحہ 600 (1586)　　2۔ ایضاً، کتاب صلاۃ العیدین، جلد 1، صفحہ 439 (1111)

'' پھر جب تم پورے کر چکو حج کے ارکان تو اللہ کو یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ذکر الٰہی کرو اور کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب دے دے ہمیں دنیا میں ہی (سب کچھ) نہیں ہے اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ۔ اور بعض لوگ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! عطا فرما ہمیں دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا لے ہمیں آگ کے عذاب سے۔ انہی لوگوں کو بڑا حصہ ملے گا (دونوں جہانوں میں) بسبب ان کی (نیک) کمائی کے اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب چکانے والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں مناسک سے مراد حج ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مناسک سے مراد حج ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مناسک سے مراد خون بہانا بھی روایت کیا ہے۔ عرب دسویں کے دن قربانیوں سے فارغ ہو کر اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں پر فخر کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جگہ اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا فرمایا فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مشرکین حج میں بیٹھتے تھے اور اپنے آباء واجداد کے جنگی کارناموں کا ذکر کرتے تھے اور اپنے نسبوں کو شمار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زمانہ اسلام میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ کا ذکر کرو الخ۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور الضیاء (المختارہ میں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں زمانۂ جاہلیت کے لوگ حج کے موسم میں ٹھہرتے تھے تو ایک شخص ان میں سے کہتا کہ میرا باپ کھانا کھلاتا تھا، بوجھ اٹھاتا تھا، دیتیں برداشت کرتا تھا سوائے اپنے آباؤ اجداد کے تذکروں کے اور کچھ نہیں ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب لوگ حج سے فارغ ہوتے تھے تو اپنے آباء پر فخر کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب لوگ مناسک حج مکمل کر لیتے اور جمرہ کے پاس ٹھہرتے تو اپنے آباء کا ذکر کرتے اور زمانۂ جاہلیت کی اپنی جنگیں اور کارنامے یاد کرتے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمادی (1)۔

امام الفاکہی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنے آباء کا ذکر کرتے تھے، ایک ان میں سے کہتا کہ میرا باپ کھانا کھلاتا تھا، دوسرا کہتا میرا باپ تلوار سے جنگ کرتا تھا، تیسرا کہتا میرا باپ ماتھے کے بال کاٹتا تھا پس اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ کا ذکر کرو۔

امام وکیع اور ابن جریر نے حضرات سعید بن جبیر اور عکرمہ رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ لوگ زمانۂ جاہلیت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 357

میں اپنے آباء کے کارناموں کو یاد کرتے تھے جب کہ وہ عرفہ میں ٹھہرتے تھے۔ پس مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

امام وکیع، عبد بن حمید نے حضرت عطاء سے روایت کیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ جب منیٰ میں اترتے تو اپنے آباء پر فخر کرتے ایک کہتا میرے باپ نے ایسا ایسا کیا تھا۔ دوسرا کہتا میرے باپ نے یہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمادیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ بچے کے بارے میں قول ہے کہ وہ زبان کھولتا ہے تو اپنے باپ اور اپنی ماں کو پکارتا ہے۔ اللہ نے فرمایا اللہ کا نام یاد کرو۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اس سے كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ کے متعلق پوچھا گیا کہ انسان پر ایک دن گزرتا ہے جب کہ وہ اپنے باپ کو یاد ہی نہیں کرتا (تو اللہ تعالیٰ نے یہ تشبیہ کیوں دی ہے کہ اللہ کو اپنے باپ کی طرح یاد کرو)۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کی نافرمانی کی جائے تو اللہ کے لئے زیادہ ناراض ہو بنسبت اس ناراضگی کے جب کہ تیرے باپ کا ذکر برائی سے کیا جائے۔

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دیہاتی لوگ موقف میں آتے تو دعا کرتے یا اللہ اس سال کو بارش والا سال بنادے، شادابی کا سال بنادے اچھی اولاد کا سال بنادے۔ آخرت کے امور میں سے کچھ ذکر نہ کرتے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل فرمادی، ان کے بعد دوسرے مومنین آتے تھے تو وہ دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی مانگتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔

امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے لوگ زمانۂ جاہلیت میں جب مشعر حرام میں ٹھہرتے تو دعا مانگتے ایک کہتا اے اللہ مجھے اونٹ عطا فرما، دوسرا کہتا اے اللہ مجھے بکریاں عطا فرما، پس اللہ تعالیٰ نے فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ آیات نازل فرمائیں۔

امام ابن جریر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتے تھے اور دعا مانگتے تھے اے اللہ ہم پر بارش نازل فرما، ہمیں دشمن پر غلبہ عطا فرما، ہمیں نیکوکاروں کی طرف لوٹا (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وہ یہ دعا مانگتے تھے اے ہمارے رب ہمیں رزق اور فتح عطا فرما۔ وہ آخرت کے متعلق کچھ نہیں مانگتے تھے پس یہ آیات نازل ہوئیں۔ ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابویعلی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا مانگتے تھے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابویعلی، ابن حبان، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الشعب میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 360
2۔ سنن ابوداؤد، باب الاستغفار، جلد 5، صفحہ 429 (1490) مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو دیکھا جو اس چوزے کی مانند تھا جس کے بال و پر نوچ لئے گئے ہوں۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتا ہے؟ اس نے کہا ہاں میں یہ دعا مانگتا ہوں اے اللہ جو سزا تو نے مجھے آخرت میں دینی ہے وہ مجھے دنیا میں جلدی دے دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ! پھر تو اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو یہ دعا کیوں نہیں مانگتا رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے یہ دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفاء عطا فرمائی (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری (الادب) اور ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ثابت نے انہیں کہا کہ تمہارے بھائی پسند کرتے ہیں کہ تم ان کے لئے دعا کرو تو انہوں نے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ کے الفاظ سے دعا کی، انہوں نے پھر دعا کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے تمہارے تمام امور کا ذکر کروں، جب اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں بھلائی عطا فرما دے گا اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما دے گا اور تمہیں آگ کے عذاب سے بھی بچالے گا تو تمہیں ساری خیر عطا فرما دے گا۔

امام شافعی، ابن سعد، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری (تاریخ میں)، ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ، ابن الجارود، ابن حبان، طبرانی، حاکم انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عبد اللہ بن السائب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (2)

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں رکن کے پاس سے جب بھی گزرا تو میں نے اس پر ایک فرشتہ آمین کہتے ہوئے دیکھا جب تم رکن کے پاس سے گزرو تو یہ دعا مانگو رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک فرشتہ رکن یمانی پر مقرر ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے وہ آمین آمین کہتا ہے۔ پس تم یہ دعا مانگو رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (3)

امام ابن ماجہ اور الجندی نے فضائل مکہ میں حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت کیا ہے ان سے رکن یمانی کے متعلق پوچھا گیا جب کہ وہ طواف کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا مجھے ابو ہریرہ نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا گیا جب کہ وہ طواف کر رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر ستر فرشتے متعین ہیں جو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھتا ہے وہ فرشتے آمین کہتے ہیں (4)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 43 (29340) مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 453 (4045)
3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 453 (4046)
4۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 444 (2957)

امام الازرقی نے ابن ابی نجیح سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں طواف میں حضرات عمر اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما اکثر یہ دعا مانگتے تھے۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن احمد نے الزوائد میں حضرت حبیب بن صہبان الکاہلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں عمر بن خطاب کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا وہ طواف میں یہی دعا مانگتے تھے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ، اور ان سے میری جدائی بھی اسی دعا پر ہوئی تھی۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایام تشریق میں یہ دعا پڑھنا مستحب ہے رَبَّنَآ اٰتِنَا الخ۔

امام عبد بن حمید نے عطا سے روایت کیا ہے فرمایا جو بھی اپنے گھر کی طرف لوٹنے لگے تو یہی دعا مانگے رَبَّنَآ اٰتِنَا الخ۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ وہاں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین، کفار اور منافقین۔ اس آیت میں ان کا تذکرہ ہے کہ ان میں سے کچھ صرف دنیا کی غرض سے اور دنیا کے سوال کے لئے حج کرتے ہیں اور آخرت کا ارادہ نہیں کرتے اور نہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ دوسرے وہ جو دنیا و آخرت دونوں کا سوال کرتے ہیں اور تیسرا گروہ وہ ہے جس کا تذکرہ اس آیت میں ہے مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (البقرہ: 204)(1)

امام احمد اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون سی دعا افضل ہے؟ فرمایا جس میں تو اپنے رب سے دنیا و آخرت کی معافی و عافیت طلب کرے۔ پھر وہ دوسرے دن آیا۔ یہی سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس میں تو اپنے رب سے دین، دنیا اور آخرت میں عفو و عافیت طلب کرے پھر وہ تیسرے دن آیا۔ یہی سوال دہرایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس میں تو اپنے رب سے عفو اور عافیت طلب کرے پھر وہ چوتھے دن آیا عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون سی دعا افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس میں تو اپنے رب سے دنیا و آخرت میں عفو و عافیت کا سوال کرے، جب دنیا میں تجھے یہ دونوں چیزیں عطا کی جائیں گی پھر آخرت میں بھی عطا کی جائیں گی تو تو فلاح پا جائے گا(2)۔

امام عبد الرزاق نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں حَسَنَةً سے مراد عافیت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ذہبی نے فضل العلم میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے دنیا میں حَسَنَةً سے مراد علم و عبادت ہے اور آخرت میں حَسَنَةً سے مراد جنت ہے(3)۔

ابن جریر نے السدی سے روایت کیا ہے دنیا میں حَسَنَةً سے مراد مال ہے اور آخرت میں حسنة سے مراد جنت ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ دنیا میں حسنہ سے مراد پاکیزہ رزق اور نافع علم ہے، ابن ابی حاتم نے محمد بن کعب سے روایت کیا ہے کہ حسنات میں سے نیک صالحہ عورت بھی ہے۔ ابن المنذر نے حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 364
2۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 127، مطبوعہ دار صادر بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 362

مروی ہے کہ حَسَنَةً سے مراد تعریف ہے۔ ابن ابی حاتم نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ مِّمَّا كَسَبُوْا سے مراد نیک اعمال ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ سَرِيْعُ الْحِسَابِ سے مراد سَرِيْعُ الْاِحْصَاءِ (جلدی شمار کرنے والا) ہے۔

امام شافعی نے الام میں، عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، عبد بن حمید، ابن المنذر، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا میں نے ایک قوم کی خدمت کے لئے بطور مزدور اپنے آپ کو پیش کیا اس شرط پر کہ وہ مجھے سوار کر کے لے جائیں گے اور میں نے اجر کم کر دیا اس شرط پر کہ وہ میرے لئے دعا کریں گے جب کہ میں ان کے ساتھ حج کروں گا۔ کیا میرے لئے یہ عمل جائز ہے؟ ابن عباس نے فرمایا تو ان لوگوں میں سے ہے جن کے متعلق اللہ نے فرمایا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبد اللہ کے اصحاب اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾

"(اور خوب) یاد کر لو اللہ تعالیٰ کو ان دنوں میں جو معدودے چند ہیں اور جو جلدی کر کے دو دنوں میں ہی چلا گیا تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو کچھ دیر وہاں ٹھہرا رہا تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (بشرطیکہ) وہ ڈرتا رہا ہو اور ڈرتے رہو اللہ سے اور (خوب) جان لو تمہیں اس کی بارگاہ میں اکٹھا کیا جائے گا"۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت میں اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ سے مراد تین ایام ہیں، قربانی کا دن اور اس کے بعد کے دو دن ان دنوں میں تو جس دن میں چاہے ذبح کر اور ان میں افضل دن پہلا دن ہے۔

امام الفریابی، ابن ابی الدنیا اور ابن المنذر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ سے مراد ایام تشریق ہیں ایک روایت میں ہے کہ دسویں ذی الحجہ کے بعد تین دن ہیں۔

امام الفریابی، عبد بن حمید، المروزی (العیدین میں)، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی (الشعب میں) اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کئی طرق کے ذریعے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ سے مراد ایام تشریق ہیں اور ایام معلومات سے مراد، دس دن (ذی الحجہ کے) ہیں (1)۔

امام طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ سے مراد ایام

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 359 (3770)

تشریق ہیں جن میں اللہ کی تسبیح تہلیل اور تکبیر و تمجید بیان کی جاتی ہے۔

امام ابن ابی الدنیا، المحاملی نے امالی میں اور بیہقی نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الایام المعلومات سے مراد دس دن ہیں اور اَیَّامٍ مَّعۡدُوۡدٰتٍ سے مراد ایام تشریق ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے احضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اَیَّامٍ مَّعۡدُوۡدٰتٍ سے مراد چار دن ہیں، یوم النحر اور تین دن اس کے بعد۔

امام المروزی نے حضرت یحییٰ بن کثیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت میں معدود دنوں میں ذکر کا جو حکم ہے اس سے مراد فرضی نمازوں کے بعد ایام تشریق میں تکبیریں کہنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حاجی ان دنوں میں منیٰ کے اندر تکبیریں کہے اور وہ فرماتے تھے کہ تکبیر واجب ہے اور بطور دلیل وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ فِىۡٓ اَيَّامٍ مَّعۡدُوۡدٰتٍ تلاوت کرتے تھے۔

امام المروزی، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے السنن میں حضرت عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں حضرت ابن عباس کو دسویں ذی الحجہ کو تکبیر کہتے ہوئے اور یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے دیکھا وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ فِىۡٓ اَيَّامٍ مَّعۡدُوۡدٰتٍ۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت سے مراد ایام تشریق میں تکبیر کہنا ہے اور وہ ہر نماز کے بعد کہتے تھے اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ منیٰ میں نمازوں کے بعد تین مرتبہ تکبیر کہتے تھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ لَهُ الۡمُلۡكُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ۔

امام المروزی نے حضرت الزہری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ایام تشریق میں تکبیریں کہتے تھے۔

امام سفیان بن عیینہ نے حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عباس کو یوم الصدر (گیارہ ذی الحجہ) کو تکبیریں کہتے ہوئے سنا اور وہ اپنے ساتھیوں کو بھی تکبیر کہنے کا حکم دیتے تھے مجھے یہ معلوم نہیں انہوں نے اس کی دلیل وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ فِىۡٓ اَيَّامٍ مَّعۡدُوۡدٰتٍ کو بنایا تھا یا فَاِذَا قَضَيۡتُمۡ مَّنَاسِكَكُمۡ والی آیت کو بنایا تھا۔

امام مالک نے حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انہیں خبر پہنچی ہے کہ عمر بن خطاب گیارہویں کے دن منیٰ سے نکلے اور جب سورج کچھ نکل آیا تو تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہی حتی کہ انکی تکبیر بیت اللہ تک پہنچی، پھر تیسرے دن نکلے جب سورج ڈھل چکا تھا تو تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی آپ کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی۔ پس جان لیا گیا کہ حضرت عمر رمی جمار کے لئے نکلے ہیں۔

امام بیہقی نے سنن میں حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے جمرہ پر سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر اللہ اکبر کہا اور یہ دعا کی اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡهُ حَجًّا مَّبۡرُوۡرًا وَّ ذَنۡبًا مَّغۡفُوۡرًا وَّ عَمَلًا

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 359 (3770)

مَشۡكُوۡرًا اور فرمایا میرے باپ نے بتایا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب کنکریاں مارتے تھے تو اسی طرح کہتے تھے۔

امام بخاری، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ جمرہ دنیا پر سات کنکریاں مارتے تھے اور ہر کنکری پر تکبیر کہتے تھے پھر آگے بڑھتے اور سکون سے ہو جاتے تو قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور طویل وقت کھڑے دعا مانگتے رہتے اور دعا میں ہاتھ اٹھائے ہوئے ہوتے تھے پھر ذات العقبہ پر وادی کے بطن سے رمی جمار کرتے اور اس کے پاس نہ ٹھہرتے پھر واپس چلے جاتے تھے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے(1)۔

امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔ فرماتی ہیں جب آخری دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھ لی تو آپ روانہ ہوئے پھر آپ واپس آئے اور ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں ٹھہرے رہے جب سورج ڈھل جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمی جمار کرتے تھے، ہر جمرہ پر سات کنکریاں مارتے تھے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے تھے اور جمرہ اولیٰ اور جمرہ ثانیہ کے پاس ٹھہرے اور طویل قیام فرمایا اور آہ و زاری کرتے رہے، تیسرے جمرہ پر رمی کی اور اس کے پاس نہ ٹھہرے(2)۔

امام احمد، نسائی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عقبہ کی صبح فرمایا کہ میرے لئے کنکریاں چن لاؤ، جب وہ آپ کے ہاتھ پر رکھی گئیں تو فرمایا بس اسی کی مثل ہوں، دین میں غلو سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے(3)۔

امام حاکم نے ابو البداح بن عاصم بن عدی عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چرواہوں کو اجازت دی تھی کہ وہ ایک دن کنکریاں ماریں اور ایک دن چھوڑ دیں(4)۔

امام الازرقی نے ابن الکلبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جمار کو جمار اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام ابلیس کو پتھر مارتے تھے اور وہ سامنے بھاگتا تھا اور جمار کا معنی اسراع (جلدی کرنا) ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ابو سعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو کنکریاں قبول کی جاتی ہیں۔ وہ اٹھالی جاتی ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے ابو الطفیل سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عباس سے کہا زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام سے لوگ رمی جمار کرتے آرہے ہیں (تو یہ کنکریاں کدھر جاتی ہیں) انہوں نے فرمایا جو ان میں سے قبول ہو جاتی ہیں اٹھالی جاتی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ ثبیر پہاڑ سے بھی بڑا پہاڑ بن چکا ہوتا۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ان سے ان کنکریوں کے متعلق پوچھا گیا جو زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام سے متواتر پھینکی جارہی ہیں یہ کیسے ایک بہت بڑا بند نہ ہو گیا جو راستہ روک لیتا۔ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے جو ان میں سے قبول ہو جاتی ہے اٹھالی جاتی ہیں اور جو مقبول نہیں ہوتی ہیں وہ چھوڑ دی جاتی ہیں۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ جس بندے کا حج

1۔ صحیح بخاری، باب اذا رمی الجمرتین یقوم مستقبل القبلۃ ویسھل، جلد 1، صفحہ 236
2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 651، (1756)
3۔ سنن نسائی، باب التقاط الحصی، جلد 5، صفحہ 268
4۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 652(1758)

قبول فرماتا ہے اس کی کنکریاں اٹھالی جاتی ہیں۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ان سے کہا گیا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں جو کنکریاں دیکھتے تھے اور آج مسلمان بہت زیادہ ہیں ان کنکریوں کو زیادہ ہونا چاہیے تھا؟ ابن عمر نے فرمایا اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ جس کا حج قبول فرماتا ہے اس کی کنکریاں اٹھالیتا ہے۔

امام الازرقی نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کنکریاں ایک قرب ہیں جو ان میں سے قبول کی جاتی ہیں اٹھالی جاتی ہیں جو قبول نہیں کی جاتیں وہ باقی رہتی ہیں۔

امام طبرانی نے الاوسط میں، دارقطنی اور حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نے عرض کی یارسول اللہ یہ پتھر جو ہر سال پھینکے جاتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں یہ کم ہوتے ہیں زیادہ نہیں ہوتے۔ فرمایا جو قبول ہو جاتے ہیں وہ اٹھا لئے جاتے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو پہاڑوں کی مثل تمہیں نظر آتے (1)۔ طبرانی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمی جمار کے متعلق پوچھا اور دریافت کیا کہ ہمارے لئے ان میں کیا اجر ہے؟ فرمایا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ تو ان کی اپنے رب کے پاس زیادہ احتیاج پائے گا (2)۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ منی کا میدان تنگ ہے، حج کے دوران اس میں اتنے لوگ کیسے سما جاتے ہیں؟ فرمایا منیٰ لوگوں کے ساتھ اس طرح کھل جاتا ہے جس طرح بچہ کے لئے رحم کھل جاتا ہے۔ طبرانی نے الاوسط میں ابو درداء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منیٰ کی مثال رحم کی طرح ہے، یہ تنگ ہوتا ہے جب اس میں حمل ٹھہرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو وسیع فرما دیتا ہے۔

امام الازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں منی کو منی اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ جب جبریل علیہ السلام، آدم علیہ السلام سے جدا ہونے لگے تو کہا تمن (تمنا کر) تو آدم علیہ السلام نے کہا اَتَمَنَّی الْجَنَّةَ (میں جنت کی تمنا کرتا ہوں) پس اس کو منی کہا گیا کیونکہ یہ آدم علیہ السلام کی تمنا کی جگہ ہے۔

امام الازرقی نے حضرت عمر بن مطرف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں منی کو منی اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس میں خون بہائے جاتے ہیں۔ حاکم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں عرض کی گئی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کے لئے کوئی تعمیر نہ کریں تاکہ آپ اس کے سایہ میں بیٹھیں۔ فرمایا نہیں، منی پہلے لوگوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے (3)۔ بیہقی نے الشعب میں ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہم منی میں ہیں، اگر لوگوں کو منی میں اترنے کے متعلق علم ہو جائے تو وہ مغفرت کے بعد فضیلت سے خوش ہوں (4)۔

امام مسلم اور نسائی نے حضرت نبیشہ الہذلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایام تشریق

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 650 (1752)

2۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 401 (13479)

3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 638 (1714)

4۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 477 (4113)

کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد اللہ بن حذیفہ کو منیٰ میں چکر لگا کر یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ ان دنوں روزہ نہ رکھو کیونکہ یہ کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایام تشریق کے روزوں سے منع فرمایا۔ فرمایا یہ کھانے، پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں (3)۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوالشعثاء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم ابن عمر کے پاس ایام تشریق کے درمیان والے دن گئے تو کھانا پیش کیا گیا۔ ان کا بیٹا کھانے سے ایک طرف ہو گیا۔ ابن عمر نے اسے فرمایا قریب آجاؤ اور کھاؤ۔ اس نے کہا میں روزہ دار ہوں۔ ابن عمر نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ دن کھانے اور اللہ کا ذکر کرنے کے ہیں۔

امام حاکم نے مسعود بن الحکم الزرقی عن امہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید دراز گوش پر انصار کی گھاٹی میں دیکھ رہی ہوں اور وہ کہہ رہے ہیں اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ روزے کے دن نہیں ہیں۔ یہ کھانے، پینے اور ذکر کے دن ہیں (4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر بن خلدہ الانصاری رحمۃ اللہ کے حوالہ سے ان کی ماں سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایام تشریق میں یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ یہ کھانے پینے اور بیویوں کے دن ہیں (5)۔ ابن ابی شیبہ، نسائی اور ابن ماجہ نے بشر بن سحیم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایام تشریق میں خطبہ دیا اور فرمایا جنت میں صرف مسلمان نفس ہی داخل ہوگا اور یہ ایام کھانے پینے کے لئے ہیں (6)۔

امام مسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اور اوس بن الحدثان کو ایام تشریق میں بھیجا کہ اعلان کریں کہ جنت میں صرف مومن داخل ہوگا اور یہ منیٰ کے دن کھانے اور پینے کے دن ہیں (7)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا منیٰ کے دن کھانے، پینے کے دن ہیں (8)۔

امام ابوداؤد، ابن ابی الدنیا اور حاکم نے ابومرۃ مولی ام ہانی سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے باپ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، دونوں کے سامنے کھانا رکھا گیا تو فرمایا کھاؤ، عبداللہ نے کہا میں روزہ دار ہوں۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کھاؤ یہ وہ دن ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افطاری کا حکم دیتے

1۔ صحیح مسلم، باب تحریم الصوم ایام التشریق، جلد 1، صفحہ 360 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 367 3۔ ایضاً
4۔ مستدرک حاکم، کتاب الصوم، جلد 1، صفحہ 600 (1588) 5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 394 (15265)
6۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، جلد 2، صفحہ 350 (1720) 7۔ صحیح مسلم، باب تحریم الصوم فی ایام التشریق، جلد 1، صفحہ 360
8۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 350 (1719)

39A

تھے اور روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے۔ امام مالک فرماتے ہیں یہ ایام تشریق تھے۔

امام ابن ابی الدنیا اور البزار نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سال کے چھ دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ۱، یوم الفطر۔ ۲، یوم الاضحیٰ۔ ۳، ۴، ۵ ایام التشریق۔ ۶ وہ دن جس میں رمضان کا شک ہو۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایام تشریق کے روزے سے منع فرمایا اور فرمایا یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔

امام ابن ابی الدنیا نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے ایام تشریق کے متعلق پوچھا گیا کہ ان کو ایام تشریق کیوں کہا جاتا ہے انہوں نے فرمایا کہ لوگ ان دنوں میں اپنی قربانیوں کا گوشت سورج کی دھوپ میں خشک کرتے تھے۔ اس وجہ سے ان کو ایام تشریق کہا جاتا ہے۔ تشریق کا معنی دھوپ میں گوشت خشک کرنا ہے۔

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تعجیل و تاخیر میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے جو دو دنوں میں جلدی چلا جائے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جو تاخیر کرے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ فرمایا یہ حکم اس کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرے۔

امام الفریابی اور ابن جریر نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ دو دنوں میں جانا اس کے لئے حلال ہے جو ڈرے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جن دنوں میں اللہ تعالیٰ نے حاجی کے لئے جانے کی اجازت دی ہے ان میں جس کے لئے سورج غروب ہو جائے تو وہ اس دن نہ جائے بلکہ دوسرے دن کنکریاں مار کر جائے۔

امام سفیان بن عیینہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے لِمَنِ اتَّقٰى کا مطلب یہ ہے کہ جو احرام کی حالت میں شکار سے بچا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ عبداللہ کے مصحف میں لِمَنِ اتَّقٰى اللّٰهَ تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے سنن میں حضرت عبداللہ بن یعمر دیلمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ فرماتے سنا ہے جب کہ آپ عرفات میں کھڑے تھے اور مکہ کے لوگ آپ کے پاس آئے اور عرض کی یا رسول اللہ حج کیسے ہے؟ فرمایا حج عرفات (میں حاضری) ہے، حج عرفات (میں حاضری) ہے، جس نے عرفہ کی رات کو صبح کے طلوع ہونے سے پہلے پا لیا اس نے منیٰ کے تین دن پا لئے۔ پھر آپ ﷺ نے سواری پر پیچھے ایک شخص بٹھایا جو ان دنوں کے متعلق اعلان کر رہا تھا(1)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 305، (3100)

امام ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس قول کے تحت روایت کیا ہے جو دو دنوں میں جلدی چلا گیا اس کو بخش دیا گیا اور جس نے ان سے تاخیر کی اس کو بھی بخش دیا گیا (2)۔

امام وکیع، الفریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ جو دو دنوں میں جلدی چلا گیا اس کی بخشش ہوگئی اور جو تاخیر سے گیا اس کی بھی بخشش ہوگئی۔ بیہقی نے سنن میں ابن عباس سے اسی آیت کے تحت روایت کیا ہے جو دو دنوں میں جلدی چلا گیا اس کو بخش دیا گیا اور جس نے تین دن تک تاخیر کی اس کو بھی بخش دیا گیا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو دو دنوں میں جلدی چلا گیا وہ مغفور ہو کر لوٹا (2)۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رخصت دی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو دو دنوں میں چلے جائیں اور جو تیسرے دن تاخیر کرے گا اس کو بھی کوئی گناہ نہیں۔ یہ حکم اس کے لئے ہے، جو متقی ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں یہ تاخیر معاف کی گئی ہے۔

امام وکیع اور ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جو دو دنوں میں چلا گیا اس پر آئندہ سال تک کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر سے گیا اس پر بھی آئندہ سال تک کوئی گناہ نہیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں ضحاک کی جان ہے، یہ آیت کریمہ، اقامت اور سفر کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے یعنی جو ٹھہرا رہے اس پر بھی گناہ نہیں اور جو سفر کر جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں بلکہ وہ گناہوں سے [illegible] ی ہے۔

امام سفیان بن عیینہ، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام گناہوں سے پاک ہوگیا اور جو [illegible] خیر سے گیا وہ بھی تمام گناہوں سے بری ہوگیا (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے لِمَنِ اتَّقٰى یعنی جو حج میں تقویٰ کا پیکر رہا۔ قتادہ فرماتے ہیں ہمیں بتایا گیا ہے کہ ابن مسعود فرماتے تھے کہ جس نے حج میں تقویٰ اختیار کیا اس کے پہلے سارے گناہ معاف ہوگئے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک مہاجرہ عورت نے حج کیا پھر جب وہ واپس آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزری، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو نے تقویٰ اختیار کیا؟ اس عورت نے کہا ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نئے سرے سے عمل کر (پہلے تیرے سب گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں)۔

امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے حجاج کرام کو فرمایا کیا تمہیں حج کے علاوہ کوئی اور غرض یہاں لائی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا تم نے تقویٰ اختیار کیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ فرمایا پھر نئے سرے سے عمل شروع کرو۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 371　2۔ ایضاً　3 ایضاً، جلد 2، صفحہ 371　4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 373

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب عمرہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے تو حج کی کیا کیفیت ہوگی۔ (یعنی یہ بدرجہ اولیٰ مٹا دے گا)، اور جو دو دنوں کے اندر چلا گیا اس کی بخشش ہوگئی۔ لوگ اس آیت کی کچھ اور تاویل کرتے ہیں جو اس میری تاویل کے مخالف ہے (1)۔ وکیع، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر نے معاویہ بن مرہ المزنی سے روایت کیا ہے فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ۔ فرمایا وہ گناہوں سے اس طرح نکل گیا جس طرح جس دن اس کی والدہ سے اسے جنم دیا تھا (اور اس پر کوئی گناہ نہیں تھا)

ابن ابی شیبہ نے الشعبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ نے یہ مناسک بنائے تا کہ انسانوں کے گناہ معاف کردے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ۔ اس کے تمام گناہ ختم کر دیئے گئے اگر وہ بقیہ عمر میں تقویٰ اختیار کرتا رہا۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے ان سے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں حاجی کی مغفرت ہو جاتی ہے یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب وہ ہر برائی کو چھوڑ دیتا ہے۔

امام بیہقی نے حضرت خیثمہ بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب تم حج کرو تو اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو، ہوسکتا ہے تیرا یہ سوال قبول ہو جائے۔

امام اصبہانی نے الترغیب میں حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہا جاتا ہے کہ حجاج کرام سے مصافحہ کرو اس سے پہلے کہ وہ گناہوں میں ملوث ہو جائیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حجاج کرام، عمرہ کرنے والوں اور غازیوں سے ملو، پس وہ گناہوں میں ملوث ہونے سے پہلے تمہارے لئے دعا کریں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم حجاج کرام سے ملتے تھے اور ان کے جدا ہونے سے پہلے ان سے مصافحہ کرتے تھے۔

امام الاصبہانی نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے ان سے پوچھا گیا حج مبرور کون سا ہے؟ انہوں نے فرمایا جب لوٹے تو دنیا سے عدم دلچسپی کا مظاہرہ کرے اور آخرت میں رغبت رکھے۔

امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنا حج مکمل کرے تو اسے جلدی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جانا چاہیے کیونکہ اس میں اجر زیادہ ہے (2)۔

امام مالک، بخاری، مسلم، ابو داؤد اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج یا عمرہ سے تشریف لاتے تو ہر زمین کی بلند جگہ پر تین تکبیریں کہتے۔ پھر یہ کلمات کہتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ آئِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2 صفحہ 371 2۔ مستدرک حاکم، جلد 1 صفحہ 650 (1753)

حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔(1)

امام ابن حبان نے الضعفاء میں اور ابن عدی نے الکامل میں، دارقطنی نے العلل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے جفا کی (2)۔

امام سعید بن منصور، ابویعلی، طبرانی، ابن عدی، دارقطنی اور بیہقی نے الشعب میں ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ اس طرح ہوگا گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی (3)۔

امام حکیم ترمذی، البزار، ابن خزیمہ، ابن عدی، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے (4)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو میری زیارت کرنے کے لئے آیا دوسری کوئی غرض نہ ہو فقط میری زیارت ہی اسے کھینچ لائی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے روز اس کا شفیع بنوں (5)۔

امام طیالسی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو میری زیارت کرے گا میں اس کا شفیع یا شہید ہوں گا اور جو دونوں حرموں میں سے ایک میں وفات پائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے امن والے لوگوں سے اٹھائے گا (6)۔

امام بیہقی نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ اور جو دونوں حرموں میں سے کسی ایک میں مرے گا قیامت کے روز وہ امن والے لوگوں سے اٹھایا جائے گا (7)۔

امام العقیلی نے الضعفاء میں اور بیہقی نے الشعب میں آل الخطاب کے ایک شخص کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے قصداً میری زیارت کی وہ قیامت کے روز میرے جوار میں ہوگا اور جو مدینہ طیبہ میں ٹھہرے گا اور اس کی شدت پر صبر کرے گا تو قیامت کے روز میں اس کا شہید یا شفیع ہوں گا اور جو دونوں حرموں میں سے ایک میں مرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے امن والے لوگوں میں سے اٹھائے گا (8)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ثواب کی نیت سے مدینہ طیبہ میں میری زیارت کرے گا قیامت کے روز میں اس کا گواہ یا شفیع ہوں گا (9)۔

1۔ مؤطا امام مالک، باب جامع الحج، جلد 1، صفحہ 421 (243)، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ الکامل لابن عدی، جلد 8، صفحہ 248، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 489 (4159)

4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 490 (4159)

5۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 291 (13149)

6۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 489 (4153)

7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 488 (4151)

8۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 488 (4152)

9۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 90-489 (4157)

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی میری قبر کے پاس سلام پیش کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ متعین فرمائے گا جو مجھ تک اس کا سلام پہنچائے گا اور سلام اس کی آخرت و دنیا کے امور میں کفایت کرے گا اور قیامت کے روز میں اس کا شہید یا شفیع ہوں گا (1)۔

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹاتا ہے حتی کہ میں اس پر سلام لوٹاتا ہوں (2)۔ بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی قبر پر آتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کرتے تھے اور قبر کو نہیں چھوتے تھے پھر حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر سلام پیش کرتے تھے (3)۔

امام بیہقی نے حضرت محمد بن المنذر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس روتے ہوئے دیکھا اور وہ آنسو بہائے ہوئے کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے (4)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت منیب بن عبد اللہ بن ابی امامہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت انس کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر تشریف لائے اور ٹھہر گئے اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند کیا کہ میں نے گمان کیا کہ انہوں نے نماز شروع کی ہے، پھر انہوں نے نبی کریم ﷺ پر سلام کیا پھر واپس لوٹ گئے (5)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت سلیمان بن سحیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، سلام عرض کرتے ہیں، کیا آپ ان کے سلام کو سمجھتے ہیں فرمایا ہاں اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں (6)۔

امام بیہقی نے حضرت حاتم بن مروان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ ارادۃً ایک شخص کو مدینہ طیبہ بھیجتے تاکہ ان کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کرے (7)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے ابوفدیک سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے لوگوں سے سنا ہے کہتے ہیں ہمیں یہ خبر پہنچی کہ جو نبی کریم ﷺ کی قبر انور کے پاس کھڑا ہوا اور یہ آیت تلاوت کی اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (پھر یہ کہا) صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ، یہ ستر مرتبہ کہا تو فرشتہ اس کا جواب دیتا ہے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا فُلَانُ اے فلاں تجھ پر درود ہو، تیری کوئی حاجت ساقط نہ ہوگی (یعنی تمام حاجات پوری ہوں گی) (8)۔

امام بیہقی نے حضرت ابو حرب الہلالی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک اعرابی نے حج کیا، جب وہ مسجد نبوی کے

1۔ شعب الایمان، جلد 3 صفحہ 489 (4156)　2۔ ایضاً، جلد 3 صفحہ 491 (4161)　3۔ ایضاً، جلد 3 صفحہ 490 (4160)
4۔ ایضاً، جلد 3 صفحہ 491 (4163)　5۔ ایضاً، جلد 3 صفحہ 491 (4164)　6۔ ایضاً، جلد 3 صفحہ 491 (4165)
7۔ ایضاً، جلد 3 صفحہ 491 (4166)　8۔ ایضاً، جلد 3 صفحہ 492 (4169)

دروازے پر آیا تو اپنی سواری کو بٹھا دیا اور اسے باندھ دیا پھر مسجد میں داخل ہوکر قبر انور پر آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کے سامنے کھڑا ہو گیا پھر کہا میرے ماں، باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! میں آپ کی بارگاہ میں گناہوں اور خطاؤں سے بوجھل ہوکر آیا ہوں اپنے رب کے حضور آپ کی سفارش طلب کرنے آیا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے: وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (نساء: 64) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں گناہوں سے بوجھل ہوکر آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کی سفارش چاہتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف فرما دے اور آپ کی سفارش میرے حق میں قبول فرمائے پھر وہ لوگوں کے سامنے آیا اور یہ اشعار پڑھے

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي التُّرَابِ اَعْظُمُهٗ ... فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهٗ ... فِيْهِ الْعَفَافُ وَ فِيْهِ الْجُوْدُ وَ الْكَرَمُ

اے بہتر ذات جس کا جسم اطہر مٹی میں مدفون ہے، جس کی خوشبو سے کائنات کے نشیب وفراز معطر و معنبر ہوئے ہیں، اس قبر اطہر کے لئے میری جان قربان ہو جائے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں، وہ قبر منور جس میں پیکر عفت موجود ہے اور جس میں سراپا جود و کرم ذات جلوہ افروز ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حاجی جب آتا تو اسے کہتے اللہ تعالیٰ تیری عبادت قبول فرمائے اور تجھے اجر عظیم عطا فرمائے اور تیرے خرچ کا تجھے نعم البدل عطا فرمائے۔

امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سفر سے اپنے اہل کے پاس آئے تو اسے اپنے اہل کے لئے ہدیہ لانا چاہیے پس اسے گھر والوں کو ضرور تحفہ دینا چاہیے خواہ وہ پتھر ہی ہوں (2)۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِیْ قَلْبِهٖ ۙ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝۲۰۴

''اور (اے سننے والے) لوگوں سے وہ بھی ہے کہ پسند آتی ہے تجھے اس کی گفتگو دنیاوی زندگی کے بارے میں اور وہ گواہ بناتا رہتا ہے اللہ کو اس پر جو اس کے دل میں ہے حالانکہ وہ (حق کا) سخت ترین دشمن ہے''۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب جنگ ہوئی جس میں عاصم اور مرثد شہید ہوئے تو منافقین میں سے کچھ لوگوں نے کہا ہائے افسوس ان مقتولوں پر جو نہ تو اپنے گھر والوں کے پاس بیٹھے اور نہ اپنے ساتھی کا پیغام پہنچا سکے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ اس کی زبان سے جو اسلام کا اظہار ہو رہا ہے اس کا دل اس کے مخالف ہے، یہ جھگڑالو ہے، جب آپ سے کلام کرے گا تو آپ کو لوٹا دے گا

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 96-495 (4178) 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 502 (4204)

اور جب یہ آپ کے پاس سے اٹھ کر جائے گا تو زمین میں فساد برپا کرے گا، کھیتی اور نسل کو ہلاک کرے گا اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا یعنی اللہ تعالیٰ نہ اس کے عمل کو پسند کرتا ہے اور نہ اس سے راضی ہے وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۗ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (البقرہ: 207) یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے راستہ میں جہاد کے ذریعے اپنے نفسوں کا سودا کیا حتی کہ وہ شہید ہو گئے یعنی اس جنگ میں (1)۔

امام ابن المنذر رنے حضرت ابو اسحق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے حضرت حبیب کے قتل پر لوگوں کو جمع کیا تھا وہ یہ لوگ تھے عکرمہ بن ابی جہل، سعید بن عبد اللہ بن ابی قیس بن عبدود، الاخنس بن شریق الثقفی حلیف بنی زہرہ، عبیدہ بن حکیم بن امیہ بن عبد شمس اور امیہ بن ابی عتبہ۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت الاخنس بن شریق الثقفی حلیف بنی زہرہ کے متعلق نازل ہوئی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ طیبہ آیا اور کہنے لگا میں اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے آیا ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی باتوں سے خوش ہوئے پھر جب وہ نبی کریم سے اٹھ کر باہر گیا تو مسلمانوں کی کھیتی اور گدھوں کے پاس سے گزرا تو کھیتی کو جلا دیا اور گدھوں کے پاؤں کاٹ دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ (البقر:205)(2)

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رنے حضرت الکلبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں مکہ میں بیٹھا ہوا تھا، لوگوں نے مجھ سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو میں نے کہا الاخنس بن شریق اس سے مراد ہے، ہمارے ساتھ اس کی اولاد سے ایک جوان بیٹھا تھا۔ جب میں اٹھا تو وہ میرے پیچھے آیا اور کہا قرآن اہل مکہ کے متعلق نازل ہوا ہے، اگر تو دیکھے کہ تو کسی کا نام نہ لے حتی کہ تو مکہ سے نکل جائے تو ایسا ضرور کر۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو سعید المقبری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس نے محمد بن کعب القرظی سے مذاکرہ کیا، اس نے کہا اللہ کی بعض کتب میں ہے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہیں اور ان کے دل صبر سے بھی زیادہ کڑوے ہیں، نرم بھیڑوں کی کھالوں کا لباس پہنے ہوئے ہیں، دین کے ذریعے دنیا کماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا وہ مجھ پر جرأت کرتے ہیں اور مجھے دھوکا دیتے ہیں میری عزت کی قسم میں ان پر ایک ایسا فتنہ نازل کروں گا جو ان میں سے حلیم کو حیران وششدر کر دے گا، محمد بن کعب نے کہا یہ اللہ کی کتاب میں موجود ہے وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، سعید نے کہا اب میں جان گیا ہوں کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ محمد بن کعب نے فرمایا یہ آیت ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی لیکن اب عام ہے (3)۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت ربیع بن انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کی طرف وحی فرمائی کہ تیری قوم کو کیا ہے کہ وہ بھیڑوں کی کھالیں پہنتے ہیں اور راہبوں کے ساتھ مشابہت کرتے ہیں، ان کے کلام شہد سے زیادہ میٹھے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 377 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 376 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 378

ہیں اور دل صبر (ایک کڑوا درخت ہے) سے زیادہ کڑوے ہیں، کیا وہ میرے ساتھ دھوکہ کرتے ہیں، مجھے دھوکا دینا چاہتے ہیں؟ میری عزت کی قسم میں ان کو ایسے فتنہ میں مبتلا کروں گا کہ ان کا عالم بھی حیران ہوگا، کسی کا جادو اور کہا کہانت میرے سامنے نہیں چل سکتی جو مجھ پر ایمان لائے وہ مجھ پر ہی توکل کرے اور جو ایمان نہ لائے اسے میرے سوا کوئی اور الٰہ تلاش کرنا چاہیے۔

امام احمد نے الزہد میں وہب رحمہ اللہ سے روایت فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے علماء کو فرمایا وہ دین کے علاوہ چیزیں سیکھتے ہیں اور دین کے عمل کے علاوہ اعمال سیکھتے ہیں، آخرت کے عمل کے ذریعے دنیا چاہتے ہیں، بھیڑوں کی جلدوں کو پہنتے ہیں اور اپنے شریر نفسوں کو چھپاتے ہیں۔ وہ تمہارے پینے کی چیز میں تنکے سے بھی بچتے ہیں اور محارم میں سے پہاڑوں کی مثل نگل جاتے ہیں [وہ لوگوں پر پہاڑوں کی مثل دین کو بھاری کرتے ہیں اور پہلو اٹھانے میں ان کی مدد نہیں کرتے۔ سفید کپڑے پہنتے ہیں اور نمازوں کو لمبا کرتے ہیں [وہ اس کے ذریعے یتیموں اور بیواؤں کا مال کم کرتے ہیں [میری عزت کی قسم میں نے قسم کھائی ہے کہ میں تم پر ایسا فتنہ ڈالوں گا کہ اس میں صاحب الرائے کی رائے اور حکیم کی حکمت بھی ختم ہو جائے گی۔

وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا معنی بہت جھگڑالو روایت کیا ہے۔

امام الطستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ان سے اس کا معنی پوچھا تو ابن عباس نے فرمایا اَلْجَدَلُ، اَلْمُخَاصِمُ فِي الْبَاطِلِ (باطل میں جھگڑنے والا)۔ ابن الازرق نے پوچھا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا ہاں کیا تو نے مہلہل کا یہ قول نہیں سنا۔

اِنَّ تَحْتَ الْاَحْجَارِ حَزْمًا وَّجُوْدًا وَخَصِيْمًا اَلَدّ ذَا مِغْلَاق

پتھروں کے نیچے سراپا احتیاط، سراپا سخاوت اور جھگڑالو، امن کے دروازے بند کرنے والے ہیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی ایسا ظالم ہے جو سیدھا نہ ہو۔

امام وکیع، احمد، بخاری، عبد بن حمید، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے نزدیک مبغوض ترین شخص بہت زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے (1)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں چار عادات پائی جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت پائی جائے اس میں نفاق کی ایک علامت ہے حتی کہ وہ اس کو ترک کر دے۔ جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب عہد کرے تو عہد شکنی کا مظاہرہ کرے اور جب جھگڑا کرے تو حق سے تجاوز کرے (2)۔

امام ترمذی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے

1۔ شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، جلد 6، صفحہ 340 (8429)

2۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب خصائل النفاق، جلد 1، صفحہ 56، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

لئے یہی گناہ کافی ہے کہ تو ہمیشہ جھگڑا کرنے والا ہو(1)۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تیرے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ تو جھگڑا کرنے والا ہو اور تیرے لئے ظالم ہونا کافی ہے کہ تو جھگڑا کرنے والا ہو اور تیرے لئے جھوٹا ہونا کافی ہے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق جھوٹ باتیں گھڑے۔

امام احمد نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس کا کلام زیادہ ہوگا اس کا جھوٹ بھی زیادہ ہو گا، جس کی قسمیں زیادہ ہوں گی اس کا گناہ بھی زیادہ ہوگا اور جس کا جھگڑا زیادہ ہوگا اس کا دین سلامت نہ ہوگا۔

امام بیہقی نے الشعب میں عبدالکریم الجزری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پرہیزگار اور نیکوکار کبھی جھگڑا نہیں کرتا(2)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن شبرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے جھگڑے میں زیادتی کی وہ گناہ گار ہے اور جس نے خصومت میں کمی کی اس نے جھگڑا کیا اور وہ حق کی طاقت نہیں رکھتا جس نے اس پر قسم اٹھائی جس پر معاملہ کا دارومدار تھا، صبر کی فضیلت تصبر (کوشش سے صبر کرنا) ہے اور جس نے پاک دامنی کو لازم پکڑا بادشاہ اور بازاری لوگ اس کے سامنے ذلیل ہوگئے(3)۔

امام بیہقی نے حضرت الاحنف بن قیس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تین آدمی تین شخصوں سے انتقام نہیں لے سکتے۔ حلیم، احمق سے، نیکوکار فاجر سے اور شریف کمینے سے(4)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عمرو بن العلاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دو شخصوں نے کبھی ایک دوسرے کو گالیاں نہیں دیں مگر وہ غالب آئے گا جو ان میں سے زیادہ کمینہ ہوگا(5)۔

وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ۝۲۰۵

''اور جب وہ حاکم بن جاتا ہے تو سرتوڑ کوشش کرتا ہے کہ ملک میں فساد برپا کردے اور تباہ کردے کھیتوں کو اور نسل انسانی کو اور اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا''۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ وہ زمین میں فساد برپا کرتا ہے، کھیتوں کو تباہ کرتا ہے اور انسان اور حیوان ہر چیز کی نسل کو ہلاک کرتا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن ابی حاتم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ان سے جب اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا وہ زمین میں ظلم وعداوت پھیلاتا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش روک لیتا ہے، پس بارش کے نہ

1۔شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 340 (8432)، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ایضاً، جلد 6، صفحہ 354 (8489)
3۔ایضاً، جلد 6 صفحہ 347 (8462) 4۔ایضاً، جلد 6، صفحہ 347 (8460) 5۔ایضاً، جلد 6، صفحہ 352 (8480)

ہونے کی وجہ سے کھیتیاں اور نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ پھر حضرت مجاہد نے دلیل کے طور پر یہ آیت پڑھی ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (الروم: 41)(1)

امام وکیع، الفریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ الْحَرْثَ سے مراد کھیتی اور النَّسْلَ سے مراد ہر جانور کی نسل ہے (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق روایت کیا ہے کہ نسل سے مراد ہر حیوان اور انسان کی نسل ہے (3)۔ الطستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ان سے کہا کہ مجھے اس آیت کے متعلق بتائیں تو انہوں نے فرمایا النَّسْلَ سے مراد پرندے اور چوپائے ہیں۔ نافع نے پوچھا کیا عرب یہ مفہوم جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے یہ شاعر کا قول نہیں سنا۔

كُهُولُهُمْ خَيْرُ الْكُهُولِ وَنَسْلُهُمْ كَنَسْلِ الْمُلُوكِ لَا تَبُورُ لَا تَخْزِيْ

ان کے ادھیڑ عمر کے لوگ، ادھیڑ عمر والوں میں سے بہتر ہیں اور ان کی نسل بادشاہوں کی نسل کی طرح ہے نہ ہلاک ہوتے ہیں، نہ رسوا ہوتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس محرم کے پاس نعلین نہ ہوں تو خفین پہن لے۔ پوچھا گیا کیا ان کو کاٹ دے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ۚ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٢٠٦﴾

”اور جب کہا جائے اسے کہ (میاں) خدا سے تو ڈرو تو وہ اکساتا ہے اسے غرور گناہ پر۔ پس اس کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے“۔

امام وکیع، ابن المنذر، طبرانی اور بیہقی نے الشعب میں ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی سے کہے اتَّقِ اللَّهَ (تو اللہ سے ڈر) اور وہ کہے تو اپنے نفس کا خیال کر تو مجھے حکم دیتا ہے (4)۔

امام ابن المنذر اور بیہقی نے الشعب میں حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے مالک بن مغول سے کہا تو صرف اللہ سے ڈر پس اس نے اپنا رخسار اللہ کی بارگاہ میں اظہار تواضع کے لئے زمین پر رکھ دیا (5)۔

امام احمد نے الزہد میں حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کہا اللہ سے ڈرو۔ وہ آدمی چلا گیا تو حضرت عمر نے فرمایا ہم میں خیر نہیں ہوگی اگر وہ ہمیں یہ نہ کہے اور ان میں خیر نہ ہوگی اگر وہ ہمیں یہ نہ کہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 383 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً جلد 2، صفحہ 384
4۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 301، (8246) 5۔ ایضاً، (8247)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے لَبِئْسَ الْمِهَادُ یعنی جو انہوں نے اپنے نفسوں کے لئے بچھونا بچھایا ہے وہ برا ہے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ۝

''اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی جان (عزیز) بھی اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لئے اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر''۔

امام ابن مردویہ نے حضرت صہیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب میں نے مکہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو قریش نے مجھے کہا اے صہیب تو ہمارے پاس آیا تھا تو تیرے پاس کوئی مال نہیں تھا اور اب تو جا رہا ہے تو تیرے پاس مال ہے اللہ کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوگا، حضرت صہیب فرماتے ہیں میں نے ان سے کہا اگر تم میرا مال لینا چاہتے ہو تو لے لو اور میرا راستہ چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے، میں نے اپنا مال انہیں دے دیا اور انہوں نے میرا راستہ چھوڑ دیا، میں چل پڑا اور مدینہ طیبہ پہنچ گیا، جب میرے اس سودے کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا رَبِحَ الْبَيْعُ صُهَيْبٌ۔ صہیب کو اس سودے میں نفع ہوا۔

امام ابن سعد، الحرث بن ابی اسامہ (نے اپنی مسند میں)، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابونعیم (الحلیہ میں) اور ابن عساکر نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت صہیب ہجرت کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے آرہے تھے تو قریش کا ایک گروہ آپ کے پیچھا گیا، آپ اپنی سواری سے اتر پڑے اور اپنے ترکش کے تیر نکال کر بکھیر دیئے، پھر فرمایا اے قریش کے گروہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ تیر انداز ہوں، اللہ کی قسم تم مجھ تک نہیں پہنچ سکو گے حتی کہ میں اپنے ترکش کے سارے تیر مار دوں اور پھر میں مقدور بھر اپنی تلوار سے لڑوں پھر اس کے بعد تم جو چاہو کرو۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں اپنا مال اور خزانہ جو مکہ میں موجود ہے تمہیں بتا دوں اور تم میرا راستہ چھوڑ دو، انہوں نے کہا ٹھیک ہے جب آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا رَبِحَ الْبَيْعُ، سودا نفع بخش ہے پھر یہ آیت نازل ہوئی، وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ الخ(1)۔

امام طبرانی اور ابن عساکر نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت صہیب بن سنان اور ابوذر کے بارے نازل ہوئی(2)۔

امام ابن جریر اور طبرانی نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ صہیب بن سنان، ابوذر الغفاری اور جندب بن السکن (یہ بھی ابوذر کے خاندان سے تھے) کے متعلق نازل ہوئی۔ ابوذر قریش سے بھاگ آئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 3، صفحہ 228، مطبوعہ دار صادر بیروت　2۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 24، صفحہ 229، مطبوعہ دار الفکر بیروت

پاس پہنچ گئے تھے۔ جب وہ ہجرت کر کے آ رہے تھے تو قریش انہیں الظہر ان کے مقام پر ملے، آپ ان سے بھاگ کر آ گئے حتی کہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ لیکن صہیب کو ان کے گھر والوں نے پکڑ لیا تھا پھر آپ نے ان کو اپنا مال فدیہ دیا تھا۔ جب ہجرت کر کے نکلے تو منقذ بن عمر بن جدعان نے انہیں پکڑ لیا بقیہ مال اس نے لے لیا اور آپ کا راستہ چھوڑ دیا(1)۔

امام طبرانی، حاکم اور بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت صہیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو میں نے بھی نکلنے کا ارادہ کیا، قریش کے چند نوجوانوں نے مجھے روک لیا، پھر میں نکلا تو میرے پیچھے سفر طے کرنے کے بعد کچھ لوگ ملے تاکہ وہ مجھے واپس مکہ کی طرف لوٹا دیں، میں نے ان کو کہا کیا میں تمہیں سونے کے اوراق دے دوں تو میرا راستہ چھوڑ دو گے؟ تو انہوں نے بات مان لی۔ میں نے انہیں کہا کہ دروازہ کی دہلیز کے نیچے زمین کھود و اس کے نیچے سونے کے اوراق مدفون ہیں۔ میں پھر نکلا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قبا میں پہنچ گیا۔ ابھی آپ قبا سے مدینہ واپس نہیں آئے تھے۔ جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے ابو یحییٰ تیرا سودا نفع بخش ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی(2)۔

امام ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت مہاجرین وانصار کے متعلق ہے(3)۔

امام وکیع، الفریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم ایک جنگ میں تھے کہ ایک آدمی آگے بڑھا، جنگ کی اور قتل ہو گیا، لوگوں نے کہا اس نے اپنے آپ کو خود ہلاکت میں ڈالا ہے۔ حضرت عمر کی طرف یہ لکھ کر بھیجا گیا تو حضرت علی نے کہا ایسا نہیں ہے جیسا لوگوں نے کہا ہے، یہ شخص ان لوگوں سے ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ(4)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہشام بن عامر نے دشمن کی صف پر حملہ کیا حتی کہ اس کو چیر دیا تو لوگوں نے کہا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے تو ابو ہریرہ نے کہا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ(5)۔

امام بیہقی نے سنن میں مدرکہ بن عوف الاحمسی سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ لوگوں نے ایک شخص کا ذکر کیا جس نے جنگ نہاوند میں اپنے نفس کو خریدا۔ مدرکہ نے کہا وہ میرا ماموں تھا، لوگوں نے گمان کیا کہ اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ لوگ جھوٹ کہہ رہے ہیں وہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے دنیا کے بدلے آخرت خریدی تھی۔

امام ابن عساکر نے کلبی عن ابی صالح عن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور چند صحابہ کے متعلق نازل ہوئی، ان کو اہل مکہ نے پکڑ لیا تھا اور انہیں عذاب دیا تھا تاکہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 387 2۔ مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، جلد 3، صفحہ 452 (5706) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 387 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 388 5۔ ایضاً

انہیں پھر شرک باللہ کی طرف لوٹادیں۔ ان صحابہ کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں: عمار، امیہ، سمیہ، ابو یاسر، بلال، خباب، عباس مولیٰ حویطب بن عبدالعزیٰ، رضی اللہ عنہم (1)۔

امام طبرانی، ابونعیم نے الحلیہ میں اور ابن عساکر نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں چکر لگائے، وہ غار میں آئے پھر واپس چلے گئے۔ فرمایا ہائے صہیب میرے لئے صہیب نہیں ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ صہیب کی طرف حضرت ابوبکر کو بھیجا، ابوبکر نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے پایا، ابوبکر نے نبی کریم ﷺ کو رپورٹ دی کہ میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے پایا ہے اور میں نے اس کی نماز کو توڑنا پسند نہیں کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے اچھا کیا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اس رات چل پڑے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نکلے اور ابوبکر کی زوجہ ام رومان کے پاس گئے۔ ام رومان نے کہا میں تجھے یہاں کیوں دیکھ رہی ہوں، تیرے دونوں بھائی چلے گئے ہیں اور تیرے لئے کچھ زاد راہ چھوڑ گئے ہیں۔ حضرت صہیب فرماتے ہیں میں نکلا حتی کہ میں اپنی بیوی کے پاس گیا۔ اپنی تلوار، اپنا ترکش اور اپنی کمان لی حتی کہ میں مدینہ طیبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر کو بیٹھے ہوئے پایا۔ جب مجھے ابوبکر نے دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے میرے بارے میں اس آیت کے نزول کی خوشخبری سنائی اور پھر میرا ہاتھ پکڑا۔ میں نے کچھ ملامت کا اظہار کیا۔ انہوں نے عذر پیش کیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ نے نفع کی خوشخبری سنائی فرمایا اے ابو یحییٰ تیرا سودا سودمند ہے (2)۔

امام ابن ابی خیثمہ اور ابن عساکر نے حضرت مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ رومیوں سے بھاگ کر آئے تو ان کے پاس بہت مال تھا، وہ مکہ میں آئے تو عبداللہ بن جدعان سے ان کا معاہدہ ہوا اور اس نے آپ کو حلف دیا۔ رومیوں نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو نینوی سے پکڑ لیا۔ پھر جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو صہیب آپ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ قریش نے انہیں کہا اسے اہل اور مال نہیں ملے گا، آپ نے مال ان کو دے دیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا سودا نفع بخش ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ آپ کے بھائی حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ تھے (3)۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک خط آیا جس میں تھا کہ اہل کوفہ میں کچھ لوگوں نے قرآن اس طرح پڑھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی۔ میں نے کہا انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا میں نے وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دو آیتیں) تلاوت کیں، جب وہ ایسا کریں گے تو صاحب قرآن برداشت نہیں کرے گا۔ پھر میں نے یہ آیت پڑھی وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ۔ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے سچ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 24، صفحہ 222　2۔ ایضاً، جلد 24، صفحہ 227,28　3۔ ایضاً، جلد 24، صفحہ 230

امام حاکم نے حضرت عبد اللہ بن عبید اللہ بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اسی اثناء میں کہ ابن عباس حضرت عمر کے پاس بیٹھے تھے اور وہ آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ قرآن لوگوں میں پھیل چکا ہے؟ میں نے کہا اے امیر المومنین یہ کوئی پسندیدہ بات نہیں۔ حضرت عمر نے کہا کیوں؟ میں نے کہا جب وہ قرآن پڑھیں گے تو ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کریں گے، جب ایسا ہوگا تو اختلاف کریں گے، جب اختلاف کریں گے تو ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔ حضرت عمر نے کہا اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اس کو لوگوں سے چھپا دیتا۔

امام ابن جریر نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے حضرت عمر کے پاس یہ آیت پڑھی اور فرمایا دو شخصوں نے آپس میں قتال کیا۔ حضرت عمر نے ابن عباس سے پوچھا یہ کیسے؟ فرمایا اے امیر المومنین میں یہاں دیکھتا ہوں کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جب انہیں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو اسے گناہ کا غرور پکڑ لیتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کچھ وہ ہیں جو اپنے نفس کو اللہ کی رضا کے لئے خریدتے ہیں، یہ کھڑا ہوتا ہے اور دوسرے کو اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتا ہے، پھر وہ اسے قبول نہیں کرتا اور اسے گناہ کا غرور گھیرے میں لے لیتا ہے۔ دوسرا کہتا ہے میں نے اپنے نفس کو رضائے الٰہی کے لئے بیچا ہے۔ پس وہ اس سے جھگڑ پڑتا ہے پس وہ دونوں آپس میں لڑ پڑے، حضرت عمر نے کہا اے ابن عباس اللہ تعالیٰ تجھے ہمیشہ شاداب رکھے (1)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ تلاوت کی اور فرمایا دو شخص آپس میں لڑ پڑے۔

امام وکیع، عبد بن حمید، بخاری (تاریخ میں)، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور الخطیب نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا رب کعبہ کی قسم دو شخص لڑ پڑے (2)۔

امام وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر نے صالح ابو خلیل سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر نے کسی شخص کو یہ آیات وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ الخ۔ پڑھتے سنا تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا، ایک شخص نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو قتل کر دیا گیا (3)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت اس مسلمان کے متعلق نازل ہوئی جو کسی کافر سے ملا اور اسے کہا کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جب تو یہ کہے گا تو مجھ سے تو اپنا خون اور مال محفوظ کرے گا مگر شرعی حق کی وجہ سے یہ دونوں چیزیں تجھ سے لی جا سکتی ہیں۔ اس کافر نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ مسلمان نے کہا اللہ کی قسم میں اللہ کے لئے اپنے نفس کو ضرور فروخت کروں گا۔ وہ آگے بڑھا جنگ شروع کی حتی کہ قتل ہو گیا (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 386 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 388 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 388

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾

''اے ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے اور نہ چلو شیطان کے نقش قدم پر۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور اگر تم پھسلنے لگو اس کے بعد کہ آ چکی ہیں تمہارے پاس روشن دلیلیں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً کے تحت روایت کیا ہے کہ انہوں نے كَآفَّةً کو منصوب پڑھا ہے اور فرماتے ہیں یہ اہل کتاب کے مومنین کو خطاب ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ ساتھ تورات کے بعض احکامات اور ان پر نازل شدہ مسائل میں کچھ پر ابھی عمل پیرا تھے۔ اللہ نے فرمایا دین محمد کی شریعت میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ اور اس میں سے کسی چیز کو نہ چھوڑو، تورات اور اس کے جو احکامات ہیں ان پر صرف تمہارا ایمان کافی ہے۔

امام ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ ثعلبہ، عبد اللہ بن سلام، ابن یامین، اسد، اسید (یہ دونوں کعب کے بیٹے ہیں)، سعید بن عمرو اور قیس بن زید کے متعلق نازل ہوئی۔ یہ تمام یہودی تھے، انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہفتہ کے دن کی ہم تعظیم کرتے تھے اب بھی آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس میں اپنی عبادت کیا کریں اور تورات اللہ کی کتاب ہے، آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم رات کے وقت اس کی کھڑے ہو کر تلاوت کیا کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ خطاب اہل کتاب سے ہے اور كَآفَّةً کا معنی جمعاً ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ السِّلْمِ کا معنی طاعت ہے اور كَآفَّةً کا معنی جمعاً ہے۔

امام ابن جریر اور حضرت ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ السِّلْمِ سے مراد الاسلام ہے اور الزلل، ترک اسلام ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ کہ اگر تم محمد ﷺ کے پہنچنے کے بعد گمراہ ہو گئے (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ عزیز کا معنی یہ ہے کہ وہ جب انتقام لینا چاہے تو انتقام لینے پر غالب ہو۔ حَكِيْمٌ کا معنی یہ ہے کہ اپنے حکم میں حکیم ہے یعنی اس کا ہر حکم حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 392 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 394

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾

''کیا وہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ آئے دن ان کے پاس اللہ کا عذاب چھائے ہوئے بادلوں (کی صورت) میں اور فرشتے اور (ان کا) فیصلہ ہی کر دیا جائے اور (آخر کار) اللہ کی طرف ہی لوٹائے جائیں گے سارے معاملات''۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولین وآخرین تمام لوگوں کو قیامت کے مقررہ دن پر جمع فرمائے گا، سب لوگ کھڑے ہوں گے، آنکھیں آسمان کی طرف اٹھی ہوں گی اور فیصلہ کے منتظر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ بادلوں کے سائیوں میں عرش سے کرسی پر (اپنی شان کے لائق) نزول فرمائے گا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے (العظمہ میں) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نزول فرمائے گا تو اس کے اور مخلوق کے درمیان ستر ہزار پردے ہوں گے، ان میں سے کچھ پردے نور، ظلمت اور پانی کے ہوں گے، پانی اس تاریکی میں ایسی آواز پیدا کرے گا کہ دل دہل جائیں گے۔

امام عبد بن حمید، ابویعلی، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بادلوں کے سایوں میں آئے گا تو سارے پردے کٹ چکے ہوں گے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وہ اور بادل ہوگا اور وہ صرف تیہ میں بنی اسرائیل کے لئے آیا تھا۔ اس میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آئے اور اس میں ملائکہ آئیں گے(1)۔

امام ابن جریر اور دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بادلوں کے پردے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ساتھ پوشیدہ ہو کر آئے گا، اس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے(2)۔

امام ابوعبید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابی بن کعب کی قرأت اس طرح تھی هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ وَالْمَلَائِكَةُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ ،فرماتے ہیں فرشتے بادلوں کے سایہ میں آئیں گے۔ یہ اس قول کی طرح ہے يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا (فرقان:25)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ بادلوں کے پردوں میں آئے گا اور فرشتے اس کے اردگرد ہوں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت میں روایت کیا ہے فرماتے ہیں موت کے وقت اللہ تعالیٰ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 396 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 397

بادلوں کے پردوں میں ان کے پاس آئے گا اور فرشتے ان کے پاس آئیں گے۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے قُضِیَ الْاَمْرُ یعنی جب قیامت قائم ہوگی۔

سَلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ ؕ وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

''آپ پوچھیے بنی اسرائیل سے کہ ہم نے انہیں کتنی روشن دلیلیں عنایت فرمائیں اور جو (قوم) بدل ڈالے اللہ کی نعمت کو اس کے مل جانے کے بعد، تو یقیناً اللہ تعالیٰ (اس قوم کو) سخت عذاب دینے والا ہے''۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل سے مراد یہود ہیں اور اس آیت میں اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو قرآن میں ذکر ہیں اور جو قرآن میں ذکر نہیں ہیں۔ وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ یعنی جو اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ سے اس آیت کے متعلق روایت کیا ہے فرماتے ہیں ان کے پاس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات بھیجیں، عصائے موسیٰ، ید بیضا، ان کے لئے سمندر کو پھاڑ دیا، ان کے دشمن کو غرق کیا جب کہ وہ دیکھ رہے تھے، ان پر بادلوں کے سایے کیے۔ ان پر من وسلویٰ نازل فرمایا اور وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ کے متعلق فرماتے ہیں جو اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے۔

زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ یَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

''آراستہ کردی گئی ہے کافروں کے لئے دنیا کی (فانی) زندگی اور مذاق اڑاتے ہیں یہ ایمان والوں کا حالانکہ پرہیزگاروں کی شان بلند ہوگی ان سے قیامت کے دن اور اللہ تعالیٰ روزی تو جسے چاہے بے حساب دے دیتا ہے''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا... سے مراد وہ کفار ہیں جو دنیا کو طلب کرتے ہیں اور مسلمان جو آخرت کی طلب کرتے ہیں ان سے، یہ مزاح کرتے ہیں، ابن جریر فرماتے ہیں میرا گمان یہ ہے کہ یہ عکرمہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کفار نے کہا اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہوتے تو ہمارے سردار اور اشراف لوگ ان کی اتباع کرتے، اللہ کی قسم ان کی پیروی تو فقط وہ لوگ کر رہے ہیں جو غریب و حاجت مند ہیں۔ مثلاً عبد اللہ بن مسعود اور ان کے ساتھی وغیرہ (1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 403

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کفار کی زندگی کا مقصود و مطلوب صرف یہ دنیا ہے۔ وہ مسلمانوں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ کسی نظریہ اور عقیدہ کے حامل نہیں ہیں اور وہ یہ بطور استہزاء کہتے تھے اور قیامت کے روز متقی ان سے بلند ہوں گے۔

امام عبدالرزاق نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یعنی جنت میں وہ ان سے بلند ہوں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عباس سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اس کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی نگران نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی محاسبہ کرنے والا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے بِغَيْرِ حِسَابٍ یعنی رب کا محاسبہ نہ ہوگا۔ میمون بن مہران سے بِغَيْرِ حِسَابٍ کا یہ معنی مروی ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے کثیر عطا فرماتا ہے۔

حضرت ربیع بن انس رحمہ اللہ نے بغیر حساب کے متعلق فرمایا جس کو مال کے کم ہونے کا اندیشہ ہو وہ حساب کے ساتھ خرچ کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے خزانے تو خرچ کرنے سے کم ہی نہیں ہوتے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۠ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

”(ابتداء میں) سب لوگ ایک ہی دین پر تھے (پھر جب ان میں اختلاف پیدا ہوگیا) تو بھیجے اللہ نے انبیاء خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے اور نازل فرمائی ان کے ساتھ کتاب برحق تاکہ فیصلہ کردے لوگوں کے درمیان جن باتوں میں وہ جھگڑنے لگے تھے اور کسی نے اختلاف نہیں کیا اس میں بجز ان لوگوں کے جنہیں کتاب دی گئی تھی بعد ازاں کہ آ گئی تھیں ان کے پاس روشن دلیلیں (اس کی وجہ) ایک دوسرے سے حسد تھا۔ پس اللہ نے ہدایت بخشی انہیں جو ایمان لائے تھے ان سچی باتوں پر جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے، اپنی توفیق سے۔ اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف“۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابویعلی اور الطبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ ایک امت تھے یعنی تمام اسلام پر تھے۔

امام البزار، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت آدم اور نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیاں تھیں اور تمام لوگ شریعت حق پر تھے۔ پھر اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام بھیجے۔ یہ آیت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں اس طرح ہے کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ ایک امت تھے جب آدم علیہ السلام پر پیش کئے گئے تھے۔ اللہ نے انہیں اسلام پر پیدا فرمایا تھا اور تمام نے اللہ تعالیٰ کے لئے عبودیت کا اقرار کیا تھا۔ اور اس وقت تمام ایک امت یعنی مسلمان تھے۔ پھر آدم علیہ السلام کے بعد سے اختلاف شروع ہوا۔

امام وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ الناس سے مراد آدم ہیں (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ وہ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور کتاب نازل فرمائی اختلاف کے بعد اور بنی اسرائیل کو کتاب اور علم دیا گیا تھا۔ انہوں نے دنیا کی طلب اور جھوٹی جاہ وحشمت کے حصول کی خاطر آپس میں اختلاف کیا بعض نے دوسروں پر بغاوت کی اور ایک دوسرے کی گردنیں کاٹیں۔ پس اللہ نے ایمان والوں کو ہدایت عطا فرمائی یعنی اختلاف کے وقت اللہ نے انہیں ہدایت عطا فرمائی۔ وہ اختلاف سے پہلے بھی ان احکامات کو قائم کرتے رہے جو رسل لے کر آئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت پر قائم رہے تھے، نماز قائم کرتے تھے اور زکوٰۃ دیتے تھے اور اختلاف سے جدا رہتے تھے۔ یہ قیامت کے روز انبیائے کرام کے حق میں اور ان کی قوموں کے خلاف گواہی دیں گے۔ قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح، قوم شعیب، آل فرعون سب کے خلاف گواہی دیں گے کہیں گے کہ ان کو ان کے رسولوں نے پیغام حق پہنچایا تھا لیکن انہوں نے اپنے رسل کی تکذیب کی تھی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے العوفی کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لوگ پہلے کفر پر تھے۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم اولون، آخرون ہیں۔ قیامت کو تمام لوگوں سے پہلے ہم جنت میں داخل ہوں گے مگر دوسرے لوگوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں بعد میں دی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی جب لوگوں نے حق کے متعلق اختلاف کیا۔ یہ وہ دن ہے جس کے متعلق لوگوں کا اختلاف ہوا تو اللہ نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی، لوگ اس میں ہمارے تابع ہیں، یہود ہفتہ کے دن کو عبادت کے طور پر مناتے ہیں اور نصاریٰ اتوار کے دن کو عبادت کے طور پر مناتے ہیں (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان دس انبیائے کرام تشریف لائے، لوگ آدم علیہ السلام سے پہلے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں انبیاء مبعوث فرمائے جو بشارت دینے والے اور عذاب الٰہی سے ڈرانے والے تھے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2 صفحہ 405　　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 408

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس نسلیں تھیں، وہ سب ہدایت اور شریعت پر تھیں۔ پھر اس کے بعد اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ یہ پہلے رسول تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا تھا اور اس وقت بھیجا تھا جب لوگوں میں اختلاف ہو گیا تھا اور حق کو چھوڑ چکے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے رسل مبعوث فرمائے اور کتاب نازل فرمائی جس کے ذریعے وہ مخلوق پر حجت قائم فرمائے گا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت فرمایا ہے کہ لوگوں کا جمعہ کے دن کے بارے میں اختلافات ہوا۔ یہود نے ہفتہ کے دن کو منایا اور انصاری نے اتوار کے دن کو منایا۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمد کو جمعہ کے دن کی ہدایت عطا فرمائی۔ قبلہ کے بارے اختلاف کیا۔ نصاری نے مشرق کو قبلہ بنایا، یہود نے بیت المقدس کو اور اللہ نے امت محمد ﷺ کو قبلہ کی ہدایت عطا فرمائی۔ نماز میں اختلاف ہوا۔ بعض نے ان میں سے رکوع کیا اور سجدہ نہ کیا۔ بعض نے سجدہ کیا اور رکوع نہ کیا۔ بعض نماز پڑھتے ہوئے باتیں کرتے تھے، بعض نماز پڑھتے ہوئے چلتے تھے، پس اللہ نے امت محمد ﷺ کو ہر مسئلہ میں حق کی ہدایت عطا فرمائی، روزوں میں اختلاف کیا، بعض نے دن کو روزہ رکھا۔ بعض نے بعض کھانوں کا روزہ رکھا۔ پس اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ہدایت عطا فرمائی۔ حضرت ابراہیم کے متعلق اختلاف ہوا۔ یہود نے کہا وہ یہودی تھے، نصاری نے کہا وہ نصرانی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حنیفاً مسلماً بنایا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے امت محمد یہ ﷺ کو حق کی ہدایت عطا فرمائی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لوگوں نے اختلاف کیا، یہودیوں نے آپ کے متعلق جھوٹ بولا اور ان کی والدہ ماجدہ پر بہتان عظیم لگایا، نصاری نے آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا اور اللہ نے آپ کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ بنایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے امت محمد ﷺ کو حق کی ہدایت عطا فرمائی۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبد اللہ کی قرأت میں اس طرح تھا فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا عَنْهُ۔ یعنی اسلام کے متعلق اختلاف کیا۔

امام ابن جریر نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت اس طرح تھی فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ لِيَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ ابو العالیہ اس ایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شبہات، ضلالات اور فتنوں سے نکلنے کے راستے کی راہنمائی فرمائی (2)۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 409 2۔ ایضاً

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ﴿۲۱۴﴾

''کیا تم خیال کر رہے ہو کہ (یوں ہی) داخل ہو جاؤ گے جنت میں حالانکہ نہیں گزرے تم پر وہ حالات جو گزرے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے ہوئے ہیں، پہنچی انہیں سختی اور مصیبت اور وہ لرز اٹھے یہاں تک کہ کہہ اٹھا (اس زمانہ کا رسول اور جو ایمان لے آئے تھے اس کے ساتھ کب آئے گی اللہ کی مدد؟ سن لو یقیناً اللہ کی مدد قریب ہے''۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے متعلق روایت کیا ہے کہ یہ آیت یوم الاحزاب میں نازل ہوئی۔ اسی دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام انتہائی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مومن کو آگاہ کیا ہے کہ یہ دنیا مصیبت کا گھر ہے، وہ اس میں انہیں آزمائے گا اور مزید بتایا کہ انبیائے کرام اور پہلے چیدہ لوگوں کے ساتھ ایسا کیا گیا ہے۔ یہ آگاہی اس لئے بخشی تاکہ مومنین کے دل تسلی پائیں۔ اَلْبَاْسَآءُ سے مراد فتنے ہیں اور الضَّرَّآءُ سے مراد بیماری ہے۔ زُلْزِلُوْا۔ وہ فتنوں اور لوگوں کی اذیتوں کی وجہ سے لڑکھڑائے۔

امام احمد، بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ ہمارے لئے مدد طلب نہیں فرمائیں گے، کیا آپ ہمارے لئے دعا نہیں فرمائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں سے کسی کے سر کی مانگ پر آری رکھی جاتی تھی جو اس کے قدموں تک پہنچ جاتی تھی لیکن یہ تکلیف بھی اسے دین سے برگشتہ نہیں کرتی تھی۔ لوہے کی کنگھیوں کے ساتھ اس کی ہڈیوں اور گوشت کے درمیان کنگھی کی جاتی تھی۔ یہ چیز بھی اس کو دین سے نہیں پھیرتی تھی۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم یہ امر مکمل ہوگا (یعنی اسلام غالب آئے گا) حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا اندیشہ نہ ہوگا اور اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا اسے خوف ہوگا (ڈاکوؤں اور چوروں کا نہیں) لیکن تم جلدی کر رہے ہو(1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، یوم الاحزاب میں مسلمانوں کو انتہائی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا حتی کہ کسی نے کہا مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا (الاحزاب: 12) ترجمہ: نہیں وعدہ کیا ہم سے (فتح کا) اللہ اور اس کے رسول نے مگر صرف دھوکا دینے کے لئے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تم سے پہلے انبیائے کرام اور مومنین کو بھی ایسی شدید تکلیف سے آزمایا گیا تاکہ اہل طاعت، اہل معصیت سے ممتاز ہو جائیں۔ پہلی قوموں کو ایسی ایسی تکالیف سے آزمایا گیا کہ ان کے رسول نے کہا مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ حالانکہ وہ نبی سب سے بہتر اور سب سے زیادہ صبر کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی زیادہ معرفت رکھنے والا تھا۔

1۔ صحیح بخاری، باب علامات النبوۃ فی الاسلام جلد 1، صفحہ 510، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 411

امام حاکم نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کا مصیبت کے ذریعے تجربہ کرے گا حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی سونے کا آگ کے ذریعے تجربہ کرتا ہے پس ان میں بعض خالص سونے کی طرح نکلے گا۔ یہ وہ شخص ہوگا جس کو اللہ نے گناہوں سے نجات دی ہوگی اور بعض سیاہ سونے کی طرح نکلیں گے یہ وہ ہے جو فتنہ میں مبتلا کیا گیا ہوگا(1)۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۖؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

"آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں آپ فرمائیے جو کچھ خرچ کرو (اپنے) مال سے تو اس کے مستحق تمہارے ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں اور یتیم ہیں اور مسکین ہیں اور مسافر ہیں۔ اور جو نیکی تم کرتے ہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت زکوٰۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اس سے مراد وہ نفقہ ہے جو مرد اپنے اہل پر خرچ کرتا ہے اور اس سے مراد وہ صدقہ ہے جو وہ صدقہ کرتا ہے، زکوٰۃ نے اس کو منسوخ کر دیا(2)۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن جریج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مومنین نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا وہ اپنے اموال کو کہاں خرچ کریں؟ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور یہ نفقہ نفلی تھا۔ ان سب کے علاوہ زکوٰۃ کا حکم ہے(3)۔

امام ابن المنذر نے ابن حبان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا ہم اپنے اموال کو کہاں خرچ کریں؟ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس نے اموال کو خرچ کرنے کی جگہیں بتا دیں۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے اموال خرچ کرنے کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ لوگوں نے پوچھا کہ وہ اموال کو کہاں خرچ کریں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا اے ابن آدم اپنی کوشش اور سعی یہاں صرف کر، مال لے کر ادھر ادھر نہ جا اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو نہ چھوڑ دے۔

امام دارمی، البزار، ابن المنذر اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے اصحاب محمد ﷺ سے کوئی بہتر قوم نہیں دیکھی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے تیرہ مسائل کے متعلق دریافت کیا، حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا اور تمام مسائل قرآن میں ہیں۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ (البقرہ: 219) يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 350 (7878) 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 413 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 414

الْحَرَامِ (البقرہ: 217) يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى (البقرہ 220) يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ (البقرہ: 222) يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ (الانفال: 1) يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ (البقرہ: 215) صحابہ کرام آپ ﷺ سے اس چیز کے متعلق پوچھتے تھے جوان کے لئے نفع بخش ہوتی۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

''فرض کیا گیا ہے تم پر جہاد اور وہ ناپسند ہے تمہیں اور ہوسکتا ہے کہ تم ناپسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم پسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو اور (حقیقت حال) اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور مومنین کو مکہ میں توحید، نماز، زکوٰۃ کا حکم دیا تھا اور جنگ نہ کرنے کا ارشاد تھا۔ جب مدینہ طیبہ کی طرف رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو باقی تمام فرائض نازل ہوئے اور جنگ کرنے کی اجازت بھی مل گئی۔ پس یہ آیت نازل ہوئی کہ تم پر قتال فرض کیا گیا ہے اور جنگ سے منع کرنے کے بعد انہیں جنگ کرنے کی اجازت دی گئی۔ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ یعنی قتال تمہارے لئے باعث مشقت ہے۔ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا یعنی مشرکین سے جنگ ہوسکتا ہے تم پسند نہ کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اللہ تعالیٰ اس کا انجام فتح، مال غنیمت اور شہادت کو بنادے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن جریج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عطاء سے پوچھا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اس ارشاد کی وجہ سے لوگوں پر قتال واجب ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں اس وقت کے لوگوں پر قتال فرض تھا(1)۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جہاد ہر شخص پر فرض ہے خواہ وہ بیٹھا رہے یا جہاد میں شریک ہو۔ پیچھے رہنے والے سے اگر مدد طلب کی جائے تو مدد کرے، اس سے استغاثہ کیا جائے تو معاونت کرے، اگر اس کی ضرورت نہ ہو تو بیٹھا رہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت کو وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (البقرہ: 285) کی آیت نے منسوخ کردیا ہے۔ اس حدیث کو ابن جریر نے عکرمہ عن ابن عباس کے سلسلہ سے موصولاً روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر اور بیہقی نے سنن میں حضرت علی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ عَسٰى جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے استعمال ہو تو اس کا مطلب وجوب ہوتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 415

امام ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن میں عَسٰی ہر جگہ وجوب کے لئے ہے کیونکہ اللہ کی طرف سے عَسٰی وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن میں عسی سے مذکورہ ہر چیز واجب ہے سوائے دو مقامات کے، ایک سورۂ تحریم میں عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ (التحریم: 5) اور دوسرا بنی اسرائیل میں عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْ (الاسراء: 8)

امام ابن المنذر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عسیٰ دو طرح استعمال ہوتا ہے ایک واجب امر کے لئے جیسے فَعَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ (القصص: 67) اور دوسرا غیر واجب کے لئے جیسے مثلاً عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ۔ تمام وہ چیزیں جن کو مومن ناپسند کرتا ہے وہ بہتر نہیں ہوتیں اور نہ تمام چیزیں جن کو مومن پسند کرتا ہے وہ بری ہوتی ہیں۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن عباس جو اللہ تعالیٰ مقدر فرمادے اس پر راضی ہوجا، اگرچہ وہ تیری خواہش کے خلاف بھی ہو کیونکہ یہی چیز کتاب اللہ میں ثابت ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے؟ جب کہ میں نے قرآن میں پڑھا ہے فرمایا وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (1)

امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ پھر پوچھا کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ فرمایا جو عمدہ ہو، پوچھا اگر میں ایسا نہ کرسکوں تو پھر؟ فرمایا تو کاری گر بن اور جو اچھی طرح کام نہیں کرسکتا اس کے لئے کام کر، پھر پوچھا اگر میں ایسا بھی نہ کرسکوں تو پھر؟ فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے بچا، یہ ایسا صدقہ ہے جو تو اپنے نفس پر کرتا ہے (2)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ عرض کی گئی پھر کون سا؟ فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا، پوچھا گیا پھر کون سا؟ فرمایا مقبول حج (3)۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل عمل وقت پر نماز ادا کرنا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنا (4)۔

امام مالک، عبدالرزاق (نے المصنف میں)، بخاری، مسلم، نسائی اور بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا اور اللہ جانتا ہے جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے، روزے دار، قیام، خشوع، رکوع اور سجود کرنے والے کی طرح ہے اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کا اللہ تعالیٰ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 416
2۔ شعب الایمان، باب فی الجہاد، جلد 4، صفحہ 7 (4208)
3۔ صحیح مسلم، باب کون للایمان باللہ افضل الاعمال، جلد 1، صفحہ 62
4۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 8، (4213)

ضامن ہوتا ہے کہ وہ شہید ہوجائے گا تو اسے جنت میں داخل کرے گا یا اجر وغنیمت کے ساتھ اسے صحیح وسلامت لوٹائے گا (1)۔

امام بخاری اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل سکھائیں جو جہاد کے برابر ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کوئی ایسا عمل نہیں پاتا حتی کہ تو اس بات کی طاقت رکھتا ہو کہ جب مجاہد جہاد کے لئے نکلے تو تو مسجد میں داخل ہو جائے اور قیام کرے اور اس میں سستی نہ کرے اور تو روزہ رکھے اور افطار نہ کرے۔ اس شخص نے کہا میں ایسا تو نہیں کر سکتا، ابو ہریرہ نے فرمایا مجاہد کا گھوڑا اپنی رسی میں آگے پیچھے دوڑتا ہے تو مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں (2)۔

امام مسلم، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ ہمیں کوئی ایسا عمل بتائیں جو جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہو؟ فرمایا تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، عرض کی گئی کیوں نہیں یا رسول اللہ! فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی مثل اس شخص کی مانند ہے جو ہمیشہ قیام کرتا ہے، روزہ رکھتا ہے اور آیات الٰہی کو پڑھتے ہوئے رات گزارتا ہے اور روزے اور نماز سے سست نہیں پڑتا حتی کہ مجاہد اپنے اہل کی طرف لوٹ آئے (3)۔

امام ترمذی، البزار، حاکم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صحابہ کرام میں سے ایک شخص ایک گھاٹی سے گزرا جس میں میٹھے پانی کا چھوٹا سا چشمہ تھا، وہ اس صحابی کو بہت اچھا لگا۔ اس نے کہا اگر میں اس وادی میں ٹھہروں اور لوگوں سے جدا ہو جاؤں (تو کتنا اچھا ہے) لیکن میں رسول اللہ ﷺ کے مشورہ کے بغیر ایسا ہرگز نہیں کروں گا، اس نے اپنی اس خواہش کا اظہار رسول اللہ ﷺ سے کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو ایسا نہ کر کیونکہ تم میں سے کسی کا اللہ کے راستہ میں ٹھہرنا ساٹھ سال گھر والوں میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمادے اور تمہیں جنت میں داخل کرے۔ تم اللہ کے راستہ میں جہاد کرو، جو اللہ کے راستہ میں اونٹنی دوہنے کے وقفہ کی مقدار بھی جہاد کرے گا اس کے لئے جنت واجب ہے (4)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، کون سا شخص افضل ہے؟ فرمایا وہ مومن جو اپنے نفس اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا وہ مومن جو کسی گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے (5)۔

ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں از روئے منزل بہتر شخص کے متعلق نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کی کیوں نہیں یا رسول اللہ (ضرور کرم فرمائیے)۔ فرمایا وہ شخص جو اپنے گھوڑے کو سر سے اللہ کے راستہ میں (جہاد کرنے کے لئے) پکڑتا ہے حتی کہ فوت ہو جاتا ہے یا شہید ہو جاتا ہے۔ (فرمایا) میں تمہیں اس

1۔ سنن نسائی، باب ما تکفل اللہ یجاهد فی سبیل اللہ، جلد 6، صفحہ 17، مطبوعہ دار الریان للتراث بیروت

2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 9 (4216)
3۔ سنن ترمذی، جلد 7، صفحہ 90 (1619) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 15 (4230)
5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 8، (4214)

شخص کے متعلق نہ بتاؤں جو اس مرتبہ میں قریب ہے؟ صحابہ نے عرض کی کیوں نہیں۔ فرمایا وہ شخص جو کسی گھاٹی میں علیحدہ رہتا ہے، نماز قائم کرتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے اور لوگوں کے شرور سے علیحدہ رہتا ہے۔ فرمایا میں تمہیں برے ترین انسان کے متعلق نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کی کیوں نہیں ضرور بتایئے۔ فرمایا وہ جو اللہ کے نام سے سوال کرتا ہے اور اسے عطا نہیں کیا جاتا (1)۔

امام طبرانی نے حضرت فضالہ بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے اسلام کی تین صورتیں ہیں، سفلی، علیا اور غرفہ۔ سفلی اسلام جس میں عام مسلمان داخل ہیں، تو ان میں سے کسی سے سوال نہیں کرے گا مگر وہ کہے گا میں مسلم ہوں۔ علیا اسلام یہ ہے۔ ان کے اعمال میں تفاضل ہے، بعض مسلمان، بعض سے اعمال میں افضل ہوتے ہیں اور غرفہ اسلام یہ ہے اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا، اس کو وہی شخص پائے گا جو ان میں سے افضل ہوگا (2)۔

امام البزار نے حضرت حذیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کے آٹھ حصص ہیں: اسلام ایک حصہ ہے، نماز ایک حصہ ہے، زکوٰۃ ایک حصہ ہے، روزہ ایک حصہ ہے، حج بیت اللہ ایک حصہ ہے، امر بالمعروف ایک حصہ ہے، نہی عن المنکر ایک حصہ ہے، جہاد فی سبیل اللہ ایک حصہ ہے اور نامراد ہے وہ شخص جس کا کوئی حصہ نہیں۔ اصبہانی نے ترغیب میں حضرت علی سے اس کی مثل مرفوع روایت کی ہے۔

امام احمد اور طبرانی نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا اللہ پر ایمان لانا، اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا اور مقبول حج۔ جب وہ شخص واپس چلا گیا تو فرمایا تم پر اس سے آسان عمل کھانا کھلانا، نرم کلام کرنا اور حسن اخلاق سے پیش آنا ہے، پھر وہ شخص واپس چلا تو فرمایا تجھ پر اس سے آسان عمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو تجھ پر فیصلہ کیا ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی کرنے والا نہ ہو۔

امام احمد، طبرانی اور حاکم نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرو کیونکہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ رنج والم سے نجات دیتا ہے (3)۔

امام عبدالرزاق نے المصنف میں حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر اللہ کے راستہ میں جہاد فرض ہے کیونکہ یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ رنج والم دور فرماتا ہے (4)۔

امام احمد، البزار اور طبرانی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے حتی کہ اس وقت لوٹتا ہے جب غازی جہاد سے لوٹتا ہے (5)۔

1۔ سنن ترمذی، جلد 7، صفحہ 114 (1652)
2۔ معجم کبیر، جلد 18، صفحہ 318 (822)، مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم بیروت
3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 84 (2404)
4۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 173 (9278) مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت
5۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 272، مطبوعہ دار صادر بیروت

امام مسلم، ابوداؤد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو اس حال میں مرا کہ نہ اس نے جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کی تڑپ پیدا ہوئی تو وہ نفاق کے ایک شعبہ پر مرا (1)۔

امام نسائی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ کے راستہ میں ایک دن دوسرے ہزار دنوں سے بہتر ہے (2)۔

امام احمد، طبرانی اور حاکم نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر کسی مہم پر روانہ کیا تو ایک عورت آئی اور عرض کی یا رسول اللہ آپ نے یہ لشکر روانہ فرمایا ہے اور میرا خاوند بھی اس میں شامل ہے جب کہ میں اس کے روزہ کے ساتھ روزہ رکھتی ہوں اور اس کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتی ہوں اور اس کی عبادت کے ساتھ عبادت کرتی ہوں۔ آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس کے ذریعے میں اس کے عمل کو پہنچ جاؤں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نماز پڑھ اور کبھی نہ بیٹھ، روزہ رکھ اور کبھی افطار نہ کر، اللہ کا ذکر کر اور کبھی سستی نہ کر۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ کیا میں اس کی طاقت رکھتی ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو اس کی طاقت رکھے تو بھی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تو اس کے عمل کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچ سکتی (3)۔

امام طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جب مجاہد اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے نکلتا ہے تو اس کے گناہ اس کے دروازے پر پل کی طرح ہوتے ہیں۔ جب وہ واپس آتا ہے تو ان میں سے مچھر کے برابر بھی کوئی باقی نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے چار چیزوں کا ضامن ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل اور مال کا نعم البدل عطا فرمائے گا اور وہ جو بھی موت مرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا، اگر وہ واپس لوٹے گا تو اللہ اسے اجر و غنیمت کے ساتھ صحیح و سالم لوٹائے گا اور سورج غروب نہیں ہوگا مگر اس کے گناہوں کے ساتھ غروب ہوگا۔

امام احمد نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک شخص کے پیٹ میں (جہاد) فی سبیل اللہ کے غبار اور جہنم کے دھویں کو جمع نہیں فرمائے گا اور جس کے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ اس کے تمام جسم کو آگ پر حرام کر دے گا اور جو اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے گا اس کے لئے شہداء کی مہر کے ساتھ مہر لگائی جائے گی، وہ قیامت کے روز آئے گا تو اس کا رنگ زعفران جیسا ہوگا اور اس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی اس کی وجہ سے اولین و آخرین اسے پہچان لیں گے، وہ کہیں گے فلاں پر شہداء کی مہر ہے اور جو اللہ کے راستہ میں اونٹنی کے دوہنے کے وقفہ کی مقدار جہاد کرے گا اس کے لئے جنت واجب ہے۔

امام ابوداؤد، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے اللہ کی راہ میں تیر میں پیکان لگایا پھر وہ فوت ہو گیا یا قتل ہو گیا وہ شہید ہے، یا اس کو گھوڑے یا اونٹ نے گرا دیا یا کسی موذی چیز نے ڈس لیا یا اپنے بستر پر مر گیا اللہ نے جو موت چاہی اس

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 12 (4223)　2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 16 (4233)　3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 82 (2397)

کودی تو وہ شہید ہے اور اس کے لئے جنت ہے(1)۔

امام البزار نے حضرت ابو ہند رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے ہیں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی مثل روزے دار قائم اللیل اطاعت شعار بندے کی ہے جو کبھی روزے ،نماز اور صدقہ میں سستی نہیں کرتا ہے۔

امام احمد، بخاری، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو عبس عبد الرحمٰن بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاؤں اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوئے اللہ نے آگ پر ان کو حرام کر دیا(2)۔

امام البزار نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاؤں اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوئے اللہ نے آگ پر ان کو حرام کر دیا۔

امام البزار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاؤں اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوئے اللہ نے اس پر آگ کو حرام کر دیا۔

امام احمد نے حضرت مالک بن عبداللہ الخثعمی رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں از روئے منزل (مقام) بہتر شخص کے متعلق نہ آگاہ کروں؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں (ضرور کرم فرمائیے)۔ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو اللہ کے راستہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑتا ہے حتی کہ وہ قتل ہو جاتا ہے یا فوت ہو جاتا ہے۔ کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے نہ بتاؤں جو اس کے قریب ہے؟ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو کسی گھاٹی میں الگ تھلگ نماز قائم کرتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ(3)

امام ابن سعد نے ام بشر بنت البراء بن معرور سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کیا میں تمہیں اس کے بعد سب سے بہتر شخص کے متعلق نہ آگاہ کروں، صحابہ نے کہا کیوں نہیں؟ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو اپنی بکریوں میں نماز قائم کرتا ہے اور زکوٰۃ دیتا ہے اور اپنے مال میں اللہ کا حق جانتا ہے۔ لوگوں کے شرور سے بھی دور ہے(4)۔

امام نسائی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے سال لوگوں کو خطاب فرمایا جب کہ آپ ایک کھجور کے ساتھ پیٹھ لگائے ہوئے تھے، فرمایا کیا میں تمہیں سب لوگوں سے بہتر شخص کے متعلق آگاہ نہ کروں؟ سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اللہ کے راستہ میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر یا اپنے اونٹ کی پیٹھ پر یا اپنے قدموں پر جہاد کرتا رہا حتی کہ اس پر موت آگئی اور لوگوں میں بدترین وہ شخص ہے جو فاجر اور جری ہے، اللہ کی کتاب پڑھتا ہے اور اس میں سے کسی چیز کا خیال نہیں کرتا(5)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 22، (4248)
2۔ صحیح بخاری، باب من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ، جلد 1، صفحہ 394
3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 77 (2379)
4۔ طبقات ابن سعد جلد 8، صفحہ 14-313، مطبوعہ دار صادر بیروت
5۔ مستدرک حاکم، جلد 12، صفحہ 77 (2380)

امام ابوداؤد اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین ایسے شخص ہیں جن کا اللہ ضامن ہے: وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے نکلا، وہ اللہ کی ضمان میں ہے حتی کہ وہ فوت ہو جائے گا تو اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا یا اسے اجر (عظیم) اور مال غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا اور وہ شخص جو سلام کے ساتھ اپنے گھر میں داخل ہوا، وہ اللہ کی ضمان میں ہے (1)۔

امام حاکم نے حضرت ابن الخصاصیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تا کہ اسلام پر بیعت کروں۔ آپ نے مجھ پر شرط رکھی کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دوں، پانچ نمازیں ادا کروں، رمضان کے روزے رکھوں، زکوٰۃ ادا کروں اور حج کروں اور اللہ کے راستہ میں جہاد کروں۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ میں ان میں سے دو چیزوں کی طاقت نہیں رکھتا، ایک زکوٰۃ تو میرے پاس صرف دس اونٹ ہیں وہی میرے اہل کی کشادگی اور سواری کے لئے ہیں، دوسری جہاد تو لوگ کہتے ہیں کہ جو جہاد سے پیٹھ پھیر آیا وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ جب مجھ پر جنگ گرم ہو تو میں موت کو ناپسند کروں اور میرا دل گھبرا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے (میری یہ بات سن کر) ہاتھ پیچھے کھینچ لیا، پھر اس کو حرکت دی، پھر فرمایا جب نہ زکوٰۃ دو گے اور نہ جہاد کرو گے تو جنت میں کیسے داخل ہو گے؟ میں نے عرض کی یہ رسول اللہ میں آپ سے ان تمام باتوں پر بیعت کرتا ہوں (2)۔

امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ آنکھیں ایسی ہیں جن کو آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے راستہ میں پھوڑی گئی ایک وہ آنکھ جو اللہ کے راستہ میں حفاظت کرتی رہی ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روتی رہی (3)۔

امام احمد، نسائی، طبرانی اور حاکم نے حضرت ابوریحانہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس آنکھ پر آگ حرام ہے جس نے اللہ کے خوف سے آنسو بہائے، اس آنکھ پر آگ حرام ہے جو اللہ کے راستہ میں جاگتی رہی اور وہ آنکھ جو اللہ کے محارم کی پامالی دیکھ کر غضب ناک ہوئی اور وہ آنکھ جو اللہ کے راستہ میں پھوڑی گئی (4)۔ حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے تم پر فتنے آئیں گے جیسے تاریک رات کے ٹکڑے ہوتے ہیں، ان فتنوں سے وہی شخص نجات پائے گا، جو پہاڑوں میں رہنے والا ہوگا اپنی بکریوں کے دودھ سے غذا کھاتا ہوگا یا وہ شخص جو پہاڑی راستوں کے پیچھے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اپنی تلوار سے کمایا ہوا مال فئی کھاتا ہوگا (5)۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا اللہ کی ضمان میں ہے یا تو اس کو اپنی مغفرت و رحمت تک پہنچائے گا اور یا پھر اسے اجر و غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 83، (2400) 2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 89 (2421) 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 92 (2430)
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 93-92 (2432) 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 102 (2460)

اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس شخص کی ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اور قیام کرتا ہے، جو کبھی سستی نہیں کرتا حتی کہ مجاہد جہاد سے لوٹ آئے (1)۔

امام ابن ماجہ، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو آگ نہیں چھوئے گی، وہ آنکھ جو خشیت الٰہی کی وجہ سے روئی اور وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستہ میں حفاظت کرتے ہوئے رات گزاردی۔

امام ابویعلی اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو آنکھیں ایسی ہیں جنہیں کبھی آگ نہیں چھوئے گی۔ وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستہ میں جاگتے ہوئے رات گزاری اور وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی (2)۔

امام طبرانی نے حضرت معاویہ بن حیدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین ایسے شخص ہیں جن کی آنکھیں آگ کو نہیں دیکھیں گی۔ وہ آنکھ جو اللہ کے راستہ میں حفاظت کرتی رہی، وہ آنکھ جو خشیت الٰہی کی وجہ سے روئی اور وہ آنکھ جو اللہ کی محارم کے ارتکاب کو دیکھ کر غضب ناک ہوئی۔

امام حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں لیلۃ القدر سے آگاہ نہ کروں۔ وہ محافظ جو خوف کی زمین میں حفاظت کرتا رہا ہو سکتا ہے اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر نہ آئے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (3)۔

امام حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر آنکھ قیامت کے دن رونے والی ہوگی لیکن وہ آنکھ جو اللہ کے محارم کی وجہ سے غضب ناک ہوئی اور وہ آنکھ جو اللہ کے راستہ میں بیدار رہی اور وہ آنکھ جس سے خوف الٰہی کی وجہ سے مکھی کے سر کی مثل آنسو نکلے (یہ نہیں روئیں گی)

امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ کے راستہ میں ایک رات حفاظت کرنا انسان کے گھر میں ہزار سال روزہ رکھنے اور قیام کرنے سے افضل ہے سال تین سو دنوں کا ہے اور یہ دن ایک ہزار سال کی طرح ہے (4)۔

امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اللہ کے راستہ میں خوشی سے ایک مرتبہ نکلا تو جو اس کو اس راستہ میں غبار لاحق ہوگا اس کی مثل قیامت کے روز اس کے لئے کستوری ہوگی (5)۔

امام عبدالرزاق نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے کسی صحابی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 342 (2754) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مسند ابویعلی، جلد 3، صفحہ 465 (4330) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 90، (2424)
4۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3 صفحہ 50-349 (2770)
5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 352 (2775)

فرمایا جس نے اللہ کے راستہ میں اونٹنی کے دوہنے کے وقفہ کی مقدار جہاد کیا اور شہید ہو گیا یا ویسے فوت ہو گیا وہ جنت میں داخل ہوا۔ جس نے تیر پھینکا دشمن کو لگا یا نہ لگا اس کے لئے گردن آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔ جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے بوڑھا ہوا تو قیامت کے دن اس کے لئے بڑھاپا (سفید بال) نور ہو گا۔ اور جس کو اللہ کے راستہ میں کوئی زخم لگا تو وہ قیامت کے روز آئے گا تو اس کی خوشبو کستوری کی طرح ہو گی اور اس کا رنگ زعفران کی طرح ہو گا (1)۔

امام بیہقی نے حضرت اکیدر بن حمام رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے ایک صحابی نے بتایا کہ ہم ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے اپنے میں سے ایک نوجوان کو کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں جاؤ اور پوچھو کہ جہاد کے برابر کون سا عمل ہے؟ وہ حاضر خدمت ہوا اور سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کوئی چیز نہیں۔ پھر ہم نے اسے دوبارہ بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلا جواب دیا۔ پھر ہم نے کہا یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے تیسری مرتبہ جواب ہو گا۔ اگر آپ نے اس بار بھی فرمایا کوئی عمل جہاد کے مساوی نہیں تو تو عرض کرنا کہ اس کے قریب کون سا عمل ہے؟ وہ حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کوئی عمل اس کے برابر نہیں۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے قریب کون سا عمل ہے؟ فرمایا اچھی کلام کرنا، ہمیشہ روزہ رکھنا، ہر سال حج کرنا۔ کوئی چیز اب بھی اس کے قریب نہیں ہے۔

امام نسائی، ابن حبان اور حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت فضالہ بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں جو مجھ پر ایمان لایا اور اسلام قبول کیا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا اور جنت کے وسط میں گھر کا ضامن ہوں اور جنت کے اعلیٰ کمروں میں گھر کا ضامن ہوں پس جس نے ایسا کیا اس نے نیکی کرنے کی کوئی جگہ نہیں چھوڑی اور برائی سے بچنے کے لئے اجتناب کے لئے کوئی جگہ نہیں چھوڑی وہ جہاں مرنا چاہے مرے (2)۔

امام حاکم اور بیہقی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ کے راستہ میں صف میں انسان کا کھڑا ہونا اللہ کے نزدیک ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے (3)۔

امام احمد اور البزار نے حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی اے اللہ کے نبی! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں پہنچا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا شاباش، شاباش تو نے بہت عظیم سوال کیا ہے، تو نے بہت عظیم بات پوچھی ہے، یہ اس شخص پر بڑا آسان ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ کیا ہو، تو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لا، نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر اور صرف اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا حتی کہ تو فوت ہو جائے اور تو اسی عمل پر ہو۔ پھر فرمایا اے معاذ اگر تو چاہے تو میں تجھے اس معاملہ کی اصل بتا دوں اور اس معاملہ کا قوام اور اس کی کوہان کی چوٹی کے بارے آگاہ کروں۔ حضرت معاذ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ضرور بتائیے، فرمایا اس معاملہ کی اصل یہ ہے کہ تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا

1۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 258 (9539)　2۔ مستدرک حاکم، کتاب البیوع، جلد 2، صفحہ 69 (2355)

3۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 15 (4231)

اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کی گواہی دے اور اس معاملہ کا قوام نماز اور زکوۃ ہیں اس کی کوہان کی چوٹی اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں حتی کہ وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کی گواہی دیں، جب وہ ایسا کرلیں تو انہوں نے اپنے خون اور اپنے اموال محفوظ کر لئے مگر شرعی حق کے ساتھ (یہ چیزیں ان سے لی جائیں گی) اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے کوئی چہرہ زخمی نہیں ہوا اور کوئی قدم غبار آلود نہیں ہوا کسی ایسے عمل میں جس سے مقصود درجات آخرت ہوں فرضی نمازوں کے بعد، جہاد کی طرح کوئی عمل نہیں ہے، اور بندے کے میزان میں راہ خدا میں صرف کئے جانے والے جانور یا اس پر بندہ کسی کو سوار کر کے جہاد پر بھیجتا ہے، اس سے بھاری عمل کوئی نہیں ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسلام کی کوہان کی چوٹی جہاد ہے، اس کو حاصل نہیں کرتا مگر جو سب سے افضل ہو(1)۔

امام ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے نہ جہاد کیا اور نہ کسی غازی کے لئے سامان جہاد تیار کیا یا نہ کسی مجاہد کے جانشین کی حیثیت سے آپ کے گھر والوں کی خیر کے ساتھ دیکھ بھال کی تو قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ اسے ایک سخت حادثہ سے دوچار کرے گا۔

امام عبدالرزاق نے المصنف میں حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی ایسا گھر جس سے کوئی مجاہد جہاد کے لئے نہیں نکلتا یا وہ کسی مجاہد کے لئے سامان جہاد تیار نہیں کرتے یا کسی مجاہد کے بچوں کی دیکھ بھال نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ انہیں موت سے پہلے کسی مصیبت اور حادثہ میں مبتلا کرے گا(2)۔

امام عبدالرزاق، احمد، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت معاذ بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اونٹنی کے دوہنے کی مقدار جہاد کیا اس کے لئے جنت واجب ہے اور جس نے صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کیا پھر وہ فوت ہو گیا یا قتل کیا گیا تو اس کے لئے شہید کا اجر ہے اور جسے اللہ کی راہ میں زخم لگا یا کسی مصیبت میں گرفتار ہوا تو قیامت کے روز اس کا زخم بہہ رہا ہوگا اس کا رنگ زعفران کی طرح ہوگا اور اس کی خوشبو کستوری کی طرح ہوگی اور جو اللہ کی راہ میں زخمی ہوا اس پر شہداء کی مہر ہوگی (3)۔

امام نسائی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے پروردگار کی طرف سے روایت فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں سے جو بندہ میری رضا کی خاطر اللہ کے راستہ میں نکلے گا میں اس کا ضامن ہوں اگر اسے واپس لوٹایا تو اجر وغنیمت کیساتھ

1۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 24-223 (7885) 2۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 172، (9275)

3۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 23 (4250)

لوٹاؤں گا اور اگر اس کی روح قبض کرلوں گا تو اس کے گناہ معاف کردوں گا(1)۔

امام طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص کا چہرہ اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوگا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے آگ کے دھویں سے بھی محفوظ فرمائے گا اور جس کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کو آگ سے محفوظ فرمائے گا(2)۔

امام ابوداؤد نے مراسیل میں حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ چل رہے تھے اور ایک قریشی جوان راستہ سے علیحدہ چل رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا وہ فلاں نہیں ہے؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں وہی ہے۔ فرمایا اسے بلاؤ، صحابہ کرام نے اسے بلایا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا کیا وجہ ہے کہ تو راستہ سے ہٹ کر چل رہا ہے، اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں غبار کو ناپسند کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے علیحدہ نہ ہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ جنت کی خوشبو ہے۔

امام ابویعلی، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جس کے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ آگ پر اسے حرام کردے گا۔

امام ترمذی نے حضرت ام مالک البہزیہ رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فتنہ کا ذکر کیا اور اس کے قرب کا ذکر کیا، میں نے عرض کی اس فتنہ میں لوگوں میں سے بہتر شخص کون ہوگا؟ فرمایا جو اپنے مویشیوں میں رہتا ہوگا اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہوگا اور وہ شخص جو اپنے گھوڑے کے سر سے پکڑے گا وہ دشمن کو ڈرائے گا اور دشمن اسے ڈرائیں گے (یعنی جو جہاد پر ہوگا)(3)۔

امام ترمذی، نسائی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص آگ میں کبھی داخل نہ ہوگا جو خشیت الٰہی کی وجہ سے رویا ہوگا حتی کہ دودھ تھیری میں واپس چلا جائے اور کسی مسلمان کے نتھنے میں جہنم کا دھواں اور اللہ کی راہ کا غبار جمع نہ ہوگا(4)۔

حضرت ترمذی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں دو قطروں اور دو اثر سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے آنسو کا قطرہ جو خشیت الٰہی کی وجہ سے ٹپکتا ہے، وہ خون کا قطرہ جو اللہ کی راہ میں بہتا ہے اور اثر ان سے مراد اللہ راہ میں اثر (نشان) اور اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کا اثر (نشان)(5)

امام احمد، ابوداؤد، نسائی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہاد کی دو قسمیں ہیں جس کا جہاد سے مقصود رضائے الٰہی ہو امام کی اطاعت

1۔ سنن نسائی، جلد 6، صفحہ 18، مطبوعہ دارالریان للتراث بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 43(4296)
3۔ سنن ترمذی، کتاب الفتن، جلد 9، صفحہ 18(2177)
4۔ مستدرک حاکم، کتاب التوبۃ، جلد 4، صفحہ 228(7667)
5۔ سنن ترمذی، باب فضل المرابط، جلد 7، صفحہ 121، (1669)

کرے، اپنا نفیس مال خرچ کرے، مخالف کو قیدی بنائے اور فساد سے اجتناب کرے تو اس کا سونا اور بیدار ہونا سب اجر ہے اور جس نے بطور فخر، ریا اور شہرت جہاد کیا اور امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا تو وہ کسی تھوڑے سے اجر کے ساتھ بھی نہیں لوٹے گا (1)۔

امام مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لشکر اللہ کے راستہ میں جنگ کرتا ہے پھر وہ سلامت رہتے ہیں اور غنیمت حاصل کرتے ہیں تو انہوں نے آخرت کے اجر کے دو ثلث جلدی لے لیے اور ایک اجر ان کے لئے باقی ہے اور جو لشکر جھنڈا لہراتا ہے، ڈراتا ہے پھر شہید ہو جاتا ہے تو ان کے لئے اجر مکمل ہوا (2)۔

امام ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم بیع عینیہ کرو گے اور گائیوں کے دم پکڑو گے اور کھیتی باڑی پر راضی ہو گے اور جہاد ترک کر دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر دائمی ذلت مسلط کر دے گا حتی کہ پھر تم اپنے دین کی طرف لوٹ آؤ گے۔

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر کو کسی مہم پر روانہ ہونے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا لشکر رات کو ہی روانہ ہو جائے یا ٹھہرا رہے حتی کہ صبح ہو جائے؟ فرمایا کیا تم پسند نہیں کرتے کہ جنت کے باغیچوں میں سے کسی باغیچہ میں رات گزارو (3)۔

امام الطبرانی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندۂ مومن کا دل اللہ کے راستہ میں حرکت کرتا ہے تو اس سے اس طرح خطائیں گرتی ہیں جیسے کھجور کے خوشے گرتے ہیں (4)۔

امام البزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک حج چالیس جہاد سے افضل ہے اور ایک جہاد چالیس حج سے افضل ہے۔ فرمایا جب انسان اسلام کا حج کرتا ہے تو جہاد اس کے لئے چالیس حج سے افضل ہے اور اسلام کا جہاد چالیس غزوات سے بہتر ہے۔

امام طبرانی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسے شخص کا حج کرنا جس نے (پہلے) حج نہ کیا ہو وہ دس غزوات سے بہتر ہے اور جس نے حج کیا ہو اس کا جہاد کرنا دس (نفلی) حجوں سے بہتر ہے اور سمندر میں ایک جہاد خشکی میں دس جہادوں سے افضل ہے اور جس نے سمندر عبور کیا اس نے گویا تمام وادیوں کو عبور کیا اور جہاد میں چلنے والا، خون میں لت پت کی طرح ہے (5)۔

امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک حج دس غزوات سے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 30 (4265)
2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 88-287 (2414)
3۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 18 (4239)
4۔ معجم کبیر، جلد 6، صفحہ 36-235 (6086)
5۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 11، (4221)

افضل ہے اور ایک غزوہ، دس حجات سے افضل ہے (1)۔

امام ابوداؤد نے مراسیل میں حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، غزوہ تبوک میں حج کے لئے رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگنے والے زیادہ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے حج کر لیا ہے اس کے لئے جہاد چالیس حجات سے افضل ہے۔

امام عبدالرزاق نے ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کے راستہ میں ایک سفر، پچاس حجات سے افضل ہے۔

امام مسلم، ترمذی اور حاکم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سائیوں کے نیچے ہیں (2)۔

امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے راستہ میں جہاد کرنے والا میری ضمان میں ہے اگر میں اس کی روح قبض کرلوں گا تو میں اسے جنت کا وارث بناؤں گا اور اگر واپس لوٹاؤں گا تو اجر وغنیمت کے ساتھ لوٹاؤں گا (3)۔

امام احمد، ابویعلی، ابن خزیمہ، ابن حبان، طبرانی اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا وہ اللہ کی ضمان میں ہے، جس نے مریض کی عیادت کی وہ اللہ کی ضمان میں ہے، جو مسجد کی طرف صبح گیا یا شام کو گیا تو وہ اللہ کی ضمان میں ہے، جو جنگ کے ساتھ امام پر داخل ہوا وہ اللہ کی ضمان میں ہے اور جو گھر میں بیٹھا رہا کسی کی غیبت نہیں کی وہ اللہ کی ضمان میں ہے (4)۔

امام احمد، ابوداؤد، نسائی نے عبداللہ بن حبشی الخثعمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا ایمان جس میں شک نہ ہو، جہاد جس میں خیانت نہ ہو اور مقبول حج۔ پوچھا گیا کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا جھد المقل، یعنی کم مال والا بقدر وسعت صدقہ کرے۔ پوچھا گیا کون سی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا جس نے ہر اس چیز کو چھوڑ دیا جو اللہ نے حرام کی ہے۔ پھر پوچھا گیا کون سا جہاد افضل ہے؟ فرمایا جس نے اپنے نفس اور مال کے ساتھ مشرکین سے جہاد کیا۔ عرض کی گئی کون سا شہید افضل ہے؟ فرمایا جس کا خون بہایا گیا ہو اور اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹی گئی ہوں (5)۔

امام مالک، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے راستہ میں درہم و دینار خرچ کیے اسے جنت کے دروازے سے ندا دی جائے گی اے اللہ کے بندے یہ خیر ہے۔ پس جو نماز پڑھنے والوں سے ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو جہاد کرنے والوں سے ہوگا اسے جہاد کے دروازوں سے بلایا جائے گا اور جو اہل صدقہ سے ہوگا اس کو صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا، ابوبکر نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا اسے تو کوئی نقصان و ضرر نہ ہوگا؟ رسول اللہ

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 12 (4222) 2۔ سنن ترمذی، جلد 7، صفحہ 118 (1659) 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 91 (1620)
4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 99 (2450) 5۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 411

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں امید کرتا ہوں تو ان (خوش نصیبوں) سے ہوگا(1)۔

امام مالک، عبد الرزاق (نے المصنف میں)، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ضامن ہوتا ہے اس شخص کا جو اللہ کے راستہ میں نکلتا ہے اور اسے گھر سے نہیں نکالتا مگر جہاد فی سبیل اللہ اور مجھ پر ایمان لانے اور میرے رسولوں کی تصدیق کی وجہ سے نکلا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہے۔ اسے جنت میں داخل کرے گا یا اسے اجر وغنیمت کے ساتھ اپنے گھر لوٹائے گا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے اللہ کے راستہ میں جو زخمی ہوگا وہ قیامت کے دن آئے گا تو اسی حالت میں ہوگا جس دن زخمی ہوا تھا اس کا رنگ خون کا ہوگا اور اس کی خوشبو کستوری (جیسی) ہوگی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے اگر مسلمانوں پر شاق نہ ہوتا تو میں کسی جنگ سے پیچھے نہ رہتا جو اللہ کے راستہ میں لڑی جاتی لیکن میں ایسی سواریاں نہیں پاتا جن پر مسلمانوں کو سوار کروں اور نہ وہ خود سواری کا بندوبست رکھتے ہیں۔ پس وہ نکلیں گے اور میرے بعد ان کے لئے پیچھے رہنا تکلیف کا باعث ہوگا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کے راستہ میں جہاد کروں پھر میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں (2)۔

امام ابن سعد نے حضرت سہیل بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے اللہ کے راستہ میں ایک لمحہ کے لئے تم میں سے کسی کا ٹھہرنا، اپنے گھر میں ساری عمر نیک عمل کرنے سے بہتر ہے(3)۔

امام احمد نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلے، تو ایک شخص ایک غار کے پاس سے گزرا جس کا تھوڑا سا پانی تھا اس نے دل میں خیال کیا کہ وہ اس پانی کے ساتھ قیام کرے اور جو اس میں پانی ہے اس سے خوراک حاصل کرے اور اس کے اردگرد کی سبزیاں حاصل کرے اور لوگوں سے الگ تھلگ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی خواہش کا ذکر کیا گیا تو فرمایا مجھے یہودیت اور نصرانیت کے ساتھ نہیں بھیجا گیا، مجھے اسلام کی آسان شریعت کے ساتھ بھیجا گیا ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اللہ کی راہ میں صبح کے وقت یا شام کے وقت جانا دنیا ومافیہا سے افضل ہے اور تم میں سے کسی کا صف (جہاد) میں کھڑا ہونا ساٹھ سال کی نماز سے افضل ہے۔

امام احمد نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا اللہ پر ایمان (رسل کی) تصدیق، جہاد فی سبیل اللہ اور مقبول حج۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں زیادتی فرمائیں فرمایا نرم کلام کرنا، کھانا کھلانا، سخاوت کرنا، حسن اخلاق سے پیش آنا۔ اس شخص نے عرض کی میں ایک کلمہ چاہتا ہوں فرمایا جا اور پھر اپنے نفس کے بارے اللہ کے فیصلہ پر بدگمانی نہ کر(4)۔

امام احمد نے حضرت الشفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، یہ مہاجرات میں سے تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا اللہ پر ایمان لانا، اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا اور مقبول حج۔

1۔ سنن نسائی، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ، جلد 6، صفحہ 47　　2۔ شعب الایمان، باب الجہاد، جلد 4، صفحہ 17

3۔ طبقات ابن سعد، جلد 5، صفحہ 453، مطبوعہ دار صادر بیروت　　4۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 204، مطبوعہ دار صادر بیروت

امام حکیم الترمذی نے نوادر الاصول میں الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اسلام کی بنیاد دس ارکان پر ہے۔ اللہ کے لئے اخلاص، یہ فطرت ہے، نماز، یہ ملت ہے، زکوٰۃ، یہ طہارت ہے، روزہ، یہ ڈھال ہے، حج، یہ شریعت ہے، جہاد، یہ عزت ہے، نیکی کا حکم کرنا، یہ حجت ہے، برائی سے منع کرنا، یہ بچانے والا ہے، اطاعت، یہ عصمت ہے اور جماعت، یہ الفت ہے (1)۔

امام احمد نے حضرت عمرو بن عنبسہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے راستہ میں اونٹنی کے دودھ دوھنے کے وقفہ کی مقدار جہاد کیا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو آگ پر حرام کر دے گا (2)۔

امام طبرانی اور ابو المنذر نے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا اس کے لئے جنت واجب ہے (3)۔

امام احمد اور طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جس کا دل اللہ کے راستہ میں غبار سے خلط ملط ہوا اس پر اللہ نے آگ حرام کر دی (4)۔

امام ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے بغیر جہاد کے نشان کے ملے گا تو وہ اس حال میں ملے گا کہ اس میں شکستگی ہوگی۔

امام طبرانی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قوم جہاد ترک کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ اسے عذاب دیتا ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جب لوگ دینار و درہم پر بخل کرنے لگیں، گائیوں کی دموں کے متلاشی بن جائیں، اللہ کے راستہ میں جہاد ترک کر دیں اور بیع عینیہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر مصیبت ڈالے گا اور اس مصیبت کو دور نہیں کرے گا حتی کہ وہ اپنے دین کی طرف لوٹ آئیں (5)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کے راستہ میں صبح کے وقت یا شام کے وقت جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (6)، احمد، بخاری، کمسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے سہل بن سعد کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کے راستہ میں شام کے وقت اور صبح کے وقت جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (7)۔ مسلم اور نسائی نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں صبح یا شام کے وقت جانا ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے (8)۔

1۔ نوادر الاصول، الاصل 162 فی صفۃ الاولاء وحقیقۃ الولایۃ، صفحہ 09-207 مطبوعہ دار صادر بیروت

2۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 387 — 3۔ معجم کبیر، جلد 22، صفحہ 38-337 (246) — 4۔ مستدرک حاکم، جلد 20، صفحہ 89 (2420)

5۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 12 (4229) — 6۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 26 (4256) — 7۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3۔ صفحہ 343 (2756)

8۔ سنن نسائی، باب فضل الروحۃ فی سبیل اللہ، جلد 6، صفحہ 15

امام البزار نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں صبح یا شام کے وقت جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں صبح یا شام کے وقت جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے(1)۔

امام احمد نے حضرت معاویہ بن جریج رحمہ اللہ کی حدیث اسی طرح نقل کی ہے۔

امام عبدالرزاق نے حضرت اسحق بن رافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے مقداد سے یہ خبر پہنچی ہے کہ مجاہد جب اپنے گھر سے نکلتا ہے تو جو پیچھے اہل قبلہ اہل ذمہ اور چوپائے چھوڑ جاتا ہے ان میں سے ہر ایک کی تعداد کے برابر اس پر ایک قیراط جاری ہوتا ہے اور ہر رات کا قیراط پہاڑ کی مثل ہوتا ہے یا فرمایا احد کی مثل ہوتا ہے۔

امام عبدالرزاق نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں پر بھی وہی احکام ہیں جو مردوں پر ہیں سوائے جمعہ، جنائز اور جہاد کے(2)۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۗ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۗ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۗ وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۗ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

”وہ پوچھتے ہیں آپ سے کہ ماہ حرام میں جنگ کرنے کا حکم کیا ہے؟ آپ فرمائیے کہ لڑائی کرنا اس میں بڑا گناہ ہے لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے اور کفر کرنا اس کے ساتھ اور (روک دینا) مسجد حرام سے اور نکال دینا اس میں بسنے والوں کو اس سے، اس سے بھی بڑے گناہ ہیں اللہ کے نزدیک اور فتنہ (وفساد) قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اور ہمیشہ لڑتے رہیں گے تم سے یہاں تک کہ پھیر دیں تمہیں تمہارے دین سے اگر بن پڑے اور جو پھرے تم میں

1۔ سنن ترمذی، جلد 7، صفحہ 113 (1649)
2۔ مصنف عبدالرزاق، باب جہاد النساء، جلد 5، صفحہ 298

سے اپنے دین سے پھر مرجائے حالت کفر پر تو یہی وہ (بدنصیب) ہیں کہ ضائع ہوں گے ان کے عمل دنیا و آخرت میں اور یہی دوزخی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں (تو) یہی لوگ امید رکھتے ہیں اللہ کی رحمت کی اور اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا جس کی قیادت ابوعبیدہ بن جراح یا عبیدہ بن الحرث کو سونپی تھی۔ جب وہ جانے لگے تو محبت اور عشق کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رونے لگے، پس وہ بیٹھ گئے اور ان کی جگہ عبداللہ بن جحش کو بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک خط دیا اور فرمایا کہ اس کو نہ پڑھنا حتیٰ کہ فلاں مقام پر پہنچ جاؤ اور فرمایا کسی ساتھی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرنا جب انہوں نے وہ خط پڑھا تو اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور کہا ہم نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو سنا اور اطاعت کی، پھر اپنے ساتھیوں کو خبر دی اور ان پر وہ خط پڑھا، دو آدمی واپس لوٹ گئے اور باقی آپ کے ساتھ چل پڑے۔ وہ لشکر ابن الحضرمی سے ملا اور اسے قتل کر دیا اور انہیں معلوم نہیں تھا کہ جمادی الثانی کی آخری تاریخ ہے یا رجب کی یکم تاریخ ہے، مشرکین نے مسلمانوں کو کہا تم نے حرمت والے مہینہ میں قتال کیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بعض نے کہا اگر انہیں گناہ نہیں ہوگا تو ان کے لئے اس جہاد کا اجر بھی نہیں ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا الخ (1)۔

امام البزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن فلاں کو سریہ میں بھیجا تو وہ عمرو بن الحضرمی سے بطن نخلہ میں ملے۔ آگے مذکور حدیث نقل کی ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر حرام میں مسجد حرام سے روک لیا، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر حرام میں آئندہ سال فتح عطا فرمائی، مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شہر حرام میں قتال کی وجہ سے اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ كَبِیْرٌ...... الآیہ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر روانہ فرمایا تو وہ عمرو بن الحضرمی سے ملے، وہ جمادی الثانی کی آخری رات یا رجب کی پہلی رات کو طائف سے آ رہا تھا۔ صحابہ کرام نے سمجھا کہ یہ جمادی کی آخری رات ہے جب کہ وہ رجب کی پہلی رات تھی انہیں پتہ نہ چلا۔ پس ایک صحابی نے اسے قتل کر دیا اور جو اس کے پاس سامان تھا وہ بھی لے لیا۔ مشرکین نے مسلمانوں کو اس واقعہ پر عار دلائی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں یعنی مسجد حرام سے نکالنا اس سے بڑا جرم ہے جو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد ہوا ہے اور شرک اس سے بھی سخت جرم ہے (2)۔

امام ابن اسحٰق نے حضرت کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت

1 تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 420، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 421

عمرو بن الحضرمی کے واقعہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔

امام ابن مندہ اور ابن عساکر نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن بیضاء کو عبداللہ بن جحش کے لشکر میں ابواء سے پہلے بھیجا۔ پس انہوں نے مال غنیمت حاصل کیا اور ان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابن جریر نے حضرت سدی رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا، یہ سات افراد پر مشتمل تھا اور ان کی قیادت عبداللہ بن جحش الاسدی کر رہے تھے، ان میں عمار بن یاسر، ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، سعد بن ابی وقاص، عتبہ بن غزوان اسلمی حلیف بنی نوفل یا سہل بن بیضاء، عامر بن فہیرہ، واقد بن عبداللہ الیربوعی حلیف عمر بن خطاب۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحش کو ایک خط دیا اور حکم فرمایا کہ وہ اسے نہ پڑھے حتی کہ ملل پہنچ جائے۔ جب وہ ملل کے بطن میں اترے تو خط کھولا، اس میں یہ تھا کہ چلتے جاؤ حتی کہ تم بطن نخلہ میں اترو اور ساتھیوں سے کہو کہ جو موت کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہیے کہ ساتھ چلے اور وصیت کرے اور میں وصیت کرنے والا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو عملی جامہ پہنانے والا ہوں پس وہ چل پڑے اور سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان پیچھے چلے گئے اور اپنا اونٹ گم کر دیا۔ ابن جحش بطن نخلہ تک چلے تو وہاں الحکم بن کیسان، عبداللہ بن المغیرہ بن عثمان اور عمرو حضرمی کو پایا، جنگ شروع ہوگئی، الحکم بن کیسان اور عبداللہ بن المغیرہ کو انہوں نے قیدی بنالیا اور مغیرہ بھاگ گیا اور عمرو الحضرمی قتل ہوگیا، اس کو واقد بن عبداللہ نے قتل کیا تھا، یہ پہلا مال غنیمت تھا جو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا تھا۔ جب وہ دو قیدیوں کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس آئے اور مال غنیمت لے کر لوٹے تو مشرکین نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعویٰ تو کرتا ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے جب کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے شہر حرام کو حلال کیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اے مشرکین تم نے اللہ کا انکار کیا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر حرام میں مسجد حرام میں جانے سے روکا ہے یہ شہر حرام میں قتال سے بڑا جرم ہے۔ آیت کریمہ میں الْفِتْنَةُ سے مراد شرک ہے یعنی اللہ کے نزدیک شہر حرام میں جنگ کی بنسبت شرک زیادہ گناہ ہے (1)۔

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی تمیم کے ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹے سے لشکر میں روانہ کیا تھا، وہ ابن حضرمی کے پاس سے گزرا جو طائف سے مکہ کی طرف شراب لا رہا تھا، اس نے اسے تیر مار کر ہلاک کر دیا۔ اس وقت قریش اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا۔ پس اس نے اسے جمادی الآخرۃ کے آخری دن یا رجب کے پہلے دن قتل کیا تھا۔ قریش نے کہا شہر حرام میں جنگ جب کہ ہمارے ساتھ معاہدہ بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمادیں قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ...... الآیہ۔ اللہ کا انکار کرنا اور بتوں کی عبادت کرنا یہ حضرمی کے قتل سے بھی بڑا جرم ہے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے ابو مالک الغفاری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش کو روانہ کیا، تو ان کی ملاقات بطن نخلہ میں مشرکین کے کچھ لوگوں سے ہوگئی۔ مسلمانوں کا خیال تھا کہ آج جمادی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 420   2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 421

الآخرہ کی آخری تاریخ ہے جب کہ وہ رجب کی پہلی تاریخ تھی، مسلمانوں نے الحضرمی کو قتل کر دیا، مشرکین نے کہا تم نہیں کہتے تھے کہ شہر حرام اور بلد حرام میں جنگ حرام ہے اور تم نے شہر حرام میں قتل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمادی یہ جس کا تم نے ارتکاب کیا ہے وہ حضرمی کے قتل سے بڑا جرم ہے اور شرک جس پر تم قائم ہو یہ قتل سے بڑا گناہ ہے(1)۔

امام بیہقی نے دلائل میں زہری عن عروہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت ایک مہم پر روانہ فرمائی اور ان کا امیر عبداللہ بن جحش کو بنایا وہ چلتے رہے حتی کہ نخلہ کے مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے عمرو بن حضرمی کو قریش کے ایک تجارتی قافلہ میں پایا۔ ابھی شہر حرام کے شروع ہونے میں ایک دن باقی تھا۔ مسلمان جھگڑ پڑے تو مسلمانوں میں سے کسی نے کہا یہ دشمنوں کی جماعت ہے اور مال غنیمت ہے جو اللہ کی طرف سے تمہیں عطا کیا گیا ہے، ہمیں معلوم نہ تھا کہ آج کا دن حرمت والے مہینے کا ہے یا نہیں، ایک کہنے والے نے کہا آج کے دن کو ہم شہر حرام سے شمار کرتے ہیں، ہم کسی لالچ کے لئے اس کو حلال نہیں کرتے، پس سامان دنیا کا ارادہ کرنے والے غالب آ گئے۔ انہوں نے ابن حضرمی پر حملہ کر دیا۔ اسے انہوں نے قتل کر دیا اور قافلہ کو مال غنیمت بنا دیا۔ کفار قریش کو اس کی خبر پہنچ گئی اور ابن الحضرمی مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان پہلا مقتول تھا، کفار کے وفد سوار ہو کر نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ پہنچ گئے اور کہا کیا تم حرمت والے مہینہ میں جنگ حلال کرتے ہو، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا کہ حرمت والے مہینہ میں جنگ حرام ہے جیسے پہلے تھی اور مومنین سے جو انہوں نے حلال سمجھا ہے مثلاً شہر حرام میں انہیں روکنا اور انہیں اللہ کے راستہ سے روکنا انہیں عذاب دینا، قید کرنا تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ یہ مسلمانوں کے جرم سے برا ہے اسی طرح کفار کا اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا، مسلمانوں کو مسجد حرام میں حج کرنے اور نماز پڑھنے سے روکنا اور مسجد حرام سے انہیں نکالنا جب کہ مسلمان مسجد حرام کے رہنے والے تھے اور انہیں دین سے برگشتہ کرنے کے لئے آزمائش میں ڈالنا (یہ سب مسلمانوں کے جرم سے بڑے جرم ہیں) اور ہمیں خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرمی کی دیت دی تھی اور شہر حرام کو اسی طرح حرام فرمایا تھا جیسے پہلے حرام تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ (توبہ: 1) کا ارشاد نازل فرمایا(2)۔

امام عبدالرزاق اور ابوداؤد (نے الناسخ میں)، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے زہری اور مقسم رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں واقد بن عبداللہ، عمرو الحضرمی کو رجب کی پہلی رات ملے، ان کا خیال تھا ابھی جمادی الآخرۃ باقی ہے۔ پس انہوں نے عمرو الحضرمی کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیات نازل فرمائیں، زہری فرماتے ہیں ہمیں جو خبریں پہنچی ہیں ان میں یہ ہے کہ شہر حرام میں قتال نبی کریم ﷺ حرام فرماتے تھے پھر بعد میں حلال کیا تھا(3)۔

امام ابن اسحق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے یزید بن رومان رحمہ اللہ کے طریق سے عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 422 2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 3، صفحہ 17، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 424

سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو نخلہ کی طرف بھیجا اور فرمایا وہاں رہنا حتی کہ تم قریش کی خبریں ہمارے پاس لے آؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ حرمت والا مہینہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ کو ایک خط دیا تھا، انہیں یہ بتانے سے پہلے کہ وہ مہم پر جائیں گے۔ فرمایا تم اور تمہارے ساتھی چلے جائیں حتی کہ جب دو دن کی مسافت طے کر جاؤ تو اپنے اس خط کو کھولنا اور اس کو پڑھنا، اس میں جو میرا حکم ہے اس کو نافذ کرنا اور کسی ساتھی کو اپنے ساتھ جانے پر مجبور نہ کرنا، جب وہ دو دن کی مسافت طے کر گئے تو خط کو کھولا اس میں یہ لکھا تھا۔ چلتے جاؤ حتی کہ نخلہ پہنچ جاؤ۔ پس تم قریش کی خبریں ہمارے پاس پہنچانا جو تمہیں ان کی طرف سے میسر آئیں۔ حضرت عبد اللہ بن جحش نے اپنے ساتھیوں سے خط پڑھنے کے بعد فرمایا ہم نے حکم الٰہی کو سنا اور اس کی اطاعت کی جو تم میں سے شہادت کی رغبت رکھتا ہو وہ میرے ساتھ چلے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو نافذ کرنے والا ہوں اور جو تم میں سے شہادت سے دلچسپی نہیں رکھتا وہ واپس چلا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع فرمایا ہے کہ میں تم میں سے کسی کو مجبور کروں۔ پس تمام لوگ آپ کے ساتھ چلے حتی کہ جب نجران پہنچ گئے تو سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان نے اپنا اونٹ گم کر دیا۔ پس وہ اس کی تلاش میں لشکر سے پیچھے رہ گئے۔ باقی تمام صحابہ چلتے گئے حتی کہ نخلہ کے مقام پر پہنچے، عمرو بن الحضرمی، حکم بن کیسان، عثمان اور مغیرہ بن عبد اللہ ان کے پاس سے گزرے۔ ان کے پاس سامان تجارت تھا، وہ طائف سے چمڑے اور زیتون کا تیل لا رہے تھے۔ جب صحابہ نے انہیں دیکھا تو واقد بن عبد اللہ ان کے سامنے آئے۔ اس نے سر منڈایا ہوا تھا۔ جب ان مشرکوں نے انہیں سر منڈائے ہوئے دیکھا تو عمار نے کہا تم پر ان کی طرف سے کوئی ڈر نہیں، صحابہ کرام نے ان کے متعلق مشورہ کیا۔ یہ جمادی الآخرہ کا آخری دن تھا۔ صحابہ نے کہا اگر تم ان کو قتل کرو گے تو شہر حرام میں قتل کرو گے، اگر تم انہیں چھوڑو گے تو یہ آج رات حرم مکہ میں داخل ہو کر تم سے محفوظ ہو جائیں گے، پس صحابہ کرام نے انہیں قتل پر اتفاق کیا، واقد بن عبد اللہ التمیمی نے عمرو بن الحضرمی کو تیر مارا اور اسے قتل کر دیا، عثمان بن عبد اللہ، حکم بن کیسان قیدی ہو گئے، اور مغیرہ بھاگ گیا۔ صحابہ کرام اس کو پکڑنے سے عاجز آ گئے، صحابہ کرام نے قافلہ ہانکا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے تمہیں حرمت والے مہینے میں قتال کا حکم نہیں دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں اور قافلہ کو روک دیا اور اس میں سے کچھ بھی نہ لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے جب یہ ارشاد فرمایا تو صحابہ بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ وہ ہلاک ہو گئے، دوسرے مسلمان بھائیوں نے بھی ان پر سختی کا مظاہرہ کیا، جب قریش کو ان کے واقعہ کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حرام خون بہایا ہے، مال لے لیا ہے اور مردوں کو قیدی بنا لیا ہے۔ اس نے حرمت والے مہینہ کو حلال قرار دے دیا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جب یہ ارشاد ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قافلہ لے لیا اور قیدیوں سے فدیہ قبول کیا۔

مسلمانوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم جنگ کی خواہش کیا کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ۔ صحابہ کرام کا یہ گروہ آٹھ افراد پر

مشتمل تھا اور نویں ان کے حضرت امیر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ وہ عَنْ قِتَالٍ فِیْهِ پڑھتے تھے۔ اور انہوں نے اس کا مفہوم بھی یہی بیان کیا ہے یَسْئَلُوْنَكَ، عَنْ قِتَالٍ فِیْهِ (یعنی وہ آپ سے اس مہینہ میں جنگ کے متعلق پوچھتے تھے) (2)

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں حضرت الاعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبداللہ کی قرأت میں اس طرح تھا یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ عن قِتَالٍ فِیْهِ۔

امام ابن ابی داؤد نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ قَتْلٍ فِیْهِ پڑھتے تھے۔

حضرت عطاء بن میسرہ رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں سورہ برأت میں شہر حرام میں قتال حلال کیا گیا ارشاد فرمایا فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً (التوبہ:36)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سفیان الثوری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت کے متعلق ان سے پوچھا گیا تو فرمایا یہ منسوخ ہے، حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

امام النحاس نے (الناسخ میں) حضرت جویبر عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت میں فیہ سے مراد فی الشهر الحرام ہے اور کبیر کا معنی عظیم ہے۔ ان مہینوں میں جنگ ممنوع تھی حتی کہ آیت السیف جو سورۂ برأت میں ہے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (توبہ:5) اس کے ساتھ یہ حکم منسوخ ہو گیا، پس حرمت والے مہینوں اور دوسرے مہینوں میں جنگ مطلقاً مباح ہو گئی۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں فتنہ سے مراد شرک ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَلَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ کا فاعل کفار قریش ہیں (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے ربیع بن انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ یہ اس امت کے بہتر لوگ ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اہل رجاء سے شمار کیا ہے، کیونکہ جس نے امید کی اس نے طلب کیا اور جو ڈرا وہ بھاگ گیا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے ضمن میں نقل کیا ہے کہ یہ لوگ اس امت کے بہتر لوگ ہیں اللہ نے انہیں اہل رجاء بنایا ہے جیسا کہ تم سنتے ہو۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَ یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾

”وہ پوچھتے ہیں آپ سے شراب اور جوئے کی بابت، آپ فرمائیے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 418 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 417 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 426

بھی ہیں لوگوں کے لئے اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدے سے اور پوچھتے ہیں آپ سے کیا خرچ کریں؟ فرمایئے جو ضرورت سے زیادہ ہو اسی طرح کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے حکموں کو تاکہ تم غور وفکر کرو''۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، نسائی، ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، النحاس (الناسخ میں)، ابوالشیخ، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، بیہقی اور الضیاء المقدسی نے مختارہ میں حضرت سے روایت کیا ہے انہوں نے عرض کی اے اللہ ہمارے لئے شراب کے بارے واضح اور شافی حکم نازل فرما، کیونکہ یہ مال اور عقل کو ضائع کرتا ہے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ جو سورۂ بقرہ میں ہے۔ حضرت عمر کو بلا کر یہ آیت ان پر تلاوت کی گئی۔ انہوں نے پھر عرض کی یا اللہ شراب کے متعلق واضح اور شافی بیان نازل فرما تو پھر سورہ نساء کی آیت نمبر 43 یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰی نازل ہوئی۔ جب نماز کھڑی ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منادی نداد یتا کہ نشہ والا شخص نماز کے قریب نہ آئے۔ حضرت کو بلا کر یہ آیت ان پر تلاوت کی گئی۔ حضرت عمر نے عرض کی یا اللہ شراب کے متعلق کوئی شافی بیان نازل فرما۔ اس بار سورۂ مائدہ کی آیت نازل ہوئی۔ حضرت عمر کو بلا کر ان پر یہ آیت پڑھی گئی جب فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۝۹۱ (المائدہ) پر پہنچے تو حضرت عمر نے کہا اِنْتَهَیْنَا اِنْتَهَیْنَا (ہم رک گئے ہم رک گئے)(1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم شراب پیتے تھے، پس یہ آیت یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ نازل ہوئی، ہم نے کہا ہم اس سے وہ پیتے ہیں جو ہمیں نفع دیتا ہے تو سورۂ مائدہ کی آیت نازل ہوئی، صحابہ نے کہا اَللّٰهُمَّ قَدِ انْتَهَیْنَا، اے اللہ ہم رک گئے۔

امام الخطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں جب سورۂ بقرہ میں شراب کی حرمت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں خمر کو خمر اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ عمدہ حصہ صاف ہوتا ہے اور اس کا گدلا حصہ گھٹیا ہوتا ہے۔

امام ابوعبید، بخاری (الادب المفرد میں)، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں المیسر سے مراد جوا ہے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ المیسر سے مراد جوا ہے۔ اس کو المیسر اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ عربوں کا قول ہے۔ اَیْسَرَ جُزُوْرًا اس نے اونٹوں کو ذبح کر کے ٹکڑے ٹکڑے کیا یہ تیرے اس جھول کی طرح ہے ضَعْ کَذَا وَ کَذَا۔(3)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور النحاس الناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

1۔ جامع الترمذی مع عارضۃ الاحوذی، کتاب التفسیر، جلد 11، صفحہ 132 (3049)، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 431 3۔ ایضاً، جلد 2۔ صفحہ 429

المیسر سے مراد جوا ہے۔ ایک آدمی زمانہ جاہلیت میں اپنے اہل اور مال کو داؤ پر لگا تا تھا، جو غالب آ جاتا تھا وہ دوسرے کا مال اور اہل لے جاتا تھا۔ قُلْ فِيهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ یعنی اس کے پینے سے جو دین میں کمی آتی ہے وہ بہت زیادہ ہے وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ جب لوگ اس کو پیتے ہیں تو لذت وفرحت حاصل کرتے ہیں اور ان کے نفع سے ان کا گناہ زیادہ ہے، پس اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى کی آیت نازل فرمائی پھر لوگ نماز کے وقت شراب نہیں پیتے تھے اور جب عشاء کی نماز پڑھتے تو شراب پی لیتے تھے اور ظہر تک نشہ اتر جاتا تھا۔ پھر کچھ مسلمانوں نے شراب پی اور ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے اور ناپسندیدہ باتیں کرنے لگے پس اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ (المائدہ:90) کی آیت نازل فرمائی پس شراب حرام قرار دی گئی اور اس سے منع کیا گیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ کی آیت، کو اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ (المائدہ:90) کی آیت نے منسوخ کردیا(2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے ذریعے شراب کو پہلی مرتبہ معیوب قرار دیا گیا اور اس کے منافع سے مراد اس کی قیمت اور سرور وفرحت کا حاصل ہونا ہے جو اس کے پینے کے بعد حاصل ہوتا ہے(3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے منافع سے مراد قبل التحریم یعنی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے کے منافع ہیں اور ان کے گناہ سے مراد ان کی حرمت کے نزول کے بعد کا گناہ ہے(4)۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ۔

امام ابن اسحق اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام کا ایک گروہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب انہیں اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ عرض کی ہم نہیں جانتے کہ ہمیں اپنے اموال میں سے کیا خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ہم اس مال سے کتنا خرچ کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمادیا۔ اس سے قبل ایک شخص اپنا مال خرچ کردیتا تھا حتی کہ وہ صدقہ کرنے اور اپنے کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں پاتا تھا تو اس پر صدقہ کیا جاتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابان عن یحییٰ رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ انہیں خبر پہنچی ہے کہ معاذ بن جبل اور ثعلبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے غلام اور اہل ہیں، ہم اپنے اموال میں سے کیا خرچ کریں، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور النحاس (نے الناسخ میں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الْعَفْوَ سے مراد وہ مال ہے جو تمہارے اموال میں واضح نہ ہوا اور یہ حکم زکوۃ کے فرض ہونے سے پہلے کا ہے(5)۔

امام وکیع، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، النحاس، طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 431 2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب فی تحریم الخمر، جلد 8، صفحہ 285 مطبوعہ دار الفکر بیروت

3۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 433 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 434 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 438

میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اَلْعَفْوَ سے مراد وہ مال ہے جو تمہارے اہل وعیال سے فارغ ہو(1)۔

امام ابن المنذر نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عبدالمالک بن مروان نے سعید بن جبیر کی طرف خط لکھ کر عفو کے متعلق پوچھا تو سعید بن جبیر نے فرمایا اَلْعَفْوَ تین قسموں پر ہے جیسے گناہوں سے تجاوز کرنا، نفقہ میں میانہ روی کرنا، ان دونوں کا ذکر یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ میں ہے اور لوگوں کے درمیان احسان کے لئے عفو کرنا اس کا ذکر اس آیت میں ہے اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ (البقرہ: 237)

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اَلْعَفْوَ کا حکم دیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ تو مال کو خرچ کردے پھر خود لوگوں کے سامنے سوال کرنے کے لئے بیٹھ جائے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَلْعَفْوَ سے مراد ضروریات سے زائد مال ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن ابی نجیح عن طاؤس رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اَلْعَفْوَ سے مراد ہر چیز سے آسان حصہ ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں اس سے مراد فرضی صدقہ ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اَلْعَفْوَ کے حکم میں کوئی معلوم مقدار فرض نہیں ہے پھر فرمایا خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ (الاعراف: 199) اس کے بعد متعین فرائض نازل ہوئے(2)۔

امام ابن جریر نے حضرت السدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قُلِ الْعَفْوَ کی آیت زکوٰۃ کی آیت سے منسوخ ہے(3)۔

امام بخاری اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افضل صدقہ وہ ہے جو غنا چھوڑ جائے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور صدقہ کا آغاز اپنے عیال سے کرو، عورت کہتی ہے یا مجھے کھانا دو یا مجھے طلاق دے دو، غلام کہتا ہے مجھے کھلاؤ اور مجھے کام پر لگاؤ، بیٹا کہتا ہے مجھے کھلاؤ، تو مجھے کس کے لئے چھوڑے گا؟(4)۔

امام ابن خزیمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بہتر صدقہ وہ ہے جو غنا باقی رکھے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور صدقہ کا آغاز اپنے عیال سے کرو، عورت کہتی ہے مجھ پر خرچ کر یا مجھے طلاق دے دے، غلام کہتا ہے مجھ پر خرچ کر یا مجھے بیچ دے۔ بیٹا کہتا ہے تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے بہتر صدقہ وہ ہے جس کے پیچھے غنا ہو اور اپنے عیال سے صدقہ شروع کرو(5)۔

امام ابوداؤد، نسائی، ابن جریر، ابن حبان اور الحاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کا حکم دیا تو ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اپنے اوپر صدقہ کر دے۔ اس نے کہا میرے پاس دوسرا دینار بھی ہے۔ فرمایا یہ اپنے بیٹے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 437 — 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 441 — 3۔ ایضاً

4۔ صحیح بخاری، باب لاصدقۃ الا...... الخ، جلد 2، صفحہ 518 (1361) مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق

5۔ سنن ابوداؤد، جلد 6، صفحہ 430 (1796)، مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض

پر خرچ کر، اس نے کہا ایک اور دینار بھی ہے۔ فرمایا یہ اپنی بیوی پر صدقہ کر۔ اس نے کہا ایک اور بھی ہے۔ فرمایا اپنے خادم پر صدقہ کر، اس نے کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا تو زیادہ بہتر دیکھتا ہے (کہ اسے کہاں خرچ کرے) (1)

امام ابن سعد، ابوداؤد اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ابوحصین السلمی انڈے کی مثل سونا لے کر آیا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے یہ کان سے ملا ہے، آپ یہ لے لیں اور یہ صدقہ ہے، میں اس کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، رسول اللہ ﷺ نے وہ لیکر اتنے زور سے پھینکا اگر وہ اسے لگ جاتا تو زخمی کر دیتا، فرمایا تم میں سے کوئی اپنی سب ملکیت لے کر آتا ہے اور کہتا ہے یہ صدقہ ہے، پھر لوگوں کا راستہ روک کر بیٹھ جاتا ہے۔ بہتر صدقہ وہ ہے کہ صدقہ کرنے کے بعد بھی غنا رہے اور اپنے عیال سے صدقہ شروع کرو (2)۔

امام بخاری اور مسلم نے حکیم بن حزام کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اپنے عیال سے صدقہ شروع کرو اور بہتر صدقہ وہ ہے جس کے کرنے کے بعد انسان غنی رہے اور جو اپنے آپ کو سوال سے پاک رکھنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پاک رکھتا ہے اور جو لوگوں سے غنی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مستغنی رکھتا ہے (3)۔

امام مسلم اور نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا کہ اپنے نفس سے آغاز کر اور اپنے نفس پر صدقہ کر، اگر کوئی چیز بچے گی تو وہ اپنے اہل کے لئے ہوگی اور جو تیرے اہل سے بچے گا وہ تیرے رشتہ داروں کے لئے ہوگا اور جو کچھ تیرے قریبی رشتہ داروں سے بچے گا وہ ایسے ایسے ہوگا (4)۔

امام ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاتھ تین قسم کے ہیں، اللہ کا ہاتھ بلند ہے اور عطا کرنے والے کا ہاتھ اس کے قریب ہے اور سائل کا ہاتھ قیامت تک نیچا ہے۔ حتی المقدور سوال کرنے سے بچو۔ اگر تجھے مال عطا کیا جائے تو اس کا تیرے اوپر اظہار ہونا چاہیے اور اپنے عیال سے صدقہ کا آغاز کر اور بچے ہوئے مال سے کچھ صدقہ کر۔ اور بقدر کفایت روزی پر تمہیں ملامت نہیں کیا جائے گا (5)۔

امام ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم نے حضرت مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاتھ تین ہیں۔ اللہ کا ہاتھ بلند ہے۔ عطا کرنے والے کا ہاتھ اس کے قریب ہے اور مانگنے والے کا ہاتھ پست ہے۔ پس اضافی مال صدقہ کر اور اپنے نفس پر خرچ کرنے سے عاجز نہ ہو (6)۔

امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو کپڑے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو لوگوں نے کپڑے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2۔ صفحہ 439
2۔ سنن ابوداؤد، جلد 6، صفحہ 428 (1793)
3۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 519 (1361)، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق
4۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 72 (41) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
5۔ مستدرک حاکم، کتاب الزکوۃ، جلد 1، صفحہ 67-566 (1483,85) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
6۔ سنن ابوداؤد، جلد 6، صفحہ 403 (1769) مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض

ڈالے، ان کپڑوں میں سے دو کپڑوں کا اس شخص کے لئے حکم فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے صدقہ کی ترغیب دی تو وہ شخص آیا اور اس نے بھی اپنے دو کپڑوں میں سے ایک ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا کہ اپنا کپڑا اٹھالے (1)۔

امام ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان کے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ انسان ان کو ضائع کردے جن کی خوراک اس کے ذمہ ہے (2)۔

امام البزار نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اپنے عیال سے صدقہ کا آغاز کرو۔

امام احمد، مسلم اور ترمذی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابن آدم اگر تو اضافی مال خرچ کرے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے، اگر تو اضافی مال روکے رکھے گا تو یہ تیرے لئے برا ہوگا اور تجھے بقدر کفایت پر ملامت نہیں کی جائے گی اور اپنے اہل وعیال سے صدقہ کا آغاز کر اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے (3)۔

امام ابن عدی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابن عوف تو اغنیاء میں سے ہے اور تو جنت میں داخل نہ ہوگا مگر گھسٹ کر۔ تو اللہ کو قرضہ دے وہ تیرے لئے تیرے پاؤں آزاد کردے گا، عرض کی یا رسول اللہ میں اللہ کو کیا قرض دوں؟ فرمایا جس مال میں تو نے رات گزاری ہے اس سے بری ہو جا یعنی صدقہ کردے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ تمام مال صدقہ کردوں؟ فرمایا ہاں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اس ارادہ سے نکلے تو ادھر نبی کریم ﷺ کے پاس جبریل آگئے اور کہا، ابن عوف کو حکم دو کہ مہمان کی مہمان نوازی کرے، مساکین کو کھانا کھلائے، سائل کو عطا کرے اور اپنے عیال سے خرچ کا آغاز کرے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو وہ جس مال کی وجہ سے خبث میں گرفتار ہے اس سے پاک ہوجائے گا (4)۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت رکب المصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مبارک ہو اس کو جس نے بغیر کسی کمزوری کے تواضع کا اظہار کیا اور بغیر کسی ذلت ومسکنت کے عاجزی کا اظہار کیا اور ایسا مال خرچ کیا جو اس نے گناہ کے ذریعے نہیں کمایا تھا اور مسکین اور حقیر لوگوں پر رحم کیا، پاک دامن اور حکمت والے لوگوں کے ساتھ مجلس اختیار کی اور مبارک ہو اسے جس نے تواضع کی، جس کی کمائی حلال ہے، جس کا باطن صحیح ہے، جس کا ظاہر اچھا ہے، لوگوں سے اپنے شر کو دور کیا، اپنے مال سے فارغ مال خرچ کیا اور اپنی باتوں میں فضول باتوں کو روکے رکھا (5)۔

امام البزار نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نماز کے بارے کیا ارشاد فرماتے ہیں ارشاد فرمایا مکمل عمل ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ سے صدقہ کے متعلق پوچھتا ہوں؟ فرمایا یہ ایک عجیب شے ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں نے افضل عمل تو چھوڑ دیا ہے، پوچھا وہ کیا ہے؟

1۔ سنن ابوداؤد، جلد 6، صفحہ 429 (1795) مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض
2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 450 (1812)
3۔ صحیح مسلم، جلد 7، صفحہ 112 (97) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 206 (3335) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 225 (3388)

میں نے کہا روزہ۔ فرمایا بہتر ہے۔ لیکن ایسا نہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کون سا صدقہ کروں؟ فرمایا کھجور، میں نے عرض کی اگر ایسا نہ کرسکوں تو؟ فرمایا عمدہ کلام کے ساتھ۔ میں نے عرض کی اگر ایسا نہ کرسکوں تو؟ فرمایا تو یہ چاہتا ہے کہ تو اپنے آپ میں نیکی کی کوئی چیز نہ چھوڑے۔

امام احمد، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ابوقلابہ عن ابی اسماء عن ثوبان کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افضل دینار وہ ہے جو انسان اپنے ساتھیوں میں اللہ کے راستہ پر خرچ کرتا ہے، ابوقلابہ نے کہا، اپنے عیال سے شروع کر۔ پھر ابوقلابہ نے کہا اس شخص سے عظیم اجر والا کون ہوسکتا ہے جو اپنے چھوٹے بچوں پر خرچ کرتا ہے، وہ انہیں مانگنے سے بچاتا ہے، اللہ انہیں اس کے ساتھ نفع دیتا ہے اور ان کی مدد فرماتا ہے (1)۔

امام مسلم اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دینار جو تو نے اللہ کے راستہ میں خرچ کیا، وہ دینار جو تو نے گردن آزاد کرنے میں خرچ کیا، وہ دینار جو تو نے کسی مسکین پر خرچ کیا، وہ دینار جو تو نے اپنے اہل پر خرچ کیا، سب سے زیادہ اجر والا وہ دینار ہے جو تو نے اپنے اہل پر خرچ کیا (2)۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت کدیر الضبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی مجھے کسی ایسے عمل کے بارے میں بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کرے اور آگ سے دور کرے۔ فرمایا عدل والی بات کر اور اضافی مال کسی کو عطا کردے۔ اس نے عرض کی یہ تو بہت سخت ہے، ہر وقت میں عدل والی بات نہیں کرسکتا اور نہ میں اپنا اضافی مال دے سکتا ہوں۔ فرمایا کھانا کھلا اور سلام کو پھیلا۔ اس نے کہا اللہ کی قسم یہ بھی سخت ہے۔ فرمایا کیا تیرے اونٹ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا اپنے اونٹ اور مشکیزہ کو دیکھ، اپنے اہل بیت کو پلا، وہ (بچارے) ایک دن چھوڑ کر پیتے ہیں۔ شاید تیرا اونٹ ہلاک نہ ہو جائے اور تیرا مشکیزہ پھٹ نہ جائے حتی کہ تیرے لئے جنت واجب ہو جائے۔ وہ تکبیر کہتے ہوئے چلا گیا۔ پھر وہ بعد میں شہید ہو گیا تھا (3)۔

امام ابن سعد نے حضرت طارق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرمار ہے تھے میں نے آپ کا ارشاد سنا کہ صدقہ کرو، تمہارے لئے صدقہ کرنا بہتر ہے، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اپنے عیال سے صدقہ کا آغاز کرو، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بہن اور اپنے بھائی پر (پہلے صدقہ کرو) پھر جو تیرا اقربی ہے پھر جو تیرا اقربی ہے۔

مسلم نے خیثمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم عبداللہ بن عمرو کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اس کا خزانچی آیا وہ داخل ہوا تو عبداللہ بن عمرو نے پوچھا کیا تو نے غلاموں کو ان کی خوراک دے دی ہے اس نے کہا نہیں۔ فرمایا جاؤ اور انہیں کھانا دو، عبد اللہ بن عمرو نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ ان سے کھانا روکے جن کا وہ مالک ہے (4)۔

1۔ صحیح مسلم، جلد 7، صفحہ 71 (38)، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 72 (39)
3۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 219 (3374)
4۔ صحیح مسلم، جلد 7، صفحہ 72 (40)

428

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کھول کر آیات بیان فرماتا ہے تاکہ تم دنیا و آخرت میں غور و فکر کرو، یعنی دنیا کے زوال و فنا ہونے میں اور آخرت کے آنے اور اس کے باقی رہنے میں غور و فکر کرو (1)۔

امام عبد الرزاق نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ تاکہ تم دنیا و آخرت میں غور و فکر کرو یعنی دنیا کے زوال اور اس کے فنا ہونے میں، آخرت کے آنے اور اس کی بقاء میں غور و فکر کرو۔ عبد الرزاق نے قتادہ سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ تم دنیا پر آخرت کی فضیلت جان لو (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت الصعق بن حزن التمیمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں حضرت الحسن رحمہ اللہ کے پاس موجود تھا انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی اور فرمایا اللہ کی قسم جس نے دنیا میں غور کیا اس نے جان لیا کہ دنیا مصائب کا گھر ہے پھر دار فنا ہے اور اس نے جان لیا کہ آخرت دار جزاء ہے پھر دار بقاء ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے دنیا میں غور و فکر کیا اس نے ایک کی دوسری پر فضیلت جان لی۔ اس نے جان لیا کہ دنیا دار بلاء ہے۔ پھر دار فناء ہے اور آخرت دار بقاء پھر دار جزاء ہے۔ پس تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جنہوں نے دنیا کی حاجت کو آخرت کی حاجت کے لئے ختم کر دیا ہو۔

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْھُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۲۰

"دنیا اور آخرت (کے کاموں) میں، اور پوچھتے ہیں آپ سے یتیموں کے بارے میں۔ فرمایئے (ان سے الگ تھلگ رہنے سے) ان کی بھلائی کرنا بہتر ہے، اور اگر (کاروبار میں) تم انہیں ساتھ ملا لو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے اور اگر چاہتا اللہ تو مشکل میں ڈال دیتا تمہیں بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا حکمت والا ہے"۔

امام ابو داود، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ ھِيَ اَحْسَنُ (الاسراء: 34) اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى (النساء: 10) تو جس کے پاس کوئی یتیم تھا تو اس نے اس کا کھانا اپنے کھانے سے، اس کا پینا اپنے پینے سے جدا کر دیا، پس یتیم کے کھانے سے جو بچ جاتا تو وہ دوبارہ اسے خود کھاتا یا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 443 2۔ عبد الرزاق، جلد 1، صفحہ 338 (259) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

خراب ہو جاتا تو اسے پھینک دیا جاتا، یہ معاملہ صحابہ کرام پر بڑا گراں گزرا، انہوں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ پس لوگوں نے اپنے کھانے یتیموں کے کھانوں سے ملا لئے اور ان کے مشروبات اپنے مشروبات سے ملا لئے (1)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یتیم کے بارے آیات نازل ہوئیں تو لوگ ان سے اجتناب کرنے لگے نہ ان کے ساتھ کھاتے نہ پیتے اور نہ ان سے خلط ملط ہوتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی۔ لوگوں نے اپنے کھانے میں پھر یتیموں کو اپنے ساتھ ملا لیا، اور دوسری چیزوں میں بھی شریک کر لیا۔

امام عبد بن حمید، ابن الانباری اور النحاس نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اس آیت کریمہ سے پہلے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 34 وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ نازل ہوئی، تو لوگ یتیموں کو نہ کھانے میں اور نہ کسی اور کام میں شریک کرتے تھے، مسلمانوں پر یہ امر بڑا شاق گزرا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے رخصت فرمائی وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (نساء: 10) کا ارشاد نازل ہوا تو لوگ رک گئے اور وہ یتیموں کو کھانے اور اموال میں شریک نہیں کرتے تھے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

امام ابن المنذر نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کئی گھر ایسے تھے جن کی پرورش میں یتیم بچے تھے، یتیم کا ریوڑ ہوتا تھا اور ان گھر والوں کا خادم ہوتا تھا، گھر والے اپنے خادم کو بھیجتے تھے۔ وہ یتیم کی بکریاں چراتا تھا یا گھر والوں کا ریوڑ ہوتا تھا اور یتیم کا خادم ہوتا تھا۔ وہ یتیم کے خادم کو اپنی بکریاں چرانے کے لئے بھیجتے تھے۔ جب وہ اکٹھے ہوتے تھے تو اکٹھا کھانا کھاتے تھے۔ کبھی کھانا یتیموں کا ہوتا اور خادم گھر والوں کا ہوتا۔ وہ اپنے خادم کو حکم دیتے کہ وہ کھانا تیار کرے، کبھی کھانا گھر والوں کا ہوتا اور خادم یتیم کا ہوتا، وہ یتیم کے خادم کو کہتے تھے کہ کھانا تیار کرے پھر وہ اکٹھے کھاتے تھے۔ جب آیت کریمہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی، عرض کی اب بکریوں کے لئے کوئی چرواہا نہیں ہے، یتیم کے لئے کوئی کھانا تیار کرنے والا خادم نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تمہارا کلام سن چکا ہے، اگر وہ چاہے گا تو جواب عطا فرما دے گا۔ پس یہ آیت کریمہ يَسْـَٔــلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى الخ نازل ہوئی اور یہ بھی نازل ہوئی: وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى (النساء: 3) پس لوگ چار کاموں پر منحصر ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس طرح تمہیں خدشہ ہوا کہ تم یتیموں کے ساتھ انصاف نہیں کر سکو گے اور تم ان کے ساتھ اختلاط سے رک گئے حتیٰ کہ تم نے ان کے متعلق مسئلہ پوچھا تم نے تمام عورتوں میں عدل کے بارے سوال کیوں نہیں کیا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 444

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فرمایا مخالطۃ یہ ہے کہ وہ یتیم تمہارے دودھ سے پیے اور تم اس کے دودھ سے پیو، وہ تمہاری پلیٹ سے کھائے اور تم اس کی پلیٹ سے کھاؤ۔ اور تم اس کے پھلوں سے کھاؤ۔ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ فرماتے ہیں جو جان بوجھ کر یتیم کا مال کھانا چاہتا ہے اور جو اس سے بچتا ہے اور اس کی اصلاح کی پروا نہیں کرتا اللہ ان دونوں کو جانتا ہے۔ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ابن عباس فرماتے ہیں اگر اللہ چاہتا تو تمہارے لئے وہ بھی حلال نہ فرماتا جو تمہیں میسر آتا ہے جس کا تم قصد نہیں کرتے ہو۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا کا ارشاد نازل فرمایا تو مسلمانوں نے یتیموں کو ساتھ ملانا ناپسند کیا اور کسی چیز میں بھی ان کی شرکت سے بچاؤ کرنے لگے۔ پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ...... الآیہ وہ تمہیں منع کر دیتا اور تم پر تنگی کرتا لیکن اس نے تم پر وسعت اور آسانی فرمائی (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ۔

امام ابن جریر نے ابن زید سے وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب تو اپنے مال کے ساتھ یتیم کے مال کو ملاتا ہے تو اللہ جانتا ہے کہ کیا تو یتیم کے مال کی اصلاح کرنا چاہتا ہے یا اس کو خراب کرنا چاہتا ہے اور اسے ناحق کھانا چاہتا ہے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ، یعنی اگر اللہ چاہتا تو یتیموں کا مال جو تمہیں ملا ہے اسے باعث ہلاکت بنا دیتا (3)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو تمہیں تکلیف دیتا پس تم نہ فریضہ ادا کر سکتے اور نہ تم حق کو قائم کر سکتے۔

امام وکیع اور عبد بن حمید نے حضرت الاسود رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں یتیم کے کھانے کو اپنے کھانے کے ساتھ ملاتی ہوں اور اس کے مشروب کو اپنے مشروب کے ساتھ ملاتی ہوں اور میں ناپسند کرتی ہوں کہ یتیم کا کھانا میرے پاس عیب کی طرح ہو۔

وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى یُؤْمِنَّ ؕ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰى یُؤْمِنُوْا ؕ وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓىِٕكَ یَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَ اللّٰهُ یَدْعُوْۤا اِلَى

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 445 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 448 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 449

الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۟

''اور نہ نکاح کرو مشرک عورتوں کے ساتھ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور بے شک مسلمان لونڈی بہتر ہے (آزاد) مشرک عورت سے اگرچہ وہ بہت پسند آئے تمہیں اور نہ نکاح کر دیا کرو (اپنی عورتوں کا) مشرکوں سے یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں اور بے شک مومن غلام بہتر ہے (آزاد) مشرک سے اگرچہ وہ پسند آئے تمہیں۔ وہ لوگ تو بلاتے ہیں دوزخ کی طرف اور اللہ تعالیٰ بلاتا ہے جنت اور مغفرت کی طرف اپنی توفیق سے اور کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے حکم لوگوں کے لئے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے حضرت مقاتل بن حبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت حضرت ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ عناق سے نکاح کر لیں۔ وہ عورت حسن و جمال کی پیکر تھی لیکن تھی مشرکہ، ابو مرثد اس وقت مسلمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! وہ مجھے بہت پسند کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ الخ۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، النحاس (الناسخ میں) اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکات میں سے اہل کتاب کی عورتوں کو مستثنیٰ کیا ہے فرمایا وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (مائدہ:5)(1)

امام ابو داؤد نے الناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ کی آیت کو اہل کتاب کی عورتوں کے نکاح نے منسوخ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں کو مسلمانوں کے لئے حلال قرار دیا ہے اور مسلمان عورتوں کو اہل کتاب کے مردوں پر حرام قرار دیا ہے۔

امام بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے، اللہ نے مشرکات میں سے اہل کتاب کی عورتوں کو حلال قرار دیا ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو لوگ مشرکات سے نکاح کرنے سے رک گئے حتیٰ کہ بعد میں الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ نازل ہوئی پھر لوگوں نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کیے۔

امام وکیع، ابن جریر، ابن ابی حاتم، النحاس نے الناسخ میں اور بیہقی نے سنن میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں اس آیت میں مشرکات سے مراد بت پرستوں کی عورتیں ہیں (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 451 2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 171 مطبوعہ دار الفکر بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 452

امام آدم، عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الْمُشْرِكٰتِ سے مراد مشرکین مکہ کی عورتیں ہیں پھر ان میں سے اہل کتاب کی عورتوں کو حلال کیا (1)۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مشرکات سے مراد عرب کی وہ عورتیں ہیں جن کے لئے کوئی کتاب نہیں ہے (2)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت حماد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابراہیم رحمہ اللہ سے یہودی اور نصرانی عورت سے نکاح کرنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں ہے وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ۔ انہوں نے فرمایا یہ مجوسیوں اور بت پرستوں کے متعلق ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور بیہقی نے شقیق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے حضرت حذیفہ نے ایک یہودی عورت سے نکاح کیا تو حضرت عمر نے انہیں خط لکھا کہ اس کو چھوڑ دو، حضرت حذیفہ نے لکھا کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ حرام ہے اس لئے میں اس کو چھوڑ دوں۔ حضرت عمر نے فرمایا میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ حرام ہے لیکن مجھے خوف ہے کہ تم ان میں سے بدکار عورتیں لاؤ گے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو مکروہ جانتے تھے اور بطور دلیل وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ پیش کرتے تھے (4)۔

امام بخاری اور النحاس الناسخ میں حضرت نافع عن عبد اللہ بن عمر کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ جب ان سے نصرانی یا یہودی عورت سے مسلمان مرد کے نکاح کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر مشرکات کو حرام کیا ہے اور میں اس سے بڑا شرک کوئی نہیں جانتا کہ ایک عورت کہے اس کا رب عیسیٰ ہے یا اللہ کے بندوں میں سے کوئی بندہ ہے (5)۔

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ

امام الواحدی اور ابن عباس نے سدی کے طریق سے حضرت ابو مالک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی، ان کی ایک سیاہ لونڈی تھی، وہ اس پر ناراض ہوئے تو اسے طمانچہ مارا پھر پریشان ہوئے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس کا سارا ماجرا عرض کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے عبد اللہ وہ کیسی عورت ہے عرض کی وہ روزہ رکھتی ہے، نماز پڑھتی ہے، اچھی طرح وضو کرتی ہے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُهٗ کی گواہی دیتی ہے۔ فرمایا اے عبد اللہ وہ مومنہ ہے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں اسے آزاد کرتا ہوں اور اس سے نکاح کروں گا، انہوں نے اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے عبد اللہ پر طعن کیا اور کہا اس نے لونڈی سے نکاح کر لیا ہے

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 171
2۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 7، صفحہ 176 (12667) مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت
3۔ سنن کبریٰ، از بیہقی، جلد 7، صفحہ 122
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 475 (16166) مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق
5۔ صحیح بخاری، جلد 5، صفحہ 2024 (4981) مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق

اور لوگ اس وقت مشرکہ عورتوں سے نکاح کرنا چاہتے تھے اور ان کے احساب میں رغبت کی وجہ سے ان کے ساتھ نکاح کو ترجیح دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے سدی سے اس کی مثل روایت کیا ہے اگر چہ وہ سند کے اعتبار سے معضل ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مقاتل بن حبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت حذیفہ کی ایک سیاہ لونڈی تھی۔ انہوں نے اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔

حضرت سعید بن منصور، عبد بن حمید (نے اپنی مسند میں)، ابن ماجہ اور بیہقی نے سنن میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے ارشاد فرمایا عورتوں کے حسن کی وجہ سے ان سے نکاح نہ کرو، ہوسکتا ہے ان کا حسن ہی انہیں ہلاک کر دے اور نہ عورتوں سے ان کے مال کی وجہ سے نکاح کرو، ہوسکتا ہے ان کے اموال ہی انہیں سرکش بنا دیں، ان سے نکاح دین پر کرو، کالی، چھیدوں والی دین دار لونڈی افضل ہے (1)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال، اس کے حسب، اس کے جمال اور اس کے دین کے لئے، تو دین دار عورت سے نکاح کرنے میں کامیابی حاصل کر، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں (2)۔

امام مسلم، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا عورت سے نکاح اس کے دین، اس کے مال اور اس کے جمال پر کیا جاتا ہے۔ تجھ پر دین دار عورت سے نکاح کرنا لازم ہے تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں (3)۔

امام احمد، البزار، ابویعلی، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ابو سعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت سے نکاح ان خصال میں سے کسی ایک خصلت کی وجہ سے کیا جاتا، اس کا جمال، اس کا مال، اس کا دین۔ پس تجھ پر دین دار اور اخلاق والی عورت سے نکاح کرنا لازم ہے تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو (4)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے فرمایا جو کسی عورت سے اس کی عزت کی وجہ سے نکاح کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ذلت میں اضافہ کرے گا، جو کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے فقر (غربت) میں اضافہ کرے گا اور جو کسی عورت سے اس کی حسب کی وجہ سے نکاح کرے گا اللہ اس کی دناءت (خست، کمینگی) میں اضافہ کرے گا، جو کسی عورت سے صرف اس غرض سے نکاح کرے گا تا کہ اس کی نظر جھکی رہے اور اس کی فرج محفوظ رہے یا اپنا رشتہ جوڑے تو اللہ تعالیٰ اس مرد کے لئے اس میں برکت دے گا اور اس

1۔ سنن ابن ماجہ، باب تزویج ذات الدین، جلد 2، صفحہ 423 (1859) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ صحیح مسلم، کتاب الرضا، جلد 10 صفحہ 44 (53)، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت — 3۔ صحیح مسلم، کتاب الرضا، جلد 10 صفحہ 44 (54)

4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 175 (2680)

عورت کے لئے اس مرد میں برکت دے گا۔

امام البزار نے حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مریض کی عیادت کرو، جنازوں کے ساتھ جاؤ اور شادی میں آنا تم پر لازم نہیں ہے اور تم پر یہ بھی لازم نہیں ہے کہ تم کسی عورت سے اس کے حسن کی وجہ سے نکاح کرو، یہ ایک ایسا فعل ہے جو خیر نہیں لاتا، اور تم پر یہ بھی لازم نہیں ہے کہ تم کسی عورت سے مال کی کثرت کی وجہ سے نکاح کرو، یہ ایسا فعل ہے جو خیر نہیں لاتا لیکن دین دار اور امانت دار عورتوں سے نکاح کرو۔

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا

امام ابن جریر نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ولی کے ذریعے نکاح کرنا کتاب اللہ سے ثابت ہے پھر بطور دلیل یہ آیت پڑھی **وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا**۔ (1)

امام ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا نکاح نہیں ہوتا مگر ولی کے ذریعے (2)۔

امام ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت عائشہ اور ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نکاح نہیں ہے مگر ولی کے ذریعے اور حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو سلطان (بادشاہ) اس کا ولی ہے (3)۔

امام شافعی، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے)، نسائی، ابن ماجہ، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے سنن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے، تین مرتبہ فرمایا اور مرد اس سے حقوق زوجیت ادا کر لے تو اسے مہر ملے گا کیونکہ اس نے اس کی شرم گاہ کو حلال کیا۔ اگر وہ دلیری کریں تو سلطان اس کا ولی ہے جس کا ولی نہیں (4)۔

امام ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی عورت کسی عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ عورت اپنا نکاح خود کرے، بے شک زانیہ وہ ہے جو اپنا نکاح خود کرتی ہے (5)۔

امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نکاح نہیں ہوتا مگر ولی اور دو عادل گواہوں کی موجودگی میں (6)۔

امام بیہقی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح جائز نہیں (7)

1۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 455 2۔ سنن ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، جلد 4، صفحہ 169 (1101) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 434 (1880) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، باب النکاح، باب 4، صفحہ 170 (1102)

5۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 435 (1882) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

6۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب الانکاح الابشاهدین، جلد 7، صفحہ 125، مطبوعہ دار الفکر بیروت 7۔ ایضاً

امام مالک اور بیہقی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عورت اپنے ولی یا اپنے اہل میں سے کسی صاحب الرائے یا سلطان کی اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے (1)۔

الشافعی اور بیہقی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ولی مرشد اور دو عادل گواہی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا (2)۔

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ

امام بخاری اور ابن ماجہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟ صحابہ نے کہا، یہ اس لائق ہے کہ نکاح کا پیغام بھیجے تو اس سے نکاح کر دیا جائے، سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔ اگر یہ بات کرے تو سنی جائے۔ راوی فرماتے ہیں پھر آپ خاموش ہو گئے، پھر مسلمان فقراء میں سے ایک شخص گزرا، آپ ﷺ نے پوچھا اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا یہ اس لائق ہے کہ نکاح کا پیغام دے تو نکاح نہ کیا جائے، سفارش کرے تو سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر بات کرے تو نہ سنی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ شخص اس کی مثل زمین بھر آدمیوں سے بہتر ہے (3)۔

امام ترمذی، ابن ماجہ، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین، اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس کا نکاح کر دو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور وسیع وعریض فساد پھیلے گا (4)۔

امام ترمذی اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابو حاتم المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص آئے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس کا نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بہت فتنہ وفساد ہوگا، پس تم اس کا نکاح کر دو (یہ تین مرتبہ فرمایا) (5)

امام حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت معاذ الجہنی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے لئے عطا کیا اور اللہ کے لئے روکا، اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے ناراض ہوا اس کا ایمان مکمل ہے (6)۔

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

1۔ موطا امام مالک، کتاب النکاح، جلد 5، صفحہ 525 (5) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن کبریٰ بیہقی، باب الانکاح الا بالولی، جلد 7، صفحہ 112، مطبوعہ دار الفکر بیروت

3۔ سنن ابن ماجہ، باب فضل الفقراء، جلد 4، صفحہ 473 (4120) 4۔ جامع ترمذی، باب النکاح، جلد 1، صفحہ 128، مطبوعہ تالیفات اشرفیہ پاکستان

5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 128 6۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 178، (2496)

''اور وہ پوچھتے ہیں آپ سے حیض کے متعلق۔ فرمائیے وہ تکلیف دہ ہے پس الگ رہا کرو عورتوں سے حیض کی حالت میں اور نہ نزدیک جایا کرو ان کے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔ پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو جاؤ ان کے پاس جیسے حکم دیا ہے تمہیں اللہ نے۔ بے شک اللہ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے صاف ستھرا رہنے والوں کو''۔

امام احمد، عبد بن حمید، دارمی، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابویعلی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، النحاس (الناسخ میں) ابن حبان اور بیہقی نے سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہود کی عورتیں حائضہ ہوتیں تو وہ انہیں گھر سے نکال دیتے اور گھروں میں نہ ان کے ساتھ کھاتے نہ پیتے اور نہ اکٹھے رہتے، رسول اللہ ﷺ سے اس مسئلہ کے بارے پوچھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ مذکورہ آیت نازل فرمائی، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کے ساتھ گھروں میں رہو، اس کے ساتھ سوائے جماع کے سارے معاملات کرو، یہود کو یہ بات پہنچی تو کہنے لگے یہ شخص ہر معاملہ میں ہماری مخالفت ہی کرنا چاہتا ہے۔ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر آئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہود یہ کہہ رہے ہیں کیا ہم اپنی بیویوں کے ساتھ نہ رہا کریں؟ رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ اقدس (یہ سن کر) متغیر ہو گیا حتی کہ ہم نے سوچا کہ آپ ﷺ ان پر ناراض ہو گئے ہیں۔ وہ دونوں چلے گئے تو انہیں راستہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں آنے والا دودھ کا ہدیہ (لانے والا) ملا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیچھے آدمی بھیج کر انہیں بلایا پھر انہیں دودھ پلایا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ ان پر ناراض نہیں ہیں (1)۔

امام نسائی اور البزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ یہود نے کہا جو اپنی بیوی کی دبر کی طرف سے قبل میں وطی کرتا ہے اس کا بچہ بھینگا ہوتا ہے، انصار کی عورتیں اپنے خاوندوں کو دبر (پچھلا حصہ) کی طرف قبل (فرج) میں وطی کرنے کی اجازت نہیں دیتی تھیں، انصار رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو پہلے انہوں نے عورت کی حالت حیض میں مرد کے جماع کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ الخ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں اور کھیتی سے مراد بچے کی جگہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قرآن حیض والی عورت کے متعلق نازل ہوا مسلمان بھی عجمیوں کی طرح ان کو گھروں سے نکال دیتے تھے۔ پس اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے اس عمل کے متعلق فتویٰ طلب کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، مومنوں نے اعتزال کا مفہوم یہ سمجھا کہ جس طرح وہ پہلے انہیں گھروں سے نکال دیتے تھے وہی مراد ہے۔ حتی کہ آیت کا آخری حصہ تلاوت فرمایا۔ پس مومنین نے اعتزال کا مفہوم سمجھ لیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى یَطْهُرْنَ۔

امام ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جنہوں نے حیض کے متعلق پوچھا تھا وہ ثابت بن الدحداح تھے (2)۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مقاتل بن حبان سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ ثابت بن الدحداح کے متعلق نازل ہوئی۔

1۔ سنن ابوداؤد، جلد 2، صفحہ 16 (243) مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 457

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمانۂ جاہلیت میں لوگ حیض والی عورت کو اپنے گھر میں نہیں ٹھہراتے تھے اور نہ ایک برتن میں اسے کھانا کھلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔ پس جب تک وہ حیض سے ہو اس کی فرج حرام کر دی اور باقی تمام معاملات حلال قرار دیئے (1)۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا جب کہ وہ حیض سے تھیں، یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر لازم کر دیا ہے (2)۔

امام عبد الرزاق (نے المصنف میں)، سعید بن منصور اور مسدد نے اپنی مسند میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں مردوں کے ساتھ صف میں نماز پڑھتی تھیں اور وہ لکڑی کے قوالب بنواتی تھیں جن کے ساتھ ان کا قد بلند ہو جاتا تھا یہ اس لئے کرتی تھیں تا کہ اپنے دوست کو دیکھ سکیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر حیض ڈال دیا اور انہیں مساجد سے منع کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے ان پر حیض مسلط کر دیا پس وہ پیچھے کر دی گئیں۔ ابن مسعود نے فرمایا فَاَخِّرُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ (انہیں پیچھے کرو جیسے اللہ نے انہیں پیچھے کیا)

امام عبد الرزاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں بنی اسرائیل کی عورتیں لکڑی کی جوتے بنواتی تھیں وہ ان کے ساتھ مساجد میں مردوں کے لئے آراستہ ہوتی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر مساجد میں آنا حرام کر دیا اور ان پر حیض مسلط ہو گیا۔

امام احمد اور بیہقی نے سنن میں حضرت یزید بن بابنوس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں نے کہا تم العراک کے بارے کیا کہتی ہو؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تمہاری اس سے مراد حیض ہے؟ ہم نے کہا ہاں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم بھی اس کو وہی نام دو جو اللہ نے اسے دیا ہے (3)۔

امام طبرانی اور دار قطنی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے (4)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حیض والی عورت حیض کے شروع ہونے سے لے کر دس دن تک انتظار کرے۔ اگر تو وہ طہر دیکھ لے تو وہ طاہر ہے اگر دس دن سے خون تجاوز کر جائے تو مستحاضہ ہے۔

امام ابو یعلی اور دار قطنی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حیض والی عورت پانچ، سات، آٹھ، نو، دس دن انتظار کرے، اگر دس سے خون تجاوز کر جائے تو مستحاضہ ہے (5)۔

1۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 456
2۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 113 (296) مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق
3۔ سنن کبری از بیہقی، کتاب الحیض، جلد 1، صفحہ 307
4۔ سنن الدار قطنی، جلد 1، صفحہ 210 (24) کتاب الحیض مطبوعہ دار المحاسن قاہرہ
5۔ ایضاً (28)

امام دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الحیض تین، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو، دس دن تک ہے (1)۔

امام دارقطنی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حیض تین، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو، دس دن ہے، اگر اس سے زائد ہو جائے تو مستحاضہ ہے (2)۔

امام دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کم از کم حیض تین دن ہے (3)۔

امام دارقطنی نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کم از کم حیض تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے (4)۔

امام دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حیض کا خون دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا (5)۔

امام دارقطنی نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زیادہ سے زیادہ حیض پندرہ دن ہے (6)۔

امام دارقطنی نے عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حیض کا وقت کم از کم ایک دن ہے (7)۔

امام دارقطنی نے شریک اور حسین بن صالح رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زیادہ حیض پندرہ دن ہے (8)۔

امام طبرانی نے حضرت شریک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمارے نزدیک ایک عورت کو مہینے کے پورے صحیح پندرہ دن حیض آتا ہے۔

امام دارقطنی نے حضرت الاوزاعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہماری عورت صبح حیض سے ہوتی ہے اور شام کو پاک ہو جاتی ہے (9)۔

قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اَذًی سے مراد خون ہے (10)۔

امام عبد الرزاق اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَذًی سے مراد غلاظت ہے (11)۔

ابن المنذر نے ابواسحٰق الطالقانی عن محمد بن حمیر عن فلان بن السری کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حیض کی حالت میں عورتوں سے پرہیز کرو کیونکہ جذام کا مرض حیض کے دنوں کی اولاد سے ہے۔

امام ابوالعباس السراج نے اپنی مسند میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو

1۔ سنن الدارقطنی، جلد 1، صفحہ 209 (21) کتاب الحیض مطبوعہ دار المحاسن قاہرہ

2۔ سنن الدارقطنی، جلد 1، صفحہ 209 (19)۔ 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 209 (22) 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 219 (61)

5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 209 (23) 6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 208 (15) 7۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 208 (12)

8۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 209 (18) 9۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 209 (17) 10۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 457

11۔ ایضاً

اپنی بیوی کے پاس حالت حیض میں آتا ہے پھر اس کا بچہ جذام کے مریض میں مبتلا پیدا ہو تو وہ اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور النحاس نے الناسخ میں اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ کے تحت روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں اپنی عورتوں کی فرج (شرم گاہوں) میں وطی سے جدا رہو (1)۔

امام ابوداؤد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ محترمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی حائضہ بیوی سے ملاطفت کرنا چاہتے تو اس کی فرج پر کپڑا ڈال دیتے اور پھر جو ارادہ ہوتا کرتے (2)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، النحاس (ناسخ میں) اور بیہقی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے ان سے پوچھا گیا کہ مرد کے لئے عورت کس حد تک حلال ہے جب کہ وہ حائضہ ہو؟ حضرت عائشہ نے فرمایا اس کی فرج کے علاوہ سب حلال ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں ہم میں سے کوئی جب حائضہ ہوتی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مباشرت فرمانا چاہتے تو اسے حیض کے خون نکلنے کی جگہ کپڑا باندھنے کا حکم فرماتے پھر مباشرت کرتے۔ فرماتی ہیں جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نفس پر ضبط تھا تم میں سے اتنا ضبط کس کو ہے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، بیہقی نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ازواج مطہرات میں سے کسی زوجہ سے مباشرت کرنا چاہتے اور وہ حائض ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کپڑا باندھ لینے کا حکم فرماتے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی زوجہ سے مباشرت کرنا چاہتے اور وہ حائضہ ہوتی تو اس کی نصف رانوں تک یا گھٹنوں تک ازار ہوتا اور اس کپڑے سے وہ یہ حصہ چھپائے ہوئے ہوتی (6)۔

امام ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑے میں رات گزارتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے غلاظت لگ جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ کو دھو دیتے تھے اور اسے کچھ شمار نہیں کرتے تھے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے کو میری طرف سے کوئی چیز لگ جاتی تو آپ اس کو دھو دیتے اور اس کا کچھ شمار نہ کرتے اور اس میں نماز پڑھتے تھے (7)۔

امام ابوداؤد نے حضرت عمارہ بن غراب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے ان کی پھوپھی نے انہیں بتایا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ ہم میں سے کوئی عورت حیض سے ہوتی ہے اور اس کے لئے اس کے خاوند کے لئے ایک ہی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 458
2۔ سنن ابوداؤد، باب الحیض، جلد 2، صفحہ 38 (257) مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 459
4۔ صحیح مسلم، باب الحیض، جلد 3، صفحہ 184 (2) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
5۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 115 (292) مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق
6۔ سنن ابوداؤد کتاب الطہارۃ، جلد 2، صفحہ 32 (252) مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض
7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 34 (254)

بستر ہوتا ہے اب وہ کیا کرے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں تمہیں وہ بتاتی ہوں جو عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا، آپ تشریف لائے پھر مسجد میں تشریف لے گئے حتی کہ میری آنکھ لگ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سردی محسوس کی تو فرمایا میرے قریب ہو جا، میں نے کہا میں حائضہ ہوں۔ فرمایا اپنی رانوں کو کھول دے۔ پس میں نے اپنی رانوں کو کھولا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رخسار اور سینہ میری رانوں پر رکھا۔ میں آپ کے اوپر لیٹ گئی، حتی کہ آپ کا جسم گرم ہوا تو سو گئے (1)۔

امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں جب میں حائضہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ازار باندھنے کا حکم دیتے پھر مباشرت کرتے (2)۔

امام مالک نے ربیعہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹی ہوئی تھیں آپ فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا ہوا، کیا تجھے حیض آ گیا ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا ہاں۔ فرمایا اپنا ازار مضبوطی سے باندھ دے اور اپنے بستر پر لوٹ آ (3)۔

امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا۔ میں اٹھ گئی اور اپنے حیض والے کپڑے پہن لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا تجھے حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہاں ہاں۔ آپ نے مجھے بلایا پھر میں آپ کے ساتھ چادر میں لیٹ گئی (4)۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لحاف میں لیٹی ہوئی تھی، مجھے عورتوں کی طرح حیض لاحق ہو گیا، میں لحاف سے نکل گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا تجھے حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہا میں نے عورتوں کی طرح حیض دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جو آدم کی بیٹیوں پر مسلط کی گئی ہے۔ فرماتی ہیں میں اٹھ گئی اپنی اصلاح کی (یعنی حیض والے کپڑے باندھ لئے) پھر واپس آ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے ساتھ لحاف میں داخل ہو جا۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں میں داخل ہو گئی (5)۔

امام ابن ماجہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ام حبیبہ سے پوچھا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حالت حیض میں کیا کرتی ہو؟ فرماتی ہیں جب ہم میں سے کسی کو حیض شروع ہوتا تو وہ اپنی رانوں کے نصف تک کپڑا باندھ لیتی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لیٹ جاتی (6)۔

امام ابو داؤد، ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن سعد الانصاری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا حیض کی حالت میں عورت میرے لئے کتنی حلال ہے؟ فرمایا ازار سے اوپر جو حصہ ہے وہ تیرے لئے حلال ہے (7)۔

1۔ سنن ابو داؤد، کتاب الطہارۃ، جلد 2، صفحہ 36 (255) مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض　　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 39 (258)

3۔ مؤطا امام مالک، جلد 1، صفحہ 58 (94) مطبوعہ بیروت　　4۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 115 (294)

5۔ سنن ابن ماجہ، جلد 1، صفحہ 347، (637) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت　　6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 348 (638)

7۔ سنن ابو داؤد، باب فی المذی، جلد 1، صفحہ 482 (198) مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض

امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن سعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے حائضہ عورت کو ساتھ کھانا کھلانے کے متعلق پوچھا تو فرمایا اس کو ساتھ کھلایا کر (1)۔

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا مرد کے لئے عورت حائضہ ہو تو کتنی حلال ہے؟ فرمایا جو ازار سے اوپر ہے اور اس سے بھی بچنا افضل ہے۔

امام مالک اور بیہقی نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا عورت میرے لئے حیض کی حالت میں کتنی حلال ہے؟ فرمایا اس کا ازار مضبوطی سے باندھ دے پھر اس کے اوپر جو چاہے کر (2)۔

امام مالک، شافعی اور بیہقی نے حضرت نافع عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف آدمی بھیجا جو آپ سے پوچھے کہ کیا مرد عورت سے مباشرت کر سکتا ہے جب کہ عورت حیض سے ہو، حضرت عائشہ نے فرمایا اس کے نیچے والے حصے پر اپنا ازار مضبوطی سے باندھ دے پھر اگر مرد چاہے تو اس سے مباشرت کرے (3)۔

امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ حائضہ عورت سے مرد کے لئے کتنا حصہ حلال ہے؟ فرمایا جو حصہ ازار سے اوپر ہے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابو یعلی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا حائضہ عورت مرد کے لئے کتنی حلال ہے؟ فرمایا جو ازار سے اوپر ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے لئے عورت سے کتنا حصہ حلال ہے جب کہ وہ حائضہ ہو؟ فرمایا اس کا ازار باندھ دو پھر جو چاہو کرو۔

امام طبرانی نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ مرد کے لئے عورت کتنی حلال ہے جب کہ وہ حائضہ ہو فرمایا جو ازار سے اوپر ہے اور اس کا جو حصہ ازار کے نیچے ہے حرام ہے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ تین دن خون کی تیزی کے وقت اجتناب کرتے تھے اور پھر اس کے بعد مباشرت کرتے تھے۔

امام ابن جریر نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی عورت جب حائضہ ہو تو مرد کے لئے کتنی حلال ہے؟ فرمایا جماع کے علاوہ تمام حلال ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں کہ مرد اپنی بیوی کے پیٹ اور اس کی رانوں کے درمیان ملاعبت کرے۔

1۔ جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، جلد 1، صفحہ 19، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ پاکستان

2۔ مؤطا امام مالک، جلد 1، صفحہ 57 (93) مطبوعہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 58 (95)

4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 312، مطبوعہ دار الفکر بیروت

5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 458

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، النحاس نے الناسخ میں اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے قریب نہ جاؤ حتی کہ وہ خون سے پاک ہو جائیں (1)۔

امام عبدالرزاق نے (المصنف میں)، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور النحاس نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حَتّٰى يَطْهُرْنَ کا مطلب یہ ہے کہ خون ختم ہو جائے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جس نے حائضہ عورت سے جماع کیا یا عورت کی دبر میں وطی کی یا جو کاہن کے پاس گیا اس نے اس کا انکار کیا جو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کیا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص عورت سے حیض کی حالت میں وطی کر بیٹھے وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے (4)۔

امام ابوداؤد اور حاکم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب مرد عورت سے خون کی حالت میں حقوق زوجیت ادا کرے تو ایک دینار صدقہ کرے اور جب خون کے ختم ہونے کے وقت ایسا کرے تو نصف دینار صدقہ کرے (5)۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب خون سرخ آ رہا ہو اور وطی کرے تو ایک دینار صدقہ کرے اور جب خون زرد ہو تو نصف دینار صدقہ کرے (6)۔

امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دینار کے دو خمس دینے کا حکم فرمایا (7)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے بیوی سے حقوق زوجیت ادا کئے ہیں جب کہ وہ حائضہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا اور اس وقت ایک غلام کی قیمت ایک دینار تھی۔

فَاِذَا تَطَهَّرْنَ

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، النحاس (الناسخ میں) اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب پانی کے ساتھ پاک ہو جائیں (8)۔

امام سفیان بن عیینہ، عبدالرزاق (المصنف میں)، ابن جریر، ابن المنذر، النحاس نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 461　2۔ ایضاً　3۔ جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، جلد 1، صفحہ 19

4۔ سنن ابوداؤد، جلد 2، صفحہ 25 (449)　5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 28 (250)　6۔ جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، جلد 1، صفحہ 20

7۔ سنن ابوداؤد، جلد 2، صفحہ 31 (251)　8۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 463

کیا ہے فَإِذَا تَطَهَّرْنَ یعنی (جب غسل کرلیں) مرد کے لئے عورت حلال نہیں ہے حتی کہ وہ غسل کرلے (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے (2)۔

امام ابن جریر نے ایک دوسرے طریق سے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب عورت پاک ہو جائے تو مرد اسے وضو کا حکم دے اور اس سے مجامعت کرے (3)۔

امام ابن المنذر نے ایک دوسرے طریق سے مجاہد اور عطاء رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب عورت طہر دیکھ لے تو کوئی حرج نہیں کہ وہ پانی کے ساتھ پاکیزگی حاصل کرے اور مرد اس کے غسل کرنے سے پہلے اس سے وطی کرے۔

امام بیہقی نے سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک اعرابی آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم چار مہینے صحرائی علاقہ میں ہوں گے اور ہم میں حیض و نفاس والی عورتیں اور جنبی بھی ہوں گے تو ہم کیا کریں۔ فرمایا تم پر مٹی پر تیمم لازم ہے (4)۔

امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے حیض کے بعد غسل کرنے کا طریقہ پوچھا۔ آپ ﷺ نے اسے غسل کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا خوشبو کی ٹکیہ لے لے اور اس کے ساتھ طہارت حاصل کر (یعنی خون نکلنے کی جگہ لگا دے)۔ اس نے عرض کی اس کے ساتھ کیسے طہارت حاصل کروں؟ فرمایا اس سے طہارت حاصل کر۔ اس عورت نے کہا اس خوشبو کے ساتھ کیسے طہارت حاصل کروں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کے ساتھ طہارت حاصل کر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں میں نے اسے اپنی طرف کھینچا اور کہا آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جہاں خون کے نشان ہیں وہاں خوشبو لگا (5)۔

فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مرد اس کے پاس آئے جب وہ پاک ہو حیض سے نہ ہو (6)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے پاس آؤ جب وہ پاک ہو۔ حیض سے نہ ہو۔

امام دارمی، ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت نقل فرمایا ہے کہ جہاں اللہ نے تمہیں ان سے علیحدہ ہونے کا حکم دیا تھا (7)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے اسی کی مثل مفہوم روایت کیا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 463 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب ماروی فی الحیض، جلد 1، صفحہ 216، مطبوعہ دار الفکر بیروت

5۔ صحیح بخاری، جلد 1 صفحہ 119 (308) مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق 6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 465 7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 464

امام ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تم اپنی عورت کی فرج میں وطی کرو، اس کے علاوہ کسی طرف تجاوز نہ کرو(1)۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ جہاں اللہ نے تمہیں حیض کی حالت میں جماع سے منع کیا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابورزین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جہاں اس نے طہر میں فرج میں جماع کرنے کا حکم دیا ہے اور حیض میں فرج میں بھی ان سے جماع نہ کرو۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن الحنفیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جہاں نکاح کرنے سے پہلے اور حلال ہونے سے پہلے اس نے منع کیا تھا۔

امام عبدالرزاق نے المصنف میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے یعنی جہاں سے خون نکلتا ہے وہاں جماع کرو۔ اگر وہاں نہیں کرے گا جہاں حکم دیا گیا ہے تو وہ التَّوَّابِیْنَ اور الْمُتَطَهِّرِیْنَ سے نہیں ہوگا(2)۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔

امام وکیع، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے توابین کا معنی گناہوں سے توبہ کرنے والے اور متطھرین کا معنی پانی سے پاکیزگی حاصل کرنے والے کیا ہے۔

ابن ابی حاتم نے الاعمش سے روایت کیا ہے کہ اس آیت سے مراد گناہوں سے توبہ کرنے والے شرک سے پاک لوگ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے عورت کی دبر میں وطی کی وہ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (پاک لوگوں) میں سے نہیں ہے۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا، جب وہ وضو سے فارغ ہوا تو اس نے یہ دعا پڑھی اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ، ابوالعالیہ نے فرمایا پانی سے پاکیزگی اچھی ہے لیکن المتطھرون سے مراد گناہوں سے پاک لوگ مراد ہیں۔

ترمذی نے حضرت عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر یہ کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ، تو اس شخص کے لئے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس سے چاہے داخل ہو جائے(3)۔

ابن ابی شیبہ نے علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے جب وہ وضو سے فارغ ہوتے تھے تو یہ کہتے تھے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

امام ابن ابی شیبہ نے الضحاک سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جب طہارت حاصل کرتے تو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 464　2۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 1، صفحہ 331 (1272) مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت

3۔ جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، جلد 1، صفحہ 9، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ پاکستان

مذکورہ کلمہ شہادت اور دعا پڑھتے تھے۔

امام القشیری نے الرسالہ میں اور ابن النجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہوتا ہے جس کا گناہ ہوتا ہی نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: **اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ**، عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ توبہ کی علامت کیا ہے؟ فرمایا ندامت (شرمندگی)

امام وکیع، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہوتا ہے جس کا گناہ ہی نہ ہو۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی **اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ**۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی، ابو المنذر اور بیہقی نے الشعب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر انسان خطا کرنے والا ہے اور بہتر خطا کرنے والے وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں (2)۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کی طرف وحی فرمائی تھی اولاد آدم خطا کرنے والی ہے اور بہتر خطا کرنے والے توبہ کرنے والے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ان سے پوچھا گیا کیا میں احرام کی حالت میں اپنے اوپر پانی ڈالوں؟ تو انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں **اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ**۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۲۳﴾

''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں سو تم آؤ اپنے کھیت میں جس طرح چاہو اور پہلے پہلے کرلو اپنی بھلائی کے کام اور ڈرتے رہو اللہ سے اور خوب جان لو کہ تم ملنے والے ہو اس سے اور (اے حبیب) خوش خبری دو مومنوں کو''۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابونعیم حلیہ میں اور بیہقی نے سنن میں روایت فرماتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہود کہتے تھے کہ جب مرد عورت کے پیچھے کی طرف سے فرج میں وطی کرے، اور وہ حاملہ ہو جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ**...... تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں تم اپنی کھیتی میں جیسے چاہو آؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب وطی فرج میں ہو تو آگے کی طرف سے یا پیچھے کی طرف ہو (دونوں طرح جائز ہے)(3)

امام سعید بن منصور، دارمی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہود نے

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 388 (7040)، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 420 (7127)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 474

مسلمانوں سے کہا جو اپنی بیوی سے پیچھے کی طرف سے فرج میں وطی کرتا ہے اس کا بیٹا بھینگا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آگے کی طرف سے اور پیچھے کی طرف سے جب کہ وطی فرج میں ہو(1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے (المصنف میں)، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مرہ الہمدانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی ایک مسلمان سے ملا اور اسے کہا تم عورتوں کی پیٹھ کی طرف سے جماع کرتے ہو گویا اس نے اس کیفیت کو ناپسند کیا۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس مسئلہ کا ذکر کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رخصت دے دی کہ وہ عورتوں سے جیسے چاہیں ان کی فروج میں جماع کریں، چاہیں تو آگے کی طرف سے کریں، چاہیں تو ان کے پیچھے کی طرف سے کریں(2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہود مسلمانوں سے مزاح کرتے تھے کہ وہ عورتوں کے ساتھ پیچھے کی طرف سے ہو کر فرج میں جماع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی(3)۔

امام ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انصار اپنی عورتوں سے حقوق زوجیت ادا کرتے جب کہ وہ پہلو کے بل لیٹی ہوئی ہوتی تھی اور قریش چت لٹا کر جماع کرتے تھے۔ ایک قریشی نے ایک انصاری عورت سے نکاح کیا تو اس نے اپنے طریقہ سے حقوق زوجیت کا ارادہ کیا تو عورت نے کہا نہیں ایسے کرو جیسے وہ کرتے تھے۔ اس واقعہ کی خبر رسول اللہ ﷺ کو دی گئی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی یعنی کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، پہلو کے بل لیٹ کر جیسے چاہو مجامعت کرو جب کہ وہ عمل ایک سوراخ (فرج) میں ہو۔

امام ابن جریر نے حضرت سعید بن ابی ہلال رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن علی رحمہ اللہ نے اسے بتایا کہ انہیں یہ خبر پہنچی کہ کچھ صحابہ کرام ایک دن بیٹھے ہوئے تھے، ایک یہودی بھی ان کے قریب تھا۔ کسی صحابی نے کہا میں اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہوں جب کہ وہ پہلو کے بل لیٹی ہوئی ہوتی ہے۔ دوسرے نے کہا میں اس سے مجامعت کرتا ہوں جب کہ وہ کھڑی ہوتی ہے۔ تیسرے نے کہا میں اس سے وطی کرتا ہوں جب کہ وہ بیٹھی ہوتی ہے، یہودی نے کہا تمہاری مثال چوپائیوں والی ہے۔ لیکن ہم (یہود) تو ایک ہیئت پر جماع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۖ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ ۖ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوٓا أَنَّكُم مُّلٰقُوهُ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ**۔(4)

امام وکیع، ابن ابی شیبہ اور دارمی نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ یہود مسلمانوں کے سخت احکام پر اعتراض کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے تھے، وہ کہتے تھے اے اصحاب محمد اللہ کی قسم تمہارے لئے عورتوں کے پاس آنے کا صرف ایک طریقہ حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اپنی خواہش کو ہر طریقہ سے پورا کرنے کی رخصت عطا فرما دی(5)۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 45-840 (366,68) مطبوعہ دار الصمیعی مکہ مکرمہ
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 470
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 517 (16671) مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 470
5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 518، (16673)

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہود ایک حسد کرنے والی قوم تھی، انہوں نے کہا اے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کی قسم تمہارے لئے عورتوں کے پاس آنے کا صرف ایک طریقہ ہی حلال ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی اور یہ آیت نازل فرمادی، پس اللہ تعالیٰ نے اجازت فرمادی کہ مرد اپنی بیوی سے جیسے چاہے لطف اندوز ہو، چاہے تو آگے کی طرف آئے، چاہے تو پیچھے کی طرف آئے لیکن راستہ ایک ہی استعمال کرتے (یعنی فرج میں خواہش پوری کرے)

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا تم اپنی عورتوں کے پاس جانوروں کی طرح آتے ہو اونٹ کی طرح انہیں بٹھاتے ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی فرمایا مرد عورت کے پاس آئے جیسے چاہے جب کہ عمل ہو فرج میں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ یہود نے عورتوں کے پاس آنے کے متعلق مسلمانوں کو عار دلائی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہود کو جھٹلایا اور مسلمانوں کو اپنی عورتوں کے پاس آنے کی ہر طرح کی رخصت دے دی۔

امام ابن عساکر نے حضرت محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبد اللہ بن عمرو ہمیں بتاتے ہیں کہ عورتوں کے پاس مرد آتے تھے جب کہ وہ الٹی سوئی ہوئی ہوتی تھیں۔ یہود نے کہا جو اس کیفیت میں عورت کے پاس آئے اس کا بچہ بھینگا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور بیہقی نے الشعب میں حضرت صفیہ بنت شیبہ عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں جب مہاجرین مدینہ طیبہ آئے تو انہوں نے اپنی عورتوں کے پاس ان کی فرج میں ان کی پچھلی طرف سے آنے کا ارادہ کیا، عورتوں نے اس طریقہ سے انکار کیا۔ عورتیں ام سلمہ کے پاس آئیں اور یہ مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا، حضرت ام سلمہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ عورتیں تمہاری کھیتی ہے تم اپنی کھیتی میں جیسے چاہو آؤ، لیکن راستہ ایک ہو(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، دارمی، عبد بن حمید، ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے)، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں حضرت عبد الرحمٰن بن سابط رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت حفصہ بنت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہا سے کہا میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں لیکن مجھے وہ بات پوچھنے میں حیا آرہا ہے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے میرے بھانجے پوچھ جو تیرے دل میں ہے، انہوں نے کہا میں آپ سے عورتوں کی دبر کی طرف سے فرج میں وطی کرنے کے متعلق پوچھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا مجھے ام سلمہ نے بتایا کہ انصار اس طرح نہیں کرتے تھے جب کہ مہاجر اس طرح کرتے تھے اور یہود کہتے تھے کہ جو اپنی عورت سے دبر کی طرف سے فرج میں وطی کرے گا اس کا بچہ بھینگا ہو گا۔ مہاجرین جب مدینہ طیبہ آئے تو انہوں نے انصار کی عورتوں سے نکاح کیا، پس انہوں نے دبر کی طرف سے فرج میں وطی کرنی چاہی تو عورت نے اپنے خاوند کی اطاعت سے انکار کردیا اور اس نے کہا ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے حتی کہ ہم رسول اللہ

1۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 1، صفحہ 341 (265)

ﷺ سے مسئلہ پوچھ لیں۔ وہ عورت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور یہ مسئلہ عرض کیا، انہوں نے کہا بیٹھ جا ابھی رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں گے۔ جب آپ تشریف لائے تو انصاری عورت نے سوال کرنے میں شرم محسوس کی، وہ باہر نکل گئی اور حضرت ام سلمہ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے مسئلہ عرض کیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس عورت کو بلاؤ۔ وہ بلائی گئی تو آپ ﷺ نے نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ کی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا راستہ ایک ہے (1)۔

امام مسند ابی حنیفہ میں حضرت حفصہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میرا خاوند میرے پیچھے کی طرف سے آگے کی طرف آتا ہے میں پیچھے کے عمل کو ناپسند کرتی ہوں۔ جب یہ خبر نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں جب کہ راستہ ایک ہو۔

امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے)، نسائی، ابو یعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، الخرائطی (مساوی الاخلاق) اور بیہقی نے سنن میں اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں ہلاک ہو گیا۔ فرمایا تجھے کس چیز نے ہلاک کیا ہے؟ عرض کی آج رات میں نے اپنی بیوی سے دبر کی طرف سے فرج میں جماع کیا ہے۔ آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کی طرف سے یہ آیت نازل فرمائی نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فرمایا آگے کی طرف آؤ، پیچھے کی طرف آؤ لیکن دبر اور حیض سے اجتناب کرو (2)۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت انصار کے چند لوگوں کے متعلق نازل ہوئی۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ مسئلہ دریافت کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر حالت (وکیفیت) میں آؤ جب کہ ہو فرج میں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور الخرائطی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حمیر قبیلہ کے چند لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ مسائل دریافت کئے۔ ایک شخص نے کہا میں عورتوں سے محبت کرتا ہوں اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ دبر کی طرف سے آؤں، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی یہ آیت ان کے سوالوں کے جواب میں نازل کی نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو اس کے پاس آگے کی طرف سے اور پیچھے کی طرف سے جب کہ ہو فرج میں (3)۔

امام ابن راہویہ، دارمی، ابوداؤد، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے سنن میں مجاہد عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ ابن عمر۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ نے خیال کیا کہ یہ انصار

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 475 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 476 3۔ ایضاً

کا قبیلہ ہے اور یہ بت پرست ہیں اور ان کے ساتھ یہود کا قبیلہ ہے اور یہ یہود اہل کتاب ہیں اور یہود کو علم میں فضیلت سمجھی جاتی تھی اور لوگ اکثر معاملات میں ان کی پیروی کرتے تھے اور اہل کتاب کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ اپنی عورتوں کے پاس ایک طریقہ سے آتے تھے، یہ عورت کو زیادہ ڈھانپنے والا تھا اور انصار نے اسی طریقہ کو اپنایا اور قریش چت لٹا کر جماع کرتے تھے اور وہ ان سے لطف اندوز ہوتے تھے جب کہ وہ سیدھی یا الٹی یا چت لیٹی ہوتی تھی۔ جب مہاجرین مدینہ طیبہ آئے تو ایک شخص نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کیا۔ وہ اس کے پاس پیچھے کی طرف سے آنے لگا تو اس نے انکار کیا۔ اس نے کہا ہم تو ایک طریقہ سے آتے ہیں، اس طرح کرو ورنہ مجھ سے دور ہو جاؤ۔ یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ سیدھی ہوں یا الٹی ہوں لیکن ہو فرج میں تو جیسے چاہو آؤ۔ یعنی دبر کی طرف سے قبل (فرج) میں ہو۔ طبرانی نے یہ زائد روایت کیا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا ابن عمر نے فرمایا اس کی دبر میں، پس ابن عمر وہم میں پڑ گئے۔ پس حدیث اسی طرح نقل کی ہے (1)۔

امام عبد بن حمید اور دارمی نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ حالت حیض میں عورتوں سے اجتناب کرتے تھے اور وہ ان کے ساتھ دبر میں وطی کرتے تھے۔ پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ یعنی فرج میں اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے اس سے تجاوز نہ کرو۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں اور مجاہد، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ایک شخص آیا اور کہا کیا تم آیت حیض کے متعلق میری تشفی نہیں فرماؤ گے؟ ابن عباس نے فرمایا کیوں نہیں۔ اس نے يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ تلاوت کی تو ابن عباس نے فرمایا اللہ نے تمہیں اس جگہ وطی کرنے کا حکم دیا ہے جہاں سے خون آتا ہے پھر تمہیں ان کے پاس آنے کا حکم ہے۔ اس شخص نے کہا اللہ نے فرمایا نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔ یعنی تم اپنی کھیتی میں آؤ جیسے چاہو (پس دبر میں وطی بھی جائز ہے)۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا افسوس! دبر میں وطی بھی حرث میں شامل ہے؟ اگر مسئلہ اس طرح ہوتا جیسے تو کہہ رہا ہے تو پھر حیض کا حکم منسوخ ہوتا۔ جب فرج میں حیض آتا تو دبر میں وطی کر لیتا لیکن اَنّٰى شِئْتُمْ کا مطلب یہ ہے کہ دن اور رات جس وقت چاہو (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ یعنی پیٹ کی طرف سے پیٹھ کی طرف جیسے چاہو لیکن دبر اور حیض میں نہ ہو (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابو صالح سے روایت کیا ہے فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ یعنی اگر تو چاہے تو اس کے پاس آ جب کہ وہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 474 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 472 3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 517 (16668)

چت لیٹی ہو[اگر چاہے تو اس کے پاس آجب کہ وہ الٹی ہو[اگر تو چاہے تو وہ گھٹنوں اور ہاتھوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہو(1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تو اس کے پاس آئے اس کے سامنے سے، اس کے پیچھے سے جب کہ وطی دبر میں نہ ہو(2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تم اپنے عورتوں کے فروج میں ہر طرح سے آؤ(3)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص ابن عباس کے پاس آیا اور کہا کہ میں اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرتا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا تھا فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ، میں سمجھا تھا کہ یہ میرے لئے حلال ہے۔ آپ نے فرمایا اے بیوقوف، اَنّٰى شِئْتُمْ کا مطلب یہ ہے کہ جیسے تم چاہو وہ بیٹھی ہو، کھڑی ہو۔ چت لیٹی ہو، الٹی لیٹی ہو لیکن ہو فرج میں۔ اس سے تجاوز نہ کر۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حرث سے مراد جائے ولادت ہے(4)۔

سعید بن منصور اور بیہقی نے سنن میں ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اپنی کھیتی میں آ جہاں سے کچھ اگتا ہے(5)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے تم جیسے چاہو اپنی بیوی کے پاس آؤ جب کہ وطی دبر میں نہ ہو اور عورت حالت حیض میں نہ ہو(6)۔

امام ابن جریر اور بیہقی نے سنن میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حرث سے مراد فرج ہے۔ وہ فرماتے تھے تم جیسے چاہو وہ چت لیٹی ہو، الٹی لیٹی ہو جیسے تم چاہو لیکن فرج سے کسی دوسری طرف تجاوز نہ ہو مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ کا یہی مطلب ہے(7)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ عورت کی دبر میں وطی کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے الحرث سے مراد قبل (فرج) ہے جس سے نسل اور حیض آتا ہے۔ فرماتے ہیں یہ آیت نازل ہوئی نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ الخ یعنی تم جس طریقہ سے چاہو آؤ(8)۔

امام دارمی اور الخرائطی نے مساوی الاخلاق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مرد اپنی بیوی کے پاس آئے وہ کھڑی ہو یا بیٹھی ہو، آگے سے، پیچھے سے جیسے چاہے لیکن عمل ہو آنے کی جگہ میں۔

امام بیہقی نے سنن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا تو اس کے پاس آ جہاں سے حیض آتا ہے اور بچہ پیدا ہوتا ہے(9)۔ بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تو اس کے پاس فرج میں آئے جب وہ چت لیٹی ہو یا الٹی لیٹی ہو(10)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 517 (16665) 2۔ ایضاً، (16672) 3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 518 (16677)
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 469
5۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب اتیان النساء فی ادبارہن، جلد 7، صفحہ 196، مطبوعہ دار الفکر بیروت
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 469 7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 470 8۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 471
9۔ سنن کبریٰ، از بیہقی، جلد 7، صفحہ 196، مطبوعہ دار الفکر بیروت 10۔ ایضاً

امام ابن ابی شیبہ اور خرائطی نے مساوی الاخلاق میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ اس کے پاس آئے خواہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو جس حال میں آئے جب کہ دبر میں نہ ہو(1)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، دارمی اور بیہقی نے حضرت ابو القعقاع الحرمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اور کہا میں جیسے چاہوں اپنی بیوی کے پاس آؤں۔ ابن عباس نے فرمایا ہاں۔ پوچھا جہاں چاہوں، ابن مسعود نے فرمایا ہاں، اس نے پوچھا جب چاہوں؟ ابن مسعود نے فرمایا ہاں۔ اس شخص نے ابن مسعود کو سمجھایا کہ وہ اس کی مقعد (دبر) میں آنا چاہتا ہے، ابن مسعود نے فرمایا نہیں عورتوں کی دبر تم پر حرام ہے(2)۔

امام احمد، عبد بن حمید، ابوداؤد اور نسائی نے بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی اے اللہ کے نبی ہم اپنی عورتوں کے کس حصہ میں آئیں اور کیا چھوڑ دیں؟ فرمایا وہ تیری کھیتی ہے جیسے چاہے آ لیکن اس کے چہرے پر نہ مار اور اسے برا بھلا نہ کہہ اور نہ اسے چھوڑ مگر گھر میں اسے کھلا جب تو کھائے، اسے پہنا جب تو پہنے اور یہ کیسے نہ ہو تم ایک دوسرے سے علیحدگی میں مل چکے ہو، مگر جو اس پر حلال ہو۔

امام شافعی نے (الام میں)، ابن ابی شیبہ، احمد، نسائی، ابن ماجہ، ابن المنذر اور بیہقی نے سنن میں حضرت خزیمہ بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ ایک سائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ عورتوں کی دبر میں وطی کا کیا حکم ہے؟ فرمایا حلال ہے یا فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ جب وہ واپس مڑا تو فرمایا تو نے کیسے سوال کیا تھا کہ دبر کی طرف سے قبل میں ہو تو جائز ہے لیکن دبر کی طرف سے دبر میں وطی جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ حق کے بیان سے نہیں شرماتا تم اپنی عورتوں کی دبر میں وطی نہ کرو(3)۔

امام الحسن بن عرفہ نے اپنے جزء میں اور ابن عدی اور دارقطنی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا کرو، اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا، عورتوں کی دبر میں وطی حلال نہیں ہے(4)۔

ابن عدی نے جابر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی دبر (میں وطی کرنے سے) بچو۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے)، نسائی اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو کسی مرد سے بدفعلی کرتا ہے یا عورت کی دبر میں وطی کرتا ہے(5)۔

امام ابوداؤد، الطیالسی، احمد اور بیہقی نے اپنی سنن میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی

3۔ سنن ابن ماجہ، باب النھی عن الاتیان النساء فی ادبارھن، جلد 2، صفحہ 456 (1924)

4۔ سنن الدارقطنی، باب النکاح، جلد 3، صفحہ 288 (108) مطبوعہ دار المحاسن قاہرہ

5۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 5، صفحہ 90 (1165) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت کی دبر میں وطی کرتا ہے یہ چھوٹی لواطت ہے (1)۔

امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے حیاء کرو جیسے حیاء کرنے کا حق ہے، اپنی عورتوں کی دبر میں وطی نہ کرو۔

امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ملعون ہے جو اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرتا ہے۔

امام ابن عدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مرد یا عورت کی دبر میں لواطت کی اس نے کفر کیا۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مردوں اور عورتوں کی دبر میں وطی کرنا کفر ہے حافظ ابن کثیر کہتے ہیں یہ موقوف اصح ہے (2)۔ وکیع اور البزار نے عمر بن خطاب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتا، تم اپنی عورتوں کی دبر میں وطی نہ کرو۔

امام نسائی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ سے حیاء کرو، اللہ تعالیٰ حق کے بیان سے نہیں شرماتا، تم عورتوں کی دبر میں وطی نہ کرو (ابن کثیر کہتے ہیں موقوف اصح ہے)

امام ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی دبر میں وطی نہ کرو۔

امام ابن وہب اور ابن عدی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورتوں کی دبر میں وطی کرتا ہے وہ ملعون ہے۔

امام احمد نے حضرت طلق بن یزید یا یزید بن طلق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حق کے بیان سے حیاء نہیں فرماتا تم اپنی عورتوں کی دبر میں وطی نہ کرو۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی دبر میں وطی کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ حق کے بیان سے حیا نہیں فرماتا۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اپنی عورتوں کی دبر میں وطی نہ کرو، اللہ تعالیٰ حق کے بیان کرنے سے نہیں شرماتا (3)۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب الاتیان فی ادبارہن، جلد 7، صفحہ 198، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً
3۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 355 (5375) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنی عورت کی دبر میں وطی کرتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر عنایت نہیں فرمائے گا(1)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، نسائی اور بیہقی نے الشعب میں طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابن عباس سے اس شخص کے بارے پوچھا گیا جو بیوی کی دبر میں وطی کرتا ہے تو ابن عباس نے فرمایا یہ شخص مجھ سے کفر کے متعلق پوچھتا ہے۔

امام عبدالرزاق اور بیہقی نے الشعب میں عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایسا کرنے والے شخص کو سزا دی تھی۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے عورتوں کی دبر میں وطی کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ایسا نہیں کرتا مگر کافر(2)۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس شخص کے متعلق روایت کیا گیا جو اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرتا ہے تو انہوں نے فرمایا یہ چھوٹی لواطت ہے(3)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرات سعید بن المسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہما اللہ سے اس کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے اس کو ناپسند کیا اور منع فرمایا۔ عبداللہ بن احمد اور بیہقی نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو عورت کی دبر میں وطی کرتا ہے تو انہوں نے فرمایا مجھے عقبہ بن وشاح نے بتایا کہ ابودرداء نے فرمایا ایسا نہیں کرتا مگر کافر(4)۔ فرماتے ہیں مجھے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ چھوٹی لواطت ہے۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے) فرماتے ہیں کچھ چیزیں قرب قیامت کے وقت اس امت میں پائی جائیں گی۔ ان میں ایک یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی یا اپنی لونڈی کی دبر میں لواطت کرے گا۔ یہ ان چیزوں میں ہے جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور اس پر اللہ اور اس کا رسول سخت ناراض ہوتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ عورت عورت سے وطی کرے گی اور یہ بھی اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، ان لوگوں کی نماز ہی نہیں جب تک یہ اس عمل پر قائم رہیں حتی کہ اللہ کی بارگاہ میں خالص توبہ کرلیں، حضرت زر فرماتے ہیں میں نے ابی بن کعب سے پوچھا توبہ نصوح کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا توبہ نصوح یہ ہے کہ جب تجھ سے کوئی غلطی ہوجائے تو گناہ پر شرمندہ ہو اور اپنی ندامت کے ساتھ اپنی برائی کو چھوڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ پھر کبھی اس گناہ کی طرف نہ لوٹے(5)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو عورت کی دبر میں وطی کرتا ہے وہ ایسا ہی ہے

1۔ سنن ابن ماجہ، باب النہی عن اتیان النساء فی ادبارہن، جلد 2، صفحہ 456 (1923)

2۔ سنن کبری از بیہقی، باب اتیان النساء فی ادبارہن، جلد 7۔ صفحہ 199

3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 198

4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 97-198

5۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 375، (5457)

جیسے مرد سے بدفعلی کرتا ہے پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی وَ یَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡمَحِیۡضِ ؕ قُلۡ هُوَ اَذًی ۙ فَاعۡتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الۡمَحِیۡضِ ۙ وَ لَا تَقۡرَبُوۡهُنَّ حَتّٰی یَطۡهُرۡنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرۡنَ فَاۡتُوۡهُنَّ مِنۡ حَیۡثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ یعنی جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حیض کی حالت میں جدا ہونے کا حکم دیا تھا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی نِسَآؤُكُمۡ حَرۡثٌ لَّكُمۡ الخ اور فرمایا اگر تو چاہے تو وہ کھڑی ہو، بیٹھی ہو سیدھی لیٹی ہو یا الٹی لیٹی ہو لیکن ہو فرج میں۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں طاؤس سے عورتوں کی دبر میں وطی کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ کفر ہے، یہ عمل قوم لوط سے شروع ہوا، وہ اپنی عورتوں کی دبر میں وطی کرتے تھے اور مرد مرد سے لواطت کرتا تھا۔

امام ابو بکر الاثرم نے سنن میں، اور ابو بشر دولابی نے الکنی میں ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی دبر تم پر حرام ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، دارمی اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عورتوں کی دبر تم پر حرام ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں یہ موقوف حدیث اصح ہے۔ حفاظ حدیث فرماتے ہیں اس مسئلہ کے متعلق تمام مرفوع احادیث جن کی تعداد تقریباً بیس ہے سب کی سب ضعیف ہیں ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے اور ان میں سے موقوف صحیح ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں منکر ہے کسی طریق سے بھی صحیح نہیں ہے جیسا کہ بخاری، البزار، نسائی اور دوسرے علماء نے تصریح کی ہے۔

امام نسائی، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابو النضر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نافع مولی بن عمر سے کہا کہ تمہارے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ تم اکثر کہتے ہو کہ ابن عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے عورتوں کی دبر میں وطی کرنے کا فتویٰ دیا تھا؟ انہوں نے فرمایا لوگوں نے مجھ پر جھوٹ گھڑا ہے۔ میں ابھی آپ کو اصل حقیقت سے آگاہ کرتا ہوں۔ ابن عمر قرآن پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے پاس تھا۔ جب آپ نِسَآؤُكُمۡ حَرۡثٌ لَّكُمۡ کی آیت پر پہنچے تو فرمایا اے نافع تم اس آیت کے نزول کے متعلق جانتے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا ہم قریشی لوگ عورتوں کی دبر کی طرف سے قبل میں وطی کرتے تھے۔ ہم جب مدینہ طیبہ پہنچے تو ہم نے انصار کی عورتوں سے نکاح کئے ہم نے اپنے طریقہ پر ان سے وطی کرنی چاہی تو انہوں نے اس طریقہ کو ناپسند کیا اور اس کا انکار کیا اور انصار کی عورتیں یہود کے طریقہ پر تھیں پہلو کے بل ان سے وطی کی جاتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ نِسَآؤُكُمۡ حَرۡثٌ لَّكُمۡ الخ۔

امام دارمی نے حضرت سعید بن یسار ابو الحباب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا آپ لونڈیوں کی دبر میں وطی کے بارے کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کیا کوئی مسلمان بھی ایسا کرتا ہے۔

امام بیہقی نے سنن میں عکرمہ بن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے کہ وہ دبر میں وطی کو انتہائی عیب شمار کرتے تھے (1)۔

الواحدی نے الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ مہاجرین کے متعلق نازل ہوئی، جب وہ مدینہ طیبہ آئے تو انہوں نے انصار اور یہود کے درمیان عورتوں کے آگے اور پیچھے کی طرف سے وطی کرنے کا ذکر

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب اتیان الرجال فی ادبارہن، جلد 7، صفحہ 199

کیا جب کہ وطی فرج میں ہو۔ یہود نے پیچھے کی طرف سے آنے کو معیوب کہا، انہوں نے کہا یہ صرف آگے کی طرف سے ہی جائز ہے۔ یہود نے کہا ہم اپنی کتاب میں پڑھتے ہیں کہ جو عورتوں کے ساتھ ایسی حالت میں وطی کرتے ہیں جب کہ وہ چت لیٹی ہوئی نہیں ہوتی ہیں تو وہ اللہ کے نزدیک گندے ہیں۔ اسی طریقہ کی وجہ سے بھینگا پن اور اعضاء کی خرابی ہے۔ مسلمانوں نے یہ مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا اور عرض کی ہم زمانہ جاہلیت میں اور زمانہ اسلام میں جیسے چاہتے تھے عورتوں کے پاس آتے تھے اب یہود نے ہم پر اعتراض کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہود کو جھٹلایا اور یہ آیت نازل فرمائی نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ الآیہ۔ فرمایا فرج ہی بچے کی کھیتی ہے۔ پس تم اپنی کھیتی میں آؤ جیسے چاہو آگے سے، پیچھے سے (لیکن) ہو فرج میں۔

مذکورہ آیت کریمہ کے متعلق دوسرا قول

امام اسحٰق بن راہویہ (نے اپنی سند اور تفسیر میں) بخاری اور ابن جریر نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ایک دن نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ کی آیت پڑھی تو ابن عمر نے فرمایا کیا تم اس آیت کا شان نزول جانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ آیت کریمہ عورتوں کی دبر میں وطی کرنے کے متعلق نازل ہوئی (1)۔

امام بخاری ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ فرمایا دبر میں آؤ (2)

امام الخطیب نے رواۃ مالک میں نضر بن عبد اللہ الازدی کے طریق سے حضرت عن مالک عن نافع عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے آیت کریمہ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ کے متعلق روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے فرمایا مرد اگر چاہے تو قبل (فرج) میں وطی کرے، اگر چاہے تو دبر میں کرے۔

امام الحسن بن سفیان نے اپنی مسند میں، طبرانی نے الاوسط میں، حاکم اور ابو نعیم نے مستخرج میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ عورتوں کی دبر میں وطی کرنے کی رخصت کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

امام ابن جریر، طبرانی (الاوسط میں)، ابن مردویہ اور ابن النجار نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنی عورت کی دبر میں وطی کی تو لوگوں نے اس کو عجیب سمجھا اور انہوں نے کہا اس کے لنگوٹ کر دو، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ۔ (3)

امام الخطیب نے راوۃ مالک میں احمد بن حکم العبدی کے طریق سے حضرت مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے نقل کیا ہے ابن عمر فرماتے ہیں ایک انصاری عورت اپنے خاوند کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لائی تو یہ آیت نازل ہوئی نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ (الآیہ)۔

امام نسائی اور ابن جریر نے حضرت زید بن اسلم عن ابن عمر کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک آدمی نے اپنی بیوی کی دبر میں وطی کی پھر اس کو بڑا دکھ ہوا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔ (4)

امام دارقطنی نے غرائب مالک میں ابو بشر الدولابی کے طریق سے بیان کرتے ہیں سند بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 472 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 473 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 473 4۔ ایضاً

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے ابن عمر نے فرمایا اے نافع میرے سامنے قرآن پکڑو۔ انہوں نے قرآن پڑھا جب نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ کی آیت پر پہنچے تو مجھے فرمایا اے نافع تم جانتے ہو کہ یہ آیت کیوں نازل ہوئی۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ ایک انصاری کے متعلق نازل ہوئی جس نے اپنی بیوی کی دبر میں وطی کی تھی، لوگوں نے اس کا انکار کیا تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرما دی۔ میں نے ابن عمر سے پوچھا کیا دبر کی طرف سے قبل میں اس نے وطی کی تھی؟ ابن عمر نے فرمایا نہیں دبر میں وطی کی تھی۔ الرفا نے فوائد تحریج الدارقطنی میں نبانا ابو احمد بن عدوس نبأ نا علی بن جعد نبأ نا ابن ابی ذئب عن نافع عن ابن عمر کے سلسلے سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر نے فرمایا ایک شخص نے اپنی بیوی کی دبر میں وطی کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ فرماتے ہیں میں نے ابن ابی ذئب سے کہا آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا اس کے بعد اس کے متعلق میں کیا کہوں۔

امام طبرانی، ابن مردویہ اور حضرت احمد بن اسامہ التجیبی رحمہ اللہ نے اپنے فوائد میں نافع سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سورۂ بقرہ پڑھی پھر جب اس آیت نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ سے گزرے تو فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیوں نازل ہوئی؟ فرمایا نہیں فرمایا یہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنی عورتوں کی دبروں میں وطی کرتے تھے۔

امام دارقطنی اور دعلج دونوں نے غرائب مالک میں ابو مصعب اور اسحق بن محمد القروی کے طریق سے حضرت نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا مجھ پر قرآن پکڑو پھر انہوں نے اس کی تلاوت شروع کی حتی کہ وہ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ کی آیت پر پہنچے تو فرمایا اے نافع کیا تم جانتے ہو یہ آیت کیوں نازل ہوئی؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ آیت ایک انصاری کے متعلق نازل ہوئی جس نے بیوی کی دبر میں وطی کی تھی پھر اسے دل میں پریشانی لاحق ہوئی، اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ حدیث حضرت امام مالک سے ثابت ہے، ابن عبد البر کہتے ہیں اس معنی کی ابن عمر سے روایت صحیح معروف اور مشہور ہے۔

امام ابن راہویہ، ابو یعلی، ابن جریر، الطحاوی (مشکل الآثار) اور ابن مردویہ نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کی دبر میں وطی کی تو لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔ پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ۔ (1)

امام نسائی، طحاوی، ابن جریر اور دارقطنی نے حضرت عبد الرحمن بن القاسم عن مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا اے ابو عبد اللہ لوگ سالم بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ العبد یا العلج نے میرے باپ کے متعلق جھوٹ بولا، مالک نے کہا میں یزید بن ہارون پر گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے مجھے سالم بن عبد اللہ عن ابن عمر کے سلسلے سے بالکل اسی طرح روایت کیا ہے جس طرح نافع نے کیا ہے، مالک سے کہا گیا کہ حادث بن یعقوب ابو الحباب سعید بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن عمر سے پوچھا اے ابو عبد الرحمن ہم لونڈیاں خریدتے ہیں، کیا ہم ان کے لئے تحمیض کر لیا کریں، ابن عمر نے پوچھا التحمیض کیا ہے، انہوں نے دبر (میں وطی کا) ذکر کیا، ابن عمر نے کہا اف

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2 صفحہ 473

پانی سے بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شے کے پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو کوئی چیز اس کو روک نہیں سکتی (7)۔

امام عبدالرزاق، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہم عزل کرتے تھے جب کہ یہود کہتے ہیں کہ یہ موءودۃ صغریٰ ہے (چھوٹا زندہ درگور کرنا ہے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود نے جھوٹ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب اس کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کچھ مانع نہیں (1)۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری لونڈی ہے میں اس سے عزل کرتا ہوں اور میں اس کا حاملہ ہونا ناپسند کرتا ہوں اور میں اس سے وہی ارادہ کرتا ہوں جو مرد کرتے ہیں اور یہود کہتے ہیں کہ عزل موءودۃ صغریٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود نے جھوٹ بکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر اسے پیدا فرمانے کا ارادہ فرماتا تو تو کبھی اس کو نہ روک سکتا (2)۔ البزار اور بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق پوچھا گیا کہ یہود کہتے ہیں یہ موءودۃ صغریٰ ہے فرمایا یہود نے جھوٹ بکا ہے (3)۔

امام مالک، عبدالرزاق اور بیہقی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے عزل کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا تیری کھیتی ہے، اگر تو چاہے تو اسے سیراب کر چاہے تو پیاسا رکھ (4)۔

امام عبدالرزاق اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے عزل کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ابن آدم کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اس نفس کو قتل کر دے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے، وہ تیری کھیتی ہے، اگر تو چاہے تو اسے پیاسا رکھ، اگر چاہے تو اسے سیراب کر (5)۔

امام ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرنے سے منع فرمایا (6)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے فرمایا لونڈی سے عزل کیا جائے گا اور آزاد عورت سے مشورہ لیا جائے گا (7)۔

امام عبدالرزاق اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عزل کے بارے آزاد عورت سے مشورہ کیا جائے گا اور لونڈی سے مشورہ نہیں کیا جائے گا (8)۔

امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس عادتوں کو ناپسند فرماتے

1۔ جامع ترمذی، کتاب النکاح، جلد 1، صفحہ 135، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ

2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 230، مطبوعہ دارالفکر بیروت　3۔ ایضاً، باب العزل، جلد 7، صفحہ 230

4۔ مؤطا امام مالک کتاب الطلاق، جلد 2، صفحہ 595 (99) مطبوعہ بیروت

5۔ مصنف عبدالرزاق، باب العزل، جلد 7، صفحہ 146 (12572) مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت

6۔ سنن ابن ماجہ باب العزل، جلد 2، صفحہ 458 (1928) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

7۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب قال یعزل عن الحرۃ باذنھا، جلد 7، صفحہ 231

8۔ مصنف عبدالرزاق، باب الحرۃ فی العزل جلد 7، صفحہ 143 (12561)

تھے، سونے کی انگوٹھی پہننا، تہبند کا گھسیٹنا، ایسی خوشبو استعمال کرنا جس کا رنگ ہو، بڑھاپے کو بدلنا، معوذات کے علاوہ دم کرنا، تعویز لٹکانا، چوسر کے پانسے پھینکنا، غیر محل میں زینت کا اظہار، آزاد عورت سے عزل کرنا اور بچے کو بگاڑنا، یہ دس حرام ہیں (1)

اس آیت کے متعلق چوتھا قول

امام عبد بن حمید نے ابن الحنفیہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں اَنّٰی شِئْتُمْ سے مراد اِذَا شِئْتُمْ ہے یعنی جب چاہو۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ کے تحت فرمایا کہ اس سے مراد بچہ ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ جماع کے وقت بسم اللہ پڑھنا ہے (2)۔

امام عبد الرزاق (المصنف میں) ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے تو کہے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا اگر ان کے لئے بچہ مقدر کیا گیا تو اسے کبھی شیطان نقصان نہیں پہنچائے گا (3)۔

امام عبد الرزاق اور العقیلی (الضعفاء میں) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں میرے خلیل ابوالقاسم ﷺ نے حکم دیا کہ ہم سامان نہ بنائیں مگر مسافر جیسا سامان بنائیں۔ ہم قیدی نہ بنائیں مگر جن سے خود نکاح کریں یا آگے ان کا کسی سے نکاح کریں اور ہمیں حکم دیا کہ جب ہم میں سے کوئی اپنے اہل پر داخل ہو تو نماز پڑھے اور اپنی اہلیہ کو حکم دے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں۔ وہ دعا کرے اور اہلیہ کو حکم دے کہ وہ آمین کہے۔

امام عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص عبد اللہ بن مسعود کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ایک نوجوان لڑکی سے نکاح کیا ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ وہ مجھ سے لڑے گی، عبد اللہ نے فرمایا الفت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جھگڑنا شیطان کی طرف سے ہے۔ وہ ناپسند کر رہا ہے جو اللہ نے اس کے لئے حلال کیا ہے۔ جب وہ تیرے پاس آئے تو اسے اپنے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دے پھر یہ دعا کر اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْ اَهْلِيْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِيَّ وَارْزُقْنِيْ مِنْهُمْ وَارْزُقْهُمْ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ اجْمَعْ بَيْنَنَا مَاجَمَعْتَ وَفَرِّقْ بَيْنَنَا اِذَا فَرَّقْتَ اِلٰى خَيْرٍ۔ (4)

امام عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے ابو سعید مولی بنی اسد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ایک عورت سے نکاح کیا اور میں نے نبی کریم ﷺ کے اصحاب کو دعوت دی۔ ان میں حضرات ابوذر اور ابن مسعود بھی تھے۔ انہوں نے مجھے سکھایا کہ جب تیری اہلیہ تیرے پاس آئے تو تو دو رکعت نماز پڑھ اور اسے حکم دے کہ وہ تیرے پیچھے نماز پڑھے پھر اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے اس کے خیر کا سوال کر اور اس کے شر سے پناہ مانگ پھر اپنے حقوق پورے کر (5)۔

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی باب من کرہ العزل، جلد 7، صفحہ 232
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 478
3۔ جامع ترمذی، کتاب النکاح، جلد 1، صفحہ 129، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ
4۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 6، صفحہ 191 (10460)
5۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 192 (10462)

امام عبدالرزاق نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہا جاتا ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کے پاس آئے تو یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْمَا رَزَقْتَنَا وَلَا تَجْعَلِ الشَّيْطَانَ نَصِيْبًا فِيْمَا رَزَقْتَنَا۔ فرمایا امید کی جاتی ہے کہ اگر عورت حاملہ ہوئی تو نیک بچہ ہوگا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور الخرائطی نے مکارم اخلاق میں علقمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود جب اپنی بیوی سے حقوق زوجیت ادا کرتے پھر جب فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ فِيْمَا رَزَقْتَنَا نَصِيْبًا۔

امام الخرائطی نے عطاء سے قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد جماع کے وقت بسم اللہ پڑھنا ہے۔

وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾

”اور نہ بناؤ اللہ (کے نام) کو رکاوٹ اس کی قسم کھا کر کہ نیکی نہ کرو گے اور پرہیزگاری نہ کرو گے اور صلح نہ کراؤ گے لوگوں میں اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے“۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ تو مجھے اپنی قسم کی وجہ سے نیکی نہ کرنے کے لئے آڑ نہ بنا لیکن تو قسم کا کفارہ ادا کر اور نیکی کا کام کر (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے قریبی رشتہ دار سے بات نہ کرنے یا صدقہ نہ کرنے کی قسم اٹھائے یا دو شخصوں کے درمیان رنجش ہو اور وہ قسم اٹھائے کہ میں ان کے درمیان صلح نہیں کراؤں گا اور کہے کہ میں نے قسم اٹھائی ہوئی ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں ایسا شخص اپنی قسم توڑ کر کفارہ دے (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نیکی یا تقویٰ میں سے کسی کام کے نہ کرنے پر قسم اٹھاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے (4)۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک آدمی قسم اٹھاتا تھا کہ وہ صلہ رحمی نہیں کرے گا، لوگوں کے درمیان صلح نہیں کرائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص حضرت عائشہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ اگر میں فلاں سے بات کروں تو میرا ہر غلام آزاد ہے اور میرا تمام بیت اللہ کے لئے پردہ ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا نہ اپنے غلاموں کو آزاد کر اور نہ اپنے مال کو بیت اللہ کے لئے پردے بنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَجْعَلُوا

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 6، صفحہ 194 (10467)
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 480
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 479
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 480

اللّٰہَ عُرْضَۃً لِّاَیْمَانِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ پس تو اپنی قسم کا کفارہ دے۔

امام ابن جریر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں اللہ کی قسم نہ اٹھاؤ اگرچہ تم نذر مانو (1)۔

امام عبد الرزاق نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص قسم اٹھاتا تھا ایک ایسے کام کی جو درست نہ ہوتا تھا پھر اپنی قسم کے ساتھ اس کی علت بیان کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا غیر مناسب کام کرنے کے بجائے نیکی کرنا اور تقویٰ اختیار کرنا یہ بہتر ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کا ارادہ کرتا پھر ان میں سے ایک اس پر ناراض ہوتا یا اس پر کوئی شک کرتا تو وہ قسم اٹھا دیتا کہ وہ ان کے درمیان صلح نہیں کرائے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ سیدنا ابوبکر صدیق کے بارے میں نازل ہوئی جو انہوں نے مسطح کے بارے میں قسم اٹھائی تھی (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے وَ اللّٰہُ سَمِیْعٌ کے تحت نقل فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کو سننے والا ہے جس پر انہوں نے قسم اٹھائی ہے (علیم) اور وہ اس کو جاننے والا ہے۔ یہ حکم قسم کا کفارہ کے نزول سے پہلے کا ہے۔

امام احمد، بخاری، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کا اپنا اہل کے بارے قسم پر اصرار کرنا اس کی بنسبت قسم کا کفارہ دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بہتر اور اتم ہے (3)۔

امام احمد، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس چیز میں قسم اور نذر نہیں ہے جس کا انسان مالک نہیں ہے اور نہ اللہ کی نافرمانی میں اور نہ قطع رحمی میں قسم اور نذر ہے۔ جس نے کوئی قسم اٹھائی پھر وہ اس کے علاوہ بہتر کام دیکھے تو اسے قسم والا کام چھوڑ دینا چاہیے اور وہ کام کرنا چاہیے جو بہتر ہو، اس کا چھوڑنا اس کا گناہ ہے (4)۔

امام ابن ماجہ اور ابن جریر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قطع رحمی یا مصیبت پر قسم اٹھائی تو اس کا قسم میں سچا ہونا یہ ہے کہ وہ قسم توڑ دے اور اپنی قسم سے رجوع کرلے (5)۔

امام مالک، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی کام پر قسم اٹھائے پھر اس کے علاوہ ہر کام میں بہتری دیکھے تو اسے اپنی قسم کا کفارہ دینا چاہیے اور وہ کام کرنا چاہیے جو بہتر ہو (6)۔

امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 481 2۔ ایضاً، 3۔ صحیح بخاری، جلد 6 صفحہ 2444 (6250) مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق

4۔ سنن ابن ماجہ، باب کفارتھا ترکھا جلد 2، صفحہ 554 (2111) 5۔ ایضاً (2119)

6۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی جلد 7 صفحہ 10 (1530) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم اگر اللہ نے چاہا تو میں کسی کام پر قسم اٹھاؤں گا پھر اس کے علاوہ کسی کام کو بہتر دیکھوں گا تو میں وہ کام کروں گا جو بہتر ہوگا اور کفارہ ادا کر کے قسم سے آزاد ہو جاؤں گا(1)۔

امام مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کسی کام پر قسم اٹھائے پھر اس کے علاوہ کام بہتر دیکھے تو اس کو وہ کام کرنا چاہیے جو بہتر ہو اور قسم کا کفارہ دینا چاہیے(2)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو امارت طلب نہ کر، اگر وہ تجھے بغیر سوال کے عطا کی جائے گی تو اس پر تیری اعانت کی جائے گی، اگر تجھے تیری طلب پر عطا کی گئی تو تجھے اس کے سپرد کر دیا جائے گا اور جب تو کسی بات پر قسم اٹھائے پھر اس سے بہتر کوئی دوسرا کام دیکھے تو وہ کر جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دے(3)۔

امام ابوداؤد اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انصار میں سے دو بھائی تھے جن کے درمیان میراث کا مسئلہ تھا۔ ایک نے دوسرے سے تقسیم کا مطالبہ کیا تو دوسرے نے کہا اگر تو نے دوبارہ مجھ سے تقسیم کا مطالبہ کیا تو میں تیرے ساتھ کبھی نہیں بولوں گا اور میرا تمام مال کعبہ کے بڑے دروازے کے لئے ہوگا۔ حضرت عمر نے اسے کہا کعبہ تیرے مال سے مستغنی ہے تو اپنی قسم کا کفارہ دے اور اپنے بھائی سے کلام کر، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، قطع رحمی اور جس چیز کا انسان مالک نہیں (ان تمام میں) قسم اور نذر نہیں ہے(4)۔

امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت مالک الجشمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے چچا کا بیٹا میرے پاس آیا ہے، میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں نہ اسے کچھ عطا کروں گا اور نہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں گا، فرمایا اپنی قسم کا کفارہ ادا کر(5)۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿٢٢٥﴾

”نہیں پکڑے گا تمہیں اللہ تعالیٰ تمہاری لایعنی قسموں پر لیکن پکڑے گا تمہیں ان قسموں پر جن کا ارادہ تمہارے دلوں نے کیا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا حلم والا ہے“۔

امام مالک نے مؤطا میں، وکیع، شافعی نے الام میں، عبدالرزاق، بخاری، مسلم، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کئی طرق کے ذریعے روایت کیا ہے فرماتی ہیں یہ آیت کریمہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنی کلام میں لَا وَاللّٰهِ، بَلٰى وَاللّٰهِ، وَكَلَّا وَاللّٰهِ کہتا ہے۔ ابن جریر نے یہ زائد

1۔ صحیح بخاری، جلد6، صفحہ 2450 (6273)
2۔ سنن ابن ماجہ، جلد2، صفحہ 553 (2108) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ صحیح بخاری، جلد6، صفحہ 2443 (6248)
4۔ مستدرک حاکم، جلد4، صفحہ 333 (7823) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
5۔ سنن ابن ماجہ جلد2، صفحہ 553 (2109)
6۔ مؤطا امام مالک، جلد2، صفحہ 477 (9) مطبوعہ بیروت

روایت کیا ہے یہ اس کے ساتھ اپنی کلام کو ملاتا ہے (6)۔

امام ابوداؤد، ابن جریر، ابن حبان، ابن مردویہ اور بیہقی نے عطاء بن ابی رباح کے طریق سے روایت کی ہے کہ ان سے یمین لغو کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آدمی کا اپنی قسم میں یو کہنا ہے: كَلَّا اللهِ، بَلٰى وَاللّٰه (1)

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں لوگ کسی معاملہ میں جھگڑا کرتے تو ایک کہتا ہے لَا وَاللّٰهِ، دوسرا کہتا ہے كَلَّا وَاللّٰهِ وہ معاملہ میں جھگڑا کرتے اور ان کے دل اس قسم پر پختہ نہ ہوتے (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں لغو قسم، مزاح اور ہزل میں ہوتی ہے مثلا ایک شخص کہتا ہے لَا وَاللّٰهِ، بَلٰى وَاللّٰهِ، یہ ایسی قسم ہے کہ اس میں کفارہ نہیں ہے۔ کفارہ اس قسم کا ہوتا ہے جس کے اوپر دل کا ارادہ پختہ ہو کہ وہ ایسا کرے گا یا نہیں کرے گا (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے پاس سے گزرے جو تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک صحابی بھی تھے۔ ایک شخص نے تیر پھینکا تو کہا اللہ کی قسم تیر نشانہ پر لگا (یا کہا) اللہ کی قسم میرا تیر نشانہ پر نہ لگا۔ جو صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ شخص حانث ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں تیر اندازوں کی قسمیں لغو ہیں، ان میں نہ کفارہ ہے اور نہ ان میں سزا ہے (4)۔ ابوالشیخ نے عطاء کے طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمرو سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں لغو قسم یہ ہے، لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے عکرمہ کے پاس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یمین لغو یہ ہے اَ وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ۔ (5)

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے طاؤس کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یمین لغو یہ ہے کہ تو غصہ کی حالت میں قسم اٹھائے (6)۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کی یہ تاویل بیان فرماتی تھیں کہ ایک شخص تم میں سے کسی چیز پر قسم اٹھاتا ہے اور وہ اسے سچا سمجھتا ہے، لیکن وہ اس کے خلاف ہوتی ہے (7)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یمین لغو یہ ہے کہ ایک شخص کسی شے پر قسم

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 485 2۔ ایضاً، 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 494
5۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 10، صفحہ 49، مطبوعہ دار الفکر بیروت 6۔ ایضاً 7۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 10، صفحہ 49
8۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 487

اٹھائے اوراس کا گمان ہو کہ ایسی ہی تھی جیسی اس نے قسم اٹھائی ہے لیکن وہ اس کے خلاف تھی (8)۔

امام ابن جریر نے عطیہ العوفی کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یمین لغو یہ ہے کہ ایک شخص ایک کام پر قسم اٹھائے اور وہ اسے سچ تصور کرتا ہو لیکن حقیقت میں وہ کام ایسا نہ ہو (1)۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جو کسی نقصان دہ امر کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم اٹھاتا ہے پھر وہ کوئی دوسرا کام اس سے بہتر دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو قسم اٹھانے اور بہتر کام کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا یمین لغو میں سے یہ بھی ہے کہ ایک شخص کسی کام پر قسم اٹھائے جس میں وہ سچائی نہ دیکھتا ہو اور اس کے گمان میں ہو کہ اس نے غلطی کی ہے تو اس قسم کا کفارہ ہے اور اس میں گناہ نہیں ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یمین لغو یہ ہے کہ تو کسی ایسی چیز کو حرام کر دے جو اللہ نے تیرے لئے حلال کی ہے پس ایسی قسم میں تجھ پر کفارہ نہیں ہے۔ وَ لٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ فرمایا یعنی جس قسم میں تمہارے دلوں کا گناہ کا پختہ ارادہ ہو، پس اس میں تم پر کفارہ ہے۔

امام وکیع، عبد الرزاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یمین لغو یہ ہے کہ انسان مصیبت پر قسم اٹھائے مثلاً یہ کہ وہ نماز نہیں پڑھے گا، نیکی نہیں کرے گا۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یمین لغو یہ ہے کہ ایک شخص کسی کام پر قسم اٹھائے پھر وہ بھول جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر مؤاخذہ نہیں فرمائے گا لیکن وہ کفارہ دے۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یمین لغو سے مراد بغیر ارادہ کے غلط قسم اٹھانا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابو قلابہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص لَا وَاللّٰهِ وَ بَلٰى وَاللّٰهِ کہتا ہے یہ لغت عرب سے ہے، قسم نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یمین لغو یہ ہے کہ ایک شخص اپنے گمان کے مطابق کسی کام پر سچی قسم اٹھائے حالانکہ حقیقت میں وہ جھوٹا ہو یہ یمین لغو ہے اور اس پر تمہارا مؤاخذہ نہیں ہے، وَ لٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ، فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص کسی چیز پر قسم اٹھائے جب کہ وہ جانتا ہو کہ وہ اس قسم میں جھوٹا ہے، یہ وہ قسم ہے جن پر مؤاخذہ ہوگا۔

امام ابن المنذر نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ حلال چیز کو حرام کرنے پر قسم اٹھاتے تھے پھر کہتے تھے جب ہم نے قسم اٹھائی ہے اور اپنے اوپر ایک چیز حرام کی ہے تو ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم اپنی قسم کو سچا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ، اس میں کفارہ نہیں تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 487 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 494

نازل فرمائی، يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (التحریم: 1) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لونڈی کو اپنے اوپر حرام کرنے کی وجہ سے کفارہ کا حکم دیا ہے۔ حکم دیا ہے کہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کریں اور اپنی لونڈی کی طرف رجوع کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ کا ارشاد نازل فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ یعنی جب قسم سے بندہ تجاوز کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی صفت غفاری کا اظہار کرتا ہے۔ حَلِيْمٌ وہ حلیم ہے اس قسم پر کفارہ لازم نہیں فرمایا پھر کفارہ کا حکم نازل فرمایا۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝۲۲۶

"ان کے لئے جو قسم اٹھاتے ہیں کہ وہ اپنی بیویوں کے قریب نہ جائیں گے مہلت ہے چار ماہ کی پھر اگر رجوع کرلیں (اس مدت میں) تو بے شک اللہ غفور رحیم ہے"۔

امام عبدالرزاق، ابوعبید، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن الانباری نے المصاحف میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے لِلَّذِيْنَ يُقْسِمُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ اور فرماتے ایلاء قسم ہے اور قسم ایلاء ہے۔

امام ابن المنذر نے ابی بن کعب سے اسی طرح راویت کیا ہے۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں حضرت حماد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے مصحف ابی میں لِلَّذِيْنَ يُقْسِمُوْنَ پڑھا ہے۔

امام الشافعی، عبد بن حمید، عبدالرزاق، ابن المنذر اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الایلاء یہ ہے کہ انسان ہمیشہ اپنی بیوی سے مجامعت نہ کرنے کی قسم اٹھائے (1)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص قسم اٹھاتا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے مجامعت نہیں کرے گا پھر وہ چار مہینے انتظار کرتا ہے۔ اب اگر وہ اس سے مجامعت کرے گا تو اپنی قسم کا کفارہ دے گا۔ اگر اس کی مجامعت سے پہلے چار مہینے گزر جاتے ہیں تو سلطان اس کو اختیار دے گا یا تو رجوع کرلے، یا اسے طلاق دے دے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (2)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، طبرانی، بیہقی اور خطیب نے تالی التلخیص میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل جاہلیت کا ایلاء ایک سال، دو سال اور اس سے زائد ہوتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کا وقت چار مہینے مقرر فرما دیا۔ اگر چار مہینوں سے کم ایلاء ہوگا تو وہ ایلاء نہ ہوگا (3)۔

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب عزم الطلاق انقضاء......الخ جلد 7، صفحہ 380 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 512

3۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب الرجل یحلف لا یطأ امراۃ، جلد 7، صفحہ 381

امام عبد بن حمید نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جو اپنی بیوی سے ایلاء کرتا ہے مثلاً کہتا ہے اللہ کی قسم میرا سر اور تیرا سر جمع نہیں ہوگا، میں تیرے قریب نہیں آؤں گا اور میں تجھ سے وطی نہیں کروں گا۔ فرمایا زمانۂ جاہلیت کے لوگ اسے طلاق شمار کرتے تھے، پس اس کے لئے چار مہینے حد مقرر کی گئی، اگر وہ ان کے اندر رجوع کرے تو اپنی قسم کا کفارہ دے اور وہ عورت اس کی بیوی ہے، اور اگر چار مہینے گزر گئے اور اس نے ان چار مہینوں میں رجوع نہ کیا تو عورت مطلقہ ہو جائے گی۔ عورت اب اپنے نفس کی مختار ہے اور اس کا پہلا خاوند بھی اسے پیغام نکاح بھیج سکتا ہے۔ اس کا پہلا خاوند عدت کے اندر بھی اسے پیغام نکاح بھیج سکتا ہے، لیکن دوسرے شخص کے لئے عدت کے اندر ایسا کرنا جائز نہیں۔ اگر دوبارہ اس سے نکاح کرے گا تو اسے دو طلاقوں کا اختیار ہوگا۔

امام عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہر قسم جو جماع سے مانع ہو وہ ایلاء ہے۔

امام عبد بن حمید نے ابراہیم اور شعبی رحمہما اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرمایا ایلاء نہیں ہے مگر قسم کے ساتھ۔

امام عبد بن حمید نے سعید بن المسیب اور سلیمان بن یسار رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ خالد بن سعید بن العاص نے اپنی بیوی کو ایک سال چھوڑے رکھا جب کہ اس نے قسم نہیں اٹھائی تھی، حضرت عائشہ نے اسے فرمایا کیا تو نے آیت ایلاء نہیں پڑھی ہے؟ کسی مرد کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو چار مہینوں سے زیادہ چھوڑے رکھے (اور اس کے قریب نہ جائے)

امام عبد بن حمید نے قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا جب کہ وہ خالد بن العاص المخزومی کو نصیحت کر رہی تھیں اس بارے میں کہ وہ طویل عرصہ اپنے بیوی کے قریب نہیں گئے تھے۔ آپ نے فرمایا اے خالد طویل عرصہ قریب نہ جانے کی روش سے بچ تو نے سنا ہے کہ اللہ نے میت کی بیوی کے لئے کتنی عدت مقرر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو چار مہینے انتظار کا حکم فرمایا ہے اور یہ طویل مدت مقرر فرماتی ہے۔

حضرت محمد بن مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ زیادہ مدت گزرنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے لیکن حضرت عائشہ نے اسے ڈرایا ہے اور یہ ارادہ فرمایا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے اور اسے ایلاء کی مشابہت سے ڈرایا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایلاء نہیں ہے مگر غضب کے ساتھ (1)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایلاء کی دو قسمیں ہیں: ایک ایلاء غضب میں ہوتا ہے اور دوسرا رضا میں ہوتا ہے۔ غضب میں ایلاء کی مدت جب چار مہینے گزر جائے تو عورت مرد سے جدا ہو جاتی ہے اور جو رضا میں ہوتا ہے اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے۔

عبد الرزاق، عبد بن حمید اور بیہقی نے عطیہ بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک بچہ جس کی والدہ فوت ہو گئی وہ میرا رشتہ دار تھا۔ میرے والد صاحب نے قسم اٹھائی کہ وہ میری ماں سے حقوق زوجیت ادا نہیں کرے گا حتی کہ وہ اس بچے کا دودھ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 502

چھڑادے۔ چار مہینے گزر گئے تو علماء نے کہا تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی ہے۔ میرے والد صاحب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اگر تو نے نقصان پہنچانے کی خاطر قسم اٹھائی تھی تو وہ تجھ سے جدا ہوگئی ورنہ نہیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ام عطیہ رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں ہمارا ایک بچہ پیدا ہوا وہ بڑا موٹا اور اچھی صحت کا تھا۔ لوگوں نے اس کے باپ کو کہا تم اس غلام کو اچھی غذا دیتے ہو۔ اس کے باپ نے کہا میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں اس کی ماں کے قریب نہیں جاؤں گا جب تک کہ یہ بچے کا دودھ نہیں چھڑا دیتی۔ لوگوں نے کہا اللہ کی قسم، تیری بیوی تجھ سے فارغ ہو گئی، وہ میاں بیوی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور مقدمہ پیش کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے اپنی طرف سے یہ قسم اٹھائی تھی یا اس پر غصہ کا اظہار کرتے ہوئے قسم اٹھائی تھی۔ اس بچہ کے والد نے کہا نہیں میں تو بچے کی اصلاح چاہتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اصلاح میں ایلاء نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں اپنی بیوی کے دو سال قریب نہیں جاؤں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میرا خیال ہے تو نے ایلاء ہی کیا ہے۔ اس شخص نے کہا میں نے اس لئے قسم اٹھائی تھی کہ وہ بچے کو اتنا عرصہ دودھ پلاتی رہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تو ایلاء نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید نے الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے اپنی بیوی کو کہا اللہ کی قسم میں تیرے قریب نہیں آؤں گا حتی کہ تو اپنے بچے کا دودھ چھڑا دے۔ حضرت علی نے فرمایا اللہ کی قسم یہ ایلاء نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید نے حماد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے قسم اٹھائی تھی کہ وہ اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا جب تک کہ وہ بچے کو دودھ پلاتی رہے گی۔ ابراہیم نے فرمایا میرے خیال میں ایلاء غصہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس الفیء (رجوع) غضب کے بعد ہوتا ہے، ابراہیم نے کہا میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا۔ حماد نے کہا میں بھی اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت یزید بن الاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر میں ابن عباس سے ملا اور کہا میں نے بہلل بنت یزید سے نکاح کیا ہے اور مجھے پتہ چلا ہے کہ اس کے حلق میں کوئی تکلیف ہے پھر کہا اللہ کی قسم میں نکل آیا اور اس سے بات نہ کی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا چار مہینے گزرنے سے پہلے تیرا اس کے ساتھ مجامعت کرنا ضروری ہے (2)۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت منصور رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابراہیم رحمہ اللہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے قسم اٹھائی تھی کہ وہ اپنی بیوی سے کلام نہیں کرے گا، پس اس کی مجامعت سے پہلے چار مہینے گزر گئے۔ ابراہیم نے فرمایا ایلاء جماع نہ کرنے کی قسم میں ہوتا ہے اور مجھے اس قسم کے ایلاء ہونے کا اندیشہ ہے (3)۔

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 6، صفحہ 451 (11631) 2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 446 (11604) 3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 448 (11613)

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب کوئی شخص ایک مہینہ یا دو مہینے یا تین مہینے کے لئے ایلاء کرے تو اس کی قسم پوری ہوگئی اور اس پر ایلاء کا حکم جاری نہ ہوگا۔

امام شافعی، عبد بن حمید اور بیہقی نے طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں چار مہینے سے کم مدت ایلاء نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید نے عطاء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر بیوی سے ایک مہینہ بھی ایلاء کرے گا تو اس پر ایلاء ہوگا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الحکم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک مہینہ اپنی بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم اٹھائی پھر اسے چھوڑے رکھا حتی کہ چار مہینے گزر گئے، تو النخعی نے فرمایا یہ ایلاء ہے، بیوی اس سے بائنہ ہوگئی ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت وبرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے دس دن بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم اٹھائی پھر اس پر چار مہینے گزر گئے، وہ حضرت عبداللہ کے پاس آیا تو انہوں نے اسے ایلاء بنا دیا۔

امام عبد بن حمید نے ابن ابی لیلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر ایک دن کے لئے ایلاء کیا تو وہ بھی ایلاء ہے۔

امام عبد بن حمید نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اللہ کی قسم میں تجھ سے آج رات وطی نہیں کروں گا۔ پس وہ اس وجہ سے اس کے قریب نہیں گیا۔ فرمایا اگر وہ اس کے قریب نہ گیا حتی کہ چار مہینے گزر گئے تو وہ ایلاء ہے۔

امام ابو عبید نے فضائل میں اور ابن المنذر نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے فَاِنْ فَآءُوْا فِيهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

امام عبد بن حمید نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الفیء سے مراد جماع ہے۔

امام عبد الرزاق، الفریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کئی طرق کے ذریعے روایت کیا ہے کہ الفیء سے مراد جماع ہے (1)۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ الفیء سے مراد جماع ہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ الفیء سے مراد رضا ہے (راضی ہونا)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ الفیء سے مراد رضا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مسروق نے کہا الفیء سے مراد جماع ہے ان سے کہا گیا آپ نے ان کے علاوہ دوسرے علماء سے یہ مسئلہ نہیں پوچھا، شعبی نے فرمایا میری نظر میں وہ اس سے بہت بلند ہیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الفیء سے مراد گواہ بنانا ہے۔

امام عبد الرزاق نے المصنف میں اور عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الفیء سے مراد جماع ہے اگر اس کو مرض یا قید کی وجہ سے کوئی عذر ہو تو زبان کے ساتھ رجوع کرے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، میاں، بیوی کے درمیان مرض یا سفر

1۔ مصنف عبد الرزاق، کتاب الایلاء، جلد 6، صفحہ 461 2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 462 (11677)

یا قید یا کوئی اور چیز حائل ہو تو معذور سمجھا جائے گا۔ پس اس کا گواہ بنانا رجوع ہوگا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابوالشعثاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہیں نے علقمہ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا جس نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا تھا۔ پھر وہ نفاس یا کسی دوسری وجہ سے اس کے ساتھ وطی نہیں کرسکتا تھا تو علقمہ نے فرمایا وہ دل اور زبان سے رجوع کرے اور اس پر راضی ہو جائے تو رجوع ہو جائے گا۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت ابوالشعثاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس کا زبان سے رجوع کرنا بھی رجوع ہوگا(1)۔ عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب وہ دل میں رجوع کرے گا تو یہ کافی ہوگا(2)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرے پھر چار مہینوں سے پہلے مجامعت کرلے تو اس پر (کفارہ نہیں ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یعنی اس قسم کو بخشنے والا ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ یہ امید رکھتے تھے کہ ایلاء کا کفارہ رجوع ہی ہے(3)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس پر کفارہ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر وہ رجوع کرنے لگا تو کفارہ دے گا۔ اگر رجوع نہیں کرے گا تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ اب عورت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہوگی۔

وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

''اور اگر پکا ارادہ کرلیں طلاق دینے کا تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے''۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے وَاِنْ عَزَمُوا السَّرَاحَ۔(4)

امام ابن جریر نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب ایلاء کی مدت چار ماہ گزر جائے تو اس پر کچھ بھی نہیں ہوگا حتی کہ توقف کیا جائے گا۔ خاوند اسے طلاق دے گا یا اسے روکے رکھے گا(5)۔

امام شافعی، ابن جریر اور بیہقی نے طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایلاء کرنے والے کو روک لیتے تھے ایک روایت میں ہے وہ ایلاء شمار نہیں کرتے تھے اگرچہ چار مہینے بھی گزر جائیں حتی کہ توقف کیا جائے گا(6)۔

امام مالک، شافعی، عبد بن حمید، ابن جریر اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ایک شخص نے

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 6، صفحہ 463 (11682) 2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 463 (11681) 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 511

4۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 6، صفحہ 453 (11643) 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 520 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 532

اپنی بیوی سے ایلاء نہیں کیا تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی اگر چہ چار مہینے گزر جائیں حتی کہ توقف کیا جائے گا یا تو خاوند طلاق دے گا یا رجوع کرے گا(1)۔

مالک، شافعی، عبد بن حمید، بخاری، ابن جریر اور بیہقی نے ابن عمر سے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں جس نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا پھر جب چار مہینے گزر جائیں گے تو توقف کیا جائے گا حتی کہ خاوند طلاق دے یا رجوع کرے(2)۔

امام بخاری اور عبد بن حمید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایلاء وہ جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے مدت گزرنے کے بعد کسی کے لئے حلال نہیں ہے مگر یہ کہ وہ معروف طریقہ سے روک لے یا انہیں طلاق دینے کا پختہ عزم کرے۔ جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے(3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور بیہقی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ شخص جو اپنی بیوی سے ایلاء کرے فرماتے ہیں چار مہینے گزرنے کے بعد توقف کیا جائے گا یا تو طلاق دے یا رجوع کرے(4)۔

امام شافعی، ابن جریر اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ کے سامنے بیان کیا گیا کہ ایک شخص قسم اٹھاتا ہے کہ وہ پانچ مہینے اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا، آپ ایسے شخص پر کسی قسم کا حکم نافذ نہ فرماتی تھیں حتی کہ توقف کیا جائے گا اور آپ فرماتی تھیں (چار) پانچ ماہ کے عرصہ کے بعد حکم کیسے نافذ کیا جا سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ اور تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ۔(5)

امام عبد الرزاق نے المصنف میں اور بیہقی نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے ابو ذر اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں مدت کے گزرنے کے بعد توقف کیا جائے گا یا رجوع کرے گا یا طلاق دے گا(6)۔

امام شافعی اور بیہقی نے حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے دس سے زیادہ صحابہ کا نظریہ پایا ہے کہ وہ فرماتے ہیں ایلاء کرنے والے کو روکا جائے گا(7)۔

امام ابن جریر، دار قطنی اور بیہقی نے سہیل بن ابی صالح عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے بارہ صحابہ کو پایا جو کہتے تھے کہ ایلا کرنے والے پر کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا حتی کہ چار مہینے گزر جائیں، پھر توقف کیا جائے گا، اگر وہ رجوع کرے تو فبہا ورنہ اسے طلاق دے گا(8)۔

امام بیہقی نے ثابت بن عبیدہ مولیٰ زید بن ثابت رحمہ اللہ بارہ صحابہ کرام سے روایت فرماتے ہیں کہ ایلاء سے طلاق نہ ہوگی حتی کہ توقف کیا جائے گا(9)۔

1۔ موطا امام مالک، کتاب الطلاق، جلد 2، صفحہ 556 (17) مطبوعہ بیروت　2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 377، مطبوعہ دار الفکر بیروت
3۔ صحیح بخاری، جلد 5 صفحہ 2026 (4985)
4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب الایلاء، جلد 7، صفحہ 378، مطبوعہ دار الفکر بیروت　5۔ ایضاً
6۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 6، صفحہ 457 (11658)　7۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب الایلاء، جلد 7، صفحہ 376
8۔ ایضاً جلد 7، صفحہ 377　9۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 376

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرات عمر بن الخطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، زید بن ثابت، ابن مسعود، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت فرماتے ہیں ایلاء ایک طلاق بائنہ ہے، جب رجوع کرنے سے پہلے چار مہینے گزر جائیں تو عورت اپنے نفس کی خود مالک ہوگی (1)۔

امام عبدالرزاق، الفریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں طلاق کی عزیمت چار ماہ گزرنے کے بعد ہے۔(2)

امام عبد بن حمید نے ایوب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ جب چار مہینے ایلاء کے بعد گزر جائیں تو عورت کو طلاق بائنہ ہو جاتی ہے اور وہ آگے نکاح کر سکتی ہے اور اس پر عدت نہیں ہے، ابن جبیر نے بتایا کہ ہاں ابن عباس کا یہی نظریہ تھا۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب مرد اپنی بیوی سے ایلاء کرے اور اسے چار مہینے گزر جائے تو اسے طلاق بائنہ ہو جاتی ہے، اس کے بعد وہ تین حیض عدت گزارے گی پھر اس کا خاوند اس کی عدت میں اسے نکاح کا پیغام بھیج سکتا ہے لیکن اس کے علاوہ کوئی شخص عدت میں اسے نکاح کا پیغام نہیں بھیج سکتا اور جب عدت گزر جائے گی تو پہلے خاوند اور کسی دوسرے شخص کو برابر نکاح کا پیغام بھیجنے کی اجازت ہوگی (3)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایلاء کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو عورت کو ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی اور اب نکاح کا پیغام اس کا پہلا خاوند اور کوئی دوسرا شخص عدت کے بعد ہی دے سکتے ہیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کوئی شخص اگر اپنی بیوی کو کہے کہ میں ایک سال تک تیرے قریب آؤں تو تجھے تین طلاق۔ اگر اب وہ سال گزرنے سے پہلے اس کے قریب جائے تو اسے تین طلاق واقع ہو جائیں گی اور اگر وہ اس کے قریب نہیں جاتا حتی کہ چار ماہ گزر جاتے ہیں تو عورت کو ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی اور اگر سال گزرنے سے پہلے وہ اس سے نکاح کر لیتا ہے پھر اس کے ساتھ وطی نہیں کرتا حتی کہ سال گزر جاتا ہے تو اس پر ایلاء کا حکم داخل نہیں ہوگا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ اگر ایک سال تک میں تیرے قریب آؤں تو تجھے طلاق، ابراہیم فرماتے ہیں اگر وہ اس کے قریب جائے گا تو وہ بائنہ ہو جائے گی۔ اگر وہ اس کے قریب نہیں جائے گا حتی کہ چار مہینے گزر جائیں گے تو عورت ایک طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی۔ اگر وہ اس سے دوبارہ نکاح کرے گا اور سال گزرنے سے پہلے اس سے وطی کرے گا تو وہ بائنہ ہو جائے گی۔ اگر اس کے قریب نہیں جائے گا حتی کہ چار ماہ گزر جائیں گے تو اس پر دوسرا ایلاء داخل ہو جائے گا۔

امام مالک نے سعید بن المسیب اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں جو شخص اپنی بیوی سے

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 6، صفحہ 454 (11641)	2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 454 (11640)

3۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 6، صفحہ 455 (11645)	4۔ مؤطا امام مالک، جلد 2، صفحہ 557 (18)، مطبوعہ بیروت

ایلاء کرے پھر چار مہینے گزر جائیں تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی اور عدت کے اندر خاوند کو رجوع کرنا جائز ہوگا (4)۔

امام مالک نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں غلام کا ایلاء آزاد آدمی کے ایلاء کی طرح واجب ہے اور غلام کا ایلاء دو ماہ ہے (1)۔

امام عبدالرزاق نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں غلام کا ایلاء دو ماہ ہے۔

امام عبدالرزاق نے معمر سے اور انہوں نے زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں غلام کا ایلاء لونڈی سے چار ماہ ہے۔ معمر عن قتادہ کے سلسلے سے روایت کیا ہے کہ غلام کا ایلاء آزاد عورت سے چار ماہ ہے۔ مالک نے عبداللہ بن دینار سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رات کو باہر نکلے اور ایک عورت کو یہ اشعار کہتے ہوئے سنا یہ رات طویل ہے اور اس کی اطراف تاریک ہیں اور مجھے اس بات نے بیدار رکھا ہے کہ میرا دوست نہیں جس کے ساتھ میں دل بہلاؤں۔ اللہ کی قسم اگر اللہ کی ذات کا مجھے خیال نہ ہوتا تو اس کے پہلو اس چارپائی سے حرکت کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حفصہ سے پوچھا کہ عورت خاوند کے بغیر کتنا عرصہ رہ سکتی ہے تو انہوں نے بتایا کہ چھ ماہ یا چار ماہ۔ حضرت عمر نے فرمایا میں لشکر میں سے کسی کو چار ماہ سے زیادہ نہیں روکوں گا۔

امام ابن ابی اسحٰق اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الاشراف میں حضرت سائب بن جبیر مولی ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے سائب نے صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنا کرتا تھا کہ ایک رات وہ مدینہ طیبہ کی گلیوں کا چکر لگا رہے تھے۔ آپ اکثر رات کو گشت کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ ایک عورت کے دروازے سے گزرے جو دروازہ بند کئے ہوئے اندر یہ اشعار پڑھ رہی تھی:

یہ رات طویل ہو چکی ہے اور اس کے ستارے اپنی بلندی کو پہنچ چکے ہیں اور مجھے اس بات نے بیدار کر رکھا ہے کہ دل بہلانے کے لئے میرا دوست نہیں۔ اللہ کی قسم اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات نہ ہوتی تو اس چارپائی سے اس کے پہلو حرکت کرتے۔ میں رات گزارتی غفلت میں نہ تعجب کرتی اور نہ کسی پر لعنت کرنے والی ہوتی، باطن لطیف ہوتا اور اس کو بستر اس کو نہ گھیرتا وہ مجھ سے مختلف انداز میں دل لگی کرتا گویا رات کی تاریکی میں اس کا ابرو چاند کی طرح ظاہر ہوا۔ اسے خوش کرتا جو اس کے قریب کھیلتا وہ مجھے اپنی محبت میں عتاب کرتا اور میں اسے عتاب کرتی لیکن میں رقیب اور نگران سے ڈرتی ہوں جو ہمارے نفسوں کی نگرانی کرتا ہے جس کا کاتب کبھی سست نہیں ہوتا اور کبھی اس سے کوتاہی نہیں ہوتی۔

پھر اس عورت نے کہا میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اپنے گھر میں وحشت محسوس کرنے اور خاوند کے غائب ہونے کی شکایت کروں گی اور اپنے اخراجات کی کمی کا بھی شکوہ کروں گی۔ عمر پر اللہ رحم فرمائے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت عمر نے اس کی طرف نفقہ اور لباس بھیجا اور اپنے عامل کی طرف لکھا کہ اس کے خاوند کو آزاد کر دے۔

امام ابن ابی الدنیا نے حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر نے اپنی بیٹی حفصہ سے پوچھا عورت کتنا

1۔ مؤطا امام مالک، جلد 2، صفحہ 558 (19)، مطبوعہ بیروت

عرصہ خاوند کے بغیر گزار سکتی ہے اس نے کہا چھ ماہ۔ حضرت عمر نے فرمایا یقیناً میں کسی شخص کو چھ ماہ سے زیادہ نہیں روکوں گا۔

امام الزبیر بن بکار نے الموفقیات میں محمد بن معن سے روایت کیا ہے فرمایا ایک عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور عرض کی اے امیر المومنین میرا خاوند دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے اور میں ناپسند کرتی تھی کہ میں آپ کی بارگاہ میں یہ شکوہ کروں کہ وہ طاعت الٰہی میں مصروف رہتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا اللہ تعالیٰ تجھے اپنے خاوند کی تعریف پر بہتر جزاء عطا فرمائے۔ وہ بار بار یہ جملہ کہتی رہی اور حضرت عمر جواب میں یہی کہتے رہے۔ وہاں کعب الاسدی موجود تھے، اس نے حضرت عمر سے کہا اے امیر المومنین اس کے اور اس کے خاوند کے درمیان فیصلہ کر۔ حضرت عمر نے فرمایا کیا اس نے اپنی بات میں کسی فیصلہ کا ذکر کیا ہے، کعب نے کہا یہ شکایت کر رہی ہے کہ اس کا خاوند اس سے دور رہتا ہے اور یہ اپنا حق طلب کر رہی ہے، حضرت عمر نے کعب کو کہا تم ہی اس کا فیصلہ کرو، تو نے ہی اس کی بات سمجھی ہے، حضرت کعب نے فرمایا اس کا خاوند پیش کرو، وہ آیا تو کعب نے اسے فرمایا تیری بیوی تیری شکایت کر رہی ہے۔ اس نے کہا کیا اس کے نفقہ میں کوئی کمی کی ہے، کعب نے کہا نہیں۔ اس وقت عورت نے یہ اشعار پڑھے:

اے قاضی میرے خاوند کو مسجد نے میرے پہلو میں سونے سے غافل کر دیا ہے، یہ دن رات سوتا نہیں ہے اور میں عورتوں کے حکم میں اس کی تعریف نہیں کرتی، اس کی عبادت میرے پہلو میں سونے سے عدم دلچسپی ہے۔ اے کعب فیصلہ کر اور متردد نہ ہو۔

خاوند نے کہا مجھے اس کے بستر پر سونے اور اس کے پردہ میں آنے سے اس بات نے غافل کر دیا ہے جو سورۂ نحل اور سبع طوال میں اور کتاب اللہ میں جو بڑے بڑے خوفناک ارشاد نازل ہوئے ہیں ان کی وجہ سے مجھے کسی بات سے دلچسپی نہیں ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا سب سے بہتر قاضی کا فیصلہ یہ ہے کہ اے شخص تجھ پر اس عورت کا حق ہے، عقل مند کو چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ پس تو اس کو اپنا حق دے اور لیت ولعل چھوڑ دے۔

پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے چار عورتوں کو مباح کیا ہے۔ پس تین دن اور تین راتیں تیرے لئے ہیں ان میں تو عبادت کیا کر اور ایک دن اور ایک رات اس عورت کے لئے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں رہا کہ میں تیری کس بات پر تعجب کروں۔ کیا تیری معاملہ فہمی پر یا تیرے ان کے درمیان فیصلہ پر جا میں نے تجھے بصرہ کی قضاء کا عہدہ سونپا ہے۔

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ایک عورت سامنے آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اپنے خاوند کو بلاؤ، وہ عورت کو تکلیف دیتا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ کے بندے تیری بیوی کیا کہتی ہے، اس شخص نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو عزت عطا فرمائی میرا سر اس سے کبھی خشک نہیں ہوا، عورت نے کہا مہینہ میں ایک مرتبہ بھی نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے عورت سے پوچھا کیا تو اس سے ناراض ہے؟ عورت نے کہا ہاں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم دونوں اپنے سر قریب کرو، پس آپ ﷺ نے عورت کی پیشانی، مرد کی پیشانی کے اوپر رکھی۔ پھر یہ دعا فرمائی اے اللہ ان کے درمیان الفت پیدا فرما، ان کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت عطا فرما۔ پھر رسول اللہ ﷺ چمڑے کے ایک بازار سے گزرے، اور آپ کے ساتھ حضرت عمر تھے۔ ایک عورت سر پر کھالیں اٹھائے ہوئی سامنے آئی۔ جب اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو کھالیں پھینک دیں اور آ کر نبی کریم ﷺ کے پاؤں چومنے لگی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرا اور تیرے خاوند کا کیا حال ہے، اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو عزت سے نوازا مجھے دوسرا اس سے زیادہ محبوب نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

امام ابو یعلی اور ابو نعیم نے دلائل میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اسی طرح کا واقعہ نقل فرمایا ہے۔

امام مسلم، ابو داؤد اور نسائی نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انسان کے ہر جوڑ پر ہر صبح صدقہ ہے۔ ملاقات کرنے والے پر سلام کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے، برائی سے منع کرنا صدقہ ہے، راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا صدقہ ہے۔ اپنی اہلیہ سے مجامعت صدقہ ہے، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری کرتا ہے اور اسے صدقہ کا ثواب ملتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اگر کوئی شخص حرام جگہ یہ عمل کرتا تو کیا گناہ گار نہ ہوتا (1)۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مالدار لوگ اجر میں بڑھ گئے۔ فرمایا کیا تم نمازیں نہیں پڑھتے، روزے نہیں رکھتے اور جہاد نہیں کرتے۔ میں نے عرض کی کیوں نہیں۔ وہ بھی ہماری طرح نماز، روزہ اور جہاد کرتے ہیں اور وہ صدقہ دیتے ہیں، ہم صدقہ نہیں دیتے، فرمایا تیرا ایسے شخص کی بات سننا جو سنا نہیں سکتا پھر تیرا اس حاجت کو بیان کرنا یہ بھی صدقہ ہے۔ تیرا کسی نابینا شخص کی راستہ کی طرف ہدایت کرنا صدقہ ہے اور ضعیف کی مدد کرنا بھی صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا بھی صدقہ ہے اور بیوی کے پہلو میں سونا بھی صدقہ ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی شخص اپنی خواہش پوری کرتا ہے اور اسے اجر ملتا ہے؟ فرمایا بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے اگر تو غیر محل میں ایسا کرتا تو کیا تجھ پر گناہ ہوتا (یا نہیں)؟ میں نے کہا گناہ ہوتا۔ فرمایا کیا تم شر کا شمار کرتے ہو اور نیکی کا حساب نہیں لگاتے (2)۔

امام بیہقی نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرا اپنی زوجہ سے جماع کرنا اس میں تیرے لئے اجر ہے، میں نے کہا اپنی شہوت کو پورا کرنے میں کیسے میرے لئے اجر ہوگا؟ فرمایا بتاؤ اگر تیرے لئے بیٹا پیدا ہو پھر وہ بڑا ہو تو اس سے خیر کی امید رکھتا ہو پھر وہ فوت ہو جائے تو کیا تجھے ثواب ہوگا؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کیا تو نے اسے پیدا کیا تھا؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے۔ فرمایا کیا تو نے اسے ہدایت دی تھی؟ میں نے کہا نہیں بلکہ اللہ نے

1۔ صحیح مسلم، جلد 5، صفحہ 197، (83) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ شعب الایمان (19) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اسے ہدایت دی تھی۔ فرمایا تو نے اسے رزق دیا تھا؟ میں نے کہا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے رزق دیا تھا۔ فرمایا اسے حلال میں رکھ اور اسے حرام سے بچا۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو اسے زندہ کرے گا۔ اگر چاہے گا تو اسے مارے گا اور تیرے لئے اجر ہوگا۔

امام ابن السنی اور ابونعیم نے الطب النبوی میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ہر جمعہ اپنی بیوی سے مجامعت کرے تو اس کے لئے دو اجر ہوں گے۔ ایک جمعہ کے غسل کا اجر اور دوسرا مجامعت کے غسل کا اجر۔

امام بیہقی نے سنن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں اپنے نفس کو جماع پر مجبور کرتا ہوں اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ایک ایسی روح نکالے گا جو اللہ کی تسبیح بیان کرے گی۔

امام عبد الرزاق نے المصنف میں حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور عرض کی کہ اس کا خاوند اس کے ساتھ مجامعت نہیں کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بلا بھیجا اور وجہ پوچھی تو اس نے کہا بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری طاقت ختم ہو گئی ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا کیا تو ہر مہینہ ایک مرتبہ مجامعت کرتا ہے۔ اس نے کہا اس سے تو زیادہ مرتبہ کرتا ہوں۔ حضرت عمر نے پوچھا کتنی مرتبہ کرتا ہے؟ اس نے کہا ہر طہر میں ایک مرتبہ۔ حضرت عمر نے عورت سے فرمایا تو چلی جا اس میں اتنی طاقت ہے جو ایک عورت کے لئے کافی ہے۔

وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَ لَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْۤ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْۤا اِصْلَاحًا ؕ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۲۸﴾

”اور طلاق دی ہوئی عورتیں روکے رکھیں اپنے آپ کو تین حیضوں تک اور جائز نہیں ان کے لئے کہ چھپائیں جو پیدا کیا ہے اللہ نے ان کے رحموں میں اگر وہ ایمان رکھتی ہوں اللہ پر اور روز آخرت پر ان کے خاوند زیادہ حقدار ہیں ان کو لوٹانے کے اس مدت میں اگر وہ ارادہ کرلیں اصلاح کا اور ان کے بھی حقوق ہیں (مردوں پر) جیسے مردوں کے حقوق ہیں ان پر دستور کے مطابق البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ عزت والا حکمت والا ہے“۔

امام ابوداؤد، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں اسماء بنت یزید بن السکن الانصاریہ سے مروی ہے فرماتی ہیں مجھے عہد رسالت

مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں طلاق دی گی اور پہلے مطلقہ کے لئے عدت نہیں ہوتی تھی، اس وقت اللہ تعالیٰ نے طلاق کے لئے عدت نازل فرمائی۔ فرمایا وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ سب سے پہلے ان کے متعلق طلاق کی عدت نازل ہوئی (1)۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص طلاق دیتا تھا تو اس کی عدت نہیں ہوتی تھی۔

امام ابوداؤد، نسائی اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ اور وَالّٰٓیِٔ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ (الطلاق:4) یہ آیات نازل ہوئیں تو ان میں عدت کا ذکر تھا۔ یہ آیت کریمہ نازل فرما کر غیر مدخول بہا عورتوں کی عدت سے استثناء فرما دی، ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا (الاحزاب:49) پھر تم انہیں طلاق دو اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ، پس تمہارے لئے ان پر عدت گزارنا ضروری نہیں ہے تم جسے شمار کرو (2)۔

امام مالک، شافعی، عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، النحاس، دارقطنی اور بیہقی نے سنن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ الاقراء سے مراد اطہار ہیں (3)۔

امام مالک، شافعی اور بیہقی نے حضرت ابن شہاب عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہ کے سلسلے سے روایت کیا ہے کہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن جب تیسرے حیض کے خون میں داخل ہوئی تو منتقل ہوگئی، ابن شہاب فرماتے ہیں میں یہ بات عمرہ بنت عبد الرحمٰن کے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا عروہ نے سچ کہا ان سے اس مسئلہ میں کئی لوگوں نے جھگڑا کیا۔ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ حضرت عائشہ نے فرمایا تم جانتے ہو اقراء کیا ہے؟ فرمایا اقراء اطہار ہیں۔ ابن شہاب فرماتے ہیں میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں نے ایک فقیہ کو یہ کہتے سنا ہے یہی مراد ہے جو حضرت عائشہ نے فرمایا ہے (4)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور بیہقی نے حضرات ابن عمر اور زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ اقراء سے مراد اطہار ہیں۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے مروی ہے کہ اقراء سے مراد حیض ہیں (5)۔

امام ابن جریر اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قروء سے مراد حیض ہیں (6)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قروء سے مراد حیض ہیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کی عدت تین حیض مقرر فرمائی پھر اس سے غیر مدخول بہا عورت جس کو طلاق دی گئی ہو اس کو عدت سے مستثنیٰ فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب نزول الآیۃ فی العدی، جلد 7، صفحہ 414

2۔ سنن نسائی، باب ما استثنیٰ من عدۃ المطلقات۔ جلد 3، صفحہ 187، مطبوعہ دار الریان للتراث قاہرہ

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 531

4۔ مؤطا امام مالک، باب ما جاء فی اقراء العدۃ، جلد 2، صفحہ 77-576 (55-54) مطبوعہ بیروت

5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 527

6۔ ایضاً

طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا (احزاب:49) اے ایمان والو جب تم نکاح کرو مومن عورتوں سے پھر تم انہیں طلاق دے دو اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ۔ پس تمہارے لئے ان پر عدت گزارنا ضروری نہیں ہے جسے تم شمار کرو۔ ایسی عورت اگر چاہے تو طلاق والے دن ہی دوسرے خاوند سے نکاح کرسکتی ہے، پھر ان تین حیضوں سے استثناء فرمائی ارشاد فرمایا وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ (الطلاق:4) اس سے مراد وہ بوڑھی عورتیں ہیں جنہیں حیض نہیں آتا وہ چھوٹی عورتیں ہیں جنہیں حیض نہیں آتا ان کی عدت تین ماہ ہے، اسی طرح حاملہ عورت بھی تین حیضوں والی کے حکم سے مستثنیٰ ہے اس کے متعلق ارشاد ہے اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق:4) اس کی عدت وضع حمل ہے۔

امام مالک، شافعی، عبد الرزاق، عبد بن حمید اور بیہقی نے عمرہ اور عروہ کے طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں جب عورت طلاق کے بعد تیسرے حیض میں داخل ہوگئی تو اپنے خاوند سے بائنہ ہو جائے گی اور دوسرے خاوندوں کے لئے حلال ہو جائے گی کہ وہ اسے نکاح کا پیغام بھیجیں۔ حضرت عمرہ فرماتی ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں القرء سے مراد طہر ہے حیض نہیں ہے (1)۔

امام مالک، الشافعی، عبد الرزاق، عبد بن حمید اور بیہقی، زید بن ثابت سے مروی ہے فرماتے ہیں جب مطلقہ تیسرے حیض میں داخل ہو تو عورت اپنے خاوند سے بائنہ ہو جائے گی اور دوسرے مردوں کے لئے پیغام نکاح کے لئے حلال ہو جائے گی (2)۔

امام مالک، شافعی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب مرد اپنی عورت کو طلاق دے پھر وہ تیسرے حیض میں داخل ہو جائے تو وہ مرد سے بری ہو جائے گی اور مرد اس سے بری ہو جائے گا، وہ اس کی وارث نہ ہوگی اور وہ اس کا وارث نہ ہوگا (3)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی پھر اس کو ترک (چھوڑ) کر دیا حتی کہ دو حیض گزر گئے، پھر اسے تیسرا حیض آیا، جب تیسرے حیض سے فراغت کے بعد غسل خانہ میں غسل کرنے کے لئے بیٹھی تو اس کا خاوند آیا اور تین مرتبہ کہا میں نے تجھ سے رجوع کر لیا، وہ دونوں میاں بیوی حضرت عمر کے پاس آئے۔ حضرت عمر نے ابن مسعود سے کہا، جب کہ وہ ان کے پہلو میں بیٹھے تھے، آپ کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہے؟ فرماتے ہیں میرا خیال تو یہ ہے کہ تیسرے حیض سے غسل کرنے سے پہلے تک یہ مرد اس کا زیادہ حق دار ہے۔ حضرت عمر نے کہا میری بھی یہی رائے ہے (4)۔

امام شافعی، عبد الرزاق، عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تیسرے حیض کا غسل کرنے سے پہلے تک مرد کو رجوع کا حق حاصل ہے، اگر تیسرے حیض تک رجوع نہ کیا حتی کہ اس نے تیسرے حیض کا غسل

1۔ موطا امام مالک، باب ماجاء فی اقراء العدۃ، جلد 2، صفحہ 576 (54) 2۔ ایضاً، جلد 20، صفحہ 578 57 (57-56)

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 578 (58)

4۔ سنن کبری از بیہقی، باب الاقراء والحیض، جلد 7، صفحہ 417، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کرلیا تو وہ دوسرے مردوں کے لئے حلال ہو جائے گی (1)۔

امام عبد الرزاق اور بیہقی نے حضرت ابو عبیدہ بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ابی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی پھر اس نے رجوع کیا جب کہ وہ تیسرے حیض میں داخل ہو چکی تھی، ابی نے فرمایا منافق کیسے فتویٰ دے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تجھے منافقت سے محفوظ رکھے اور ہمیں آپ کو منافق کہنے سے محفوظ فرمائے۔ اور اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ اسلام میں تجھ سے ایسا کوئی عمل سرزد ہو پھر تم فوت ہو جاؤ اور تم اس مسئلہ کو بیان نہ کرو۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ جب تک تیسرے حیض کا غسل نہ کرے اور نماز حلال نہ ہو جائے تو یہ مرد اس کا زیادہ حق دار ہے (2)۔

امام بیہقی نے حضرت الحسن رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت عمر، عبد اللہ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دے پھر اسے تین حیض آئیں، پھر مرد اس کے غسل کرنے سے پہلے طلاق دے دے تو غسل سے پہلے مرد اپنی بیوی کا زیادہ حق دار ہے (3)۔

امام وکیع نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حیض والی عورت میں حیض ہی شمار ہوں گے اگرچہ اسے سال میں ایک مرتبہ ہی حیض آتا ہو۔

امام مالک اور شافعی نے محمد بن یحییٰ بن حیان سے روایت کیا ہے کہ ان کے دادا کے نکاح میں ایک ہاشمیہ اور ایک انصاریہ عورت تھی انہوں نے انصاریہ کو طلاق دے دی جب کہ وہ بچے کو دودھ پلا رہی تھی اس کو سال کا عرصہ گزر گیا، پھر خاوند ہلاک ہو گیا اور اسے حیض نہ آیا تھا۔ انصاریہ نے دعویٰ کیا کہ میں اس کی وارث ہوں کیونکہ مجھے ابھی تک حیض نہیں آیا، لوگ جھگڑا لے کر حضرت عثمان کے پاس پہنچے، آپ نے انصاریہ کے لئے میراث کا فیصلہ فرما دیا، ہاشمیہ عورت نے حضرت عثمان کو ملامت کیا حضرت عثمان نے فرمایا یہ تمہارے چچا کے بیٹے کا عمل ہے، حضرت عثمان کا اشارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا (4)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا کہ جب مرد عورت کو حیض کی حالت میں طلاق دے دے تو وہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا۔

امام عبد الرزاق نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرء سے مراد طہر نہیں، حیض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ، اس آیت میں اللہ تعالیٰ لقروئهن نہیں فرمایا۔

امام شافعی نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری شخص جس کا نام حبان بن منقذ تھا اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی جب کہ وہ صحیح سلامت تھی اور ان کی بیوی اس کی بچی کو دودھ پلا رہی تھی۔ پس سترہ مہینے اس

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب الاقراء والحیض، جلد 7، صفحہ 417، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

4۔ مؤطا امام مالک، باب طلاق المریض، جلد 2، صفحہ 572 (43) مطبوعہ بیروت

5۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب الاعتداد بالحیضة التی ،الخ، جلد 7، صفحہ 418

عورت کو حیض نہ آیا اور دودھ پلانا ہی حیض سے مانع تھا۔ پھر حیان مریض ہو گیا، میں نے کہا آپ کی بیوی تمہاری وارثت کا دعویٰ کرتی ہے، حیان نے اپنے خاندان والوں کو کہا۔ مجھے عثمان کے پاس اٹھا کر لے جاؤ، وہ اسے اٹھا کر لے گئے تو انہوں نے اپنی بیوی کے بارے ذکر کیا، حضرت عثمان کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے اور زید بن ثابت بھی موجود تھے، حضرت عثمان نے ان دونوں حضرات سے پوچھا تمہاری اس مسئلہ میں کیا رائے ہے؟ دونوں نے فرمایا ہماری رائے یہ ہے کہ اگر یہ شخص مرجائے تو عورت وارث ہوگی اور عورت مرجائے تو مرد اس کا وارث ہوگا۔ یہ ان عورتوں سے نہیں ہے جو حیض سے مایوس ہوتی ہیں اور نہ یہ ان باکرہ عورتوں سے ہے جو ابھی حیض کی عمر کو نہیں پہنچی ہیں۔ پھر یہ حیض پر ہی عدت گزارے گی خواہ کم عرصہ میں پوری ہو یا زیادہ عرصہ میں پوری ہو۔ حیان نے اپنی بیوی سے اپنی بچی لے لی، جب دودھ پلانا نہ رہا تو عورت کو حیض شروع ہوا پھر دوسرا حیض آیا پھر حیان فوت ہو گیا جب کہ ابھی عورت کو تیسرا حیض نہیں آیا تھا، تو اس عورت نے متوفی عنہا زوجہا کی عدت گزاری اور خاوند کی وارثت سے حصہ لیا۔

امام ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارقطنی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، لونڈی کی طلاق، دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں (1)۔ ابن ماجہ اور بیہقی نے ابن عمر سے اسی کی مثل مرفوع حدیث روایت کی ہے (2)۔

امام عبدالرزاق اور بیہقی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں طلاق مردوں کے اعتبار سے ہے اور عدت عورتوں کے اعتبار سے ہے (3)۔

امام عبدالرزاق اور بیہقی نے حضرت علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں طلاق مردوں کے اعتبار سے ہوگی اور عدت عورتوں کے اعتبار سے ہوگی (4)۔

امام مالک اور بیہقی نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں طلاق، مردوں کے لئے ہے اور عدت عورتوں کے لئے ہے (5)۔

امام مالک نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مستحاضہ کی عدت ایک سال ہے (6)۔

وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عورت اپنے حمل کو چھپاتی تھی حتی کہ وہ دوسرے خاوند کے لئے کردیتی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس آیت میں اس سے منع فرمایا ہے (7)۔

1۔ جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، باب طلاق الامۃ، جلد 40، صفحہ 286 (1182)، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 537 (2079)

3۔ سنن کبری از بیہقی، باب الطلاق بالرجال والعدۃ بالنساء، جلد 7، صفحہ 369

4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 370

5۔ مؤطا امام مالک، باب جامع عدۃ الطلاق، جلد 2، صفحہ 582 (70) مطبوعہ داراحیاء بیروت

6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 583 (71)

7۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 539

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ عورتیں اپنے حملوں کو چھپاتی ہیں اور دوسرے خاوند کی طرف منسوب کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات سے منع فرمایا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت میں مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْۤ اَرْحَامِهِنَّ سے مراد حمل اور حیض ہے، عورت اگر حاملہ ہو تو اس کے لئے حمل کو چھپانا حلال نہیں ہے۔ اگر حائضہ ہو تو حیض کو نہ چھپائے (1)۔

امام عبد الرزاق، سعید بن منصور، عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْۤ اَرْحَامِهِنَّ سے مراد حیض اور بچہ ہے مطلقہ کے لئے یہ کہنا جائز نہیں کہ میں حائضہ ہوں جب کہ وہ حیض سے نہ ہو اور نہ یہ کہے کہ میں حاملہ ہوں، اور جب کہ وہ حاملہ نہ ہو اور یہ نہ کہے کہ میں حاملہ نہیں جب کہ وہ حاملہ ہو (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْۤ اَرْحَامِهِنَّ سے مراد حمل ہے اور یہ خبر بھی پہنچی ہے کہ اس سے مراد حیض ہے (3)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد حیض ہے (4)۔

امام سعید بن منصور اور بیہقی نے عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْۤ اَرْحَامِهِنَّ سے مراد حیض ہے (5)۔

وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب مرد اپنی بیوی کو ایک طلاق دے یا دو طلاقیں دے جب کہ وہ حاملہ ہو تو وضع حمل تک رجوع کا خاوند حق دار ہے اور عورت کے لئے اپنے حمل کو چھپانا حلال نہیں ہے (6)۔

امام ابن المنذر نے حضرت مقاتل بن حبان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ سے مراد عدت کے اندر رجوع کرنا ہے۔ یہ غفار قبیلہ کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی۔ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی جب کہ اسے عورت کے حمل کے متعلق علم نہ تھا پھر اس سے رجوع کر لیا اور اسے اپنے گھر واپس لے آیا۔ پھر اس نے بچہ جنم دیا اور مر گئی اور اس کا بچہ بھی مر گیا۔ اس کے تھوڑے دنوں بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ پس اس آیت نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے مردوں کے لئے بیان فرمایا کہ انہوں نے عورتوں کو طلاق کیسے دینی ہے اور کیسے عورتوں نے انتظار کرنا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 537
2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 420
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 536
5۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 420
5۔ ایضاً
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 541

وکیع، عبد بن حمید، ابن جریر اور بیہقی نے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تین قروء کے اندر مرد کو رجوع کرنے کا حق ہے(1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ مرد عدت میں رجوع کرنے کا زیادہ حق دار ہے(2)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عدت میں مرد کو رجوع کا زیادہ حق ہے(3)

وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔

امام ابن جریر نے الضحاک سے روایت کیا ہے کہ جب عورتیں اللہ کی اطاعت کریں اور اپنے خاوند کی اطاعت کریں تو مرد پر لازم ہے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے، اسے تکلیف نہ دے اور کشادگی کے ساتھ اس پر خرچ کرے(4)۔

امام ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے)، نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن الاحوص رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خبردار تمہاری عورتوں پر تمہارا حق ہے اور تمہاری عورتوں کے لئے تم پر حق ہے، تمہارا حق تمہاری عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں تمہارے ناپسندیدہ لوگوں کو اجازت نہ دیں، خبردار اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان؟ کے لباس اور طعام کے سلسلہ میں حسن ادائیگی کا مظاہرہ کرو(5)۔

امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت معاویہ بن حیدہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ عورت کا مرد پر کیا حق ہے؟ فرمایا جب تو کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب تو خود پہنے تو اسے بھی پہنائے اور اس کے چہرے پر نہ مار، اسے برا بھلا نہ کہہ اور نہ اسے جھڑک مگر گھر کے اندر(6)۔

امام ابن عدی نے قیس بن طلق عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے تو جلدی فارغ نہ ہوتی کہ عورت بھی اپنی خواہش پوری کرلے جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنی حاجت پوری کرنا پسند کرتا ہے۔

امام عبدالرزاق اور ابویعلی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ سے جماع کرے تو اسے چاہیے کہ اس کی تصدیق چاہے۔ اگر عورت سے پہلے فارغ ہو جائے تو جلدی نہ کرے اور عبدالرزاق کے الفاظ میں ہے اگر اپنی حاجت پوری کرلے اور ابھی عورت نے حاجت پوری نہ کی ہو تو جلدی سے دور نہ ہو۔

امام وکیع، سفیان بن عیینہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں پسند کرتا ہوں کہ میں اپنی عورت کے لئے زیب وزینت کروں جیسا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ عورت میرے لئے زیب وزینت کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ** اور میں پسند

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 542　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً　4۔ تفسیر طبری، جلد 2، صفحہ 543

5۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 5، صفحہ 88 (1163) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

6۔ سنن ابن ماجہ، باب حق المرأۃ علی الزوج، جلد 2، صفحہ 417 (1850)

نہیں کرتا کہ میں اس سے اپنے تمام حقوق حاصل کرلوں کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔(1)

امام ابن ماجہ نے ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نورہ لگایا اور اپنے ہاتھ سے زیر ناف بال دور کئے (2)۔

امام الخرائطی نے مساوی الاخلاق میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو کوئی شخص نورہ لگاتا تھا۔ جب وہ پیٹ کے نیچے کے حصہ تک پہنچتا تو پھر آپ ﷺ خود لگاتے تھے۔

امام الخرائطی نے حضرت محمد بن زیاد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ میرا پڑوسی تھا۔ وہ حمام میں داخل ہوتا تھا۔ میں نے کہا تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہو اور حمام میں داخل ہوتے ہو، ثوبان نے کہا رسول اللہ ﷺ حمام میں داخل ہوتے تھے پھر زیر ناف بالوں پر نورہ لگاتے تھے۔

امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر مہینہ میں نورہ لگاتے تھے اور ہر پندرہ دن میں ناخن کاٹتے تھے۔

امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ گھر میں داخل ہو کر رسول اللہ ﷺ پہلا کام کیا کرتے تھے؟ فرمایا مسواک کرتے تھے (3)۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں درجہ سے مراد فضیلت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر جہاد کی فضیلت عطا فرمائی، مرد کو عورت پر میراث میں بھی فضیلت حاصل ہے اور دوسری تمام چیزوں ہیں جن میں اللہ نے مردوں کو فضیلت عطا فرمائی (4)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں مردوں کو عورت پر یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ مرد، عورت کو طلاق دے دے تو اس کے لئے اس معاملہ میں کچھ اختیار نہیں ہے۔

امام وکیع، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں درجہ سے مراد امارت ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 544
2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 261 (37521)
3۔ صحیح مسلم الکتاب الطہارۃ، جلد 4، صفحہ 123 (43) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 544

''طلاق دو بار ہے پھر یا تو روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے احسان کے ساتھ اور جائز نہیں تمہارے لئے کہ لوتم اس سے جو تم نے دیا ہے انہیں کچھ بھی بجز اس کے کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کی حدوں کو پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کی حدوں کو تو کوئی حرج نہیں ان پر کہ عورت کچھ فدیہ دے کر جان چھڑا لے۔ یہ حدیں ہیں اللہ کی سو ان سے آگے نہ بڑھو اور جو کوئی آگے بڑھتا ہے اللہ کی حدوں سے سو وہی لوگ ظالم ہیں''۔

امام مالک، شافعی، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے اپنی سنن میں ہشام بن عروہ عن ابیہ کے سلسلے سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مرد جب اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا تو پھر عدت کے ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا تھا تو یہ اس کے لئے جائز ہوتا ہے اگر چہ وہ اس کو ہزار مرتبہ طلاق دے دیتا تھا، ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کرتا تو اسے طلاق دیتا پھر جب عدت کے گزرنے کا وقت قریب آتا تو رجوع کر لیتا پھر اسی طرح طلاق دیتا۔ پھر کہتا اللہ کی قسم میں تجھے نہ کبھی پناہ دوں گا اور نہ کبھی تو دوسروں کے لئے حلال ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ پس اس دن سے لوگوں نے نئے سرے سے طلاق دی، پس ان میں سے بعض نے طلاق دی اور بعض نے طلاق نہ دی (1)۔

امام ترمذی، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے سنن میں ہشام بن عروہ عن ابیہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا لوگوں کی یہ کیفیت تھی کہ ایک شخص اپنی بیوی کو جتنی طلاقیں دینا چاہتا تھا دے سکتا تھا وہ طلاق دیتا عورت ابھی عدت میں ہوتی تو پھر رجوع کر لیتا، اگر چہ وہ کتنی ہی طلاق دیتا رہتا۔ حتی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا اللہ کی قسم میں کبھی تجھے طلاق نہیں دوں گا کہ تو مجھ سے جدا ہو جائے اور نہ میں تجھے اپنے پاس رکھوں گا، عورت نے کہا یہ کیسے ہوگا؟ اس نے کہا میں تجھے طلاق دوں گا۔ پھر جب تیری عدت گزرنے کے قریب ہوگی تو میں تجھ سے رجوع کر لوں گا۔ وہ عورت حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہوئی اور اپنا معاملہ عرض کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے حالات سن کر خاموش رہیں حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، پھر اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسئلہ پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے حتی کہ یہ ارشاد نازل ہوا اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر لوگوں نے نئے سرے سے طلاق دینی شروع کی بعض نے طلاق دی اور بعض نے طلاق نہ دی (2)۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں پہلے طلاق کی کوئی تعداد متعین نہ تھی، مرد عورت کو طلاق دیتا پھر رجوع کر لیتا تھا۔ وہ جب تک عدت میں ہوتی وہ اس سے رجوع کر لیتا۔ ایک شخص اور اس کی اہلیہ کے درمیان یہی مسئلہ پیدا ہوا تو اس نے بیوی سے کہا اللہ کی قسم میں تو تجھے ایسا بنا دوں گا کہ نہ تو مطلقہ ہوگی اور نہ خاوند والی ہو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 548، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ جامع ترمذی، باب ماجاء فی الطلاق المعتوہ، جلد 1، صفحہ 143، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ

گی۔ وہ اسے طلاق دیتا جب عدت گزرنے کے قریب ہوتی تو رجوع کر لیتا پس اس نے یہ معاملہ کئی دفعہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ پس ان کے لئے تین طلاقیں مقرر فرمائیں ایک اور دو طلاقوں تک رجوع کر سکتا ہے، تیسری طلاق کے بعد رجوع کا حق نہیں ہے حتیٰ کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح کر لے۔

امام ابن النجار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس ایک عورت آئی اور طلاق کے متعلق پوچھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔

امام ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَ لَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ (بقرہ:228) کی آیت کریمہ نازل ہوئی کیونکہ ایک مرد اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا پھر وہی شخص رجوع کا زیادہ حق دار سمجھا جاتا تھا اگرچہ وہ تین مرتبہ بھی طلاق دے چکا ہوتا تھا پس یہ حکم منسوخ کر دیا فرمایا اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ (1)

امام عبد الرزاق نے حضرت ثوری رحمہ اللہ سے اور انہوں نے بعض فقہاء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص اپنی بیوی کو جتنی طلاقیں چاہتا دے دیتا اور اس پر کوئی عدت نہیں ہوتی تھی۔ پس وہ دوسرے خاوند سے نکاح کر لیتی تھی اگر وہ چاہتی تھی۔ ایک غیرت مند شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کسی اور سے نکاح کر لے گی اور اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ کسی اور کا ہو جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ پس اس آیت کریمہ نے باقی ہر طلاق کو منسوخ کر دیا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہر طلاق کے لئے ایک حیض ہے۔ پس اس آیت کریمہ سے ماقبل طلاق کی تمام صورتوں کو منسوخ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے طلاق کی حد تین متعین فرمائی۔ اگر مرد نے بیوی کو تین طلاقیں نہ دی ہوں تو جب تک وہ عدت میں ہے مرد کو رجوع کا زیادہ حق ہے۔

امام وکیع، عبد الرزاق، سعید بن منصور، احمد، عبد بن حمید، ابوداؤد (نے الناسخ میں)، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، النحاس، ابن مردویہ، بیہقی نے ابورزین الاسدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ؟! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ۔ پھر تیسری طلاق کا کہاں ذکر ہے؟ فرمایا تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ تیسری طلاق کا ذکر ہے۔

ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا ہے اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ، پھر تیسری طلاق کا ذکر کیا ہے فرمایا

1۔ سنن نسائی، باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث، جلد 5، صفحہ 212، مطبوعہ دار الریان للتراث قاہرہ

التسریح باحسان۔ تیسری طلاق کا ذکر ہے(1)۔

امام الطستی نے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ان سے پوچھا کہ مجھے اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ۔ کے متعلق کچھ بتائیے کیا عرب زمانہ جاہلیت میں تین طلاقیں جانتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں، عرب تین طلاقیں قطع تعلق کرنے والی جانتے تھے، کیا تو نے اعشیٰ کا قول نہیں سنا کہ اسے اس کی بیوی کے رشتہ داروں نے پکڑ لیا اور کہا ہم تجھ سے ڈنڈا نہیں اٹھائیں گے حتی کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے، تو نے اسے بہت تکلیف دی ہے۔ اس نے کہا اے میری بیوی تجھے طلاق ہے۔ اسی طرح لوگوں کے امور طے ہوتے ہیں، اور تو مصیبت ہے۔ عورت کے رشتہ داروں نے کہا اللہ کی قسم ہم تجھ سے لاٹھی نہیں اٹھائیں گے جب تک کہ تو اسے تین طلاقیں نہیں دے گا، اعشی نے کہا

تو مجھ سے جدا ہو جا، جدائی لاٹھی سے بہتر ہے، لاٹھی میرے سر پر چمکتی رہے گی۔

عورت کے رشتہ داروں نے کہا لاٹھی نہیں اٹھائیں گے جب تک تو اسے تین طلاقیں نہیں دے گا۔ اعشی نے کہا تو مجھ سے جدا ہو جا اے محفوظ فرج والی، کسی قسم کی تجھ پر مذمت نہیں ہے۔ اسی طرح تو ہم میں ٹھہری رہی اسی طرح تجھے......؟ تو کسی قبیلہ کے نوجوان کا مزا چکھ لے میں بھی تیری طرح لوگوں کی لڑکیوں کا مزا چکھنے والا ہوں۔

امام نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عورت کے حیض سے پاک ہونے کے بعد جماع سے پہلے ایک طلاق دے پھر جب اسے حیض آئے، پھر پاک ہو تو دوسری طلاق دے پھر اس کو چھوڑے رکھے حتی کہ وہ پھر پاک ہو جائے اس کے بعد اگر چاہے تو طلاق دے(2)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مرد اپنی بیوی کو طہر کی حالت میں جماع سے پہلے طلاق دے، پھر جب اسے حیض آئے پھر پاک ہو تو اس کا ایک قرء مکمل ہوا۔ پھر دوسری طلاق دے پھر اسے دوسرا حیض آئے تو یہ دو طلاقیں ہوئیں اور دو قرء ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے تیسری طلاق کا ذکر فرمایا فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ پھر وہ اسے اگر چاہے تو اس طہر میں طلاق دے دے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن میں التسریح سے مراد طلاق ہے، بیہقی سے سدی کے طریق سے ابو مالک اور ابو صالح عن ابن عباس اور عن مرہ عن ابی مسعود رضی اللہ عنہم اور دوسرے صحابہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ یہ وہ حد ہے جہاں تک انسان رجوع کر سکتا ہے، یعنی جب ایک طلاق دے یا دو طلاقیں دے پھر روک لے اور معروف طریقہ سے اس سے رجوع کرے یا خاموش رہے، حتی کہ اس کی عدت گزر جائے۔ پس ایسی صورت میں مرد زیادہ حق دار ہوگا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب مرد اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے تو اسے تیسری طلاق دینے میں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ پھر اگر وہ اسے معروف طریقہ سے روک لے تو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 550   2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 548

پھر اس سے حسن سلوک سے پیش آئے یا اچھے انداز سے اسے چھوڑ دے اور اس کے حق میں سے کچھ ظلماً نہ لے (1)۔

امام شافعی، عبدالرزاق، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ جب وہ نکاح کرتے تو کہتے میں نے تجھ سے نکاح کیا فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ پر جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے۔

امام ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ترین حلال طلاق ہے (2)۔

امام البزار نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو طلاق نہ دو مگر تہمت اور شک کی بنیاد پر۔ اللہ تعالیٰ مزہ چکھنے والے مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں فرماتا (یعنی آج ایک سے نکاح کیا اسے طلاق دے دی پھر دوسری عورت سے نکاح کیا اسے طلاق دے دی)

امام عبدالرزاق نے حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ اللہ تعالیٰ نے سطح زمین پر عتاق سے زیادہ محبوب چیز پیدا نہیں کی اور اللہ تعالیٰ نے سطح زمین پر طلاق سے زیادہ مبغوض چیز پیدا نہیں کی۔

امام عبدالرزاق اور بیہقی نے حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بطال نے مدینہ میں اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی پھر اپنا مسئلہ حضرت عمر کے پاس لے آیا اور کہا میں تو دل لگی کر رہا تھا۔ حضرت عمر نے درہ بلند کیا اور فرمایا تیرے لئے تین طلاقیں کافی ہیں (3)۔

امام سعید بن منصور اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے متعلق فرمایا، جس نے اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دی تھیں، تین طلاقیں ہوگئیں۔ اب وہ اس مرد کے لئے حلال نہیں ہے حتی کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح کرلے۔ فرمایا اگر اس نے ایسا کیا تو میں اسے سزا دوں گا (4)۔

امام بیہقی نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے طریق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جس شخص نے اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دیں وہ اس کے لئے حلال نہیں حتی کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرلے (5)۔

امام بیہقی نے حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ کے طریق سے ایک صحابی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں۔ آپ نے فرمایا تین طلاقوں نے تجھ پر وہ عورت حرام کردی ہے اور باقی طلاقوں کو اپنی عورتوں پر تقسیم کردے (6)۔

امام عبدالرزاق اور بیہقی نے علقمہ بن قیس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک شخص نے گزشتہ رات اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں۔ میں نے پوچھا کیا تو نے یکبارگی یہ طلاقیں دی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 548

2۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، جلد 2، صفحہ 504 (2018) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب امضاء الثلاث الخ، جلد 7، صفحہ 334 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 435

تھیں؟ اس نے کہا ہاں فرمایا تو اپنی عورت کو جدا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا ایسا ہو گیا جیسا تو نے کہا تھا۔
فرماتے ہیں ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو گزشتہ رات ستاروں کی تعداد کے برابر طلاقیں دے دی ہیں اور پوچھا کہ تو نے اسے یک بارگی یہ کہا تھا؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا تو اپنی بیوی کو جدا کرنا چاہتا تھا؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا اسی طرح ہے جیسا تو نے کہا ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے طلاق کا امر بیان فرمایا ہے۔ پس جس نے اپنی بیوی کو طلاق دی جیسا کہ اللہ نے حکم فرمایا ہے۔ پس اس کے لئے حکم بیان کر دیا گیا ہے اور جس نے اپنے اوپر معاملہ کو خلط ملط کیا تو میں بھی اس کے ساتھ ایسا ہی کروں گا۔ اللہ کی قسم تم اپنے اوپر معاملہ کو خلط ملط نہیں کرو گے اور ہم اس کو اسی طرح تم پر محمول کریں گے جیسا تم کہو گے (1)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس عورت کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دی گئی ہیں وہ مدخول بہا عورت کی طرح ہے (2)۔

امام مالک، شافعی، ابوداؤد اور بیہقی نے محمد بن ایاس بن البکیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں جب کہ ابھی تک اس نے دخول نہیں کیا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ اس سے نکاح کرنا چاہا، وہ مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا تو میں اس کے ساتھ گیا تا کہ اس کے لئے مسئلہ پوچھوں۔ اس نے ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عباس سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہمارا خیال تو یہ ہے کہ جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے اس وقت تک تو اس سے نکاح نہیں کر سکتا ہے۔ اس نے کہا میں نے اسے یک بارگی طلاقیں دی تھیں۔ ابن عباس نے فرمایا جو کچھ تیرے ہاتھ میں تھا وہ تو نے چھوڑ دیا ہے (3)۔

امام مالک، شافعی، ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت معاویہ بن ابی عیاش الانصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ عبد اللہ بن زبیر اور عاصم بن عمر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس محمد بن ایاس بن بکیر آیا اور کہا کہ ایک دیہاتی نے اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دی ہیں، تمہاری اب کیا رائے ہے۔ ابن الزبیر نے کہا ہمارے اس مسئلہ میں کوئی قول نہیں ہے، تم ابن عباس اور ابو ہریرہ کے پاس جاؤ، میں ان دونوں کو حضرت عائشہ کے پاس چھوڑ کر آیا ہوں، ان سے جا کر پوچھو، وہ گئے اور مسئلہ دریافت کیا تو ابن عباس نے ابو ہریرہ سے کہا اے ابو ہریرہ فتویٰ دو، تمہارے پاس ایک مشکل مسئلہ آیا ہے، ابو ہریرہ نے فرمایا ایک طلاق تجھ سے اسے جدا کر دیتی ہے اور تین اسے حرام کر دیتی ہیں حتیٰ کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے، ابن عباس نے بھی اسی طرح فرمایا (4)۔

امام مالک، شافعی اور بیہقی نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے پاس اس شخص کا مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا جس نے اپنی بیوی کو چھونے سے پہلے تین طلاقیں دی تھیں، میں نے کہا باکرہ کی ایک طلاق ہے، عبد اللہ بن عمرو نے فرمایا تو فیصلہ کرنے والا ہے، ایک اس کو جدا کر دیتی ہے اور تین اسے حرام کر دیتی ہیں حتیٰ کہ وہ

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب امضاء الثلاث الخ، جلد 7، صفحہ 435 2۔ ایضاً
3۔ مؤطا امام مالک، باب طلاق البکر، جلد 2، صفحہ 579 (37) مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 571 (38)

کسی دوسرے خاوند سے نکاح کر لے (1)۔

امام شافعی اور بیہقی نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص ابن عباس کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں۔ فرمایا ہم تین کو لیتے ہیں اور ستانوے کو چھوڑ دیتے ہیں (2)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہیں ہے حتی کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح کر لے (3)۔ بیہقی نے قیس بن ابی حازم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے مغیرہ بن شعبہ سے مسئلہ پوچھا تو میں بھی وہاں موجود تھا، اس نے پوچھا اس نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں۔ مغیرہ نے فرمایا تین نے اسے حرام کر دیا اور ستانوے اضافی ہیں (4)۔

امام طبرانی اور بیہقی نے حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عائشہ خثعمیہ رضی اللہ عنہا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو عائشہ خثعمیہ نے کہا، جناب کو خلافت مبارک ہو! حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں اور تو خوشی کا اظہار کر رہی ہے، جا تجھے تین طلاقیں ہیں۔ فرماتے ہیں اس نے اپنے کپڑے لپیٹ لئے اور عدت گزرنے تک بیٹھی رہی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف بقیہ مہر اور دس ہزار بطور صدقہ بھیجے۔ جب مال پہنچانے والا اس کے پاس پہنچا تو حضرت عائشہ خثعمیہ رضی اللہ عنہا نے کہا جدائی کرنے والے حبیب کی طرف سے یہ تھوڑا مال ہے۔ جب حضرت حسن کو اس کی یہ بات پہنچی تو آپ رونے لگے اور فرمایا، اگر میں نے اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ سنا ہوتا (یا فرمایا) میرے باپ نے مجھے بیان نہ کیا ہوتا کہ جو شخص اقراء کے وقت اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے یا فرمایا غیر مدخول بہا کو تین طلاقیں دے تو وہ اس شخص پر حلال نہیں ہے حتی کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح کر لے، تو میں اس عورت سے رجوع کر لیتا (5)۔

امام شافعی، ابوداؤد، حاکم اور بیہقی نے حضرت رکانہ بن عبد یزید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اس نے اپنی بیوی سہیمہ کو تین طلاقیں دے دیں پھر اس نے اپنے اس واقعہ کی اطلاع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیش کی اور کہا کہ میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم تو نے فقط ایک کا ارادہ کیا تھا؟ اس نے کہا اللہ کی قسم میں نے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ عورت اس کو واپس کر دی، پھر اس نے دوسری طلاق حضرت عمر کے زمانہ میں دی تھی اور تیسری عثمان کے زمانہ میں دی تھی (6)۔

امام ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور بیہقی نے عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ عن ابیہ عن جدہ رکانہ کے سلسلے سے روایت کیا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔

1۔ مؤطا امام مالک، جلد 2، صفحہ 570 (38) 2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب جعل الثلاث واحدا، جلد 7، صفحہ 337

3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 335، باب امضاء الثلاث ان کن مجموعات 4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 336 5۔ ایضاً

6۔ مستدرک حاکم، صفحہ 218 (2808) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

آپ ﷺ نے پوچھا تیرا اس سے کیا ارادہ تھا؟ اس نے کہا ایک طلاق، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم تو نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا؟ اس نے کہا اللہ کی قسم میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا۔ فرمایا وہ اسی طرح ہے جیسا تو نے کہا تھا۔ پس آپ ﷺ نے وہ عورت اسے لوٹا دی (1)۔

امام عبد الرزاق، مسلم، ابوداؤد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ، ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دو سال دور خلافت میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں نے ایک ایسے امر میں جلدی شروع کر دی ہے جس میں ان کے لئے ڈھیل تھی، اگر ہم ان پر یہ نافذ کر دیں۔ پس آپ نے تین طلاقوں کو تین شمار کرنے کا فیصلہ لاگو کر دیا (2)۔

امام شافعی، عبد الرزاق، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابوالصہباء نے ابن عباس سے کہا کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تین سال تک تین طلاقیں (اکٹھی) ایک شمار کی جاتی تھیں؟ ابن عباس نے فرمایا ہاں (3)۔

امام ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص جس کو ابوالصہباء کہا جاتا تھا، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہت زیادہ سوال کرتا تھا، اس نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر کے عہد میں اور حضرت عمر کے ابتدائی سالوں میں جو شخص بیوی کو تین طلاقیں دیتا اسے وہ ایک شمار کرتے تھے۔ ابن عباس نے فرمایا کیوں نہیں ایسا ہی تھا، جب کوئی شخص دخول سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا تھا تو عہد رسالت مآب ﷺ میں اور عہد صدیقی میں اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں اسے ایک شمار کیا جاتا تھا۔ پھر جب لوگوں کو حضرت عمر نے دیکھا کہ وہ اس مسئلہ میں بار بار ارتکاب کر رہے ہیں تو فرمایا ان پر تین طلاقوں کو ہی نافذ کر دو (4)۔

امام عبد الرزاق، ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبد اللہ بن یزید ابو رکانہ، یا رکانہ نے طلاق دی اور اس نے مزنیہ (قبیلہ) کی عورت سے نکاح کیا تھا، پس وہ عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کی وہ مجھے اتنا بھی فائدہ نہیں دیتا جتنا کہ جیسے یہ بال، کسی بال کو دیتا ہے اس نے اپنے سر سے بال پکڑ (کر دکھایا) پس میرے اور اس کے درمیان تفریق کر دو، نبی کریم ﷺ کو غیرت آئی آپ ﷺ نے رکانہ اور اس کے بھائیوں کو بلایا پھر حاضرین مجلس کو فرمایا کیا تم فلاں کو دیکھتے ہو، اس کا فلاں فلاں عضو عبد یزید کے مشابہ ہے اور فلاں ایسا ایسا اس کے مشابہ ہے؟ صحابہ نے کہا جی ہاں پھر نبی کریم ﷺ نے عبد یزید کو فرمایا اس کو طلاق دے۔ اس نے طلاق دے دی پھر فرمایا تو اپنی بیوی سے رجوع کر لے اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے اسے تین طلاقیں دے دی ہیں۔ فرمایا مجھے معلوم ہے۔ تو رجوع کر لے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (الطلاق: 1) (5)

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 5، صفحہ 106 (1177) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ صحیح مسلم، جلد 9، صفحہ 60 (15) باب طلاق الثلاث مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 61 (16)

4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب جعل الثلاث واحدۃ، جلد 7، صفحہ 338

5۔ ایضاً جلد 7 صفحہ 339

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رکانہ نے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو اس پر لوگوں کو شدید غم ہوا، اس سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تو نے اسے کیسے طلاق دی تھی؟ اس نے کہا میں نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دی تھیں۔ فرمایا ہاں یہ تو ایک طلاق ہے، اگر تو چاہے تو رجوع کر لے پس اس نے رجوع کر لیا۔ ابن عباس کا نظریہ یہ تھا کہ ہر طہر میں ایک طلاق ہے، یہی طریقہ ہے جس پر لوگوں کا عمل ہے اسی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (الطلاق: 1) (1)

امام ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب تو ایک منہ سے (یعنی ایک لفظ سے) تین طلاقیں دے گا تو ایک طلاق ہوگی۔

امام حاکم نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اس روایت کو صحیح بھی کہا ہے کہ ابو الجوزاء رحمہ اللہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ رسالت میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں؟ فرمایا ہاں۔

امام بیہقی نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس عورت کے ساتھ دخول نہیں ہوا اس کی طلاق ایک ہے (2)۔

امام ابن عدی اور بیہقی نے حضرت الاعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کوفہ میں ایک شیخ کہتا تھا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب کوئی شخص ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے تو اسے ایک پر محمول کیا جائے گا، لوگ گروہ در گروہ اس کے پاس آ کر یہ مسئلہ سنتے تھے۔ اعمش کہتے ہیں میں بھی آیا اس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک شیخ نکلا، میں نے پوچھا ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے والے کے متعلق تو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا سنا ہے۔ اس نے کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دے تو اسے ایک طلاق کی طرف پھیرا جائے گا۔ میں نے پوچھا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کیسے سنا ہے؟ اس نے کہا میں نے آپ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے دے تو وہ اس سے جدا ہو جائے گی اور اس پر حلال نہ ہوگی حتی کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔ میں نے کہا افسوس ہے تجھ پر! یہ تو تیرے قول کے خلاف ہے۔ اس نے کہا صحیح یہی ہے، لیکن ان لوگوں نے مجھ سے اس قول کا ارادہ کیا ہے (3)۔

امام بیہقی نے مسلمہ بن حضرت جعفر الاحمس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص جہالت کی وجہ سے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دے تو وہ اسے سنت کی طرف لوٹا کر اسے ایک طلاق بنا دے اور یہ لوگ یہ مسئلہ تمہاری طرف سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ نے فرمایا معاذ اللہ! یہ ہمارا قول نہیں ہے جس نے تین طلاقیں دیں وہ اتنی ہی ہیں جتنی اس نے کہی ہیں (4)۔

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب جعل الثلاث واحدة، جلد 7، صفحہ 339
2۔ ایضاً، باب ماجاء فی طلاق لم یدخل بھا، جلد 7، صفحہ 335
3۔ ایضاً، باب جعل الثلاث واحدة، جلد 7، صفحہ 339
4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 340

امام بیہقی نے حضرت بسام الصیر فی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو عورت کو جہالت کی بناء پر یا علم ہوتے ہوئے تین طلاقیں دے تو عورت اس سے بری ہے (1)۔

امام ابن ماجہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے فاطمہ بنت قیس سے کہا کہ مجھے اپنی طلاق کے متعلق بتا۔ اس نے کہا میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دی تھیں جب کہ وہ یمن کی طرف گیا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو جائز قرار دیا (2)۔

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

امام ابوداؤد (نے ناسخ میں) اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مرد اپنی عورت کے اس مال سے کھاتا تھا جو اس نے خود بطور مہر عورت کو دیا ہوتا تھا اور اس کے علاوہ جو مال عورت کو کہیں سے ملا ہوتا تھا اور مرد اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ پس اس آیت کے نزول کے بعد عورتوں کے مال سے مردوں کے لئے درست نہ رہا مگر حق کے ساتھ۔ ارشاد فرمایا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ...... پھر فرمایا فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا (النساء: 4) پھر اگر وہ بخش دیں تمہیں کچھ اس سے خوش دلی سے تو کھاؤ خوش گوار سمجھتے ہوئے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر نافرمانی عورت کی طرف سے ہو اور وہ فدیہ دینا چاہے تو تمہارا اس فدیہ کو لینے میں کوئی حرج نہیں (3)۔

امام ابن جریر نے ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ حضرت ثابت بن قیس اور حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تو اس کو اس کا باغ واپس کردے گی؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بلایا اور معاملہ ذکر کیا۔ پوچھا میرے لئے یہ باغ واپس لینا جائز ہوگا، فرمایا ہاں (4) شافعی، احمد، ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے عمرة بنت عبد الرحمن بن سعد بن زرارہ کے طریق سے حضرت حبیبہ بنت سہل الانصاری رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ ثابت بن قیس کے نکاح میں تھی، صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندھیرے میں دروازہ کے پاس حبیبہ کو پایا، پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا میں حبیبہ بنت سہل ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا کام ہے؟ اس نے کہا میں اور ثابت اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ جب ثابت بن قیس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ حبیبہ بنت سہل ہے۔ اس نے کہا ہے جو اللہ نے چاہا ہے، حبیبہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ اس نے مجھے دیا تھا وہ میرے پاس

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب جعل الثلاث واحدة، جلد 7، صفحہ 340

2۔ سنن ابن ماجہ، باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد، جلد 2، صفحہ 507 (2024)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 555 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 554

ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اس سے لے لے وہ اس نے لے لیا اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس بیٹھ گئی (1)۔

امام عبدالرزاق، ابوداؤد، ابن جریر اور بیہقی نے عمرہ کے طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حبیبہ بنت سہل حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، انہوں نے اسے مارا اور اس کا ہاتھ توڑ دیا۔ وہ صبح کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اپنے خاوند کی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ثابت کو بلایا اور فرمایا اس کا بعض مال لے لے اور اسے جدا کر دے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ یہ صلح ہو گی؟ فرمایا ہاں۔ ثابت نے کہا میں اسے دو باغ بطور مہر دیئے جو اس کے قبضے میں ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ دونوں لے لے اور اس کو جدا کر دے۔ ثابت نے ایسا کر دیا۔ پھر حبیبہ نے ابی بن کعب سے نکاح کیا تھا پھر وہ اسے لے کر شام گئے تو وہاں ہی ان کا وصال ہو گیا (2)۔

امام بخاری، نسائی، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جمیلہ بنت عبد اللہ بن سلول، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کہا مجھے اس کے خلق اور دین پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں بغض کی وجہ سے اس کے ساتھ رہ نہیں سکتی، میں اسلام میں رہ کر کفر کو پسند نہیں کرتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس کا باغ واپس کر دے گی؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے ثابت سے فرمایا باغ قبول کر لے اور اسے طلاق دے دے۔ ابن ماجہ کے الفاظ اس طرح ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اس سے اپنا باغ واپس لینے اور زیادتی نہ لینے کا حکم فرمایا (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کیا خلع کی اصل ہے؟ انہوں نے فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں پہلا خلع عبداللہ بن ابی کی بہن کا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی یا رسول اللہ میرا سر اور اس کا سر کبھی جمع نہیں ہو سکتے، میں نے پردہ اٹھایا تو میں نے اسے مردوں کے ایک گروہ میں آتے ہوئے دیکھا، یہ تمام سے زیادہ سیاہ تھا اور کوتاہ قد تھا اور بدصورت تھا۔ اس کے خاوند نے کہا یا رسول اللہ میں نے اسے اپنا بہترین مال دیا تھا یعنی اپنا باغ (بطور مہر) دیا تھا کیا مجھے یہ اپنا باغ واپس کر دے گی، رسول اللہ ﷺ نے عورت سے پوچھا تو کیا کہتی ہے؟ اس نے کہا میں وہ باغ بھی واپس کر دوں گی اور اگر چاہے تو کچھ زیادہ بھی دوں گی۔ راوی فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ان کے درمیان جدائی کر دی (4)۔

امام احمد نے حضرت سہل بن ابی حثمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت حبیبہ بنت سہل، حضرت ثابت بن قیس بن سماس رضی اللہ عنہما کی نکاح میں تھی، وہ اسے ناپسند کرتی تھی، وہ بدشکل شخص تھا۔ وہ حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اس کو دیکھ نہیں سکتی، اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا تو میں اس کے چہرے پر تھوک دیتی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو وہ باغ واپس کر دے گی جو اس نے بطور مہر تجھے دیا تھا؟ اس نے کہا ہاں۔ اس نے اس کا باغ واپس کر دیا اور ان کے درمیان آپ ﷺ نے جدائی کر دی اور یہ اسلام میں پہلا خلع تھا۔

1۔ مؤطا امام مالک، باب ماجاء فی الخلع، جلد 2، صفحہ 564 (31)
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 554
3۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، جلد 2، صفحہ 524 (2056)
4۔ تفسیر طبری، ایضاً، جلد 2، صفحہ 553

امام ابن جریر نے عبد اللہ بن رباح سے اور انہوں نے حضرت جمیلہ بنت ابی بن سلول رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی۔ اس نے اس کی نافرمانی کی۔ رسول اللہ ﷺ نے جمیلہ کو بلا بھیجا (وہ آئی) تو فرمایا اے جمیلہ تو ثابت کو کیوں ناپسند کرتی ہے؟ جمیلہ نے کہا اللہ کی قسم میں نہ اس کے دین کو اور نہ اس کے خلق کو ناپسند کرتی ہوں لیکن میں صرف اس کی بدصورتی کو ناپسند کرتی ہوں، آپ ﷺ نے جمیلہ سے کہا کیا تو باغ واپس کردے گی، اس نے کہا ہاں۔ اس نے باغ واپس کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان جدائی کر دی (1)۔

امام ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حبیبہ بنت سہل، ثابت بن قیس بن شمس کے نکاح میں تھی۔ وہ اس کو ناپسند کرتی تھی، وہ بدشکل آدمی تھا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم اللہ کا خوف نہ ہوتا تو یہ میرے پاس آتا تو میں اس کے چہرے پر تھوک دیتی، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تو اس کا باغ واپس کر دے گی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ اس نے اس کا باغ واپس کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان تفریق کر دی (2)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت جمیلہ بنت ابی بن سلول رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور خلع کرنے کا ارادہ کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے تجھے مہر کیا دیا تھا؟ اس نے کہا باغ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا باغ اسے واپس کر دے (3)۔

امام بیہقی نے عطاء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی میں اپنے خاوند کو ناپسند کرتی ہوں اور اس سے جدائی چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یا تو اس کا وہ باغ واپس کر دے گی جو اس نے تجھے بطور مہر دیا تھا اور اس کا مہر ایک باغ تھا، عورت نے کہا ہاں، وہ بھی اور کچھ زیادہ بھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تیرے مال سے زیادتی نہیں لی جائے گی لیکن باغ واپس کرنا ہوگا۔ اس نے کہا میں باغ واپس کرتی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر اس کا فیصلہ کر دیا۔ اسے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کی خبر ہوئی تو اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو قبول کیا (4)۔

امام بیہقی نے ایک طریق سے عطاء کے واسطہ سے ابن عباس سے موصولاً روایت کی ہے اور فرماتے ہیں مرسل ہی صحیح ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس کے نکاح میں زینب بنت عبد اللہ بن ابی بن سلول تھی اور اس کا مہر ایک باغ تھا۔ اس نے اپنے خاوند کو ناپسند کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تو اس کا وہ باغ واپس کر دے گی جو اس نے تجھے دیا تھا؟ اس نے کہا ہاں اور کچھ زائد بھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا زیادتی نہیں لی جائے گی لیکن باغ واپس کرنا ہوگا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے واپس کر دوں گی، پس آپ ﷺ نے اس کے لئے باغ لے لیا اور اسے جدا کر دیا۔ جب ثابت کو اس فیصلہ کی خبر پہنچی تو اس نے کہا میں نے اللہ کے رسول کے فیصلہ کو تسلیم کیا (5)۔

امام بیہقی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میری بہن نے اپنے خاوند سے خلع کا ارادہ کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 554
2۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، جلد 2، صفحہ 524
3۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب الخلع بالطلاق، جلد 7، صفحہ 313
4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 314
5۔ ایضاً

اور وہ اپنے خاوند کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور اپنا مسئلہ ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس کا باغ اسے واپس کردے گی تاکہ وہ تجھے طلاق دے دے؟ اس نے کہاں وہ باغ بھی واپس کروں گی کچھ زائد بھی دوں گی، اس نے اس سے خلع کیا اور اسے اس کا باغ بھی واپس کر دیا اور کچھ زائد بھی دیا(1)۔

امام البزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور ایسی باتیں کی گویا وہ ناپسند کرتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کیا تو اس کا باغ اسے واپس کردے گی۔ اس نے کہاہاں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کو بلا بھیجا اور فرمایا اس سے باغ لے لے اور اسے طلاق دے دے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ کا ارشاد میاں، بیوی کے لئے ہے اور فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ کا ارشاد اولوالامر کے لئے ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ کے تحت فرمایا کہ زیادتی اور ظلم عورت کی طرف سے ہو تو اللہ تعالیٰ نے مرد کے لئے عورت سے فدیہ لینے کو حلال کیا ہے اور خلع جائز نہیں ہے مگر سلطان کے سامنے اور جب عورت راضی ہو اور خاوند کی اطاعت شعار ہو تو پھر مرد کو اس مال سے واپس لینا حلال نہیں ہے جو اس نے اسے دیا تھا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب ظلم عورت کی طرف سے ہو تو مرد کے لئے فدیہ لینا حلال ہے اور جب ظلم مرد کی طرف سے ہو تو اس کے لئے کچھ لینا حلال نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں خلع صحیح نہیں ہے لیکن جب کہ فساد عورت کی طرف سے ہو، عبد بن حمید نے اللیث سے روایت کیا ہے کہ مجاہد نے إِلَّا أَنْ يَخَافَا کو یاء کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں اعمش سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبد اللہ کی قرأت میں إِلَّا أَنْ يَخَافُوا ہے۔

امام عبد الرزاق اور ابن جریر نے میمون بن مہران رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب کے نزدیک فدیہ کی صورت میں ایک طلاق ہے مگر جب کہ دونوں کو گمان ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان پر کوئی حرج نہیں کہ وہ عورت اس صورت میں فدیہ دے اور اس کے بعد عورت اس کے لئے حلال نہیں ہے حتیٰ کہ دوسرے خاوند سے نکاح کر لے(2)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع کو طلاق بائن بنایا ہے(3)۔

امام مالک، شافعی، عبد الرزاق اور بیہقی نے حضرت ام بکر الاسلمیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ اس نے اپنے خاوند عبد اللہ بن اسید سے خلع کیا پھر وہ میاں، بیوی اس سلسلہ میں حضرت عثمان کے پاس آئے، تو حضرت عثمان نے فرمایا خلع طلاق ہے مگر جو تم نے آپس میں لین دین طے کیا ہے وہ وہی ہوگا(4)۔

امام عبد الرزاق نے المصنف، ابن المنذر اور بیہقی نے طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب الخلع بالطلاق، جلد 7، صفحہ 314
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 552
3۔ سنن کبریٰ، باب الخلع ہل ہو فسخ او طلاق، جلد 7، صفحہ 316، مطبوعہ دار الفکر بیروت
4۔ ایضاً

رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس سے اس عورت کے متعلق پوچھا جس کو اس کے خاوند نے دو طلاقیں دیں پھر اس عورت نے اس مرد سے خلع کر لیا کیا اب وہ مرد اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے، ابن عباس نے فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے طلاق کا ذکر آیت کی ابتداء اور اس کے آخر میں کیا ہے اور خلع ان کے درمیان ہے اور خلع طلاق نہیں ہے اس لئے وہ اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

امام عبد الرزاق نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ میرے لئے چھپانا حلال نہیں ہے تو میں یہ بات کسی سے بیان نہ کرتا کہ ابن عباس فدیہ کو طلاق کو شمار نہیں کرتے تھے حتی کہ مرد طلاق دے۔ پھر فرماتے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ طلاق کا ذکر اس سے پہلے کیا پھر فدیہ کا ذکر کیا اور اسے طلاق نہیں بنایا پھر فرمایا فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (البقرہ:230) فدیہ کو طلاق کے ذکر کے درمیان، طلاق شمار نہیں کیا۔

امام شافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دیں پھر اس سے خلع کر لیا تو مرد اگر چاہے تو اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۭ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ۔

امام شافعی اور عبد الرزاق نے حضرت عکرمہ کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہر کام جس کو مال جائز قرار دے وہ طلاق نہیں ہے یعنی خلع طلاق نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناپسند فرماتے تھے کہ مرد خلع کرنے والی عورت سے اس سے زیادہ مال واپس لے جو اس نے دیا تھا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت حمید الطویل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رجاء بن حیوہ سے کہا کہ حضرت الحسن رحمہ اللہ خلع میں مہر سے زیادہ مال واپس لینے کو ناپسند کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا حضرت قبیصہ بن زویب رحمہ اللہ نے فرمایا اس کے بعد والی آیت پڑھو فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور بیہقی نے کثیر مولی سمرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں اپنے خاوند کی نافرمانی کی آپ نے اسے کثیر کے گھر میں رہنے کا حکم دیا وہ تین دن ٹھہری رہی پھر اس نے اسے نکال دیا، حضرت عمر نے عورت سے پوچھا کہ تو نے کیا محسوس کیا۔ اس نے کہا میں نے صرف ان دونوں میں راحت محسوس کی ہے۔ حضرت عمر نے کہا اس سے خلع کر دے اگرچہ اس کی کان کی بالی پر ہی کرو(1)۔

امام عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن رباح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خلع کر لے اپنے سر کے بالوں کی چوٹی سے کم کے بدلے میں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 564

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن شہاب الخولانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو ہزار درہم پر طلاق دی۔ پھر ان کا مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا تو فرمایا تیرے خاوند نے تجھے طلاق بیچ دی ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح طلاق کو جائز قرار دیا۔

امام عبدالرزاق اور بیہقی نے حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میرا خاوند جب موجود ہوتا تو مجھ سے کوئی اچھا سلوک نہ کرتا اور جب غائب ہوتا تو مجھے محروم رکھتا، مجھ سے ایک دن لغزش ہوئی، میں نے اسے کہا کیا تو مجھ سے خلع کرے گا اس کے بدلے جو کچھ میری ملکیت میں ہے، مرد نے کہا ہاں۔ پس میں نے ایسا کیا پھر میرے چچا معاذ بن عفراء، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جھگڑا لے گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلع کو جائز قرار دیا اور اس نے میرے سر کا جوڑا اور اس سے کم مال لینے کا اسے حکم دیا۔

امام مالک، شافعی، عبد بن حمید اور بیہقی نے نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ صفیہ بنت عبید کی لونڈی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عورت نے اپنے خاوند سے تمام مال پر خلع کیا جو اس کے پاس تھا۔ عبداللہ بن عمر نے اس کا انکار نہ کیا(1)۔

امام مالک اور بیہقی نے نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ربیع بنت معوذ اور اسکا چچا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ربیع نے بتایا کہ اس نے حضرت عثمان کے زمانہ میں اپنے خاوند سے خلع کیا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اس کا انکار نہ کیا، عبداللہ بن عمر نے فرمایا خلع کرنے والی کی عدت مطلقہ والی کی عدت ہے(2)۔

امام بیہقی نے عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قاضی کی عدالت کے بغیر اپنی بیوی سے خلع کیا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے جائز قرار دیا(3)۔

امام مالک نے سعید بن المسیب، ابن شہاب اور سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ خلع کرنے والی عورت کی عدت تین قروء ہیں(4)۔

امام عبدالرزاق نے حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ خلع کرنے والی کی عدت مطلقہ کی عدت کی مثل ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ربیع نے اپنے خاوند سے خلع کیا تو اس کے چچا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عدت کا مسئلہ پوچھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ ایک حیض عدت گزارے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے تین حیض عدت گزارے حتی کہ حضرت عثمان نے بھی یہی کہا تھا، ابن عمر بھی یہی فتوی دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہم سے بہتر تھے اور ہم سے زیادہ عالم تھے(5)۔ مالک، ابن ابی شیبہ اور ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خلع کرنے والی کی عدت ایک حیض ہے(6)۔

1۔ مؤطا امام مالک، جلد2، صفحہ 565، (32)، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، (33)

3۔ سنن کبری، باب الخلع عند غیر السلطان، جلد7، صفحہ 316 4۔ مؤطا امام مالک، جلد2، صفحہ 578 (60)

5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد4، صفحہ 119 (18462) مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 6۔ ایضاً، (18461)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خلع کرنے والی کی عدت ایک حیض ہے(1)۔

امام ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی نے نبی کریم ﷺ کے عہد میں خلع کیا تو نبی کریم ﷺ نے اسے ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا (اس حدیث کو ترمذی نے حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے)(2)

امام ترمذی نے حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اپنے خاوند سے خلع کیا تو نبی کریم ﷺ نے اسے ایک حیض گزارنے کا حکم دیا(3)۔

امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبادہ بن ولید بن عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے کہا کہ مجھے اپنا واقعہ بتا تو اس نے کہا کہ میں نے اپنے خاوند سے خلع کیا پھر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور پوچھا کہ مجھ پر کتنی عدت ہے، حضرت عثمان نے فرمایا تجھ پر کوئی عدت نہیں ہے مگر یہ کہ تیرے خلع کا زمانہ قریب ہے تو ایک حیض ٹھہری رہ، انہوں نے کہا میں اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کے اس فیصلہ کی اتباع کرتا ہوں جو آپ ﷺ نے مریم المغالیہ کے بارے فرمایا تھا اور وہ ثابت بن قیس کی بیوی تھی اور اس نے اس سے خلع کیا تھا(4)۔

امام نسائی نے حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس نے اپنی بیوی کو مارا اور اس کا ہاتھ توڑ دیا ان کی بیوی جمیلہ بنت عبد اللہ بن ابی تھی۔ اس کا بھائی اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آیا، آپ ﷺ نے ثابت کو بلا بھیجا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو تیرا اس پر ہے وہ لے لے اور اس کا راستہ چھوڑ دے، اس نے کہا ٹھیک ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کو ایک حیض عدت گزارنے کا اور پھر اپنے اہل کے پاس جانے کا حکم دیا(5)۔

امام شافعی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ وہ دونوں حضرات خلع کرنے والی عورت کے متعلق فرماتے ہیں کہ اسے خاوند طلاق دے تو اسے طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ اس نے ایسی عورت کو طلاق دی ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے(6)۔

امام بیہقی نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب عورتیں خلع کا ارادہ کریں تو تم ان کا انکار نہ کرو۔

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت بغیر کسی وجہ کے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی بو حرام ہے اور فرمایا خلع کرنے والیاں منافقات ہیں(7)۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت اپنے خاوند سے بلا وجہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 4، صفحہ 120 (18464)، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ جامع ترمذی، مع عارضۃ الاحوذی کتاب الطلاق، جلد 5، صفحہ 127 (1185) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 126 (1185) 4۔ سنن نسائی، جلد 6، صفحہ 18، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ 5۔ ایضاً

6۔ سنن کبریٰ، جلد 7، صفحہ 317، مطبوعہ دار الفکر بیروت 7۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، کتاب الطلاق، جلد 5، صفحہ 130 (186)

طلاق کا سوال نہ کرے ورنہ جنت کی بو نہیں پائے گی حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے (1)۔

امام احمد، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا خلع کرنے والیاں اور اپنے خاوندوں سے چھڑانے والیاں ہی منافقات ہیں (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خلع کرنے والیاں اور اپنے خاوندوں سے چھڑانے والیاں ہی منافقات ہیں (3)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا

امام نسائی نے محمود بن لبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں اکٹھی دی ہیں۔ آپ ﷺ غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا اللہ کی کتاب سے مزاح کیا جاتا ہے جب کہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں حتی کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ کیا میں اسے قتل نہ کر دوں (4)؟

امام بیہقی نے رافع بن سحبان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ عمران نے فرمایا اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور اس پر اس کی بیوی حرام ہو گئی ہے۔ وہ شخص چلا گیا اور ابو موسیٰ کے سامنے ذکر کیا۔ آپ نہیں دیکھتے کہ عمران بن حصین نے ایسا فتویٰ دیا ہے وہ شخص حضرت عمران کا عیب بیان کرنا چاہتا تھا۔ ابو موسیٰ نے کہا اللہ اکبر ابو نجید کی مثل فتویٰ ہے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

"(دوبارہ طلاق دینے کے بعد) پھر اگر وہ طلاق دے اپنی بیوی کو تو وہ حلال نہ ہو گی اس پر اس کے بعد یہاں تک کہ نکاح کرے کسی اور خاوند کے ساتھ۔ پس اگر وہ (دوسرا) طلاق دے تو کوئی حرج نہیں ان دونوں پر کہ رجوع کر لیں بشرطیکہ انہیں خیال ہو کہ وہ قائم رکھ سکیں گے اللہ کی حدوں کو اور یہ حدیں ہیں اللہ کی وہ بیان فرماتا ہے انہیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں"۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں خاوند بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہیں ہے حتی کہ دوسرے خاوند سے نکاح کر لے (5)۔

1۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، صفحہ 523 (2054)
2۔ سنن کبریٰ، جلد 7، صفحہ 316، مطبوعہ دار الفکر بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 560
4۔ سنن نسائی، جلد 6-5، صفحہ 142، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 569

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ کا تعلق فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ کے ساتھ ہے (1)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت میں تیسری طلاق کا ذکر ہے اور تیسری طلاق کی اللہ تعالیٰ نے یہ سزا مقرر فرمائی کہ وہ عورت اس کے لئے اب حلال نہیں حتی کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح کر لے۔

امام ابن المنذر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فَاِنْ طَلَّقَهَا تیسری طلاق ہے۔

امام عبد الرزاق نے المصنف میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک غلام نے اپنی آزاد عورت کو دو طلاقیں دیں تو ام سلمہ نے نبی کریم ﷺ سے فتویٰ پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا وہ عورت اس پر حرام ہوگئی ہے یہاں تک کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔

امام شافعی اور بیہقی نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں غلام دو عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے اور دو طلاقیں دے سکتا ہے اور لونڈی بطور عدت دو حیض گزارے گی اگر اسے حیض نہیں آتا تو دو مہینے گزارے گی (2)۔

امام مالک، شافعی، نحاس اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب غلام اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دے تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے حتی کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے خواہ وہ عورت آزاد ہو یا لونڈی ہو اور لونڈی کی عدت دو حیض ہیں اور آزاد کی عدت تین حیض ہیں (3)۔

امام مالک، شافعی اور بیہقی نے ابن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نفیع جو حضرت ام سلمہ کا مکاتب غلام تھا اس نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دیں پھر اس نے حضرت عثمان بن عفان سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ تجھ پر حرام ہوگئی ہے (4)۔

امام مالک، شافعی اور بیہقی نے سلمان بن یسار سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکاتب غلام نفیع نے اپنی آزاد بیوی کو تین طلاقیں دیں پھر اس نے رجوع کا ارادہ کیا تو نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات نے اسے مشورہ دیا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر مسئلہ پوچھیں۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو حضرت زید ثابت رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ اس نے دونوں سے مسئلہ پوچھا تو دونوں نے کہا تجھ پر عورت حرام ہے، تجھ پر عورت حرام ہے (5)۔

حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ عورت اس پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہے حتی کہ وہ کسی غیر سے نکاح کرے اور وہ اس سے جماع کر لے۔

امام ابن المنذر نے حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ عائشہ بنت عبد الرحمٰن

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 569 2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب عدۃ الامۃ، جلد 7، صفحہ 425، مطبوعہ دار الفکر بیروت

3۔ مؤطا امام مالک، باب طلاق العبد، جلد 2، صفحہ 574 (50) مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

4۔ ایضاً، (48) 5۔ ایضاً، (47)

بن عتیک النضری کے متعلق نازل ہوئی، وہ اپنے چچازاد بھائی رفاعہ بن وہب بن عتیک کے نکاح میں تھی۔ اس نے اسے تین طلاقیں دے دیں۔ اس نے بعد میں حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر القرظی رحمہ اللہ سے نکاح کرلیا، پھر اس نے بھی اسے طلاق دے دی، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ عبدالرحمٰن نے مجھے چھونے سے پہلے طلاق دے دی ہے، کیا اب میں پہلے خاوند (رفاعہ) سے نکاح کرسکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں حتی کہ وہ (تجھ سے) جماع کرلے۔ وہ ٹھہری رہی جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کی کہ اس نے مجھ سے جماع کرلیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے اپنے پہلے قول کے ساتھ جھوٹ بولا تھا۔ پس میں تیرے دوسرے قول کی تصدیق نہیں کرتا، وہ ٹھہری رہی حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا، وہ عورت حضرت ابوبکر کے پاس آئی اور کہا کہ مجھ سے دوسرے خاوند نے جماع کرلیا ہے کیا اب میں پہلے خاوند کی طرف لوٹ جاؤں، حضرت ابوبکر نے فرمایا میں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں موجود تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے کہا تھا کہ تو اس کے پاس واپس نہ جا، جب ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے تو وہ حضرت عمر کے پاس آئی تو حضرت عمر نے اسے کہا، اگر تو دوبارہ میرے پاس آئی تو میں تجھے رجم کروں گا، پس آپ نے بھی اسے منع فرمایا۔ پس اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، یعنی دوسرا خاوند وطی کرنے کے بعد طلاق دے تو پھر پہلے خاوند کی طرف لوٹ سکتی ہے۔

امام شافعی، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں۔ رفاعہ القرظی کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کی کہ میں رفاعہ کے عقد نکاح میں تھی۔ اس نے مجھے طلاق دے دی (یعنی تین طلاقیں دے دیں) پھر مجھ سے عبدالرحمٰن بن زبیر نے نکاح کیا۔ اس کے پاس کپڑے کے پلو کی طرح ہے (یعنی وہ نامرد ہے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اس کا یہ جملہ سن کر) مسکرائے اور پوچھا کیا تو رفاعہ کے پاس لوٹنا چاہتی ہے (ایسا نہیں ہوگا) حتی کہ تو اس کا مزہ چکھ لے اور وہ تیرا مزہ چکھ لے (1)۔

امام بخاری، مسلم، نسائی، ابن جریر اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پھر اس نے ایک خاوند سے نکاح کرلیا۔ اس نے جماع سے پہلے اسے طلاق دے دی۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کیا وہ پہلے کے لئے حلال ہے؟ فرمایا نہیں حتی کہ وہ اس کا مزہ چکھ لے جیسا کہ پہلے نے چکھا تھا (2)۔

امام عبدالرزاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ عورت جس کو رفاعہ القرظی نے طلاق دی تھی اس کا نام تمیمہ بنت وہب بن عبید تھا اور یہ بنی نصیر سے تھی۔

امام مالک، شافعی، ابن سعد اور بیہقی نے حضرت زبیر بن عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رفاع بن سموئل القرظی نے اپنی عورت تمیمہ بنت وہب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں تین طلاقیں دیں، پھر اس سے عبدالرحمٰن بن زبیر نے نکاح کرلیا، اس نے اس سے جماع کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکے تو اس نے اسے جدا کردیا اس کے پہلے

1۔ جامع ترمذی، کتاب النکاح، جلد 3، صفحہ 34 (118) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ صحیح مسلم، جلد 10، صفحہ 5، (115) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

خاوند رفاعہ نے اس سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے رفاعہ کو نکاح کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا وہ تیرے لئے حلال نہیں ہے حتی کہ وہ (غیر) اس کا مزہ چکھ لے (1)۔

امام البزار، الطبرانی اور بیہقی نے زبیر بن عبدالرحمٰن بن الزبیر عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رفاعہ بن سموأل نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! مجھ سے عبدالرحمٰن نے شادی کی ہے۔ لیکن اس پاس کپڑے کے پلو کی طرح ہے اور اس نے اپنے کپڑے کی پلو کی طرف اشارہ کیا، رسول اللہ ﷺ اس کے کلام سے اعراض فرماتے رہے۔ پھر فرمایا کیا تو رفاعہ کے پاس لوٹنا چاہتی ہے (ایسا ہرگز نہیں ہوگا) حتی کہ وہ اس کا مزہ چکھ لے اور خاوند اس کا مزہ چکھ لے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن جریر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی پھر اس عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا تھا۔ وہ اس کے پاس داخل ہوا لیکن جماع سے پہلے اسے طلاق دے دی، کیا یہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہے؟ فرمایا نہیں حتی کہ وہ دوسرے کا مزہ چکھ لے اور دوسرا خاوند اس کا مزہ چکھ لے (3)۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں پھر اس سے دوسرے مرد نے اس سے نکاح کر لیا۔ اس نے دروازہ بند کر دیا اور پردہ لٹکا دیا پھر اس کے ساتھ جماع کرنے سے پہلے اسے طلاق دے دی کیا وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہے؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں حتی کہ وہ اس کا ذائقہ چکھ لے اور ایک روایت میں ہے حتی کہ دوسرا اس سے جماع کر لے (4)۔

امام احمد، ابن جریر اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جس کے عقد نکاح میں ایک عورت تھی، اس نے اسے تین طلاقیں دے دیں، پھر اس عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا، پھر اس خاوند نے جماع سے پہلے اسے طلاق دے دی، کیا ایسی عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں حتی کہ وہ اس کا مزہ پالے اور وہ عورت اس کا مزہ پالے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے متعلق فرمایا جس کے خاوند نے اسے تین طلاقیں دی تھیں پھر اس نے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا تھا پھر اس نے دخول سے پہلے اسے طلاق دے دی۔ پہلا خاوند اسے لوٹانا چاہتا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں حتی کہ دوسرا خاوند اس کا مزہ چکھ لے (6)۔

1۔ موطا امام مالک، باب نکاح المحلل وما اشبہہ، جلد 2، صفحہ 531 (17)

2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب امضاء الثلاث، جلد 7، صفحہ 333، مطبوعہ دار الفکر بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 570

4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 573
5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 572
6۔ ایضاً

امام احمد اور نسائی نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الغمیصاء یا الرمیصاء نبی کریم ﷺ کے پاس اپنے خاوند کی شکایت لے کر آئی کہ وہ اس سے جماع نہیں کر سکتا، تھوڑی دیر بعد اس کا خاوند آ گیا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ جھوٹ کہتی ہے، وہ اس کے ساتھ جماع کرتا ہے۔ لیکن یہ پہلے خاوند کے پاس لوٹنا چاہتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تیرے لئے جائز نہیں ہے حتی کہ دوسرا خاوند یہ مزہ چکھ لے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تین طلاقوں والی عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہے حتی کہ دوسرا خاوند اس سے جماع کرلے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں حتی کہ نر کے حرکت کرنے کی طرح وہ اس کو حرکت دے لے، (یعنی اس سے جماع کرلے)(2)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہے حتی کہ اس کو حرکت دے دے (یعنی پوری طرح وطی کرے)(3)

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں پھر اس کے بھائی نے اس سے مشورہ کے بغیر اس عورت سے نکاح کر لیا تا کہ اپنے بھائی کے لئے حلال کر دے، کیا ایسی عورت پہلے خاوند کے لئے جائز ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا نہیں۔ رغبت کے نکاح کے ساتھ حلال ہوتی ہے۔ ہم ایسے (حیلہ امیز نکاح) کو عہد رسالت مآب ﷺ میں زنا اور بدکاری شمار کرتے تھے۔

امام ابو اسحٰق الجوزجانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے یہی مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا نہیں مگر نکاح رغبت کے ساتھ عورت حلال ہوگی نہ کہ حیلہ سازی کے نکاح کے ساتھ حلال ہوگی، اللہ کی کتاب کے ساتھ استہزاء نہ کرو۔ تب حلال ہوگی جب دوسرا خاوند اس کا مزہ چکھ لے گا۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام احمد، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے سنن میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر لعنت کی۔ اس حدیث کو ترمذی نے صحیح کہا ہے(4)۔

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی نے سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر لعنت کرے(5)۔

امام ترمذی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 542 (16945)، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 541

3۔ ایضاً، جلد 3۔ صفحہ 542

4۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 6-5، صفحہ 37 (1120) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 5۔ ایضاً، جلد 6-5، صفحہ 36 (1119)

حلالہ کرانے والے پر لعنت کی (1)۔ ابن ماجہ نے عبداللہ بن عباس سے یہی الفاظ نقل کئے ہیں (2)۔

امام ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں مستعار نر کے متعلق نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ارشاد فرمائیے۔ فرمایا وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر لعنت کرے (3)۔

امام احمد، ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر لعنت کرے (4)۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، ابوبکر الاثرم (اپنی سنن میں) اور بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے کو لایا جائے گا تو میں انہیں رجم کروں گا (5)۔ بیہقی نے حضرت سلیمان بن یسار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسے شخص کا مقدمہ لایا گیا جس نے ایک عورت سے اس لئے نکاح کیا تھا تاکہ اس کے پہلے خاوند کے لئے اسے حلال کر دے۔ حضرت عثمان نے ان کے درمیان جدائی کر دی اور فرمایا عورت پہلے خاوند کے پاس نکاح رغبت کے ساتھ لوٹتی ہے، مکاری کے نکاح کے ساتھ نہیں لوٹتی (6)۔ عبدالرزاق نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی ہے۔ پس وہ اسے پریشان کرے گا۔ اس نے شیطان کی اطاعت کی، پس اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اس پریشانی سے نکلنے کا راستہ نہیں بنایا، اس شخص نے کہا حلالہ کرنے والے شخص کے بارے تمہارا کیا نظریہ ہے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا جو اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے اللہ اسے دھوکا کی سزا دے گا۔ مالک، ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے زید بن ثابت سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو شخص لونڈی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اسے خرید لیتا ہے تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی حتی کہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرے (7)۔ مالک نے سعید بن المسیب اور سلیمان بن یسار رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان دونوں حضرات سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو اپنے غلام کا اپنی لونڈی سے نکاح کر دیتا ہے پھر وہ غلام اسے تین طلاقیں دے دیتا پھر اس کا آقا وہ لونڈی اس غلام کو ہبہ کر دیتا ہے، کیا ملک یمین (قبضہ) کی وجہ سے وہ لونڈی، غلام کے لئے دوبارہ حلال ہو جائے گی، حضرت سعید اور سلیمان نے فرمایا نہیں حتی کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے (8)۔

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 6-5، صفحہ 36 (1119) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابن ماجہ، المحلل والمحلل، جلد 2، صفحہ 460 (1934) 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 461 (1936)

4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب نکاح المحلل، جلد 7، صفحہ 208، مطبوعہ دار الفکر بیروت

5۔ مصنف عبدالرزاق، باب التحلیل، جلد 6، صفحہ 265 (10777)، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت

6۔ سنن کبریٰ، باب نکاح المحلل، جلد 7، صفحہ 208

7۔ مؤطا امام مالک، جلد 2، صفحہ 537 (30) مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 8۔ ایضاً، (31)

امام بیہقی نے حضرت عبیدہ السلمانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب کسی شخص کی لونڈی، کسی کے نکاح میں ہو پھر وہ خاوند اسے طلاق دے دے یعنی تین طلاقیں دے دے پھر اس لونڈی کا آقا اس سے وطی کرے تو وہ اس خاوند کے لئے حلال نہیں کرے گا مگر یہ کہ اس سے کوئی دوسرا خاوند نکاح کرے اور اسے وہ شخص حلال کرے گا جس پر پہلے وہ حرام ہو پھر وہ اس سے نکاح کرے اور پھر وطی کر کے طلاق دے تو پہلے خاوند کے لئے حلال ہو گی (1)۔

امام عبدالرزاق نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آقا کا اپنی لونڈی سے وطی کرنا اس کو اپنے خاوند کے لئے حلال نہیں کرتا حتی کہ دوسرا خاوند اس سے نکاح کر کے وطی کرے۔

امام عبدالرزاق نے حضرت محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو جماع سے پہلے ہی طلاق دے دی وہ شخص ابن عباس سے مسئلہ پوچھنے آیا جب کہ ابو ہریرہ بھی حضرت ابن عباس کے پاس موجود تھے، ابن عباس نے فرمایا اے ابو ہریرہ یہ مشکل مسائل میں سے ایک ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک طلاق اسے جدا کر دیتی ہے اور تین طلاقیں اسے حرام کر دیتی ہیں، ابن عباس نے فرمایا اے ابو ہریرہ تو نے یہ مسئلہ واضح کر دیا ہے۔

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ پر دو امر مشکل تھے۔ یہ آیت کریمہ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يَّتَرَاجَعَاۤ۔ پس میں نے قرآن پڑھا تو مجھے معلوم ہوا کہ دوسرا خاوند اس عورت کو طلاق دے دے تو وہ پہلے تین طلاقیں دینے والے کے پاس لوٹ آئے گی۔ فرماتے ہیں میں ایک ایسا شخص تھا جسے بہت زیادہ مذی آتی تھی۔ میں نے اس کا حکم پوچھنے سے شرم محسوس کیا کیونکہ آپ کی صاحبزادی میرے عقد نکاح میں تھی میں نے حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کو یہ مسئلہ پوچھنے کے لئے کہا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا مذی میں وضو ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ پہلے خاوند کی عدت سے فارغ ہونے کے بعد جب عورت دوسرے خاوند سے نکاح کرے گی پھر وہ اس سے دخول کرے گا تو پہلے خاوند پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اس سے نکاح کرے جب کہ دوسرا اسے طلاق دے دے یا مر جائے پس وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو گی (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اِنۡ ظَنَّاۤ اَنۡ يُّقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ اگر میاں بیوی کو یقین ہو کہ اس کا نکاح مکاری اور حیلہ پر قائم نہیں ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَنۡ يُّقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ سے مراد یہ ہے کہ وہ اطاعت الٰہی اور حکم الٰہی کو قائم رکھ سکیں گے۔

1۔ سنن کبریٰ، باب نکاح المحلل، جلد 7، صفحہ 376
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 537
3۔ تفسیر طبری، جلد 2، صفحہ 574

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۫ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾

"اور جب تم طلاق دے دو عورتوں کو اور وہ پوری کرلیں اپنی عدت پس یا تو روک لو انہیں بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دو انہیں بھلائی کے ساتھ اور نہ روکو انہیں تکلیف دینے کی غرض سے تاکہ زیادتی کرو اور جو کوئی کرے گا اس طرح تو وہ ظلم کرے گا اپنی ہی جان پر اور نہ بنالو اللہ کی آیتوں کو مذاق اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے اور (یاد کرو) جو اس نے نازل فرمایا تم پر قرآن اور حکمت وہ نصیحت فرماتا ہے تمہیں اس سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا پھر عدت کے مکمل ہونے سے پہلے رجوع کرلیتا پھر طلاق دیتا پھر رجوع کرلیتا تھا۔ وہ اسے تنگ کرتا تھا اور اسے تکلیف دیتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (1)۔

امام مالک، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ثور بن زید الدیلمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا پھر رجوع کرلیتا تھا جب کہ اسے اس کی کوئی حاجت نہیں ہوتی تھی اور وہ اسے اپنے پاس رکھنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ وہ اسے تکلیف دینے کی غرض سے اس کی عدت کو طول دینا چاہتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ساتھ لوگوں کو نصیحت فرمائی (2)۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ ایک انصاری کے متعلق نازل ہوئی جسے ثابت بن یسار کہا جاتا تھا، اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی حتی کہ جب اس کی عدت کے دو یا تین دن باقی تھے تو اس نے رجوع کرلیا پھر اس نے اسے طلاق دے دی، پھر جب کچھ دن باقی تھے تو اس نے رجوع کرلیا پھر طلاق دے دی حتی کہ اس بیچاری نے نو مہینے عدت گزاری، اس طرح اس نے اسے تکلیف پہنچائی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا۔ (3)

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور بیہقی نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، ضِرَارًا کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اپنی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 576 2۔ ایضاً 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 577

بیوی کو طلاق دے پھر اس کے حیض کا آخری دن باقی ہوتو رجوع کرے پھر طلاق دے پھر آخری حیض کا آخری دن باقی ہوتو پھر رجوع کر لے۔ اس طرح وہ عورت کو تکلیف پہنچاتا ہے(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور بیہقی نے الحسن سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ایک شخص اپنی عورت کو طلاق دیتا ہے پھر اس کی عدت گزرنے کے قریب پہنچتی ہے تو وہ اس سے رجوع کرنے پر گواہ قائم کر لیتا ہے پھر طلاق دے دیتا ہے۔ پھر جب عدل گزرنے کے قریب پہنچتی ہے تو رجوع پر گواہ بنالیتا ہے، اس سے اس کا مقصود اس کی عدت کو طول دینا ہوتا ہے(2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ شخص جو اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اسے چھوڑے رکھتا ہے حتی کہ اس کی عدت کے آخری دن رجوع کر لیتا ہے وہ اس کو اپنے پاس رکھنے کی غرض سے رجوع نہیں کرتا بلکہ وہ اسے تکلیف پہنچانے اور اس کی عدت کو لمبا کرنے کے لئے ایسا کرتا ہے۔ پھر وہ اسے طلاق دے دیتا ہے پھر جب عدت کا آخری دن ہوتا ہے تو وہ رجوع کر لیتا ہے۔ یہ ہے وہ شخص جو تکلیف پہنچاتا ہے اور یہ ہے وہ شخص جو آیات الٰہیہ کا استہزاء کرتا ہے(3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر خاموش ہو جاتا ہے حتی کہ اس کی عدت میں سے چند دن باقی ہوتے ہیں تو وہ رجوع کر لیتا ہے پھر اسے طلاق دیتا ہے۔ پس اس طرح اس کی عدت نو حیض یا نو ماہ بن جاتی ہے۔ اسی لئے فرمایا وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ(4)۔

امام ابن ماجہ، ابن جریر اور بیہقی نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس قوم کا کیا حال ہوگا جو اللہ کی حدود کے ساتھ استہزاء کرتی ہے۔ ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھ سے رجوع کیا، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھ سے رجوع کیا، میں نے تجھے طلاق طلاق دی، میں نے تجھ سے رجوع کیا۔ یہ مسلمانوں کی طلاق نہیں ہے۔ عورت کو عدت سے پہلے طلاق دو(5)۔

حضرت ابو بکر بن ابی داؤد نے المصاحف میں عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ایسے ہی واقعات پر نازل ہوئی۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دوسرے شخص کو کہتا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کر دیا پھر کہتا میں نے یہ مزاحا کہا ہے۔ کہتا میں نے آزاد کیا پھر کہتا میں نے دل لگی کرتے ہوئے کہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین باتیں ایسی ہیں جو بطور مزاح یا سنجیدگی میں کہے گا وہ اس پر لاگو ہو جائیں گی (1) طلاق (2) آزاد کرنا (3) نکاح۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 575
2۔ سنن کبری از بیہقی، باب و اذا طلقتم النساء، جلد 7، صفحہ 368
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 575
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 577
5۔ سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق، جلد 2، صفحہ 504 (2017)

امام ابن ابی عمر نے اپنی مسند میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا پھر کہتا میں نے دل لگی کی ہے، غلام آزاد کرتا پھر کہتا میں نے دل لگی کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد نازل فرمایا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو طلاق دے گا یا آزاد کرے گا پھر کہے گا میں نے مزاح کیا تھا تو اس کا یہ قول معتبر نہ ہوگا، اس کی طلاق اور آزاد کرنا واقع ہو جائے گا اور اس پر ان کا حکم نافذ ہو جائے گا۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی حالانکہ وہ دل لگی کر رہا تھا اس کا طلاق دینے کا ارادہ نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا نازل فرمایا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس پر طلاق لازم کر دی۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا اور کہتا تھا میں دل لگی کر رہا تھا۔ آزاد کرتا تھا تو کہتا تھا میں دل لگی کر رہا تھا۔ نکاح کرتا تھا اور کہتا میں دل لگی کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔ کا ارشاد نازل فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے طلاق دی یا غلام آزاد کیا یا نکاح کیا یا کسی کا نکاح کرایا خواہ وہ سنجیدہ حالت میں ہو یا مزاح کی حالت میں ہو اس پر وہ حکم نافذ ہو جائے گا(1)۔

امام طبرانی نے الحسن عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا پھر کہتا میں نے مزاحاً ایسا کیا ہے، پھر غلام آزاد کرتا تھا اور کہتا میں نے مزاحاً ایسا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا کا ارشاد نازل فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے طلاق دی یا حرام کیا یا نکاح کیا، یا کسی دوسرے کا نکاح کرایا پھر کہا کہ میں مزاح کرنے والا تھا تو اس کو سنجیدہ ہی سمجھا جائے گا۔

امام ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین باتیں ایسی ہیں جن میں سنجیدگی بھی متصور ہوتی ہے اور ان میں مزاح بھی سنجیدگی متصور ہوتی ہے (وہ یہ ہیں) نکاح، طلاق اور رجوع کرنا(2)۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور بیہقی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں چار چیزیں مقفل ہیں نذر، طلاق، عتق اور نکاح(3)۔

امام مالک، عبدالرزاق اور بیہقی نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرمایا تین باتیں ایسی ہیں جن میں مزاح کا تصور نہیں۔ نکاح، طلاق، عتاق(4)۔

امام عبدالرزاق نے حضرت ابودرداء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تین باتیں ایسی ہیں جن میں مزاح کرنے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 578

2۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، کتاب الطلاق، جلد 6-5، صفحہ 125 (1184) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب صریح الفاظ الطلاق، جلد 7، صفحہ 341

4۔ موطا امام مالک، باب جامع النکاح، جلد 2، صفحہ 548 (56)

والا بھی سنجیدہ متصور ہوتا ہے نکاح، طلاق اور عتاق۔

امام عبدالرزاق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں چار چیزیں ایسی ہیں جن میں مزاح کی گنجائش نہیں۔ نکاح، طلاق، عتاق اور صدقہ۔

امام عبدالرزاق نے عبدالکریم بن امیہ عن جدہ بن ہبیرہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا تین باتیں ایسی ہیں جن میں مزاح کرنے والے اور سنجیدہ کا حکم برابر ہے۔ طلاق، صدقہ، عتاق۔ عبدالکریم فرماتے ہیں طلق بن حبیب رحمہ اللہ نے فرمایا ہدی اور نذر۔

امام عبدالرزاق نے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے مزاحاً طلاق دی اس کی طلاق نافذ ہے جس نے دل لگی کرتے ہوئے آزاد کیا اس کا عتق نافذ ہو گیا جس نے مزاحاً نکاح کیا اس کا نکاح نافذ ہو گا۔

امام مالک، شافعی، عبدالرزاق، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ سو طلاقیں دی ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا تین طلاقوں نے اسے تجھ پر حرام کر دیا اور بقیہ تجھ پر بوجھ ہیں تو نے اللہ کی آیات کے ساتھ مزاح کیا ہے (1)۔

امام عبدالرزاق اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے انہیں بتایا کہ اس نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں تو ابن مسعود نے فرمایا تین طلاقوں کے ساتھ وہ تجھ سے جدائی کی گئی ہے اور باقی تجھ پر گناہ اور زیادتی ہیں (2)۔

امام عبدالرزاق نے حضرت داؤد بن عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میرے دادا نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں پھر میرے والد صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تیرا دادا اللہ سے نہ ڈرا، تین تو اس کی جائز تھیں، باقی ستانوے ظلم و زیادتی ہیں، اللہ چاہے گا تو اسے عذاب دے گا، چاہے گا تو اسے معاف کر دے گا۔

امام عبدالرزاق نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابن عباس سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو ستاروں کی تعداد کے برابر طلاقیں دیں تو عبداللہ بن عباس نے فرمایا جوزاء (برج) کے سرے پر جو تین ستارے ہیں وہ اس کی جدائی کے لئے کافی ہیں۔

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

1۔ مؤطا امام مالک، جلد 2، صفحہ 550 (1)، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب الاختیار، جلد 7، صفحہ 332

’’اور جب تم طلاق دو عورتوں کو پھر وہ پوری کر چکیں اپنی عدت تو نہ منع کرو انہیں کہ نکاح کرلیں اپنے خاوندوں سے جب کہ رضامند ہو جائیں آپس میں مناسب طریقے سے۔ یہ فرمان الٰہی (ہے) نصیحت کی جاتی ہے اس کے ذریعے اس کو جو تم میں سے یقین رکھتا ہو اللہ پر اور قیامت پر۔ یہ بہت پاکیزہ ہے تمہارے لئے اور بہت صاف اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے‘‘۔

امام وکیع، بخاری، عبد بن حمید، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی نے حضرت معقل بن یسار رحمہ اللہ کے طریق سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں میری ایک بہن تھی، میرے چچا کا بیٹا میرے پاس آیا کہ میں اپنی بہن کا نکاح اس سے کردوں۔ پہلے میری یہی بہن ان کے عقد نکاح میں تھی۔ پھر انہوں نے طلاق دے دی تھی اور عدت گزرنے تک رجوع نہیں کیا تھا، میرا چچازاد بھائی اس کی خواہش کرتا تھا اور میری بہن بھی اسے ہی پسند کرتی تھی۔ پھر اس نے دوسرے لوگوں کے ساتھ دوبارہ نکاح کا پیغام بھیجا، میں نے اپنے چچازاد بھائی سے کہا ارے احمق میں نے اس کا تجھ سے پہلے نکاح کر کے تجھے عزت بخشی تھی تو نے پھر خود طلاق دی تھی اب تو پھر پیغام نکاح لے کر آیا ہے۔ اللہ کی قسم اب وہ تیرے پاس کبھی نہیں آئے گی۔ وہ میرا چچازاد بھائی بالکل بے عیب تھا اور میری بہن بھی چاہتی تھی کہ اس کی طرف لوٹ جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے ارادوں کو جان لیا اور مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ میرے متعلق نازل ہوئی میں نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور اس کا نکاح اپنے چچازاد بھائی سے دوبارہ کردیا۔ بعض روایات میں ہے کہ جب معقل نے یہ آیت سنی تو کہا میں نے اپنے رب کا ارشاد سنا اور اس کی اطاعت کی۔ پھر انہوں نے اپنے چچازاد بھائی کو بلایا اور کہا میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں اور تجھے عزت دیتا ہوں (1)۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت اس شخص کے متعلق نازل ہوئی جو اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دیتا تھا، پھر جب اس کی عدت گزر جاتی تو اسے خیال آتا کہ وہ اس سے رجوع کر کے نکاح کرے اور عورت میں بھی اس پہلے خاوند سے نکاح کا ارادہ رکھتی تھی تو اس کے اولیاء اسے پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح سے روکتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے اولیاء کو ایسا کرنے سے منع فرمایا (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ کا معنی فَلَا تَمْنَعُوْهُنَّ روایت کیا ہے۔ یعنی تم انہیں نہ روکو۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت مزینہ قبیلہ کی ایک عورت کے متعلق نازل ہوئی، جسے اس کے خاوند نے طلاق دی تھی پھر وہ عدت گزارنے کے بعد جدائی ہوگئی تھی تو اس کے بھائی معقل بن یسار نے اسے پہلے خاوند سے نکاح کرنے سے روکا اور اسے وہ تکلیف پہنچاتا تھا کہ کہیں وہ پہلے خاوند کی طرف لوٹ نہ جائے (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ

1۔ صحیح بخاری، جلد 5، صفحہ 2041 (5021)، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 582

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 581

اور اس کی بہن حضرت جمل بنت یسار رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی جو ابو البداح کے عقد میں تھی۔ اس نے اسے طلاق دی تھی پھر اس کی عدت گزر گئی تو ابو البداح نے اس کی طرف پیغام نکاح بھیجا، تو معقل نے بہن کو نکاح کرنے سے روکا (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابو اسحٰق الہمدانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فاطمہ بنت یسار کو خاوند نے طلاق دے دی پھر اس نے دوبارہ نکاح کا پیغام بھیجا تو معقل نے انکار کیا اور کہا ہم نے تجھے نکاح کر دیا تھا پھر تو نے اس کو طلاق دی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ ......(2)

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ چار آیات جابر بن عبداللہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ اس کی ایک چچازاد بہن تھی۔ اسے اس کے خاوند نے ایک طلاق دے دی تھی۔ پھر جب اس کی عدت گزر گئی تو اس نے رجوع کا ارادہ کیا، پس جابر نے انکار کیا اور کہا تو نے ہماری چچازاد بہن کو طلاق دی تھی پھر تو دوبارہ اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے، عورت بھی اپنے پہلے خاوند کے پاس واپس جانا چاہتی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے سدی عن ابی مالک کے طریق سے روایت کیا ہے کہ جب عورت مہر پر راضی ہو، اسی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی پھر وہ شرمندہ ہوا اور عورت بھی شرمندہ ہوئی، خاوند نے رجوع کا ارادہ کیا تو اس کے ولی نے انکار کر دیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن کی اس آیت میں اولیاء کو خطاب ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت نقل کی ہے کہ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ سے مراد مہر، گواہ اور نکاح ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بغیر خاوند کے جو عورتیں ہیں ان کا نکاح کرو، ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان مہر کیا ہے فرمایا جس پر ان کے اہل راضی ہو جائیں (4)۔

امام ابن المنذر نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اللہ جانتا ہے جو ان سے ہر ایک کی دوسرے سے محبت ہے اے ولی وہ تم نہیں جانتے۔

وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 581 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 582 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 584

عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا ؕ وَ اِنۡ اَرَدۡتُّمۡ اَنۡ تَسۡتَرۡضِعُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اِذَا سَلَّمۡتُمۡ مَّاۤ اٰتَيۡتُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۲۳۳﴾

''اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو پورے دوسال (یہ مدت) اس کے لئے ہے جو پورا کرنا چاہتا ہے دودھ کی مدت۔ اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ہے کھانا ان ماؤں کا اور ان کا لباس مناسب طریقہ سے۔ تکلیف نہیں دی جاتی کسی شخص کو مگر اس کی حیثیت کے مطابق۔ نہ ضرر پہنچایا جائے کسی ماں کو اس کے لڑکے کے باعث اور نہ کسی باپ کو (ضرر پہنچایا جائے) اس کے لڑکے کے باعث اور وارث پر بھی اسی قسم کی ذمہ داری ہے۔ پس اگر دونوں ارادہ کرلیں دودھ چھڑانے کا اپنی مرضی اور مشورہ سے تو کوئی گناہ نہیں دونوں پر اور اگر تم چاہو تو دودھ پلواؤ (دایہ سے) اپنی اولاد کو، پھر کوئی گناہ نہیں تم پر جبکہ تم ادا کردو جو دینا ٹھہرایا تھا تم نے مناسب طریقہ سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور (خوب) جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کررہے ہو اسے دیکھنے والا ہے''۔

امام وکیع، سفیان، عبدالرزاق، آدم، عبد بن حمید، ابوداؤد (الناسخ میں) ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَالۡوَالِدٰتُ سے مراد مطلقات ہیں اور حَوۡلَيۡنِ سے مراد دوسال ہیں لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا فرماتے ہیں عورت نقصان کی غرض سے بچے کو دودھ پلانے سے انکار نہ کرے تاکہ باپ کو تکلیف پہنچے وَلَا مَوۡلُوۡدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ یعنی باپ اپنے بیٹے کی وجہ سے ماں کو تکلیف نہ پہنچائے یعنی باپ ماں کو دودھ پلانے سے نہ روکے تاکہ ماں پریشان رہے۔ عَلَى الۡوَارِثِ یہاں الۡوَارِثِ سے مراد ولی ہے فرماتے ہیں معروف طریقہ پر نفقہ، کفالت اور رضاعت اس پر بھی ضروری ہے اگر بچے کا اپنا مال نہ ہو اور ماں کو تکلیف بھی نہ ہو فَاِنۡ اَرَادَا فِصَالًا عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡهُمَا وَتَشَاوُرٍ فرماتے ہیں اگر میاں بیوی بچے کا دودھ چھڑانے کا باہم رضامندی اور مشورہ سے ارادہ کریں جب کہ اپنی ذاتوں اور بچے کا نقصان نہ ہو فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا تو ان پر کوئی حرج نہیں ہے وَاِنۡ اَرَدۡتُّمۡ اَنۡ تَسۡتَرۡضِعُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ اگر تم چاہو کہ دودھ پلاؤ دایہ سے اپنی اولاد کو جب تمہیں بچے کے ضیاع کا اندیشہ ہو تو پھر کوئی گناہ نہیں تم پر جب کہ تم ادا کردو جو دودھ پلانے کا معاوضہ تم نے ٹھہرایا تھا مناسب طریقہ سے (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کا یہ مفہوم بیان فرماتے تھے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے جب کہ اس سے اس کا ایک بیٹا ہے تو وہ دوسری عورت کی بنسبت دودھ پلانے کی زیادہ حق دار ہے، یہ عورتیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں، یہ حکم اس کے لئے ہے جو مدت رضاعت کو مکمل کرنا چاہتا ہے۔ وَعَلَى الۡمَوۡلُوۡدِ لَهٗ اس سے مراد باپ ہے

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب وعلی الوارث مثل ذلك، جلد 7، صفحہ 478، مطبوعہ دارالفکر بیروت

جس کا بیٹا ہے رِزْقُهُنَّ سے مراد ماں کا رزق ہے۔ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا فرماتے ہیں اللہ دودھ پلانے والیوں کے نفقہ کے سلسلہ میں کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی کہ اس کو طاقت ہے۔ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا یعنی مرد بیوی کو تکلیف نہ دے اس طرح کہ بچے اس سے چھین لے جب کہ وہ بچہ نہ دینا چاہتی ہو۔ وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ، یعنی عورت بھی ایسا نہ کرے کہ جب اس کا خاوند اسے طلاق دے تو وہ اسے نقصان پہنچائے اور خاوند کو تکلیف پہنچانے کے لئے بچہ اس کی طرف بھیج دے۔ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا یعنی والدین اگر بچے کا دو سال سے پہلے دودھ چھڑانے کا ارادہ کریں۔ عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا جب کہ دونوں اس پر متفق ہوں۔ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ انسان پر کوئی حرج نہیں کہ وہ کسی دایہ سے بچے کو دودھ پلائے اور اس کا اجر اس کے حوالے کردے۔ اِذَا سَلَّمْتُمْ دودھ پلانے والوں کے اجر کے سلسلہ میں جب تم اللہ کے امر کو تسلیم کرلو۔ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی جو تم دایہ کو اس کی مقررہ اجرت سے زیادہ دے دو، وَاتَّقُوا اللّٰهَ، یعنی اس کی نافرمانی نہ کرو پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ڈرایا اور فرمایا خوب جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے جو تم کر رہے ہو۔

امام حاکم نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ پھر مجھے وہ فرشتہ لے کر چلا میں نے عورتوں کو دیکھا جن کے پستانوں کو سانپ نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں، بتایا گیا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنی اولاد کو دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہے۔

امام ابو داؤد نے ناسخ میں حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَالْوَالِدٰتُ سے مراد وہ عورتیں ہیں جنہیں طلاق ہو جاتی ہے یا ان کا خاوند فوت ہو جاتا ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو عورت چھ ماہ میں بچہ جنے وہ پورے دو سال دودھ پلائے اور جو سات ماہ میں بچہ جنے وہ تیس ماہ دودھ پلائے تاکہ تیس ماہ مکمل ہو جائیں۔ جب نو ماہ میں بچہ جنے تو وہ اکیس ماہ دودھ پلائے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ (احقاف:15)(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رضاع (دودھ پلانے) کی مدت دو سال مکمل متعین فرمائی ہے اس کے لئے جو رضاعت کو مکمل کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ پھر فرمایا اور دو سال سے پہلے اور بعد جو دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابو الاسود الدیلمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس عورت کا مقدمہ پیش کیا گیا جس نے چھ ماہ میں بچہ جنا تھا، حضرت عمر نے اس کو رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس فیصلہ کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اس پر رجم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ۔ پس چھ ماہ حمل کے ہیں اور دو سال دودھ پلانے کے ہیں تو یہ کل تیس مہینے بنتے ہیں (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 588	2۔ ایضاً	3۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب فی اقل الحمل، جلد 7، صفحہ 442

امام وکیع، عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم نے فاید بن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عثمان کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھ ماہ میں بچہ جنا تھا، حضرت عثمان نے اسے رجم کا حکم فرمایا، ابن عباس نے فرمایا اگر یہ کتاب اللہ کے ساتھ جھگڑا کرے تو جھگڑا کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ۔ اور دوسری آیت میں فرمایا وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ اس نے چھ ماہ پیٹ میں اٹھائے رکھا پھر یہ اسے دو سال دودھ پلائے گی، حضرت عثمان نے اس عورت کو بلایا اور رہا کر دیا۔ ابن جریر نے زہری کے طریق سے ایک اور سند سے بھی اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابن عمر اور ابن عباس سے دو سال کے بعد دودھ پلانے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ۔ تلاوت کی اور فرمایا ہم دو سال کے بعد کسی رضاعت کے متعلق کسی چیز کی حرمت کا نظریہ نہیں رکھتے۔ (یعنی دو سال بعد بچہ دودھ پیے تو اس سے رضاعت ثابت نہ ہوگی) (1)

امام ابن جریر نے ابوالضحیٰ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے سنا کہ (اس آیت کے موجب) ان دو سالوں میں ہی رضاعت ثابت ہوتی ہے (2)۔

امام ترمذی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رضاع سے حرمت ثابت نہیں ہوتی مگر اس صورت میں جب وہ آنتوں کو چیرے اور دودھ چھڑانے سے پہلے ہو (3)۔

امام ابن عدی، دار قطنی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رضاع سے حرمت کا ثبوت نہیں ہوتا مگر جو دو سال کے اندر ہو (4)۔

امام الطیالسی اور بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دودھ چھڑانے کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور بالغ ہونے کے بعد یتیمی کا کوئی تصور نہیں۔

امام عبدالرزاق نے المصنف میں اور ابن عدی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلوغت کے بعد یتیمی نہیں ہے اور دودھ چھڑانے کے بعد رضاعت نہیں ہے اور دن سے لے کر رات تک خاموشی نہیں ہے اور روزے میں صوم وصال نہیں ہے اور معصیت میں نذر نہیں ہے اور معصیت میں نفقہ نہیں ہے اور رشتہ داری ختم کرنے میں قسم نہیں ہے۔ ہجرت کے بعد دار الکفر میں جانا جائز نہیں ہے (یا یہ معنی کہ علم کی تحصیل شروع کرنے کے بعد اس کو چھوڑنا جائز نہیں ہے) فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ عورت کے لئے خاوند کی اجازت کے بغیر قسم اٹھانا لغو ہے۔ بچہ کی قسم باپ کی اجازت کے بغیر درست نہیں ہے، غلام کی قسم آقا کی اجازت کے بغیر درست نہیں ہے، نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے اور ملکیت سے پہلے آزاد کرنا نہیں ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 589 ۔ 2۔ ایضاً

3۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 5،6، صفحہ 77، (1152) 4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب ما جاء فی تحدید ذلک بالحولین، جلد 7، صفحہ 462

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں حضرت الاعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت اس طرح ہے لِمَنْ اَرَادَتْ اَنْ یُّکْمِلَ الرَّضَاعَۃَ۔

امام ابن جریر نے الضحاک سے روایت کیا ہے کہ باپ پر ماؤں کا نفقہ اور لباس اس کی معاشی حالت کے مطابق ہوگا (1)۔

امام ابوداؤد نے ناسخ میں اور ابن ابی حاتم نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے لَا تُضَآرَّ وَالِدَۃٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ یعنی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ بچہ باپ پر ڈال دے جب کہ وہ کوئی دوسری دودھ پلانے والی نہ پائے اور مرد کے لئے بھی اسے تکلیف دینا جائز نہیں ہے کہ وہ اس سے بچہ چھین لے جب کہ وہ بچہ کو دودھ پلانا چاہتی ہو۔ وَعَلَى الْوَارِثِ وارث سے مراد میت کا ولی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے عطاء، ابراہیم اور شعبی رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ بچے کا وارث اس پر خرچ کرے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فرماتے ہیں وارث پر نفقہ واجب ہے۔ ایک روایت میں ہے بچہ کا نفقہ وارث پر ہے جب کہ بچے کا اپنا مال نہ ہو۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فرماتے ہیں بچے کے وارث پر رضاعت کی اجرت واجب ہے جب کہ بچے کا مال نہ ہو، جیسا کہ باپ پر رضاعت کی اجرت واجب تھی۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عطاء سے پوچھا وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ کا کیا مطلب ہے۔ انہوں نے فرمایا بچے کے وارث پر اس کی مثل ہے جو اللہ نے ذکر فرمایا۔ میں نے پوچھا کیا دودھ پلانے والی کی اجرت پر بچے کی وارث کو مجبور کیا جائے گا جب کہ وارث اسے پسند نہ بھی کرتا ہو، انہوں نے فرمایا کیا وہ اسے مرنے کے لئے چھوڑ دے گا۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کے پاس اپنے بچے کے وارث سے بچے کے نفقہ کے متعلق جھگڑتے ہوئے آئی، تو عبد اللہ نے بچے کے مال سے خرچ کرنے کو کہا اور وارث سے کہا کیا تم نے یہ نہیں پڑھا وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ اگر بچے کا اپنا مال نہ ہوتا تو میں تجھ پر اس کے نفقہ کا فیصلہ کرتا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انسان کو اپنے غریب بھائی کے نفقہ پر مجبور کیا جائے گا جب وہ خوشحال ہوگا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت حماد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں ہر ذی رحم محرم کو نادار کے خرچ پر مجبور کیا جائے گا۔

امام سفیان، عبد الرزاق، ابوعبید نے (الاموال میں) عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، النحاس (الناسخ میں) اور بیہقی نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ عمر بن خطاب نے ایک لاوارث بچہ کے خرچ کے لئے اس کے چچازاد بھائی کو قید کیا۔

امام سفیان بن عیینہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فرماتے ہیں بچے کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 593

وارث پرلازم ہے کہ وہ اس کو دودھ پلائے، جیسا کہ اس کے باپ پرلازم ہوتا ہے (جب کہ وہ زندہ ہو)۔

امام ابن جریر اور نحاس نے حضرت قبیصہ بن ذؤیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وارث سے مراد بچہ ہے (1)۔

امام وکیع نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بچہ کا دودھ اس کے حصہ سے ہوگا۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت عطاء الخراسانی عن ابن عباس کے سلسلہ سے روایت کیا ہے وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فرماتے ہیں وارث پر بچے کا خرچ لازم ہے حتی کہ اس کا دودھ چھڑا دیا جائے اگر اس کے باپ نے مال نہ چھوڑا ہو (2)۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے مجاہد اور شعبی کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فرماتے ہیں وارث پرلازم ہے کہ وہ تکلیف نہ پہنچائے (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں فِصَالًا کا معنی دودھ چھڑانا ہے (4)۔

امام وکیع، سفیان، عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ مشورہ دو سال سے کم میں ہے، عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ والد کی اجازت کے بغیر بچے کا دودھ چھڑا دے اور باپ کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ عورت کی رضا کے بغیر دودھ چھڑائے (5)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بچے کی ماں سے دودھ پلاؤ یا کسی غیر سے، کوئی حرج نہیں ہے جب تم اس کا وہ اجر عطا کر دو جو تم نے طے کیا ہے (6)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اگر والد اور والدہ راضی ہوں تو دایہ سے دودھ پلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾

''اور جو لوگ فوت ہو جائیں تم میں سے اور چھوڑ جائیں بیویاں تو وہ بیویاں انتظار کریں چار مہینے اور دس دن اور جب پہنچ جائیں اپنی (اس) مدت کو تو تم کو کوئی گناہ نہیں تم پر اس میں جو کریں وہ اپنی ذات کے بارے میں مناسب طریقہ سے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خوب واقف ہے''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، نحاس اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 601
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 603
3۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 478، مطبوعہ دار الفکر بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 606
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 609

ہے کہ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ جب کوئی شخص مرجاتا اور اپنی بیوی چھوڑ جاتا تو ایک سال اس کے گھر میں عدت گزارتی اور اس پر اس کے خاوند کے مال سے خرچ کیا جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ متوفی عنھا کی عدت چار ماہ دس دن ہے، لیکن اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے اور عورت کے لئے میراث کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ (النساء:12) میراث کو بیان فرمایا اور وصیت اور نفقہ کو چھوڑ دیا۔ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ یعنی جب عورت کو طلاق ہو جائے یا اس کا خاوند مر جائے تو عدت گزرنے کے بعد اس پر کوئی حرج نہیں کہ نکاح کرنے کی خاطر میک اپ، بناؤ سنگھار کرے اور یہ ہو معروف طریقہ پر (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابو العالیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں چار مہینوں کے ساتھ دس دنوں کا اضافہ اس لئے کیا کیونکہ ان دنوں میں اس حمل میں روح پھونکی جاتی ہے (2)۔

امام ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ یہ دس دن اوپر کیوں ہیں فرمایا ان میں بچے میں روح پھونکی جاتی ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ربیعہ اور یحییٰ بن سعید رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ عَشْرًا سے مراد دس راتیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے الضحاک سے روایت کیا ہے فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ سے مراد یہ ہے کہ جب ان کی عدت گزر جائے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ میں خطاب اولیاء کو ہے۔

امام الفریابی، عبد بن حمید، بخاری، ابو داؤد، نسائی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم اور بیہقی نے ابن ابی نجیح کے طریق سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ الخ اس عدت کا گزارنا خاوند کے گھر میں عورت پر واجب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 240 نازل فرمائی وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْ أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ۔

پس اللہ تعالیٰ نے ایسی عورت کے لئے سال بطور وصیت مکمل فرمایا اگر چاہے تو اپنی وصیت میں ٹھہری رہے مگر چاہے تو نکل جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "غیر اخراج" ہے۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ابن عباس نے فرمایا اس آیت نے خاوند کے گھر میں عورت کے عدت گزارنے کو منسوخ کر دیا۔ پس وہ جہاں چاہے عدت گزارے اور یہ اللہ کا قول غیر اخراج ہے، عطاء فرماتے ہیں اگر عورت چاہے تو اپنے خاوند کے اہل کے پاس عدت گزارے اور اپنی وصیت میں ٹھہری رہے، اگر چاہے تو نکل جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْ أَنْفُسِهِنَّ (البقرہ:240) عطاء فرماتے ہیں پھر میراث کا حکم آیا تو رہائش (سکنی) منسوخ ہو گئی پس جہاں چاہے عدت گزارے اس کے لئے سکنیٰ نہیں ہے (4)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 613 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 617

3۔ ایضاً 4۔ سنن کبریٰ، کتاب العدد، جلد 7، صفحہ 435، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ہے کہ وہ متوفی عنہا زوجہا یعنی جس عورت کا خاوند فوت ہو چکا ہو اس کے لئے خوشبو اور زینت ناپسند فرماتے تھے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔ اس آیت میں فِيْ بُيُوْتِكُمْ نہیں فرمایا یعنی یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے گھروں میں عدت گزاریں وہ عورت جہاں چاہے عدت گزارے (1)۔

امام مالک، عبد الرزاق، ابن سعد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت فریعہ بنت مالک بن سنان سے روایت کیا ہے یہ ابوسعید الخدری کی بہن ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا کہ میں بنی خدرہ کی طرف سے اپنے اہل میں لوٹ جاؤں، کیونکہ ان کا خاوند اپنے غلاموں کی تلاش میں نکل گیا تھا جو بھاگ گئے تھے حتی کہ اس نے قدوم میں انہیں پایا تو غلاموں نے اسے قتل کر دیا۔ فرماتی ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں اپنے خاندان میں واپس چلی جاؤں، میرے خاوند نے مجھے ایسے گھر میں نہیں چھوڑا ہے جس کا وہ مالک ہو اور نہ نفقہ موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں (لوٹ جا) میں چلی گئی حتی کہ جب میں حجرہ یا مسجد میں تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجھے بلایا یا آپ نے مجھے بلانے کا کسی کو حکم دیا، پھر فرمایا۔ تو نے کیسے کہا ہے؟ میں نے اپنا واقعہ پورا عرض کیا تو فرمایا تو اپنے گھر میں ٹھہر حتی کہ عدت مکمل ہو جائے۔ فرماتی ہیں میں نے اسی گھر میں چار مہینے، دس دن عدت گزاری۔ فرماتی ہیں جب حضرت عثمان کا دور خلافت تھا تو آپ نے مجھے بلا بھیجا، پھر انہوں نے مجھ سے یہ مسئلہ پوچھا تو میں نے پورا واقعہ بتایا، آپ نے پھر اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا (2)۔

امام مالک اور عبد الرزاق نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ان عورتوں کو مقام البیداء سے واپس کر دیتے تھے جن کے خاوند فوت ہو چکے ہوتے تھے اور ابھی عدت میں ہوتی تھیں، آپ انہیں حج سے روکتے تھے (3)۔

امام مالک اور عبد الرزاق نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس عورت کا خاوند فوت ہو چکا ہو اور جس کو طلاق بائنہ دی گئی ہو وہ اپنے گھر میں ہی رات گزارے (4)۔

امام مالک، عبد الرزاق، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے حضرت حمید بن نافع عن زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے سلسلہ سے روایت کیا ہے حضرت زینب نے ان تین احادیث کی خبر دی، فرماتی ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام حبیبہ کے پاس آئی جب ان کا باپ سفیان بن حرب فوت ہو گیا تھا، تو اس نے زرد رنگ کی خوشبو منگوائی، پھر لونڈی نے اس خوشبو میں تیل ملایا پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے پیٹ پر اس کو ملا، پھر کہا اللہ کی قسم مجھے اس خوشبو کے لگانے کی ضرورت نہیں تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہے کہ کسی ایسی عورت کے لئے حلال نہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، لیکن خاوند کے وصال پر چار مہینے دس دن سوگ منائے۔ حضرت زینب فرماتی ہیں میں زینب بنت جحش کے پاس گئی، جب اس کا بھائی عبد اللہ فوت ہو گیا تو انہوں نے بھی خوشبو لگائی پھر فرمایا اللہ کی قسم مجھے خوشبو لگانے کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سنا ہے کہ کسی ایسی عورت پر حلال

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 615
2۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 5،6 صفحہ 158 (1204)
3۔ مؤطا امام مالک، جلد 2، صفحہ 591 (88)
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 592 (90)

نہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ منائے۔ حضرت زینب فرماتی ہیں میں نے اپنی والدہ ام سلمہ کو یہ فرماتے سنا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری بیٹی کا خاوند فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھ میں تکلیف ہے کیا ہم اس کو سرمہ لگا لیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ فرمایا نہیں، نہیں پھر فرمایا یہ چار ماہ دس دن ہے جب کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی عورت سال مکمل ہونے پر مینگنی پھینکتی تھی (1)۔ حمید فرماتے ہیں میں نے زینب کو پوچھا سال کے مکمل ہونے پر مینگنی کیوں پھینکتی تھی، زینب نے کہا، عورت کا جب خاوند فوت ہو جاتا تھا تو وہ چھوٹی سی کوٹھری میں داخل ہو جاتی تھی اور ناقص ترین کپڑے پہنتی تھی نہ کوئی خوشبو استعمال کرتی تھی اور نہ کوئی اور چیز حتی کہ اس پر سال گزر جاتا تھا۔ پھر ایک چوپایا گدھا یا بکری یا پرندہ لایا جاتا پھر وہ اس کے کمرے کے اندر داخل کیا جاتا جب بھی کوئی چیز داخل کی جاتی تو وہ مر جاتی تھی پھر وہ نکلتی تھی اس کو مینگنی دی جاتی تھی پھر وہ اس مینگنی کو پھینکتی تھی اس کے بعد جو خوشبو وغیرہ لگانا چاہتی تھی تو اس کی طرف رجوع کرتی تھی۔

امام مالک اور مسلم نے صفیہ بنت ابی عبید کے طریق سے حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما ازواج مطہرات سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی ایسی عورت کے لئے حلال نہیں جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے لیکن خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ منائے (2)۔ نسائی اور ابن ماجہ نے صفیہ عن حفصہ سے اور حضرت عائشہ کی حدیث عروہ کے طریق سے روایت کی ہے۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی ایسی عورت کے لئے حلال نہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے، لیکن خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ منائے، وہ نہ سرمہ لگائے نہ رنگا ہوا کپڑا پہنے لیکن جو بننے سے پہلے رنگا ہوا ہو اور نہ خوشبو لگائے مگر جب حیض سے پاک ہو تو قسط یا اظفار خوشبو کا تھوڑا سا استعمال کر سکتی ہے (3)۔

امام ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا جس کا خاوند فوت ہو جائے وہ رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے اور نہ گیرو کا رنگا ہوا کپڑے پہنے اور نہ زیور استعمال کرے اور نہ خضاب لگائے اور نہ سرمہ لگائے (4)۔

امام ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے جب کہ میں نے اپنی آنکھوں پر صبر لگا رکھا تھا۔ فرمایا اے ام سلمہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ صبر ہے۔ اس میں خوشبو نہیں ہے۔ فرمایا یہ چہرے کو گورا کرتا ہے تو یہ رات کے وقت لگایا کر اور خوشبو کے ساتھ کنگھی نہ کیا کر اور نہ مہندی استعمال کر کیونکہ یہ خضاب ہے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ میں کس چیز کے ساتھ کنگھی کروں؟

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 5,6 صفحہ 138 (97-96-1195) 2۔ صحیح مسلم، جلد 9.10 صفحہ 98 (63)

3۔ سنن نسائی، جلد 3، صفحہ 202، مطبوعہ دار الریان للتراث قاہرہ 4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 202

فرمایا بیری کے پتوں کے ساتھ، ان کے ساتھ تو اپنے سر کو ڈھانکے گی (1)۔

امام مالک نے حضرت سعید بن المسیب اور سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، لونڈی کی عدت جس کا خاوند فوت ہو چکا ہو، دو ماہ پانچ دن ہے (2)۔

امام مالک نے ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ام الولد کا جب آقا فوت ہو جائے تو اس کی عدت ایک حیض ہے (3)۔

امام مالک نے حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ام الولد کی عدت جب اس کا آقا فوت ہو جائے تو دو حیض ہیں (4)۔

امام مالک نے حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یزید بن عبد الملک نے کہا کہ امہات الاولاد کے آقا فوت ہو جائیں تو ایک حیض یا دو حیضوں کے بعد ان کے نکاح کرو اور دوسری عورتوں کے خاوند فوت ہو جائیں تو وہ چار ماہ دس دن عدت گزاریں، قاسم بن محمد نے کہا سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا اور ام الولد، آقا کی بیوی نہیں ہوتی (5)۔

امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ام الولد کے بارے میں ہمارے نبی کی سنت کو ہم پر ملتبس نہ کرو، جب ام ولد کا آقا فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾

"اور کوئی گناہ نہیں تم پر اس بات میں کہ اشارہ سے پیغام نکاح دو ان عورتوں کو یا جو چھپائے ہو تم اپنے دلوں میں۔ جانتا ہے اللہ تعالیٰ کہ تم ضرور ان کا ذکر کرو گے البتہ نہ وعدہ لینا ان سے خفیہ طور پر بھی مگر یہ کہ کہو (ان سے) شریعت کے مطابق کوئی بات اور نہ پکی کرلو نکاح کی گرہ یہاں تک کہ پہنچ جائے عدت اپنی انتہا کو اور جان لو کہ یقیناً اللہ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے سو اس سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا حلم والا ہے"۔

1۔ سنن نسائی، جلد 3، صفحہ 202، مطبوعہ دار الریان للتراث
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 204
3۔ موطا امام مالک، جلد 2، صفحہ 593 (93) مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
4۔ ایضاً، (92)
5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 593
6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 592 (91)

امام وکیع، الفریابی، عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، النجار، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تعریض یہ ہے کہ کوئی شخص کہے کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں میں ایسی ایسی عورت کو پسند کرتا ہوں، مجھے عورتوں کی غرض ہے میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے نیک عورت میسر فرمائے لیکن اسے صراحۃً نکاح کا پیغام نہ دے (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عدت میں تعریض یہ ہے کوئی شخص عدت گزارنے والی عورت سے کہے کہ اگر تمہارا خیال ہو تو مجھ سے سبقت نہ لے جائے میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تیرے درمیان موافقت پیدا فرمادے اس قسم کی کلام میں کوئی حرج نہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس طرح کہے میں تجھ سے رغبت رکھتا ہوں میں نے خواہش کی تھی کہ میں تجھ سے نکاح کروں تا کہ وہ اسے آگاہ کردے کہ وہ اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ لیکن پختہ عہد نہ لے اور عقد نہ کرے (3)۔

امام مالک، شافعی، ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے عبدالرحمٰن بن القاسم عن ابیہ کے سلسلہ روایت کیا ہے کہ مرد عورت کو عدت کے دوران اس طرح کہے، تو میرے نزدیک معزز ہے، میں تجھ سے رغبت رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ تجھ سے خیر پیدا فرمائے یا رزق پیدا فرمائے اسی جیسی کلام کرے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر نے ابراہیم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے نکاح کی تعریض میں ہدیہ دینے میں کوئی حرج نہیں (5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَكْنَنْتُمْ کا معنی اسررتم (جو تم پوشیدہ کرتے ہو) (6) عبدالرزاق نے الضحاک سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فرماتے ہیں داخل ہو کر سلام کرے اور ہدیہ دے سکتا ہے اگر چاہے اور کلام نہ کرے (7)۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے راویت کیا ہے عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ یعنی اللہ نے جان لیا ہے کہ تم ان کو نکاح کا پیغام دینے کا ذکر کرتے ہو (8)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ دل میں تم اس کو یاد کرتے ہو (9)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 880 (383) 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 619

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب لا جناح الخ، جلد 3، صفحہ 533 (16849) مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

4۔ موطا امام مالک، باب ماجاء فی الخطبۃ، جلد 2، صفحہ 524 (3) 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 621 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 624

7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 623 8۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 624 9۔ ایضاً

سِرًّا فرماتے ہیں اس طرح نہ کہے میں تیرا عاشق ہوں تو مجھ سے عہد کر کہ تو میرے علاوہ کسی سے نکاح نہیں کرے گی۔ اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ اگر تیرا خیال ہو تو مجھ سے اپنے نفس کے ساتھ سبقت نہ لے جائے (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص زنا کے لئے اس کے پاس جائے حالانکہ وہ اس سے تعریض نکاح پیش کر چکا ہو (2)۔

امام عبدالرزاق نے الحسن، ابومجلز اور النخعی رحمہم اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام طستی نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا کا مطلب پوچھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا السر سے مراد جماع ہے، نافع رحمہ اللہ نے پوچھا کیا عرب اس کا یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا ہاں کیا تو نے امرئ القیس کا یہ شعر نہیں سنا

اَلَا زَعَمَتْ بَسْبَابَةُ الْيَوْمَ اَنَّنِىْ　　كَبُرْتُ وَاَنْ لَّا يُحْسِنَ السِّرَّا مَثَالِىْ

خبردار آج بساسہ (بدبخت) کہتی ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرے جیسے لوگ جماع پر قادر نہیں ہوتے

امام بیہقی نے حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا کا یہ معنی پہنچا ہے کہ فحش گوئی، یعنی مرد اس کو اپنی طرف سے جماع کرنے کا اشارہ نہ کرے (3)۔

امام عبدالرزاق نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص عورت سے عہد لیتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو روکے رکھے اور کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے، ایسا کرنے سے اس ارشاد میں روکا گیا ہے۔ سعید بن جبیر سے اسی طرح مروی ہے۔

امام سفیان اور ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا کے تحت یہ روایت کیا ہے کہ عدت کے اندر اسے نکاح کا پیغام نہ دے اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا فرماتے ہیں اس طرح کہے کہ تو بڑی خوبصورت ہے، خوش شکل ہے، تجھ سے رغبت کی جاتی ہے۔

امام عبدالرزاق اور ابن المنذر نے اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا کے تحت فرمایا ہے کہ وہ اسے کہے کہ تو حسین و جمیل ہے تو سراپا خیر ہے یا عورتیں میری ضرورت و حاجت ہیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ فرماتے ہیں تم نکاح نہ کرو یہاں تک کہ ان کی عدت گزر جائے (4)۔

امام عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عدت کے اندر عورت کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 30-626　2۔ ایضاً، ج جلد 2، صفحہ 626

3۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب التعریض، جلد 2 صفحہ 179　4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 638

وعدہ نہ دے کہ میں عدت گزرنے کے بعد تجھ سے نکاح کروں گا۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ، ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ یہ وعید ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾

''کوئی حرج نہیں تم پر اگر تم طلاق دے دو ان عورتوں کو جن کو تم نے چھوا بھی نہیں اور نہیں مقرر کیا تم نے ان کا مہر اور خرچہ دو انہیں مقدور والے پر اس کی حیثیت کے مطابق اور تنگدست پر اس کی حیثیت کے مطابق۔ یہ خرچہ مناسب طریقہ پر ہونا چاہئے۔ یہ فرض ہے نیکوکاروں پر''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں حضرت علی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں المس سے مراد نکاح ہے اور فَرِيْضَةً سے مراد مہر ہے۔ مَتِّعُوْهُنَّ فرماتے ہیں مرد عورت سے نکاح کرے اور اس کا مہر مقرر نہ کرے پھر اسے دخول سے پہلے طلاق دے تو اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ اسے اپنی خوشحالی اور تنگ دستی کے مطابق متعہ (تین کپڑے) دے۔ اگر وہ خوشحال ہے تو خادم وغیرہ کے ساتھ متعہ دے۔ اگر تنگ دست ہے تو اسے تین کپڑے یا اسی جیسی چیز عطا کرے (1)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے عکرمہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں متعہ طلاق میں اعلیٰ ترین خادم ہے اور اس سے کم چاندی ہے اور اس سے کم لباس ہے (2)۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک خوشحال شخص کو متعہ کا حکم دیا تو فرمایا اتنا اسے عطا کرے، یہ پہنائے، پھر اس کا شمار کیا گیا تو تیس درہم کی مقدار بنتا تھا۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کم از کم متعہ تیس درہم ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو مہر مقرر کرنے اور دخول سے پہلے طلاق دے دے تو اس پر صرف متعہ واجب ہے (3)۔

وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَ اَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 633,35 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 635 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 643

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۲۳۷﴾

''اور اگر تم طلاق دو انہیں اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ اور مقرر کر چکے تھے ان کے لئے مہر تو نصف مہر (ادا کرو) جو تم نے مقرر کیا ہے مگر یہ کہ وہ (اپنا حق) معاف کر دیں یا معاف کر دے وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ اور (اے مردو!) اگر تم معاف کر دو تو یہ بہت قریب ہے تقویٰ سے اور نہ بھلایا کرو احسان کو آپس (کے لین دین) میں۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے''۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں اعمش سے روایت کیا ہے عبد اللہ کی قرأت میں مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ کی جگہ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُجَامِعُوۡهُنَّ ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَ اِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ فرماتے ہیں، ایک آدمی ایک عورت سے نکاح کرتا ہے اور اس کے لئے مہر بھی مقرر کرتا ہے، پھر اس دخول سے پہلے طلاق دے دیتا ہے تو اسے نصف مہر ملے گا اس سے زیادہ نہ ہوگا لیکن وہ خود معاف کر دیں (تو انہیں اختیار ہے) یہ ایسی عورت کا حکم ہے جو ثیبہ ہو اور ایسی باکرہ جس کا نکاح اس کے باپ کے علاوہ کسی نے کیا ہو، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے یہ عفو بھی مقرر کیا ہے، اگر یہ چاہیں تو معاف کریں، اگر چاہیں تو نصف لے لیں اَوۡ يَعۡفُوَا الَّذِيۡ بِيَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّكَاحِ یعنی باکرہ بچی کا باپ معاف کرے۔ اللہ تعالیٰ نے باپ کو یہ اختیار دیا ہے بچی کو کوئی حق نہیں ہے جب اس کو اس وقت طلاق ہو جائے اور وہ باپ کی پرورش میں ہو (1)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور نحاس نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو عورت جس کو دخول سے پہلے طلاق دی گئی ہو جب کہ اس کا مہر مقرر کیا گیا ہو تو سورۂ احزاب کی آیت کے مطابق اس کے لئے متعہ تھا پھر جب سورۂ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ایسی عورت کے لئے نصف مہر مقرر فرمایا ہے، اس صورت میں اس کے لئے متعہ نہیں ہوگا۔ آیت احزاب اس کے ساتھ منسوخ ہوگئی (2)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابوبکر الہذلی نے اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے اپنی عورت کو جماع سے پہلے طلاق دی تھی، کیا ایسی عورت کے لئے متعہ ہے؟ فرمایا ہاں، ابوبکر نے ان سے کہا، فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ نے اس کو منسوخ نہیں کر دیا الحسن نے فرمایا اس کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا ہے۔

امام شافعی، سعید بن منصور اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو شخص عورت سے نکاح کرے پھر اس سے خلوت بھی کرے پھر جماع سے پہلے اسے طلاق دے دے تو اس کو نصف مہر ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ اِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ وَ قَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيۡضَةً فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يَّعۡفُوۡنَ اَوۡ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 647,48 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 647

3۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 254، مطبوعہ دار الفکر بیروت

يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایسی عورت کو نصف مہر ملے گا اگر چہ وہ اس کے قدموں کے درمیان بیٹھا بھی ہو(1)۔

امام طستی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ان سے پوچھا کہ مجھے اِلَّاۤ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ کے متعلق بتاؤ۔ ابن عباس نے فرمایا مگر یہ کہ عورت اپنا نصف مہر چھوڑ دے یا خاوند اس کو نصف باقی بھی دے دے اور کہے کہ یہ میری ملکیت میں تھی اور میں نے اسے نکاح کرنے سے روکے رکھا (اس لئے باقی نصف مہر بھی اسے دے دے) نافع نے پوچھا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا ہاں تو نے زہیر بن ابی سلمی کا یہ شعر نہیں سنا۔

حَزْمًا وَبِرًّا لِلْاِلٰهِ وَشِيْمَةً تَعْفُوْ عَلٰى خُلُقِ الْمُسِيْءِ الْمُفْسِدِ

محتاط اور اپنے معبود کے لئے نیکی کرنے والا اچھی خصلت والا برے اخلاق والے کو بھی معاف کر دیتا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی (الاوسط میں) اور بیہقی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ سے مراد خاوند ہے(2)۔ وکیع، سفیان، الفریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ سے مراد خاوند ہے(3)۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اس کا باپ، اس کا بھائی یا کوئی ایسا شخص ہے جس کی اجازت کے بغیر اس عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا ہے(4)۔ ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے کئی طرق کے ذریعے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس سے مراد خاوند ہے(5)۔

امام شافعی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب ان کے خاندان کی کسی عورت کو نکاح کا پیغام دیا جاتا تو آپ حاضر ہوتی تھیں اور جب نکاح کی گرہ باقی ہوتی تو آپ عورت کے کسی رشتہ دار مرد کو کہتی کہ اس کا نکاح کر دو کیونکہ عورت خود نکاح کرنے کی اہل نہیں ہوتی۔

امام ابن ابی شیبہ نے سعید بن جبیر، مجاہد، ضحاک، شریح، ابن المسیب، شعبی، نافع اور محمد بن کعب رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد خاوند ہے(6)۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابو بشر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں طاؤس اور مجاہد نے فرمایا اس سے مراد ولی ہے۔ سعید بن جبیر نے فرمایا خاوند ہے، طاؤس اور مجاہد حضرت سعید بن جبیر سے اس مسئلہ میں گفتگو کرتے رہتے حتی کہ دونوں نے سعید کی اتباع کی(7)۔

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 255، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 654 3۔ ایضاً
4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 252، مطبوعہ دار الفکر بیروت 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 654
6۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 545 (16988) 7۔ ایضاً، (16985)

امام ابن ابی شیبہ نے عطاء، الحسن، علقمہ اور زہری رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ولی ہے(1)۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ عفو سے راضی ہے اور اس کا حکم فرمایا۔ پس اگر عورت معاف کرے تو جیسے چاہے معاف کرے، اگر وہ بخل کرے تو اس کا ولی معاف کرے تو بھی جائز ہے اگرچہ عورت انکار ہی کرے(2)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ سے مراد عورتیں ہیں اور اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ سے مراد ولی ہے(3)۔

امام عبد الرزاق نے حضرت ابن مسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عفو الزوج (خاوند کا معاف کرنا) یہ ہے کہ وہ تمام مہر ادا کرے اور عورت کا عفو یہ ہے کہ وہ نصف مہر چھوڑ دے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وہ تقوی کے زیادہ قریب وہ ہے جو دونوں میں سے معاف کردے(4)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کو عفو میں سبقت لے جانے کا حکم فرمایا ہے اور اس میں فضل واحسان ہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَنْ تَعْفُوْٓا سے مراد یہ ہے کہ خاوند معاف کردیں۔

امام وکیع، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ فرماتے ہیں آپس میں طلاق اور دوسری کسی صورت میں فضل کو نہ بھولو(5)۔

امام ابن جریر نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ فضل سے مراد معروف ہے یعنی آپس میں نیکی اور بھلائی کو نہ بھولو(6)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فضل اور معروف پر لوگوں کو برانگیختہ کر رہے ہیں اور اس کی رغبت دلا رہے ہیں(7)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو وائل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے غلام کی شادی کرے تو اس کی مدد کرے اسے مکاتب بنائے تو اس کی مدد کرے اس قسم کی دوسری عطیہ کی مثالیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عون بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم میں سے کسی کے پاس سائل آئے اور اس کے پاس کچھ نہ ہو تو اسے اس کے لئے دعا کردینی چاہیے۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 545 (16997)
2۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 650
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 652
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 660
5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 662
6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 663
7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 662

امام سعید بن منصور، احمد، ابو داؤد، ابن ابی حاتم، الخرائطی (مساوی الاخلاق) اور بیہقی نے سنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قریب ہے لوگوں پر ایسا سخت زمانہ آجائے، کہ خوشحال آدمی اپنے مال پر کنجوس ہو جائے اور سختی کرے اور فضل کو بھول جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔ ارشاد فرمایا آپس میں احسان کو مت بھولو۔ ابن مردویہ نے دوسرے طریق سے حضرت علی سے یہ روایت مرفوعاً نقل کی ہے۔

امام شافعی، عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ کے سلسلے سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر ابھی تک دخول نہیں کیا تھا کہ اسے طلاق دے دی۔ پھر اس مرد نے عورت کو پورا مہر بھیجا اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا میں صاحب فضل لوگوں میں سے ہوں (1)۔

امام مالک، شافعی، ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور اس کی والدہ زید بن خطاب کی بیٹی تھی اور عبداللہ بن عمر و کی بیٹی، عبداللہ بن عمر کے بیٹے کے نکاح میں تھی، وہ مرگیا اور اس نے ابھی جماع نہیں کیا تھا نہ مہر مقرر کیا تھا پس اس کی ماں نے اپنی بیٹی کا مہر طلب کیا تو ابن عمر نے کہا اس کے لئے مہر نہیں ہے، اگر اس کے لئے مہر ہوتا تو ہم کبھی نہ روکتے اور اس لڑکی پر ظلم نہ کرتے، لیکن اس لڑکی کی ماں نے عبداللہ بن عمر کی بات نہ مانی، فیصلہ زید بن ثابت کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا اس کے لئے مہر نہیں اور اس کے لئے میراث ہے (2)۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ عبداللہ بن مسعود کے پاس آئے اور کہا کہ ہم میں سے ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے لئے مہر مقرر نہیں کیا اور نہ اس سے جماع کیا حتی کہ وہ مرگیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا نبی کریم ﷺ کی جدائی سے لے کر اس مسئلہ سے مشکل مسئلہ مجھ سے نہیں پوچھا گیا۔ تم کسی اور کے پاس جاؤ، وہ لوگ ایک مہینہ تک آپ کے پاس آتے جاتے رہے۔ پھر آخر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ ہم جب آپ سے نہ پوچھیں تو کس سے پوچھیں؟ آپ اس شہر میں آخری صحابی ہیں، ہم آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں دیکھتے، عبداللہ بن مسعود نے کہا میں یہ مسئلہ تمہیں اپنی رائے اور اجتہاد سے بتاتا ہوں، اگر یہ درست ہے تو اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف سے ہے، اگر غلط ہے تو میری طرف سے خطا ہے، اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس کو مہر ملے گا جیسے دوسری عورتوں کا مہر ہوتا ہے، اس میں کمی بیشی نہ ہو گی اور اس کو میراث بھی ملے گی، اس پر چار مہینے دس دن عدت ہوگی۔ یہ اشجع قبیلہ کے لوگوں سے سن کر فیصلہ فرمایا تھا۔ پس وہ اٹھ کھڑے ہوئے ان میں معقل بن یسار بھی تھے۔ انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں جو آپ نے فیصلہ کیا ہے بالکل اسی طرح ہماری ایک عورت کا رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا تھا جس کا نام بروع بنت واشق تھا۔ راوی فرماتے ہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اتنے خوش ہوئے کہ پہلے کبھی اتنے خوش نہیں ہوتے تھے سوائے اسلام لانے کے دن کے۔ پھر عبداللہ بن مسعود نے فرمایا اے اللہ اگر یہ فیصلہ درست ہے تو تیری توفیق سے ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 662 2۔ مؤطا امام مالک، جلد 2، صفحہ 527 (10)، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس عورت کا خاوند مر جائے اور اس کے لئے مہر مقرر نہ کیا گیا ہو تو اس کو میراث ملے گی، اس پر عدت بھی ہوگی اور اس کو مہر نہیں ملے گا اور فرمایا ہم کتاب اللہ کے مقابلہ میں اشجع قبیلہ کے اعرابی کا قول قبول نہیں کرتے (1)۔

امام شافعی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ جس عورت کا خاوند مر جائے جب کہ اس کا مہر مقرر کیا گیا ہو (اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا اس کے لئے مہر اور میراث ہے (2)۔

امام مالک، شافعی، ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت ابن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب پردے ڈال دیئے جاتے ہیں (یعنی جب میاں بیوی خلوت میں ہوتے ہیں) تو مہر واجب ہو جاتا ہے۔ یہ فیصلہ آپ نے اس عورت کے حق میں فرمایا جس نے ایک مرد سے نکاح کیا تھا (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت الاحنف بن قیس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب پردہ ڈال دیا جائے، دروازہ بند کر دیا جائے تو عورت کو پورا مہر ملے گا اور اس پر عدت بھی ہوگی (4)۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت زرارہ بن اوفی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں خلفائے راشدین کا فیصلہ یہ تھا کہ جو دروازہ بند کر دے یا پردہ لٹکا دے تو عدت اور مہر واجب ہو جاتا ہے (5)۔

امام مالک اور بیہقی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب مرد اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے پھر پردے لٹکا دیئے جاتے ہیں تو مہر واجب ہو جاتا ہے (6)۔

امام بیہقی نے حضرت محمد بن ثوبان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عورت کا ازار کھولا، اس کی شرم گاہ کو دیکھا پس مہر واجب ہو گیا (7)۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ ﴿۲۳۸﴾

"پابندی کرو سب نمازوں کی اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی اور کھڑے رہا کرو اللہ کے لئے عاجزی کرتے ہوئے"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں الصَّلَوٰتِ سے مراد فرضی نمازیں ہیں۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں الاعمش سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبد اللہ بن مسعود کی قرأت اس طرح تھی حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نماز پر محافظت سے مراد ان کی وقت پر

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 247، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً 3۔ مؤطا امام مالک، جلد 2، صفحہ 528 (12)
4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب من قال من اغلق بابا، جلد 7، صفحہ 255 5۔ ایضاً 6۔ مؤطا امام مالک، جلد 2، صفحہ 528 (13)
7۔ سنن کبریٰ، از بیہقی، باب من قال من اغلق بابا، جلد 7، صفحہ 256، مطبوعہ دار الفکر بیروت

محافظت ہےاورنماز سے سہو سے مراد ان کے وقت سے سہو ہے(1)۔

امام مالک، شافعی، بخاری، ابو داؤد، نسائی اور مسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اہل نجد سے آیا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی آواز کی گنگناہٹ سنائی دیتی تھی لیکن ہم اس کی بات نہیں سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہو گیا پھر اس نے اسلام کے متعلق پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ پھر اس نے پوچھا ان کے علاوہ بھی کوئی نماز مجھ پر لازم ہے؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفلی نماز پڑھے اور رمضان کے مہینہ کے روزے، اس نے پوچھا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی روزہ فرض ہے؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفلی روزے رکھے (پھر) رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ کا ذکر فرمایا۔ اس نے پوچھا اس کے علاوہ بھی مجھ پر صدقہ لازم ہے؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفلی صدقات دے، وہ شخص واپس ہوا اور یہ کہہ رہا تھا اللہ کی قسم میں اس پر نہ زائد کروں گا اور نہ کمی کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کامیاب ہو گیا اگر اس نے سچ کر دکھایا(2)۔

امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ ہمیں اچھا لگتا تھا کہ کوئی عقل مند دیہاتی شخص آئے اور آپ ﷺ سے کچھ پوچھے اور ہم سنیں۔ پس ایک دیہاتی آیا اور اس نے عرض کی یا محمد ﷺ! آپ کا ایک مبلغ ہمارے پاس پہنچا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے۔ پھر اس دیہاتی نے پوچھا آسمان کو کس نے پیدا کیا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے۔ پھر اس نے پوچھا زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے پھر پوچھا ان پہاڑوں کو کس نے نصب کیا اور جو کچھ ان میں ہے کس نے پیدا کیا؟ فرمایا اللہ نے۔ دیہاتی کہنے لگا آسمان و زمین کے خالق اور پہاڑوں کے نصب کرنے والے کی قسم کیا اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے؟ فرمایا ہاں پھر پوچھا کہ تمہارا مبلغ کہتا ہے ہم پر دن، رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں؟ فرمایا اس نے سچ کہا، دیہاتی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے کیا اللہ نے تمہیں ان نمازوں کا حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ پھر دیہاتی نے کہا تمہارا مبلغ کہتا ہے کہ ہم پر ہمارے اموال میں زکاۃ لازم ہے؟ فرمایا اس نے کہا سچ کہا ہے۔ پھر دیہاتی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ دیہاتی نے پوچھا تمہارا مبلغ کہتا ہے کہ ہم پر سال میں ایک مہینہ کے روزے فرض ہیں؟ فرمایا اس نے سچ کہا ہے۔ دیہاتی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کا مبلغ کہتا ہے ہم پر حج لازم ہے جس کو راستہ کی طاقت ہو؟ فرمایا اس نے سچ کہا ہے۔ دیہاتی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں ان فرائض پر نہ زیادتی کروں گا اور نہ کمی کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر اس نے سچ کر دکھایا تو یقیناً جنت میں جائے گا(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 663 2۔ صحیح بخاری، جلد 11، صفحہ 25(46)

3۔ صحیح مسلم، باب السؤال عن ارکان الاسلام، جلد 1، صفحہ 30، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت ابوایوب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو میں کروں تو وہ مجھے جنت کے قریب کردے اور دوزخ سے دور کردے فرمایا۔ اللہ کی عبادت کر و اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا، نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر اور اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کر۔ جب وہ واپس مڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اگر اس کو مضبوطی سے تھامے رکھے گا تو جنت میں داخل ہوگا (1)۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری ایسے عمل پر راہنمائی فرمائیں اگر میں اسے کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں، فرمایا اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا، فرضی نماز قائم کر، فرضی زکوٰۃ ادا کر، رمضان کے روزے رکھو، اس اعرابی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں اس پر نہ کبھی اضافہ کروں گا اور نہ اس میں کمی کروں گا۔ جب وہ واپس چلا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بس جسے یہ پسند ہو کہ اہل جنت میں سے کسی کو دیکھے تو وہ اس شخص کو دیکھے (2)۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا جب میں فرضی نمازیں پڑھوں، رمضان کے روزے رکھوں اور حلال کو حلال کروں اور حرام کو حرام کروں اور اس پر کچھ اضافہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہوں گا فرمایا ہاں، اس شخص نے کہا اللہ کی قسم میں ان احکام پر کچھ اضافہ نہیں کروں گا (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا تو اہل کتب کے پاس جائے گا۔ جب تو ان کے پاس پہنچے تو انہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت کی طرف دعوت دینا۔ اگر وہ تمہاری اس معاملہ میں اطاعت کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ یہ تسلیم کرلیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالدار لوگوں سے لیا جائے گا اور ان کے فقراء پر لوٹایا جائے گا، اگر وہ یہ مان جائیں تو ان کے عمدہ اور اچھے مال نہ لینا، مظلوم کی دعا سے بچ کیوں کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے (4)۔

امام ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوقتادہ بن ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اشاد فرمایا میں نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے خود عہد کر رکھا ہے کہ جو ان نمازوں کی ان کے وقت پر محافظت کرے گا میں اسے اپنے عہد کی وجہ سے جنت میں داخل کروں گا اور جو ان پر محافظت نہیں کرے گا اس کے لئے میرا کوئی عہد نہیں ہے (5)۔

امام ابوداؤد نے حضرت فضالہ اللیثی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ

1۔ صحیح مسلم، باب السؤال عن ارکان الاسلام، جلد 1، صفحہ 31، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 32

4۔ سنن ابن ماجہ، کتاب فرض الزکاۃ، جلد 2، صفحہ 378 (1783)

5۔ سنن ابن ماجہ، باب الصلوات الخمس، جلد 2، صفحہ 184 (1403)

ﷺ نے مجھے (احکام شرع کی) تعلیم دی، اس تعلیم میں یہ بھی تھا کہ پانچ نمازوں کی ان کے اوقات میں محافظت کر(1)۔

امام مالک، ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کی ہیں جو ان کو ادا کرے گا اور ان میں سے کوئی نماز ان کے حق کی کوتاہی کرتے ہوئے ضائع نہیں کرے گا۔ ایک روایت میں ہے: جو ان نمازوں کا اچھی طرح وضو کرے گا اور ان کو ان کے وقت میں ادا کرے گا اور ان کا رکوع وخشوع مکمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ پر اس کے لئے عہدہ ہے کہ وہ اسے بخش دے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا اس کے لئے اللہ پر کوئی عہد نہیں، اگر چاہے گا تو اسے بخش دے گا اور اگر چاہے گا تو اس عذاب دے گا(2)۔

امام نسائی، دارقطنی اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ ان نمازوں سے پہلے یا بعد میں مجھ پر کچھ لازم ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اس شخص نے قسم اٹھائی اللہ کی قسم وہ نہ ان پر زیادتی کرے گا اور نہ ان میں کمی کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اس نے سچ کر دکھایا تو جنت میں داخل ہوگا(3)۔

امام حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت فضالہ الزاہرانی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے تعلیم دی کہ پانچ نمازوں پر محافظت کر میں نے کہا میرے لئے کچھ ایسے اوقات ہیں جن میں میری بہت زیادہ مصروفیت ہوتی ہے، آپ مجھے کوئی ایسا جامع کام بتائیں جب میں اسے ادا کروں تو وہ میرے لئے کافی ہو، آپ ﷺ نے فرمایا عصرین کی محافظت کر یہ لفظ میری لغت میں نہیں تھا۔ میں نے کہا عصران سے کیا مراد ہے، فرمایا سورج کے طلوع ہونے سے پہلے کی نماز اور سورج کی غروب ہونے سے پہلے کی نماز(4)۔

امام مالک، احمد، نسائی، ابن خزیمہ، حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عامر بن سعید رضی اللہ عنہ سے راویت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے سعد اور دوسرا اصحابہ کو یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دو بھائی تھے، ایک دوسرے سے افضل تھا۔ جو افضل تھا وہ فوت ہوگیا پھر دوسرا چالیس دن اس کے بعد زندہ رہا پھر وہ بھی فوت ہوگیا، صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پہلے کی فضیلت کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا دوسرا نماز نہیں پڑھتا تھا؟ صحابہ نے عرض کی کیوں نہیں وہ بھی نماز پڑھتا تھا۔ فرمایا پھر اس میں بھی کوئی کمی نہیں، تمہیں پتا ہے کہ اس کی نماز نے اسے کس مقام پر پہنچا دیا۔ نماز کی مثال ایک جاری گہری، میٹھی نہر کی ہے جو کسی شخص کے دروازے پر ہو جس میں ہر روز وہ داخل ہوتا ہو (یعنی غسل کرتا ہو) تمہارا کیا خیال ہے اس پر کچھ میل باقی ہوگی؟ (فرمایا) تم نہیں جانتے کہ (دوسرے کو) اس کی نماز نے کہاں تک پہنچا دیا(5)۔

1۔ سنن ابوداؤد، جلد 2، صفحہ 301، مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض　　2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 328

3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 317 (720) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت　　4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 69 (51)

5۔ مؤطا امام مالک، جلد 1، صفحہ 174 (91) مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت

امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قضاعہ قبیلہ کے دو آدمی تھے، دونوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسلام قبول کیا ان میں سے ایک شہید ہو گیا، دوسرا ایک سال مزید زندہ رہا۔ طلحہ بن عبید اللہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ دونوں میں جو مؤخر فوت ہوا تھا اسے شہید سے پہلے جنت میں داخل کیا گیا، مجھے بہت تعجب ہوا، صبح ہوئی تو میں نے اپنا خواب نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا اس نے اپنے بھائی کے فوت ہونے کے بعد رمضان کے روزے نہیں رکھے تھے...... ہزار رکعت نماز نہیں پڑھی تھی، سال کی اتنی اتنی رکعت نہیں پڑھی تھیں (1)۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد المسند میں، البزار اور ابو یعلی نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے یہ جان لیا کہ نماز حق اور واجب ہے تو وہ جنت میں داخل ہوا (2)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں (3)۔

امام ابو یعلی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر ان کے دین میں سے جو چیز سب سے پہلے فرض کی وہ نماز ہے، آخر تک جو باقی رہے گی وہ نماز ہے، سب سے پہلے محاسبہ بھی نماز کا ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے بندے کی نماز کو دیکھو، اگر وہ مکمل ہوگی تو مکمل لکھی جائے گی، اگر ناقص ہو گی تو ارشاد ہوگا کیا اس کے کوئی نوافل ہیں؟ پس اگر نوافل ہوں گے تو ان کے ذریعے فرائض پورے کئے جائیں گے۔ پھر ارشاد ہوگا کیا اس کی زکاۃ مکمل ہے، اگر وہ مکمل ہوگی تو مکمل لکھی جائے گی، اگر اس میں کمی ہوگی تو ارشاد ہوگا اس کا نفلی صدقہ دیکھو، اگر اس کا نفلی صدقہ ہوگا تو صدقہ سے اس کی زکاۃ مکمل کی جائے گی (4)۔

امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت حنظلہ الکاتب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے نمازوں کے رکوع، سجود اور ان کے اوقات کی محافظت کی اور اس نے جان لیا کہ یہ اللہ کی طرف سے حق ہیں وہ جنت میں جائے گا (5)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز سب سے پہلے بندے کے جس عمل کا محاسبہ ہوگا وہ نماز ہے۔ اگر نماز درست ہوگی تو اس کے لئے تمام اعمال درست ہوں گے اگر نماز درست نہ ہوگی تو تمام اعمال فاسد ہوں گے (6)۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 333، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت 2۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 40، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مجمع الزوائد، باب فرض الصلاۃ، جلد 2، صفحہ 15 (1596)، مطبوعہ دار الفکر بیروت

4۔ مسند ابو یعلی، جلد 3، صفحہ 403 (4110) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

5۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 46 (2824) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

6۔ مجمع الزوائد، باب فرض الصلاۃ، جلد 2، صفحہ 20 (1608) مطبوعہ دار الفکر بیروت

امام احمد، ابن حبان اور طبرانی نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا ذکر فرمایا اور فرمایا جس نے نماز کی محافظت کی تو اس کے لئے یہ نماز قیامت کے دن نور، برہان اور نجات ہوگی اور جو اس کی محافظت نہیں کرے گا اس کے لئے نہ نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات ہوگی اور قیامت کے روز وہ فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا (1)۔

امام البزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جس کے لئے نماز نہیں اور اس کی نماز نہیں جس کا وضو نہیں۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکا ایمان (کامل) نہیں، جو امانت دار نہیں، اس کی نماز (کامل) نہیں جو پاک نہیں اس کا دین (کامل) نہیں جو نمازی نہیں، نماز کا دین میں وہ مرتبہ ہے جو جسم میں سر کا مرتبہ ہے (2)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قیامت کے روز پانچ نمازوں کے ساتھ آئے گا جب کہ اس نے نمازوں کے وضو اور ان کے اوقات، رکوع اور سجود کی محافظت کی ہوگی، اس میں سے کچھ کم نہیں کیا ہوگا، وہ آئے گا تو اس کے لئے اللہ کی بارگاہ میں عہد ہوگا کہ وہ اسے عذاب نہیں دے گا اور جو ان نمازوں میں کوتاہی کرے گا اس کا اللہ کی بارگاہ میں کوئی عہد نہیں، اگر وہ چاہے گا تو اس پر رحم فرمائے گا، چاہے گا تو اسے عذاب دے گا (3)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تین چیزوں کی حفاظت کی وہ یقیناً دوست ہے اور جس نے ان کو ضائع کیا وہ یقیناً دشمن ہے۔ نماز، روزہ اور جنابت (کا غسل) (4)

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اردگرد بیٹھے امتیوں کو فرمایا تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں، میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہیں؟ فرمایا نماز، زکوٰۃ، امانت، شرم گاہ، پیٹ اور زبان (5)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا معاصی کو چھوڑ دے، یہ بہتر ہجرت ہے اور نمازوں کی محافظت کر، یہ افضل ترین نیکی ہے (6)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نمازوں کو اپنے اوقات پر پڑھا اور ان کے لئے مکمل وضو کیا اور ان کے لئے قیام خشوع، رکوع اور سجود کو مکمل کیا تو وہ نمازیں روشن ہو کر نکلتی ہیں اور کہہ رہی ہوتی ہیں اللہ تمہاری حفاظت کرے جیسے تو نے ہماری حفاظت کی اور جس نے وقت پر نماز نہ پڑھی اور نہ اس کے لئے وضو مکمل کیا اور نہ اس کا خشوع، رکوع اور سجود مکمل کیا تو وہ تاریک، سیاہ ہو کر نکلتی ہے۔ اور کہتی ہے اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا حتی کہ جب اس طرح ہوتی ہے تو اللہ چاہے تو اسے لپیٹا جاتا ہے

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 169، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت 2۔ معجم اوسط، جلد 3، صفحہ 154 (2313) مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض

3۔ مجمع الزوائد، باب فرض الصلاۃ، جلد 2، صفحہ 21 (1615)، مطبوعہ دار الفکر بیروت

4۔ ایضاً، (1616) 5۔ ایضاً (1617) 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 138 (1676)

جیسے پرانا کپڑا لپیٹا جاتا ہے پھر اس نماز کو پڑھنے والے کے چہرے پر مارا جاتا ہے (1)۔

امام محمد، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ ہم ظہر کی نماز کا انتظار کر رہے تھے۔ فرمایا تمہیں معلوم ہے تمہارے پروردگار کا کیا ارشاد ہے؟ ہم نے کہا نہیں، فرمایا تمہارا رب فرماتا ہے جس نے نمازوں کو اپنے اوقات پر پڑھا اور ان کی محافظت کی اور ان کے حق کو حقیر جانتے ہوئے ضائع نہ کیا تو اس شخص کے لئے مجھ پر عہد ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں اور جو ان نمازوں کو وقت پر نہ پڑھے اور ان کی محافظت نہ کرے اور ان کے حق کو حقیر سمجھتے ہوئے ضائع کرے تو اس کے لئے مجھ پر کوئی حق نہیں ہے، اگر میں چاہوں گا تو اسے عذاب دوں گا، اگر چاہوں گا تو اس کو بخش دوں گا (2)۔

امام طبرانی اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن اپنے صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور انہیں فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ سوال فرمایا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میری عزت وجلال کی قسم کوئی بندہ نماز کو اپنے وقت پر نہیں پڑھتا مگر میں اسے جنت میں داخل کرتا ہوں اور جو نماز کو وقت پر ادا نہیں کرتا اگر میں چاہوں گا تو اس پر رحم فرماؤں گا اور اگر چاہوں گا تو اسے عذاب دوں گا (3)۔

امام البزار اور طبرانی نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندہ وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے، اس کے رکوع، سجود اور قرأت کو مکمل کرتا ہے تو نماز کہتی ہے اللہ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی پھر اس کو آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے، اس نماز کے لئے نور اور روشنی ہوتی ہے، اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جو اچھی طرح وضو نہیں کرتا اور رکوع وسجود اور قرأت کو مکمل نہیں کرتا تو نماز کہتی ہے اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا پھر اسے آسمان کی طرف بلند کیا جاتا ہے اور اس پر اندھیرا ہوتا ہے، آسمان کے دروازے بند ہوتے ہیں پھر اسے لپیٹا جاتا ہے جیسے پرانا کپڑا لپیٹا جاتا ہے، پھر اسے اس نمازی کے منہ پر مارا جاتا ہے (4)۔

امام احمد اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور افضل عمل پوچھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز، پھر اس نے یہی سوال کیا تو فرمایا نماز، اس نے پھر یہی سوال کیا تو فرمایا نماز، تین مرتبہ فرمایا۔ پھر اس نے پوچھا تو فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔ اس شخص نے کہا میرے والدین ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیتا ہوں (5)۔

1۔ مجمع الزوائد، باب المحافظة علی الصلاۃ، جلد 2، صفحہ 39 (1677) 2۔ معجم کبیر، جلد 19، صفحہ 142، مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی بغداد

3۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 281 4۔ مجمع الزوائد، باب فیمن لا یتم صلاتہ، جلد 2، صفحہ 304 (2734)

5۔ الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان، جلد 5، صفحہ 8 (1722)، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

امام طبرانی نے حضرت طارق بن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سلمان کے پاس رات گزاری تا کہ ان کی کوشش واجتہاد کو دیکھے۔ وہ رات کے آخری حصے میں اٹھے تو انہوں نے وہ نہ دیکھا جو وہ ان کے متعلق تصور کرتے تھے۔ سلمان کے سامنے یہ ماجرا ذکر کیا گیا تو سلمان نے کہا ان پانچ نمازوں کی حفاظت کرو، یہ ان زخموں کا کفارہ ہیں جو میدان جہاد میں نہیں لگ سکے۔ جب لوگ عشاء کی نماز پڑھتے ہیں تو وہ تین کیفیتوں میں ہوتے ہیں، ایک وہ جس پر گناہوں کا بوجھ ہوتا ہے اور اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہوتا، بعض وہ ہوتے ہیں جن کے لئے اجر ہوتا ہے اور کوئی گناہ نہیں ہوتا، بعض وہ ہوتے ہیں جن کے لئے نہ اجر ہوتا ہے نہ ان پر گناہ ہوتا ہے۔ پس جو رات کی تاریکی اور لوگوں کی غفلت کو غنیمت سمجھتا ہے۔ پھر وہ گناہوں میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے، یہ وہ شخص ہے جس کے اوپر بوجھ ہے اور اس کے لئے اجر نہیں ہے اور وہ شخص جس کے لئے اجر ہوتا ہے اور اس کے لئے گناہ نہیں ہوتا۔ وہ شخص ہے جو رات کی تاریکی اور لوگوں کی غفلت کو غنیمت سمجھتا ہے پھر رات کو اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کے لئے اجر ہے اور اس پر کوئی بوجھ نہیں ہے اور وہ جن کے لئے نہ اجر ہوتا ہے اور نہ گناہ ہوتا ہے یہ وہ شخص ہے جو نماز پڑھ کر سو جاتا ہے اس شخص کے لئے نہ اجر ہے اور نہ اس پر گناہ کا بوجھ ہے۔ فرمایا ایسی عبادت سے بچو جس کے بعد انسان خستہ ہو جائے اور تم پر میانہ روی لازمی ہے۔ اسی پر دوام پکڑ (1)۔

امام طبرانی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ احکام ایسے ہیں جو ایمان کے ساتھ ان کو ادا کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو پانچ نمازوں پر محافظت کرے گا یعنی ان کے وضو، رکوع، سجود، اوقات پر محافظت کرے گا، رمضان کے روزے رکھے گا، اگر راستہ کی طاقت رکھتا ہے حج کرے گا، زکوۃ خوش دلی کے ساتھ ادا کرے گا اور امانت ادا کرے گا۔ عرض کی گئی اے اللہ کے نبی، امانت کی ادائیگی کیا ہے۔ فرمایا جنابت سے غسل۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ اپنے دین میں کسی شی پر ابن آدم کو امین نہیں فرمایا (2)۔

امام احمد نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں پر میں قسم اٹھاتا ہوں اللہ تعالیٰ نہیں بنائے گا جس کا اسلام میں حصہ ہوگا اس شخص کی طرح جس کا اسلام میں حصہ نہیں ہوتا اور اسلام کے حصص تین ہیں نماز، روزہ، زکاۃ (3)۔

امام دارمی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی چابی نماز ہے۔

امام دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز، دین کا ستون ہے (4)۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میزان ہے، جس نے اس کو پورا کیا، اس نے پورا اجر پایا (5)۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص آیا اور عرض کی یا رسول اللہ

1۔ معجم کبیر، جلد 6، صفحہ 217 (6015) 2۔ معجم صغیر، صفحہ 772، مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی بغداد

3۔ مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 145، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت 4۔ مسند الفردوس، جلد 2، صفحہ 404 (3795) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

5۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 147 (3151) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

صلی اللہ علیہ وسلم! اسلام میں اللہ کے نزدیک کون سی چیز محبوب ہے؟ فرمایا وقت پر نماز ادا کرنا اور جس نے نماز ترک کی اس کا دین نہیں ہے اور نماز دین کا ستون ہے(1)۔

امام ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم، بیہقی نے سنن میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق پر استقامت اختیار کرو اور تم ہرگز ایسا نہ کر سکو گے (تم سے کچھ کمی ہو جائے گی) اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں سے بہتر عمل نماز ہے۔ وضو پر صرف مؤمن ہی محافظت کرے گا(2)۔

امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنہوں نے ان فرضی نمازوں پر محافظت کی اسے غافلوں میں سے نہیں لکھا جائے گا اور جس نے ایک رات میں سو آیات تلاوت کیں وہ قیام کرنے والوں میں سے لکھا جائے گا(3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے ان نمازوں پر محافظت کی وہ غافلوں میں سے نہیں ہے بے شک ان میں کوتاہی ہی ہلاکت ہے۔

امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے روز اللہ سے مسلمان ہو کر ملاقات کرے اسے ان نمازوں پر محافظت اختیار کرنی چاہیے جب بھی ان کے لئے اذان دی جائے، ابوداؤد کے لفظ اس طرح ہیں جہاں بھی اذان دی جائے پانچوں نمازوں پر محافظت کرو کیوں کہ یہ سنن ہدی میں سے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے سنن ہدیٰ شروع فرمائی ہیں، نمازوں سے پیچھے نہیں رہے گا مگر منافق جس کا نفاق ظاہر ہوگا اور تو نے دیکھا کہ ایک شخص کو دو آدمیوں کے درمیان اٹھا کر لایا گیا حتی کہ صف میں کھڑا کیا گیا اور تم میں سے کوئی ایسا نہ ہو مگر اس کے لئے مسجد ہونی چاہیے اور اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو گے اور اپنی مسجد کو چھوڑ دو گے تو تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے اور تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے تو تم کفر کرد گے(4)۔

امام ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے روز بندے کا سب سے پہلے جس عمل کا محاسبہ ہوگا وہ اس کی نماز ہے، اگر وہ درست ہوگی تو وہ کامیاب و کامران ہوگا، اگر نماز درست نہ نکلی تو وہ خائب و خاسر ہوگا، اگر اس کے فرائض میں کمی ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو کیا میرے بندے کے کوئی نفل ہیں۔ پس فرائض کی کمی کو نفلوں سے پورا کیا جائے گا پھر اس کے تمام اعمال کے لئے ایسا ہی ہوگا(5)۔

امام ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 39 (2807) 2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 221 (448) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 452 (1160) 4۔ سنن نسائی، جلد 2، صفحہ 108، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ

5۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 197 (1425) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

سب سے پہلے جس چیز کا قیامت کے روز بندے سے حساب ہوگا وہ اس کی نماز ہے، اگر وہ کامل ہوگی تو اس کے لئے کامل لکھی جائے گی، اگر کامل نہ ہوگی تو اللہ فرشتوں سے فرمائے گا دیکھو تم اس کے کوئی نفل دیکھتے ہو تو اس کے فرائض کے ضیاع کو نوافل سے پورا کردو۔ پھر زکاۃ میں اسی کی مثل معاملہ کیا جائے گا۔ پھر اعمال کا محاسبہ اسی طرح ہوگا(1)۔

امام طبرانی نے حضرت نعمان بن نوفل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جب میں پانچ نمازیں پڑھوں، رمضان کے روزے رکھوں، حرام کو حرام اور حلال کو حلال کروں اور اس پر کچھ اضافہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ فرمایا ہاں پھر اس شخص نے کہا اللہ کی قسم میں اس پر کچھ زائد نہیں کروں گا(2)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی سعد بن بکر کا ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور پوچھا آپ کو کس نے پیدا کیا اور آپ سے پہلے لوگوں کو کس نے پیدا کیا اور تیرے بعد کے لوگوں کا خالق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ۔ میں آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے تجھے رسول بنایا ہے؟ فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو کس نے پیدا کیا اور ان کے درمیان رزق کس نے جاری کیا؟ فرمایا اللہ۔ پھر اس نے کہا میں قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اس نے تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ فرمایا ہاں۔ ہم نے آپ کی کتاب میں پایا ہے اور تمہارے مبلغوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم رات اور دن میں پانچ نمازیں ان کے وقتوں پر ادا کریں، میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اس اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا ہم آپ کی کتاب میں پاتے ہیں اور تمہارے مبلغین نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے اموال میں سے کچھ حصہ نکال کر اپنے فقراء کو دیں، میں آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں ان احکام پر عمل کروں گا اور جو میری قوم میں سے میری اطاعت کرے گا۔ پس رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا اگر اس نے سچ کر دکھایا تو ضرور جنت میں داخل ہوگا(3)۔

امام احمد اور طبرانی نے حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ایک قوم کے پاس سے گزرا تو ان پر سلام کیا۔ انہوں نے اس کے سلام کا جواب دیا جب وہ ان لوگوں سے گزرنے لگا تو ایک شخص نے کہا، اللہ کی قسم میں اللہ کی رضا کے لئے اس شخص سے بغض رکھتا ہوں۔ اہل مجلس نے کہا اللہ کی قسم تم نے بڑی بری بات کہی ہے۔ اللہ کی قسم ہم ضرور اسے بتائیں گے اے فلاں اٹھ اور اسے بتا۔ ان کے پیغام پہنچانے والے نے اسے پایا اور جو کچھ اس شخص نے کہا تھا اس کے متعلق بتایا۔ وہ شخص لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں مسلمانوں کی ایک مجلس سے گزرا جس میں فلاں شخص تھا میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا پھر جب میں ان سے گزر آیا تو ان

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد2، صفحہ 197 (1426) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مجمع الزوائد، باب فرض الصلاۃ، جلد2، صفحہ 19 (1602) مطبوعہ دار الفکر بیروت

3۔ معجم کبیر، جلد8، صفحہ 306 (8151)

میں سے ایک شخص مجھے ملا اور مجھے بتایا کہ فلاں شخص نے کہا ہے کہ میں اللہ کی رضا کے لئے اس شخص سے بغض رکھتا ہوں۔ یا رسول اللہ ﷺ! اسے بلائیے اور اس سے پوچھیے کہ وہ مجھ سے کیوں بغض رکھتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور اس کی بات کے متعلق پوچھا۔ اس نے اعتراف کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس سے کیوں بغض رکھتا ہے۔ اس نے کہا میں اس کا پڑوسی ہوں اور اس کو تاڑتا رہتا ہوں، اللہ کی قسم میں نے اسے سوائے فرضی نمازوں کے کبھی کوئی نماز پڑھتے نہیں دیکھا، جب کہ فرضی نمازیں تو ہر نیک و بد پڑھتا ہے، اس شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس سے پوچھیے کیا اس نے مجھے کبھی دیکھا ہے کہ میں نے نماز کو کبھی لیٹ پڑھا ہو یا میں نے وضو میں کوئی کوتاہی کی ہو یا رکوع و سجود ٹھیک نہ کیا ہو، آپ ﷺ نے پوچھا تو اس نے کہا نہیں ایسا تو کبھی نہیں دیکھا پھر اس نے کہا میں نے کبھی اس کو روزہ رکھتے نہیں دیکھا سوائے اس مہینہ کے جس کے روزے ہر نیک و بد رکھتا ہے۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس سے پوچھیے کبھی اس نے مجھے دیکھا ہے کہ کبھی میں نے روزے میں کوئی کوتاہی کی ہو یا اس کے حقوق میں کمی کی ہو، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا نہیں پھر اس نے کہا اللہ کی قسم میں نے کبھی کسی سائل کو کچھ دیتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں نے اسے نہیں دیکھا کہ اس نے اپنے مال میں سے کچھ اللہ کے راستہ میں خرچ کیا ہو سوائے اس صدقہ کے جو ہر نیک و بد کرتا ہے۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس سے پوچھئے کیا کبھی میں نے زکوٰۃ سے کچھ چھپایا ہے یا میں نے زکوٰۃ وصول کرنے والے سے کچھ کمی کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اٹھ کھڑا ہو نہیں معلوم شاید یہ تجھ سے بہتر ہو(1)۔

امام البزار اور طبرانی نے مالک الاشجعی عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے اسے نماز کی تعلیم دیتے تھے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی ان کے پاس آیا اور کہا ہم مسلمان لوگ ہیں اور وہاں کچھ مہاجر لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم کسی شے پر نہیں ہیں۔ ابن عباس نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، بیت اللہ کا حج کیا، رمضان کے روزے رکھے، مہمان کی مہمان نوازی کی وہ جنت میں داخل ہوگا(3)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ اسلام کے درجات میں سے کون سا درجہ افضل ہے؟ فرمایا نماز۔ پوچھا گیا پھر کیا ہے؟ فرمایا زکوٰۃ(4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا اعمال کے درجات میں سے کون سا درجہ بہتر ہے؟ فرمایا نماز اور جس نے نماز نہیں پڑھی اس کا دین نہیں(5)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

1۔ مجمع الزوائد، باب فرض الصلاۃ، جلد 2، صفحہ 18 (1601) 2۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 317 (8186) مطبوعہ داراحیاء التراث الاسلامی بغداد

3۔ مجمع الزوائد، باب فرائض الاسلام، جلد 1، صفحہ 202 (131) 4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 209 (4368) 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 27 (1637)

ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندے اور کفر کے درمیان نماز کا ترک ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے وہ عہد جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے وہ نماز ہے۔ پس جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا (2)۔

امام محمد بن نصر المروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں اور طبرانی نے حضرت عبادہ بن الصامت سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میرے خلیل رسول اللہ ﷺ نے سات چیزوں کی وصیت فرمائی، فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تمہیں کاٹ دیا جائے یا جلا دیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے اور جان بوجھ کر نماز ترک نہ کرو، جو جان بوجھ کر نماز ترک کرے گا وہ ملت سے خارج ہو جائے گا اور گناہ نہ کرو، یہ اللہ کی ناراضگی کا باعث ہوتے ہیں شراب نہ پیو۔ کیونکہ یہ تمام خطاؤں کی اصل ہے (3)۔

امام ترمذی، حاکم نے حضرت عبداللہ بن شقیق العقیلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں محمد ﷺ کے اصحاب نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے تھے (4)۔

امام طبرانی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے بندے اور کفر اور ایمان کے درمیان (فرق) نماز ہے، اگر نماز کو چھوڑا تو شرک کیا۔

امام البزار اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کی آنکھ کو تکلیف تھی انہیں کہا گیا ہم تمہارا علاج کرتے ہیں، کیا تم کچھ دن نماز چھوڑو گے؟ فرمایا نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو نماز ترک کرے گا وہ اللہ سے ملاقات کرے گا جب کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا (5)۔

امام ابن ماجہ، محمد بن نصر المروزی اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا بندے اور شرک کے درمیان نہیں ہے مگر نماز۔ پس جس شخص نے جان بوجھ کر نماز کو ترک کیا تو اس نے شرک کیا (6)۔

امام ابویعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ اسلام کے کنڈے اور دین کے قواعد تین ہیں ان پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ جس نے ان میں کسی ایک کو ترک کیا وہ کافر ہے (اور) اس کا خون بہانا حلال ہے (وہ قواعد یہ ہیں) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی گواہی دینا، فرضی نماز اور رمضان کے روزے (7)۔

امام احمد اور طبرانی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے دس کلمات کی وصیت فرمائی۔ فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا، اگرچہ تجھے قتل کیا جائے اور جلا دیا جائے، اپنے والدین کی

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 13 (1078) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 14 (1079)

3۔ مجمع الزوائد، جلد 4، صفحہ 393 (8114)

4۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 48 (12) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت　5۔ مجمع الزوائد، باب تارک الصلوٰۃ، جلد 2، صفحہ 26 (1632)

6۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 15 (1080)

7۔ مسند ابویعلی، جلد 2، صفحہ 378 (2345) مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت

نافرمانی نہ کر اگر چہ وہ تجھے حکم دیں کہ اپنے اہل اور مال کو چھوڑ کر نکل جا اور جان بوجھ کر فرضی نماز ترک نہ کر کیونکہ جو جان بوجھ کر فرضی نماز چھوڑے گا اس سے اللہ کا ذمہ بری ہے اور شراب نہ پینا کیونکہ یہ ہر برائی کی اصل ہے، گناہ سے بچ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بڑی ناراضگی گناہ کی وجہ سے ہے، میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنے سے بچو اگر چہ لوگ ہلاک ہو جائیں، اگر چہ لوگوں کو موت لاحق ہو جائے تو بھی ثابت قدم رہو اور اپنے اہل پر اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کر اور ان کو ادب سکھانے کے لئے ان سے ڈنڈا نہ اٹھا اور اللہ سے انہیں ڈرا (1)۔

امام طبرانی نے حضرت امیمہ مولاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہی تھی کہ ایک شخص آیا اور عرض کی مجھے وصیت فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا اگر چہ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے یا تجھے جلایا جائے اور اپنے والدین کی نافرمانی نہ کر اگر چہ وہ تجھے حکم دیں کہ اپنے اہل اور دنیا کو چھوڑ جا تو چھوڑ جا، اور شراب نہ پی کیونکہ یہ ہر برائی کی چابی ہے اور جان بوجھ کر نماز ترک نہ کر جس نے ایسا کیا اس سے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ بری ہے (2)۔

امام ابن سعد نے حضرت سماک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس کی آنکھوں میں پانی پڑ گیا جس کی وجہ سے ان کی نظر ختم ہوگئی، وہ لوگ ان کے پاس آئے جو آنکھوں کا آپریشن کرتے تھے اور پانی بہاتے تھے۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہا ہمیں اجازت دو تو ہم آپ کی آنکھ کا پانی نکالتے ہیں لیکن آپ پانچ دن زمین پر نماز پڑھنے سے رکے رہیں، ہاں کسی لکڑی پر سجدہ کر سکتے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ کی قسم میں تو ایک رکعت بھی نہیں چھوڑوں گا، مجھے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے جان بوجھ کر ایک نماز ترک کی وہ اللہ سے ملاقات کرے گا جب کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا (3)۔

امام ابن حبان نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بادل والے دن نماز میں جلدی کرو کیوں کہ جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا (4)۔

امام احمد نے حضرت زیاد بن نعیم الحضرمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں اللہ نے فرض کی ہیں جس نے تین کو ادا کیا تو اس کو وہ کچھ فائدہ نہ دیں گی حتی کہ چاروں کو ادا کرے (1) نماز (2) زکوٰۃ (3) رمضان کا روزہ (4) بیت اللہ کا حج (5)۔

امام الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جان بوجھ کر نماز کو ترک کیا اللہ تعالیٰ اس کے اعمال ضائع فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہوگا حتی کہ وہ توبہ کرتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں رجوع کرے۔

1۔ مجمع الزوائد، جلد 4، صفحہ 391، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2۔ معجم کبیر، جلد 24، صفحہ 190 (479) مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی بغداد

3۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 26 (1632)

4۔ الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان، جلد 4، صفحہ 323 (1463) مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

5۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 201، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت

امام احمد اور بیہقی نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جان بوجھ کر نماز کو ترک نہ کرو کیونکہ جو جان بوجھ کر نماز کو ترک کرے گا اللہ اور اس کا رسول اس سے بری الذمہ ہوں گے (2)۔ ابن ابی شیبہ نے کتاب الایمان میں اور المصنف میں اور بخاری نے تاریخ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے نماز نہیں پڑھی وہ کافر ہے۔ ایک روایت میں ہے اس نے کفر کیا۔

امام محمد بن نصر اور ابن عبد البر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔ ابن ابی شیبہ، محمد بن نصر اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے نماز کو ترک کیا اس کا دین نہیں (2)۔ ابن عبد البر نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے نماز نہیں پڑھی وہ کافر ہے۔

امام ابن عبد البر نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس کا ایمان نہیں جس کی نماز نہیں اور اس کی نماز نہیں جس کا وضو نہیں۔

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا (3)۔

امام مالک اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نماز کے لئے جگایا گیا جب کہ ان کو نیزہ لگا ہوا تھا۔ لوگوں نے کہا امیر المومنین نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسلام میں اس کا کوئی حق نہیں جس نے نماز کو ترک کیا پھر آپ نے نماز پڑھی جب کہ آپ کا خون زخم سے رس رہا تھا (4)۔

امام مالک نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کی طرف لکھا کہ تمہارے امور میں سے اہم ترین میرے نزدیک نماز ہے، جس نے اس کی حفاظت کی اور اس پر دوام اختیار کیا اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ دوسری چیزوں کو زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا (5)۔

امام نسائی اور ابن حبان نے حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کی نماز فوت ہو گئی گویا اس کے اہل اور اس کا مال تباہ و برباد ہو گیا (6)۔

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کیا اس نے کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کیا (7)۔

امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے نمازیوں کے قتل

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 188 (7865) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مجمع الزوائد، باب تارک الصلوٰۃ، جلد 2، صفحہ 27 (1637)　3۔ ایضاً (1638)　4۔ ایضاً (1636)

5۔ مؤطا امام مالک، جلد 1، صفحہ 6 (6) مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

6۔ الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان، جلد 4، صفحہ 330 (1428)، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

7۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 410 (1020) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کرنے سے منع کیا گیا ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابویعلی نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیوں کے مارنے سے منع فرمایا(2)۔

امام احمد اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ کوئی ہمیں خادم عطا فرمائیں، فرمایا تم جاؤ گھر میں تین غلام ہیں تم ایک لے لو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا نبی اللہ آپ ہی میرے لئے پسند فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے لئے خود پسند کرو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ آپ منتخب فرمائیں، فرمایا گھر میں تین غلام ہیں، ان میں سے جونماز پڑھ چکا ہو وہ لے جاؤ اور اسے سزا نہ دینا کیونکہ نمازیوں کے مارنے سے منع کیا گیا ہے(3)۔

امام ابویعلی نے ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ابوالہیثم بن التیہان آیا اور خادم طلب کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے وعدہ فرمایا کہ اگر غلام آئیں گے (تو اسے عطا کریں گے) پھر وہ آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا ہمیں دو سیاہ غلام ملے ہیں ان میں سے تو جو چاہے لے لے۔ اس نے کہا میں آپ سے مشورہ طلب کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ غلام لے لے اس نے ہمارے پاس نماز پڑھی ہے اور اس کو مارنا نہیں کیونکہ ہمیں نمازیوں کے مارنے سے منع کیا گیا ہے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا منافقین پر بھاری نماز عشاء اور فجر کی نماز ہے، اگر وہ جانتے جو ان میں ثواب ہے تو یہ ضرور ان نمازوں میں حاضر ہوتے اگرچہ انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑتا۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں نماز کا حکم دوں، تکبیر کہی جائے تو کسی کو حکم دوں کہ لوگوں کو وہ نماز پڑھائے۔ پھر میں اپنے ساتھ کچھ لوگ لے کر چلوں، جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں، ایسے لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوئے تو ان پر ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں(5)۔

امام طبرانی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تو اللہ کی عبادت کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر ایسا نہ ہو کہ تو اسے دیکھ سکے (تو پھر اس طرح عبادت کر کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر اور مظلوم کی بددعا سے بچ کیونکہ وہ قبول کی جاتی ہے، جو تم میں سے عشاء اور صبح کی نماز میں شریک ہونے کی طاقت رکھتا ہے اگرچہ گھٹنوں کے بل ہی آسکتا ہو تو اسے حاضر ہونا چاہیے(6)۔

امام ابن ابی شیبہ، البزار، ابن خزیمہ، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم جب کسی کو فجر اور عشاء کی نماز میں نہ دیکھتے تو اس کے متعلق ہمارا گمان اچھا نہ ہوتا(7)۔

1۔ معجم کبیر، جلد 18، صفحہ 26 (44) مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ مسند ابویعلی جلد 1، صفحہ 58 (83) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 35 (2799)
4۔ مجمع الزوائد، باب فی المشاورۃ، جلد 8، صفحہ 182، (13160)
5۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 232، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
6۔ مجمع الزوائد، باب الصلوٰۃ فی الجماعۃ، جلد 2، صفحہ 165 (2149)
7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 165، (2151)

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی اور پوچھا کیا فلاں شخص نماز میں حاضر ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا فلاں شخص موجود ہے؟ صحابہ کرام نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ دونوں نمازیں (عشاء اور فجر) منافقین پر بہت بھاری ہیں، اگر تم جانتے کہ ان میں کتنا ثواب ہے تو تم نماز میں حاضر ہوتے اگرچہ تمہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑتا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر لوگ جان لیتے جو کچھ (اجر و ثواب) عشاء اور فجر کی نماز میں ہے تو وہ ضرور حاضر ہوتے اگرچہ انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑتا (2)۔

امام طبرانی نے حضرت الحرث بن وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت ہمیشہ اسلام پر رہے گی جب کہ یہود کی مشابہت میں وہ مغرب کی نماز کو اتنا مؤخر نہیں کرے گی کہ ستارے آپس میں مل جائیں اور جب تک نصاریٰ کی مشابہت میں فجر کو مؤخر نہیں کرے گی (3)۔

امام طبرانی نے الصنابحی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت دین کے راستہ پر رہے گی جب تک کہ وہ یہود کی مشابہت میں ستاروں کے خوب روشن ہونے تک مغرب کی نماز کا انتظار نہیں کرتے رہیں گے (4)۔

امام بخاری، مسلم اور بیہقی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح اور عصر کی نمازیں پڑھے گا وہ جنت میں داخل ہو گا (5)۔

امام مسلم اور بیہقی نے حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کے ذمہ میں ہے۔ پس اللہ تم سے اپنے ذمہ کچھ طلب نہیں کرتا کیونکہ جس سے وہ اپنے ذمہ سے کچھ طلب کرے گا وہ اسے پالے گا پھر وہ اسے منہ کے بل جہنم میں گرائے گا (6)۔

امام مسلم، ترمذی اور بیہقی نے حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو صبح کی نماز پڑھتا ہے وہ اللہ کے ذمہ ہوتا ہے پس اللہ کے ذمہ کو نہ توڑو (7)۔

امام احمد، البزار، طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کے ذمہ میں ہے، پس اس کے ذمہ کو نہ توڑو، جس نے اللہ کے ذمہ کو توڑا اللہ تعالیٰ اس کو طلب کرے گا حتی کہ اسے منہ کے بل گرائے گا (8)۔

امام البزار، ابویعلی اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ

1۔ سنن ابوداؤد، جلد3، صفحہ 29 (536) مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض 2۔ سنن ابن ماجہ، جلد1، صفحہ 434 (796) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ مجمع الزوائد، باب وقت المغرب، جلد2، صفحہ 56 (1737) 4۔ ایضاً، (1738)
5۔ صحیح مسلم، جلد5، صفحہ 115 (215) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 6۔ ایضاً، جلد5، صفحہ 134 (261)
7۔ شعب الایمان، جلد3، صفحہ 52 (2841) 8۔ مجمع الزوائد، باب فضل الصلوٰۃ وقتہا، جلد2، صفحہ 127 (1640)

ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کے ذمہ میں ہے۔ پس اس سے بچو کہ اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ میں سے کچھ تم سے طلب کرے (1)۔

امام طبرانی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو صبح کی نماز پڑھتا ہے وہ اللہ کے ذمہ میں ہوتا ہے، جو اللہ کے ذمہ کو توڑے گا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں اوندھا گرائے گا (2)۔

امام طبرانی نے ابو مالک الاشجعی عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو صبح کی نماز پڑھتا ہے وہ اللہ کے ذمہ ہوتا ہے اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے (3)۔

امام مالک، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ شخص جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کے اہل و مال ہلاک ہوگئے (4)۔

امام شافعی نے نوفل بن معاویہ الدیلمی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کے اہل و مال ہلاک ہوگئے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے عصر کی نماز ترک کی اس کا عمل ضائع ہوگیا (6)۔ احمد نے ابو درداء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے عصر کی نماز جان بوجھ کر ترک کی اس کا عمل ضائع ہوگیا (7)۔

امام مسلم، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابوبصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز مخمص میں پڑھائی پھر فرمایا یہ نماز تم سے پہلے لوگوں کو دی گئی، انہوں نے اسے ضائع کردیا، جس نے عصر کی نماز کی حفاظت کی اس کے لئے اس کا اجر دوہرا ہے اور اس کے بعد نماز نہیں ہے حتی کہ ستارے طلوع ہوجائیں (8)۔

امام طبرانی نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ نماز (عصر) تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کی گئی تھی۔ انہوں نے اس کو ضائع کردیا۔ پس جس نے اس کی حفاظت کی اسے دوہرا اجر دیا جائے گا اور اس کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتی کہ ستارے نظر آنے لگیں (9)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے عصر کی نماز بغیر عذر کے نہ پڑھی حتی کہ سورج غروب ہوگیا تو گویا اس کا اہل اور مال ہلاک ہوگیا۔ ابن ابی شیبہ نے نوفل بن معاویہ

1۔ مسند ابویعلی، جلد 3، صفحہ 398 (4093) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 29 (1646) مطبوعہ دار الفکر بیروت
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 28 (1648)
4۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 203 (527) مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق
5۔ کتاب الام للشافعی، باب وقت العصر، جلد 1، صفحہ 73، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
6۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 203 (528)
7۔ مجمع الزوائد، باب تارک الصلوۃ، جلد 2، صفحہ 27 (1639)
8۔ سنن نسائی، جلد 1، صفحہ 259 مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ
9۔ معجم کبیر، جلد 4، صفحہ 183، (4084) مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
9۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 304 (686) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ نمازوں میں سے ایک نماز ہے جس کی وہ فوت ہو جائے اس کا گویا اہل و مال ہلاک ہوگیا۔ ابن عمر فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ یہ عصر کی نماز ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس کی عصر کی نماز بغیر عذر کے فوت ہوگئی اس کا عمل ضائع ہوگیا۔

امام ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت فطرت (اسلام) پر رہے گی جب تک کہ ستاروں کے خوب روشن ہونے تک مغرب کی نماز کو مؤخر نہیں کریں گے (1)۔

امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے سنن میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت فطرت پر رہے گی جب تک ستاروں کے طلوع ہونے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھتے رہیں گے (2)۔

امام حاکم نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری امت خیر کے ساتھ رہے گی (یا فرمایا) فطرت پر رہے گی جب تک کہ ستاروں کے خوب روشن ہونے تک مغرب کی نماز کو مؤخر نہیں کرے گی (3)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نمازوں میں سے افضل نماز مغرب ہے جس نے نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دے گا (4)۔

امام ابن سعد، بخاری، مسلم نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک رات نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے تو فرمایا مبارک ہو تم پر یہ اللہ کی نعمت ہے کہ تمہارے علاوہ لوگوں میں سے کوئی بھی اس نماز کو پڑھنے والا نہیں ہے یا فرمایا اس وقت تمہارے علاوہ کوئی اس نماز کو نہیں پڑھ رہا ہے (5)۔

امام طبرانی نے حضرت المنکدر رحمہ اللہ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ ایک رات عشاء کی نماز کے لئے آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا یہ وہ نماز ہے جسے پہلی امتوں میں سے کسی نے اس کو نہیں پڑھا ہے (6)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک رات عشاء کی نماز کے لئے تشریف لائے تو صحابہ کرام سے فرمایا یہ تمہاری نماز کبھی تم سے پہلے کسی امت نے نہیں پڑھی (7)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور بیہقی نے سنن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم ایک رات

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 304 (686) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 154، (1671)
3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 303 (685)
4۔ مجمع الزوائد، باب الصلوٰۃ الوسطیٰ، جلد 2، صفحہ 51 (1718)
5۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 229، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
6۔ مجمع الزوائد، باب وقت العشاء، جلد 2، صفحہ 57 (1743)
7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 59 (1749)

عشاء کی نماز کے لئے رسول الله ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ نے تاخیر کی حتی کہ گمان کرنے والے نے گمان کیا کہ آپ نماز پڑھ چکے ہیں یا باہر تشریف لانے والے نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ نماز عشاء پڑھو کیونکہ اس کی وجہ سے تمہیں تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے اور تم سے پہلے کسی امت نے نہیں پڑھی ہے(1)۔

امام احمد نے حضرت حسن رحمہ الله سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی الله عنہ سے روایت کیا ہے میرا خیال ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ غلام سے اس کی نماز کے بارے محاسبہ ہوگا، اس میں اگر کمی ہوگی تو اسے کہا جائے گا تو نے نماز میں کمی کیوں کی ہے؟ وہ کہے گا یا رب تو نے مجھ پر ایک مالک مسلط کیا تھا جس نے مجھے نماز سے غافل رکھا۔ پھر ارشاد ہوگا میں نے تجھے دیکھا تو مالک کے مال سے اپنے لئے چوری کرتا تھا۔ پس تو نے اپنے عمل سے اپنے لئے کیوں نہ چوری کی؟ پس الله کے لئے اس پر حجت قائم ہو جائے گی(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے عبد الملک بن ربیع بن سبر عن ابیہ عن جارہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول الله ﷺ نے فرمایا جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے تو اسے نماز نہ پڑھنے پر مارو(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور حاکم نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول الله ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب کہ ان کی عمر سات سال ہو جائے اور انہیں نماز کی ادائیگی پر مارو جب کہ وہ بارہ سال کے ہو جائیں اور ان کے درمیان بستر میں جدائی کرو(4)۔

امام ابوداؤد نے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ بچہ کب نماز پڑھے، فرمایا جب وہ دائیں کو بائیں سے پہچان لے تو اسے نماز کا حکم دو(5)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت عبد الله بن حبیب رحمہ الله سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کو نماز سکھاؤ جب سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں اور انہیں نماز نہ پڑھنے پر مارو جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور ان کے بستر علیحدہ علیحدہ کر دو(6)۔

امام الحرث بن ابی اسامہ اور طبرانی نے حضرت انس رضی الله عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول الله ﷺ نے فرمایا جب بچہ دائیں، بائیں کو پہچانے تو اسے نماز کا حکم دو(7)۔ البزار نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول الله ﷺ نے فرمایا سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دو اور دس سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز نہ پڑھنے پر مارو(8)۔

1۔ سنن ابوداؤد، جلد 2، صفحہ 289 (405) مطبوعہ مکتبۃ الرشد بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 328، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت
3۔ سنن ابوداؤد، جلد 2، صفحہ 413 (476) مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 415 (477)
5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 417، (479)
6۔ مجمع الزوائد، باب امر الصبی بالصلوٰۃ، جلد 2، صفحہ 24 (1626)
7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 25 (1628)
8۔ ایضاً، (1629)

امام ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نماز کے متعلق اپنے بیٹوں کی محافظت کرو اور انہیں خیر کا عادی بناؤ، کیوں کہ اچھی عادت ہے (1)۔

امام احمد اور طبرانی نے حضرت ابوالجوزاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ نے نبی کریم ﷺ سے کیا یاد کیا ہے فرمایا پانچ نمازیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما لوگوں کو یہ سکھاتے تھے کہ اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا اور نماز قائم کر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے وقت پر فرض کی ہے کیونکہ اس کی کوتاہی میں ہلاکت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے جعفر بن برقان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہماری طرف عمر بن عبدالعزیز نے لکھا امابعد، دین کی عزت اور اسلام کا قوام یہ ہیں، ایمان باللہ، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا پس نماز کو اپنے وقت پر پڑھ اور اس کی محافظت کر۔

الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى

امام ابن جریر نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صحابہ کرام کا الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کے بارے اس طرح اختلاف تھا۔ انہوں نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے اشارہ فرمایا (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا وہ نماز ان نمازوں میں ہی ہے پس تم تمام کی محافظت کرو (4)، امام مالک موطا میں فرماتے ہیں مجھے حضرت علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے یہ خبر پہنچی ہے فرماتے ہیں، الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صبح کی نماز ہے، بیہقی نے اس روایت کو سنن میں نقل کیا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بصرہ کی جامع مسجد میں صبح کی نماز پڑھی اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی اور فرمایا یہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے، حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ (5)

امام عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے المصنف میں ابن الانباری نے المصاحف میں، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابورجاء العطاردی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی (6) انہوں نے اس میں قنوت پڑھی اور ہاتھ کو اٹھایا پھر فرمایا یہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ہے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اس میں قنوت پڑھتے ہوئے کھڑے ہوں۔

1۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 236 (9155) 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 76 (2709)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 678 4۔ ایضاً

5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 676 6۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 244 (8603)، مکتبہ الزمان مدینہ منورہ

امام سعید بن منصور اور عبد بن حمید نے عکرمہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی، سے مراد صبح کی نماز ہے جو رات کی تاریکی میں پڑھی جاتی ہے(1)۔

امام ابن عبد البر نے التمہید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی، سے مراد نماز صبح ہے رات کی تاریکی اور دن کی سفیدی میں پڑھی جاتی ہے، یہ زیادہ لوگوں سے فوت ہو جاتی ہے(2)۔ عبد بن حمید، ابن جریر، ابن الانباری نے ابو العالیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت عبد اللہ بن قیس کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی، میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے صحابی رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا یہی نماز ہے(3)۔

امام عبد الرزاق اور ابن جریر نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے ان کو کہا الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی کونسی ہے؟ صحابہ نے کہا جو ابھی آپ نے پڑھی ہے(4)۔

امام ابن جریر نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی، سے مراد صبح کی نماز ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، اسحق بن راہویہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی سے مراد صبح کی نماز ہے(5)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی، کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ صبح کی نماز ہے، ابن ابی شیبہ نے اس کو المصنف میں ان الفاظ میں روایت کیا ہے میں اس کو نہیں شمار کرتا مگر صبح۔

امام ابن جریر اور بیہقی نے حضرت جابر بن زید کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی، سے مراد فجر کی نماز ہے(6)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت حیان الازدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا جب کہ ان سے الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی کے متعلق پوچھا گیا تھا۔ ان سے کہا گیا تھا کہ ابو ہریرہ کہتے ہیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی سے مراد عصر کی نماز ہے تو ابن عمر نے فرمایا ابو ہریرہ زیادتی کرتے ہیں ابن عمر فرماتے ہیں کہ یہ صبح کی نماز ہے(7)۔

امام سفیان بن عیینہ نے طاؤس رحمہ اللہ سے ایت کیا ہے فرماتے ہیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی سے مراد فجر کی نماز ہے(8)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد اور جابر بن زید رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ صبح کی نماز ہے(9)۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 916، مطبوعہ دار الصمیعی بیروت 2۔ ایضاً 3 تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 676

4۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 1، صفحہ 579 (2208)، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت 5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 910

6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2 صفحہ 676 7۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 245

8۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 912 (399) 9۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 245

امام عبدالرزاق نے ابن جریج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عطاء سے الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں صبح کی نماز کو گمان کرتا ہوں کیا آپ نے یہ ارشاد نہیں سنا۔ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (اسراء: 78) (1)

امام عبدالرزاق نے حضرت طاؤس اور حضرت عکرمہ رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ صبح کی نماز ہے اور یہ دن اور رات کی نمازوں کے درمیان ہے (2)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں ایک ایسی سند سے روایت کیا ہے جس کے راوی ثقہ ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ہم بیان کرتے تھے کہ یہ وہ نماز ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا تھا یعنی ظہر کی نماز (3)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کے متعلق پوچھا فرمایا اس سے مراد وہ نماز ہے جو فجر کے بعد آتی ہے (یعنی ظہر)

امام احمد، بخاری (تاریخ میں)، ابوداؤد، ابن جریر، طحاوی، رویانی، ابویعلی، طبرانی اور بیہقی نے الزبرقان کے طریق سے حضرت عروہ بن زبیر عن زید بن ثابت رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز گرمی میں پڑھتے تھے اور یہ صحابہ کرام پر بہت مشکل تھی تو یہ آیت نازل ہوئی حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ فرمایا اس سے پہلے دو نمازیں ہیں اور اس کے بعد دو نمازیں ہیں (4)۔

امام طیالسی اور ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، بخاری نے تاریخ میں، ابن ابی حاتم، ابویعلی، رویانی، ضیاء المقدسی نے المختارہ میں اور بیہقی نے الزبرقان عن زہرہ بن معبد کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے، انہوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا، پھر ان سے پوچھا کہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ظہر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے گرمی میں پڑھتے تھے (5)۔

امام احمد، ابن المنیع، نسائی، ابن جریر، شاشی اور ضیاء نے زبرقان کے طریق سے روایت کیا ہے کہ قریش کے ایک گروہ کے پاس سے زید بن ثابت گزرے جب کہ وہ اکٹھے بیٹھے تھے۔ قریش نے حضرت زید کے پاس اپنے دو غلام بھیجے تا کہ وہ ان سے الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کے متعلق پوچھیں۔ انہوں نے فرمایا یہ ظہر کی نماز ہے پھر وہ دونوں اسامہ بن زید کے پاس گئے۔ ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ ظہر کی نماز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز گرمی میں پڑھتے تھے، آپ کے پیچھے ایک یا دو صفیں ہوتی تھی اور لوگ قیلولہ اور اپنی تجارت میں مصروف ہوتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اس نماز میں کوتاہی سے رک جائیں ورنہ میں ان کے گھروں کو جلا دوں گا (6)۔

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 1، صفحہ 579 (2205)
2۔ ایضاً، جلد 579 (2206)
3۔ ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 244، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
4۔ سنن ابوداؤد، جلد 2، صفحہ 272 (395) مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض
5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 244 (8602)
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 637

امام نسائی اور طبرانی نے حضرت زہری عن سعید بن المسیب رحمہ اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں ایک قوم کے ساتھ تھا جن کا الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی کے متعلق اختلاف ہوا، میں تمام لوگوں سے چھوٹا تھا، انہوں نے مجھے زید بن ثابت کے پاس بھیجا تاکہ میں ان سے الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی کے متعلق پوچھوں میں حضرت زید کے پاس آیا اور یہ مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ گرمی میں ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور لوگ قیلولہ اور بازاروں میں ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ایک یا دو صفیں ہوتی تھیں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ باز آجائیں (نماز میں کوتاہی سے) ورنہ میں ان کے گھروں کو جلا دوں گا (1)۔

امام ابن جریر نے اپنی التہذیب میں حضرت عبد الرحمٰن بن ابان عن ابیہ عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے طریق سے ایک مرفوع روایت کیا ہے کہ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی سے مراد ظہر کی نماز ہے (2)۔

امام بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ وہ، عروہ بن زبیر اور ابراہیم بن طلحہ بیٹھے ہوئے تھے، سعید بن المسیب نے فرمایا میں نے ابوسعید الخدری کو یہ فرماتے سنا ہے کہ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی سے مراد صلوٰۃ الظہر ہے فرماتے ہیں ہمارے پاس سے ابن عمر گزرے تو عروہ نے کہا ابن عمر کو بلاؤ اور ان سے پوچھو، ہم نے اپنا ایک غلام بھیجا اس نے ابن عمر سے الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی کے متعلق پوچھا، واپس آکر اس نے بتایا کہ وہ فرماتے ہیں ظہر کی نماز ہے۔ ہم کو غلام کے قول کے بارے شک ہوا، ہم تمام ابن عمر کے پاس گئے اور خود یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ ظہر کی نماز ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن الانباری نے المصاحف میں اور بیہقی نے حضرت قتادہ عن سعید بن المسیب عن ابن عمر بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی سے مراد ظہر کی نماز ہے (3)۔

امام مالک، عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، بخاری (تاریخ میں)، ابن جریر اور ابن المنذر نے کئی طریق سے زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ وَ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی سے مراد ظہر کی نماز ہے (4)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت حرملہ مولی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کا الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی کے متعلق اختلاف ہوا تو انہوں نے مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا، میں نے ان سے پوچھا کہ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی کون سی نماز ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ظہر۔ زید بن کہتے تھے کہ یہ ظہر کی نماز ہے؟ مجھے یہ معلوم نہیں انہوں نے حضرت عائشہ سے مسئلہ سنا تھا یا کسی غیر سے سنا تھا (5)۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی سے مراد ظہر کی نماز ہے۔

1۔ معجم کبیر، جلد 5، صفحہ 131 (4801) 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 672 3۔ ایضاً

4۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 1، صفحہ 577 (2199)، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت 5۔ ایضاً، (2200)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رنے کئی طرق سے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ظہر ہے(1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے صلاۃ ظہر ہی الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ہے(2)۔

امام عبد الرزاق، بخاری (التاریخ میں)، ابن جریر، ابن ابی داؤد (المصاحف میں)، ابو رافع مولی حفصہ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں مجھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم لکھنے کو فرمایا اور حکم فرمایا کہ جب تو اس آیت پر پہنچے تو میرے پاس آنا میں تمہیں خود یہ آیت لکھواؤں گی جیسے مجھے پڑھائی گی ہے۔ جب میں اس آیت پر پہنچا تو انہوں نے فرمایا لکھ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَ صَلاَةِ الْعَصْرِ میں ابی بن کعب سے ملا۔ میں نے کہا اے ابو المنذ رحضرت حفصہ اس طرح کہتی ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ ایسے ہے جیسے اس نے کہا ہے، ہمارے کام میں مشغولیت ظہر کے وقت کے علاوہ کسی وقت میں نہیں ہوتی تھی(3)۔

امام مالک، ابوعبید، عبد بن حمید، ابویعلی، ابن جریر، ابن الانباری (المصاحف میں) اور بیہقی نے سنن میں عمرو بن رافع سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت حفصہ کے لئے قرآن لکھا کرتا تھا۔ انہوں نے مجھے فرمایا کہ جب تو اس آیت پر پہنچے تو مجھے اطلاع کرنا۔ جب میں اس آیت پر پہنچا تو انہیں بتایا۔ انہوں نے مجھے اس طرح یہ آیت لکھوائی حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى و صلاة العصر وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ فرمایا میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی(4)۔ عبد الرزاق نے نافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت حفصہ نے اپنے ایک غلام کو قرآن لکھنے کے لئے دیا اور فرمایا جب تو حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ کی آیت پر پہنچے تو مجھے بتانا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا تو وہ حضرت حفصہ کے پاس آیا۔ حضرت حفصہ نے اپنے ہاتھ سے یہ آیت اس طرح لکھی حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَ صَلاَةِ الْعَصْرِ۔(5)

امام مالک، احمد، عبد بن حمید، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن ابی داؤد اور ابن الانباری نے المصاحف میں اور بیہقی نے سنن میں ابو یونس مولیٰ عائشہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ میں ان کے لئے قرآن لکھوں اور انہوں نے فرمایا کہ جب تو اس آیت حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ الخ پر پہنچے تو مجھے آگاہ کرنا۔ میں جب اس آیت پر پہنچا تو انہیں بتایا انہوں نے مجھے یہ آیت اس طرح لکھوائی حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَ صَلاَةِ الْعَصْرِ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔(6)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن ابی داؤد (المصاحف میں) ابن المنذر رنے ام حمید بنت عبد الرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ اس نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پہلے حروف میں اس طرح پڑھتے تھے حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَ صَلاَةِ الْعَصْرِ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔(7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 672 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 675 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 674

5۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 1، صفحہ 578 (2202) مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت

6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 675 7۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 1، صفحہ 578 (2202)

امام ابن ابی شیبہ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے مراد ظہر ہے۔ اس سے پہلے دو نمازیں ہیں اور اس کے بعد دو نمازیں ہیں (1)۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی داؤد نے ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مصحف میں پڑھا ہے کہ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى و صلاة العصر وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔(2)

امام ابن الانباری نے المصاحف میں سلیمان بن ارقم عن الحسن وابن سیرین وابن شہاب الزہری کے طریق سے روایت کیا ہے زہری ان تمام سے حدیث سے زیادہ سیر تھے، ان تمام نے فرمایا جب جنگ یمامہ میں قرآن کے قاری بہت زیادہ شہید ہو گئے۔ ان کے ساتھ اس جنگ میں چار سو آدمی شہید ہوئے تھے۔ حضرت زید بن ثابت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے ملے اور کہا یہ قرآن ہمارے دین کا جامع ہے، اگر ہمارا قرآن ضائع ہو گیا تو ہمارا دین بھی ضائع ہو جائے گا۔ میں نے ارادہ کیا ہے میں قرآن کو ایک کتاب میں جمع کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انتظار کرو۔ میں ابوبکر سے اس کے متعلق پوچھ لوں، ہم ابوبکر کے پاس گئے اور انہیں یہ معاملہ پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا جلدی نہ کرو حتی کہ میں مسلمانوں سے مشورہ کرلوں۔ پھر آپ نے خطبہ دیا اور لوگوں کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا، لوگوں نے کہا یہ ٹھیک ہے جمع کرنا چاہیے۔ پس اس طرح انہوں نے قرآن جمع کیا۔ حضرت ابوبکر نے منادی کرائی کہ جس کے پاس قرآن کا کوئی حصہ ہو وہ لے آئے، حضرت حفصہ نے فرمایا جب تم اس آیت پر پہنچو تو مجھے خبر دینا۔ جب اس آیت پر پہنچے تو انہوں نے فرمایا لکھو اَلصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَهِيَ صَلَاةُ الْعَصْرِ۔ حضرت عمر نے کہا تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا اللہ کی قسم ہم قرآن میں کوئی ایسی چیز داخل نہیں کریں گے جو کوئی عورت بغیر کسی دلیل کے بیان کرے گی۔ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا لکھو وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (العصر:1) وَاَنَّهٗ فِيْهِ اِلٰى اٰخِرِ الدَّهْرِ) حضرت عمر نے فرمایا ہم سے اس اعرابیہ کو دور کرو۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں نافع عن ابن عمر عن حفصہ کے طریق سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے مصحف لکھنے والے سے فرمایا جب تم مواقیت الصلوة پر پہنچو تو مجھے آگاہ کرنا تا کہ میں وہ بات بتاؤں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ جب کاتب نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتایا تو انہوں نے فرمایا لکھو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تھا حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ (المصنف میں)، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی داؤد (المصاحف میں) اور ابن المنذر نے عبد اللہ بن رافع عن ام سلمہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے قرآن حکیم لکھنے کا انہیں حکم دیا، جب حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ الخ پر پہنچے تو فرمایا تو اس طرح لکھو حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ الخ۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی داؤد اور بیہقی نے سنن میں عمیر بن مریم کے طریق سے روایت کیا ہے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 245، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 1، صفحہ 578 (2201)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 666

کہ انہوں نے ابن عباس کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ (1)۔

امام عبد بن حمید، مسلم، ابوداؤد (ناسخ میں) ابن جریر اور بیہقی نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پہلے یہ نازل ہوا (حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ الْعَصْرِ) ہم نبی کریم ﷺ کے عہد میں جتنا اللہ نے چاہا پڑھتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر دیا اور یہ نازل فرمایا حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ان سے کہا گیا کیا پھر یہ عصر کی نماز ہے۔ انہوں نے فرمایا میں نے تمہیں بتایا ہے کہ کیسے نازل ہوئی اور کیسے اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کیا۔ اللہ اعلم (2)۔

امام بیہقی نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ وسلم کے ساتھ کچھ دن اس طرح پڑھتے رہے حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰاتِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ۔ پھر ہم نے اس طرح پڑھا حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ مجھے معلوم نہیں یہ ہے وہ یا نہیں (3)۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت زر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عبیدہ سے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى، کے متعلق پوچھو انہوں نے پوچھا تو حضرت علی نے فرمایا ہم فجر کی نماز کو الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى، سمجھتے تھے حتی کہ رسول اللہ ﷺ کو جنگ احزاب کے دن یہ فرماتے سنا انہوں (کفار) نے ہمیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (یعنی) صلوٰۃ عصر سے غافل کر دیا اللہ تعالیٰ ان کی قبور اور ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے (4)۔

امام ابن جریر نے ایک دوسرے طریق سے حضرت زر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں اور عبیدہ السلمانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے میں نے عبیدہ کو کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کے بارے پوچھیں۔ انہوں نے پوچھا تو حضرت علی نے فرمایا ہم پہلے الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صبح کی نماز خیال کرتے تھے۔ پھر جب اہل خیبر سے جنگ کر رہے تھے تو انہوں نے ہمیں نماز سے روک دیا اور یہ سورج کے غروب ہونے سے پہلے کا وقت تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ اس قوم کے دلوں اور پیٹوں کو آگ سے بھر دے جنہوں نے ہمیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے مشغول رکھا پس اس دن ہمیں معلوم ہوا کہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے مراد نماز عصر ہے (5)۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، مسلم، نسائی اور بیہقی نے حضرت شتیر بن شکل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى، کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہم پہلے الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى، صبح کی نماز کو سمجھتے تھے حتی کہ میں نے جنگ احزاب میں نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبور کو آگ سے بھر دے کیونکہ انہوں نے ہمیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى، سے مشغول رکھا حتی کہ سورج غائب ہو گیا (6) اس دن آپ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 665　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 670　3۔ سنن کبریٰ، جلد 1، صفحہ 459

4۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 1، صفحہ 576 (2192)　5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 669

6۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 1، صفحہ 576 (2194)

صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے غروب ہونے تک ظہر اور عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی۔

امام عبد الرزاق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے مراد صلٰوۃ عصر ہے(1)۔

امام الدمیاطی نے کتاب الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى میں حسن بصری کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى نماز عصر ہے۔

امام عبد بن حمید، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عصر سے روک دیا حتی کہ سورج سرخ ہوگیا یا فرمایا زرد ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے ہمیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صلٰوۃ عصر سے مشغول رکھا اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں اور قبور کو آگ سے بھردے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صلٰوۃ عصر ہے(3)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور طبرانی نے مقسم اور حضرت سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے موقع پر فرمایا انہوں نے ہمیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے مشغول رکھا ہے حتی کہ سورج غروب ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبور اور اجواف (پیٹوں) کو آگ سے بھردے(4)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے عکرمہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگ میں تشریف لے گئے تو مشرکوں نے نماز عصر پڑھنے سے آپ کو روک دیا حتی کہ شام ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور پیٹوں کو آگ سے بھردے جنہوں نے ہمیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے روکا ہے(5)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احزاب میں ظہر اور عصر کی نماز بھول گئے اور مغرب کے بعد یاد آیا تو فرمایا اے اللہ جنہوں نے ہمیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کی ادائیگی سے روکا ہے ان کے گھروں کو آگ سے بھردے(6)۔

امام البزار نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے روز فرمایا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبور کو آگ سے بھردے جنہوں نے ہمیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے مشغول رکھا حتی کہ سورج غائب ہوگیا۔

امام البزار نے صحیح سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جنگ احزاب کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے ہمیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کی ادائیگی سے روکا اللہ ان کے گھروں اور قبور کو آگ سے بھردے۔ طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ ام سلمہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے ہمیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صلٰوۃ

1۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 1، صفحہ 577 (2195)
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 669
3۔ جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، جلد 1، صفحہ 472 (181) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 670
5۔ ایضاً
6۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 52 (1719)

عصر سے مشغول رکھا اللہ ان کے پیٹوں اور دلوں کو آگ سے بھر دے (1)۔

امام ابن مندہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے اہل اور مال ہلاک ہو گیا اس سے مراد وہ شخص ہے جس کی جماعت کے ساتھ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی ضائع ہوگئی اور یہ نماز عصر ہے۔

امام احمد، ابن جریر اور طبرانی نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں بتایا کہ یہ صلوٰۃ عصر ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) ابن جریر، طبرانی اور بیہقی نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی صلاۃ عصر ہے (3)۔

امام طبرانی نے سمرہ بن جندب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم تمام نمازوں کی حفاظت کریں اور الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی کی حفاظت کی ہمیں وصیت فرمائی اور ہمیں بتایا کہ یہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی صلوٰۃ عصر ہے (4)۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے سالم عن ابن عمر کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کی نماز عصر فوت ہو جائے (اس کا اتنا خسارہ ہے) گویا اس کے اہل و مال ہلاک ہو گئے۔ فرمایا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز عصر کو الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی سمجھتے تھے (5)۔

امام ابن جریر اور بیہقی نے ابو صالح کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی صلوٰۃ عصر ہے (6)۔

امام طحاوی نے حضرت موسیٰ بن وردان عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی صلوٰۃ عصر ہے (7)۔

امام عبد الرزاق نے المصنف میں اور طحاوی نے عبد الرحمٰن بن لبیبہ الطائفی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی کے بارے پوچھا تو فرمایا میں تجھ پر قرآن پڑھتا ہوں تم جان لو گے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نہیں فرمایا اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (بنی اسرائیل: 78) اس سے مراد ظہر کی نماز ہے اِلٰى غَسَقِ الَّیْلِ (بنی اسرائیل: 78) سے مراد مغرب ہے وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ (النور: 58) اس میں عشاء کی نماز کا ذکر ہے۔ اور فرمایا اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (بنی اسرائیل) اس سے مراد صبح ہے پھر حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی۔ یہ عصر ہے یہ عصر ہے (8)۔

امام ابن سعد، البزار، ابن جریر، طبرانی اور البغوی نے معجم میں کہیل بن حرملہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی، کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ہم نے بھی اسی طرح اختلاف کیا تھا اور رسول

1۔ مجمع الزوائد، باب الصلوٰۃ الوسطیٰ، جلد 2، صفحہ 53 (1726) مطبوعہ دار الفکر بیروت　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 670　3۔ ایضاً

4۔ معجم کبیر، جلد 7 صفحہ 248 (7010) مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی بغداد　5۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 1، صفحہ 576 (2191)

6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 669　7۔ شرح معانی الآثار، جلد 1، صفحہ 103 مطبوعہ وزارت تعلیم

8۔ ایضاً

اللہ ﷺ کے گھر میں ہم موجود تھے ہمارے درمیان ایک شخص الصالح ابو ہاشم بن عتبہ بن عبد شمس تھے انہوں نے کہا میں تمہارے لئے یہ مسئلہ پوچھ کر آتا ہوں، وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، پھر واپس آ کر بتایا کہ وہ عصر کی نماز ہے(1)۔

امام ابن جریر نے ابراہیم بن یزید الدمشقی سے روایت کیا ہے فرمایا میں حضرت عبد العزیز بن مروان رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا تھا، اس نے ایک شخص کو کہا کہ فلاں شخص سے پوچھ آؤ کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی کے بارے کیا سنا ہے۔ اس بیٹھنے والے شخص نے کہا مجھے ابوبکر اور عمر نے بھیجا۔ میں اس وقت چھوٹا تھا تا کہ میں الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی کے بارے پوچھوں، پس انہوں نے میری چھوٹی انگلی پکڑی اور فرمایا یہ فجر ہے، پھر ساتھ والی انگلی پکڑی اور فرمایا یہ ظہر ہے، پھر انگوٹھا پکڑا اور فرمایا یہ مغرب ہے، پھر اس کے ساتھ والی انگلی پکڑی اور فرمایا یہ عشاء ہے، پھر پوچھا اب تیری کون سی انگلی باقی ہے میں نے کہا وسطی۔ پھر فرمایا کون سی نماز باقی ہے میں نے کہا عصر تو فرمایا یہ عصر ہے(2)۔

امام البزار نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی سے مراد نماز عصر ہے۔

امام ابن جریر اور طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی صلوٰۃ عصر ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی صلوٰۃ عصر ہے(4)۔

امام ابن جریر نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مصحف میں تھا حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی اور الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی نماز عصر ہے(5)۔

امام وکیع نے حضرت حمیدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مصحف میں میں نے پڑھا حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی۔ اور یہ نماز عصر ہے۔

امام ابن داؤد نے قبیصہ بن ذویب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مصحف میں تھا حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاۃِ الْوُسْطٰی وَالصَّلٰوۃُ الْوُسْطٰی صَلَاۃُ الْعَصْرِ۔

امام سعید بن منصور اور ابو عبید نے زیاد بن ابی مریم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے لئے مصحف لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا جب تم حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ کی آیت پر پہنچو تو اسے نہ لکھنا حتی کہ مجھے آگاہ کر دو جب انہوں نے بتایا تو فرمایا اس طرح لکھو الصَّلٰوۃُ الْوُسْطٰی وَهِیَ صَلَاۃُ الْعَصْرِ(6)۔

امام ابن جریر، طحاوی اور بیہقی نے عمرو بن رافع سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مصحف میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 670 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 671 3۔ ایضاً

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 244 (8598) 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 666

6۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 913، مطبوعہ دار الصمیعی مکہ مکرمہ

اس طرح لکھا ہوا تھا حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَهِيَ صَلَاةُ الْعَصْرِ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۔(1)

امام ابوعبید نے فضائل میں اور ابن المنذر نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ۔

امام ابوعبید، عبد بن حمید، بخاری نے التاریخ میں، ابن جریر اور طحاوی نے حضرت رزین بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا۔ الصلوۃ الوسطی صلوۃ العصر۔(2)

امام وکیع، الفریابی، سفیان بن عیینہ، سعید بن منصور اور مسدد نے اپنی مسند میں، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر اور بیہقی نے الشعب میں کئی طرق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصلوۃ الوسطیٰ صلاۃ العصر ہے۔ اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے تفریط کی تھی حتی کہ سورج چھپ گیا تھا(3)۔

امام وکیع، سفیان، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے مراد صلوٰۃ عصر ہے(4)۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے کئی طرق سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے مراد صلوٰۃ عصر ہے(5)۔

امام عبد بن حمید اور طحاوی نے حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں اس طرح تھا حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وهي صلوۃ العصر (6)۔

اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ نے ابوقلابہ عن ابی المہلب عن ابی بن کعب کے طرق سے روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر اور طحاوی نے حضرت سالم عن ابیہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے مراد صلوٰۃ عصر ہے(7)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس طرح پڑھا الصلوۃ الوسطیٰ وصلاۃ العصر۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے مراد صلاۃ عصر ہے(8)۔

امام ابن المنذر اور طبرانی نے حضرت زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے مراد صلاۃ عصر ہے(9)۔

امام ابن المنذر اور طحاوی نے حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى عصر کی نماز ہے(10)۔

1۔ شرح معانی الآثار، جلد 1، صفحہ 102، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 664 4۔ ایضاً

5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 903 6۔ شرح معانی الآثار، جلد 1، صفحہ 103

7۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 101 8۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 667

9۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 200 10۔ شرح معانی الآثار، جلد 1، صفحہ 103

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی صلاۃ عصر ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی صلاۃ عصر ہے (2)۔

امام دمیاطی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی صلاۃ عصر ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے نافع کے طریق سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے مصحف لکھنے والے سے فرمایا جب تو مواقیت صلوٰۃ پر پہنچے تو مجھے بتانا تا کہ میں تمہیں وہ بتاؤں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ پس کاتب نے انہیں بتایا تو آپ نے فرمایا یہ لکھو میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی وھی صلاۃ العصر (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم کہتے تھے کہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی سے مراد نماز عصر ہے اس سے پہلے دن کی دو نمازیں ہیں اور اس کے بعد رات کی دو نمازیں ہیں (4)۔

امام وکیع اور ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور عبد بن حمید نے حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حفصہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی سے مراد صلاۃ العصر ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وسطی سے مراد عصر ہے (6)۔

امام طحاوی نے حضرت ابو عبید الرحمٰن عبید اللہ بن محمد بن عائشہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آدم علیہ السلام پر جب فجر کا وقت ہوا تو انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پس یہ صبح کی نماز بن گئی، ظہر کے وقت حضرت اسحٰق کا فدیہ دیا گیا تو ابراہیم علیہ السلام نے چار رکعتیں پڑھیں تو یہ ظہر کی نماز بن گئی۔ حضرت عزیز کو زندہ کیا گیا اور پوچھا گیا تم کتنا وقت ٹھہرے رہے؟ انہوں نے کہا ایک دن۔ انہوں نے سورج کو دیکھا تو کہا دن کا کچھ حصہ، پھر آپ نے چار رکعتیں پڑھیں تو یہ عصر کی نماز ہوگئی حضرت داؤد کی مغرب کے وقت مغفرت ہوئی تو وہ اٹھے چار کی نیت سے نماز شروع کی لیکن تکلیف کی وجہ سے تیسری رکعت پر بیٹھ گئے۔ پس مغرب کی تین رکعتیں ہوگئیں اور جنہوں نے سب سے پہلے عشاء کی نماز پڑھی وہ ہمارے نبی (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی وجہ سے لوگوں نے کہا وسطی، عصر کی نماز ہے (7)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ عصر کی نماز ہے (8)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی سے مراد عصر کی نماز ہے (9)۔

امام عبد الرزاق نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عبیدہ سے الصَّلٰوةِ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 244 2۔ ایضاً 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 674

4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 667 5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 244 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 246 (8626)

7۔ شرح معانی الآثار، جلد 1، صفحہ 104 8۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 245 9۔ ایضاً

الْوُسْطٰی کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ عصر کی نماز ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی سے مراد مغرب کی نماز ہے۔ ابن جریر نے قبیصہ بن ذؤیب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی سے مراد مغرب کی نماز ہے، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ یہ کم اور زیادہ نہیں ہوتی اور سفر میں اس کی قصر نہیں ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کبھی نہ مؤخر کیا اور نہ اس کو جلدی پڑھا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی، کے بارے پوچھا تو فرمایا تو تمام نمازوں کی حفاظت کر الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی کو پالے گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت الربیع بن خثیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک سائل نے ان سے الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا ان تمام نمازوں کی محافظت کر، اگر تو ایسا کرے گا تو الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی کو پالے گا، یہ ان میں سے ایک ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں شریح سے الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی کے بارے پوچھا گیا تو فرمایا تمام نمازوں کی حفاظت کرو اس کو پالو گے(2)۔

قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ

امام وکیع، احمد، سعید بن منصور، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن خزیمہ، طحاوی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی اور بیہقی نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز کے اندر بولتے تھے، ہم میں سے کوئی اپنے ساتھی سے نماز کے اندر بات کرتا تھا۔ حتیٰ کہ یہ آیت قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ نازل ہوئی تو ہم سکوت کا حکم دیا گیا اور کلام کرنے سے منع کیا گیا(3)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ لوگ نماز میں باتیں کرتے تھے، ایک آدمی کا خادم اس کے پاس آتا جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہوتا تھا تو وہ اپنے خادم کو اپنا کام بتا دیتا تھا۔ پس اس ارشاد کے ساتھ کلام کرنے سے منع کیا گیا۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے(4)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ آئے تو لوگ اپنی حوائج کے متعلق نماز میں گفتگو کرتے تھے، جیسا کہ اہل کتاب اپنی نماز میں اپنی حاجات کے متعلق گفتگو کرتے تھے۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی، پس لوگوں نے کلام ترک کر دی(5)۔

1۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 1، صفحہ 577 (2196) 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 245

3۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 682 (عن زید بن ارقم) 4۔ ایضاً 5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 972

امام عبدالرزاق نے المصنف میں، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ نماز میں باتیں کرتے تھے، کوئی شخص اپنے بھائی کو کسی کام کا حکم دیتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ۔ پس لوگوں نے کلام ختم کر دی۔ قنوت کا معنی سکوت ہے اور قنوت کا معنی اطاعت بھی ہے (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ نماز میں اپنی حاجات کا حکم دیتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ۔ پس لوگوں نے کلام کرنا چھوڑ دیا (2)۔

امام ابن جریر نے سدی کے طریق سے حضرت عن مرہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو باتیں کرتے تھے کوئی شخص اپنے ساتھی سے سرگوشی کرتا تھا اور جب کوئی سلام کرتا تو لوگ اس کا جواب دیتے، حتیٰ کہ (ایک دن) میں آیا تو میں نے سلام کیا مگر لوگوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا، یہ بات مجھ پر بہت گراں گزری۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرائی تو فرمایا مجھے تجھ پر سلام لوٹانے سے کوئی چیز مانع نہ تھی مگر یہ کہ اب ہمیں نماز میں خاموش کھڑے ہونے یعنی نماز میں باتیں نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، قنوت کا مطلب سکوت ہے (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت زر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نماز میں باتیں کرتے تھے۔ پس میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کیا تو آپ نے جواب نہ دیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے نماز میں باتیں نہ کرنے کا حکم فرمایا ہے اور یہ آیت نازل ہوئی ہے قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ۔ (4)

امام ابن جریر نے حضرت کلثوم بن المصطلق عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ نماز میں میرے سلام کا جواب دیتے تھے، میں ایک دن آیا سلام پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مرحمت نہ فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے نیا حکم فرما دیتا ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ نماز میں اللہ کے ذکر کے سوا کوئی بات نہ کرے اور نماز میں صرف تسبیح اور تمجید ہونی چاہیے۔ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ۔ (5)

امام عبد بن حمید اور ابو یعلی نے حضرت المسیب عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نماز میں ایک دوسرے پر سلام کرتے تھے پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا۔ میرے دل میں کچھ پریشانی ہوئی کہ میرے متعلق کوئی ارشاد نازل ہو چکا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کر لی تو فرمایا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ أَيُّهَا الْمُسْلِمُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اور فرمایا اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے نیا حکم فرماتا ہے جب تم نماز میں ہوا کرو تو خاموش رہا کرو باتیں نہ کیا کرو۔

ابن ابی حاتم نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں القانت وہ ہوتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قٰنِتِیْنَ کا معنی مصلین ہے (نماز پڑھنے والے)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 684 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 681 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 682 4۔ ایضاً

5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 683

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت نقل کیا ہے کہ ہر دین والے نماز میں نافرمانی کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں۔ پس تم اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے کھڑا ہوا کرو (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وضو میں اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے کھڑے ہوا کرو۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ جب تم نماز میں کھڑے ہوا کرو تو خاموش رہو کسی سے بات نہ کرو حتی کہ نماز سے فارغ ہو جاؤ۔ القانت وہ نمازی ہوتا ہے جو کسی سے بات نہ کرے (2)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، اصبہانی (ترغیب میں) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد قیام کو لمبا کرنا، نظر کو جھکا کر رکھنا، پہلوؤں کو پست کرنا اور خوف کا طاری ہونا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں فقہائے کرام میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا تو ادھر ادھر متوجہ ہونے کنکریاں الٹنے، آنکھوں سے کسی چیز کو تاڑنے اور کسی چیز سے کھیلنے یا دل میں کسی چیز کو تصور کرنے سے ڈرتا تھا مگر یہ کہ بھول جاتا حتی کہ اسی خشوع وخضوع کی کیفیت میں نماز سے فارغ ہوتا (3)۔

امام الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں **قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ**۔ لوگ نماز میں باتیں کرتے تھے اور اپنی حاجت کا حکم دیتے تھے۔ پس اس آیت کے ذریعے انہیں نماز میں باتیں کرنے اور ادھر ادھر متوجہ ہونے سے منع کیا گیا اور حکم ہوا کہ نماز میں خشوع خضوع کے ساتھ کھڑے ہوں غافل اور لاپرواہ ہو کر کھڑے نہ ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا افضل نماز، قیام کا لمبا ہونا ہے (4)۔

امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پیش کرتے تھے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں ہوتے تھے۔ پھر جب ہم نجاشی سے ہو کر واپس آئے، سلام پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں جواب نہ دیا ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے آپ پر نماز کی حالت میں سلام پیش کیا تھا آپ نے ہمیں جواب نہیں دیا؟ فرمایا نماز میں (ذکر) کا شغل ہے (5)۔

ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا، جب کہ ایک شخص کو چھینک آئی۔ میں نے کہا یرحمك اللہ۔ قوم نے مجھ پر نظریں گاڑ دیں۔ میں نے کہا کیا وجہ ہے کہ تم میری طرف دیکھ رہے ہو۔ انہوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیئے۔ جب میں نے

1۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 681 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 683

3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 921، مطبوعہ دار الصمیعی مکہ مکرمہ 4۔ صحیح مسلم، جلد 6، صفحہ 31 (164) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

5۔ سنن ابو داؤد، جلد 4، صفحہ 210، مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض

دیکھا کہ وہ مجھے خاموش ہونے کا اشارہ کررہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا، جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں اتنا بہتر معلم نہ کبھی پہلے دیکھا نہ بعد میں، اللہ کی قسم آپ ﷺ نے مجھے جھڑکا نہ مارا نہ برا بھلا کہا، فرمایا یہ نماز ہے اس میں لوگوں کی کلام جیسی کوئی بات جائز نہیں ہے، نماز تو صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن کی قرأت کا نام ہے(1)۔

امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے آپ ﷺ نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا۔ میں واپس آیا تو آپ سواری پر نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا تو جواب نہ دیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا مجھے تیرا جواب دینے سے کوئی چیز مانع نہ تھی مگر میں نماز پڑھ رہا تھا(2)۔

امام ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے سلام عرض کیا تو مجھے اشارہ سے جواب دیا(3)۔

امام البزار نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ پر سلام کیا جب کہ آپ نماز میں تھے نبی کریم ﷺ نے اسے اشارہ سے جواب دیا۔ جب آپ ﷺ نے نماز کا سلام پھیرا تو ارشاد فرمایا ہم اپنی نمازوں میں سلام کا جواب دیتے تھے پھر ہمیں اس سے منع کیا گیا۔

امام طبرانی نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے سلام کیا تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہ دیا(4)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت انس بن مالک سے پوچھا گیا کیا نبی کریم ﷺ صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے تھے؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا گیا کیا رکوع سے پہلے پڑھتے تھے؟ فرمایا رکوع کے تھوڑا بعد پڑھتے تھے۔ راوی فرماتے ہیں تھوڑا کا تعلق قیام کے ساتھ ہے یا قنوت کے ساتھ یہ مجھے معلوم نہیں(5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ وہ نہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے اور نہ وتر میں قنوت پڑھتے تھے۔ جب ان سے قنوت کے بارے پوچھا گیا تو فرمایا ہم قنوت کا معنی نہیں جانتے مگر یہ کہ قیام کا لمبا کرنا اور قرآن کی قرأت کرنا(6)۔

امام بخاری اور بیہقی نے حضرت ابوقلابہ عن انس رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دعائے قنوت فجر اور مغرب میں پڑھی جاتی تھی(7)۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

1۔ صحیح مسلم، جلد5، صفحہ 18 (33) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد5، صفحہ 25 (38)
3۔ سنن ابوداؤد، جلد4، صفحہ 170 (901)
4۔ مجمع الزوائد، باب الکلام الصلوۃ، جلد2، صفحہ 235 (2438)
5۔ سنن ابوداؤد، جلد5، صفحہ 359 (1414)
6۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد2، صفحہ 99
7۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد2، صفحہ 199

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر اور مغرب میں قنوت پڑھتے تھے (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح اور مغرب میں قنوت پڑھتے تھے (2)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں دارقطنی اور بیہقی نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ فرضی نماز نہیں پڑھتے تھے مگر اس میں قنوت پڑھتے تھے (3)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ابوہریرہ کو یہ فرماتے سنا ہے اللہ کی قسم میں تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی نماز پیش کرتا ہوں، ابوہریرہ عشاء اور صبح کی نماز کی آخری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد قنوت پڑھتے تھے، وہ مومنین کے لئے دعا کرتے تھے اور کفار پر لعنت کرتے تھے (4)۔

امام ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ متواتر ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نماز میں آخری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد قنوت پڑھتے رہے اور آپ رعل، ذکوان اور عصیہ قبائل، جن کا تعلق سلیم سے تھا، کے لئے بددعا کرتے رہے اور مقتدی آمین کہتے تھے (5)۔

امام ابوداؤد اور دارقطنی نے حضرت محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے اس شخص نے بتایا جس نے صبح کی نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھی تھی۔ جب آپ ﷺ نے دوسری رکعت سے سر اٹھایا تو تھوڑی دیر کھڑے رہے (6)۔

امام احمد، البزار اور دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے حتی کہ دنیا سے تشریف لے گئے (7)۔

امام دارقطنی اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مہینہ (رعل، ذکوان اور عصیہ) قبائل کے لئے بددعا کی پھر اس کو ترک کر دیا اور صبح کی نماز میں وصال تک قنوت پڑھتے رہے (8)۔

دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ ﷺ رکوع کے بعد صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے حتی کہ میں آپ سے جدا ہو گیا۔ پھر میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، وہ بھی صبح کی نماز میں رکوع کے بعد قنوت پڑھتے رہے حتی کہ میں ان سے جدا ہو گیا (9)۔

امام البزار اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قنوت پڑھی حتی کہ آپ کا وصال ہو گیا، ابوبکر نے قنوت پڑھی حتی کہ وصال ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھی حتی کہ ان کا بھی وصال ہو گیا (10)۔

1۔ سنن ابوداؤد، جلد 4، صفحہ 354 (1411) مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض
2۔ سنن الدارقطنی، جلد 2، صفحہ 37، مطبوعہ دار المحاسن قاہرہ
3۔ ایضاً
4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 206، مطبوعہ دار الفکر بیروت
5۔ سنن ابوداؤد، جلد 5، صفحہ 358 (1413)
6۔ سنن الدارقطنی، جلد 2، صفحہ 37
7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 39
8۔ ایضاً
9۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 40
10۔ سنن کبریٰ، جلد 2، صفحہ 202

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے فجر کی نماز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قنوت پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا وہ اتنی مقدار قنوت پڑھتے تھے جتنا کہ ایک شخص سو آیات تلاوت کرتا ہے(1)۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے رکوع کے بعد دعا پڑھی پھر گھر دور ہو گئے تو لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھیں تاکہ لوگ نماز میں شامل ہو جائیں۔ پس آپ نے رکوع سے پہلے قنوت پڑھی(2)۔

امام دار قطنی نے ابوطفیل عن علی وعمار کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی وعمار رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھی(3)۔

امام ابن ماجہ نے حضرت حمید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صبح کی نماز میں قنوت کے بارے پوچھا گیا تو فرمایا ہم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے(4)۔

حضرت الحرث بن ابوامامہ رضی اللہ عنہ اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے اور فرمایا میں تمہارے ساتھ قنوت پڑھتا ہوں تاکہ تم اپنے رب سے دعا مانگو اور اس سے اپنی حاجات کا سوال کرو۔

امام ابویعلی نے ابورافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز میں اللہ سے اپنی حوائج کا سوال کرو۔ طبرانی نے الاوسط میں ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز کے علاوہ کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھی، جب آپ جنگ کرتے تو تمام نمازوں میں قنوت پڑھتے اور مشرکین کے لئے بددعا کرتے(5)۔

امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے پہلے وتروں میں دعا قنوت پڑھی(6)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی اور بیہقی نے حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں فرمایا مجھے میرے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی قنوت میں یہ کلمات سکھائے اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَ بَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّمَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَاِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ۔ طبرانی اور بیہقی نے یہ الفاظ زائد ذکر کیے ہیں وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ۔(7)

امام بیہقی نے یزید بن ابی مریم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس اور حضرت محمد ابن علی بن

1۔ سنن کبری از بیہقی، جلد 2، صفحہ 209، مطبوعہ دار الفکر بیروت	2۔ سنن الدارقطنی، جلد 2، صفحہ 41، مطبوعہ دار المحاسن قاہرہ

3۔ سنن ابن ماجہ، باب القنوت قبل الرکوع وبعدہ، جلد 2، صفحہ 68 (1183)، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ مجمع الزوائد، باب القنوت، جلد 2، صفحہ 327 (2819) مطبوعہ دار الفکر بیروت

5۔ سنن ابوداؤد، جلد 5، صفحہ 338، مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض	6۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 335 (1395)

الحنفیہ رضی اللہ عنہم کو الخیف میں یہ فرماتے سنا کہ نبی کریم ﷺ صبح کی نماز میں اور رات کے وتر میں ان کلمات کے ساتھ دعا مانگتے تھے اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَ تَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَ بَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ اِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ وَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَیْتَ۔(1)

امام دارقطنی نے الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز میں قنوت بھول جائے تو اس پر سجدہ سہو ہے (2)۔

امام دارقطنی نے حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جو شخص صبح کی نماز میں دعائے قنوت بھول جائے تو سہو کے دو سجدے کرے۔ واللہ اعلم (3)۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

''پھر اگر تم کو ڈر ہو (دشمن وغیرہ کا) تو پیادہ یا سوار (جیسے بن پڑے) پھر جب تمہیں امن حاصل ہو جائے تو یاد کرو اللہ تعالیٰ کو جس طرح اس نے سکھایا ہے تمہیں جو تم نہیں جانتے تھے''۔

امام مالک، شافعی، عبدالرزاق، بخاری، ابن جریر اور بیہقی نے نافع کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب صلوٰۃ خوف کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا امام آگے ہو اور ایک طائفہ کو امام ایک رکعت پڑھائے اور دوسرا طائفہ ان کے اور دشمن کے درمیان ہو وہ نماز نہ پڑھیں۔ جب وہ طائفہ ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ لے تو وہ پیچھے ان لوگوں کی جگہ چلے جائیں جنہوں نے نماز نہیں پڑھی اور سلام نہ پھیریں وہ طائفہ آگے آ جائے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ پھر وہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھیں۔ پھر امام سلام پھیر دے کیونکہ وہ دو رکعتیں پڑھ چکا ہے۔ پھر ہر طائفہ ایک ایک رکعت امام کے سلام پھیرنے کے بعد خود پڑھیں، پس ہر گروہ دو رکعت پڑھیں گے، اگر خوف زیادہ ہو تو قدموں پر کھڑے ہوئے یا سواریوں پر سوار ہوتے ہوئے یا چلتے ہوئے نماز پڑھیں خواہ قبلہ کی طرف منہ ہو یا نہ ہو۔ نافع فرماتے ہیں یہ طریقہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہوگا (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم اور نسائی نے نافع کے طریق سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے کسی دن نماز خوف پڑھی، تو ایک طائفہ آپ ﷺ کے ساتھ تھا اور دوسرا طائفہ دشمن کے سامنے تھا۔ پھر یہ طائفہ ایک رکعت پڑھ کر چلا گیا اور دوسرا طائفہ آ گیا۔ انہیں بھی آپ ﷺ نے ایک رکعت پڑھائی۔ پھر دونوں طائفوں نے ایک ایک رکعت پڑھی۔ فرماتے ہیں ابن عمر نے فرمایا جب خوف زیادہ ہو تو سوار ہو کر یا کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھیں (5)۔

1۔ سنن کبریٰ، باب دعاء القنوت، جلد 2، صفحہ 210، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2۔ سنن الدارقطنی، جلد 2، صفحہ 41 (17) مطبوعہ دار المحاسن قاہرہ

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 41 (18) 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 690،

5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 215 (8284) مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

امام ابن ماجہ نے حضرت نافع عن ابن عمر کے طریق سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صلوۃ خوف کا طریقہ یہ ہے کہ امام ایک طائفہ کو ایک رکعت پڑھائے اور دوسرا طائفہ ان کے اور دشمن کے درمیان ہو پھر وہ جنہوں نے اپنے امیر کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لی ہے وہ ان کی جگہ چلے جائیں جنہوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی۔ پس آپ یہ آگے بڑھ کر اپنے امیر کے ساتھ ایک رکعت پڑھیں، ہر طائفہ ایک رکعت علیحدہ پڑھے۔ اگر خوف زیادہ ہو تو چلتے ہوئے یا سوار ہو کر نماز پڑھیں (1)۔

امام البزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جنگ کی نماز ایک رکعت ہے، جس طرح بھی کوئی شخص پڑھ لے گا اس کے لئے کافی ہوگی، اگر ایسا کرے گا تو دوبارہ نہیں پڑھے گا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ سوار سواری پر اور پیدل قدموں پر نماز ہے۔ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی جس طرح اس نے سکھایا ہے کہ سوار اپنی سواری پر اور پیدل اپنے قدموں پر نماز پڑھے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جنگ کی صورت میں جس طرف منہ ہو سر کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے نماز پڑھے، اس ارشاد فَرِجَالًا اور رُكْبَانًا کا یہی مطلب ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فَرِجَالًا کا معنی مشاۃ ہے یعنی چلتے ہوئے (اَوْ رُكْبَانًا) فرماتے ہیں جنگ میں گھوڑوں پر اصحاب محمد ﷺ تھے، جب خوف واقع ہوا تو ارشاد ہوا کہ ہر جہت کی طرف انسان نماز پڑھ لے خواہ کھڑا ہو یا سوار ہو یا سر کے ساتھ اشارہ کرنے پر قادر ہو یا اپنی زبان کے ساتھ کلام کرنے پر قادر ہو (1)۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے جب تمہیں خوف ہو کہ تم سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لو اور چلتے ہوئے اشارہ کے ساتھ نماز پڑھ لو خواہ قبلہ کی طرف رخ ہو یا نہ ہو۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فرماتے ہیں یہ نماز کا حکم دشمن کی موجودگی کی صورت میں ہے، سوار اور پیدل چلنے والا اشارے کے ساتھ نماز پڑھ لیں جدھر بھی ان کے رخ ہوں اور ایک رکعت بھی تیرے لئے کافی ہوگی۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دو رکعتیں پڑھے اگر دو کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ایک رکعت پڑھ لے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو تکبیر کہہ دے جدھر بھی رخ ہو۔

امام عبد بن حمید نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فرماتے ہیں ایک ایک رکعت پڑھ لیں۔

امام ابو داؤد نے عبداللہ بن انیس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے خالد بن سفیان الہذلی کی طرف بھیجا جو کہ عرفات و عرنہ کی طرف تھا، فرمایا جاؤ اور اس کو قتل کر دو۔ فرماتے ہیں میں نے اسے دیکھا تو نماز عصر کا وقت تھا، میں نے سوچا کہ اندیشہ ہے میرے اور اس کے درمیان جو معاملہ ہے کہیں نماز لیٹ نہ ہو جائے۔ میں نے چلتے ہوئے

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 108 (1258) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 686

اشارے سے نماز پڑھی۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے مجھے کہا تو کون ہے؟ میں نے کہا ایک عربی باشندہ، مجھے خبر پہنچی ہے کہ تو اس شخص کی خاطر لوگوں کو جمع کرتا ہے، میں اس لئے تیرے پاس آیا ہوں۔ اس نے کہا میں اسی دھندے میں لگا ہوا ہوں، میں اس کے ساتھ کچھ وقت چلا حتی کہ جب اس نے مجھے موقع دیا تو میں نے اپنی تلوار کے ساتھ اس پر حملہ کر دیا حتی کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب جنگ میں نماز کا وقت ہو جائے تو جدھر منہ ہو اشارہ کے ساتھ نماز پڑھ لو اور سجدہ کو رکوع سے پست کرو (2)۔

امام عبد الرزاق نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تلوار سے جنگ ہو رہی ہو تو ایک رکعت اشارہ سے پڑھ لو خواہ جدھر بھی رخ ہو خواہ تم سوار ہو یا پیدل ہو یا دوڑ رہے ہو۔

امام طیالسی، عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، نسائی، ابو یعلی اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابو سعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم جنگ خندق کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز نہ پڑھ سکے حتی کہ ہم نے اس کو کافی سمجھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ (الاحزاب:25) رسول اللہ ﷺ نے بلال کو حکم دیا۔ پس انہوں نے ہر نماز کے لئے اقامت کہی یہ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے (3)۔

امام وکیع اور ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فرمایا تم دار السفر سے دار الاقامۃ تک نکل جاؤ (4)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ نماز پڑھو جیسے تم پر فرض کی گئی ہے جب خوف ہو تو ان کے لئے رخصت ہے (5)۔

وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾

"اور جو لوگ فوت ہو جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں (انہیں چاہیے کہ) وصیت کر جایا کریں اپنی بیویوں کے لئے کہ انہیں خرچ دیا جائے ایک سال تک (اور) نہ نکالا جائے (انہیں گھر سے) پھر اگر وہ خود چلی جائیں تو کوئی گناہ نہیں تم پر جو کچھ وہ کریں اپنے معاملہ میں مناسب طور پر اور اللہ بہت زبردست بڑا دانا ہے"۔

امام بخاری اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمان سے

1۔ سنن ابو داؤد، جلد 5، صفحہ 135 (1220) 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 212 (8262)

3۔ ایضاً، باب الحرب، جلد 1، صفحہ 416 (4780) 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 690 5۔ ایضاً

پوچھا کہ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا کے ارشاد کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے، پھر تم اس کو کیوں لکھتے ہو یا آپ اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے، حضرت عثمان نے فرمایا اے میرے بھتیجے میں کسی چیز کو اس کی جگہ سے نہیں بدلتا(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے اس کا نفقہ اور رہائش ایک سال تک اس کے لئے ہے۔ پس میراث کی آیت نے اس کو منسوخ کر دیا اور اس کے لئے میراث ہی میں چوتھا اور آٹھوں حصہ مقرر فرمایا۔

امام ابن جریر نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عورت کو خاوند کے مرنے کے بعد یہ میراث ملتی تھی کہ اگر وہ چاہے تو خاوند کے فوت کے دن سے ایک سال تک اس کے گھر میں رہے۔ فرمایا فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میراث فرض فرما کر اس حکم کو منسوخ کر دیا(2)۔

امام ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے عکرمہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے آیت میراث کے ساتھ منسوخ کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لئے چوتھائی اور آٹھواں حصہ فرض فرما دیا اور سال کی مدت کو چار ماہ دس دن کے ساتھ منسوخ کر دیا(3)۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت ابن سیرین عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو خطبہ دیا تو سورۂ بقرہ کی تلاوت فرمائی اور ان کے لئے اس کی تفسیر بیان فرمائی۔ جب اس آیت پر پہنچے اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ (البقرہ:180) تو فرمایا یہ آیت منسوخ ہے پھر قرأت کی۔ جب اس آیت پر پہنچے وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ تو فرمایا یہ بھی منسوخ ہے(4)۔

امام شافعی اور عبد الرزاق نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس عورت کا خاوند مر جائے اس کے لئے نفقہ نہیں ہے، اس کے لئے میراث کافی ہے۔

امام ابوداؤد نے الناسخ میں اور نسائی نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 234 کے ساتھ منسوخ ہے جس میں اس عورت کی عدت چار ماہ دس دن ذکر ہے جس کا خاوند فوت ہو چکا ہو۔

امام ابن الانباری نے المصاحف میں حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مرد عورت کے لئے ایک سال کے نفقہ کی وصیت کرتا تھا جب تک کہ وہ نہ اس گھر سے نکلے اور نہ شادی کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ فرما کر فوت شدہ خاوند والیوں پر چار ماہ دس دن عدت رکھی اور ان کے لئے چوتھائی اور آٹھواں حصہ میراث مقرر فرمائی۔

امام ابن الانباری نے المصاحف میں حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس

1۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 651، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد   2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 694
3۔ سنن کبریٰ، جلد 7، صفحہ 435   4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 933، مطبوعہ دار الصمیعی مکہ مکرمہ

آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں خاوند مرنے سے پہلے عورت کے لئے رہائش اور نفقہ کی وصیت کرتا تھا جب کہ وہ گھر سے نہ نکلے اور دوسری شادی نہ کرے پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور میت کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں عورت کے لئے چوتھائی اور اولاد ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ فرض کیا گیا، اس آیت وَ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا (البقرہ:234) نے منسوخ کردیا اور سال تک کی وصیت کو بھی اس آیت نے منسوخ کردیا۔

امام ابن راہویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص اہل طائف میں سے مدینہ طیبہ آیا۔ اس کی اولاد بھی تھی جن میں بچیاں اور بچے بھی تھے اور اس کے ساتھ اس کے والدین اور بیوی بھی تھی۔ وہ شخص مدینہ طیبہ میں فوت ہوگیا۔ اس کی میراث کا مسئلہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین اور بچوں کو معروف طریقہ پر مال دیا اور عورت کو کچھ نہ دیا لیکن وارثوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اس عورت پر ایک سال تک خاوند کے ترکہ سے خرچ کریں۔ پس اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ عورت حلال پاکیزہ نکاح کرے تو تم پر کوئی حرج نہیں۔

وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾

"اور (اسی طرح) جن کو طلاق دی گئی ان کو خرچ دینا چاہیے مناسب طور پر۔ یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر۔ اسی طرح کھول کر بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام تاکہ تم سمجھ جاؤ"۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۳۶﴾ (البقرہ) کا ارشاد نازل ہوا تو ایک شخص نے کہا میں احسان کروں گا، تو ایسا کروں گا اگر میں احسان کا ارادہ نہیں کروں گا تو ایسا نہیں کروں گا پس اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ۔ (1)

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن میسب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت کریمہ نے بعد والی آیت کریمہ کو منسوخ کردیا۔ یعنی اس ارشاد: وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ (البقرہ: 237) نے وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ کو منسوخ کردیا۔

حضرت عتاب بن خصیف رحمہ اللہ نے فرمایا وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ کا حکم فرائض سے پہلے تھا۔

امام مالک، عبد الرزاق، شافعی، عبد بن حمید، النحاس (ناسخ میں)، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہر طلاق والی عورت کا متعہ (تین کپڑے) ہے لیکن جس عورت کو دخول سے پہلے طلاق دی گئی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2 صفحہ 699

ہو اور اس کا مہر پہلے مقرر کیا گیا ہو تو بطور متعہ نصف مہر کافی ہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہر مومنہ آزاد یا لونڈی جس کو طلاق دی گئی ہو اس کے لئے متعہ ہے پھر آپ نے وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ تلاوت فرمائی۔

امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب حفص بن المغیرہ نے اپنی بیوی فاطمہ کو طلاق دی تو وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی، آپ ﷺ نے اس کے خاوند سے فرمایا اس کو متعہ دے۔ اس نے کہا میرے پاس متعہ دینے کی گنجائش نہیں ہے۔ فرمایا متعہ ضروری ہے، اس کو متعہ دے اگرچہ کھجور کا نصف صاع ہی ہو۔

امام عبد بن حمید نے ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ ہر مطلقہ کے لئے متعہ ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت یعلی بن حکیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا کیا متعہ مطلقہ کے لئے ہر شخص پر ہے فرمایا نہیں پوچھا کس پر ہے، فرمایا متقین پر ہے۔

امام بیہقی نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے شریح کے پاس اپنی بیوی کو طلاق دی تو شریح نے اسے کہا عورت کو متعہ دے، عورت نے کہا میرا اس پر کچھ متعہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مطلقات کے لئے متعہ متقین پر ہے اور محسنین پر ہے اور یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے۔

امام بیہقی نے حضرت شریح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو کہا جس نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا تھا کہ متقین میں سے ہونے کا انکار نہ کر اور محسنین میں سے ہونے کا انکار نہ کر۔

امام شافعی نے حضرت جابر بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مطلقہ کا نفقہ اس وقت ہے جب وہ حرام نہ ہو۔ جب وہ حرام ہو جائے تو معروف طریقہ پر متعہ ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۣ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

”کیا نہیں دیکھا تو نے ان لوگوں کی طرف جو نکلے تھے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے تو فرمایا انہیں اللہ تعالیٰ نے کہ مرجاؤ پھر فرمایا انہیں، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اور لڑائی کرو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے“۔

امام وکیع، الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر اور حاکم نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو اپنے گھروں سے طاعون کے ڈر کی وجہ سے نکلے تھے وہ چار ہزار تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم ایسی جگہ جائیں گے جہاں موت نہیں آئے گی حتی کہ وہ جب ایسی جگہ پر پہنچے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''موتوا'' مرجاؤ۔ پس ایک نبی ان کے اوپر سے گزرے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے زندہ کرنے کی دعا کی تا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں پس اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا(1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے عکرمہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ لوگ داوردان دیہات کے چار ہزار افراد تھے، طاعون سے بھاگ کر نکلے تھے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے اسباط عن السدی عن ابی مالک کے طریق سے روایت کیا ہے کہ داوردان، واسط کے قریب ایک دیہات تھا، اس میں طاعون کا مرض پھیل گیا تھا، پس کچھ لوگ اپنی جگہ ٹھہرے رہے اور کچھ بھاگ نکلے، پس جو ٹھہرے رہے ان میں موت طاری ہوئی اور جو نکل گئے تھے بچ گئے تھے، جب طاعون کا مرض ختم ہو گیا تو وہ واپس آ گئے، پس جو لوگ باقی تھے انہوں نے کہا ہمارے بھائی ہم سے زیادہ محتاط تھے، اگر ہم بھی ایسا ہی کرتے جیسا انہوں نے کیا تو ہم بھی سلامت رہتے۔ اگر ہم طاعون کے وقوع تک باقی رہے تو ہم بھی ایسا ہی کریں گے جیسا انہوں نے کیا تھا، پس آئندہ سال طاعون پھر پھیل گیا۔ وہ تمام اکٹھے نکلے جو اپنی جگہ ٹھہرے رہے تھے اور جو بھاگ گئے تھے۔ وہ تقریباً تیس ہزار افراد تھے۔ وہ چلے حتی کہ ایک کھلی وادی میں آئے، پس وہ دو پہاڑوں کے درمیان اترے، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف دو فرشتے بھیجے، ایک وادی کے اوپر کی طرف سے اور ایک نیچے کی طرف سے، ان فرشتوں نے انہیں ندا دی کہ مرجاؤ تو وہ مر گئے، پھر جتنا اللہ نے چاہا اسی حالت میں پڑے رہے پھر حزقیل نبی ان کے پاس سے گزرے، انہوں نے ان کی ہڈیاں دیکھ کر تعجب کیا اور کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حزقیل کی طرف وحی فرمائی کہ ان کو ندا دو اے ہڈیو! اللہ تمہیں جمع ہونے کا حکم دیتا ہے، پس وہ ہڈیاں وادی کے اوپر اور نیچے سے جمع ہو گئیں، حتی کہ ہڈی اپنے جسم سے مل گئی، وہ ایک ڈھانچے بن گئے نہ ان کا گوشت تھا اور نہ خون تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت حزقیل کی طرف وحی فرمائی کہ ان کو پکارو کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گوشت پہن لو، تو ہڈیوں پر گوشت چڑھ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حزقیل کی طرف وحی فرمائی کہ ان ہڈیوں کو کہو کہ اللہ تمہیں کھڑا ہونے کا حکم دیتا ہے۔ پس وہ زندہ ہو کر اٹھ پڑے۔ پھر وہ اپنے شہروں کی طرف لوٹ آئے، وہ ٹھہرے رہے جب کہ وہ کپڑے نہیں پہنتے تھے سوائے اس کے ان پر کفن ہوتا تھا۔ اس زمانہ کے لوگ انہیں پہچانتے تھے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مر گئے تھے۔ پھر وہ ٹھہرے رہے حتی کہ اس کے بعد ان کی اصل موت واقع ہوئی۔ اسباط فرماتے ہیں منصور نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جب وہ اٹھے تو ان کی زبان پر تھا سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ...... الخ۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ موت سے بھاگنے والے اذرعات سے تھے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 700، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 2۔ صفحہ 02-701

51B

ابو صالح سے مروی ہے کہ وہ نو ہزار تھے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، ان کے موت سے ڈرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوا پس سزا کے طور پر انہیں مار دیا پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی بقیہ عمریں پوری کرنے کے لئے زندہ کیا۔ اگر ان کی عمریں پوری ہو چکی ہوتیں تو موت کے بعد دوبارہ نہ اٹھاتے جاتے۔

امام ابن جریر نے اشعث بن اسلم البصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر نماز پڑھ رہے تھے اور دو یہودی آپ کے پیچھے تھے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا یہ وہی ہے؟ پھر جب حضرت عمر نے جوتا پہنا تو پوچھا تمہارا اس سے کیا مطلب ہے کہ کیا یہ وہی ہے؟ انہوں نے کہا ہم اپنی کتاب میں ایک لوہے کا سینگ پاتے ہیں جس کو وہ دیا گیا جو حزقیل کو دیا گیا جو اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتے تھے، حضرت عمر نے فرمایا ہم اپنی کتاب میں حزقیل کا ذکر نہیں پاتے اور اللہ کے اذن سے مردوں کو تو صرف عیسیٰ علیہ السلام نے زندہ کیا تھا تو اس نے کہا کیا اللہ کی کتاب میں یہ نہیں ہے وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (النساء: 164) (اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر ہم نے اب تک آپ سے نہیں کیا) حضرت عمر نے کہا کیوں نہیں یہ تو ہے، اور رہا مردوں کو زندہ کرنا تو ہم آپ کو بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر وبا واقع ہوئی تھی، ان میں سے کچھ لوگ نکل گئے تھے حتی کہ وہ ایک میل دور چلے گئے تھے۔ اللہ نے انہیں مار دیا پس ان پر ایک دیوار بنائی، حتی کہ جب ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے حزقیل کو مبعوث کیا۔ انہوں نے کھڑے ہو کر ان پر کچھ پڑھا جو اللہ نے چاہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حزقیل کے لئے زندہ کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا الخ۔ (1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ہلال بن سیاف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ بھاگنے والے لوگ بنی اسرائیل سے تھے۔ ان میں جب طاعون پھیلا تھا تو ان کے مالدار اور وڈیرے نکل گئے تھے اور ان کے غریب اور نادار لوگ وہیں ٹھہرے رہے تھے، جو ٹھہرے رہے تھے ان میں کئی موت کے منہ میں چلے گئے لیکن جو بھاگ گئے تھے انہیں کچھ نہیں ہوا۔ پھر ایک سال میں انہوں نے کہا اگر ہم ایسا کرتے جیسے دوسرے لوگوں نے کیا تھا تو ہم بھی نجات پاتے۔ پس تمام نے اپنا علاقہ چھوڑ دیا تو ان پر موت طاری ہو گئی، وہ ہڈیاں ہو گئے۔ پس قریبی دیہات والے ان کے پاس آئے اور انہیں ایک جگہ جمع کیا، ان کے پاس سے ایک نبی گزرے تو انہوں نے عرض کی اے میرے رب اگر تو چاہے تو ان کو زندہ کر دے، پس یہ تیرے شہروں کو آباد کریں گے اور تیری عبادت کریں گے، ارشاد ہوا ایسا ایسا پڑھو، پس اس نبی نے پڑھا پھر ہڈیوں کو دیکھا کہ وہ جڑ رہی ہیں پھر کلام پڑھی تو ہڈیوں پر گوشت چڑھنے لگا پھر کلام پڑھی تو وہ بیٹھ کر تسبیح کہنے لگے پھر ان سے کہا گیا کہ تم اللہ کے راستہ میں جہاد کرو اور جان لو کہ اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر نے الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ لوگ جو طاعون سے بھاگے تھے اللہ نے انہیں بطور سزا اور ناراضگی اپنی عمروں کی تکمیل سے پہلے مار دیا تھا پھر انہیں زندہ کیا تھا تا کہ وہ بقیہ عمریں پوری کریں (2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 701 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 704

امام ابن جریر نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کالب بن یوقنا کی یوشع کے بعد روح قبض فرمائی تو بنی اسرائیل میں حزقیل کو خلیفہ بنایا جس کا تعلق بوزی سے تھا یہ ابن العجوز تھے۔ ان کو ابن العجوز اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ اس عورت نے بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے بیٹے کا سوال کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطا فرمادیا تھا۔ انہوں نے ہی اس قوم کے لئے دعا کی تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ الآیہ۔ (1)

امام عبد بن حمید نے وہب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک زمانہ بنی اسرائیل کے لوگ سخت مصیبت میں گرفتار رہے، تو انہوں نے اپنی مصیبت کی شکایت کی اور کہا کاش ہم مرجاتے اور اس تکلیف سے راحت حاصل کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے حزقیل کی طرف وحی فرمائی کہ تمہاری قوم بلاء (مصیبت) کی وجہ سے چیخ رہی ہے اور انہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ اگر وہ مرگئے تو اس مصیبت سے راحت پاجائیں گے۔ ان کے لئے موت میں کون سی راحت ہے کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد میں انہیں زندہ کرنے قادر نہیں ہوں؟ پس وہ اتنے اتنے افراد جبانہ کی طرف چلے ان میں چار ہزار افراد تھے۔ وہب فرماتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ حضرت حزقیل کو حکم ہوا اٹھو اور ان کو ندادو جب کہ ان کی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں جنہیں پرندوں اور درندوں نے جدا کردیا تھا، حزقیل نے ندادی، اے ہڈیو! اللہ تمہیں جمع ہونے کا حکم دیتا ہے۔ پس ان میں سے ہر انسان کی ہڈیاں اکٹھی ہوگئیں۔ پھر فرمایا اے ہڈیو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ پٹھے اور عقب پیدا ہو۔ پس پٹھوں اور عقب کے ساتھ ان میں سختی اور صلابت پیدا ہوگئی۔ پھر حزقیل نے ندادی فرمایا اے ہڈیو! اللہ تمہیں گوشت پہننے کا حکم دیتا ہے۔ پس جسموں پر گوشت آگیا اور وہ صحیح سلامت جسم ہوگئے۔ پھر حزقیل نے تیسری مرتبہ ندادی اور پوچھا اے روحو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنے اجساد کی طرف لوٹ جاؤ۔ پس وہ اللہ کے اذن سے اٹھے اور بیک زبان تکبیر کہی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت العوفی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ بہت سے لوگ تھے جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے سے بھاگے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی حتیٰ کہ جس موت سے بھاگے تھے اس کا ذائقہ انہوں نے چکھ لیا۔ پھر اللہ نے انہیں زندہ کیا اور حکم دیا کہ اپنے دشمن سے جہاد کرو۔ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے ان لوگوں نے اپنے نبی سے کہا تھا کہ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (البقرہ:246)(2)

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن جریج کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ کل چالیس ہزار تھے اور آٹھ ہزار کو محفوظ رکھا تھا اور ان کے جسموں میں ہوا داخل ہوگئی تھی اور ان کے جسموں میں بدبو پیدا ہوگئی تھی کیونکہ آج بھی اس یہود کے قبیلہ میں وہ بدبو پائی جاتی ہے اور وہ لوگ جہاد سے فرار اختیار کرگئے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں مارا پھر انہیں زندہ کیا پھر انہیں جہاد کا حکم دیا۔ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (3)

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ لوگ طاعون سے بھاگے تھے اور وہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 702 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 701 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 702

ہزاروں کی تعداد میں تھے اور فرقت نے انہیں اس طرح نہیں نکالا تھا جس طرح جنگ کے لئے نکالا جاتا ہے ان کے دل جمع تھے، پس وہ زندگی کی تلاش میں نکلے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مرجاؤ۔ ایک شخص ان کے پاس سے گزرا تو وہ ہڈیاں ظاہر تھیں۔ پس وہ شخص کھڑا ہو کر دیکھنے لگا اور کہا اَنّٰی یُحۡیٖ ھٰذِهِ اللّٰهُ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ (البقرۃ: 259) (کیونکر زندہ کرے گا اسے اللہ تعالیٰ اس کے ہلاک ہونے کے بعد سو مردہ رکھا اسے اللہ تعالیٰ نے سو سال) (1)

امام بخاری اور نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ یہ عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے بھیجتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے طاعون کو مومنین کے لئے رحمت بنایا ہے اور جو شخص کسی ایسے شہر میں ٹھہرا رہتا ہے جس میں طاعون پھیل چکا ہوتا ہے، یہ جان کر کہ وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں لکھا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے شہید کی مثل اجر عطا فرماتا ہے (2)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابو داؤد اور نسائی نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طاعون کے متعلق یہ فرماتے سنا ہے کہ جب تم کسی علاقہ میں طاعون کی خبر سنو تو وہاں نہ جاؤ اور اگر ایسی جگہ طاعون واقع ہو جہاں تم رہ رہے ہو تو اس سے بھاگتے ہوئے نہ نکلو (3)۔

امام سیف نے الفتوح میں شرحبیل بن حسنة سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی ایسے علاقہ میں طاعون واقع ہو جس میں تم مقیم ہو تو (وہاں سے) نہ نکلو کیونکہ موت تمہاری گردنوں میں ہے اور جب کسی دوسرے علاقہ میں واقع ہو تو تم وہاں نہ جاؤ کیونکہ وہ (طاعون) دلوں کو جلا دیتا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بعض گھر والوں کو وصیت کرتے ہوئے سنا کہ جب وبائی مرض لوگوں کو لاحق ہو جب کہ تم ان میں مقیم ہو تو وہاں ہی ثابت قدم رہو۔

امام احمد اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الطواعین میں، ابو یعلیٰ اور طبرانی نے الاوسط میں اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت فنا نہ ہوگی مگر طعن اور طاعون سے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعن کو تو ہم جانتے ہیں یہ طاعون کیا ہے؟ فرمایا اونٹ کے غدہ کی طرح غدہ ہے، وہاں ٹھہرنے والا شخص شہید کی طرح ہے اور اس سے بھاگنے والا میدان جنگ سے بھاگنے والے کی طرح ہے (4)۔

امام احمد، عبد بن حمید، البزار، ابن خزیمہ اور طبرانی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا (البقرۃ: 245) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اہل اسلام اپنے اموال میں اللہ کو قرض دو وہ تمہیں کئی گنا زیادہ کر کے دے گا، ابن الدحداحہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو مال ہیں ایک عالیہ میں ہے اور دوسرا بنی ظفر میں ہے، اپنے کارندے کو بھیجئے ان دونوں میں سے جو بہتر ہے اس پر قبضہ کر لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فروہ بن عمر کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 703　　2۔ صحیح بخاری باب الطاعون، جلد 1، صفحہ 404، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد

3۔ سنن ابوداؤد، جلد 6، صفحہ 21 (1539) مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض 4۔ مسند ابو یعلی، جلد 4، صفحہ 41، (4391) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کہا چلو دیکھو کون سا بہتر ہے، جو بہتر ہے اس کو چھوڑ دے اور دوسرا لے لے۔ وہ گیا اور اس نے اسے بتایا، ابن داحداحہ نے کہا میں اپنے مال میں سے برا مال اپنے رب کو قرض نہیں دیتا، میں تو اپنے رب کو بہتر مال قرض دوں گا مجھے دنیا کے فقر کا کوئی اندیشہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا اے میرے پروردگار ابن دحداح کے لئے جنت میں کھجور کے ایسے درخت ہوں گے جن کا پھل آسانی سے توڑا جاسکتا ہے۔

امام ابن سعد نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کھجوریں قرض کے طور پر طلب کیں تو اس شخص نے کہا اگر یہ نبی ہوتا تو قرض طلب نہ کرتا۔ پھر آپ ﷺ نے ابوالدحداح کی طرف پیغام بھیجا اور اس سے قرض طلب کیا، ابوالدحداح نے کہا آپ میرے اور میرے مال اور میری اولاد کے میری ذات سے بھی زیادہ حق دار ہیں۔ یہ آپ کا مال ہے، اس میں سے جو چاہیں لے لیں اور جو چاہیں ہمارے لئے چھوڑ دیں۔ جب ابوالدحداح کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے میرے پروردگار ابوداحداح کے لئے جنت میں کھجور کے ایسے درخت ہوں گے جن کا پھل آسانی سے توڑا جاسکتا ہوگا۔

امام ابن اسحٰق اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ حضرت ثابت بن الدحداح رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب اس نے اپنا مال صدقہ کیا تھا۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (البقرہ:245) کا ارشاد اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے متعلق نازل ہوا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بتایا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص نے جب یہ آیت سنی تو کہا میں اللہ کو قرض دیتا ہوں اور اس نے اپنا پسندیدہ مال اللہ کے راستے میں خرچ کیا(1)۔

امام ابن جریر نے سدی سے روایت کیا ہے کہ فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً (البقرہ:245) میں جو ارشاد ہے کوئی شخص نہیں جانتا ہے کہ کتنا گنا مال زیادہ کیا جائے گا(2)۔

امام احمد، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوعثمان النہدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن کے لئے ایک نیکی کے بدلے ایک لاکھ نیکیاں لکھتا ہے۔ پھر میں نے اسی سال حج کیا اور میرا حج کا ارادہ نہ تھا مگر یہ کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر کے اس حدیث کے بارے پوچھوں گا۔ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے ان سے پوچھا؟ حضرت ابوہریرہ نے کہا میں نے یہ نہیں کہا جس نے آپ کو یہ حدیث بیان کی ہے اسے صحیح یاد نہیں رہا، میں نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی ایک نیکی کے بدلے دو لاکھ نیکیاں لکھتا ہے۔ پھر ابوہریرہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طاعون سے بھاگنے والا اس شخص کی مانند ہے جو میدان جنگ سے بھاگتا ہے اور طاعون میں صبر کرنے والا میدان جنگ میں صبر کرنے والے کی طرح ہے(3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 708 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 709 3۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 324 المکتب الاسلامی بیروت

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۝۲۴۵

''کون ہے جو دے اللہ تعالیٰ کو قرض حسن تو بڑھا دے اللہ اس قرض کو اس کے لئے کئی گنا اور اللہ تعالیٰ تنگ کرتا ہے (رزق کو) اور فراخ کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے''۔

امام سعید بن منصور، ابن سعد، البزار، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حکیم ترمذی نوادر الاصول میں، طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ کا ارشاد نازل ہوا تو ابوالدحداح الانصاری نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ ہم سے قرض چاہتا ہے؟ فرمایا ''ہاں'' اے ابا الدحداح۔ ابوالدحداح نے کہا یا رسول اللہ اپنا ہاتھ مجھے دکھائیں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر کہا میں نے اپنے رب کو یہ باغ قرض دیا ہے، اس میں چھ سو کھجور کے درخت ہیں۔ اس باغ میں ام دحداح اور اس کے بچے بھی تھے۔ ابودحداح اس باغ کے باہر آئے اور ام دحداح کو آواز دی، اے ام دحداح انہوں نے لبیک کہا۔ ابودحداح نے کہا میں نے یہ باغ اپنے رب کو قرض دے دیا ہے (1)۔

امام عبدالرزاق اور ابن جریر نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابوالدحداح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا رب ہم سے قرض طلب کرتا ہے اس مال سے جو اس نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ میرے دو باغ ہیں ایک عالیہ میں ہے اور ایک سافلہ میں ہے، میں ان میں سے جو بہتر ہے صدقہ کرتا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابودحداح کے لئے جنت میں کھجور کے ایسے درخت ہوں گے جن کا پھل آسانی سے توڑا جا سکتا ہے (2)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت زید بن اسلم عن ابیہ عن عمر بن الخطاب کے سلسلہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن مردویہ نے زید بن اسلم عن عطاء بن یسار کے طریق سے اور حضرت الاعرج عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابن الدحداح نے کہا یا رسول اللہ میرے دو باغ ہیں ایک سافلہ میں ہے اور ایک عالیہ میں ہے میں نے ان میں سے ایک اپنے رب کو قرض دیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجھ سے قرض قبول کر لیا ہے۔ پھر وہ باغ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یتیموں کو دے دیا جو ان کی پرورش میں تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے یا رب ابن دحداح کے لئے جنت میں ایسے کھجور کے باغ ہوں کہ گچھے لٹکے ہوئے ہوں جن سے پھل آسانی سے توڑا جا سکے۔

امام ابن سعد نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی اور کثیر اللہ کے نزدیک لاکھ، دو لاکھ سے زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں نے رسول اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 709 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 708

ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو دو لاکھ تک بڑھا دیتا ہے۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ (البقرہ: 261) مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں ایسی ہے جیسے ایک دانہ جو اگاتا ہے سات بالیں۔ کا ارشاد نازل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے عرض کی یا رب زدامتی۔ یا اللہ میری امت کے اجر میں اضافہ فرما تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً۔ پھر حضور ﷺ نے عرض کی یا رب میری امت کے اجر میں مزید اضافہ فرما تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر: 10) (صبر کرنے والوں کو بے حد و حساب اجر دیا جائے گا) (1)

امام ابن المنذر نے سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (انعام: 160) پھر اضافہ کے لئے عرض کیا تو یہ آیت مَنْ ذَا الَّذِيْ الخ نازل فرمائی۔ تو حضور ﷺ نے عرض کی تو مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ الخ (البقرہ: 261) کا ارشاد نازل ہوا پھر حضور علیہ السلام نے زیادتی کے لئے عرض کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر: 10) صبر کرنے والوں کو بے حد و حساب اجر دیا جائے گا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قَرْضًا حَسَنًا سے مراد اپنے اہل پر خرچ کرنا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے ابوسفیان عن ابی حیان عن ابیہ عن شیخ لہم کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ سائل کو یہ کہتے ہوئے سنتے مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا تو کہتے سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ یہ قرض حسن ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ایک مرتبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں موتیوں اور یاقوت سے کروڑ کمرے تیار فرمائے گا، کیا میں اس کی تصدیق کروں۔ حضرت کعب نے فرمایا ہاں کیا تو اس سے تعجب کرتا ہے۔ دو کروڑ، تین کروڑ اور بے شمار نیکیاں تک عطا فرماتا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً اور کثیر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے حساب ہے۔

امام ابوالشیخ نے العظمہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آسمان کے دروازے میں سے ایک دروازہ پر ایک فرشتہ ہے جو یہ کہتا ہے جو آج اللہ کو قرض دے گا اس کو کل دیا جائے گا، دوسرے دروازے پر ایک فرشتہ یہ ندا دیتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو بہتر بدل عطا فرما اور کنجوسی کرنے والے کا مال تلف فرما، ایک اور فرشتہ ایک اور دروازے سے ندا دیتا ہے اے لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ تھوڑا جو کفایت کرے وہ اس سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے۔ ایک اور دروازے سے ایک فرشتہ کہتا ہے اے بنی آدم مرنے کے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 36 (4280) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

لئے پیدا کرو اور خراب کرنے کے لئے بناؤ۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم اپنا خزانہ میرے پاس ودیعت کر، یہاں نہ جلنا ہے نہ غرق ہونا ہے اور نہ چوری کا خطرہ ہے اور میں تجھے یہ پورا پورا واپس کروں گا جب کہ تو اس کا زیادہ محتاج ہوگا (1)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَاللّٰهُ يَقْبِضُ یعنی اللہ صدقہ کو روکتا ہے وَيَبْصُۜطُ اور اچھا بدل دیتا ہے وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ فرمایا یعنی مٹی سے اس نے انہیں پیدا کیا ہے اور مٹی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن جریر اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قیمت چڑھ گئی تو لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ہمارے لئے قیمت مقرر فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیمت مقرر کرنے والا، تنگی کرنے والا، کشادگی کرنے والا اور رزق دینے والا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں اللہ سے ملوں گا اور تم میں سے کوئی مجھ سے خون اور مال کے ظلم کا مطالبہ کرنے والا نہیں ہوگا (2)۔

امام ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے نرخ مقرر فرمادیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلکہ میں دعا کرتا ہوں، پھر ایک شخص آیا اور عرض کی یا رسول اللہ قیمت مقرر فرمادیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ پست کرتا ہے اور بلند کرتا ہے میں امید کرتا ہوں کہ میں اللہ سے ملوں گا جب کہ تم میں سے کسی کے لئے میرے اوپر ظلم کا دھبہ نہ ہوگا (3)۔

امام البزار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرض کی گئی یا رسول اللہ ہمارے لئے قیمت مقرر فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیمت کا چڑھنا اور اشیاء کا سستا کرنا اللہ کے ہاتھ میں ہے، میں امید کرتا ہوں کہ میں اپنے رب سے ملاقات کروں گا جب کہ کوئی مجھ سے کسی ایسے ظلم کا مطالبہ کرنے والا نہیں ہوگا جو میں نے اس پر کیا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ نے جان لیا ہے کہ جو اللہ کے راستہ میں لڑتے ہیں ان میں ایسے افراد بھی ہیں جو طاقت نہیں رکھتے اور جو نہیں لڑتے ان میں ایسے افراد بھی ہیں جس میں لڑنے کی طاقت ہے، پس اللہ تعالیٰ نے قرض کی طرف دعوت دی فرمایا مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۗ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ فرمایا وہ تم پر کشادگی کرتا ہے جب کہ تو جنگ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا اور اس سے اس نے رزق روک دیا ہے وہ حالانکہ خوشی سے جہاد میں شریک ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ پس تو اپنے مال سے اس کو قوت دے تو تیرے لئے بھی (اس کے جہاد میں) حصہ ہوگا (4)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 211 (3342) 2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 40 (2200) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مجمع الزوائد، جلد 4، صفحہ 178 (6468) مطبوعہ دار الفکر بیروت 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 11-710

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآىٕنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا اَنّٰى یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۷﴾

”کیا نہیں دیکھا تم نے اس گروہ کو بنی اسرائیل سے (جو) موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد ہوا جب کہا انہوں نے اپنے نبی سے کہ مقرر کر دو ہمارے لئے ایک امیر تا کہ لڑائی کریں ہم اللہ کی راہ میں۔ نبی نے کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ فرض کر دیا جائے تم پر جہاد تو تم جہاد نہ کرو۔ وہ کہنے لگے (کوئی وجہ) نہیں ہمارے لئے کہ ہم جہاد نہ کریں اللہ کی راہ میں حالانکہ ہم نکالے گئے ہم اپنے گھروں سے اور اپنے فرزندوں سے۔ مگر جب فرض کر دیا ان پر جہاد تو منہ پھیر لیا انہوں نے بجز چند کے ان میں سے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے ظالموں کو۔ اور کہا انہیں ان کے نبی نے بے شک اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیا ہے تمہارے لئے طالوت کو امیر۔ بولے کیونکر ہو سکتا ہے اسے حکومت کا حق ہم پر حالانکہ ہم زیادہ حق دار ہیں حکومت کے اس سے اور نہیں دی گئی اسے فراخی مال و دولت میں۔ نبی نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے اسے تمہارے مقابلہ میں اور زیادہ دی ہے کشادگی علم میں اور جسم میں اور اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اپنا ملک جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے“۔

امام ابن جریر نے حضرت ربیع بن انس رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام پر وقت وصال آیا تو انہوں نے یوشع بن نون کو بنی اسرائیل پر خلیفہ بنایا۔ حضرت یوشع علیہ السلام ان میں کتاب اللہ اور اپنے نبی کی سنت کو چلاتے رہے پھر یوشع بن نون کا وصال ہوا تو انہوں نے ایک اور شخص کو خلیفہ بنایا، وہ بھی اللہ کی کتاب اور اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی سنت کو قائم کئے رہے۔ پھر انہوں نے ایک اور کو خلیفہ بنایا۔ پس وہ بھی اپنے

ساتھیوں کی سیرت پر چلتے رہے۔ پھر ایک اور شخص خلیفہ بنا، پس انہوں نے جانا اور انکار کیا۔ پھر انہوں نے تمام امور کا انکار کیا۔ پھر ایک اور شخص خلیفہ بنا تو انہوں نے تمام معاملات شریعت کا انکار کیا۔ پھر بنی اسرائیل اپنے ایک نبی کے پاس آئے جب انہیں ان کے نفسوں اور اموال میں تکلیف پہنچائی گئی، لوگوں نے عرض کی کہ اپنے رب سے سوال کرو کہ وہ ہم سے جنگ کو لازم کرے، اس نبی نے ان کو کہا هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ...... (الآیہ) پس اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا۔ بنی اسرائیل میں دو قبیلے تھے ایک میں نبوت تھی اور ایک میں سیاست و ریاست، اور طالوت نہ نبوت کے قبیلہ سے تھا اور نہ حکومتی قبیلہ سے تھے، جب اللہ نے انہیں بادشاہ بنا کر بھیجا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا، انہوں نے کہا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا، تو فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ (الآیہ)(1)

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن جریج کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس وقت تورات اٹھائی گئی اور اہل ایمان نکالے گئے اور جبابرہ نے اہل ایمان اور ان کے بیٹوں کو ان کے شہروں سے نکال دیا تو ان پر قتال کو فرض کیا گیا اور یہ اس وقت تھا جب ان کے پاس تابوت آیا، بنی اسرائیل کے دو قبیلے تھے، ایک میں نبوت تھی اور دوسرے میں خلافت تھی، خلافت صرف، خلافت والے قبیلہ میں ہوتی تھی اور نبوت، نبوت والے قبیلے کے ساتھ خاص تھی، پھر جب ان کے نبی نے انہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا ہے تو انہوں نے کہا طالوت کو ہم پر حکومت کرنے کا کیسے حق ہے جب کہ ہم اس سے بادشاہی وحکومت کے زیادہ حق دار ہیں، یہ ہمارے دونوں قبیلوں سے تعلق نہیں رکھتا۔ تو نبی نے کہا اللہ نے اسے تم سے چنا ہے۔ پس انہوں نے اس کی ریاست کو تسلیم کرنے سے انکار کیا حتی کہ انہیں فرمایا طالوت کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سکینت ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب تختیاں پھینکی تھیں تو وہ ٹوٹ گئیں پھر انہیں اٹھایا اور باقی کو جمع کیا پھر انہیں تابوت میں رکھا، عمالقہ نے وہ تابوت قبضہ میں لے لیا اور عمالقہ قوم عاد کا ایک گروہ تھا جو اریحا میں رہتا تھا۔ پھر فرشتے وہ تابوت آسمان اور زمین کے درمیان اٹھا کر لے آئے جب کہ وہ دیکھ رہے تھے حتی کہ طالوت کے پاس اسے رکھ دیا۔ جب انہوں نے اسے دیکھا تو کہا ٹھیک ہے۔ پس انہوں نے اس کو تسلیم کر لیا اور اس کو اپنا بادشاہ بنا لیا اور انبیائے کرام جب جنگ میں جاتے تو اس تابوت کو سامنے رکھتے اور کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام اس تابوت، حجر اسود، عصا موسیٰ کے ساتھ جنت سے اترے تھے اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تابوت اور عصا موسیٰ بحیرہ طبریہ میں ہے، قیامت سے پہلے دونوں نکالے جائیں گے (2)۔

امام ابن اسحٰق اور ابن جریر نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں حضرت یوشع بن نون خلیفہ بنے تھے، انہوں نے ان میں تورات اور اللہ کے احکام قائم کئے حتی کہ اللہ نے ان کی روح قبض کر لی۔ پھر کالب بن یوقنا خلیفہ بنے۔ وہ ان میں تورات اور احکام الٰہی نافذ کرتے رہے حتی کہ ان کا وصال ہو گیا۔ پھر حزقیل بن بوری جو ابن العجوز تھے، وہ خلیفہ بنے، پھر اللہ نے حزقیل کی بھی روح قبض کر لی، بنی اسرائیل میں بڑے حادثات واقع ہوئے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 714,21 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 714,21

اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو ان کے عہد تھے وہ سب بھول گئے حتی کہ انہوں نے بت نصب کر دیئے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف الیاس بن نسی بن فنحاص بن العیز ار بن ہارون بن عمران کو نبی بنا کر بھیجا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں جو نبی آتے رہے وہ انہیں تورات کے بھولے ہوئے احکامات یاد دلاتے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کے ساتھ رہتے تھے جس کو اجان کہا جاتا تھا وہ الیاس کی بات سنتا تھا اور اس کی تصدیق کرتا تھا اور الیاس علیہ السلام اس کے لئے امور چلاتے تھے جب کہ باقی تمام بنی اسرائیل نے ایک بت بنا رکھا تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے، حضرت الیاس علیہ السلام انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتے اور وہ اس کی کوئی بات نہیں سنتے تھے۔ وہ صرف اپنے بادشاہ کی بات مانتے تھے، شام میں بادشاہ متفرق تھے، ہر بادشاہ کا ایک مخصوص علاقہ تھا جس سے وہ کھاتا تھا۔ اس بادشاہ نے حضرت الیاس علیہ السلام سے کہا جس کی طرف آپ بلاتے ہیں میں اسے باطل دیکھتا ہوں، میں فلاں، فلاں بنی اسرائیل کے بادشاہوں کو دیکھتا ہوں وہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں، وہ کھاتے پیتے ہیں اور لطف اندوز ہوتے ہیں جب کہ ان کی دنیا سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ حضرت الیاس نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ اور آپ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور آپ اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس بادشاہ نے بھی اپنے دوستوں کی طرح کیا اور بتوں کی پوجا شروع کر دی۔

پھر ان کے بعد حضرت الیسع علیہ السلام خلیفہ بنے وہ تقدیر الٰہی کے مطابق کچھ عرصہ ٹھہرے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی بارگاہ میں بلا لیا، پس ناخلف لوگ پیدا ہوتے رہے، خطائیں بڑھتی گئیں اور ان کے پاس تابوت تھا جو نسل در نسل ان میں منقل ہوتا آ رہا تھا اس میں سکینت تھی اور وہ بقیہ سامان تھا جو آل موسیٰ اور آل ہارون نے چھوڑا تھا، دشمن سے مقابلہ ہوتا تو وہ تابوت کو آگے کرتے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں فتح دیتا تھا اور ان کے دشمن کو شکست ہوتی تھی، جب ان کے کرتوت حد سے بڑھ گئے اور انہوں نے احکام الٰہیہ کو چھوڑ دیا تو ان پر ایک دشمن نازل ہوا وہ اس کی طرف نکلے اور اپنے تابوت کو بھی نکالا جیسے پہلے نکالتے تھے پھر وہ اس کے ساتھ پیچھے مڑے، پس اس سے قتال کیا گیا حتی کہ ان کے ہاتھوں سے وہ تابوت بھی چھین لیا گیا، ان پر سخت مصیبت آ پڑی، دشمن نے انہیں روندا، حتی کہ وہ ان کی عورتوں اور بیٹوں تک پہنچ گیا، ان میں ایک نبی تھے جن کا نام شمویل تھا۔ یہ وہ ہیں جن کا ذکر اس ارشاد میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰىۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ...... الایہ۔ بنی اسرائیل نے اس سے بات کی اور کہا ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ (مقرر کر دو ہمارے لئے ایک امیر تا کہ لڑائی کریں ہم اللہ کی راہ میں)۔

بنی اسرائیل بادشاہوں کے تابع تھے اور بادشاہ انبیائے کرام کے تابع تھے، بادشاہ تمام کو چلاتا تھا اور نبی اس کے امر کو قائم کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبریں اس کے پاس لاتا تھا۔ جب انہوں نے یہ سب کچھ اپنے نبی کے ارشاد کے مطابق کیا تو ان کا معاملہ درست رہا پھر جب ان کے بادشاہوں نے انبیاء کی نافرمانی کی اور انبیائے کرام کے احکام چھوڑ دیئے تو ان کا معاملہ بگڑ گیا بادشاہوں کی جب لوگوں نے گمراہی پر متابعت شروع کی تو انہوں نے رسولوں کا حکم چھوڑ دیا، کچھ کی وہ تکذیب کرتے تھے، ان کا کوئی بھی حکم تسلیم نہیں کرتے تھے اور کچھ انبیاء کو انہوں نے قتل کیا تھا، پس ان پر یہ مصیبت قائم

رہی حتی کہ انہوں نے اپنے نبی سے کہا ابۡعَثۡ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلۡ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔ اس نبی نے فرمایا تمہارے اندر وفا کا جذبہ نہیں ہے نہ تم میں کوئی سچائی ہے اور نہ تمہیں جہاد سے رغبت ہے۔ انہوں نے کہا ہم جہاد سے ڈرتے ہیں اور جہاد سے ہم دلچسپی نہیں رکھتے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے شہروں سے روکا گیا، ہمارے دشمن ہم پر غالب ہیں وہ ہمیں روندر ہے ہیں۔ جب حد یہ ہوگئی ہے تو ہم پر جہاد کرنا ضروری ہے، ہم اپنے دشمن سے جہاد کرنے میں اپنے رب کی اطاعت کریں گے اور اپنے بیٹوں، عورتوں اور بچوں کی حفاظت کریں گے۔

جب لوگوں نے یہ کہا تو حضرت شمویل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان میں بادشاہ بھیج، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس سینگ کو دیکھ جس میں تیل ہے اور تیرے گھر میں ہے، پس جب تیرے پاس کوئی شخص آئے اور یہ تیل اس سینگ میں جوش مارنے لگے تو وہی شخص بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوگا۔ پس وہ اس سینگ سے اپنے سر پر تیل لگائے گا اور وہ ان پر حکومت کرے گا۔ حضرت شمویل اس شخص کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ طالوت، چمڑوں کی دباغت کا کام کرتے تھے اور وہ بنیامین بن یعقوب کی اولاد سے تھا اور بنیامین کا قبیلہ ایسا تھا کہ اس میں نہ نبوت تھی اور نہ بادشاہی تھی طالوت اپنے گمشدہ جانور کی تلاش میں نکلا جب کہ اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا وہ دونوں نبی علیہ السلام کے گھر کے قریب سے گزرے، غلام نے طالوت سے کہا، اگر آپ اس نبی کے پاس جائیں اور اس سے ہم اپنے جانور کے بارے میں پوچھیں اور راہنمائی حاصل کریں اور وہ ہمارے لئے خیر کی تبلیغ کریں (تو بہتر ہوگا) طالوت نے کہا جو تو نے کہا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ دونوں اس نبی کے پاس گئے۔ جب وہ اپنے جانور کے بارے بتا رہے تھے اور ان سے دعا کی التجا کر رہے تھے تو سینگ کا تیل ابلنے لگا، نبی علیہ السلام اس کی طرف اٹھے اور اسے اٹھا لیا پھر طالوت سے کہا اپنا سر قریب کر، پس اس نے قریب کیا تو اس سینگ سے تیل لگایا پھر فرمایا تو بنی اسرائیل کا بادشاہ ہے جس کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے ان کا بادشاہ بنادوں۔ طالوت کا نام سریانی زبان میں شاول تھا اس کا شجرہ نسب اس طرح تھا شاول بن قیس بن اشال بن ضرار بن یحرب بن افیح بن انس بن یامین بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم۔ پس وہ اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس نبی نے طالوت کو لوگوں کا بادشاہ بنادیا۔

بنی اسرائیل کے معتبر افراد اپنے نبی کے پاس آئے اور کہا، طالوت کی شان کیا ہے تم ہم پر اسے بادشاہ بناتے ہو نہ تو اس کا تعلق بیت نبوت سے ہے اور نہ بیت مملکت سے ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ نبوت اور حکومت آل لاوی آل یہوذا میں ہے۔ اس نے انہیں فرمایا اللہ نے اسے تم پر چن لیا ہے اور علم وجسم کے اعتبار سے اسے زیادتی بخشی ہے (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ایک دوسرے طریق سے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنو اسرائیل نے شمویل کو کہا کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کر جس کی قیادت میں ہم جہاد کریں۔ انہوں نے فرمایا تمہارے لئے جنگ سے اللہ نے کفایت فرمائی ہے، بنی اسرائیل نے کہا ہم اپنے اردگرد کے لوگوں سے ڈرتے ہیں۔ پس ہمارا ایک بادشاہ ہونا چاہیے جس کی بارگاہ میں ہم پناہ لیں، اللہ تعالیٰ نے شمویل کو وحی فرمائی کہ طالوت کو ان کا بادشاہ بنادو اور اس کو القدس کے تیل کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 19-712

ساتھ تیل لگاؤ۔ ابو طالوت کے گدھے گم ہو گئے، اس نے طالوت اور غلام کو ان کی تلاش میں بھیجا، وہ دونوں شمویل کے پاس گدھوں کے متعلق پوچھنے کے لئے آئے تو شمویل نے طالوت سے کہا کہ اللہ نے تجھے بنی اسرائیل کا بادشاہ بنایا ہے۔ طالوت نے کہا مجھے؟ حضرت شمویل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ فرمایا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ میرا قبیلہ بنی اسرائیل کے قبائل سے ادنیٰ قبیلہ ہے؟ حضرت شمویل علیہ السلام نے کہا کیوں نہیں مجھے معلوم ہے۔ طالوت نے پوچھا اس میری بادشاہی کی نشانی کیا ہے؟ شمویل نے کہا اس کی نشانی یہ ہے کہ تم لوٹ جاؤ تمہارے والد نے اپنے گدھے پا لئے ہیں۔ شمویل نے اس (طالوت) کو القدس کا تیل لگایا۔ پھر شمویل نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ۚ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ ...... (الآیہ)(1)

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ میں نبی سے مراد شمویل ہیں (2)۔

امام عبدالرزاق نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یوشع بن نون ہیں (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے عمرو بن مرہ کے طریق سے ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے کہ نبی سے مراد شمویل بن حنہ بن العاقر ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل عمالقہ سے جنگ کرتے تھے اور عمالقہ کا بادشاہ جالوت تھا۔ وہ بنی اسرائیل پر غالب آ گئے تھے اور انہوں نے ان پر ٹیکس لگا رکھا تھا اور ان سے انہوں نے تورات بھی لے لی تھی۔ بنو اسرائیل اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے کہ کوئی نبی مبعوث فرما جس کی قیادت میں وہ جہاد کریں، سبط نبوت کے لوگ سب ہلاک ہو چکے تھے، صرف ایک حاملہ عورت بچی تھی، بنی اسرائیل نے اسے پکڑ کر ایک خوفناک کمرے میں بند کر دیا تاکہ اگر اس نے بچی جنم دی تو اسے بیٹے کے بدل دیا جائے گا کیونکہ بنی اسرائیل کو اس عورت کے بیٹے کی بہت خواہش تھی۔ وہ عورت بچے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتی رہتی تھی، پس اس نے بچہ جنم دیا اور اس کا نام شمعون رکھا۔

بچہ بڑا ہوا تو ماں نے اسے تورات کی تعلیم کے لئے بیت المقدس میں داخل کرایا اور ان کے علماء میں سے ایک شیخ نے اس کی کفالت کی، جب بچہ بالغ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے نبی بنایا، جبریل اس کے پاس آیا تو وہ شیخ کے پہلو میں سویا ہوا تھا اور وہ شیخ کے علاوہ کسی پر اعتماد نہیں رکھتا تھا۔ پس جبریل نے اسے شیخ کے لہجہ میں بلایا یا شاؤل۔ غلام گھبرا کر اٹھا اور شیخ کے پاس پناہ لی اور کہا اے میرے باپ تو نے مجھے بلایا ہے؟ شیخ نے اسے ''نہیں'' کہنا ناپسند کیا، پس غلام نے اس کی آغوش میں پناہ لی۔ شیخ نے کہا اے بیٹے! لوٹ جا اور سو جا، غلام واپس جا کر سو گیا، پھر جبریل نے اسے دوسری مرتبہ آواز دی، غلام پھر شیخ کے پاس آیا اور پوچھا کیا آپ نے مجھے بلایا ہے، شیخ نے کہا جاؤ، سو جاؤ اگر تیسری مرتبہ میں تجھے بلاؤں تو مجھے جواب نہ دینا۔

جب تیسری مرتبہ بلایا تو جبریل اس کے لئے ظاہر ہو گیا اور کہا کہ تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور اپنے رب کے پیغام کی تبلیغ کرو، اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی قوم میں نبی مبعوث کیا ہے، جب وہ اپنی قوم میں آئے تو انہوں نے اسے جھٹلا دیا اور کہا کہ تو نے جلدی کی ہے، ابھی تیرے لئے نبوت کا وقت نہیں ہوا تھا، لوگوں نے کہا اگر تو سچا ہے تو ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر جس کی راہنمائی میں ہم اللہ کے راستہ میں جہاد کریں، تمہاری نبوت کی وہ نشانی ہو گی، شمعون نے انہیں فرمایا ہو سکتا ہے تم پر قتال فرض

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 719 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 712 3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 357 (306)

کیا جائے تو تم نہ لڑو، انہوں نے کہا ہم اللہ کے راستہ میں کیسے جہاد نہیں کریں گے؟ (جب کہ ہمارے ساتھ ایسا ایسا ہوا ہے)۔ شمعون نے اللہ سے دعا مانگی، انہیں ایک ڈنڈا دیا گیا جو اس شخص کے قد کے برابر تھا جس نے ان کا بادشاہ بننا تھا، فرمایا تمہارا بادشاہ اس کے طول کے برابر لمبا ہوگا، بنی اسرائیل کے تمام لوگوں نے پیمائش کی تو کوئی بھی اتنی مقدار کا نہ نکلا۔

طالوت پانی بھرنے والا شخص تھا وہ اپنے گدھے پر پانی بھر کر لاتا تھا اس کا گدھا گم ہو گیا تھا۔ وہ اس گدھے کی تلاش میں اس راستہ پر جا پہنچا، جب انہوں نے طالوت کو دیکھا تو اسے بلایا اس کی پیمائش کی گئی تو وہ اس ڈنڈا کے برابر لمبا تھا، بنی اسرائیل کے نبی نے انہیں فرمایا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا۔ قوم نے کہا پہلے تو کبھی تم نے جھوٹ نہیں بولا تھا ہم حکومت والا خاندان ہیں یہ اس خاندان سے بھی نہیں ہے۔ نہ اس کے پاس مال کی فراوانی ہے تاکہ ہم اس کی اتباع کریں، نبی نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ (بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے، اسے تمہارے مقابلہ میں اور زیادہ دی ہے کشادگی علم میں اور جسم میں) (1) انہوں نے کہا اگر تم سچے ہو تو نشانی لاؤ کہ یہ بادشاہ ہے، نبی نے فرمایا اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ (البقرہ: 248) اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ آئے گا تمہارے پاس ایک صندوق) پس وہ طابوت اور جو کچھ اس میں تھا وہ طالوت کے گھر میں رکھا گیا۔ وہ بنی اسرائیل شمعون پر ایمان لائے اور تالوت کی بادشاہت کو بھی تسلیم کر لیا۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں طالوت پانی بھر کر لاتا تھا اور فروخت کرتا تھا (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عوفی کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قَالُوْۤا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا (کیونکر ہوسکتا ہے اس کو حکومت کا حق ہم پر) یہ بنی اسرائیل نے اس لئے کہا تھا کیونکہ بنی اسرائیل میں دو خاندان تھے۔ ایک میں نبوت تھی اور دوسرے میں بادشاہی، پس ہر نبی، نبوت کے خاندان سے ہوتا تھا اور زمین پر غلبہ اس کا ہوتا تھا جو بادشاہی خاندان سے ہوتا تھا۔ جب طالوت کو بھیجا گیا تو وہ ان دونوں خاندانوں میں سے کسی کے ساتھ بھی تعلق نہیں رکھتا تھا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ یعنی اللہ نے اسے چن لیا ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے سدی کے طریق سے حضرت عن ابی مالک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں اَنّٰى بمعنی اَيْنَ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی عن ابی مالک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے زَادَهٗ بَسْطَةً یعنی علم اور جسم میں ان کو فضیلت تھی، اپنی بلند گردن کی وجہ سے بنی اسرائیل پر فضیلت رکھتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فِي الْعِلْمِ سے مراد جنگ کا علم ہے۔

امام ابن جریر نے وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ (الْجِسْمِ) وہ بنی اسرائیل سے کندھوں کی وجہ سے بلند تھا یعنی اس کے کندھے ان سب سے بلند تھے (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 20-714 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 720 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 721 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 722

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ اس ارشاد میں ملک سے مراد بادشاہی ہے (1)۔ ابن المنذر نے وہب سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کیا طالوت نبی تھے؟ انہوں نے فرمایا نہیں ان کے پاس وحی نہیں آتی تھی۔

امام اسحق بن بشر نے المبتدأ میں اور ابن عساکر نے جویبر و مقاتل عن الضحاک عن ابن عباس اور کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے کہ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ کا مطلب یہ ہے کہ کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اس گروہ کے متعلق خبر نہیں ہے اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ، میں نبی سے مراد اشمویل ہیں۔ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا، یعنی عمالقہ نے ہمیں نکالا اور اس وقت عمالقہ کا سردار جالوت تھا۔ بنی اسرائیل کے نبی نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کے لئے بادشاہ بھیج۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ کیونکہ وہ نہ تو سبط نبوت سے تھا اور نہ سبط حکومت سے تھا۔ اس لئے بنی اسرائیل کے سرداروں نے کہا ہم اس سے امارت کے زیادہ حق دار ہیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بادشاہ بنایا اور وہ ایسے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا جس میں نہ تو نبوت تھی اور نہ مملکت تھی اور بنی اسرائیل میں دو قبیلے تھے۔ ایک میں نبوت تھی اور دوسرے میں مملکت تھی، نبوت والا خاندان لاوی کی اولاد تھا اور مملکت والا خاندان یہوذا کی اولاد تھا، جب کہ طالوت کا تعلق ان دونوں سے نہیں تھا تو انہوں نے اس کا انکار کیا اور تعجب کیا، انہوں نے کہا ہم پر اسے ملکیت کیسے حاصل ہوگی جب کہ اس کا تعلق نہ سبط نبوت سے ہے اور نہ سبط مملکت سے ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابوعبیدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کی دو بیویاں تھیں، ایک کی اولاد تھی اور دوسری کی اولاد نہیں تھی، جس کی اولاد نہیں تھی اس پر یہ بات بڑی گراں تھی۔ پس وہ پاک ہوئی اور مسجد کی طرف چلی گئی تاکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ راستہ میں اسے بنی اسرائیل کا حکیم ملا، ان کے حکماء ان کے امور کی تدبیر کرتے تھے۔ حکیم نے پوچھا تو کہاں جارہی ہے؟ اس نے کہا مجھے میرے رب سے ایک حاجت عرض کرنی ہے، حکیم نے دعا کی اے اللہ اس کی حاجت پوری فرما، پس اس نے شموئل کو جنم دیا اور اسے اللہ کے نام پر آزاد کر دیا، بنی اسرائیل اس طرح کرتے تھے کہ ایسا بچہ جب بالغ ہو جاتا تو اسے اہل مسجد کی طرف بھیجتے، وہ ان کی خدمت کرتا۔ ایک رات شموئل کو ندا دی گئی۔ پس وہ حکیم کے پاس آیا اور پوچھا کیا تو نے مجھے بلایا ہے؟ اس نے کہا نہیں جب دوسری رات ہوئی تو پھر شموئل کو پکارا گیا، پھر وہ حکیم کے پاس آیا اور پوچھا کیا مجھے بلایا ہے؟ حکیم نے کہا حکم جانتا تھا کہ نبوت کیسے ملتی ہے۔ اس نے کہا تجھے پہلی رات ندا کی گئی تھی؟ شموئل نے کہا ہاں، تجھے اس رات بھی ندا کی گئی تھی؟ اس نے کہا ہاں۔ حکیم نے کہا اگر آج رات تجھے بلایا جائے تو یہ کہنا لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ يَدَيْكَ وَالْمَهْدِيُّ مَنْ هَدَيْتَ اَنَا عَبْدُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ مُرْنِيْ بِمَا شِئْتَ۔

پس حضرت شموئیل کی طرف وحی کی گئی، وہ حکیم اس کے پاس آیا اور پوچھا کیا مجھے اس رات پکارا گیا ہے، حضرت شموئیل

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 723

نے کہا ہاں میری طرف وحی کی گئی ہے، اس نے پوچھا کیا تیرے لئے کچھ ذکر کیا گیا ہے؟ حضرت شمویل نے کہا تم مجھ سے یہ نہ پوچھو۔ حکیم نے کہا ضرور تجھے میرے معاملہ کے متعلق کچھ کہا گیا ہے، پس اس نے اتنا اصرار کیا کہ اس نے بتا دیا کہ مجھے یہ کہا گیا ہے کہ تیری ہلاکت آچکی ہے اور تیرے فیصلہ میں تیرے بیٹے نے رشوت دی ہے، پس وہ جو تدبیر کرے گا وہ غلط ثابت ہوگی اور وہ کوئی لشکر روانہ نہیں کرے گا مگر اسے شکست ہوگی، حتی کہ اس نے ایک لشکر بھیجا اور اس کے ساتھ تورات بھی بھیجی، انہوں نے تورات کے واسطہ سے فتح طلب کی لیکن انہیں شکست ہوئی، پس تورات لے لی گئی، وہ منبر پر چڑھا جب کہ وہ غصہ سے آگ بگولا تھا، وہ گرا تو اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی یا اس کی ران ٹوٹ گئی اور پھر مر گیا اس وقت لوگوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک امیر بناؤ اور وہ نبی حضرت شمویل بن حنۃ العاقر تھے۔

وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾

''اور کہا ان کے نبی نے کہ اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے گا تمہارے پاس ایک صندوق اس میں تسلی (کا سامان) ہوگا تمہارے رب کی طرف سے اور (اس میں) بچی ہوئی چیزیں ہوں گی جنہیں چھوڑ گئی ہے اولاد موسیٰ اور اولاد ہارون، اٹھا لائیں گے اس صندوق کو فرشتے۔ بے شک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان دار ہو''۔

امام ابن المنذر نے زہری عن خارجہ بن زید بن ثابت عن ابیہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ میں ان کے لئے مصحف لکھوں، پھر فرمایا میں تمہاری معاونت کے لئے ایک فصیح و بلیغ شخص معین کرتا ہوں، پس تم جس پر جمع ہو جاؤ اس کو لکھ لو اور جس آیت میں تمہارا اختلاف ہو جائے اس کا فیصلہ میرے پاس لے آنا، زید نے کہا کہ میں نے کہا یہ التابوہ ہے۔ حضرت ابان بن سعید رحمہ اللہ نے کہا التَّابُوْتُ ہے پس وہ دونوں معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے التَّابُوْتُ کی تصدیق کی تو میں نے یہی لکھ دیا۔

امام سعید بن منصور اور عبد بن حمید نے حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار کے جوانوں کو حکم دیا کہ وہ مصاحف (قرآن) لکھیں اور فرمایا جس لفظ میں تمہارا اختلاف ہو جائے اسے قریش کی لغت کے مطابق لکھو، مہاجرین نے کہا یہ لفظ التَّابُوْتُ ہے اور انصار نے کہا یہ التوبوہ ہے، حضرت عثمان نے فرمایا مہاجرین کی لغت کے مطابق لکھو التَّابُوْتُ۔ (1)

امام ابن سعد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ابی داؤد، ابن الانباری ان دونوں نے المصاحف میں اور ابن حبان اور بیہقی

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 938 (418) مطبوعہ دار الصمیعی مکہ مکرمہ

نے سنن میں زہری کے طریق سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اہل شام ارمینیہ اور آذربیجان کے دیہاتوں میں اہل عراق کے ساتھ جنگ کر رہے تھے، حضرت حذیفہ کے قرآن میں ان کا اختلاف دیکھا تو حضرت حذیفہ نے عثمان بن عفان سے کہا اے امیر المومنین اس امت کی کتاب اللہ کے متعلق دستگیری کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اس طرح اختلاف میں پڑ جائیں جیسے یہود ونصاریٰ اختلاف میں مبتلا ہوئے تھے، حضرت عثمان نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا کہ میری طرف نسخہ قرآن بھیجو تا کہ ہم اس سے نقل کرلیں پھر وہ آپ کو واپس کر دیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنا صحیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا، پھر حضرت عثمان نے زید بن ثابت، سعید بن العاص، عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو پیغام بھیجا کہ اس صحیفہ کو اپنے صحائف میں لکھو اور ان تین قریش کو کہا کہ جب تم اور زید بن ثابت کا کسی لفظ میں اختلاف ہو تو قریش کی لغت کے مطابق لکھو کیونکہ قرآن قریش کی لغت کے مطابق نازل ہوا ہے ایک دن ان صحابہ کا التَّابُوْتُ اور التابوہ میں اختلاف ہوا، قریشیوں نے کہا کہ یہ التَّابُوْتُ ہے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا یہ التابوہ ہے، پس یہ اختلاف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا گیا تو انہوں نے فرمایا التَّابُوْتُ لکھو کیونکہ قرآن قریش کی لغت کے مطابق نازل ہوا ہے (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے موسیٰ علیہ السلام کے تابوت کے متعلق پوچھا گیا کہ اس کی وسعت کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا تھا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں سَكِيْنَةٌ سے مراد رحمت ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سَكِيْنَةٌ سے مراد طمانینت ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سَكِيْنَةٌ ایک بلی کی مقدار کا جانور ہے جس کی دو آنکھیں ہیں۔ ان آنکھوں میں شعاع ہے، جب دو لشکر آمنے سامنے ہوتے تو وہ جانور اپنے ہاتھ نکالتا اور ان کی طرف دیکھتا۔ پس اس کے رعب کی وجہ سے (دشمن کا) لشکر شکست کھا جاتا۔

امام طبرانی نے الاوسط میں خالد بن عرعرہ بن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے روایت کیا ہے کہ السکینہ سے مراد تیز ہوا ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک غیر معروف راوی ہے (2)۔

امام ابن جریر نے خالد بن عرعرہ عن علی کے طریق سے روایت کیا ہے کہ سکینہ سے مراد تیز ہوا ہے اور اس کے دو سر تھے (3)۔

امام عبد الرزاق، ابو عبید، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم، ابن عساکر اور بیہقی نے دلائل میں ابو الاحوص کے طریق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سکینہ کا ایک چہرہ تھا جو انسان کے چہرے کی طرح تھا اور یہ تیز چلنے والی ہوا تھی (4)۔

1۔ صحیح بخاری، باب جمع القرآن، جلد 2، صفحہ 746، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد 2۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 39 (10871) مطبوعہ دار الفکر بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 730 4۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 1، صفحہ 360 (313)

امام سفیان بن عیینہ اور ابن جریر نے حضرت سلمہ بن کہیل عن علی رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ سکینہ تیز ہوا ہے جس کی ایک صورت ہے اور اس کا انسان کے چہرے کی طرح چہرہ ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن عساکر نے حضرت سعد بن مسعود الصدفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک مجلس میں تھے، آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی پھر جھکائی اور پھر اٹھائی۔ اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں (یعنی اہل مجلس جو آپ کے سامنے تھے)۔ پس اس پر سکینت نازل ہوئی جس کو فرشتے قبہ کی طرح اٹھائے ہوئے تھے۔ جب وہ قریب آئی تو کسی شخص نے غلط بات کہی، پس وہ ان سے اٹھالی گئی۔

امام سفیان بن عیینہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں السکینۃ اللہ کی طرف سے ہوا کی طرح ہے اس کا ایک چہرہ ہے جو بلی کے چہرے کی طرح ہے، اس کے دو پر ہیں اور بلی کے دم کی طرح دم ہے(2)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید اور ابن جریر نے ابو مالک عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سکینہ جنتی سونے کا ایک تھال ہے جس میں انبیاء کے دل دھوئے جاتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس میں تختیاں ڈالی تھیں(3)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے سکینہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح ہے جو کلام کرتی ہے۔ پس جب لوگ کسی چیز میں اختلاف کرتے ہیں تو وہ انہیں مراد بتاتی ہے(4)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ یعنی اس میں ایسی چیز ہے جس سے دل سکون حاصل کرتے ہیں یعنی جو وہ نشانیاں دیکھتے ہیں ان سے سکون حاصل کرتے ہیں۔

امام عبد الرزاق نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سکینہ سے مراد وقار ہے(5)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور تختیوں کے ٹکڑے ہیں(6)۔

امام وکیع، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تابوت میں یہ چیزیں تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا، موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے، ہارون علیہ السلام کے کپڑے، تورات کی دو تختیاں، من، اور کشادگی کا کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ(7)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 729 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 730 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 731
4۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 1، صفحہ 360 (312) 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 358 (308) 6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 733
7۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 947 (422)

امام اسحٰق بن بشر نے المبتدأ میں اور ابن عسا کر نے کلبی کے طریق سے حضرت ابوصالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کیا ہے کہ بَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى سے مراد تختیوں کے ٹکڑے، موسیٰ علیہ السلام کا عصا، حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور حضرت ہارون کی وہ قباء جس میں قبائل کی علامتیں تھیں اور اس میں ایک سونے کا تھال تھا جس میں جنت کے من میں سے ایک صاع تھا، اس سے یعقوب علیہ السلام افطار کرتے تھے اور سکینہ، سبز زبرجد سے بلی کے سر کی مثل تھی۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ فرماتے ہیں فرشتے اسے اٹھا کر لے آئے حتی کہ اس تابوت کو فرشتوں نے حضرت طالوت کے گھر میں رکھ دیا صبح کے وقت وہ ان کے گھر میں تھے (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لَاٰیَۃً سے مراد علامت ہے۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِیْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَیْسَ مِنِّیْ ۚ وَ مَنْ لَّمْ یَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّیْۤ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِیَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْیَوْمَ بِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِیْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۲۴۹﴾

''پھر جب روانہ ہوا طالوت اپنی فوجوں کے ساتھ اس نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ آزمانے والا ہے تمہیں ایک نہر سے، سو جس نے پانی پی لیا اس سے وہ نہیں میرے ساتھیوں سے اور جس نے نہ پیا وہ یقیناً میرے ساتھیوں میں سے ہے مگر جس نے بھر لیا ایک چلو اپنے ہاتھ سے، پس سب نے پیا اس سے مگر چند آدمیوں نے ان سے (نہیں پیا) پھر جب عبور کیا اسے طالوت نے اور ان لوگوں نے جو ایمان لائے تھے اس کے ساتھ کہنے لگے کچھ طاقت نہیں ہم میں آج جالوت اور اس کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی (مگر) کہا ان لوگوں نے جو یقین رکھتے تھے کہ وہ ضرور ملاقات کرنے والے ہیں اللہ سے کہ بارہا چھوٹی جماعتیں غالب آئی ہیں بڑی جماعت پر اللہ کے اذن سے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ لوگ طالوت کے ساتھ نکلے تو وہ اسی ہزار تھے اور جالوت انتہائی جنگجو تھا۔ پس جب وہ چلا تو اس کے سامنے ایک لشکر چلتا تھا۔ پس اس کے ساتھی اس کے پاس جمع ہوتے تو مخالف شکست کھا جاتا تھا۔ پس جب وہ نکلے تو طالوت نے اپنے ساتھیوں سے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 358 (308)

کے ذریعے آزمانے والا ہے۔ پس جو اس سے پیے گا وہ مجھ سے نہیں ہوگا اور جو اس سے نہیں پیے گا وہ مجھ سے ہوگا۔ پس حالات کے ڈر کی وجہ سے بعض نے اس نہر سے پی لیا، پس چار ہزار نے نہر کو عبور کیا اور چھہتر ہزار واپس لوٹ گئے، پس جس نے اس نہر سے پیا وہ پیاسا رہا اور جس نے نہ پیا مگر ایک چلو تو وہ سیر ہوگیا، جب طالوت اور ایمان والوں نے نہر کو عبور کیا تو انہوں نے جالوت کو دیکھا اور وہ بھی لوٹ آئے اور کہا ہمیں آج جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے، پس تین ہزار چھ سو اسی سے کچھ زائد لوٹ گئے اور اہل بدر کی تعداد کے برابر تین سو دس سے کچھ زائد میں طالوت بیٹھا(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ کہ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پیاس کے ساتھ آزمانے والا ہے، پس جب وہ نہر پر پہنچے (یہ نہر اردن تھی) اکثر لوگوں نے جانوروں کی طرح منہ لگا کر اس سے پیا، پس اس پانی کے پینے کے باوجود پیاس میں اضافہ ہوا اور جنہوں نے چلو بھر کر پیا تھا وہ سیر ہوگئے تھے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ جب طالوت جہاد کرنے کے لئے جالوت کی طرف چلے تو طالوت نے بنی اسرائیل کو کہا اللہ تعالیٰ تمہیں فلسطین اور اردن کے درمیان ایک نہر سے آزمانے والا ہے، اس نہر کا پانی میٹھا اور پاکیزہ تھا۔ پس ہر شخص نے اپنی خواہش کے مطابق پیا۔ پس جس نے چلو بھر پیا اور امیر کی اطاعت کی وہ اطاعت کی وجہ سے سیر ہوگیا اور جس نے زیادہ پیا اور نافرمانی کی تو وہ سیر نہ ہوا۔ پھر جب نہر عبور کر گئے تو پانی پینے والوں نے کہا ہمیں آج جالوت اور اس کے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں۔ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے چلو بھر پیا تھا(2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نہر سے مراد فلسطین کی نہر ہے(3)۔

امام عبدالرزاق نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کفار پیتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے اور مسلمان چلو بھر پیتے ہیں اور وہ ان کے کافی ہوتا ہے(4)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس چلو میں اتنی برکت ہوئی کہ انہوں نے خود بھی پیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔

امام سعید بن منصور نے حضرت عثمان بن عفان سے روایت کیا ہے انہوں نے غرفۃ کو غین کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے(5)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے قَلِيْلًا مِّنْهُمْ سے مراد تین سو دس سے کچھ زائد اہل بدر کی تعداد کے مطابق تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، بخاری، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ یہ کہتے تھے کہ اصحاب بدر، طالوت کے ساتھیوں کی تعداد کے برابر تھے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 740 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 738 3۔ ایضاً

4۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 361 (316) 5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 939 (423)

جنہوں نے نہر کو طالوت کے ساتھ عبور کیا تھا اور تین سو دس سے کچھ زائد مومنین نے اسے عبور کیا تھا (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بتایا گیا کہ نبی کریم ﷺ نے بدر کے دن صحابہ کرام کو فرمایا تم طالوت کے ساتھیوں کی تعداد کے برابر ہو، جس دن ان کا جالوت سے آمنا سامنا ہوا تھا اور صحابہ کرام جنگ میں تین سو دس سے کچھ زائد تھے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں طالوت کے ساتھیوں کی تعداد، جالوت کے مقابلہ کے دن تین سو دس سے کچھ زائد تھی۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبیدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ان لوگوں کی تعداد جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کی تعداد طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کرنے والوں کے برابر تھی۔ ان کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔

امام اسحٰق بن بشر نے المبتدأ میں اور ابن عساکر نے حضرت جویبر عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ وہ تین لاکھ تین ہزار تین سو تیرہ افراد تھے۔ پس تمام نے اس نہر سے پانی پیا لیکن تین سو تیرہ نے نہ پیا۔ یہ تعداد بدر کے دن نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی تعداد کے برابر تھی۔ پس طالوت نے ان کو لوٹا دیا اور تین سو تیرہ کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ شمویل نے طالوت کی طرف ایک زرہ بھیجی اور کہا جس شخص کو یہ زرہ پوری آئے گی وہ اللہ کے اذن سے جالوت کو قتل کرے گا۔ طالوت کے منادی نے ندا دی کہ جو جالوت کو قتل کرے گا میں اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کروں گا اور میری نصف بادشاہی اور نصف مال اس کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کام حضرت داؤد بن ایشا کے ہاتھوں تکمیل تک پہنچایا۔ وہ خصرون بن فارض بن یہود بن یعقوب کی اولاد سے تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے کہ یَظُنُّوْنَ کا معنی اس آیت میں یَسْتَیْقِنُوْنَ ہے (یعنی جو یقین رکھتے ہیں)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ فرماتے ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو اللہ کے لئے فروخت کیا تھا اور موت پر اپنے نفسوں کو قائم کر دیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، بعض مومنین دوسروں سے جنگ کی کوشش میں افضل ہوئے ہیں حالانکہ تمام مومن ہوتے ہیں۔

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ۫ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا یَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ

1۔ صحیح بخاری، باب عدۃ اصحاب بدر، جلد 2، صفحہ 564، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 741

اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٥١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٥٢﴾

''اور جب سامنے آ گئے جالوت اور اس کی فوجوں کے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے اے ہمارے رب! اتار ہم پر صبر اور جمائے رکھ ہمارے قدموں کو اور فتح دے ہمیں قوم کفار پر۔ پس انہوں نے شکست دی جالوت کے لشکر کو اللہ کے اذن سے اور قتل کر دیا داؤد نے جالوت کو اور عطا فرمائی داؤد کو اللہ نے حکومت اور دانائی اور سکھا دیا اس کو جو چاہا اور اگر نہ بچاؤ کرتا اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کا بعض کے ذریعہ تو برباد ہو جاتی زمین لیکن اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرمانے والا ہے سارے جہانوں پر۔ یہ آیتیں ہیں اللہ کی ہم پڑھتے ہیں انہیں آپ پر (اے حبیب) ٹھیک ٹھیک اور یقیناً آپ رسولوں میں سے ہیں''۔

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ طالوت لشکر کا امیر تھا، داؤد کے باپ نے اسے بھائیوں کی طرف سے کوئی چیز دے کر بھیجا، داؤد نے طالوت سے کہا میں جب جالوت کو قتل کر دوں گا تو کیا ملے گا، طالوت نے کہا تیرے لئے میری بادشاہی کا تیسرا حصہ ہوگا اور میں اپنی بیٹی کا تجھ سے نکاح کروں گا۔ داؤد نے اپنا توبرہ اٹھایا اور اس میں تین پتھر رکھے پھر ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب علیہ کا نام لیا پھر اپنا ہاتھ توبرہ میں ڈالا اور کہا بِسْمِ اللّٰهِ اِلٰهِيْ وَاِلٰهِ اٰبَائِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ۔ پس ابراہیم علیہ السلام کے نام پر پتھر نکالا پھر اسے اپنی غلیل میں رکھا اور جالوت کو مارا۔ وہ جالوت کے سر پر تینتیس خود کو چیر گیا اور اس پتھر نے جالوت کے علاوہ تیس ہزار افراد کو قتل کر دیا۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب طالوت، جالوت کے سامنے آیا تو جالوت نے کہا میرا مقابل سامنے لاؤ، اگر وہ مجھے قتل کر دے گا تو تمہارے لئے میری مملکت ہوگی اور اگر میں اسے قتل کر دوں گا تو تمہاری مملکت میری ہوگی۔ پس طالوت کے پاس داؤد کو لایا گیا، داؤد نے مطالبہ کیا کہ اگر وہ جالوت کو قتل کر دے گا تو وہ اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کریں گے، نیز اپنے مال میں اس کا فیصلہ نافذ کریں گے، طالوت نے داؤد کو ہتھیار پہنچائے تو داؤد نے ہتھیاروں کے ساتھ لڑنے کو ناپسند کیا اور کہا اگر اللہ تعالیٰ جالوت کے مقابلہ میں میری مدد نہیں فرمائے گا تو یہ ہتھیار مجھے کچھ فائدہ نہ دیں گے۔ پس وہ اپنی گوپھن (ایسا آلہ جس کے ساتھ پتھر پھینکے جاتے ہیں) اور توبرہ لے کر نکلا جس میں پتھر تھے پھر جالوت اس کے سامنے آیا تو اس نے کہا تو مجھے قتل کرے گا؟ داؤد علیہ السلام نے کہا ہاں۔ جالوت نے کہا تیرے لئے ہلاکت ہو تو نہیں نکلا مگر ایسے جیسے تو کتے کی طرف اپنی گوپھن اور پتھروں کے ساتھ نکلا ہو۔ میں تیرے بدن کو آج ٹکڑے ٹکڑے کر کے پرندوں اور درندوں کو کھلاؤں گا، داؤد نے کہا تو اللہ کا دشمن کتے سے بھی بدتر ہے، حضرت داؤد نے پتھر اٹھایا اور گوپھن کے ساتھ مارا وہ اسے آنکھوں کے درمیان لگا حتی کہ اس کے دماغ کے پار ہو گیا، جالوت چیخا اور اس کے ساتھی ہار گئے اور اس کا سر کٹ گیا (1)۔

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 364 (327)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں طالوت کے ساتھ داؤد کے والد نے بھی نہر کو عبور کیا تھا اور اس کے ساتھ تیرہ بیٹے تھے اور داؤد سب سے چھوٹا تھے۔ وہ ایک دن آئے تو کہا اے ابا جان! امیں پہاڑوں کے درمیان گیا تو میں نے ایک شیر بیٹھا ہوا دیکھا، پس میں اس پر سوار ہو گیا اور اس کے کانوں سے پکڑ لیا اس نے مجھے کچھ بھی نہ کہا باپ نے کہا بیٹا! تمہیں مبارک ہو یہ خیر ہے جو اللہ نے تمہیں عطا فرمائی ہے پھر وہ ایک دن آیا تو کہا اے والد محترم میں پہاڑوں کے درمیان چلتا ہوں اور تسبیح کرتا ہوں تو تمام پہاڑ میرے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، باپ نے کہا بیٹا! مبارک ہو یہ خیر ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہے۔ حضرت داؤد چرواہے تھے اور ان کا باپ اس کے پاس اور اس کے بھائیوں کے پاس کھانا لاتا تھا۔ پس اس وقت کے نبی کو ایک سینگ دیا گیا جس میں تیل تھا اور لوہے کا ایک لباس بھی دیا گیا، وہ سینگ اور زرہ طالوت کے پاس بھیجی اور کہا کہ تمہارا وہ ساتھی جو جالوت کو قتل کرے گا اس کے سر پر یہ سینگ رکھا جائے، پس وہ اس سے تیل لگائے گا تو تیل ابلنے لگے گا اور وہ اس کے چہرے پر نہیں بہے گا وہ اس کے سر پر تاج کی طرح ہو گا وہ اس زرہ میں داخل ہو گا تو وہ اسے پوری آئے گی۔ طالوت نے بنی اسرائیل کو بلا کر تجربہ کیا۔ وہ کسی کو بھی زرہ پوری نہ آئی اور کسی کے سر سینگ کا تیل نہ ابلا۔ جب وہ اس عمل سے فارغ ہوا تو طالوت نے داؤد کے باپ سے کہا۔ کیا تمہارا کوئی بیٹا باقی ہے جو ہمارے پاس نہیں آیا ہے داؤد کے والد نے ہاں۔ میرا بیٹا داؤد باقی ہے، وہ ہمارے پاس کھانا لاتا ہے۔ جب داؤد، طالوت کے پاس آ رہا تھا اس نے رستہ پر تین پتھر پائے جنہوں نے داؤد سے کلام کی، کہا اے داؤد ہمیں اٹھا لے ہمارے ساتھ تو جالوت کو قتل کرے گا، داؤد نے وہ پتھر اٹھا کر اپنے توبرے میں ڈال دیئے۔ طالوت نے کہا جو جالوت کو قتل کرے گا میں اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کروں گا اور اپنی ملکیت میں اس کا حکم نافذ کروں گا، جب داؤد آیا تو لوگوں نے اس کے سر پر وہ سینگ رکھا۔ پس اس کا تیل ابلنے لگا حتی کہ اس نے اس سے تیل لگایا اور وہ زرہ پہنی تو وہ بھی انہیں پوری آئی۔ وہ ایک مریض شخص تھا جو بھی اس زرہ کو پہنتا وہ اس میں حرکت کرتا یعنی وہ اس پر کھلی ہوتی تھی۔ جب داؤد نے وہ پہنی تو وہ ان پر تنگ ہو کر آئی حتی کہ ٹوٹ بھی گئی پھر داؤد جالوت کی طرف چلے۔

جالوت ایک گرانڈیل اور سخت انسان تھا۔ جب اس نے داؤد کو دیکھا تو اس کے دل پر رعب طاری ہو گیا اس نے کہا اے جوان لوٹ جا مجھے تجھ پر رحم آ رہا ہے کہ میں تجھے قتل کروں؟ داؤد نے کہا نہیں بلکہ میں تجھے قتل کروں گا۔

حضرت داؤد نے پتھر نکالا اور گا پھن میں رکھا۔ جب پتھر اٹھایا تو اس کا نام رکھا اور کہا یہ میرے باپ ابراہیم کے نام کے ساتھ۔ دوسرا اٹھایا تو کہا میرے باپ اسحٰق کے نام کے ساتھ اور تیسرا اٹھایا تو کہا یہ میرے باپ حضرت اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کے نام کے ساتھ۔ پھر اس گاپھن کو گھمایا تو وہ تینوں پتھر ایک بن گئے۔ پھر پھینکا تو وہ جالوت کی آنکھوں میں لگا اس نے جالوت کے سر کا سوراخ کر دیا اور اسے قتل کر دیا وہ پتھر ہر انسان کو قتل کر دیتا تھا جس کو بھی لگتا تھا وہ پتھر گزرتا گیا حتی کہ کوئی بھی اس کے سامنے نہ رہا، پس طالوت کے ساتھیوں نے جالوت اور اس کے ہمراہیوں کو شکست دی۔ داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا پھر طالوت کے پاس واپس آیا تو اس نے داؤد کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور اسے اپنی مملکت میں بھی شریک کر لیا۔ لوگ داؤد کی طرف میلان کرنے لگے اور اس سے محبت کرنے لگے۔

جب طالوت نے یہ منظر دیکھا تو دل میں داؤد سے حسد کرنے لگا اور اسے قتل کرنا چاہا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس بات کا علم ہو گیا، حضرت داؤد نے اپنی آرام گاہ پر شراب کا مشکیزہ رکھ دیا اور خود چلے گئے۔ طالوت آپ کی آرام گاہ پر آیا تو حضرت داؤد علیہ السلام جا چکے تھے۔ اس نے مشکیزہ کو زور سے مارا تو اسے پھاڑ دیا۔ اس سے شراب بہہ پڑی کہنے لگا اللہ داؤد پر رحم کرے وہ کتنی زیادہ شراب پیتا تھا پھر داؤد علیہ السلام اگلی رات طالوت کے گھر آئے تو وہ سویا ہوا تھا۔ آپ نے دو تیر اس کے سرہانے اور پاؤں کی جانب رکھے اور دو تیر اس کے دائیں بائیں رکھے، جب طالوت اٹھا تو تیروں کو دیکھا اور پہچان گیا، کہنے لگا اللہ داؤد پر رحم کرے وہ مجھ سے بہتر ہے، میں اس پر غالب آتا تو اسے قتل کر دیتا اور وہ مجھ پر غالب آیا تو اس نے مجھے قتل نہیں کیا۔ پھر وہ ایک دن سوار ہوا تو اس نے اسے خشکی میں پیدل چلتے ہوئے پایا جب کہ طالوت گھوڑے پر سوار تھا۔ طالوت نے کہا میں آج داؤد کو قتل کر دوں گا اور داؤد جب بھاگتا تھا تو اس کو پایا نہیں جا سکتا تھا۔ طالوت نے اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا، داؤد گھبرایا اور مزید تیز دوڑا اور غار میں داخل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا تو اس نے غار کے منہ پر جالا بن دیا۔ جب طالوت غار کے کنارے پہنچا تو مکڑی کا جالا دیکھ کر کہنے لگا اگر وہ اس غار میں داخل ہوتا تو مکڑی کا جالا پھٹ چکا ہوتا۔ پس اس نے داؤد کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا۔ پھر طالوت کے قتل ہو جانے کے بعد داؤد کو بادشاہی ملی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے سر پر تاج نبوت بھی سجایا۔ ارشاد فرمایا وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ۔ حکمت سے مراد نبوت ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کو شمعون کی نبوت اور طالوت کی بادشاہی ملی (1)۔

امام ابن المنذر نے اسحق سے اور ابن عساکر نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل کتاب کا خیال ہے کہ جب طالوت نے دیکھا کہ بنی اسرائیل داؤد کی طرف جھکاؤ کر رہے ہیں تو وہ حضرت داؤد علیہ السلام سے حسد کرنے لگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ حسد کی بیماری دور کر دی اور طالوت کو اپنی خطا معلوم ہو گئی اور وہ اس کی توبہ اور معافی تلاش کرنے لگا۔ وہ ایک بوڑھی عورت کے پاس آیا جو اس اسم کو جانتی تھی جس کے ساتھ دعا مانگی جاتی تھی، طالوت نے بوڑھی سے کہا میں نے غلطی کی ہے جس کا کفارہ حضرت الیسع کے علاوہ مجھے کوئی نہیں بتا سکتا، کیا تو میرے ساتھ ان کی قبر پر جائے گی، پھر تو اللہ سے دعا مانگے کہ وہ اٹھیں اور میں ان سے اپنی غلطی کا کفارہ پوچھوں؟ بوڑھی نے کہا ٹھیک ہے میں تیرے ساتھ چلوں گی۔ طالوت اس بوڑھی کے ساتھ حضرت الیسع کی قبر پر پہنچا تو بوڑھی نے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگی، حضرت الیسع علیہ السلام قبر سے باہر آئے طالوت نے کفارہ پوچھا تو حضرت الیسع علیہ السلام نے فرمایا تیری خطا کا کفارہ یہ ہے کہ تو اپنے نفس اور اہل بیت کے ساتھ جہاد کر حتی کہ تم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے۔ پھر حضرت الیسع اپنی قبر میں تشریف لے گئے۔ طالوت نے حضرت الیسع کے حکم پر عمل کیا حتی کہ وہ بھی اور اس کے سب اہل بیت ہلاک ہو گئے۔ بنو اسرائیل حضرت داؤد پر جمع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد پر وحی نازل فرمائی اور اسے لوہے کی صنعت سکھائی اور لوہے کو ان کے لئے نرم کر دیا، نیز اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ جب داؤد تسبیح پڑھیں تو وہ بھی ان کے ساتھ تسبیح پڑھیں اور حضرت داؤد کو ایسی خوبصورت آواز دی گئی تھی کہ ایسی کسی کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 51-750

عطا نہیں کی گئی۔ تھی جب آپ زبور کی تلاوت کرتے تو وحشی آپ کے قریب آجاتے حتی کہ ان کی گردنوں سے پکڑا جاسکتا۔ تھا وہ تمام آپ کی آواز کان لگا کر سنتے تھے اور شیاطین نے مزامیر، برابط اور نوح کے ساز آپ کی آواز کی اصناف پر بنائے۔

وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ

امام ابن جریر، ابن عدی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ ایک صالح مسلمان کی وجہ سے اس کے سو پڑوسیوں سے مصیبت کو دور فرماتا ہے پھر انہوں نے یہ آیت وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ (الآیہ) تلاوت فرمائی (1)۔

امام ابن جریر نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک مسلمان شخص کی نیکی کی وجہ سے اس کی اولاد، اس کی اولاد کی اولاد اور اس کے گھر والوں اور اس کے گھر کے اردگرد رہنے والوں کی خیر اور اصلاح فرماتا ہے، جب تک وہ نیک صالح شخص ان میں رہتا ہے یہ تمام لوگ اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ یعنی اللہ تعالیٰ نمازیوں کی وجہ سے بے نمازوں سے مصائب دور فرماتا ہے، حج کرنے والوں کی وجہ سے حج نہ کرنے والوں سے بلاؤں کو دور کرتا ہے اور زکوٰۃ دینے والوں کی وجہ سے زکوٰۃ نہ دینے والوں سے مصائب دور کرتا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ ...... اگر اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کی وجہ سے فاجروں کا دفاع نہ فرماتا اور خوش اخلاق لوگوں کی وجہ سے دوسروں کا دفاع نہ کرتا تو زمین اپنے اہل کی ہلاکت کی وجہ سے فاسد ہو جاتی (3)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ...... فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ مومن کو کافر کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کرتا ہے اور مومن کی وجہ سے کافر کو بھی معاف کرتا ہے۔

امام ابن جریر نے ربیع سے روایت کیا ہے لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ یعنی جو زمین پر رہنے والے ہیں وہ ہلاک ہو جائیں (4)۔

امام ابن جریر نے ابو مسلم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ اگر مسلمانوں کے نیک لوگ تم میں نہ ہوتے تو تم ہلاک ہو جاتے (5)۔

امام احمد، حکیم ترمذی اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ شام میں ابدال ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں، جب کوئی ایک فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک اور کو ابدال بنا دیتا ہے ان کی وجہ سے بارش برستی ہے اور ان کی وجہ سے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے، اہل شام سے ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 755 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً

کی وجہ سے عذاب دور کیا جاتا ہے، ابن عساکر کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ اہل زمین سے بلاء اور غرق کو پھیرا جاتا ہے(1)۔

الخلال نے کرامات اولیاء میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی دیہات سے مصائب کو ان سات مومنین آدمیوں کی وجہ سے دور فرماتا ہے جو ان میں رہتے ہیں۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حسن سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رحمن کے خلیل کی مثل چالیس آدمیوں سے زمین خالی نہیں ہوتی، ان کی وجہ سے تمہیں بارش دی جاتی ہے، اور ان کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے، ان میں کوئی مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا مقرر فرماتا ہے(2)۔

امام طبرانی نے الکبیر میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ابدال تیس ہیں۔ ان کی وجہ سے زمین قائم ہے، ان کی وجہ سے تمہیں بارش کی نعمت ملتی ہے اور ان کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے(3)۔

امام احمد نے الزہد میں اور الخلال نے کرامات اولیاء میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بھی زمین سات افراد سے خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین کا دفاع کرتا ہے۔

امام الخلال نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیشہ چالیس آدمی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین کی حفاظت فرماتا ہے، جب ان میں سے کوئی ایک فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے دوسرا مقرر فرماتا ہے۔ وہ چالیس افراد ساری زمین میں ہوتے ہیں۔

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے چالیس افراد ہمیشہ ایسے رہیں گے جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کی مثل ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے اہل زمین کا دفاع فرماتا ہے۔ ان کو ابدال کہا جاتا ہے، انہوں نے اس مقام کو نماز، روزہ اور صدقہ کے ذریعے نہیں پایا، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ انہوں نے یہ مقام کیسا پایا؟ فرمایا سخاوت اور مسلمانوں کے ساتھ اخلاص کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ(4)۔

امام ابو نعیم نے الحلیہ میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے تین سو افراد ایسے ہیں جن کے دل آدم علیہ السلام کے دل کی مثل ہیں اور مخلوق میں اللہ کے چالیس بندے ایسے ہیں جن کے دل موسیٰ علیہ السلام کے دل کی مثل ہیں اور مخلوق میں اللہ کے سات افراد ایسے ہیں جن کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل کی مثل ہیں اور مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے پانچ افراد ایسے ہیں جن کے دل جبرئیل علیہ السلام کے دل کی مثل ہیں اور مخلوق میں اللہ کے تین بندے ایسے ہیں جن کے دل میکائیل کے دل کی مثل ہیں اور مخلوق میں اللہ کا ایک بندہ ایسا ہے جس کا دل اسرافیل کے دل کی مثل ہے۔ جب ایک فوت ہو جاتا ہے تو تین میں سے ایک کو اس کی جگہ

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 1، صفحہ 289، مطبوعہ دار الفکر بیروت — 2۔ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 46 (16674) مطبوعہ دار الفکر بیروت

3۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 45 (16673) — 4۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 181 (10390) مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی بغداد

مقرر فرماتا ہے، جب تین میں سے کوئی فوت ہوجاتا ہے تو پانچ میں سے ایک کو اس کی جگہ مقرر فرماتا ہے، جب پانچ میں سے کوئی فوت ہوجاتا ہے تو سات میں سے ایک کو اس کی جگہ متعین فرماتا ہے، جب سات میں سے کوئی ایک فوت ہوجاتا ہے تو چالیس میں سے ایک کو اس کی جگہ متعین فرماتا ہے، جب چالیس میں سے کوئی فوت ہوجاتا ہے تو تین سو میں سے ایک کو اس کی جگہ مقرر فرماتا ہے، اور جب تین سو میں سے کوئی ایک فوت ہوجاتا ہے تو عام لوگوں میں سے ایک کو اس کی جگہ متعین فرماتا ہے۔ ان کی وجہ سے حیات اور موت واقع ہوتی ہے، ان کی وجہ سے بارش ہوتی ہے، فصلیں اگتی ہیں اور مصائب دور ہوتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے پوچھا گیا ان کی وجہ سے کیسے حیات اور موت ہوتی ہے؟ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے امت کے زیادہ ہونے کا سوال کرتے ہیں تو وہ زیادہ کردیئے جاتے ہیں، وہ ظالم اور جابر لوگوں کے لئے بددعا کرتے ہیں تو ان کی گردنیں توڑ دی جاتی ہیں، وہ بارش طلب کرتے ہیں تو بارش ہوتی ہے، وہ سوال کرتے ہیں تو زمین سبزہ اگاتی ہے، وہ دعا کرتے ہیں تو ان کی دعا سے مصائب دور ہوتے ہیں (1)۔

امام طبرانی اور ابن عساکر نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل شام کو برا بھلا نہ کہو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ان میں ابدال ہیں جن کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے (2)۔

امام ابن حبان نے اپنی تاریخ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمین ایسے تیس افراد سے کبھی خالی نہ ہوگی جو ابراہیم خلیل اللہ کی مثل ہیں، ان کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے، ان کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور ان کی وجہ سے تم پر بارش برسائی جاتی ہے۔

امام ابن عساکر نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمین چالیس افراد سے کبھی خالی نہیں ہوتی جن کی وجہ سے لوگوں کی مدد کی جاتی ہے، اور معاونت و نصرت ہوتی ہے اور ان کی وجہ سے لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی ایک فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک اور متعین فرماتا ہے، اللہ کی قسم میں امید کرتا ہوں کہ الحسن ان میں سے ہیں (3)۔

امام عبد الرزاق نے المصنف میں اور ابن المنذر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سطح زمین پر ہمیشہ سات یا اس سے زائد مسلمان رہے ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اس کے رہنے والے ہلاک ہوجاتے۔

امام ابن جریر نے شہر بن حوشب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمین پر ہمیشہ چودہ افراد ایسے رہتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین کا دفاع کرتا ہے اور ان کی وجہ سے زمین کی برکات نکالتا ہے، سوائے حضرت ابراہیم کے زمانہ کے کیونکہ وہ اکیلے تھے۔

امام احمد بن حنبل نے الزہد میں اور الخلال نے کرامات اولیاء میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمین نوح علیہ السلام کے بعد ایسے سات افراد سے کبھی خالی نہیں ہوتی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین کا دفاع فرماتا ہے۔

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 1، صفحہ 303 2۔ معجم کبیر، جلد 18، صفحہ 65 (120) 3۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 1، صفحہ 298

امام احمد نے الزہد میں حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نوح علیہ السلام کے بعد زمین پر ہمیشہ چودہ افراد رہے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب کو دور کرتا ہے۔

امام الخلال نے کرامات اولیاء میں زاذان سے روایت کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد بارہ یا اس سے زائد افراد سے زمین کبھی خالی نہیں ہوتی جن کی وجہ سے اللہ اہل زمین کا دفاع کرتا ہے۔ الجندی نے فضائل مکہ میں مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمین پر سات یا اس سے زائد مسلمان رہے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور اس کے رہنے والے ہلاک ہو جاتے۔

امام الازرقی نے تاریخ مکہ میں حضرت زہیر بن محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سطح زمین پر سات افراد یا اس سے زائد ہمیشہ ہوتے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور اس پر رہنے والے ہلاک ہو جاتے۔

امام ابن عساکر نے ابوالزاہریہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابدال تیس مرد ہیں جو شام میں ہیں ان کی وجہ سے تمہیں پناہ دی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا متعین فرماتا ہے۔

امام الخلال نے کرامات اولیاء میں حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کوئی ایسا دیہات اور شہر نہیں ہے جس میں ایسا شخص نہ ہو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس دیہات اور شہر والوں کا دفاع کرتا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب اولیاء میں حضرت ابوالزناد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب سلسلہ نبوت ختم ہوا جب کہ انبیاء زمین کے اوتاد تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چالیس آدمی خلیفہ بنائے جن کو ابدال کہا جاتا ہے، ان میں سے کوئی شخص وصال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک اور متعین فرماتا ہے جو اس کی جگہ لیتا ہے۔ وہ زمین کے اوتاد ہیں ان میں سے تیس کے دل ابراہیم علیہ السلام کے یقین کی مثل ہیں، انہیں یہ فضیلت نماز اور روزے کی کثرت کی وجہ سے نہیں ملی بلکہ تقویٰ کی سچائی، حسن نیت، سلامتی قلوب اور تمام مسلمانوں کے ساتھ اخلاص کی وجہ سے ملی ہے۔

امام بخاری، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ نظام الٰہی پر قائم رہے گا۔ انہیں رسوا کرنے والا اور مخالفت کرنے والا کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا حتی کہ امر الٰہی (قیامت) آجائے گا اور وہ لوگوں پر غالب ہوں گے (1)۔

امام مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ حق پر غالب رہے گا۔ انہیں رسوا کرنے والا کوئی نقصان نہیں دے گا حتی کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ اللہ کے بندے اسی حالت میں ہوں گے (2)۔

امام بخاری اور مسلم نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ

1۔ صحیح مسلم، جلد 13، صفحہ 58 (1037) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 1، صفحہ 30 (10) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

میری امت میں سے ایک قوم ہمیشہ لوگوں پر غالب رہے گی حتی کہ قیامت قائم ہو جائے گی جب کہ وہ غالب ہوں گے (1)۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کا ایک طائفہ امر الٰہی پر قائم رہے گا، مخالفت کرنے والا اسے کچھ نقصان نہ پہنچائے گا (2)۔

امام حاکم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کا ایک طائفہ قیامت تک حق پر قائم رہے گا (3)۔

امام مسلم اور حاکم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا، اس پر قیام قیامت تک مسلمان جہاد کرتے رہیں گے (حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے) (4)

امام ابو داؤد اور حاکم نے عمران بن حصین سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر لڑتا رہے گا، وہ اپنے مخالفین پر غالب رہے گا حتی کہ ان کا آخری (دستہ) مسیح دجال سے لڑے گا (حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے) (5)

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے معاویہ بن قرہ عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا، ان کو رسوا کرنے والا کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا حتی کہ قیامت قائم ہو جائے گی اس حدیث کو ترمذی نے صحیح کہا ہے (6)۔

امام ابن جریر اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں ابو منبہ الخولانی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین میں ہمیشہ ایسے پودے لگاتا رہے گا جن سے اپنی تابعداری کے کام لے گا (7)۔

امام مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری امت کا ایک جتھہ امر الٰہی کی خاطر جہاد کرتا رہے گا جو دشمن پر غالب رہے گا، انہیں مخالفت کرنے والا کچھ نقصان نہ پہنچائے گا حتی کہ قیامت آجائے گی اور وہ لوگ اسی حالت میں ہوں گے (8)۔

امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل مغرب ہمیشہ حق پر غالب (قائم) رہیں گے حتی کہ قیامت قائم ہو جائے گی (9)۔

امام ابو داؤد اور حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے آغاز پر اس امت کیلئے ایسا شخص پیدا فرماتا ہے جو اس امت کیلئے اس کے دین کی تجدید کرتا ہے (حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے) (10)

1۔ صحیح مسلم، جلد 13، صفحہ 57 (1021)
2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 1، صفحہ 28، (7)
3۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 496، (8389) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 496 (8388)
5۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 81 (2392)
6۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 10-9، صفحہ 33 (2192)
7۔ نوادر الاصول، صفحہ 115، مطبوعہ دار صادر بیروت
8۔ صحیح مسلم، جلد 13 صفحہ 59 (1924) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
9۔ ایضاً، (1925)
10۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 567 (8592)

امام حاکم نے مناقب شافعی رحمہ اللہ میں حضرت الزہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب سو سال کا آغاز تھا تو اللہ تعالیٰ نے عمر بن عبد العزیز کے ذریعے اس امت پر احسان فرمایا۔

امام بیہقی نے المدخل میں اور الخطیب نے ابوبکر المروزی رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں امام احمد بن حنبل نے فرمایا جب مجھ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا ہے جسے میں نہیں جانتا تو میں امام شافعی کے قول پر بتاتا ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے آغاز پر ایک ایسا شخص مقرر فرماتا ہے جو لوگوں کو سنن سکھاتا ہے اور نبی کریم ﷺ سے جھوٹ کو دور کرتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں سو سال کے آغاز پر عمر بن عبد العزیز آئے اور دو سو سال کے آغاز پر امام شافعی آئے۔

امام نحاس نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ہر سو سال میں ایک عالم پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے دین کو تقویت دیتا ہے اور میرے نزدیک یحییٰ بن آدم ان میں سے ہے۔

امام حاکم نے مناقب شافعی میں حضرت ابوالولید حسان بن محمد الفقیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل علم میں سے ایک بزرگ کو ابوالعباس بن سریج سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے قاضی مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے مومنین پر عمر بن عبد العزیز کے ذریعے سو سال کے آغاز پر احسان فرمایا، اس نے ہر سنت کو غالب کیا اور ہر بدعت کو مٹایا اور اللہ تعالیٰ نے دو سو سال کے آغاز پر امام شافعی کے ذریعے احسان فرمایا حتی کہ سنت کو ظاہر فرمایا اور بدعت کو مٹایا اور تین سو سال کے آغاز پر تیرے ذریعے مومنین پر رحم فرمایا حتی کہ تو نے ہر سنت کو طاقت دی اور بدعت کو کمزور کیا۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝۲۵۳

"یہ سب رسول، ہم نے فضیلت دی ہے (ان میں سے) بعض کو بعض پر، ان میں سے کسی سے کلام فرمایا اللہ نے اور بلند کیے ان میں سے بعض کے درجے اور دیں ہم نے عیسیٰ فرزند مریم کو کھلی نشانیاں اور مدد فرمائی ہم نے ان کی پاکیزہ روح سے اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو نہ لڑتے (جھگڑتے) وہ لوگ جو ان (رسولوں) کے پیچھے آئے بعد اس کے کہ آ گئیں ان کے پاس کھلی نشانیاں لیکن انہوں نے اختلاف کیا ان میں سے کوئی ایمان پر (ثابت) رہا اور ان میں سے کوئی کافر ہو گیا اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو نہ لڑتے (جھگڑتے) لیکن اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا۔ موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمائی، عیسیٰ علیہ السلام کو آدم علیہ السلام کی مثل بنایا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا پھر فرمایا ہو جا تو وہ ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے، اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں، داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی، حضرت سلیمان کو ایسی بادشاہی بخشی کہ ان کے بعد کسی کے لئے ایسی بادشاہی مناسب نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ اور متاخر خلاف اولی امور کی معافی کا مژدہ سنایا۔

امام آدم بن ابی ایاس، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمائی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عامر الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ابن المنذر نے ربیع بن المنذر عن ربیع بن خثیم کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی افضل نہیں ہے اور ابراہیم خلیل الرحمٰن پر بھی کوئی افضل نہیں ہے۔

امام ابن المنذر اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کیا تم تعجب کرتے ہو؟ خلت حضرت ابراہیم کے لئے ہے۔ کلام موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے اور دیدار الٰہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اس آیت میں مِنْۢ بَعْدِهِمْ سے مراد من بعد موسیٰ و عیسیٰ ہے (2)۔

امام ابن عساکر نے ایک انتہائی کمزور سند سے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور ان کے پاس ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ بھی تھے، اچانک حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ سے فرمایا کیا تو حضرت علی سے محبت کرتا ہے؟ حضرت معاویہ نے کہا ہاں۔ فرمایا تمہارے درمیان تھوڑا عرصہ (رنجش) ہو گی۔ حضرت معاویہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد کیا ہو گا؟ فرمایا اللہ کا عفو اور اس کی رضا، حضرت معاویہ نے کہا ہم اللہ کی قضاء اور رضا پر راضی ہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (۲۵۴)

''اے ایمان والو! خرچ کرو اس (مال) سے جو ہم نے دیا ہے تم کو اس سے پہلے کہ آ جائے وہ دن جس میں نہ تو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 5، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 6

خرید و فروخت ہوگی اور نہ (کفار کے لئے) دوستی ہوگی اور نہ (ان کے لئے) شفاعت ہوگی اور جو کافر ہیں وہی ظالم ہیں''۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اس آیت کے ضمن میں روایت کیا ہے کہ اس آیت میں زکوٰۃ دینے اور نفلی صدقہ کرنے کا حکم ہے(1)۔

امام ابن المنذر نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زکوٰۃ نے قرآن میں موجود ہر صدقہ کو منسوخ کردیا اور رمضان کے مہینہ نے ہر روزہ کو منسوخ کردیا۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ لوگ دنیا میں دوستی رکھتے ہیں، بعض بعض کی سفارش کرتے ہیں لیکن قیامت کے روز متقین کی دوستی کے علاوہ کوئی دوستی نہ ہوگی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عطاء بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ کا شکر ہے کہ اس نے فرمایا اَلْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (کافر ہی ظالم ہیں) یہ نہیں فرمایا وَالظَّالِمُونَ هُمُ الْكَافِرُونَ (ظالم ہی کافر ہیں) واللہ اعلم (2)۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ۬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَ لَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾

''اللہ (وہ ہے کہ) کوئی عبادت کے لائق نہیں بغیر اس کے، زندہ ہے سب کو زندہ رکھنے والا ہے، نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو سفارش کرسکے اس کے پاس بغیر اس کی اجازت کے۔ جانتا ہے جو ان سے پہلے (ہو چکا) ہے اور جو ان کے بعد (ہونے والا) ہے اور وہ نہیں گھیر سکتے کسی چیز کو اس کے علم سے مگر جتنا وہ چاہے۔ سما رکھا ہے اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو اور نہیں تھکاتی اسے زمین و آسمان کی حفاظت اور وہی ہے سب سے بلند عظمت والا''۔

امام احمد، مسلم، ابو داؤد، ابن الضریس، حاکم اور الہروی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی

1۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 7 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 9

کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اللہ کی کتاب میں عظیم ترین آیت کون سی ہے؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا آیۃ الکرسی، فرمایا اے ابوالمنذر تمہیں علم مبارک ہو (1) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ آیۃ الکرسی کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہیں عرش کی ساق کے پاس وہ اللہ کی تقدیس بیان کرتی ہے۔

امام نسائی، ابویعلی، ابن حبان، ابوالشیخ نے العظمہ میں، طبرانی، حاکم، ابونعیم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے کھجوروں کے کھلیان تھے، وہ اس کی دیکھ بھال کرتے لیکن وہ اسے دن بدن کم دیکھتے۔ ایک رات انہوں نے نگرانی کا پروگرام بنایا تو بالغ شخص کے مشابہ چوپایہ دیکھا۔ فرماتے ہیں میں نے سلام کیا تو اس نے جواب دیا میں نے پوچھا تو کیا ہے؟ جن ہے یا انسان ہے؟ اس نے کہا جن۔ میں نے کہا اپنا ہاتھ مجھے دے، بس اس کا ہاتھ کتے کے ہاتھ کی طرح تھا اور اس کے بال بھی کتے کی طرح تھے۔ میں نے پوچھا کیا جنوں کی تخلیق اس طرح ہے؟ اس نے کہا کچھ جن ایسے بھی ہیں جو مجھ سے زیادہ سخت ہیں۔ میں نے پوچھا تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے ابھارا ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تو صدقہ کو پسند کرتا ہے پس ہم نے چاہا کہ تمہارے کھانے سے ہم بھی حصہ لیں، ابی بن کعب نے پوچھا کون سی چیز ہے جو ہمیں تمہارے (شر) سے بچا سکتی ہے؟ اس جن نے کہا آیۃ الکرسی جو سورۂ بقرہ میں ہے، جو اس کو شام کے وقت پڑھے گا وہ صبح تک ہم سے محفوظ رہے گا اور جو صبح پڑھے گا شام تک ہم سے محفوظ رہے گا۔ جب صبح ہوئی تو ابی بن کعب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اس آیۃ الکرسی کے وظیفہ کے متعلق بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس خبیث نے سچ کہا ہے (2)۔

امام بخاری نے تاریخ میں، طبرانی، ابونعیم نے المعرفہ میں ثقہ رجال کی سند سے ابن الاسقع البکری سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس مہاجرین کی صفت پر تشریف لائے تو ایک شخص نے پوچھا قرآن میں کون سی آیت عظیم ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِـيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۔(3)

امام احمد، ابن الضریس اور الہروی نے فضائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی سے پوچھا کیا تو نے نکاح کر لیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں میرے پاس کوئی مال نہیں ہے کہ میں اس کے ساتھ نکاح کروں۔ فرمایا کیا تیرے پاس سورۂ اخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ نہیں ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں یہ تو مجھے یاد ہے؟ فرمایا یہ قرآن کا چوتھائی ہے، پھر پوچھا کیا تیرے پاس قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ سورت نہیں ہے؟ اس نے کہا، ہے۔ فرمایا یہ قرآن کا چوتھائی ہے۔ پھر پوچھا کیا تیرے پاس اِذَا زُلْزِلَتِ ہیں ہے؟ عرض کی وہ تو یاد ہے فرمایا وہ قرآن کا چوتھائی ہے۔ پھر پوچھا کیا تیرے پاس اِذَا جَاۗءَ نَصْرُ اللّٰهِ نہیں ہے؟ عرض کی وہ تو ہے، فرمایا وہ قرآن کا چوتھائی ہے۔ پھر پوچھا کیا تیرے پاس آیۃ

1۔ سنن ابوداؤد، جلد 5، صفحہ 374 (1430) مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض

2۔ معجم کبیر، جلد 1، صفحہ 201 (541) مطبوعہ داراحیاء التراث الاسلامی بغداد 3۔ معجم کبیر، جلد 1، صفحہ 334 (999)

الکرسی نہیں ہے؟ عرض کی وہ تو ہے فرمایا پھر نکاح کر لے(1)۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی وہ دوسری نماز تک محفوظ رہے گا اور اس پر محافظت نبی یا صدیق یا شہید کرتا ہے(2)۔

امام الخطیب البغدادی نے اپنی تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو قرآن کی کون سی (آیت) عظیم تر ہے؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں! فرمایا اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَ لَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔(3)

امام طبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی وہ اگلی نماز تک اللہ کے ذمہ میں ہوتا ہے(4)۔

امام ابوالحسن محمد بن احمد بن شمعون الواعظ نے اپنی امالی میں اور ابن النجار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ میرے گھر میں برکت نہیں ہے، فرمایا تو آیۃ الکرسی سے غافل ہے کہ آیت الکرسی جس کھانے اور سالن پر پڑھی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ اس کھانے اور سالن میں برکت پیدا فرماتا ہے۔

امام دارمی نے حضرت ایفع بن عبداللہ الکلاعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی کتاب میں کون سی آیت عظیم تر ہے؟ فرمایا آیۃ الکرسی اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَ لَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ پھر پوچھا اللہ کی کتاب میں کون سی آیت آپ پسند کرتے ہیں کہ آپ کی امت اسے پالے؟ فرمایا سورۂ بقرہ کی آخری آیت کیونکہ وہ اللہ کے عرش کے نیچے کے خزانہ رحمت سے ہے اور دنیا و آخرت کی ہر بھلائی پر مشتمل ہے۔

امام ابن النجار نے تاریخ بغداد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے شکر کرنے والوں کا دل، صدیق کے اعمال، نبیوں کا ثواب عطا فرمائے گا اور اس پر رحمت کے ساتھ اپنا دایاں ہاتھ پھیلائے گا اور اسے جنت سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، مگر یہ کہ وہ وصال کرے گا تو جنت میں داخل ہو جائے گا۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں محمد بن الضوء بن الصلصال بن الدلہمس عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 221، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت　2۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 459، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تاریخ بغداد، جلد 1، صفحہ 346　4۔ معجم کبیر، جلد 3، صفحہ 81(2733)

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گا اس کے اور دخول جنت کے درمیان سوائے موت کے کچھ حائل نہ ہوگا، اگر اس کا وصال ہوگا تو جنت میں داخل ہوگا(1)۔

امام سعید بن منصور، ابن المنذر، ابن الضریس، طبرانی، الہروی (نے فضائل میں) اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ اللہ کی کتاب میں عظیم ترین آیت اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَ لَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ہے(2)۔

امام ابوعبید، ابن الضریس، محمد بن نصر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سورہ بقرہ کی آیت اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ سے عظیم نہ آسمان پیدا کیا ہے، نہ زمین اور نہ جنت اور دوزخ۔

امام سعید بن منصور، ابن الضریس اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آیۃ الکرسی سے آسمان، زمین، میدان اور پہاڑ میں سے کوئی چیز عظیم نہیں ہے(3)۔

امام ابوعبید نے فضائل میں، دارمی، طبرانی، ابونعیم (دلائل النبوۃ) اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک انسان باہر نکلا تو اسے ایک جن ملا اور اس نے کہا کیا تو مجھ سے کشتی کرے گا، اگر تو مجھے پچھاڑ دے گا تو میں تجھے ایک ایسی آیت سکھاؤں گا کہ جب تو اسے اپنے گھر میں داخل ہونے کے وقت پڑھے گا تو شیطان اس گھر میں داخل نہ ہوگا، پس کشتی میں انسان نے اسے پچھاڑ دیا، جن نے کہا وہ آیت آیۃ الکرسی ہے۔ اس کو جو بھی گھر میں داخل ہونے کے وقت پڑھتا ہے اس کے گھر سے شیطان گدھے کی طرح گوز مارتے ہوئے نکل جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعود سے پوچھا گیا کیا وہ شخص حضرت عمر تھے؟ ابن مسعود نے فرمایا وہ عمر ہی ہو سکتے ہیں۔

امام الحاملی نے اپنے فوائد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع بخشے۔ تو فرمایا آیۃ الکرسی پڑھ، اللہ تعالیٰ تیری، تیری اولاد، تیرے گھر کی حفاظت کرے گا حتی کہ تیرے اردگرد کے گھروں کی بھی حفاظت کرے گا۔

امام ابن مردویہ، شیرازی (الالقاب میں) اور الہروی نے فضائل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دن لوگوں کی طرف نکلے تو ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مجھے نفع عطا فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آیۃ الکرسی پڑھو، اللہ تعالیٰ تیری اور تیری اولاد کی حفاظت فرمائے گا اور تیرے گھر کی اور تیرے گھر کے اردگرد کے گھروں کی بھی حفاظت فرمائے گا۔

امام ابن مردویہ اور شیرازی نے الالقاب میں اور الہروی نے فضائل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 455، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 953

3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 955 (427)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف نکلے اور پوچھا تم میں سے کون مجھے بتائے گا کہ قرآن میں کون سی آیت عظیم ہے اور کون سی آیت زیادہ عدل پر مبنی ہے یا زیادہ خوف دلانے والی اور کون سی آیت امید افزاء ہے؟ لوگ خاموش رہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ عظیم ترین آیت قرآن میں اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَ لَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ہے اور قرآن میں عدل پر مبنی آیت اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ ۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل:90) ہے اور قرآن میں خوف دلانے والی آیت یہ ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ (الزلزلہ:7,8) اور قرآن میں امید افزا آیت یہ ہے قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر:53)

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیت یا آیۃ الکرسی پڑھتے تو مسکراتے تھے اور فرماتے تھے یہ دونوں آیات رحمٰن کے عرش کے نیچے کے خزانہ سے ہیں اور جب مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ (النساء:123) پڑھتے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے اور جھک جاتے۔

امام ابن الضریس، محمد بن نصر اور الہروی نے فضائل میں ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آسمان، زمین، میدان اور پہاڑ میں سے کوئی بھی سورۂ بقرہ سے عظیم پیدا نہیں کیا اور سورۂ بقرہ میں عظیم ترین آیت آیۃ الکرسی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابو یعلی، ابن المنذر اور ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ جب گھر میں داخل ہوتے تو اس کے کونوں میں آیۃ الکرسی پڑھتے تھے۔

امام ابن الانباری نے المصاحف میں اور بیہقی نے الشعب میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آیات قرآنیہ کی سردار آیت اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے۔

امام بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو ہر فرضی نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گا اسے دخول جنت سے موت کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوگی اور جو اپنے بستر پر سوتے وقت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کے گھر، اس کے پڑوسی کے گھر اور اس کے اردگرد کے گھروں کی حفاظت فرمائے گا(1)۔

امام ابو عبیدہ، ابن ابی شیبہ، دارمی، محمد بن نصر اور ابن الضریس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھتا کہ جو اسلام میں پیدا ہوا یا اسلام میں بالغ ہوا ہو اور وہ رات گزارے حتیٰ کہ اس آیت کو پڑھ لے اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ اگر یہ تم جانتے کہ یہ کتنی برکت والی آیت ہے۔ یہ تمہارے نبی کو عرش کے نیچے والے خزانے سے عطا کی گئی ہے اور تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئی اور میں نے کبھی کوئی

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 485، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

رات نہیں گزاری حتی کہ میں آیۃ الکرسی تین مرتبہ پڑھتا ہوں اور عشاء کی نماز کے بعد کی دو رکعتوں میں اور وتروں میں اور بستر پر سونے کے وقت پڑھتا ہوں۔

امام ابو عبید نے عبداللہ بن رباح سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابی بن کعب کو فرمایا اے ابوالمنذر قرآن میں کون سی آیت عظیم ہے؟ انہوں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اے ابوالمنذر کون سی آیت کتاب اللہ میں عظیم ہے؟ انہوں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے ابن المنذر کون سی آیت اللہ کی کتاب میں اعظم ہے؟ انہوں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الخ پھر آپ ﷺ نے عبداللہ بن رباح کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا اے ابوالمنذر تجھے یہ علم مبارک ہو۔

امام ابن راہویہ نے اپنی مسند میں حضرت عوف بن مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابوذر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کون سی آیت عظیم نازل فرمائی؟ فرمایا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ حتی کہ آخر تک پڑھی جائے۔

امام ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیاطین میں، محمد بن نصر، طبرانی، حاکم، ابونعیم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کی کھجوریں میرے سپرد کیں، میں نے انہیں ایک کمرے میں رکھ لیا لیکن ان میں ہر روز میں کچھ کمی دیکھتا تھا، میں نے اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ شیطان کا عمل ہے تم اس کی تاڑ کرو۔ میں رات کو اس کی تاڑ کرنے لگا۔ جب رات کا کچھ وقت گزر گیا تو شیطان ہاتھی کی شکل میں آیا۔ جب دروازہ پر پہنچا تو دروازے کی دراز سے کسی دوسری شکل میں داخل ہوا، کھجوروں کے قریب جا کر انہیں کھانے لگا۔ میں نے اپنے کپڑے اور کس لئے اور یہ پڑھا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ (اور پھر کہا) اے اللہ کے دشمن تو صدقہ کی کھجوروں پر لپکا ہے، میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا دوسرے لوگ تجھ سے زیادہ اس کے مستحق ہیں۔ میں تجھے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے جاؤں گا اور آپ تجھے رسوا کریں گے۔ پس شیطان نے حضرت معاذ سے پھر نہ آنے کا وعدہ کیا فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں صبح گیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا اس نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ میں واپس نہیں آؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ پھر آئے گا تم اس کی تاڑ کرو۔ میں دوسری رات اس کی تاڑ میں بیٹھ گیا۔ اس نے پہلے کی طرح کیا اور میں نے بھی اس کے ساتھ پہلے کی طرح کیا۔ پھر اس نے وعدہ کیا کہ میں واپس نہیں آؤں گا میں نے اس کو پھر چھوڑ دیا۔ پھر جب میں صبح رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے رات کا سارا ماجرہ عرض کیا، آپ ﷺ نے فرمایا وہ پھر آئے گا اس کی تاڑ کرو، میں تیسری رات اس کی تاڑ میں بیٹھ گیا، وہ اپنے معمول کے مطابق آیا تو میں نے بھی اسے پہلے کی طرح گرفتار کر لیا میں نے کہا اے اللہ کے دشمن تو نے پہلے دو مرتبہ واپس نہ آنے کا وعدہ کیا اور اب یہ تیری تیسری بار ہے، شیطان نے کہا میں عیالدار ہوں میں تیرے پاس نصیبین سے آیا ہوں، اگر اس کے سوا کچھ میسر آتا تو میں تیرے پاس نہ آتا اور ہم تمہارے اس شہر میں

رہتے تھے حتی کہ تمہارا نبی مبعوث ہو گیا۔ پھر جب اس پر یہ دو آیات نازل ہوئیں تو ہمیں بھگا کر نصیبین میں ڈال دیا۔ وہ دو آیات جس گھر میں پڑھی جاتی ہیں اس میں تین دن تک شیطان داخل نہیں ہوتا۔ اگر آج تو مجھے چھوڑ دے تو میں تجھے وہ آیات بتا دیتا ہوں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، تو بتا۔ اس نے کہا یہ آیۃ الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری آیت اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (285) ہیں۔ میں نے اسے چھوڑ دیا پھر میں صبح رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا خبیث نے سچ کہا ہے حالانکہ ہے بڑا جھوٹا۔ حضرت معاذ فرماتے ہیں میں پھر ان دونوں آیات کو پڑھتا تھا تو کوئی نقصان نہیں دیکھتا تھا۔

امام طبرانی نے السنۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے باقی تمام جھوٹے معبود اس کی مخلوق ہیں وہ نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔ وہ نہ رزق کے مالک ہیں نہ حیات کے اور نہ وہ قیامت کے دن اٹھانے کے مالک ہیں۔ اَلْحَیُّ، وہ زندہ ہے جس پر موت طاری نہ ہوگی۔ الْقَيُّوْمُ، ہمیشہ قائم ہے، لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ، اس کو اونگھ نہیں آتی۔ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، یعنی اس کی اجازت کے بغیر کون سا فرشتہ ہے جو سفارش کرے۔ یہ اس ارشاد کی مانند ہے۔ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (الانبیاء: 28) يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ، اس سے مراد آسمان وزمین کی درمیان کے مخلوق ہے۔ وَمَا خَلْفَهُمْ، اس سے مراد وہ ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ، یعنی اپنے علوم میں جس پر انہیں اطلاع دیتا ہے وہی کچھ جانتا ہے۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ، یعنی اس کی کرسی ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں سے بڑی ہے۔ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا، آسمانوں اور زمینوں میں سے کوئی چیز فوت نہیں ہوتی۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ، اس سے کوئی اعلیٰ، اعظم، اعز، اجل اور اکرم نہیں ہے۔

امام ابو الشیخ نے العظمۃ میں حضرت ابو حمزہ یزید بن عبید السائی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب آپ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو بنی فزارہ کا وفد آپ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! رب کریم سے دعا فرمائیں کہ وہ ہم پر بارش برسائے اور اپنے رب کے حضور ہماری سفارش فرمائیں، آپ کا رب آپ کی سفارش قبول فرمائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے میں اپنے رب کی بارگاہ میں سفارش کروں، کون ہے جو ہمارے رب کی بارگاہ میں سفارش کرے، اس کی شان یہ ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَظِيْمُ، وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ، یہ زمین وآسمان اس کی عظمت وجلال کی وجہ سے اس طرح چرچر کر رہے ہیں جیسے نیا کجاوہ کرتا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں اور محمد بن نصر، طبرانی اور ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ابو اسید الساعدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے باغ کی کھجوریں کاٹ کر ایک کمرے میں رکھ لیں۔ ایک شیطان ان کے اس کمرے میں آتا، کھجوریں چوری کرتا اور انہیں خراب بھی کر جاتا۔ حضرت ابو اسید الساعدی رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں شکایت

کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو اسید تو اس کی آمد کو غور سے سن، جب تو اس کی آمد کا سنے تو یہ پڑھ دینا بسم اللہ اجیبی رسول اللہ ﷺ اس شیطان نے کہا اے ابو اسید مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ لے جا میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میں پھر تیرے گھر نہیں آؤں گا اور تیری کھجوریں چوری نہیں کروں گا اور میں تجھے ایک ایسی آیت بتاتا ہوں تو اگر اسے پڑھے گا تو تیرے گھر والوں میں شیطان نہیں آئے گا اور تو اس آیت کو اپنے برتنوں پر پڑھے گا تو شیطان ان کا پردہ نہیں اٹھائے گا، اس شیطان نے حضرت اسید سے ایسا وعدہ کیا کہ آپ اس پر راضی ہو گئے۔ اس نے کہا وہ آیت کریمہ آیۃ الکرسی ہے۔ حضرت اسید نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور پورا واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے لیکن ہے بڑا جھوٹا (1)۔

امام نسائی، رویانی (اپنی مسند میں)، ابن حبان، دار قطنی، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ہر فرضی نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی، اس کے لئے دخول جنت سے موت کے سوا کوئی چیز مانع نہیں (2)۔

امام ابن ابی الدنیا نے الدعاء میں، طبرانی، ابن مردویہ، الہروی اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جس کے ساتھ دعا مانگی جائے تو قبول ہوتی ہے وہ تین سورتوں میں ہے۔ سورہ بقرہ، سورہ آل عمران اور سورۃ طہ اور ابو امامہ فرماتے ہیں میں نے (رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق) اس کو ان سورتوں میں تلاش کیا تو سورہ بقرہ میں اس کو آیۃ الکرسی میں پایا اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ اور آل عمران میں پایا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ اور سورۂ طہ میں پایا وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ (طہ: 111)

امام حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ابو ایوب کے گھر کے ایک کمرے میں تشریف فرما ہوئے تو ان کا ایک کھانا ایک ٹوکری میں الماری کے اندر رکھا ہوتا تھا۔ ایک شیطان بلی کی طرح ایک سوراخ سے داخل ہوتا اور ٹوکری سے کھانا اٹھا کر لے جاتا۔ حضرت ابو ایوب نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب وہ شیطان آئے تو اس طرح کہنا، عَزَمَ عَلَیْكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنْ لَّا تَبْرَحِیْ وہ شیطان آیا تو ابو ایوب نے یہ الفاظ کہے، شیطان نے کہا اے ابو ایوب مجھے چھوڑ دے، اللہ کی قسم میں پھر واپس نہیں آؤں گا، حضرت ابو ایوب نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر اس شیطان نے کہا کیا میں تجھے ایسے کلمات نہ سکھا دوں کہ جب تو وہ پڑھے تو اس رات، اس دن اور بعد والے دن تک شیطان تیرے گھر میں داخل نہ ہوگا۔ ابو ایوب نے کہا بتاؤ۔ شیطان نے کہا، آیۃ الکرسی پڑھو۔ حضرت ابو ایوب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے یہ بات سچی کی ہے پر ہے بڑا جھوٹا (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی، ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں، ابوالشیخ نے العظمہ میں طبرانی، حاکم اور ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کی ایک چھوٹی سی کوٹھری تھی، شیطان اس میں سے آ کر مال

1۔ معجم کبیر، جلد 19، صفحہ 263 (585) مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی بغداد　　2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 114 (7532)

3۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 519 (5932) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

لے جاتا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم اس کو دیکھو تو یہ کہنا بسم اللہ احببی رسول اللہ وہ جن آیا تو آپ نے یہی الفاظ کہے، آپ نے اسے پکڑا تو اس نے کہا میں پھر کبھی نہیں آؤں گا، آپ نے اسے چھوڑ دیا اور صبح حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرے قیدی نے کیا کیا؟ ابو ایوب نے بتایا کہ میں نے اسے پکڑ لیا، اس نے کہا میں کبھی واپس نہیں آؤں گا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ لوٹ کر آئے گا۔ حضرت ابوایوب نے اسے دو یا تین مرتبہ بخشا تو اس نے ہر مرتبہ یہی کہا میں پھر واپس نہیں آؤں گا، ابوایوب نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ نے پوچھا تیرے قیدی نے کیا کیا؟ ابوایوب عرض کرتے کہ میں نے اسے پکڑ لیا تھا، اس نے کہا میں پھر واپس نہیں آؤں گا۔ فرمایا وہ پھر آئے گا۔ حضرت ابوایوب نے اسے پکڑ لیا تو اس نے کہا مجھے چھوڑ دے میں تجھے ایک ایسا وظیفہ بتاتا ہوں تو اسے پڑھے گا تو کوئی چیز تیرے قریب نہیں آئے گی اور وہ آیۃ الکرسی ہے۔ حضرت ابوایوب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بات سچی بتائی ہے لیکن ہے بڑا جھوٹا (1)۔

امام احمد، ابن الضریس، حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ آپ پر کون سی آیت عظیم نازل ہوئی؟ فرمایا آیۃ الکرسی اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۔(2)

امام ابن السنی نے حضرت ابوقتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے آیۃ الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات کسی مصیبت کے وقت پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے گا۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران کی طرف وحی فرمائی کہ ہر فرضی نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھو، جو ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گا میں اس کے لئے شکر کرنے والوں کا دل، ذاکرین کی زبان، نبیوں کا ثواب، صدیقین کے اعمال بنادوں گا۔ اور اس کے پڑھنے پر مواظبت صرف نبی صدیق یا ایسا بندہ کرتا ہے، جس کا دل ایمان سے مزین ہو یا اللہ کے راستہ میں اس کی شہادت کا ارادہ کیا گیا ہو۔ ابن کثیر کہتے ہیں یہ حدیث انتہائی منکر ہے۔

امام احمد اور طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ پر کون سی آیت عظیم نازل ہوئی؟ فرمایا اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ یعنی آیۃ الکرسی۔

امام ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں حضرت علی بن الحسین عن ابیہ عن امہ فاطمہ رضی اللہ عنہم کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ جب فاطمہ کے بچے پیدا ہونے کا وقت قریب آیا تو آپ ﷺ نے ام سلمہ اور زینب بنت جحش کو حکم دیا کہ فاطمہ کے پاس جاؤ اور اس کے پاس آیۃ الکرسی اور اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰہُ الخ (الاعراف: 54) اور معوذتین پڑھ کر اسے دم کرو۔

امام دیلمی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا

1۔ جامع ترمذی، ابواب التفسیر، جلد 2، صفحہ 111، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد 2۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 178، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت

جس نے اسلام میں عقل کو پایا ہو اور رات گزارتا ہو حتی کہ وہ اس آیت اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کو نہ پڑھتا ہو۔ اگر تم جانتے جو کچھ اس میں برکت ہے تو تم کسی حال میں بھی اس کو ترک نہ کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آیۃ الکرسی مجھے عرش کے نیچے والے خزانہ سے عطا کی گئی ہے اور مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا میں نے کبھی کوئی رات ایسی نہیں گزاری جس میں آیۃ الکرسی نہ پڑھی ہو۔

امام طبرانی نے حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میرے ایک چھوٹے سے کمرے میں کھجوریں تھیں، میں دیکھتا کہ وہ روز بروز کم ہو رہی ہیں، میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کل تو اس کمرے میں ایک بلی پائے گا اسے کہنا اجیبی رسول اللہ (ﷺ) جب دوسرا دن ہوا تو میں نے اس کمرے میں بلی دیکھی، میں نے اسے کہا اجیبی رسول اللہ (ﷺ) وہ ایک بوڑھی کی شکل اختیار کر گئی اور کہنے لگی تو مجھے چھوڑ دے میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتی ہوں میں پھر کبھی نہیں آؤں گی۔ حضرت ابوایوب فرماتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا اور میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا اس آدمی نے کیا کیا؟ میں نے آپ ﷺ کو پورا واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جھوٹی ہے، وہ پھر آئے گی، پھر جب آئے تو تم اسے یہی کہنا اجیبی رسول اللہ (ﷺ) وہ آئی میں نے یہ کہا تو وہ کہنے لگی میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتی ہوں آپ مجھے اس مرتبہ چھوڑ دیں میں پھر نہیں آؤں گی میں نے اسے چھوڑ دیا، پھر میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے مجھے پہلے کی طرح فرمایا۔ میرے ساتھ یہ معاملہ تین مرتبہ ہوا۔ تیسری مرتبہ اس بوڑھی نے کہا اے ابوایوب میں تجھے ایک ایسی چیز سکھاتی ہوں جس کو کوئی بھی شیطان سنے گا تو وہ اس گھر میں داخل نہیں ہوگا۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا آیۃ الکرسی، اس کو جو شیطان سنتا ہے نکل جاتا ہے۔ میں نے اس عمل کا ذکر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے اگرچہ وہ ہے انتہائی جھوٹی (1)۔

امام طبرانی نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ایک جنیہ کو پایا۔ اس نے مجھے کہا مجھے چھوڑ دے، میں تجھے ایک ایسی چیز بتاؤں گی کہ جب تو وہ کہے گا تو ہم میں سے کوئی چیز تجھے نقصان نہیں پہنچائے گی، میں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا آیۃ الکرسی اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ میں نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے یہ سچ کہا ہے جب کہ وہ ہے جھوٹی (2)۔

امام طبرانی نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میرے گھر میں کوئی چیز مجھے اذیت دیتی تھی، میں نے اس کی شکایت نبی کریم ﷺ سے کی، ہمارے گھر میں ایک طاق تھا، آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کی تاڑ کر جب تو اسے دیکھے تو یہ کہنا اجیبی یدعوك رسول اللہ (ﷺ)۔ میں تاڑ رہا تھا کہ ایک چیز اس طاق سے نیچے لڑھکی، میں اس پر جھپٹا اور اس کو کہا، اخسا یدعوك رسول اللہ۔ پھر میں نے جب اسے پکڑ لیا تو مجھ پر بڑی عاجزی کا اظہار کرنے لگی اور مجھے کہا کہ میں پھر کبھی واپس نہیں آؤں گی۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

1۔ معجم کبیر، جلد 4، صفحہ 162 (4012) مطبوعہ داراحیاء التراث الاسلامی بغداد 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 163 (4013)

حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے رات کا پورا واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ پھر لوٹ کر آئے گی۔ میرے ساتھ تین مرتبہ اس سے یہ معاملہ ہوا، ہر مرتبہ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے نہیں چھوڑوں گا حتی کہ تجھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے جاؤں گا۔ اس نے مجھے واسطے دینے شروع کر دیئے اور انتہائی عاجزی کرنے لگی اور کہا میں تجھے ایک ایسی چیز بتاؤں گی جب تو رات کو وہ پڑھے گا تو کوئی جن اور کوئی چور تمہارے قریب نہیں آئے گا، تو آیۃ الکرسی پڑھا کر میں نے اس کو چھوڑ دیا پھر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس نے مجھے واسطہ دیا اور قسم دی اور انتہائی عاجزی کا اظہار کیا حتی کہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اس نے مجھے ایک چیز سکھائی ہے کہ میں جب اسے کہوں گا تو کوئی جن اور چور میرے قریب نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے اگرچہ ہے بہت جھوٹا (1)۔

امام بخاری، ابن الضریس، نسائی، ابن مردویہ اور ابونعیم نے دلائل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فطرانہ کے مال کی حفاظت پر مقرر فرمایا، پس ایک آنے والا آیا اور اس مال سے چلو بھرنے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے جاؤں گا، اس نے کہا مجھے چھوڑ دیجئے میں محتاج ہوں اور عیال دار ہوں، میں انتہائی مجبور ہوں، حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا اے ابوہریرہ گزشتہ رات تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس نے شدید حاجت اور عیالداری کا ذکر کیا تو مجھے اس پر رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا، مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا، میں اس کی تاڑ میں بیٹھ گیا وہ آیا اور کھانے سے چلو بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے جاؤں گا۔ اس نے پھر کہا میں محتاج ہوں اور عیالدار ہوں، پھر کبھی نہیں آؤں گا آج مجھے چھوڑ دیں۔ مجھے رحم آ گیا تو میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا آپ کے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس نے حاجت کی شکایت کی اور عیالداری کا ذکر کیا تو میں نے اس پر رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے تجھ سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔ میں تیسری رات بھی اسے تاڑنے لگا۔ وہ آیا اور طعام سے چلو بھرنے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے جاؤں گا۔ یہ تیسری مرتبہ ہے تو کہتا ہے میں پھر نہیں آؤں گا اور پھر آ بھی جاتا ہے۔ اس نے کہا اب مجھے چھوڑ دے، میں تجھے ایسے کلمات بتاتا ہوں جن کے پڑھنے سے اللہ تجھے نفع دے گا۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا جب تو بستر پر آئے تو آیۃ الکرسی پڑھ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھ پر ایک محافظ ہو گا، اور شیطان

1۔ معجم کبیر، جلد 4، صفحہ 163 (4014)

تیرے قریب نہیں آئے گا حتی کہ صبح ہو جائے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس نے یہ بات سچ کہی ہے لیکن ہے بڑا جھوٹا (1)۔

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، میرے لئے خوراک پڑی تھی لیکن اس میں (دن بدن) نقصان ہو رہا تھا۔ میں رات کو چھپ کر بیٹھ گیا تو ایک جنیہ دیکھی، میں اس پر جھپٹا اور اسے پکڑ لیا، میں نے کہا میں تجھے نہیں چھوڑوں گا حتی کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے جاؤں گا۔ اس نے کہا میں ایک عورت ہوں جس کے بہت سے بچے ہیں۔ آج مجھے چھوڑ دے پھر کبھی نہیں آؤں گی۔ وہ دوسری اور تیسری مرتبہ آئی اور کہنے لگی آج مجھے چھوڑ دے، میں تجھے ایک ایسی چیز سکھاؤں گی جب تو وہ پڑھے گا تو تیرے سامان کے قریب ہم میں سے کوئی بھی نہیں آسکے گا۔ جب تو بستر پر سونے کے لئے جائے تو اپنے اوپر اور اپنے مال پر آیۃ الکرسی پڑھ۔ میں نے اس ذکر کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو فرمایا یہ بات اس نے سچی کہی ہے لیکن ہے بہت جھوٹی (2)۔

امام سعید بن منصور، حاکم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورۂ بقرہ میں ایک آیت ہے جو قرآنی آیات کی سردار ہے، وہ جس گھر میں پڑھی جاتی ہے اس سے شیطان نکل جاتا ہے اور وہ آیت آیۃ الکرسی ہے (3)۔

امام دارمی اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے صبح (حم، المومن) الیہ المصیر تک پڑھی اور آیۃ الکرسی پڑھی وہ شام تک ان آیات کی وجہ سے محفوظ رہے گا اور جو شام کے وقت یہ آیات پڑھے گا وہ صبح تک محفوظ رہے گا (4)۔

امام بخاری نے تاریخ میں اور ابن الضریس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے مجھے آیۃ الکرسی عرش کے نیچے سے عطا کی گئی ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں، دینوری نے المجالسہ میں حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میرے پاس جبریل آیا اور کہا کہ ایک جن آپ سے مکاری کرے گا۔ پس آپ جب بستر پر جائیں تو آیۃ الکرسی پڑھ لیں۔

امام ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں ابوالشیخ نے العظمہ میں ابن اسحاق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زید بن ثابت ایک رات اپنے باغ کی طرف گئے تو اس میں آپ نے آواز سنی، آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ ایک جن نے کہا ہمیں قحط سالی کا سامنا ہے۔ پس میں نے ارادہ کیا کہ انسانوں کے پھلوں سے کچھ لے لوں، پس تم ہمارے لئے یہ حلال کر دو۔ حضرت زید نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر زید بن ثابت نے پوچھا کیا تم ہمیں بتا سکتے ہو کہ کون سی چیز ہمیں تم سے بچا سکتی ہے؟ اس نے کہا آیۃ الکرسی۔

1۔ صحیح بخاری، کتاب الوکالۃ، جلد 1، صفحہ 310، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد

2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 111، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 285 (3026) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 8، صفحہ 2879، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابوعبید نے سلمہ بن قیس سے روایت کیا ہے اور یہ ایلیاء کے پہلے امیر تھے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تورات، انجیل، زبور میں اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۔ سے عظیم آیۃ نازل نہیں فرمائی۔

امام ابن الضریس نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کا بھائی فوت ہوگیا تو اس نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ کون سا عمل بہتر ہے؟ فوت شدہ بھائی نے کہا قرآن۔ پھر پوچھا قرآن کی کون سی آیت؟ تو اس نے کہا آیۃ الکرسی اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۔ پھر پوچھا تم ہمارے لئے کس چیز کی امید رکھتے ہو؟ فرمایا ہاں تم عمل کرتے ہو اور تم جانتے نہیں ہو اور ہم جانتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔

امام ابن الضریس نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو شخص بستر پر آیۃ الکرسی پڑھتا ہے اس کے اوپر دو فرشتے مقرر کئے جاتے ہیں جو صبح تک اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے العظمۃ میں، ابن مردویہ اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، کہ بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ کیا آپ کا رب سوتا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ سے ڈرو! اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے موسیٰ انہوں نے تجھ سے پوچھا ہے کہ کیا تمہارا رب سوتا ہے۔ آپ اپنے ہاتھوں میں دو شیشے لیں اور رات کو اٹھیں موسیٰ علیہ اسلام نے ایسا ہی کیا۔ جب رات کا تیسرا حصہ گزر گیا تو موسیٰ علیہ السلام اونگھنے لگے اور اپنے گھٹنوں پر گرنے لگے۔ پھر آپ اٹھے ان شیشوں کو تھام لیا حتیٰ کہ جب رات کا آخری وقت تھا تو پھر آپ اونگھنے لگے آپ کے ہاتھ سے وہ دونوں شیشے گر گئے اور ٹوٹ گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اگر میں سوتا تو آسمان اور زمین گر جاتے اور ہلاک ہو جاتے جس طرح آپ کے ہاتھ میں شیشے ہلاک ہوگئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آیۃ الکرسی نازل فرمائی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَلْحَيُّ کا معنی ہے وہ ذات جو زندہ ہے اور کبھی اس پر موت طاری نہ ہوگی، الْقَيُّوْمُ ہر چیز کو قائم کرتا ہے اور ہر چیز کی نگرانی کرتا ہے، رزق دیتا ہے اور حفاظت کرتا ہے(1)۔

امام ابن آدم بن ابی آیاس، ابن جریر اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الْقَيُّوْمُ کا معنی اَلْقَائِمُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ یعنی ہر چیز کانگران ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم اور الحسن رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ الْقَيُّوْمُ کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسی ذات ہے جس کو زوال نہیں ہے۔

امام ابن الانباری نے المصاحف میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اَلْحَيُّ وہ ذات جس پر موت طاری نہیں ہوتی الْقَيُّوْمُ وہ ذات جس کا کوئی بدل نہیں ہے۔

امام آدم بن ابی ایاس، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے العظمۃ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ فرماتے ہیں سِنَةٌ سے مراد اونگھ ہے اور نَوْمٌ سے مراد نیند ہے(3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 10-9 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 10

3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 11

ابن الانباری نے کتاب الوقف والابتداء میں اور الطستی نے اپنے مسائل میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ان سے پوچھا کہ مجھے لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ کے ارشاد کے متعلق بتایئے، ابن عباس نے فرمایا الوسنان وہ شخص ہوتا ہے جو سونے والا ہو لیکن ابھی مکمل سویا نہ ہو، نافع نے کہا عرب اس کا یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا ہاں کیا تو نے زہیر بن ابی سلمہ کا یہ شعر نہیں سنا۔ طویل زمانہ میں اسے اونگھ نہیں آئی اور وہ نہ سوتا اور نہ اس کا امر ختم ہوتا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے متعلق روایت کیا ہے کہ السنة سے مراد اونگھ ہے اور نوم سے مراد استثقال (گہری نیند) ہے(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں السنة اس ہوا کو کہتے ہیں جو چہرے پر پڑتی ہے تو انسان اونگھنے لگ جاتا ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ یعنی وہ کمزور نہیں پڑتا۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ یعنی اس کی اجازت کے بغیر کون اس کی بارگاہ میں بات کر سکتا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ یعنی وہ جانتا ہے جو دنیا کا حصہ گزر چکا ہے وَ مَا خَلْفَهُمْ اور وہ آخرت کو بھی جانتا ہے(3)۔

امام ابن ابی حاتم نے العوفی کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ یعنی جو انہوں نے پہلے اعمال کئے وَ مَا خَلْفَهُمْ اور جو انہوں نے اعمال ضائع کر دیئے۔

امام ابن جریر نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ یعنی وہ اس کے علم سے کچھ نہیں جانتے اِلَّا بِمَا شَآءَ مگر وہ جو انہیں خود بتائے(4)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فرماتے ہیں كُرْسِیُّهُ سے مراد اس کا علم ہے۔ آپ یہ ارشاد نہیں دیکھتے وَ لَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا۔(5)

امام الخطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ سے وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ کا مفہوم پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا كُرْسِیُّهُ سے مراد قدم رکھنے کی جگہ ہے اور العرش اس کی قدر کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، الطبرانی، ابوالشیخ، حاکم، خطیب اور بیہقی نے حضرت ابن عباس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 12 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 13
4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 14 5۔ ایضاً

رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الکرسی سے مراد قدموں کی جگہ ہے اور عرش کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابو الشیخ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کرسی سے مراد قدموں کی جگہ ہے اور اس کی اس طرح چر چراہٹ ہے جیسے کجاوے کی چر چراہٹ ہوتی ہے، میں نے کہا یہ علی سبیل الاستعارہ ہے، اللہ تعالیٰ تشبیہ سے پاک ہے اور جو روایت ابن جریر نے الضحاک سے نقل کی ہے وہ اس کی وضاحت کرتی ہے فرمایا کرسیہ سے مراد وہ ہے جو عرش کے نیچے رکھی ہوئی ہے یہ وہ چیز ہے جس پر بادشاہ اپنے قدم رکھتے ہیں (1)۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر سات آسمان اور سات زمینیں اگر پھیل جائیں اور ایک دسرے سے جڑ جائیں تو پھر بھی کرسی کی وسعت کو نہیں پا سکتیں بلکہ یہ (کرسی کے مقابلہ میں) صحرا میں (انگوٹھی کے) حلقہ کی طرح ہے۔

امام ابن جریر، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرسی کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر ساتوں آسمان، ساتوں زمینیں کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے صحرا میں گرا ہوا ایک حلقہ اور الکرسی پر العرش کو ایسی فضیلت ہے جیسے (انگوٹھی کے) حلقہ پر صحرا کو (طوالت) کے اعتبار سے فضیلت ہے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی عاصم نے السنۃ میں، البزار، ابو یعلی، ابن جریر، ابو الشیخ، طبرانی، ابن مردویہ اور الضیاء المقدسی نے المختارہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے جنت میں داخل کرے، اللہ تعالیٰ کی شان بیان فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کی کرسی، آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور اس میں اس طرح چر چراہٹ ہے جیسے نئے کجاوے کی چر چراہٹ ہوتی ہے جب اس پر سوار ہوا جاتا ہے اور وہ بوجھ کی وجہ سے چر چراتا ہے اس سے چار انگلیوں کے برابر جگہ خالی نہیں ہے (3)۔

امام ابو الشیخ نے العظمہ میں اور ابو نعیم نے الحلیہ میں ایک کمزور سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ کرسی موتی ہے اور قلم موتی ہے اور قلم کا طول سات سو سال ہے اور کرسی کا سول اتنا ہے کہ جاننے والے بھی نہیں جانتے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کرسی، عرش کے نیچے ہے۔

امام ابو الشیخ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کرسی، عرش کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور تمام پانی کرسی کے جوف میں ہے۔

امام ابو الشیخ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سورج کرسی کے نور کا سترواں جزء ہے اور کرسی، عرش کے نور کا سترواں جزء ہے۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابو الشیخ اور البیہقی نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آسمان اور زمین،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 15-14　2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 15　3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 15

کرسی میں اس طرح ہے جیسے صحرائی زمین میں (انگوٹھی کا) حلقہ اور عرش میں کرسی کا مقام اس طرح ہے جیسے صحرا میں حلقہ (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آسمان اور زمینیں کرسی کے جوف میں ہیں اور کرسی، عرش کے سامنے ہے (2)۔

امام ابن المنذر، ابوالشیخ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ مقام محمود کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے لائق) کرسی پر نزول فرمائے گا اور کرسی سے اس طرح چرچراہٹ کی آواز آئے گی جیسے نئے کجاوے سے تنگی کی وجہ سے آواز آتی ہے اور وہ کرسی آسمان اور زمین جتنی وسیع ہے۔

امام ابن جریر نے الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت الحسن فرماتے تھے الکرسی ہی عرش ہے (3)۔

امام بیہقی نے الاسماء والصفات میں سدی کے طریق سے ابو مالک سے اور حضرت ابو صالح عن ابن عباس عن مرۃ الہمدانی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ الْقَيُّوْمُ سے مراد قائم کرنے والا ہے اور السنة سے مراد نیند کی ہوا ہے جو چہرے پر پڑتی ہے اور انسان اونگھنے لگ جاتا ہے۔ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ سے مراد دنیا ہے اور وَ مَا خَلْفَهُمْ سے مراد آخرت ہے۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ یعنی وہ اس کے علم سے کچھ نہیں جانتے مگر وہ جو اس نے انہیں خود سکھایا وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سارے آسمان اور زمین کرسی کے پیٹ میں ہیں اور کرسی عرش کے سامنے ہے اور کرسی قدموں کی جگہ ہے لَا يَئُوْدُهٗ یعنی اس پر بوجھل نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے العظمہ میں اور بیہقی نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فرماتے ہیں وہ چٹان جو ساتوں زمین کے نیچے ہے اور منتہائے خلق اس کے کناروں پر ہے اور اس پر چار فرشتے مقرر ہیں ان میں سے ہر ایک کے چار چہرے ہیں ایک انسان کا چہرہ، ایک شیر کا چہرہ، ایک بیل کا چہرہ اور ایک گدھ کا چہرہ وہ سب اس چٹان پر کھڑے ہیں اور زمینوں اور آسمانوں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور ان فرشتوں کے سر کرسی کے نیچے ہیں اور کرسی عرش کے نیچے ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر اپنی کرسی رکھے ہوئے ہے، امام بیہقی فرماتے ہیں یہ دو کرسیوں کی طرف اشارہ ہے، ایک عرش کے نیچے ہے اور دوسری عرش پر رکھی ہوئی ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا یعنی اس کی حفاظت اس پر بوجھل نہیں ہے (4)۔

امام الطستی نے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا کے متعلق پوچھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کا معنی ہے لَا يُثْقِلُهٗ (یعنی اس پر بوجھل نہیں ہے) حضرت نافع رحمہ اللہ نے پوچھا عرب یہ معنی جانتے ہیں فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 952، مطبوعہ دار الصمیعی السعودیہ
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 15
3۔ ایضاً
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 17

يُعْطِي الْمِئِيْنَ وَلَا يَؤُوْدُهُ حَمْلُهَا مَحْضُ الضَّرَائِبِ مَاجِدُ الْأَخْلَاقِ

وہ دو دو سو دیتا ہے اور اس کا اٹھانا اس پر بوجھل نہیں ہے اس کے محصولات خالص ہیں اور وہ اچھے اخلاق کا مالک ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لَا يَئُوْدُهٗ کا معنی لَا يُكْرِثُهٗ ہے۔

امام ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الْعَظِيْمُ وہ ذات جو عظمت میں کمال کو پہنچی ہوئی ہو (1)۔

لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝٢٥٦

''کوئی زبردستی نہیں ہے دین میں بے شک خوب واضح ہوگئی ہے ہدایت گمراہی سے۔ تو جو انکار کرے گا شیطان کا اور ایمان لائے اللہ کے ساتھ تو اس نے پکڑ لیا مضبوط حلقہ جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے''۔

امام ابو داؤد، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، النحاس، ابن مندہ (غرائب شعبہ میں)، ابن حبان، ابن مردویہ، بیہقی (سنن میں) اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انصار کی ایک عورت تھی جس کے بچے زندہ نہ رہتے تھے۔ اس نے اپنے اوپر یہ لازم کرلیا کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہے گا تو وہ اسے یہودی بنائے گی۔ جب بنی نضیر جلاوطن ہوئے تو ان میں انصار کے بیٹے بھی تھے، انہوں نے کہا ہم اپنے بیٹے نہیں چھوڑیں گے۔ اس پر یہ آیت لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ نازل ہوئی (1)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت خاص طور پر انصار کے متعلق نازل ہوئی، ان کی ایک عورت نے نذر مانی کہ اگر اس کا بچہ پیدا ہوگا تو وہ اسے یہودی بنا دے گی، اس سے وہ بچے کی عمر کی طوالت چاہتی تھی، پھر جب اسلام آیا تو انصار میں سے کچھ لوگ یہود میں تھے، جب بنو نضیر جلاوطن ہوئے تو انصار نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیٹے اور ہمارے بھائی ان میں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے تو یہ آیت نازل ہوگئی لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ساتھیوں کو اختیار دیا گیا ہے، اگر وہ تمہیں اختیار کریں تو وہ تم میں سے ہیں، اگر وہ یہود کو اختیار کریں تو ان سے ہیں۔ پس ان کو یہود کے ساتھ جلاوطن کر دیا (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری عورت تھی جس کے بچے زندہ نہیں رہتے تھے، اس نے نذر مانی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہے گا تو اسے اہل کتاب کے دین پر رکھے گی۔ اسلام آیا تو انصار کے بچے یہود کے دین پر تھے، انہوں نے کہا ہم نے انہیں یہود کے دین پر چھوڑا تھا کیونکہ ہم اس وقت ان کے دین کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 18 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 20 3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 21

اپنے دین سے افضل سمجھتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی نعمت عطا فرمائی ہے ہم ان کو اسلام کے قبول کرنے پر مجبور کریں گے اس پر لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کا ارشاد نازل ہوا۔ پس جب بنی نضیر کی جلاوطنی کا فیصلہ ہوا تو جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا وہ یہود کے ساتھ چلے گئے اور جنہوں نے اسلام قبول کر لیا وہ باقی رہے (1)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انصار کے کچھ لوگوں نے بنی قریظہ میں دودھ پیا تھا اور وہ ان کے دین پر قائم تھے۔ پھر جب اسلام آیا تو ان کے گھر والوں نے انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے ایک دوسرے طریق سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نضیر نے اوس کے کئی مردوں کو دودھ پلایا تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نضیر کی جلاوطنی کا حکم فرمایا تو اوس میں سے جو ان کے رضاعی بیٹے تھے انہوں نے کہا ہم بھی ان کے ساتھ جائیں گے اور ان کا دین اختیار کریں گے۔ ان کے گھر والوں نے انہیں منع کیا اور اسلام پر انہیں مجبور کیا، ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی (1)۔

امام ابن جریر نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے بنی نضیر میں دودھ پیا تھا۔ جب بنی نضیر کو جلاوطنی کا حکم ملا تو انصار نے اپنے ان لوگوں کو اپنے دین (دین اسلام) کے قبول کرانے کا ارادہ کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (4)۔

امام ابن اسحٰق اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ بنی سالم بن عوف کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی جس کو الحصین کہا جاتا تھا، اس کے دو بیٹے نصرانی تھے اور وہ خود مسلمان تھا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی میں اپنے ان دو بیٹوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کروں؟ انہوں نے نصرانیت کے سوا کسی دین کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (5)۔

امام عبد بن حمید نے عبد اللہ بن عبیدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک بنی سالم بن عوف کا شخص تھا جس کے دو بیٹے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے نصرانی تھے۔ جب وہ نصرانیوں کے ساتھ مدینہ طیبہ میں طعام لے کر آئے تو ان کے باپ نے انہیں دیکھ لیا اور ان کو نصرانیوں سے چھین لیا، باپ نے کہا میں ان کو نہیں چھوڑوں گا حتی کہ یہ اسلام قبول کر لیں۔ بیٹوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا، وہ جھگڑا لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے۔ اس انصاری شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میرا بعض دوزخ میں جائے اور میں دیکھ رہا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس نے بیٹوں کا راستہ چھوڑ دیا۔

امام ابو داؤد نے ناسخ میں، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت نقل کیا ہے کہ یہ آیت ایک ابو الحصین نامی شخص کے متعلق نازل ہوئی، جس کے دو بیٹے تھے۔ شام کے تاجر مدینہ طیبہ زیتون کا تیل بیچنے کے لئے آئے اور تیل فروخت کرنے کے بعد واپس جانے لگے تو ان کے پاس ابو الحصین کے بیٹے آئے تو انہوں نے انہیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 22 2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 960
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 21 4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 22 5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 20

نصرانیت کی تبلیغ کی۔ اور نصرانی ہوگئے وہ دونوں ان کے ساتھ شام چلے گئے۔ ان کا باپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے دو بیٹے نصرانی ہوگئے ہیں اور کہیں چلے گئے ہیں۔ کیا میں ان کو تلاش کروں، آپ ﷺ نے فرمایا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ابھی تک اہل کتاب سے جنگ کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اپنی رحمت سے دور کرے۔ یہ دونوں ایسے شخص تھے جنہوں نے سب سے پہلے کفر کیا تھا ابوالحصین کو بہت پریشانی ہوئی جب انہیں نبی کریم ﷺ نے اپنے بیٹوں کی تلاش کی اجازت نہ دی اس پر آیت نازل ہوئی فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء: 65) پس (اے مصطفیٰ) تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے۔ یہاں تک کہ حاکم بنائیں آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو پھوٹ پڑا ان کے درمیان'' پھر لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کا حکم بعد میں منسوخ ہوگیا اور اہل کتاب سے سورۂ برأت میں جنگ کرنے کا حکم دیا گیا (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ یہ اس وقت حکم تھا جب لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور اہل کتاب نے جزیہ دیا (2)۔

امام عبد بن حمید، ابوداؤد اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عربوں کا کوئی دین نہیں تھا۔ پس انہیں تلوار کے ذریعے دین پر مجبور کیا گیا۔ فرمایا یہود، نصاریٰ اور مجوس کو مجبور نہ کرو جب وہ جزیہ ادا کریں (3)۔

امام سعید بن منصور نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کہ اہل کتاب کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائے (4)۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت وسق الرومی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، وہ مجھے فرماتے تھے کہ اسلام قبول کر اگر تو اسلام قبول کر لے گا تو میں مسلمانوں کی امانتوں پر تجھ سے مدد حاصل کروں گا، میں مسلمانوں کی امانتوں پر اس شخص سے مدد حاصل نہیں کرتا جو مسلمانوں میں سے نہ ہو۔ میں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو حضرت عمر نے مجھے فرمایا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ (5)

امام النحاس نے حضرت اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ایک بوڑھی سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اسلام قبول کر لے سلامت رہے گی۔ اس عورت نے انکار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ گواہ ہو جا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سلیمان بن موسیٰ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کو جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ (التوبۃ: 73) سے منسوخ کر دیا۔

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر نے حضرت حمید الاعرج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ پڑھتے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 21 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 23 3۔ ایضاً
4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 961 5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 962

اور فرماتے میری قرأت مجاہد کی قرأت پر ہے(1)۔

امام الفریابی، سعید بن منصور، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ الطاغوت سے مراد شیطان ہے(2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے طواغیت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا وہ کاہن ہیں جن پر شیطان نازل ہوتے ہیں(3)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الطاغوت سے مراد کاہن ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الطاغوت سے مراد ساحر (جادوگر) ہے(4)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں (الطاغوت) انسان کی صورت میں شیطان ہے، لوگ اس کے پاس فیصلے لے کر آتے ہیں اور وہ ان کے معاملات کا مالک ہوتا ہے(5)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الطاغوت سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے **فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى** کہ عروۃ وثقی سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے(6)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ عروۃ وثقی سے مراد قرآن ہے(7)۔

امام سفیان، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے العروۃ الوثقی سے مراد ایمان ہے اور سفیان کے الفاظ میں کلمۂ اخلاص ہے۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک خواب دیکھا، میں نے دیکھا کہ میں ایک سرسبز و شاداب باغ میں ہوں اور اس کے درمیان میں ایک لوہے کا ستون ہے جس کا نچلا حصہ زمین میں ہے اور اوپر والا حصہ آسمان میں ہے اور اس کے سر پر عروہ (زنجیر) ہے۔ مجھے کہا گیا اس پر چڑھ، میں چڑھا حتی کہ میں نے اس عروہ کو پکڑ لیا، فرمایا عروہ کو مضبوطی سے میں نے پکڑا، پھر میں بیدار ہوا تو وہ عروہ میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے یہ خواب رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا باغ سے مراد اسلام کا باغ ہے اور عمود (ستون) سے مراد ستون اسلام ہے اور عروہ سے مراد العروۃ الوثقی ہے تو مرتے دم تک اسلام پر رہے گا(8)۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 965 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 24 3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 25

4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 25 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 26

7۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 126 (30017) مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

8۔ صحیح مسلم، جلد 16، صفحہ 36-35 (2484) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن عساکر نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی اقتداء کرو جو میرے بعد آنے والے ہیں (یعنی) ابوبکر و عمر (کی اقتداء کرو) وہ دونوں اللہ کی لمبی رسی ہیں جنہوں نے ان دونوں کو پکڑ لیا انہوں نے عروۃ وثقی کو پکڑ لیا، جس کے لئے ٹوٹنا نہیں ہے (1)۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں القدر (تقدیر) توحید کا نظام ہے جس نے القدر کا انکار کیا پس اس کا تقدیر کا انکار توحید میں نقص ہے، جب اللہ کو ایک تسلیم کیا اور تقدیر پر ایمان لایا تو یہ عروہ وثقی ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے لَا انْفِصَامَ لَهَا کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا دخول جنت کے سوا اس کے لئے انقطاع نہیں ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

"اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا نکال لے جاتا ہے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف اور جنہوں نے کفر کیا ان کے ساتھی شیطان ہیں نکال لے جاتے ہیں انہیں نور سے اندھیروں کی طرف۔ یہی لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

امام ابن المنذر اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے اور الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد وہ لوگ ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ پھر جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معبوث کیا گیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے مجاہد اور مقسم رحمہما اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں الظُّلُمٰتِ سے مراد گمراہی اور النُّوْرِ سے مراد ہدایت ہے (3)۔

امام ابن جریر اور الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الظُّلُمٰتِ سے مراد کفر ہے اور النُّوْرِ سے مراد ایمان ہے (4)۔

امام ابوالشیخ نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت میں ظلمات و نور سے مراد کفر و ایمان ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے موسیٰ بن عبیدہ عن ایوب بن خالد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل اہواء اٹھیں گے اور فتنے نکالیں گے۔ پس جس کی خواہش ایمان ہوگی اس کا فتنہ سفید اور روشن ہوگا، جس کی خواہش کفر ہوگی اس کا فتنہ تاریک ہوگا۔ پھر

1۔ مجمع الزوائد، باب فضل الخلفاء جلد 9، صفحہ 40 (14356) مطبوعہ دار الفکر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 29
3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 28
4۔ ایضاً

یہ آیت کریمہ تلاوت کی۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ

''کیا نہ دیکھا آپ نے (اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) اسے جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے ان کے رب کے بارے میں۔ اس وجہ سے کہ دی تھی اسے اللہ نے بادشاہی۔ جب کہ کہا ابراہیم (علیہ السلام) نے (اسے) کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ اس نے کہا میں بھی جلا سکتا ہوں اور مار سکتا ہوں۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نکالتا ہے سورج کو مشرق سے تو تو نکال لا اسے مغرب سے (یہ سن کر) ہوش اڑ گئے اس کافر کے اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو''۔

امام الطیالسی اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے متعلق جھگڑا کیا تھا وہ نمرود بن کنعان تھا۔

امام ابن جریر نے مجاہد، قتادہ، ربیع اور سدی رحمہم اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے (1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ زمین میں سب سے پہلا جابر نمرود تھا۔ لوگ اس سے کھانا وصول کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ کھانا لینے کے لئے نکلے تو لوگ نمرود کے پاس سے گزرے تو اس نے پوچھا تمہارا رب کون ہے؟ لوگوں نے کہا تو ہمارا رب ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام گزرے تو اس نے پوچھا تیرا رب کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ نمرود نے کہا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ مشرق سے سورج کو طلوع کرتا ہے تو اسے مغرب سے طلوع کر، پس کافر مبہوت ہو گیا، نمرود نے ابراہیم کو کھانے کے بغیر لوٹا دیا۔ حضرت ابراہیم گھر والوں کی طرف آ رہے تھے تو آپ ایک ریت کے ٹیلے سے گزرے، آپ نے دل میں سوچا میں اس سے کچھ مٹی کیوں نہ لے لوں تاکہ اپنے گھر والوں کے پاس جاؤں تو ان کا دل خوش ہو جائے (کہ ابراہیم کھانا لا رہا ہے) آپ نے ریت اپنی زنبیل میں بھر لی اور گھر والوں کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے سامان رکھا اور سو گئے۔ آپ کی بیوی نے سامان کھولا تو اس میں بہت عمدہ کھانا تھا، ایسا کھانا کبھی کسی نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ اس نے اس کھانے سے کچھ تیار کر کے حضرت ابراہیم کو پیش کیا۔ حضرت ابراہیم کو علم تھا کہ گھر والوں کے پاس کھانا نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ بیوی نے کہا یہ وہی کھانا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 31

ہے جو آپ لائے ہیں، آپ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، آپ نے اللہ کی حمد فرمائی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس جابر بادشاہ کی طرف ایک فرشتہ بھیجا کہ تو مجھ پر ایمان لے آ، میں تجھے تیری بادشاہی عطا کئے رکھوں گا کیا میرے سوا بھی کوئی رب ہے۔ اس جابر نے انکار کیا، دوسری مرتبہ فرشتہ یہی پیغام لایا تو اس نے پھر انکار کیا۔ پھر تیسری مرتبہ آیا تو اس نے پھر بھی انکار کیا۔ اس فرشتے نے اسے کہا تو تین دن تک اپنے لشکر جمع کر اس نے اپنے لشکر جمع کئے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو حکم دیا کہ ان پر مچھروں کا دروازہ کھول دے۔ سورج طلوع ہوا لیکن مچھروں کی کثرت کی وجہ سے وہ سورج کو نہ دیکھ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے مچھروں کو ان پر مسلط کر دیا وہ اس کے لشکریوں کا گوشت کھا گئے اور خون چوس لیا، صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔ لیکن بادشاہ کو کچھ نہ ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک مچھر کو مسلط کیا جو اس کی ناک میں داخل ہو گیا۔ پس وہ چار سو سال اس کے سر میں ٹھہرا رہا۔ (سکون کے لئے) اس جابر کے سر کو ہتھوڑے سے مارا جاتا تھا۔ لوگ اس کے لشکر کا اس سے افسوس کرتے۔ پھر وہ اپنے ہاتھ اپنے سر پر مارتا۔ وہ چار سو سال تک جبر کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے اتنی مدت یعنی چار سو سال عذاب میں مبتلا رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے موت دی۔ یہ وہی شخص تھا جس نے آسمان کی طرف ایک محل بنایا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے اکھیڑ پھینکا تھا (1)۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن جریج عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے کہ جس نے ابراہیم علیہ السلام سے مناظرہ کیا تھا وہ نمرود بن کنعان تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ پہلا شخص تھا جو زمین میں بادشاہ بنا تھا، اس کے پاس دو آدمی لائے گئے، ایک کو اس نے قتل کر دیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ کہا میں اس طرح زندہ کرتا ہوں کہ میں جسے چاہوں چھوڑ دیتا ہوں اور مارتا ہوں، جسے چاہتا ہوں قتل کرتا ہوں۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے ہم کو بیان کیا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑنے والا بادشاہ نمرود بن کنعان تھا اور یہ وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے زمین میں ظلم و جبر کیا تھا اور اسی نے بابل میں محل بنایا تھا۔ ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ اس نے دو آدمیوں کو بلا کر ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا جسے چاہتا ہوں میں زندہ کرتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں قتل کرتا ہوں (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نمرود نے کہا میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔ جسے چاہتا ہوں قتل کر دیتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں، اسے زندہ چھوڑ دیتا ہوں اسے قتل نہیں کرتا۔ فرمایا زمین کے مشرق و مغرب کے چار افراد بادشاہ رہے ہیں۔ دو مومن تھے اور دو کافر تھے، مومن حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام اور ذوالقرنین۔ کافر بادشاہ یہ تھے بخت نصر اور نمرود بن کنعان۔ ان کے علاوہ کوئی پوری زمین کا مالک نہیں بنا (3)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب حضرت ابراہیم علیہ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 366 (328) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 31,32

3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 32

السلام آگ سے باہر تشریف لائے تو لوگ آپ کو بادشاہ کے پاس لے گئے، آپ کبھی اس کے پاس نہیں گئے تھے، اس نے آپ سے گفتگو کی اور پوچھا تیرا رب کون ہے؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ نمرود نے کہا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ میں چار افراد کو ایک کمرے میں داخل کرتا ہوں وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں حتی کہ جب بھوک سے ہلاک ہونے کے قریب آتے ہیں تو میں دو کو کھلاتا اور پلاتا ہوں وہ زندہ رہتے ہیں اور دوسرے دو کو اسی طرح بھوکا رکھتا ہوں تو وہ دونوں مر جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم جان گئے کہ یہ ایسا کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو مشرق سے سورج کو طلوع کرتا ہے تو اسے مغرب سے طلوع کر۔ کافر مبہوت ہو گیا اور کہنے لگا یہ شخص مجنون ہے، اسے دربار شاہی سے باہر لے جاؤ۔ کیا تم اس کو دیکھتے نہیں کہ اسی جنون کی وجہ سے اس نے تمہارے خداؤں کو توڑنے کی جرأت کی اور آگ نے بھی اسے نہیں کھایا۔ بادشاہ کو خوف لاحق ہوا کہ قوم کے سامنے کہیں (ابراہیم علیہ السلام) اسے رسوا نہ کر دیں (1)۔

امام ابو الشیخ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ایمان کی طرف ہدایت نہیں دیتا۔

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۭ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٢٥٩

"یا (کیا نہ دیکھا) اس شخص کو جو گزرا ایک بستی پر درآں حال کہ وہ گری پڑی تھی اپنی چھتوں کے بل۔ کہنے لگا کیونکر زندہ کرے گا اسے اللہ تعالیٰ اس کے ہلاک ہونے کے بعد۔ سو مردہ رکھا اسے اللہ تعالیٰ نے سو سال تک پھر زندہ کیا اسے۔ فرمایا کتنی مدت تو یہاں ٹھہرا رہا؟ اس نے عرض کی میں ٹھہرا ہوں گا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ اللہ نے فرمایا نہیں بلکہ ٹھہرا رہا ہے تو سو سال اب (ذرا) دیکھ اپنے کھانے اور اپنے پینے (کے سامان) کی طرف یہ باسی نہیں ہوا اور دیکھ اپنے گدھے کو اور یہ سب اس لئے کہ ہم بنائیں تجھے نشان لوگوں کے لئے اور دیکھ ان ہڈیوں کو کہ ہم کیسے جوڑتے ہیں انہیں پھر (کیسے) ہم پہناتے ہیں انہیں گوشت۔ پھر جب حقیقت روشن ہو گئی اس کے لئے (تو) اس نے کہا میں جان گیا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 34

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ کہ حضرت عزیر علیہ السلام اپنے شہر سے نکلے جب کہ آپ جوان تھے۔ آپ ایک ویران شہر کے پاس سے گزرے جس کی چھتیں گری پڑی تھیں، کہنے لگے اللہ تعالیٰ اس کے تباہ ہونے کے بعد انہیں کیسے زندہ کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو سو سال تک مار دیا۔ پھر انہیں دوبارہ زندہ کیا۔ سب سے پہلے آپ کی آنکھیں بنائی گئیں۔ آپ اپنی ہڈیوں کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ ایک دوسرے سے جڑنے لگیں۔ پھر انہیں گوشت پہنایا گیا۔ پھر آپ کے اندر روح پھونکی گئی۔ پھر آپ سے پوچھا گیا آپ کتنا عرصہ ٹھہرے رہے؟ عرض کی ایک دن یا دن کا بعض حصہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں بلکہ تم سو سال ٹھہرے رہے۔ آپ پھر اپنے شہر میں آئے، آپ کا ایک موچی پڑوسی تھا جو اس وقت جوان تھا۔ آپ پہنچے تو بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔

امام اسحٰق بن بشر، الخطیب اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سو سال تک موت دی پھر دوبارہ اٹھایا۔

امام ابن جریر اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عزیر بن سروخا وہ شخص ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ (الآیۃ)(1)

امام ابن جریر نے عکرمہ، قتادہ، سلیمان بن بریدہ، الضحاک اور السدی رحمہم اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے(2)۔

امام اسحٰق بن بشر اور ابن عساکر نے ابن عباس، کعب، الحسن اور وہب رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے، بعض کی روایت بعض سے زیادہ ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام صالح، حکیم آدمی تھے۔ ایک دن اپنی زمین کی طرف نکلے جس کی وہ دیکھ بھال کرتے تھے۔ جب آپ واپس آ رہے تھے تو ایک ویران جگہ پہنچے ظہر کے وقت آپ کو گرمی محسوس ہوئی۔ آپ اس ویرانہ میں داخل ہو گئے۔ آپ گدھے پر سوار تھے۔ آپ اپنے گدھے سے اترے۔ آپ کے پاس ایک ٹوکری تھی جس میں انجیر تھا اور ایک ٹوکری میں انگور تھے۔ آپ اس کھنڈر کے سایہ میں اترے اور آپ نے اپنے پاس موجود ایک پیالا نکالا، اس میں آپ نے انگور نچوڑا۔ پھر خشک روٹی نکالی اور اس پیالہ میں انگور کے رس میں ڈال دی تا کہ تر ہو جائے اور آپ کھا سکیں۔ اس کے بعد آپ گدی کے بل سو گئے اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگالی اور ان گھروں کی چھت کو دیکھنے لگے۔ آپ نے جو کچھ ان کے اندر تھا اسے دیکھا، وہ گھر اپنی چھتوں پر گرے پڑے تھے اور ان کے اہل ہلاک ہو چکے تھے۔ آپ نے پرانی ہڈیاں دیکھیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ ان کے مرنے کے بعد انہیں کیسے زندہ کرے گا آپ نے یہ جملہ اللہ تعالیٰ کے زندہ کرنے کے متعلق شک کی بنا پر نہیں کہا تھا بلکہ آپ نے تعجب کے طور پر کہا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا اور اس کی روح قبض کر لی۔ انہیں سو سال تک موت میں رکھا۔ پھر جب سو سال گزر گئے، اس دوران بنی اسرائیل میں کئی نئے کام پیدا ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عزیر علیہ السلام کی طرف ایک فرشتہ بھیجا۔ اس نے آپ کے دل کو پیدا کیا تا کہ آپ معاملہ سمجھ سکیں اور آنکھوں کو پیدا کیا تا کہ آپ دیکھ بھی سکیں کہ اللہ تعالیٰ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 36 2۔ ایضاً

مردوں کو کیسے زندہ کرے گا۔ پھر اس نے آپ کے دوسرے اعضاء مکمل کیے۔ جب آپ یہ سب دیکھ رہے تھے۔ پھر اس نے آپ کی ہڈیوں کو گوشت، بال اور کھال پہنائی پھر روح پھونکی۔ یہ سب کچھ آپ دیکھ رہے تھے۔ آپ سیدھے بیٹھ گئے، فرشتے نے آپ سے کہا آپ کتنا ٹھہرے ہیں؟ آپ نے کہا ایک دن۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ دوپہر کے وقت سوئے تھے اور دن کے آخری حصہ میں اٹھے تھے۔ ابھی سورج غائب نہیں ہوا تھا۔ پھر آپ نے کہا بلکہ دن کا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں اور مجھ پر ایک دن مکمل نہیں ہوا ہے۔ فرشتے نے کہا بلکہ آپ سو سال ٹھہرے ہیں اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ خشک روٹی، انگوروں کا رس جو پیالے میں تھے وہ اپنی حالت پر پڑے ہیں، نہ شیرہ میں کچھ تغیر پیدا ہوا ہے اور نہ روٹی میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔ لَمْ یَتَسَنَّهْ کا یہی مطلب ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اسی طرح انجیر اور انگور بھی اپنی حالت پر تھے، گویا آپ نے دل میں اس بات کو عجیب سمجھا۔ فرشتے نے کہا آپ نے میری بات کو عجیب سمجھا ہے، ذرا اپنے گدھے کی طرف دیکھو، آپ نے دیکھا تو اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی تھیں اور کھوکھلی ہو چکی تھیں۔ فرشتے نے ہڈیوں کو بلایا تو وہ ہر طرف سے آنا شروع ہو گئیں حتی کہ اس فرشتے نے ہڈیوں کو جوڑ دیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام دیکھ رہے تھے۔ پھر اس فرشتہ نے ان ہڈیوں کو رگیں اور پٹھے پہنائیں، پھر گوشت چڑھایا، پھر جلد اور بال اگائے، پھر اس میں فرشتے نے روح پھونکی، وہ گدھا آسمان کی طرف سر اور کان اٹھائے ہینگتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا، میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے یعنی اپنے گدھے کی ہڈیوں کی طرف دیکھ تمام اپنی اپنی جگہ پر جڑ گئی ہیں حتی کہ جب ڈھانچہ تیار ہو گیا تو فرمایا دیکھ ہم اسے کیسے گوشت پہناتے ہیں۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

پھر آپ گدھے پر سوار ہو کر اپنے محلہ میں آئے تو لوگ آپ کو نہ پہچان سکے، آپ چلتے چلتے اپنے گھر کے پاس پہنچے، وہاں ایک اپاہج اندھی بوڑھی عورت بیٹھی تھی۔ اس پر ایک سو بیس سال گزر چکے تھے۔ وہ ان کی لونڈی تھی۔ جب حضرت عزیر گھر سے نکلے تھے وہ بیس سال کی لڑکی تھی۔ اس وقت وہ آپ کو پہچانتی اور سمجھتی تھی۔ حضرت عزیر نے اس سے پوچھا کیا یہ عزیر کا گھر ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ وہ رونے لگی اور کہا میں نے اتنے سال سے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے عزیر کا ذکر کیا ہو، لوگ تو عزیر کو بھول چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں عزیر ہوں۔ اس نے کہا سبحان اللہ! عزیر کو تو ہم سو سال سے گم کر چکے ہیں، ہم نے اس کا ذکر بھی کبھی نہیں سنا، آپ نے فرمایا میں عزیر ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے سو سال موت میں رکھا۔ پھر مجھے زندہ کیا۔ اس نے کہا عزیر مستجاب الدعوۃ تھا، وہ مریض کے لئے اور مصیبت زدہ کے لئے عافیت اور شفا کی دعا کرتا تھا، آپ دعا کریں اللہ تعالیٰ میری بصارت لوٹا دے تاکہ میں آپ کو دیکھ لوں، اگر تو عزیر ہو گا تو میں پہچان لوں گی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو اس کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ آپ نے اس کو ہاتھ سے پکڑا اور کہا اللہ کے اذن سے کھڑی ہو جا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ٹانگوں کو کھول دیا۔ پس وہ صحیح ہو کر کھڑی ہو گئی گویا رسی کھل گئی ہے۔ اس نے دیکھا اور کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ عزیر ہیں۔

وہ بنی اسرائیل کے محلہ میں گئی، وہ اپنی مجلس میں بیٹھے تھے۔ حضرت عزیر کا بیٹا ایک سو اٹھارہ سال کا بوڑھا تھا اور پوتے بھی

بوڑھے تھے۔ یہ سب مجلس میں بیٹھے تھے۔ اس عورت نے کہا یہ عزیر تمہارے پاس آچکا ہے۔ انہوں نے اس کی بات کو جھٹلایا۔ اس نے کہا میں تمہاری فلاں لونڈی ہوں، عزیر نے رب سے میرے لئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے میری نظر لوٹا دی اور میری ٹانگیں بھی درست کر دیں۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال موت میں رکھا ہے پھر زندہ کیا ہے۔

لوگ اٹھے آپ کی طرف گئے، آپ کو دیکھا، آپ کے بیٹے نے کہا میرے باپ کے کندھوں کے درمیان ایک سیاہ علامت تھی۔ کندھے سے کپڑا اٹھایا تو وہ عزیر ہی تھے۔ بنو اسرائیل نے کہا ہم میں عزیر کے علاوہ کوئی تورات کا حافظ نہیں تھا اور بخت نصر نے تورات کو جلا دیا تھا اور اس میں سے کوئی چیز باقی نہ تھی سوائے اس کے جو مردوں کو یاد تھی، آپ ہمارے لئے تورات لکھ دیں۔

آپ کے باپ سروخا نے تورات کو بخت نصر کے دور میں ایسی جگہ دفن کر دیا تھا کہ عزیر کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا، عزیر علیہ السلام لوگوں کو ساتھ لے کر اس جگہ گئے، اس کو کھودا اور تورات باہر نکالی ورق بوسیدہ ہو چکے تھے اور لکھائی مٹ چکی تھی، آپ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے اور بنو اسرائیل آپ کے ارد گرد بیٹھے تھے، آپ نے لوگوں کے لئے تورات نئے سرے سے لکھی، آسمان سے دو ستارے اترے حتی کہ آپ کے اندر داخل ہو گئے آپ کو تورات یاد ہو گئی، پس بنی اسرائیل کے لئے آپ نے تورات نئے سرے سے لکھی، اسی وجہ سے یہود نے کہا عزیر اللہ کے بیٹے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک)۔ اسی قول کی وجہ سے ستاروں کا اترنا، تورات کی تجدید، بنی اسرائیل کے لئے آپ کا قیام تھا، آپ نے حزقیل کے دیر میں عراق کی زمین میں ان کے لئے تورات لکھی تھی اور وہ دیہات جس میں آپ کا وصال ہوا تھا اسے سابر آباد کہا جاتا ہے۔ ابن عباس نے فرمایا وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ کا مطلب یہی ہے کہ بنی اسرائیل کے لئے آپ کو نشانی بنایا کیونکہ آپ چالیس سال کی عمر میں وصال فرما گئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو جوان ہی اٹھایا جیسا کہ آپ موت کے دن تھے۔

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبد اللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ کے متعلق روایت کیا ہے کہ یہ گزرنے والے نبی تھے جن کا نام ارمیا تھا (1)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب بیت المقدس کو کھنڈر بنا دیا گیا اور کتب جلا دی گئیں تو آپ ایک پہاڑ کے کنارے پر کھڑے ہوئے اور کہا اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو سو سال موت میں رکھا۔ پھر زندہ کیا اور پہلی حالت پر آباد کیا۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ ہڈیاں ایک دوسرے کے ساتھ کیسے جڑتی ہیں۔ پھر آپ نے ہڈیوں کی طرف دیکھا کہ ان کو پٹھے اور گوشت کیسے پہنایا جاتا ہے۔ پھر فرمایا اپنے کھانے، پینے کی اشیاء کو دیکھ اس میں کوئی تبدیل نہیں ہوئی، آپ کا کھانا ایک ٹوکری میں انجیر تھا اور گھڑے میں پانی تھا (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں قریہ سے مراد بیت المقدس ہے، اس کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 37　2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 43

پاس سے عزیر علیہ السلام گزرے تھے جب کہ اس کو بخت نصر نے ویران کر دیا تھا (1)۔

امام قتادہ، ضحاک اور ربیع رحمہم اللہ سے اسی کی مثل مروی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت محمد بن سلیمان السیاری رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ایک شافعی آدمی کو یہ کہتے سنا کہ وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے سو سال موت دی اور پھر زندہ کیا اس کا نام حزقیل بن بوزا تھا۔

امام اسحٰق بن بشر اور ابن عساکر نے الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہی عزیر اور بخت نصر کا معاملہ دور فترہ میں تھا۔

امام اسحٰق اور ابن عساکر نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عزیر کا معاملہ حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پیش آیا۔

امام اسحٰق بن بشر اور ابن عساکر نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عزیر اور بخت نصر کا واقعہ عیسیٰ اور سلیمان علیہما السلام کے درمیان پیش آیا۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن جریج عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے کہ خاویہ کا معنی خراب ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ خاویہ کا مطلب یہ ہے کہ ان میں کوئی بھی نہیں تھا، الضحاک سے مروی ہے کہ عروش سے مراد ان کی چھتیں ہیں۔

امام ابن جریر نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی تھیں (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے راویت کیا ہے اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فرماتے ہیں ان کے خراب ہونے کے بعد تو انہیں کیسے آباد کرے گا۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید اور بیہقی نے البعث میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ ان کا وصال چاشت کے وقت ہوا اور زندہ اس وقت ہوئے جب سورج غروب ہونے کے قریب تھا اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھیں پیدا کیں، وہ ان کے ساتھ ہڈیوں کو دیکھ رہے تھے کہ وہ اپنی جگہ پر کیسے جڑتی ہیں (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پہلے انہوں نے کہا میں ایک دن ٹھہرا رہا پھر توجہ کی اور سورج کا کچھ حصہ باقی دیکھا تو فرمایا دن کا کچھ حصہ رہا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ان کے ساتھ کھانا ایک ٹوکری انجیر کی تھی اور پینے کے لئے ایک مشکیزہ میں انگور کا شیرہ تھا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کھانا انجیر کی ٹوکری تھی اور پینے کے لئے ایک مشکیزہ شراب تھی۔

امام ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَمْ یَتَسَنَّهْ کا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 38 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 39 3۔ ایضاً 4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 966

معنی لَمۡ یَتَغَیَّرۡ روایت کیا ہے (یعنی وہ تبدیل نہیں ہوا) (1)

امام الطستی نے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے لَمۡ یَتَسَنَّہۡ کا معنی پوچھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس میں کئی سالوں نے کوئی تبدیلی پیدا نہ کی۔ حضرت نافع رحمہ اللہ نے کہا کیا یہ معنی عرب جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا

طَابَ مِنۡہُ الطَّعۡمُ وَ الرِّیۡحُ مَعًا لَنۡ تَرَاہُ یَتَغَیَّرۡ مِنۡ اٰسَنِ

اس کا ذائقہ اور خوشبو دونوں اچھی ہیں تو اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں دیکھے گا۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ لَمۡ یَتَسَنَّہۡ کا معنی یہ ہے کہ اس میں بدبو پیدا نہیں ہوئی (2)۔

امام ابن راہویہ نے اپنی مسند میں، ابو عبید نے الفضائل میں، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن الانباری نے المصاحف میں ہانی البربری مولی عثمان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے المصاحف لکھوائے تو انہیں تین آیات میں شک ہوا پس انہوں نے وہ بکری کے کندھے پر لکھ کر ابی بن کعب اور زید بن ثابت کی طرف بھیجیں۔ میں جب ان کے پاس گیا تو میں نے وہ آیات ابی بن کعب کو پیش کیں آپ نے انہیں پڑھا تو اس طرح لکھا ہوا تھا لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ (الروم: 30) حضرت ابی بن کعب نے اپنے ہاتھ سے ایک لام کو مٹا دیا اور اس طرح لکھا لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰہِ (الروم: 30) دوسری آیت یہ تھی فَانۡظُرۡ اِلٰی طَعَامِکَ وَ شَرَابِکَ لَمۡ یَتَسَنَّہۡ۔ حضرت ابی بن کعب نے ایک نون کو مٹایا اور اس طرح لکھا لَمۡ یَتَسَنَّہۡ اور تیسری آیت یہ تھی اس میں فَاَمۡہِلِ الۡکٰفِرِیۡنَ لکھا تھا آپ نے الف کو مٹایا اور فَمَہِّلِ لکھا۔ زید بن ثابت نے پھر ان آیات کو دیکھا اس کے بعد میں حضرت عثمان کے پاس گیا تو انہوں نے اس طرح مصاحف میں لکھ دیا (3)۔

امام ابو عبید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن الانباری نے ہانی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں حضرت عثمان اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کے درمیان پیغام رساں تھا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھو یہ لَمۡ یَتَسَنَّنۡ ہے یا لَمۡ یَتَسَنَّہۡ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس میں ہا لکھو (4)۔

امام سفیان بن عیینہ اور ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ لِنَجۡعَلَکَ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ فرمایا آپ لوگوں کے لئے نشانی اس طرح تھے کہ آپ ایک سو چالیس سال کے جوان تھے اور آپ کے پوتے سو سال کے بوڑھے تھے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کَیۡفَ نُنۡشِزُہَا یعنی ہم انہیں کیسے نکالیں گے (5)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سو سال کے بعد وہ کھانا خراب نہیں ہوا حالانکہ کھانے اور پینے کی چیز تھوڑی مدت میں بھی خراب ہو جاتی ہے، اُنۡظُرۡ اِلَی الۡعِظَامِ کَیۡفَ نُنۡشِزُہَا، یعنی دیکھو ان ہڈیوں کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 47 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 48 3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 47
4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 46 5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 54

طرف ہم کیسے ان سے ڈھانچہ تیار کرتے ہیں۔

امام حاکم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نُنْشِزُهَا کو زاء کے ساتھ پڑھا تھا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (1)۔

امام الفریابی، سعید بن منصور، مسدد، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ كَيْفَ نُنْشِزُهَا کو زاء کے ساتھ پڑھتے تھے اور زید نے اپنے مصحف میں اس پر نقطہ ڈالا تھا (2)۔

امام مسدد نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نُنْشِزُهَا کو زاء کے ساتھ لکھا ہے۔

امام الفریابی، سعید بن منصور اور عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کئی طریق کے ذریعے روایت کیا ہے کہ وہ نُنْشِزُهَا کو زاء کے ساتھ پڑھتے تھے (3)۔

امام ابن المنذر نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس کو راء کے ساتھ پڑھا ہے۔ عبد بن حمید نے الحسن سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر نے السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نُنْشِزُهَا کا معنی ہے نحرّکھا یعنی ہم انہیں حرکت دیتے ہیں (4)۔

حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس کا معنی ہے ہم کیسے انہیں زندہ کرتے ہیں۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ پڑھا فرمایا انہیں یہ کہا گیا تھا (5)۔

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ قَالَ اَعْلَمُ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے ابراہیم سے افضل نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ...... (6)

ابن جریر نے ہارون سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابن مسعود کی قرأت میں قیل اعلم ان اللہ تھا یعنی امر کا صیغہ تھا (7)۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں اعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبد اللہ کی قرأت میں قیل اعلم تھا۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 255 (2918) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت	2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 967
3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 971	4۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 54
5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 56	6۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 967
7۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 56

يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦٠﴾

''اور یاد کرو جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے پروردگار دکھا مجھے کہ تو کیسے زندہ فرماتا ہے مردوں کو، فرمایا (اے ابراہیم) کیا تم اس پر یقین نہیں رکھتے۔ عرض کی ایمان تو ہے لیکن (یہ سوال اس لئے ہے) تا کہ مطمئن ہو جائے میرا دل، فرمایا تو پکڑ لے چار پرندے پھر مانوس کر لے انہیں اپنے ساتھ پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا پھر بلا انہیں چلے آئیں گے تیرے پاس دوڑتے ہوئے اور جان لے یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب بڑا دانا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک مردہ شخص کے پاس سے گزرے، کہتے ہیں کہ ساحل سمندر پر ایک حبشی مرا پڑا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ اسے سمندر کے جانور نوچ رہے ہیں، درندے اور پرندے اسے کھا رہے ہیں، اس وقت حضرت ابراہیم نے کہا اے میرے پروردگار یہ سمندر کے جانور، یہ درندے، پرندے اس انسان کو کھا رہے ہیں، پھر یہ بھی مر جائیں گے اور پوشیدہ ہو جائیں گے پھر تو انہیں زندہ کرے گا، پس تو مجھے دکھا کہ تو انہیں کیسے زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم کیا تجھے یقین نہیں ہے کہ میں مردوں کو زندہ کر سکتا ہوں؟ حضرت ابراہیم نے عرض کی یارب مجھے یقین ہے لیکن یہ اس لئے عرض کیا ہے تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے اور میں تیری نشانیاں دیکھ لوں اور جان لوں کہ تو میری عرض کو قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا چار پرندے پکڑ لے۔ پھر ان کے ساتھ وہ کیا گیا جو کیا گیا۔ پرندے جو آپ نے پکڑے تھے وہ یہ تھے مرغ، مور، شتر مرغ اور مرغابی۔ آپ نے ان کے دو مختلف حصے کئے پھر چار پہاڑوں کے پاس آئے اور ہر پہاڑ پر دو مختلف حصے رکھ دیئے۔ پھر آپ وہاں سے پیچھے ہٹ آئے اور ان پرندوں کے سر آپ کے قدموں کے نیچے تھے۔ آپ نے اسم اعظم پڑھ کر انہیں بلایا تو ہر نصف اپنے دوسرے نصف کے پیچھے چلا گیا اور ہر پر اپنے جسم کی طرف چلا گیا پھر بغیر سروں کے اڑتے ہوئے آپ کے قدموں کے پاس آئے۔ وہ اپنی گردنوں کے ساتھ اپنے سر چاہتے تھے۔ آپ نے پاؤں اٹھائے تو ہر پرندے نے اپنی گردن اپنے سر پر رکھی اور پہلے کی طرح ٹھیک ہو گئے وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں وہ اپنی چاہت پر قادر ہے (حَكِيمٌ) اپنے ارادوں کو پختہ کرنے والا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن جریج عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابراہیم ایک راستہ پر چل رہے تھے جس پر ایک مردار گدھا پڑا تھا۔ اس پر پرندے اور درندے بیٹھے تھے۔ وہ اس کا گوشت نوچ چکے تھے اور اس کی ہڈیاں باقی تھیں۔ آپ کھڑے ہو گئے اور تعجب کرنے لگے۔ پھر کہا اے میرے پروردگار! مجھے معلوم ہے کہ تو اس کو ان درندوں اور پرندوں کے بطنوں سے جمع کرے گا، اے میرے پروردگار مجھے دکھا دے کہ تو کیسے مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تجھے یقین نہیں ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کیوں نہیں یقین ہے

لیکن خبر دیکھنے کی طرح نہیں ہوتی (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کی کہ مجھے دکھا کہ تو کیسے مردوں کو زندہ کرتا ہے؟ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ اپنی قوم کی اذیتوں سے دوچار تھے۔ آپ نے عرض کی اے میرے پروردگار مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا تو ملک الموت نے اجازت طلب کی کہ وہ ابراہیم کو اس بات کی بشارت دیں، ملک الموت کو اجازت دی گئی۔ وہ ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کے لئے آئے تو ابراہیم علیہ السلام گھر پر نہیں تھے۔ حضرت ملک الموت ان کے گھر میں داخل ہو گئے۔ حضرت ابراہیم انتہائی غیرت مند شخص تھے۔ چونکہ آپ گئے تھے تو گھر کا دروازہ بند کر کے گئے تھے۔ جب واپس آ کر گھر میں ایک شخص کو پایا تو اسے پکڑنے کے لئے اس پر حملہ کر دیا اور پوچھا تجھے میرے گھر میں داخل ہونے کی اجازت کس نے دی تھی۔ ملک الموت نے کہا اس گھر کے مالک نے مجھے اجازت دی تھی، ابراہیم علیہ السلام نے کہا تو نے سچ کہا ہے، آپ پہچان گئے کہ یہ ملک الموت ہے، حضرت ابراہیم نے پوچھا تو کون ہے، ملک الموت نے کہا میں ملک الموت ہوں، آپ کو بشارت دینے کے لئے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنایا ہے، حضرت ابراہیم نے اللہ کی حمد بیان کی اور کہا اے ملک الموت تو مجھے دکھا کہ تو کفار کی روحیں کیسے قبض کرتا ہے؟ ملک الموت نے کہا اے ابراہیم تو ایسا منظر دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ حضرت ابراہیم نے کہا کیوں نہیں۔ حضرت ملک الموت نے کہا ادھر چہرہ دیکھو، آپ نے چہرہ دوسری طرف کیا، تھوڑی دیر بعد پھر دیکھا تو ایک سیاہ شخص ہے جسکا سر آسمان میں پہنچتا ہے، اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں، اس کے جسم کے بالوں میں سے ہر بال ایک انسان کی شکل میں ہے اور اس کے منہ اور کانوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں، حضرت ابراہیم کو یہ منظر دیکھ کر غشی طاری ہوگئی پھر افاقہ ہوا تو ملک الموت اپنی پہلی حالت میں آچکے تھے۔ حضرت ابراہیم نے کہا اے ملک الموت اگر کافر کو موت کے وقت کوئی مصیبت اور غم لاحق نہ بھی ہو تو تیری یہ صورت اس کے لئے کافی ہے، اب مجھے دکھا کہ تو مومنین کی ارواح کیسے قبض کرتا ہے؟ ملک الموت نے کہا چہرہ ادھر کرو، آپ نے چہرہ دوسری طرف کیا، تھوڑی دیر بعد دیکھا تو آپ ایک انتہائی حسین وجمیل جوان کی طرح کھڑے ہیں، سفید لباس اور انتہائی پاکیزہ خوشبو مہک رہی ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا اے ملک الموت مومن اگر موت کے وقت اور کوئی کرامت اور آنکھوں کی ٹھنڈک نہ پائے تو اس کے لئے آپ کی اس حسین صورت کا دیدار کافی ہے۔ ملک الموت چلے گئے۔ حضرت ابراہیم اپنے رب سے عرض کرنے لگے میرے پروردگار تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ مجھے یہ حالت دکھا دے تا کہ میں جان لوں کہ میں آپ کا خلیل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تجھے یقین نہیں ہے؟ ابراہیم نے عرض کی کیوں نہیں لیکن یہ اس لئے عرض کیا ہے تا کہ تیرے خلیل ہو جانے پر دل مطمئن ہو جائے (2)۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 59   2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 60

سے روایت کیا ہے آپ نے یہ سوال کیا تھا تا کہ خلت کے ساتھ دل مطمئن ہو جائے (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ یعنی تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے اور میں جان لوں کہ جب میں دعا کروں گا تو تو قبول فرمائے گا اور جب میں سوال کروں گا تو تو عطا فرمائے گا(2)۔ سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے الشعب میں مجاہد اور ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ تا کہ میرے ایمان کو تقویت مل جائے (3)۔

امام عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہم ابراہیم سے زیادہ شک کے حق دار ہیں کیونکہ انہوں نے کہا وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ۔ اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے وہ مضبوط سہارے کی پناہ لیتے تھے۔ اور اگر میں قید خانہ میں اتنا رہتا جتنا کہ یوسف علیہ السلام رہے تھے تو میں بلانے والے کی دعوت قبول کرتا (4)۔

امام عبد الرزاق اور ابن جریر نے حضرت ایوب رضی اللہ عنہ سے وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ، کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس آیت سے زیادہ امید افزا آیت میرے نزدیک قرآن میں اور کوئی نہیں ہے (5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا آپ کے نزدیک قرآن میں امید افزا آیت کون سی ہے؟ انہوں نے کہا یہ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر: 53)

''آپ فرمائیے اے میرے بندو! جنہوں نے زیادتیاں کی ہیں اپنے نفسوں پر، مایوس نہ ہو جاؤ اللہ کی رحمت سے''۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا میں کہتا ہوں یہ ارشاد امید افزا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو فرمایا تھا اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى اللہ تعالیٰ ابراہیم کی طرف سے بلیٰ کے قول سے راضی ہو گئے۔ یہ اس لئے کہ شیطان دلوں میں وسوسہ پیدا کرتا ہے (6)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت حنش بن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلے سے روایت کیا ہے کہ جو چار پرندے آپ نے پکڑے تھے وہ یہ تھے، سارس، مور، مرغ اور کبوتر۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، جو چار پرندے آپ نے پکڑے تھے وہ یہ تھے، مرغ، مور، کوا اور کبوتر۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 972
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 63،
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 971
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 61
5۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 368 (332)
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 60

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الشعب میں کئی طریق سے کے ذریعے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فَصُرْهُنَّ کا معنی قَطِّعْهُنَّ (ٹکڑے ٹکڑے کرنا) ہے(1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فَصُرْهُنَّ نبطی زبان میں اس کا معنی چیرنا، پھاڑنا ہے(2)۔

ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ فَصُرْهُنَّ کا معنی نبطی زبان میں قَطِّعْهُنَّ ہے (یعنی ان کو ریزہ ریزہ کرو)(3)

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فَصُرْهُنَّ حبشی زبان کا کلمہ ہے، فرماتے ہیں اس کا معنی ہے کہ ان کو ریزہ ریزہ کرو اور ان کے خون اور پر خلط ملط کردو۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت العوفی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے فَصُرْهُنَّ کا معنی ہے ان کو باندھو اور ان کو ذبح کرو(4)۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن میں ہر لغت کے الفاظ ہیں، پوچھا گیا رومی زبان کا کون سا لفظ ہے؟ فرمایا فَصُرْهُنَّ، (یعنی ان کو ٹکڑے ٹکڑے کرو)

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابو جمرہ رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ فرماتے ہیں اس کا معنی ہے ان کے پر کاٹ دو اور ان کے چار چار ٹکڑے کردو ہر چوتھائی کو زمین کی مختلف جگہوں پر رکھ دو پھر ان کو بلاؤ، یہ آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ فرمایا یہ مثال ہے بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا(5)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ چار پرندے لے کر ذبح کرو پھر ان کے گوشت، پر اور خون غلط ملط کردو، پھر ان کو علیحدہ علیحدہ چار پہاڑوں پر رکھو(6)۔

امام ابن جریر نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ فَصُرْهُنَّ کا معنی ہے اُضْمُمْهُنَّ یعنی انہیں ایک دوسرے کے ساتھ ملا دو(7)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت طاؤس عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات پہاڑوں پر ان پرندوں کو رکھا اور ان کے سر اپنے ہاتھ میں پکڑ لئے اور آپ دیکھ رہے تھے کہ ایک ایک قطرہ دوسرے سے جڑ رہا ہے اور ایک ایک پر دوسرے سے جڑ رہا ہے حتی کہ وہ زندہ ہو گئے جب کہ ان کے سر نہیں تھے۔ پس وہ اپنے اپنے سروں کی طرف آئے اور ان میں داخل ہو گئے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے ثُمَّ ادْعُهُنَّ فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 63 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 68 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً
5 ایضاً، جلد 3، صفحہ 70 6۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 972
7۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 70

طرح بلایا باسمِ اِلٰہِ اِبْرٰہِیْمَ تَعَالَیْنَ۔

امام ابن جریر نے الربیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا یعنی وہ قدموں پر دوڑتے ہوئے آئیں گے (1)۔

امام ابن المنذر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مرغ، مور، کوا اور کبوتر کو پکڑا تھا، پس آپ نے ان کے سر، پر، قوائم کاٹ دیئے پھر آپ پہاڑوں کے پاس آئے اور چار پہاڑوں پر گوشت، خون اور پر ڈال دیئے، پھر آواز دی گئی اے توڑی ہوئی ہڈیو! اے بکھرے ہوئے گوشت اور کاٹی ہوئی رگو جمع ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہاری روحیں تمہارے اندر لوٹا دے گا، پس ہر ہڈی، دوسری ہڈی کی طرف جھپٹی، ہر پر دوسرے پر کی طرف اڑا، ہر خون کا قطرہ دوسرے قطرے کی طرف چلا حتی کہ ہر پرندے کا خون گوشت اور پر اکٹھا ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تو نے مجھ سے سوال کیا ہے میں مردوں کو کیسے زندہ کروں گا، میں نے زمین کو پیدا کیا اور اس میں چار ہوائیں پیدا کیں شمال، صباء، جنوب اور دبور، حتی کہ جب قیامت کا دن ہو گا، صور پھونکنے والا صور پھونکے گا، زمین میں جو مقتول اور مردے ہوں گے سب اس طرح جمع ہو جائیں گے جیسے چار پرندے، چار پہاڑوں سے اڑ کر جمع ہوئے ہیں، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی، مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (لقمان: 28) ترجمہ ''نہیں ہے تم سب کو پیدا کرنا اور مارنے کے بعد پھر زندہ کرنا (اللہ کے نزدیک) مگر ایک نفس کی مانند''۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اگرچہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا لیکن خبر مشاہدہ کی طرح نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ چار پرندے پکڑو پھر انہیں ذبح کر کے ان کے پر نوچ لو، پھر ان کا ہر ہر عضو کاٹ لو، اس کے بعد ان کو خلط ملط کرو، پھر ان کے چار حصے کرو، ہر حصے کو ایک پہاڑ پر رکھو پھر ان سے دور کھڑے ہو جاؤ، پس ہر عضو دوڑ کر دوسرے عضو کی طرف گیا حتی کہ وہ برابر جسم بن گیا جیسا کہ ذبح کرنے سے پہلے تھے، پھر وہ آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔

امام بیہقی نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ان کے پر اور گوشت نوچ لو اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر لو۔

امام بیہقی نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں فَصُرْهُنَّ کا معنی ہے چیر پھاڑ کر ان کو ملا دو۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾

''مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں ایسی ہے جیسے ایک دانہ جو اگاتا ہے سات بالیں (اور) ہر بال میں سو دانہ ہو اور اللہ تعالیٰ (اس سے بھی) بڑھا دیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور اللہ وسیع

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 69 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 70

بخشش والا جاننے والا ہے"۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ مثال ہے کہ ایک نیکی سات سو نیکیوں کی مثل کر دی جاتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں اشارہ ہے کہ جو اللہ کے راستہ میں خرچ کرے گا اس کے لئے سات سو مرتبہ اجر ہوگا۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ وسعت میں مزید وسعت فرمانے والا ہے اور جس کے لئے زیادتی کرتے ہے اس کو جاننے والا ہے(1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت الربیع رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے ہجرت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی، مدینہ طیبہ میں آپ کے ساتھ رہا اور آپ کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں گیا تو اس کے لئے ایک نیکی سات سو گنا کر دی جائے گی اور جس نے اسلام پر بیعت کی اس کے لئے ایک نیکی دس کی مثل ہے(2)۔

امام ابن ماجہ نے حضرات الحسن بن علی بن ابی طالب، ابو درداء، ابو ہریرہ، ابو امامہ الباہلی، عبد اللہ بن عمر، جابر بن عبد اللہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے رقم بھیجی اور خود گھر میں مقیم رہا تو اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات سو درہم ہیں اور جس نے خود جہاد میں حصہ لیا اور اللہ کی رضا کے لئے خرچ بھی کیا تو اس کے لئے قیامت کے روز ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم ہوں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ۔(4)

امام بخاری نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا سات سو گنا تک بڑھ جاتا ہے۔

امام احمد، مسلم، نسائی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اللہ کے راستہ میں ایک نکیل والی اونٹنی صدقہ کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس اونٹنی کے بدلے قیامت کے روز تیرے لئے سات سو اونٹنیاں ہوں گی سب کی سب نکیل والی ہوں گی(5)۔

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے) نسائی، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے الشعب میں حضرت خریم بن فاتک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کے راستہ میں خرچ کیا اس کے لئے سات سو گنا لکھا جائے گا(6)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 76 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 74

3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 345 (2761) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت　4۔ ایضاً

5۔ صحیح مسلم، جلد 13 صفحہ 34 (132)　6۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 32 (4268)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی بارگاہ میں اعمال سات ہیں دو عمل واجب کرنے والے ہیں اور دو عمل کا ثواب ان کی مثل ہے۔ ایک عمل کا ثواب دس مثل ہے اور ایک عمل کا ثواب سات سو ہے اور ایک عمل ایسا ہے جس کے عامل کا ثواب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دو واجب کرنے والے عمل یہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے جب کہ وہ اللہ کی خالص عبادت کرتا ہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہے اور جو اللہ سے ملے جب کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہو تو اس کے لئے دوزخ واجب ہے اور جو برائی کرتا ہے اسے اس کی مثل ملے گی اور جو نیکی کا ارادہ کرتا ہے اسے اس کی مثل جزا ملے گی۔ جو نیکی کرتا ہے اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ جو اپنا مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا ہے اس کے ایک درہم کو سات سو درہم اور ایک دینار کو سات سو دینار میں بڑھا دیا جاتا ہے اور روزہ اللہ کے لئے ہے۔ اس کے عامل کا ثواب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا (1)۔

امام طبرانی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مبارک ہو اسے جو جہاد فی سبیل اللہ میں اللہ کا ذکر زیادہ کرنے والا ہے کیونکہ اس کے ہر کلمہ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ہیں اور ان میں سے ہر نیکی دس گنا ہے مزید اللہ کی بارگاہ سے اسے اور بھی ملے گا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ نفقہ کتنا ہے؟ فرمایا اپنی قدرت کے مطابق۔ حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا میں نے معاذ سے پوچھا نفقہ سو گنا ہوتا ہے؟ معاذ نے کہا تیری سمجھ کم ہے۔ یہ تو ان کے متعلق ہے جو خرچ کرتے ہیں اور خود گھروں میں رہتے ہیں، بذات خود جہاد میں شریک نہیں ہوتے اور جب خود جہاد میں شریک ہوں اور خرچ بھی کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے رحمت کے ایسے خزائن چھپا رکھے ہیں جن تک علم انسان کی رسائی نہیں ہے۔ یہ اللہ کا گروہ ہے اور اللہ کا گروہ ہی غالب ہے (2)۔

امام حاکم نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا اللہ کے راستہ میں خادم کی خدمت یا خیمہ کا سایہ اللہ کے راستہ میں باغ اور سواری مہیا کرنا ہے (حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے) (3)۔

امام ترمذی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افضل صدقہ اللہ کے راستہ میں خیمہ کا سایہ یا اللہ کے راستہ میں خادم کا عطیہ یا اللہ کے راستہ میں سواری مہیا کرنا ہے (4)۔

امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجاہد کے لئے سامان تیار کیا اس نے جہاد میں حصہ لیا اور جس نے مجاہد کے گھر والوں سے

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 298 (3589) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ معجم کبیر، جلد 20، صفحہ 78 (143)، مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی بغداد

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 100 (2452) مطبوعہ دار الکتب العالیہ بیروت

4۔ جامع ترمذی، مع عارضۃ الاحوذی، جلد 7، صفحہ 24 (1627) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اچھا برتاؤ کیا اس نے بھی جہاد میں حصہ لیا (1)۔

امام ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جس نے مجاہد کے لئے سامان جہاد تیار کیا حتی کہ وہ مکمل ہو گیا تو اس کے لئے مجاہد کی مثل اجر ہے حتی کہ مجاہد شہید ہو جائے یا لوٹ آئے (2)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے راستہ میں مجاہد کا سامان تیار کیا اس کے لئے مجاہد کی مثل اجر ہے اور جس نے مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں سے حسن سلوک کیا اور اس کے گھر والوں پر خرچ کیا تو اس کو مجاہد کی طرح اجر ملے گا (3)۔

امام مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی لحیان کی طرف پیغام بھیجا کہ ہر دو مردوں میں سے ایک جہاد میں شریک ہو۔ پھر آپ نے گھر میں رہنے والوں کو فرمایا جو جہاد میں شریک ہونے والے کے پیچھے اس کے گھر کی دیکھ بھال کرے گا اس کو مجاہد کی مثل اجر ملے گا۔

امام احمد، حاکم اور بیہقی نے حضرت سہل بن حنیف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی معاونت کی یا کسی مقروض کی تنگدستی میں معاونت کی، یا کسی مکاتب غلام کے زر مکاتب کی ادائیگی میں معاونت کی اللہ تعالیٰ اسے اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا جس دن اللہ تعالیٰ کے (عرش کے) سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا (4)۔

امام ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مجاہد کے سر پر سایہ کیا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس پر سایہ فرمائے گا اور جس نے اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کے لئے سامان تیار کیا اس کے لئے مجاہد کی مثل اجر ہے اور جس نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنائی جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل بنائے گا (5)۔

امام احمد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے حضرت صعصعہ بن معاویہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے حدیث بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان نے اللہ کے راستہ میں جوڑا (دو) خرچ کیا جنت کے نگران اس کا استقبال کریں گے اور اسے اپنے پاس کی نعمتوں کی طرف بلائیں گے۔ میں نے پوچھا یہ کیسے ہے؟ فرمایا اگر سواریاں ہوں تو دو سواریاں، اونٹ ہوں تو دو اونٹ، اگر بیل ہوں تو دو بیل (خرچ کرے) (6)

1۔ صحیح مسلم، جلد 13، صفحہ 35 (135) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 344 (2758) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مجمع الزوائد، جلد 5، صفحہ 515 (9460)، مطبوعہ دار الفکر بیروت

4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 99 (2448)

5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 98 (2447)

6۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 33 (4272)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں جو خرچ کا ذکر ہے اس میں حج اور جہاد کے خرچ کا برابر حکم ہے، ایک درہم سات سو ہوگا کیونکہ حج میں خرچ کرنا بھی فی سبیل اللہ ہے۔

امام احمد، طبرانی (الاوسط میں) اور بیہقی نے سنن میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج میں خرچ کرنا جہاد میں خرچ کرنے کی طرح ہے درہم سات سو گنا ہوگا (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج میں خرچ کرنا جہاد میں خرچ کرنے کی طرح ہے، درہم سات سو ہوگا (2)۔

امام ابوداؤد اور حاکم نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز، روزہ اور ذکر، اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے پر سات سو گنا زیادہ کئے جائیں گے (3)۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾

”جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں پھر جو خرچ کیا اس کے پیچھے نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ دکھ دیتے ہیں انہیں کے لئے ثواب ہے ان کا ان کے رب کے پاس۔ نہ کوئی خوف ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے“۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ لوگ اپنے عطیات کا احسان جتلائیں گے، پس اس کو ناپسند فرمایا اور اس کا پہلے ذکر فرمایا (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ کسی کو اللہ کے راستہ میں جہاد پر بھیجتے یا کسی پر مال خرچ کرتے۔ تو اس پر احسان جتلاتے تھے اور اسے اذیت پہنچاتے تھے۔ مثلاً کہتے میں نے اللہ کے راستہ میں اتنا خرچ کیا۔ اللہ کی بارگاہ میں اس کا کوئی ثواب نہیں ہے اور اذیت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو کچھ دے اور پھر کہے کیا میں نے تجھے اتنا اتنا نہیں دیا تھا۔

امام ابن المنذر اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے براء بن عازب سے کہا اے براء تیرا اپنی والدہ پر خرچ کیا ہے (وہ اپنے اہل پر وسعت رکھتے تھے) عرض کی یا رسول اللہ بہت اچھا ہے، فرمایا تیرا اپنے اہل، اولاد اور خادم پر خرچ کرنا صدقہ ہے اور اس کے پیچھے احسان نہ جتلانا اور اذیت نہ دینا (5)۔

1۔ مجمع الزوائد، باب فضل الحج والعمرۃ، جلد 3، صفحہ 477 (5268) 2۔ ایضاً، (5269) 3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 88 (2415)

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 43 5۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 310 (3118)

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو تم اپنے اہل پر بغیر اسراف اور بغیر بخل کے خرچ کرو گے وہ اللہ کی راہ میں ہے (1)۔

امام طبرانی نے کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایک شخص گزرا، صحابہ کرام نے اس کی جلدی اور نشاط دیکھی تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ کاش یہ اللہ کے راستہ میں ہوتا (یعنی مجاہد ہوتا)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کے لئے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو وہ اللہ کے راستہ میں ہے، اگر وہ نکلا ہے کہ بوڑھے والدین کے لئے محنت مزدوری کرے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے، اگر وہ نکلا ہے کہ اپنے اوپر خرچ کرے (تاکہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے) اپنے آپ کو بچالے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے، اگر وہ نکلا ہے تاکہ ریاکاری اور مفاخرت کے اظہار کے لئے چلے تو وہ شیطان کے راستہ میں ہے (2)۔ عبدالرزاق نے المصنف میں ایوب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص ایک ٹیلے کے اوپر سے نبی کریم ﷺ کے سامنے آیا تو صحابہ کرام نے کہا کتنے عمدہ جسم والا انسان ہے! کاش اس کا جسم اللہ کی راہ میں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا (تم یہ سمجھتے ہو) کہ مقتول ہی صرف اللہ کی راہ میں ہوتا ہے؟ فرمایا جو رزق حلال کی تلاش کے لئے زمین پر چلے تاکہ اس کے ذریعے والدین کی کفالت کرے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے اور رزق حلال کی تلاش میں نکلے تاکہ اپنے اہل (وعیال) کا پیٹ بھرے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے اور جو رزق حلال کی تلاش میں نکلے تاکہ اپنی ضروریات پوری کرے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے اور جو اظہار تکاثر (تکبر، لڑائی) کی تلاش کے لئے نکلے وہ شیطان کے راستہ میں ہے (3)۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے والدین کی خدمت کے لئے محنت کی وہ اللہ کے راستہ میں ہے، جس نے عیال کی خوراک کے لئے محنت کی وہ اللہ کے راستہ میں ہے، جس نے اپنے نفس کو بچانے کے لئے محنت کی وہ اللہ کی راہ میں ہے اور جس نے تکبر ولڑائی کے لئے محنت کی وہ شیطان کی راہ میں ہے (4)۔

امام احمد اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ فرماتے سنا ہے کہ جو فاضل رقم اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا اس کو سات سو ملے گا اور جو اپنے اوپر اور اپنے اہل کے اوپر خرچ کرے گا یا مریض کی عیادت کرے گا یا راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹائے گا اس کو ایک نیکی کی دس نیکیاں عطا کی جائیں گی اور روزہ ڈھال ہے جب تک اسے پھاڑا نہ جائے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے کسی جسمانی تکلیف میں مبتلا کیا اس کے لئے بھی حصہ ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو اپنے اہل پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے گا وہ اس کے لئے صدقہ ہوگا (6)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 331 (26606) مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدنیہ منورہ
2۔ معجم کبیر، جلد 19، صفحہ 129 (282)
3۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 271 (9578)
4۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 299 (10377)
5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 162 (9847)
6۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 324، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

امام بخاری اور مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بھی اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرے گا اس پر تجھے اجر دیا جائے گا حتی کہ جو تو اپنی بیوی کے منہ میں (لقمہ) دے گا اس کا بھی تجھے اجر ملے گا۔

امام احمد نے مقدام بن معدیکرب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو تو نے خود کھایا وہ تیرے لئے صدقہ ہے، جو تو نے اپنی بیوی کو کھلایا وہ تیرے لئے صدقہ ہے اور جو تو نے اپنے خادم کو کھلایا وہ تیرے لئے صدقہ ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے اوپر خرچ کیا تا کہ سوال کرنے سے محفوظ رہے تو یہ صدقہ ہے اور جو اپنی بیوی اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں پر خرچ کیا وہ صدقہ ہے (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے اوپر، اپنے اہل پر اپنی اولاد پر، اپنے رشتے داروں پر اور اپنے قرابتداروں پر خرچ کرے گا وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔

امام احمد اور ابو یعلی نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ انسان جو اپنے گھر والوں کو دیتا ہے وہ اس کے لئے صدقہ ہے (2)۔

امام احمد اور طبرانی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب انسان اپنی بیوی کو پانی پلاتا ہے تو اس کا اسے اجر ملتا ہے (3)۔

امام احمد اور طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جو اپنی دو بیٹیوں یا بہنوں یا اپنی قرابتدار دولڑکیوں پر خرچ کرے گا اور ان پر خرچ سے مقصود ثواب کا حصول ہو، حتی کہ وہ دونوں کو غنی کردے یا دونوں کو سوال سے روک دے تو وہ دونوں اس کے لئے آگ سے پردہ ہوں گی (4)۔

امام طبرانی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عوف بن مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان کی تین بیٹیاں ہوں وہ ان پر خرچ کرتا رہے حتی کہ وہ اس سے جدا ہو جائیں یا فوت ہو جائیں تو وہ اس کے لئے آگ سے حجاب ہوں گی۔ ایک عورت نے عرض کی خواہ دو بیٹیاں ہوں؟ فرمایا خواہ دو بیٹیاں ہوں (5)۔

امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میرے پاس ایک عورت آئی جس کی دو بیٹیاں تھیں اور وہ سوال کر رہی تھی اس نے میرے پاس سوائے ایک کھجور کے کچھ نہ پایا، میں نے اسے وہ کھجور کا دانہ دے دیا، اس نے اسے دو بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خود نہ کھایا پھر وہ کھڑی ہوئی اور چلی گئی، نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ کو یہ واقعہ عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا جس کو بیٹیاں عطا کی گئیں اور پھر اس نے ان سے اچھا سلوک کیا

1۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 239 (7932) مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی بغداد

2۔ مسند ابو یعلی، جلد 6 صفحہ 69 (6841) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ معجم اوسط، جلد 1، صفحہ 472 (858) مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض

4۔ معجم کبیر، جلد 23، صفحہ 393 (938) مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم

5۔ ایضاً، جلد 18، صفحہ 56 (102)

تو وہ اس کے لئے آگ سے پردہ ہوں گی (1)۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں ایک مسکینہ عورت دو بچیاں اٹھائے ہوئے میرے پاس آئی میں نے انہیں تین کھجوریں دیں۔ اس نے ایک ایک کھجور ہر ایک کو دی اور تیسری کھجور کو کھانے کے لئے منہ کی طرف اٹھایا تو وہ بھی بچیوں نے مانگ لی اس نے اس کھجور کو دو ٹکڑے کر دیا جسے وہ کھانا چاہتی تھی۔ مجھے اس کی یہ بات بہت عجیب لگی۔ میں نے اس کا یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اس کے بدلے میں جنت واجب کردی ہے یا (فرمایا) اس کو کھجور کے بدلے آگ سے آزاد کر دیا ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری (نے الادب میں)، مسلم اور ترمذی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے دو بچیوں کی پرورش کی حتی کہ وہ بالغ ہوگئیں تو میں اور وہ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح اکٹھے داخل ہوں گے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے دو یا تین لڑکیوں کی یا دو یا تین بہنوں کی پرورش کی حتی کہ وہ فوت ہوگئیں یا وہ ان کو چھوڑ کر فوت ہو گیا تو میں اور وہ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح اکٹھے ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبابہ اور ساتھ والی انگلی کے ساتھ اشارہ فرمایا (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کی دو بیٹیاں ہوں اور جب تک وہ اس کے ساتھ رہیں یا وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہے تو وہ دونوں اسے جنت میں داخل کریں گی (4)۔

امام البزار نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے، جب تک وہ اس کے ساتھ رہیں یا وہ ان کے ساتھ رہے تو وہ اسے جنت میں داخل کریں گی۔

امام البزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی یتیم کی کفالت کی خواہ وہ اس کا قریبی ہو یا قریبی نہ ہو میں اور وہ جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا اور جس نے تین بیٹیوں کی کفالت کے لئے محنت کی وہ جنت میں ہے اور وہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے جو روزہ دار بھی ہو قیام کرنے والا ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابو داؤد، ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن الخدری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کی تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں ہوں یا دو بہنیں ہوں وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان کے بارے اللہ سے ڈرے، (ایک روایت میں ہے) انہیں ادب سکھائے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے

1۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 190، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد 2۔ صحیح مسلم، جلد 16، صفحہ 148 (2630)، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ الاحسان ترتیب صحیح ابن حبان، جلد 2، صفحہ 191 (447) مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت

4۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 218 (3670) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اور ان کا نکاح کرے تو اس کے لئے جنت ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری (الادب میں) البزار، الطبرانی (الاوسط میں) اور بیہقی نے الشعب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کی تین بیٹیاں ہوں ان کو وہ پناہ دے ان پر رحم کرے ان کی کفالت کرے اور ان پر خرچ کرے تو اس کے لئے یقیناً جنت واجب ہے عرض کی گئی یا رسول اللہ اگر دو بیٹیاں ہوں؟ فرمایا اگرچہ دو بیٹیاں ہوں۔ راوی فرماتے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے اگر کوئی ایک کا ذکر کرتا تو آپ ایک فرما دیتے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کی تین بیٹیاں ہوں پھر وہ ان کی تکالیف اور ان کی خوشیوں پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ دو بچیاں ہوں تو پھر؟ فرمایا دو ہوں (تب بھی یہی نوید ہے) ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ایک بچی ہو تو پھر؟ فرمایا ایک بچی ہو تو (بھی یہی خوشخبری ہے) (3)

امام بخاری نے الادب میں اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کی تین بچیاں ہوں پھر وہ ان پر صبر کرے انہیں کھلائے، پلائے اور اپنی محنت سے پہنائے تو وہ اس کے لئے آگ سے حجاب ہوں گی (4)۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾

"اچھی بات کرنا اور (غلطی) معاف کر دینا بہتر ہے اس صدقہ سے جس کے پیچھے دکھ پہنچایا جائے اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے بڑے حلم والا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی بات سے زیادہ کوئی صدقہ محبوب نہیں ہے۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا: **قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى**۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان آدمی علم حاصل کرے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے (5)۔

امام المرہبی نے فضل العلم میں اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ

1۔ جامع ترمذی، جلد 4، صفحہ 281 (1916) مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ
2۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 469، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 405 (8678)
4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 407 (8689)
5۔ سنن ابن ماجہ، جلد 1، صفحہ 147 (243) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان نے اپنے بھائی کو حکمت کے کلمہ سے افضل ہدیہ نہیں دیا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے زیادہ ہدیہ دیتا ہے یا اسے ہلاکت سے بچالیتا ہے(1)۔

امام طبرانی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اس علم کی مثل صدقہ نہیں کر سکتے جو علم پھیلتا ہے(2)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بہتر عطیہ حق کا کلمہ ہے جسے تو سنتا ہے پھر تو اپنے مسلمان بھائی کی طرف لے جاتا ہے پھر وہ اسے سکھاتا ہے(3)۔

امام ابن المنذر نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے (قول معروف) سے مراد بہتر الفاظ کے ساتھ لوٹانا ہے مثلاً یہ کہے اللہ تجھ پر رحم کرے، اللہ تجھے رزق عطا فرمائے وہ سائل کو جھڑکتا نہیں اور ترش کلامی نہیں کرتا۔

ابن جریر نے علی عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے کہ غنی وہ جو غنا میں مکمل ہے اور الحلیم جو علم میں کامل ہے(4)۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰىۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًاؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ۝۲۶۴

"اے ایمان والو! مت ضائع کرو اپنے صدقوں کو احسان جتلا کر اور دکھ پہنچا کر اس آدمی کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لئے اور یقین نہیں رکھتا اللہ پر اور دن قیامت پر۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چکنی چٹان ہو جس پر مٹی پڑی ہو پھر برسے اس پر زور کی بارش اور چھوڑ جائے اسے چٹیل صاف پتھر۔ (ریاکار) حاصل نہ کر سکیں گے کچھ بھی اس سے جو انہوں نے کمایا اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کفر اختیار کرنے والوں کو"۔

امام ابن المنذر نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے کوئی مال خرچ کیا پھر اس کا احسان جتلایا یا اس کو اذیت دی جس کو مال دیا تھا تو اس کا اجر ضائع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی مثال ایک چٹان سے دی ہے جس پر مٹی ہو پھر اس پر بارش برسے اور اس پر مٹی کا ذرہ بھی باقی نہ رہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس شخص کے اجر کو مٹا دیتا ہے جو صدقہ دیتا ہے پھر اس کا احسان جتلاتا ہے جس طرح بارش اس مٹی کو مٹا دیتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ارشاد فرمایا کہ اپنے صدقات کو احسان جتلانے اور اذیت دینے کے ساتھ باطل نہ کرو، ورنہ تمہارے صدقات باطل ہو جائیں گے جیسے ریاء

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 280 (1764) 2۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 231 (6964) 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 43 (12421)

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 43

کاری صدقہ باطل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو لوگوں کے دکھاوے کے لئے مال خرچ کرتا ہے تو ریا کاری اس کے نفقہ کو اس طرح ختم کر دیتی ہے جیسے اس بارش نے چٹان سے مٹی کو ختم کر دیا۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت عبداللہ بن ابی زکریا رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص ریا کاری کے لئے عمل کرتا ہے تو اس سے پہلے والے عمل بھی ضائع ہو جاتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابن المنذر اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں (یہ افراد) داخل نہ ہوں گے احسان جتلانے والا، والدین کا نافرمان، شراب خور، جادو پر ایمان رکھنے والا اور کاہن (1)۔

امام البزار اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز تین شخصوں کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا، والدین کا نافرمان، ہمیشہ شراب پینے والا اور احسان جتلانے والا اور تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے، والدین کا نافرمان، بے غیرت، وہ عورت جو مردوں سے مشابہت کرتی ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جنت میں احسان جتلانے والا داخل نہ ہو گا یہ چیز مجھ پر شاق ہوئی حتی کہ میں نے کتاب اللہ میں احسان جتلانے والے کے متعلق یہ پایا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص جہاد کرتا ہے نہ چوری کرتا ہے نہ بدکاری کرتا ہے نہ مال غنیمت میں خیانت کرتا ہے لیکن پھر بھی قدر ضرورت کے ساتھ نہیں لوٹتا۔ پوچھا گیا ایسا کیوں؟ فرمایا ایک شخص نکلتا ہے جب اللہ کی تقدیر سے اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے جس کا اس پر فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے تو وہ لعنت کرتا ہے اور اپنے امام کو گالی دیتا ہے اور کہتا ہے میں اس کے ساتھ پھر کبھی جنگ پر نہیں آؤں گا یہ اس پر گناہ ہے اور اس کے لئے اجر نہیں ہے اس خرچ کی مثل جو اللہ کے راستہ پر کیا جاتا ہے اور پھر اس کے پیچھے احسان جتلایا جاتا ہے اور اذیت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کی مثال بیان فرمائی۔ لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ۔(3)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ صفوان سے مراد پتھر ہے، فَتَرَكَهٗ صَلْدًا یعنی اس کو اس طرح کر دیا ہے کہ اس پر کچھ نہیں ہے (4)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ صفوان سے مراد چٹان ہے، فَتَرَكَهٗ صَلْدًا، اس کو اس طرح صاف کر دیا ہے کہ اس پر کچھ باقی نہیں ہے اسی طرح قیامت کے روز منافق اس پر قادر نہ ہو گا جو کچھ اس نے دنیا میں کمایا ہو گا(5)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 191 (75-74-7873)　2۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 163 (7235) مطبوعہ مکتبۃ النصر ریاض
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 44　4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 45　5۔ ایضاً

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے الوابل کا معنی بارش روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الوابل سے مراد شدید بارش ہے۔ یہ مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز کفار کے اعمال کے لئے بیان فرمائی ہے۔ فرمایا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا۔ یعنی اس دن یہ کفار اعمال سے صاف ہوں گے جیسے اس بارش نے پتھر کو صاف کر دیا جس پر کچھ بھی باقی نہیں رہا (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فَتَرَكَهٗ صَلْدًا یعنی بارش نے اس کو خشک بنا دیا جس پر کچھ اگتا نہیں ہے۔

امام الطستی نے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ صفوان کا کیا مطلب ہے ابن عباس نے فرمایا صاف چکنا پتھر۔ نافع نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں، تو نے اوس بن حجر کا قول نہیں سنا۔

عَلٰى ظَهْرِ صَفْوَانٍ كَاَنَّ مُتُوْنَهٗ عَلَلْنَ بدهن يزلق المتنزلا

میں سردار ہوں اور سردار کا بیٹا ہوں جن کے اباء کے لئے پتھر کی طرح مضبوط سچی بزرگی ہے۔

حضرت نافع رحمہ اللہ نے کہا مجھے صلداً کے بارے بتایئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کا مطلب چکنا پتھر ہے۔ نافع نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا ہاں کیا تو نے ابو طالب کا قول نہیں سنا۔

وَاِنِّیْ لَقَرْمٌ وَابْنُ قَرْمٍ لِهَاشِمٍ لاٰبَاءِ صِدْقٍ مجدهم معقل صلد

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾

''اور مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لئے تا کہ پختہ ہو جائیں ان کے دل ان کی مثال اس باغ جیسی ہے جو ایک بلند زمین پر ہو برسا ہو اس پر زور کا مینہ تو لایا ہو وہ باغ دو گنا پھل اور اگر نہ برسے اس پر بارش تو شبنم ہی کافی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ جو تم کر رہے ہو سب دیکھ رہا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومن کے عمل کے لئے بیان فرمائی ہے مقاتل سے مروی ہے کہ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ کا معنی یہ ہے کہ وہ ثواب کی غرض سے عمل کرے۔

حضرت الحسن رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں وہ شہرت اور ریا کاری کا ارادہ نہیں کرتے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے الشعبی سے روایت کیا ہے کہ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ کا معنی تصدیقاً اور یقیناً ہے (2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 45 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 47

امام ابن جریر نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی ہے یقین یقیناً من عند انفسھم (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَتَثْبِيتًا فرماتے ہیں وہ یقین رکھتے ہیں جہاں اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب آدمی صدقہ کا ارادہ کرتا ہے اگر وہ اللہ کی رضا کے لئے ہو تو اسے قائم رکھتا ہے اگر اس میں ریا کی ملاوٹ ہو تو روک لیتا ہے (3)۔

امام ابن المنذر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے راویت کیا ہے کہ تَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ سے مراد نیت ہے۔

امام الحاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ بِرِبْوَةٍ کو راء کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ربوۃ، زمین کی بلند جگہ کو کہتے ہیں۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ربوۃ سے مراد ہموار بلند زمین ہے (4)۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ربوۃ اس بلند مکان کو کہتے ہیں جس میں نہریں نہ چلتی ہوں (5)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مقاتل سے روایت کیا ہے أَصَابَهَا وَابِلٌ فرماتے ہیں اس باغ پر بارش برستی ہے۔

حضرت عطاء الخراسانی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ الوابل سے مراد موسلا دھار بارش ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ یعنی اس کا پھل دوگناہ ہوتا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فرماتے ہیں جس طرح اس باغ کا پھل دوگنا ہوتا ہے اسی طرح اس خرچ کرنے والے کے لئے دوگنا ہوتا ہے (6)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ (طل) سے مراد شبنم ہے (7)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی طش (پھوار) ہے (8)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے الضحاک سے روایت کیا ہے کہ الطل سے مراد بارش کے چھوٹے قطرے ہیں (9)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے مومن کے عمل کی مثال بیان فرمائی ہے فرماتے ہیں، مومن کبھی ثواب سے محروم نہیں ہوتا جیسے یہ باغ ہر حالت میں پھل دیتا ہے اگر بارش لگے تب بھی پھل دیتا ہے اگر شبنم لگے تب بھی پھل دیتا ہے (10)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس سے مراد مصر کی زمین ہے، اگر اسے شبنم لگے تو بڑھتا ہے، اگر بارش لگے تو دوہرا پھل دیتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 47 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً جلد 3، صفحہ 48 5۔ ایضاً

6۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 49 7۔ ایضاً 8۔ ایضاً 9۔ ایضاً 10۔ ایضاً

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚۖ فَاَصَابَهَاۤ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾

''کیا پسند کرتا ہے کوئی تم میں سے کہ ہو اس کا ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا بہتی ہوں اس کے نیچے ندیاں (کھجور وانگور کے علاوہ) اس کے لئے اس میں ہر قسم کے اور پھل بھی ہوں اور آلیا ہو اسے بڑھاپے نے اور اس کی اولاد بھی کمزور ہو (تو کیا وہ پسند کرتا ہے کہ) پہنچے اس کے باغ کو بگولہ جس میں آگ ہو پھر وہ باغ جل بھن جائے ایسے ہی کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (اپنی) آیتیں تا کہ تم غور وفکر کرو''۔

امام ابن المبارک، عبد بن حمید، بخاری، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے پوچھا یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ الخ، صحابہ کرام نے کہا اللہ بہتر جانتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے اور فرمایا کہو ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے امیر المومنین میرے دل میں ایک خیال ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بھتیجے بیان کرو اور اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھو۔ ابن عباس نے فرمایا یہ عمل کی مثال بیان کی گئی ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کون سے عمل کی مثال ہے؟ ابن عباس نے فرمایا عمل کی مثل ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا یہ ایک غنی آدمی کی مثال ہے جو اللہ کی اطاعت کا عمل کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے شیطان کو بھیجتا ہے۔ پس وہ گناہوں کے عمل کرتا ہے حتی کہ وہ اپنے اعمال کو غرق کر دیتا ہے (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج رات میں نے ایک آیت تلاوت کی ہے جس نے مجھے ساری رات بیدار رکھا ہے اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ الخ فرمایا اس سے کیا مراد ہے، بعض لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں جانتا ہوں اور اللہ جانتا ہے (یہ کیسی کلام ہے)۔ میں نے پوچھا ہے کہ تمہارے پاس آیت کے متعلق کوئی علم ہے یا کوئی روایت سنی ہے؟ وہ خاموش رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا میں کچھ آہستہ آہستہ بول رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بھتیجے! بول اور اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھ، میں نے کہا اس آیت سے مراد عمل ہے۔ فرمایا اس سے کون سا عمل مراد ہے۔ میں نے کہا میرے دل میں جو القاء کیا گیا تھا وہ میں نے بیان کر دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے چھوڑ دیا اور خود تفسیر بیان کرنے لگے فرمایا اے بھتیجے تو نے سچ کہا ہے، اس سے مراد عمل ہے۔ ابن آدم باغ کا زیادہ محتاج ہوتا ہے جب اس کی عمر بڑھ جاتی ہے اور عیال زیادہ ہوتے ہیں اور ابن آدم قیامت کے روز اپنے عمل کا زیادہ محتاج ہوگا اے بھتیجے! تو نے سچ کہا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 51

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک اچھی مثال بیان فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام مثالیں اچھی ہیں فرماتے ہیں، بڑھاپے میں باغ لگائے پھر اس کو بڑھاپا لاحق ہو اور اس کی اولاد اس کی آخری عمر میں چھوٹی ہو، باغ پر ایک بگولا آئے جس میں آگ ہو اور اس کے باغ کو جلا دے اسے پھر اس قسم کا باغ لگانے کی قوت نہ ہو اور نہ اس کی نسل میں کوئی ایسے افراد ہوں جن پر اس نے احسان کیا ہو اور وہ اس کے ساتھ مل کر اس کی نگرانی کریں۔ اسی طرح قیامت کے روز کافر کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف اسے لوٹایا جائے گا تو اس کے لئے کوئی نیک عمل نہ ہوگا تاکہ اس کے بل بوتے پر اسے توبہ کا موقع دیا جائے جس طرح اس کے لئے کوئی قوت نہیں ہے تاکہ پہلے جیسا باغ لگا سکے اور نہ اس نے کوئی نیکی کا کام کیا جس کا صلہ اس کی طرف لوٹے جس طرح اس کو اپنی اولاد سے فائدہ نہ ہوا اور ضرورت کے وقت اجر سے محروم رہے گا جس طرح یہ شخص اپنے باغ سے بڑھاپے اور اولاد کی کمزوری کے وقت محروم رہا(1)۔

امام ابن جریر نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ ریاکاری کے طور پر خرچ کرنے کی دوسری مثال ہے وہ لوگوں کو دکھانے کے لئے مال خرچ کرتا ہے۔ پس اس کا مال ضائع ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اجر عطا نہیں فرماتا۔ پس جب قیامت کا دن ہوگا وہ اپنے خرچ کا محتاج ہوگا تو وہ دیکھے گا کہ ریاکاری نے اسے جلا دیا ہے اور وہ ختم ہو گیا ہے جس طرح اس شخص نے اپنے باغ پر خرچ کیا حتی کہ جب وہ بوڑھا ہو گیا اور اس کی اولاد زیادہ ہو گئی اور اسے اپنے باغ کی ضرورت ہوئی تو باد سموم آئی اور اس کے باغ کو جلا دیا پس اس نے اس سے کچھ بھی نہ پایا(2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ اطاعت الٰہی میں کوتاہی کرنے والے شخص کی مثال ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل رہتا ہے حتی کہ مر جاتا ہے اس کی مرنے کے بعد مثال اس شخص کی مانند ہے جس کا باغ بڑھاپے کی حالت میں جل چکا ہو اور اس سے اسے کوئی فائدہ نہ پہنچا ہو جب کہ اس کی اولاد بھی چھوٹی ہو وہ بھی اسے کچھ مفید نہ ہو۔ اسی طرح اطاعت الٰہی میں کوتاہی کرنیوالا مرنے کے بعد ہر بات پر حسرت کا اظہار کرے گا(3)۔

امام ابن جریر نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا یہ اس شخص کی مثال ہے جو نیک عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ جب اسے آخری عمر میں نیک عمل کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہ اس وقت برے اعمال میں مشغول ہو جاتا ہے(4)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ ایک ایسے انسان کے عمل کی مثال ہے جو نیک اعمال کرتا ہے پس یہ اس کے لئے جنت کی مثال ہوتا ہے پھر وہ آخری عمر میں سرکشی پر اتر آتا ہے حتی کہ سرکشی اور برائی میں مر جاتا ہے پس وہ بگولا جس میں آگ ہوتی ہے وہ اس کے باغ کو جلا دیتی ہے اور وہ آگ اس کی برائی کی وجہ سے ہوتی ہے جس پر رہتے ہوئے وہ مر جاتا ہے(5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 52 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 50 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 51 5۔ ایضاً

امام عبد بن حمید نے عطاء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی آیت ہے جس کے متعلق کسی نے میری تشفی نہیں کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے امیر المومنین میرے دل میں اس آیت کے متعلق ایک تفسیر ہے حضرت عمر نے فرمایا، اپنے نفس کو حقیر نہ سمجھئے اور بیان کیجئے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اے امیر المومنین یہ مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے فرمایا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ تمام عمر نیک، صالح اور سعادت مندوں والے اعمال کرتا رہے حتیٰ کہ جب اس کی عمر بڑی ہو جائے اور موت کا وقت قریب آجائے اور اس کی ہڈیاں کمزور ہو جائیں، اس کو نیک اعمال پر خاتمہ کی زیادہ ضرورت ہو پھر اس وقت یہ بدبختوں والے کام کرنے لگ جائے۔ پس وہ اپنے اعمال کو خراب کر دے اور اس کی بداعمالیاں اس کے نیک اعمال کو جلا دیں۔ فرماتے ہیں اس تفسیر نے حضرت عمر کے دل پر اثر کیا اور بہت پسند کیا۔

امام طبرانی نے الاوسط میں اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّي وَانْقِطَاعِ عُمْرِي (اے اللہ میرے بڑھاپے اور اختتام عمر کے وقت مجھ پر رزق کو وسیع فرما دینا)(1)

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابو یعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اعصار اس ہوا کو کہتے ہیں جو سموم (زہریلی) اور سخت ہو(2)۔

امام الطستی نے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ان سے اعصار کا معنی پوچھا تو انہوں نے فرمایا سخت ہوا۔ نافع نے کہا کیا عرب اس کا معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا قول نہیں سنا۔

فَلَهُ فِي آثَارِهِنَّ خُوَارٌ   وَحَفِيفٌ كَأَنَّهُ إِعْصَارُ

اس کے لئے ان کے آثار میں ایک آواز اور پھڑ پھڑاہٹ ہے گویا تیز ہوا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے مثال دی ہے پھر اللہ تعالیٰ کی مثال کو سمجھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (العنکبوت: 43) ترجمہ "اور یہ مثالیں ہیں ہم بیان کرتے ہیں انہیں لوگوں (کو سمجھانے) کے لئے اور نہیں سمجھتے انہیں مگر اہل علم"۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾

"اے ایمان والو! خرچ کیا کرو عمدہ چیزوں سے جو تم نے کمائی ہیں اور اس سے جو نکالا ہے ہم نے تمہارے لئے زمین سے اور نہ ارادہ کرو ردی چیز کا اپنی کمائی سے کہ (تم اسے) خرچ کرو حالانکہ (اگر تمہیں کوئی ردی چیز دے تو)

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 727 (1987) مطبوعہ ریاض   2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 53

تم نہ لواسے بجز اس کے کہ چشم پوشی کرلواس میں اور (خوب) جان لو کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے ہر تعریف کے لائق ہے"۔

امام ابن جریر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مَا كَسَبْتُمْ سے مراد سونا اور چاندی ہے۔ اور مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ سے مراد دانے، کھجور اور ہر وہ چیز ہے جس پر زکوٰۃ ہوتی ہے(1)، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَا كَسَبْتُمْ سے مراد تجارت ہے اور مِمَّآ اَخْرَجْنَا سے مراد پھل ہیں(2)۔

امام مالک، شافعی، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانچ وسق (بتیس من) سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور پانچ اواق چاندی سے کم میں صدقہ (زکوٰۃ) نہیں ہے، پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ نہیں ہے(3) اور مسلم کے الفاظ میں ہے دانوں اور کھجوروں میں صدقہ نہیں ہے حتی کہ وہ پانچ وسق کو پہنچ جائیں۔

امام مسلم، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چاندی کے پانچ اوقیہ (612.34 گرام) سے کم میں صدقہ (زکوٰۃ) نہیں ہے۔ پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور کھجور کے پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے(4)۔

امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو فصل بارش اور چشموں کے پانی سے سیراب ہو یا وہ بارش یا جو ہڑ کے پانی سے سیراب ہو اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور جو اونٹ کے ذریعے سیراب ہو اس میں نصف عشر بیسواں حصہ ہے(5)۔

امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور دارقطنی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو کھیت نہروں اور چشموں سے سیراب ہو اس کی پیداوار میں زکوٰۃ دسواں حصہ ہے اور جو کنویں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جائے اس میں زکوٰۃ بیسواں حصہ ہے(6)۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کھیت بارش اور چشموں کے ذریعے سیراب ہو اس میں زکوٰۃ دسواں حصہ ہے اور جو اونٹ کے ذریعے کنویں سے پانی کھینچ کر سیراب کی جائے اس میں زکوٰۃ بیسواں حصہ ہے(7)۔

امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 54
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 975(445) مطبوعہ دار الصمیعی الریاض
3۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 201، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد
4۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 316، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
5۔ صحیح بخاری، باب العشر، جلد 1، صفحہ 201
6۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 316
7۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 81، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد

ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ تمہیں معاف کی ہے۔ پس تم چاندی کی زکوٰۃ لاؤ ہر چالیس درہموں میں ایک درہم ہے اور ایک سو نوے دراہم میں کچھ نہیں ہے۔ جب دو سو دراہم پورے ہو جائیں تو ان میں زکوٰۃ پانچ دراہم ہیں (1)۔

امام دارقطنی اور حاکم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اونٹوں میں زکوٰۃ ہے، گائے میں زکوٰۃ ہے، بکریوں میں زکوٰۃ ہے اور کپڑے میں زکوٰۃ ہے (2)۔

امام ابوداؤد نے حبیب بن سلیمان بن سمرہ عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس چیز سے زکوٰۃ دینے کا حکم دیتے تھے جو تجارت کے لئے ہوتی تھی (3)۔

امام ابن ماجہ اور دارقطنی نے ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر بیس دینار پر نصف دینار زکوٰۃ لیتے تھے اور چالیس دینار پر ایک دینار زکوٰۃ لیتے تھے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ اور دارقطنی نے عمر بن شعیب بن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پانچ اونٹوں سے کم کچھ پر (زکوٰۃ) نہیں ہے اور چالیس بکریوں سے کم میں کچھ نہیں ہے تیس گائیں سے کم میں کچھ نہیں ہے بیس مثقال سونے سے کم میں کچھ نہیں ہے، دو سو درہم سے کم میں کچھ (زکوٰۃ) نہیں ہے، پانچ وسق سے کم میں کچھ نہیں ہے۔ کھجور، کشمش، گندم اور جو میں دسواں حصہ ہے جو بہنے والے پانی سے سیراب ہو اس میں دسواں حصہ ہے اور جو ڈول کے ذریعے سیراب ہو اس میں نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے (5)۔

امام ابن ماجہ اور دارقطنی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جواہر، موتیوں، نگینوں اور زمین کی سبزیوں کھیرے، لکڑیوں کی زکوٰۃ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا پتھر میں زکوٰۃ نہیں ہے سبزیوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ ان پانچ چیزوں میں بیان فرمائی ہے گندم، جو، کھجور، کشمش اور جوار (6)۔

امام دارقطنی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ان چار چیزوں میں زکوٰۃ کا ذکر فرمایا گندم، جو، کشمش اور کھجور (7)۔

امام ترمذی اور دارقطنی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے خط لکھ کر سبزیوں کی زکوٰۃ کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان میں کچھ نہیں ہے (8)۔

امام دارقطنی اور حاکم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو زمین

1۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 79
2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 545 (431)، مطبوعہ الریاض
3۔ سنن ابوداؤد، جلد 6، صفحہ 218 (1682) مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض
4۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 382 (1791) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 356 (9860) مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
6۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 397 (1815)
7۔ سنن الدارقطنی، جلد 2-1، صفحہ 96، مطبوعہ دارالمحاسن قاہرہ
8۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 81، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد

بارش، جوہڑ اور سیلاب کے پانی سے سیراب کی جاتی ہے اس میں دسواں حصہ ہے اور جو اونٹ سے پانی کھینچ کر سیراب کی جاتی ہے اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ہے اور زکوٰۃ صرف کھجور، گندم اور دانوں میں ہوتی ہے (لیکن) کھیرا، ککڑی، تربوز، انار، ساگ اور دوسری سبزیاں معاف ہیں، ان کو رسول اللہ ﷺ نے معاف فرمایا ہے(1)۔

امام دارقطنی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سبزیوں میں صدقہ (عشر) نہیں ہے اور نہ عرایا (وہ کھجور کے درخت جو مسکینوں کو ہبہ کیے جاتے تھے) میں صدقہ ہے اور پانچ وسق پیداوار سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور کام میں لگائے جانے والے جانوروں پر زکوٰۃ واجب نہیں اور جبہہ میں زکوٰۃ نہیں ہے، الصقر بن حبیب نے کہا ہے کہ جبہہ سے مراد گھوڑے، خچر اور غلام ہیں(2)۔

امام دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زمین جو سبزیاں اگاتی ہے ان میں زکوٰۃ نہیں ہے(3)۔

امام دارقطنی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا سبزیوں میں صدقہ نہیں ہے(4)۔

امام البزار اور دارقطنی نے حضرت طلحہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سبزیوں میں صدقہ نہیں ہے(5)۔

امام دارقطنی نے محمد بن عبداللہ بن جحش سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سبزیوں میں صدقہ نہیں ہے(6)۔

امام ابن ابی شیبہ اور دارقطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے معاف کیا ہے صرف تمہارے غلاموں اور گھوڑوں کا صدقہ۔ لیکن تم اپنی چاندی، کھیتی اور جانوروں کا صدقہ ادا کرو(7)۔

امام ابوداود، ابن ماجہ، دارقطنی، حاکم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا۔ دانوں سے دانے لو، بکریوں سے بکری اونٹوں سے اونٹ اور گائیوں سے گائے(8)۔

امام مالک، شافعی، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جانور کا نقصان رائیگاں ہے، کنویں میں گرنے والے کا نقصان رائیگاں ہے اور کان میں مرنے والے کا نقصان رائیگاں ہے اور دفینہ میں خمس ہے(9)۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تیس گائیں ہوں تو ان میں ایک بچھڑا یا بچھڑی اور ہر چالیس گائیوں میں سے ایک مسنہ (10)۔

امام دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کام کرنے

1۔ سنن الدارقطنی، جلد 1، صفحہ 97 2۔ ایضاً جلد 1، صفحہ 95 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 95 5۔ ایضاً 6۔ سنن الدارقطنی، جلد 2، صفحہ 95، مطبوعہ دار المحاسن قاہرہ
7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 98 8۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 100 (23)
9۔ جامع ترمذی، جلد 3، صفحہ 34 (642) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 10۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 79 مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد

والے بیلوں میں صدقہ نہیں ہے لیکن ہر تیس میں ایک بچھڑا اور ہر چالیس میں ایک مسن یا مسنہ (1)۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہد کے دس مشکیزوں میں سے ایک مشکیزہ زکوٰۃ ہے (2)۔

حضرات ابوداؤد اور ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب بن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شہد سے عشر وصول کیا اور ابوداؤد کے الفاظ میں ہے کہ ہلال جس کا تعلق بنی متعان سے تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی کھجوروں کا عشر لے کر آیا اور عرض کی کہ سلبہ وادی آپ میرے لئے محفوظ فرمادیں، رسول اللہ ﷺ نے وہ وادی اس کے نام کردی پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو سفیان بن وہب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا اور اس کے معاملہ کے متعلق دریافت کیا، حضرت عمر نے جواباً لکھا کہ اگر وہ اپنی کھجوروں کا عشر ادا کرے جو وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتا تھا تو سلبہ وادی اس کے نام کردو ورنہ یہ بارش کی مکھی ہے جو چاہے کھائے (یعنی یہ شہد بارش کی وجہ سے تیار ہوتا ہے کیونکہ بارش ہوتی ہے تو پھول وغیرہ اگتے ہیں اور مکھی چوس کر شہد تیار کرتی ہے)(3)

حضرات شافعی، بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو انہوں نے حضرت انس بن مالک کو بحرین کی طرف بھیجا اور ان کے لئے یہ تحریر فرمایا کہ یہ زکوٰۃ کا فریضہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض فرمایا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کو حکم فرمایا تھا۔ پس جو اس کا مطالبہ اس کے طریقے پر کرے اسے یہ (زکوٰۃ) ادا کرنی چاہیے اور جس سے زیادہ کا مطالبہ کیا جائے وہ اسے ادا نہ کرے پس پچیس اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ بکریاں ہیں اور ہر پانچ میں ایک بکری ہے جب پچیس ہو جائیں تو ان میں بنت مخاض (ایسا اونٹ جو دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو) ہے یہاں تک کہ پینتیس ہو جائیں۔ پس ان میں بنت مخاض نہ ہو تو ابن لبون ہوگا اور جب چھتیس اونٹ ہو جائیں تو ان میں پینتالیس تک بنت لبون (ایسا اونٹ جو دو سال مکمل کر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو) ہوگی اور جب چھیالیس ہو جائیں تو ان میں حقہ (جو تین سال کا ہو) واجب ہوگا اور یہ ساٹھ تک ہوگا جب اکسٹھ ہو جائیں تو پچھتر تک ایک جذعہ ہوگا، جب چھہتر ہو جائیں تو ان میں نوے تک دو بنت لبون ہوں گی، جب اکانوے ہو جائیں تو ایک سوبیس تک بالغ دو حقے ہوں گے۔ پھر جب ایک سوبیس سے زائد ہو جائیں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون ہوگی اور ہر پچاس میں ایک حصہ ہوگا، جب صدقات کے فرائض میں اونٹوں کی عمریں مختلف ہوں تو جس پر جذعہ واجب ہو اور اس کے پاس جذعہ نہ ہو بلکہ اس کے پاس حقہ ہو تو اس سے حقہ قبول کرلیا جائے گا لیکن اس کے ساتھ وہ دو بکریاں دے گا اگر اسے میسر ہوں یا بیس درہم دے گا اور جس کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ اس پر حقہ واجب ہو جب کہ اس کے پاس حقہ نہ ہو بلکہ جذعہ ہو تو اس سے جذعہ قبول کیا جائے گا اور صدقہ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں دے گا اور جس کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ اس پر بنت لبون فرض ہو اور اس کے پاس حقہ کے سوا کچھ نہ ہو تو اس سے وہ قبول کیا

1۔سنن الدارقطنی، جلد 2، صفحہ 103 2۔جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 80 3۔سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 402 (182)

جائے گا اور صدقہ وصول کرنے والا بیس درہم یا دو بکریاں اسے دے گا اور جس کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ اس پر بطور زکوٰۃ بنت لبون واجب ہو اور اس کے پاس بنت مخاض ہو تو اس سے وہ قبول کی جائے گی اور ساتھ ہی دو بکریاں یا بیس درہم وصول کئے جائیں گے اور جس کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ اس پر بنت مخاض واجب ہو اور اس کے پاس صرف مذکر ابن لبون ہو تو اس سے وہ قبول کیا جائے گا اور اس کے ساتھ کچھ نہیں لیا جائے گا اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے لیکن ان کا مالک چاہے تو صدقہ کر سکتا ہے اور بکریاں جب چراگاہوں میں چرنے والی ہوں اور وہ چالیس تک پہنچ جائیں تو ایک سو بیس تک ان میں ایک بکری واجب ہوگی، جب ایک سو بیس سے زائد ہوں گی تو دو سو تک دو بکریاں ہوں گی، جب دو سو سے زائد ہوں گی تو تین سو تک تین بکریاں ہوں گی، جب تین سو سے زائد ہوں گی تو ہر سو میں ایک بکری واجب ہو گی، بطور زکوٰۃ نہ تو بوڑھی بکری لی جائے گی اور نہ عیب دار نہ نر لیا جائے گا مگر یہ کہ صدقہ دینے والا خود نر دینا پسند کرے اور متفرق (بکریوں) کو جمع نہیں کیا جائے گا اور دو شریکوں کی اکٹھی بکریوں کو جدا جدا نہیں کیا جائے گا تاکہ صدقہ سے بچ جائیں اور دو شریکوں سے لیا جائے گا وہ اپنے اپنے حصہ کے مطابق رجوع کریں گے۔ اگر چرنے پھرنے والی بکریاں چالیس تک نہ پہنچیں تو ان میں کچھ واجب نہ ہوگا مگر یہ کہ ان کا مالک چاہے اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے، اگر کسی کے پاس ایک سو نوے درہم مال ہو تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ مگر یہ کہ مالک خود اپنی طرف سے خود دینا چاہے (تو دے سکتا ہے) (1)

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے زہری عن سالم عن ابیہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ کا نصاب اور اس کا فریضہ تحریر فرمایا لیکن اس کو عمال کی طرف روانہ نہ فرمایا حتی کہ آپ کا وصال ہو گیا، پس آپ نے وہ اپنی تلوار کے ساتھ (نیام میں) ملایا، حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق عمل کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر عمل کیا۔ اس میں یہ لکھا تھا پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہے، دس میں دو بکریاں ہیں، پچیس سے پینتیس تک ایک بنت مخاض ہے، جب اس سے زائد ہوں تو پینتالیس تک بنت لبون ہے، جب اس سے زائد ہوں تو ساٹھ تک ایک حقہ ہے، جب اس سے زائد ہوں تو پچھتر تک جذعہ ہے، جب اس سے زائد ہوں تو نوے تک دو بنت لبون ہیں، جب اس سے زائد ہوں تو ایک سو بیس تک دو حقے ہیں، اگر دو سو سے اونٹ زائد ہوں تو ہر پچاس میں ایک حقہ ہے اور ہر چالیس میں بنت لبون ہے۔ اور چالیس بکریوں میں ایک سو بیس تک ایک بکری ہے، جب اس سے زائد ہو جائیں تو دو سو تک دو بکریاں ہیں، جب اس سے زائد ہو جائیں تو تین سو تک تین بکریاں ہیں، اگر بکریاں اس سے زائد ہوں تو ہر سو میں ایک بکری ہے اور اس کے بعد سو سے کم میں کچھ واجب نہیں ہے اور دو شریکوں کی اکٹھی بکریوں کو صدقہ کے خوف سے جدا جدا نہیں کیا جائے گا اور جدا جدا کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا اور جو دو شریکوں پر واجب ہوگا وہ اپنے اپنے حصہ کے مطابق ایک دوسرے سے رجوع کریں گے اور صدقہ میں بوڑھی اور عیب دار چیز نہیں لی جائے گی۔ زہری فرماتے ہیں جب صدقہ وصول کرنے والا آئے گا تو بکریوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، ایک ثلث گھٹیا، ایک ثلث بہتر اور ایک ثلث متوسط، پس صدقہ لینے والا متوسط سے لے گا (2)۔

1۔ صحیح بخاری، باب زکوٰۃ الابل، جلد 1، صفحہ 195، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد　2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 385 (9887)

حضرات حاکم نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل یمن کی طرف ایک تحریر لکھی تھی جس میں فرائض، سنن اور دیات کا بیان تھا وہ عمرو بن حزم کو دے کر بھیجی، پس وہ اہل یمن کے سامنے پڑھی گئی۔ اس کا متن یہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ اِلٰى شَرَحْبِيْلَ بْنِ عَبْدِ كِلَالٍ، وَالْحَرْثِ بْنِ عَبْدِ كِلَالٍ وَ يَغْنَمِ بْنِ عَبْدِ كِلَالٍ یعنی محمد ﷺ کی طرف سے شرحبیل، حرث اور یغنم کی طرف۔ فرمایا حمد و ثناء کے بعد تمہاری طرف پیغام رساں آرہا ہے تم مال غنیمت میں سے خمس دو اور وہ ادا کرو جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر زمین کا عشر فرض کیا ہے پس جس کو بارش، سیلاب کا پانی سیراب کرے یا جو جوہڑ وغیرہ سے سیراب ہو اس میں دسواں حصہ ہے جب کہ وہ پانچ وسق تک پہنچ جائے اور جو ڈول اور رہٹ کے ذریعے سیراب ہو اس میں بیسواں حصہ ہے جب کہ وہ پانچ وسق تک پہنچ جائے اور جنگل میں چل کر گزارہ کرنے والے پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہے، حتی کہ یہ حکم چوبیس اونٹوں تک ہے اور جب پچیس ہو جائیں تو ان میں ایک بنت مخاض ہے، اگر بنت مخاض نہ ہو تو مذکر ابن لبون ہوگا اور یہ حکم پینتیس تک ہے۔ جب چھتیس ہو جائیں تو ان میں ایک ابن لبون ہے حتی کہ پینتالیس ہو جائیں۔ اگر پینتالیس سے ایک زائد ہو جائے تو ساٹھ تک دو ابن لبون ہیں جو بالغ ہوں، اگر ایک اور زائد ہو جائے تو پچھتر تک ایک جذعہ ہے۔ اگر اکانوے ہو جائیں تو ایک سو بیس تک دو حقے ہوں گے جو بالغ ہوں گے، ایک اور زائد ہو جائے تو پھر ہر چالیس میں ایک بنت لبون ہوگی اور ہر پچاس میں ایک حقہ ہو گا۔ اور ہر تیس گائیوں میں جذع (جو اونٹ چار سال مکمل کر کے پانچویں سال میں داخل ہو چکا ہو) کا تبیع یا جذعہ ہوگا اور ہر چالیس گائیوں میں ایک گائے ہوگی اور ہر چالیس بکریوں میں ایک بکری ہوگی اور یہ حکم ایک سو بیس بکریوں تک ہوگا، جب ایک سو اکیس ہو جائیں تو ان میں تین بکریاں ہوگی اور یہ حکم تین سو تک پہنچنے تک ہوگا۔ اگر تین سو سے ایک زائد ہو جائے گا تو پھر ہر سو میں ایک بکری ہوگی اور صدقہ میں بوڑھی، کمزور، عیب دار اور بکریوں کا نر نہیں لیا جائے گا، اگر مالک نر دینے پر راضی ہو تو لے لیا جائے گا، متفرق بکریوں کو صدقہ کے خوف سے اکٹھا نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی مجتمع (بکریوں وغیرہ) کو صدقہ کے خوف سے علیحدہ علیحدہ کیا جائے گا اور دو خلیطوں سے جو بطور زکوٰۃ لیا جائے گا وہ اپنے اپنے حصہ کے مطابق ایک دوسرے سے رجوع کریں گے اور ہر پانچ اوقیہ چاندی میں پانچ درہم زکوٰۃ ہوگی اور جو اس سے زائد ہوگا ان میں ہر چالیس درہم میں ایک درہم ہوگا اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں کچھ واجب نہیں ہے اور ہر چالیس دینار میں ایک دینار واجب ہے، صدقہ محمد (ﷺ) اور آل بیت محمد (ﷺ) کے لئے حلال نہیں ہے۔ یہ زکوٰۃ لوگوں کے نفسوں کو پاک کرتی ہے اور یہ مومنین فقراء، فی سبیل اللہ، مسافر پر خرچ کی جائے گی۔ غلام اور کھیتی پر اور کھیت کی پیداوار پر زکوٰۃ نہیں ہے جب کہ اس کا عشر ادا کیا گیا ہو اور مسلم کے غلام اور اس کے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اور فرماتے ہیں اسی تحریر میں تھا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑے گناہ یہ ہیں اللہ کا شریک ٹھہرنا، ناحق کسی مومن کو قتل کرنا، جنگ سے فرار اختیار کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، پاک دامن عورت پر تہمت لگانا، جادو سیکھنا، سود

کھانا، یتیم کا مال کھانا اور (یہ بھی اس تحریر میں تھا) عمرہ حج اصغر ہے، قرآن کو صرف پاکیزہ آدمی چھوئے اور ملکیت سے پہلے طلاق نہیں ہے اور خریدنے تک آزادی نہیں ہے اور کوئی شخص تم میں سے ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے جب کہ اس کی ایک طرف ظاہر ہو اور تم میں سے کوئی شخص پاؤں کا جوڑا باندھ کر نماز نہ پڑھے اور نہ ایک ایسے کپڑے میں کہ اس کے کندھے پر کچھ نہ ہو۔

اسی تحریر میں یہ بھی تھا کہ جو شخص کسی مسلمان کو بغیر وجہ کے ناحق قتل کرے گا اس پر قصاص ہوگا مگر یہ کہ مقتول کے اولیاء راضی ہو جائیں اور پورے نفس کی دیت سو اونٹ ہیں اور جب پوری ناک کاٹ دی جائے تو اس میں دیت ہے اور زبان میں دیت ہے دونوں ہونٹوں میں دیت ہے، دونوں خصیتین میں دیت ہے، ذکر میں دیت ہے، الصلب (پیٹھ) میں دیت ہے، آنکھوں میں دیت ہے، پاؤں میں نصف دیت ہے اور جو زخم دماغ تک پہنچ جائے اس کی دیت ایک بٹا تین حصہ ہے اور پیٹ کے زخم میں دیت ایک بٹا تین حصہ ہے اور وہ زخم جو ہڈی کو توڑ دے یا اپنی جگہ سے ہٹا دے اس کی دیت پندرہ اونٹ ہیں اور ہر ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں میں سے ایک انگلی کی دیت ایک بٹا دس حصہ ہے اور دانت کی دیت پانچ اونٹ اور وہ زخم جو ہڈی تک پہنچ جائے اور اس کی سفیدی ظاہر کر دے تو اس کی دیت پانچ اونٹ ہیں اور عورت کے بدلے میں مرد کو قتل کیا جائے گا اور سونے والوں پر ہزار دینار ہیں (1)۔

امام ابوداؤد نے حبیب المالکی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے کہا اے ابونجید تم ایسی احادیث بیان کرتے ہو جن کی اصل ہم قرآن میں نہیں دیکھتے، عمران غصہ میں آ گئے اور فرمایا کیا تم نے یہ (قرآن میں) پایا ہے کہ ہر چالیس درہموں میں زکوٰۃ کا ایک درہم ہے اور اتنی بکریوں میں ایک بکری ہے اور اتنی گائیوں میں ایک گائے ہے کیا (یہ تمام چیزیں) تم نے قرآن میں پائی ہیں، اس نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر تم نے یہ احکام کہاں سے لئے ہیں؟ تم نے ہم سے لئے ہیں اور ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لئے ہیں (2)۔

امام مالک، شافعی، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ہر آزاد یا غلام مذکر یا مؤنث پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فطر کی زکوٰۃ فرض کی ہے (3)۔

امام ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر کی زکوٰۃ فرض کی ہے یہ لغو اور بے حیائی کی باتوں سے روزے کو پاک کرتی ہے اور یہ مساکین کے لئے خوراک ہے اور جو اسے نماز سے پہلے ادا کرے گا اس کی زکوٰۃ مقبول ہے اور جو نماز کے بعد ادا کرے گا پھر وہ صدقات میں صدقہ ہے (4)۔

امام مالک، شافعی، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم ہر چھوٹے، بڑے، آزاد یا غلام کی طرف سے ایک صاع طعام (ساڑھے چار سیر) یا ایک صاع پنیر، یا

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 553 (1447) مطبوعہ الریاض — 2۔ سنن ابوداؤد، جلد 6، صفحہ 217 (1681) مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض

3۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 85 مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد — 4۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 403 (1827)

ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش زکوۃ فطر ادا کرتے تھے جب کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں موجود تھے (1)۔

امام احمد، ابوداؤد اور دارقطنی نے ثعلبہ بن صغیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر سے پہلے دو دن خطبہ ارشاد فرمایا اور صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ہر شخص کی طرف سے دینے کا حکم دیا یا ایک صاع گندم دو آدمیوں کو دینے کا حکم دیا اور یہ حکم ہر چھوٹے، بڑے، آزاد، غلام، مذکر، مؤنث، غنی، فقیر سب کے لئے یہ حکم ہے غنی لوگ ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو پاک کرے گا اور فقیر لوگ ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اس سے زیادہ دے گا جتنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس نے دیا ہوگا (2)۔

امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے صدقہ فطر کا حکم دیا، جب زکوۃ کا حکم نازل ہوا تو آپ ﷺ نے نہ ہمیں حکم دیا اور نہ منع فرمایا جب کہ ہم صدقہ فطر ادا کرتے تھے اور ہمیں آپ ﷺ رمضان کے روزوں کے حکم کے نزول سے پہلے عاشوراء کے روزے کے حکم دیتے تھے، پھر جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو آپ نے نہ ہمیں عاشوراء کے روزے کا حکم دیا اور نہ اس سے منع فرمایا جب کہ ہم یہ روزہ رکھتے تھے (3)۔

امام دارقطنی نے حضرت ابن عمر سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر چھوٹے بڑے، مذکر، مونث، آزاد، غلام میں سے جن کی تم کفالت کرتے ہو سب پر صدقہ فطر فرض قرار دیا ہے (4)۔

امام شافعی نے حضرت جعفر بن محمد عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر آزاد اور ہر غلام، مرد اور عورت جن کی تم کفالت کرتے ہو سب پر صدقہ فطر واجب کیا ہے۔

امام البزار، دارقطنی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ بطن مکہ (مکہ کی وادی) میں اعلان کرے کہ صدقہ فطر حق (اور) واجب ہے ہر مسلمان، چھوٹے، بڑے، مرد، عورت، آزاد، غلام، شہری، دیہاتی پر اور یہ ایک صاع جو یا کھجور ہے (5)۔

امام دارقطنی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے صدقہ کے متعلق ہر انسان کو ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع گندم دینے پر برانگیختہ کیا (6)۔

امام ابن ابی شیبہ اور حاکم نے ہشام بن عروہ عن ابیہ عن امہ اسماء کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صدقہ فطر اس مد کے ساتھ نکالتے تھے جس کے ساتھ وہ اپنے اہل بیت کو خوراک دیتے تھے اور الصاع کے ذریعے خوراک دیتے تھے اور تمام اہل مدینہ ایسا ہی کرتے تھے (7)۔

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 318، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی 2۔ سنن الدارقطنی، جلد 2، صفحہ 147 (38-37)

3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 403 (1828) 4۔ سنن دارقطنی، جلد 2، صفحہ 140 (11)

5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 42-141 (17) 6۔ سنن دارقطنی، جلد 2، صفحہ 144 (24)

7۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 400 (24)

حضرت ابوحفص بن شاہین رحمہ اللہ نے فضائل رمضان میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رمضان کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتے ہیں اور بلند نہیں ہوتے مگر صدقہ فطر ادا کرنے کے ساتھ ابن شاہین نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے اور جید الاسناد ہے۔

امام مالک اور شافعی نے زریق بن حکیم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف لکھا کہ جو مسلمان تمہارے پاس سے گزرے اس کو دیکھو اور اس کے ظاہر مال تجارت سے ہر چالیس دینار پر ایک دینار وصول کرو اور جو اس سے کم ہو اس کی زکوٰۃ اس کے حساب سے لوحتی کہ بیس دینار تک پہنچ جائے، اگر اس سے دینار کا ایک بٹا تین حصہ کم ہو جائے تو اس کو چھوڑ دو اور اس مال سے کچھ نہ لو(1)۔

امام دارقطنی نے حضرت ابوعمرو بن جماس عن ابیہ رحمہ اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں چمڑے اور ترکش بیچا کرتا تھا۔ میرے پاس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ گزرے تو فرمایا اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر۔ میں نے کہا اے امیرالمومنین یہ چمڑے کی شکل میں ہے۔ فرمایا اس کی قیمت لگا پھر اس کا صدقہ دے۔

امام البزار اور دارقطنی نے سمرہ بن جندب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایسے مرد یا عورت غلام کا حکم دیتے تھے جو مالک کا پرانا مال ہوتے تھے اور یہ کام کرنے والے غلام ہیں جن کے بیچنے کا ارادہ نہیں ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا صدقہ فطر نہ نکالنے کا حکم دیتے تھے اور اس غلام کا صدقہ فطر نکالنے کا حکم دیتے تھے جو فروخت کرنے کے لئے ہوتا ہے(2)۔

امام حاکم نے بلال بن الحارث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معادن قبیلہ کا صدقہ وصول کیا(3)۔

امام شافعی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے عنبر کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جس کو سمندر دھکیل کر باہر لاتا ہے۔ اگر اس میں کچھ فرض ہوتا تو اس میں خمس ہوتا۔

امام مالک اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زیتون میں عشر ہے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زیتون میں عشر ہے(5)۔

امام دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چرنے پھرنے والے گھوڑوں میں سے ہر گھوڑے پر ایک دینار ہے(6)۔

امام مالک، شافعی، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر غلام اور گھوڑے پر صدقہ نہیں ہے لیکن غلام میں صدقہ فطر ہے(7)۔

1۔ مؤطا امام مالک، جلد1، صفحہ 255(20) مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ سنن الدارقطنی، جلد2، صفحہ 128
3۔ مستدرک حاکم، جلد1، صفحہ 561(1467) مطبوعہ الریاض
4۔ موطا امام مالک، جلد1، صفحہ 272(35)
5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد2، صفحہ 373(10047)
6۔ سنن دارقطنی، جلد2، صفحہ 126
7۔ ایضاً، جلد2، صفحہ 127

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ترمذی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں براء بن عازب سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں یہ آیت ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی، ہم کھجوروں والے تھے ہر شخص اپنی کھجوروں سے کثرت وقلت کے اعتبار سے لیتا تھا اور کوئی شخص ایک یا دو خوشے لاتا اور انہیں مسجد میں لٹکا دیتا تھا اور اہل صفہ کے لئے یہ کھانا ہوتا تھا اور ان میں سے کسی کو جب بھوک لگتی تو وہ اس خوشے پر اپنی چھڑی کے ساتھ مارتا تو پکی اور کچی کھجوریں ٹوٹ جاتی تھیں پھر وہ انہیں کھاتا تھا اور کچھ لوگ جو نیکی سے زیادہ رغبت نہ رکھتے تھے وہ ایسا خوشہ لاتے جس میں گھٹیاں کھجوریں ہوتیں اور ایسا خوشہ لاتے جو ٹوٹ چکا ہوتا تھا پھر وہ اسے لٹکا دیتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، یعنی اگر تم میں سے کسی کو ایسی چیز دی جائے جو اس نے اللہ کے راستہ میں دی ہے تو وہ اسے نہ لے مگر حیاء کرتے ہوئے اور آنکھیں بند کرتے ہوئے۔ راوی فرماتے ہیں پھر ہم میں سے ہر شخص چیز لاتا جو عمدہ اور اچھی ہوتی تھی (1)۔

عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، ہمیں بیان کیا گیا کہ ایک شخص کے دو باغ ہوتے وہ ان میں سے گھٹیا پھل والا جسے دیکھتا اسے صدقہ کرتا اور گھٹیا کھجوریں صدقہ کی کھجوروں میں ملا دیتا پس اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو معیوب بتایا اور اس عمل سے لوگوں کو منع فرمایا۔

حضرات عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں منافقین میں سے کچھ لوگ وہ تھے کہ جب انہیں زکوٰۃ دینے کا حکم ملا تو وہ اپنے پھلوں میں سے گھٹیا پھل لے کر آئے اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی۔

حضرات عبد بن حمید نے جعفر بن محمد عن ابیہ سے نقل فرمایا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ فطر کا حکم دیا تو ایک شخص ردی کھجوریں لے کر آیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوروں کی مقدار کا اندازہ کرنے والے شخص سے فرمایا اس کو جائز قرار نہ دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ۔

امام حاکم نے جعفر بن محمد عن ابیہ کے طریق سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صاع کھجور صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔ ایک شخص ردی کھجوریں لے کر آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد اللہ بن رواحہ کو فرمایا اس کھجور کا اندازہ نہ کر۔ پس اس پر یہ آیت نازل ہوئی يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (2)۔

امام عبد بن حمید، ابوداؤد، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کا حکم دیا تو ایک شخص گھٹیا کھجور کے درخت سے کھجور لے کر آیا اور رکھ دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا یہ کون لے کر آیا ہے، ہر ایک نے اپنی کھجوروں

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 400 (822) (مختصراً) 2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 312 (3122) مطبوعہ الریاض

کا ذکر کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ (الآیہ) رسول اللہ ﷺ نے دو رنگی کھجوریں صدقہ کرنے سے منع فرمایا یا جعر ور اور لون الحبیق صدقہ کرنے سے منع فرمایا (یہ دونوں گھٹیا قسم کی کھجوریں ہیں) (1)

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سستا طعام خریدتے اور صدقہ کرتے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئی اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ۔

امام ابن جریر نے عبیدہ السلمانی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ فرضی زکوٰۃ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ایک شخص کھجوریں کاٹتا تو اچھی کھجوریں علیحدہ کر لیتا۔ جب صدقہ لینے والا آتا تو وہ اسے ردی کھجوریں دیتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ الخ، یعنی تم خبث کا ارادہ نہ کیا کرو کیونکہ تم سے میں یہ کھجوریں نہیں لیتا حتیٰ کہ اس کی قیمت کو کم کیا جائے (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے مدینہ طیبہ میں لٹکے ہوئے خوشوں میں ایک ردی کھجور کا خوشہ لٹکا دیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ یہ بہت برا ہے۔ جس نے یہ لٹکایا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (3)۔

امام ابن المنذر نے محمد بن یحییٰ بن حبان المازنی الانصاری سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص اپنی قوم سے صدقہ کے طور پر مختلف قسم کی ردی کھجوریں اٹھا کر لایا (مثلاً) جعرور، اللبینۃ، الایارخ، القصرہ، امعاء فارہ، یہ سب ردی اور گھٹیا کھجوریں معروف ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان کو رد فرما دیا فرمایا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ۔

امام سفیان بن عیینہ اور الفریابی نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ گھٹیا اور ردی کھجوریں صدقہ کرتے تھے پس انہیں اس سے منع کیا گیا اور اچھی چیز صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ۔

امام وکیع، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص اپنی گھٹیا چیز صدقہ کرتا تھا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (4)۔

امام ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ کے پاس چھڑی بھی تھی۔ مسجد میں کھجوروں کے خوشے لٹکے ہوئے تھے، ان میں ایک خوشہ ردی کھجور کا تھا۔ آپ نے اس پر اپنی چھڑی ماری اور فرمایا اگر اس کا مالک اس سے اچھی کھجور صدقہ کرتا تو اسے کچھ نقصان نہ ہوتا۔ ان کھجوروں کا مالک قیامت کے روز ردی کھجوریں کھائے گا (5)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اپنے اچھے اور

1۔ سنن دار قطنی، جلد 2، صفحہ 130 (11) 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 55 3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 56
4۔ ایضاً 5۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 313 (3126)

عمدہ مال صدقہ کرو لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ فرمایا تمہارا اگر کسی پر حق ہو اور وہ تمہارے حق سے کم لائے تو تم اسے جید کے حساب سے نہیں لیتے حتی کہ تم اس کو کم کرتے ہو فرمایا اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ جس چیز کو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے میرے لئے کیوں پسند کرتے ہو۔ میرا حق تمہارے اچھے اموال میں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:92)(1)

امام الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں مسلمان کی کمائی خبیث نہیں ہوتی، لیکن تم گھٹیا کھجوریں صدقہ نہ کرو اور کھوٹے درہم صدقہ نہ کرو اور ایسی چیز صدقہ نہ کرو جس میں فائدہ نہ ہو اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ فرمایا تم ردی چیز اپنے لئے جائز قرار نہیں دیتے (2)۔

امام ابن ابی حاتم، ابن ماجہ اور ابن جریر نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں خبیث چیز کا ارادہ نہ کرو کہ تم اس سے خرچ کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے صدقات سے غنی ہے (3)۔

امام الطستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا مجھے اس ارشاد لَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ کے متعلق بتائیے فرمایا تم اپنے ردی پھل اور ردی اناج کا قصد نہ کرو کہ تم وہ صدقہ میں دوگے، اگر تم ردی دو گے تو قبول نہیں کیے جائیں گے۔ نافع نے پوچھا کیا عرب یہ مفہوم جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں تم نے اعشیٰ کا یہ شعر نہیں سنا۔

یَمَّمْتُ رَاحِلَتِیْ اَمَامَ مُحَمَّدٍ اَرْجُوْ فَوَاضِلَهٗ وَ حُسْنَ نَدَاهٗ

میری سواری نے محمد کے آگے جانے کا قصد کیا میں اس کی فضیلت اور اس کی اچھی مجلس کی امید کرتا ہوں۔

اسی طرح اس شعر میں استعمال ہوا ہے۔

تَیَمَّمْتُ قَیْسًا وَ کَمْ دُوْنَهٗ مِنَ الْاَرْضِ مِنْ مُهْمَهٍ ذِیْ شَزَرٍ

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے اس آیت کے متعلق عبیدہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ ارشاد زکوٰۃ اور واجب صدقہ کے متعلق ہے۔ لیکن نفلی صدقہ میں کھوٹے درہم خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور وہ درہم کھجور سے افضل ہے (4)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ کے متعلق روایت کیا ہے کہ لوگ اپنے مالوں کی زکاۃ کھجور کے ساتھ دیتے تھے اور زکوٰۃ میں ردی کھجوریں دیتے تھے۔ فرمایا اگر کوئی شخص دوسرے سے کوئی چیز طلب کرے پھر وہ اسے ردی چیز واپس کرے تو وہ نہیں لے گا مگر یہ کہ وہ اپنے حق کو اس سے کم لینے والا تصور کرے گا (5)۔

امام عبد بن حمید نے مجاہد سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے تم اپنے مقروضوں سے گھٹیا چیز نہیں لیتے اور نہ اپنی بیوع سے لیتے ہو مگر کیل میں اچھی چیز پر زیادتی کے ساتھ لیتے ہو۔ یہ ارشاد اس لئے فرمایا کیونکہ لوگ مدینہ طیبہ میں خوشے لٹکاتے تھے اور جو تم خرچ کرو تو اچھی چیز خرچ کرو۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 54 2۔ ایضاً 3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 401

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 437(10785) 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 57

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ الخبیث سے مراد ردی کھجور اور کھائے ہوئے دانے ہیں۔ فرمایا تمہارا اگر کسی پر حق ہو وہ تمہیں کھوٹے درہم دے تو تم وہ لوگے تو کیا تم اپنے حق سے کمی کرنے والے نہیں ہو گے۔

امام وکیع نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اگر تم دیکھو کہ ردی چیز کو بازار میں بیچا جارہا ہے تو تم وہ نہیں لو گے حتی کہ اس کی قیمت کم کی جائے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اگر تمہارا کسی پر حق ہو تو تم اپنے حق سے کم لینے پر راضی نہ ہو گے، پھر تم اللہ تعالیٰ کے لئے ردی مال کے ساتھ کیسے راضی ہوتے ہو جس کے ذریعے تم اللہ کی بارگاہ کا قرب چاہتے ہو۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تم اس ردی مال کو اچھے مال کی قیمت کے ساتھ لینے کے لئے تیار نہیں ہوتے مگر یہ کہ اس کی قیمت کم کی جائے۔

امام ابوداؤد اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن معاویہ الفاخری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے ان تین امور کو انجام دیا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا (1) اللہ وحدہٗ کی عبادت کی (اور یہ گواہی دی) کہ اس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں (2) اپنے مال کی زکوٰۃ ہر سال خوش دلی سے ادا کی جو اس پر کشادگی کی وجہ سے واجب ہے (3) نہ بوڑھا جانور دیا ہو نہ مریض جانور دیا ہو اور نہ بیمار اور خراب مال دیا ہو لیکن اپنے درمیانے مال سے دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو تم سے بہتر مال کا سوال کیا ہے اور نہ تمہیں برے مال دینے کا حکم دیا ہے (1)۔

امام شافعی نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سفیان بن عبداللہ کو طائف پر عامل مقرر کیا اور فرمایا لوگوں کو کہو کہ میں تم سے وہ جانور نہیں لوں گا جو دودھ کے لئے گھر میں پالی گئی ہو اور نہ گابھن جانور لوں گا نہ دودھ والا اور نہ ایسی بکری جو کھانے کے لئے رکھی گئی ہوگی اور نہ بکریوں کا نر لوں گا ان سے بکری کا بچہ، جذعہ اور ثنیہ لو اور یہ ردی اور بہتر مال کے درمیان ہے۔

امام شافعی نے سعر بنی عدی کے بھائی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میرے پاس دو آدمی آئے تو انہوں نے کہا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے کہ ہم لوگوں کے مال سے صدقہ وصول کریں۔ انہوں نے کہا میں نے ان کو ایک گابھن بکری پیش کی جو میں نے سب سے بہتر سمجھی، انہوں نے مجھے وہ واپس کر دی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں گابھن بکری لینے سے منع کیا ہے، فرماتے ہیں پھر میں نے انہیں درمیانی قسم کی بکری دی تو وہ انہوں نے لے لی۔

امام احمد، ابوداؤد اور حاکم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے نبی کریم ﷺ نے صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ میں ایک شخص کے پاس سے گزرا تو اس نے میرے لئے مال جمع کیا۔ میں نے اس کے مال میں بطور زکوٰۃ بنت مخاض لازم پائی، میں نے اسے کہا تجھ پر بنت مخاض دینا لازم ہے۔ اس نے کہا اس کا نہ دودھ ہے اور نہ وہ

1۔ سنن ابوداؤد، جلد 6، صفحہ 272 (1701) مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض

سواری کے قابل ہے لیکن یہ جو میں تمہیں دے رہا ہوں ایک عظیم موٹی اونٹنی ہے تم یہ لے لو۔ میں نے اسے کہا میں وہ نہیں لوں گا جس کے لینے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ تمہارے قریب موجود ہیں، اگر تو پسند کرے تو آپ کے پاس یہ پیش کر، اس نے کہا میں ایسا کرتا ہوں وہ میرے ساتھ اونٹنی لے کر نکلا، حتیٰ کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ عرض کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو خوشی سے پیش کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے اس کا اجر عطا فرمائے گا اور ہم بھی اسے قبول کر لیتے ہیں آپ ﷺ نے وہ اونٹنی لینے کا حکم فرمایا اور اس شخص کو برکت کی دعا فرمائی (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک حلال درہم (دوسرے) لاکھ سے بہتر ہے پھر یہ آیت پڑھی اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ طَيِّبٰتِ سے مراد حلال ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن مغفل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ طَيِّبٰتِ سے مراد حلال مال ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ الخبیث سے مراد حرام مال ہے (2)۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ جو حرام مال کماتا ہے پھر اس پر خرچ کرتا ہے تو اس میں اس کے لئے برکت نہیں ڈالی جاتی اور وہ صدقہ کرتا ہے تو قبول نہیں کیا جاتا اور وہ پیچھے چھوڑ کر جاتا ہے تو وہ اس کے لئے آگ کا زاد راہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ساتھ نہیں مٹاتا (بلکہ) برائی کو نیکی کے ساتھ مٹاتا ہے اور خبیث کو خبیث کے ساتھ نہیں مٹاتا (3)۔

امام البزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ اسے مرفوع روایت کرتے ہیں کہ خبیث خبیث کو نہیں مٹاتا لیکن پاکیزہ خبیث کو مٹاتا ہے۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جو مزدور حلال مال کماتا ہے اور خرچ پاکیزہ ہوتا ہے خبیث کو خبیث نہیں مٹاتا (4)۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حلال طریقہ سے مال کمانا کم ہے پس جو حرام طریقہ سے مال کماتا ہے وہ اسے غلط طریقہ پر خرچ کرتا ہے۔ اس سے یہ بہتر ہے کہ وہ یتیم کا مال نہ چھینے اور بیواؤں کو لباس پہنائے اور جو حرام طریقہ پر مال کماتا ہے پھر غلط جگہ پر خرچ کرتا ہے یہ لاعلاج مرض ہے اور جو حلال طریقہ سے مال کماتا ہے اور جائز جگہ پر خرچ کرتا ہے تو یہ عمل اس کے گناہوں کو اس طرح دھو دیتا ہے جیسے پانی، چٹان سے مٹی کو صاف کر دیتا ہے (5)۔

امام ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 556، (1452) مطبوعہ الریاض 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 56

3۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 395 (5524) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 4۔ کتاب الزہد، صفحہ 240، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 171

نے فرمایا جب تو نے زکوۃ ادا کی تو تو نے اپنا فرض ادا کر دیا اور جو مال حرام جمع کرے گا پھر اس کو صدقہ کرے گا تو اس کو اس کا کوئی اجر نہیں ملے گا اور اس کا بوجھ اس پر ہوگا (1)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں جو پاکیزہ مال کمائے (پھر زکوۃ ادا نہیں کرے گا) تو زکوۃ کی عدم ادائیگی اس مال کو خبیث (ناپاک) بنا دے گی اور تو حرام مال کمائے گا زکوۃ اس کو پاک نہیں کرے گی۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی حاجی پاکیزہ خرچ کے ساتھ حج کی طرف نکلتا ہے اور اپنا پاؤں رکاب میں رکھتا ہے پھر تلبیہ کہتا ہے تو آسمان سے ایک منادی ندا دیتا ہے۔ لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ تیرا زاد راہ حلال ہے، تیری سواری حلال ہے تیرا حج مقبول ہے رد نہیں کیا گیا اور جب حرام کی کمائی کے ساتھ حج کے لئے نکلتا ہے اور اپنا پاؤں رکاب میں رکھتا ہے اور تلبیہ کہتا ہے لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ تو جواباً آسمان سے ایک منادی ندا دیتا ہے لَا لَبَّیْكَ وَلَا سَعْدَیْكَ تیرا سفر خرچ حرام ہے، تیرا النفقہ حرام ہے، تیرا حج مردود ہے مقبول نہیں ہے۔

امام الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت اسلم مولی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مال حرام کے ساتھ حج کیا اور کہا لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ تو اللہ تعالیٰ اسے فرماتا ہے لَا لَبَّیْكَ وَلَا سَعْدَیْكَ تیرا حج تجھ پر لوٹا دیا گیا ہے۔

امام احمد نے ابو بردہ بن نیار سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ سے افضل کمائی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا قبول (حلال) بیع اور انسان کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا انسان کی کون سی کمائی افضل ہے؟ فرمایا انسان کا ہاتھ سے کام کرنا اور ہر مقبول بیع۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنی پاکیزہ کمائی سے کھاؤ اور تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ ترین کمائی ہے وہ اور ان کے مال تمہارے ہیں۔

امام احمد، عبد بن حمید، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان کا پاکیزہ کھانا وہ ہے جو اس کی کمائی سے ہے اور انسان کی اولاد اس کی کمائی سے ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں انسان کا پاکیزہ ترین کھانا وہ ہے جو اس کی محنت سے ہے اور اس کی اولاد اس کی محنت و کمائی سے ہے بیٹے کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے باپ کا مال اس کی اجازت کے بغیر لے اور والد اپنے بیٹے کے مال سے جو چاہے بیٹے کی اجازت کے بغیر لے سکتا ہے۔

امام عبد بن حمید نے عامر الاحول سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہماری اولاد سے ہمارا کیا حق ہے؟ فرمایا وہ تمہاری پاکیزہ کمائی ہیں اور ان کے مال تمہارے ہیں۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 548 (1440)

امام عبد بن حمید نے حضرت محمد بن المنکدر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا مال ہے اور عیال نہیں ہیں اور میرے باپ کا مال ہے اور اس کے عیال بھی ہے اور میرا باپ میرا مال لے لیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔

امام عبد بن حمید نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انسان شرمگاہ کے سوا اپنے بیٹے کے مال سے لے سکتا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انسان کے لئے اپنے بیٹے کے مال سے لینا حلال ہے۔

امام عبد بن حمید نے الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں باپ اپنے بیٹے کے مال سے جو چاہے لے سکتا ہے اور والدہ کا بھی یہی حکم ہے، لیکن بیٹے کے لئے اپنے باپ کے مال سے لینا جائز نہیں ہے مگر وہی کچھ جو باپ خوشی سے عطا فرما دے۔

امام عبد بن حمید۔ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مرد کے لئے اپنے بیٹے کے مال سے لینا جائز نہیں ہے لیکن اتنی مقدار جتنا اسے ضرورت ہو خواہ کھانا ہو یا مشروب ہو یا لباس ہو۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت الزہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انسان اپنی اولاد کے مال سے نہیں لے سکتا مگر اسے ضرورت ہو تو وہ معروف طریقہ سے اپنے اوپر خرچ کر سکتا ہے بیٹا اپنے باپ کی کفالت کرے جس طرح باپ اپنے بیٹے کی کفالت کرتا ہے پھر اگر وہ خوشحال ہو تو اسے اپنے بیٹے کے مال سے لینا جائز نہیں تا کہ اپنے مال کو بچائے یا اسے حرام جگہ پر خرچ کرے۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت قتادہ عن الحسن رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انسان اپنے بیٹے کے مال سے جو چاہے لے سکتا ہے۔ اگر بیٹے کی لونڈی ہو تو اس سے ہم بستری کر سکتا ہے اگر چاہے۔ قتادہ فرماتے ہیں لونڈی کے متعلق جو فرمایا وہ مجھے اچھا نہیں لگا۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یتیم کی ماں محتاج ہو تو اپنے اوپر اس کے مال سے خرچ کر سکتی ہے۔ پوچھا گیا ماں خوشحال ہو تو؟ فرمایا اس کے لئے کچھ نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾

''شیطان ڈراتا ہے تمہیں تنگ دستی سے اور حکم کرتا ہے تم کو بے حیائی کا اور اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے تم سے اپنی بخشش کا اور فضل (وکرم) کا اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے''۔

امام ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کے دل میں ایک شیطان کی طرف سے خیال آتا ہے اور ایک فرشتے کی طرف سے خیال آتا ہے، شیطان کا خیال یہ ہے کہ وہ اسے برائی اور حق کو جھٹلانے کا خیال آتا ہے اور فرشتے کی طرف

سے خیال یہ ہے کہ وہ اسے نیکی کرنے اور حق کی تصدیق کا خیال آتا ہے پس جو ایسی کیفیت پائے وہ جان لے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اسے اللہ کی حمد کرنی چاہیے اور جو دوسری کیفیت پائے اسے اللہ کی بارگاہ میں شیطان سے پناہ مانگنی چاہیے پھر یہ آیت پڑھی اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَ اللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (1)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دو چیزیں اللہ کی طرف سے ہیں اور دو شیطان کی طرف سے ہیں۔ شیطان فقر کی دھمکی دیتا ہے اور برائی کا حکم کرتا ہے، کہتا ہے اپنے مال کو خرچ نہ کر اسے اپنے پاس رکھ کیونکہ تو محتاج ہے وَ اللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا اللہ تعالیٰ گناہوں پر بخشش کا مژدہ سناتا ہے اور رزق میں فضل کا وعدہ فرماتا ہے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ اللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری برائیوں کے لئے بخشش کا اور تمہارے فقر کے لئے فضل کا وعدہ کرتا ہے (3)۔

امام ابن المنذر نے حضرت خالد الربعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے وہ تین آیات بہت اچھی لگی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہے اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (غافر: 60) تم مجھ سے مانگو میں تمہاری التجا قبول کروں گا) ان دونوں کے درمیان حرف نہیں ہے اور یہ ارشاد نبی کریم ﷺ کے لئے تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے فرما دیا۔ دوسری آیت اس پر ٹھہر جا اور جلدی نہ کر فرمایا فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ (البقرہ: 152) جب اس کا یقین تیرے دل میں قرار پذیر ہو جائے گا تو تیرے ہونٹ ذکر الٰہی سے کبھی خشک نہ ہوں گے۔ تیسری آیت یہ ہے اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَ اللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انسان کی مثال اس شے کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ اور شیطان کے سامنے پڑی ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ اس پر کرم فرمانا چاہتا ہو تو وہ شیطان سے لے لیتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس پر کرم نہ فرمانا چاہتا تو اسے شیطان کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

یُّؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ؕ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

"عطا فرماتا ہے دانائی جسے چاہتا ہے اور جسے عطا کی گئی دانائی تو یقیناً اسے دے دی گئی بہت بھلائی اور نہیں نصیحت قبول کرتے مگر عقل مند"۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور النحاس نے الناسخ میں حضرت ابن عباس سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ حکمت سے مراد قرآن کے ناسخ، منسوخ، محکم، متشابہ، مقدم، مؤخر، حلال حرام اور اس کی امثال کی معرفت ہے (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 59 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 60

امام ابن مردویہ نے حضرت جو یبر بن الضحاک عن ابی عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حکمت سے مراد قرآن ہے یعنی قرآن کی تفسیر ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو نیکوکار اور فاجر پڑھتا ہے۔

امام ابن الضریس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الْحِكْمَةَ سے مراد قرآن ہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الْحِكْمَةَ سے مراد نبوت ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبوت نہیں بلکہ قرآن، علم اور فقہ ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الْحِكْمَةَ سے مراد قرآن کی سمجھ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو درداء سے روایت کیا ہے کہ الْحِكْمَةَ سے مراد قرآن کی تلاوت اور اس میں غور و فکر کرنا ہے۔

امام ابن جریر نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْحِكْمَةَ سے مراد کتاب (قرآن) اور اس کی سمجھ ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْحِكْمَةَ سے مراد کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے اس کی صحیح سمجھ عطا فرماتا ہے(1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْحِكْمَةَ سے مراد سمجھ ہے(2)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حکمت سے مراد بات کی اصابت اور صحیح سمت ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْحِكْمَةَ سے مراد قرآن کی سمجھ ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْحِكْمَةَ سے مراد قرآن ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْحِكْمَةَ، سے مراد خشیت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف ہر حکمت کی اصل ہے پھر یہ تلاوت کی اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: 28)

امام احمد نے الزہد میں خالد بن ثابت ربعی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور کے آغاز میں پایا ہے۔ حکمت کا اصل رب تعالیٰ کی خشیت ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے مطر الوراق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حکمت اللہ تعالیٰ کی خشیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں خشیت حکمت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرا اس نے افضل حکمت کو پالیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زید بن اسلم نے کہا حکمت عقل ہے اور میرے دل میں یہ وارد ہوا ہے کہ حکمت دین میں تفقہ (سمجھ) ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے دلوں میں داخل فرماتا ہے اور یہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ تو ایک شخص کو دیکھتا ہے کہ وہ دنیا کے معاملات میں ضعیف

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 60 2۔ ایضاً

ہے اور امور دین کا عالم ہے، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت عطا کی ہوتی ہے اور دین کے امور سے غافل کو اس سے محروم کیا رکھا جاتا ہے پس حکمت اللہ کے دین کی سمجھ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن نبوت کا بہتر واں جز ہے اور یہی حکمت ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نرمی حکمت کی اصل ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن کا تیسرا حصہ پڑھا اسے (فیضان) نبوت کا ثلث عطا کیا گیا اور جس نے قرآن کا نصف پڑھا اسے (فیضان) نبوت کا تیسرا حصہ عطا کیا گیا اور جس نے قرآن کے دو ثلث تلاوت کیے اسے فیضان نبوت کے دو ثلث عطا کئے گئے اور جس نے پورا قرآن پڑھا اسے پورا فیضان نبوت عطا کیا گیا، قیامت کے روز اسے کہا جائے گا پڑھ اور ہر ایک آیت کے بدلے میں ایک درجہ بلند ہو حتی کہ جتنا قرآن تیرے پاس ہے مکمل ہو جائے اس کو کہا جائے گا پکڑ پس وہ پکڑ لے گا ارشاد ہوگا کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ پس اس کے دائیں ہاتھ میں جنت ہوگی اور بائیں ہاتھ میں دوسری نعمتیں ہوں گی (1)۔

امام طبرانی، حاکم اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن پڑھا اس نے اپنے پہلوؤں کے درمیان فیضان نبوت جمع کر لیا لیکن اس کی طرف وحی نہیں کی جاتی اور جس نے قرآن پڑھا پھر اس نے کسی دوسرے کے متعلق یہ خیال کیا کہ اس کو اس سے افضل نعمت ملی ہے تو اس نے اس چیز کو بڑا جانا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے بڑا فرمایا اس کو چھوٹا سمجھا صاحب قرآن کے لئے مناسب نہیں کہ وہ غصہ کرے اس سے جو اس کے ساتھ غصہ کرے اور جہالت کا مظاہرہ نہ کرے اس سے جو اس سے جہالت کا مظاہرہ کرے جب کہ اس دل میں کلام اللہ ہے (2)۔

امام الحاکم نے عبید اللہ بن ابی نہیک سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے کمائی کرنے والے تاجرو! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ۔ سفیان فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کے ساتھ مستغنی نہ ہو (3)۔

امام البزار، الطبرانی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کو خوش الحانی کے ساتھ نہ پڑھے یا یہ معنی کہ جو قرآن کے ساتھ مستغنی نہ ہو۔

امام البزار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جس نے قرآن کو خوش الحانی کے ساتھ نہیں پڑھا۔

امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 522 (2589) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 522 (2591)

3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 758 (2091) مطبوعہ الریاض

عرض کی میرا خاوند مسکین ہے وہ کسی چیز پر قادر نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے خاوند سے کہا کیا تو کچھ قرآن پڑھتا ہے؟ فرمایا فلاں سورت پڑھ۔ اس نے تلاوت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شاباش تیرا خاوند تو غنی ہے۔ پس وہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ رہی پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو عرض کی اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے ہم پر رزق کشادہ فرما دیا ہے۔

امام طبرانی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو امامہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میں نے بنی فلاں کا حصہ خریدا ہے اور مجھے اس پر اتنا اتنا منافع ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تجھے اس سے زیادہ نفع پانے والے کی خبر نہ دوں؟ اس نے کہا کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اس سے زیادہ نفع پانے والا ہو؟ فرمایا ایک شخص جو دس آیات کو سیکھے وہ شخص چلا گیا اور دس آیات سیکھ لیں۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس کے متعلق بتایا۔

امام ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ ایک شخص کو ایک آیت سکھاتے پھر فرماتے اس آیت کو سیکھ لے کیونکہ یہ تیرے اس تمام سے بہتر ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے حتیٰ کہ آپ تمام قرآن کے متعلق یہی فرماتے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تم میں سے کسی کو کہا جائے کہ اگر تم صبح فلاں شہر کو جاؤ گے تو تمہارے لئے چار اونٹنیاں ہوں گی۔ فرماتے تھے وہ کہتا ہے میں کیسے صبح سویرے جا سکتا ہوں اگر تم میں سے کوئی صبح جائے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی کوئی آیت سیکھے تو یہ اس کے لئے کئی چار اونٹنیوں سے بہتر ہے حتیٰ کہ آپ نے بہت سی تعداد شمار کی۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے تجار کے گروہ! کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ جب وہ بازار سے لوٹ کر آئے تو دس آیات تلاوت کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر آیت کے بدلے ایک نیکی لکھتا ہے(1)۔

امام البزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ گھر جس میں قرآن پڑھا جاتا ہے اس میں خیر زیادہ ہوتی ہے اور وہ گھر جس میں قرآن نہیں پڑھا جاتا اس میں خیر کم ہوتی ہے۔

امام ابو نعیم نے فضل العلم اور ریاضۃ المتعلمین میں اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قرآن غنا ہے، اس کے بعد فقر نہیں ہے اور قرآن کے بغیر غنا نہیں ہے۔

امام بخاری نے تاریخ میں اور بیہقی نے رجاء الغنوی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفظ کی نعمت عطا فرمائی اور اس نے کسی اور کے متعلق یہ گمان کیا کہ اسے اس سے افضل چیز عطا کی گئی ہے تو اس نے اللہ کی عظیم نعمت کی ناشکری کی۔

امام بیہقی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر تعلیم و تربیت کرنے والے کی تعظیم و تکریم کرنا تجھ پر واجب ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کو تعظیم بخشی ہے پس اس کو نہ چھوڑو۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 219 (4848)

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کوئی آیت نازل نہیں فرمائی مگر اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ بندے اس کے شان نزول کا علم حاصل کریں اور اس کا جو مقصود و مراد ہے وہ یاد رکھیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زمین سے سب سے پہلے علم اٹھایا جائے گا، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ قرآن اٹھالیا جائے گا فرمایا نہیں۔ بلکہ جو اس کی تعلیم دیتے ہوں گے وہ فوت ہو جائیں گے یا فرمایا جو اس کی تاویل کو جانتے ہیں وہ فوت ہو جائیں گے اور ایسے لوگ باقی رہ جائیں گے جو اپنی خواہش کے مطابق اس کا مطلب بیان کریں گے۔

امام ابن جریر اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب ہم نبی کریم ﷺ سے قرآن کی دس آیات سیکھ لیتے تو ہم ان کے بعد والی دس آیات نہیں سیکھتے تھے حتی کہ پہلی دس آیات کو جان لیتے تھے۔ شریک سے پوچھا گیا اس سے مراد یہ ہے کہ ہم ان پر عمل کرنا جان لیتے تھے۔ فرمایا ہاں۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابن جریر، ابن المنذر، المرہبی نے فضل العلم میں حضرت ابو عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس صحابی نے بتایا جو ہمیں قرآن پڑھاتا تھا کہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ سے دس آیات سیکھتے تھے۔ پھر دوسری دس آیات نہیں سیکھتے تھے حتی کہ پہلی دس آیات کا علم اور عمل جان لیتے تھے فرمایا ہم نے علم اور عمل دونوں سیکھے (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے زندگی کا کچھ عرصہ گزارا ہے ہم میں سے کوئی قرآن سے پہلے ایمان لاتا تھا اور محمد ﷺ پر کوئی سورت نازل ہوتی تو ہم اس کے حلال، حرام کو جانتے تھے اور ہمارے لئے مناسب نہیں تھا کہ ہم اس طرح آپ ﷺ سے وہ سورت سیکھتے جس طرح تم قرآن کو سیکھتے ہو پھر میں نے کئی افراد دیکھے وہ ایمان سے پہلے قرآن پڑھتے تھے۔ پس وہ سورۂ فاتحہ سے آخر تک قرآن پڑھتے ہیں لیکن انہیں یہ معلوم نہ ہوتا کہ قرآن نے کیا حکم دیا ہے اور کس چیز سے منع فرمایا ہے ایسا کرنا مناسب نہیں ہے اور ردی کھجور کی طرح قرآن کو بکھیرنا مناسب نہیں۔

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (حکمت آمیز) کلمہ مومن کی گمشدہ (میراث) ہے جہاں سے اس کو پالے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت مکحول سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے چالیس دن اللہ کے لئے اخلاص کا مظاہرہ کیا اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔

امام ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت مکحول عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ کے طریق سے مرفوع روایت کی ہے۔

امام طبرانی نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا بیٹا! علماء کی مجلس کو لازم پکڑ و حکماء کا کلام سن اللہ تعالیٰ مردہ دل کو حکمت کے نور سے اس طرح زندہ کرتا ہے جس طرح مردہ زمین کو بارش کے قطرے سے زندہ کرتا ہے۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 117 (29929)

امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسد نہیں ہے مگر دو آدمیوں میں ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا پھر اس کو حق پر خرچ کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائی دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا فرمائی پھر وہ اس کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے (1)۔

امام بیہقی نے الشعب میں یزید بن الاخنس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مقابلہ نہیں ہے مگر دو آدمیوں سے، ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی نعمت عطا کی ہو پھر وہ اس کی دن اور رات کو حفاظت کرتا ہو اور اس میں غور و فکر کرتا ہو کوئی شخص کہتا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے جو فلاں کو عطا فرمایا ہے مجھے بھی عطا فرماتا تو میں بھی اسی طرح اس کی حفاظت و نگرانی کرتا۔ دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا پھر وہ اس سے خرچ کرتا ہے اور صدقہ کرتا ہے، پس کوئی شخص کہتا ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھے بھی ایسی ہی دولت عطا فرماتا جیسی فلاں کو عطا کی گئی ہے تو میں بھی اس سے صدقہ کرتا۔ ایک شخص نے کہا ایک شخص میں جو بہادری ہوتی ہے (اس کی کیا فضیلت ہے؟) فرمایا ان دونوں صفتوں کے برابر نہیں کتا اپنے مالکوں کے پیچھے چلتا ہے۔

امام بخاری، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس سے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے (2)۔

امام ابو یعلی نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ جس سے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے اور جس کو دین کی سمجھ عطا نہیں ہوئی اس نے دین سے کچھ حاصل نہیں کیا۔

امام البزار اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور ہدایت کا اسے الہام فرماتا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افضل عبادت فقہ ہے اور افضل دین تقویٰ ہے۔

امام البزار اور طبرانی دار المرہبی نے حضرت فضل العلم میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے افضل ہے اور تمہارا بہتر دین تقویٰ ہے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھوڑا علم، کثیر عبادت سے بہتر ہے اور انسان کے لئے یہ تفقہ کافی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور انسان کے لئے یہ جہالت کافی ہے جب وہ اپنی رائے پر خوش ہو۔

امام طبرانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی کمانے والے نے علم کی فضیلت کی مثل کوئی چیز نہیں کمائی جو انسان کو ہدایت کی طرف لے جاتا ہے یا اس کو ہلاکت سے روکتا ہے اور اس کا دین اس وقت تک مستقیم نہیں ہوتا حتی کہ اس کی عقل مستقیم ہو جائے۔

1۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 189، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد 2۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 333، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

امام ابن ماجہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر تو صبح سویرے جائے اور قرآن کی ایک آیت سیکھے یہ تیرے لئے سو رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تو صبح جائے اور علم کا ایک باب پڑھے خواہ اس پر عمل کرے یا نہ کرے یہ ہزار رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے (1)۔

امام المرہبی نے فضل العلم میں اور طبرانی نے الاوسط میں دار قطنی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا دین میں غور وفکر کرنے سے افضل اللہ کی کوئی عبادت نہیں ہے اور ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے اور ہر چیز ایک ستون ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے، ابو ہریرہ نے فرمایا میں ایک لحہ بیٹھوں اور غور وفکر کروں میرے نزدیک یہ صبح تک رات کو زندہ کرنے (عبادت کرنے) سے زیادہ محبوب ہے (2)۔

امام ترمذی اور المرہبی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہوسکتیں اچھا چال چلن اور دین کی سمجھ (3)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم کی فضیلت، عبادت سے افضل ہے دین کا دارومدار تقوی پر ہے (4)۔

امام طبرانی نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھوڑا تفقہ، زیادہ عبادت سے بہتر ہے اور تمہارے اعمال میں سے بہتر عمل وہ ہے جو آسان ہو (5)۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے سے کوئی اللہ کی عبادت افضل نہیں (6)۔

امام طبرانی نے ثعلبہ بن الحکم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کا فیصلہ کرنے کے لئے قیامت کے روز اپنی کرسی پر بیٹھے گا تو علماء سے فرمائے گا میں نے اپنا علم اور حلم تم میں نہیں رکھا تھا مگر اس لئے کہ میں تمہاری لغزشوں کو معاف کردوں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (میں بے نیاز ہوں) (7)

امام طبرانی نے حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندوں کو دوبارہ اٹھائے گا پھر علماء کو علیحدہ کرے گا۔ اے علماء کے گروہ! میں نے تمہارے اندر علم اس لئے نہیں رکھا تھا کہ میں تمہیں عذاب دوں۔ جاؤ میں نے تمہیں معاف کردیا ہے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۭ وَمَا

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 1، صفحہ 133 (219) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 266 (1712)
3۔ جامع ترمذی، جلد 5، صفحہ 48 (2684) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 38 (10969) مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 136 (286)
6۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 266 (1711)
7۔ معجم کبیر، جلد 2، صفحہ 84 (1381)

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝۲۷۰

''اور جو تم خرچ کرتے ہو یا منت مانتے ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور نہیں ہے ظالموں کے لئے کوئی مددگار''۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں یعلمہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ اس کو شمار کرتا ہے(1)۔

امام عبدالرزاق اور بخاری نے ابن شہاب عن عوف بن الحرث بن الطفیل کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیع یا عطیہ کے متعلق فرمایا جو انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عطا کیا تھا، اللہ کی قسم عائشہ رک جائے ورنہ میں اس کو روک دوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا یہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں، حضرت عائشہ نے کہا اللہ کے لئے نذر ہے کہ میں عبداللہ بن زبیر سے کبھی بات نہیں کروں گی، حضرت عبداللہ بن زبیر نے مہاجرین کی سفارش طلب کی جب جدائی کا وقت زیادہ لمبا ہو گیا تھا، حضرت عائشہ نے کہا اللہ کی قسم میں ان کے متعلق کسی کی سفارش قبول نہیں کروں گی اور جو میں نے نذر مانی ہے اس کو کبھی نہیں توڑوں گی۔ جب وقت زیادہ گزر گیا تو ابن زبیر نے مسعود بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یعوث رضی اللہ عنہم سے بات کی یہ دونوں حضرات بنی زہرہ سے تعلق رکھتے تھے، عبداللہ بن زبیر نے کہا اللہ کا واسطہ کیا تم دونوں مجھے حضرت عائشہ کے پاس نہیں لے جاؤ گے کیونکہ اس کے لئے میرے ساتھ قطع تعلقی کی نذر ماننا حلال نہیں ہے، مسعود اور عبدالرحمٰن اپنے اوپر چادریں لپیٹے ہوئے آئے اور حضرت عائشہ سے اجازت طلب کی۔ عرض کی السلام علی النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ کیا ہمیں اندر آنے کی اجازت ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا داخل ہو جاؤ انہوں نے کہا تمام لوگ اے ام المومنین! حضرت عائشہ نے کہا ہاں تمام داخل ہو جاؤ۔ حضرت عائشہ کو معلوم نہیں تھا کہ ان کے ساتھ ابن زبیر بھی ہے۔ جب وہ داخل ہوئے تو ابن زبیر بھی ان کے ساتھ حجاب میں داخل ہوئے اور حضرت عائشہ سے ملے اور رو رو کر انہیں واسطے دینے لگے، مسعود اور عبدالرحمٰن نے بھی حضرت عائشہ سے واسطے دے کر سفارش کی وہ ابن زبیر سے بات کریں اور ان کی عرض کو قبول فرمالیں، ان دونوں نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قطع تعلقی سے منع فرمایا ہے اور کسی شخص کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے قطع تعلقی رکھے۔ جب انہوں نے بہت زیادہ اصرار کیا اور نصیحت کی تو حضرت عائشہ انہیں نصیحت کرنے لگیں اور آپ رو بھی رہی تھیں ارشاد فرمایا میں نے نذر مانی ہے اور نذر کا توڑنا بڑا سخت ہے وہ لوگ اپنی بات پر ڈٹے رہے حتی کہ حضرت عائشہ نے عبداللہ بن زبیر سے بات کی۔ پھر آپ نے اس نذر کی وجہ سے چالیس غلام آزاد کئے تھے، چالیس غلام آزاد کرنے کے بعد بھی جب آپ کو اپنی نذر کا توڑنا یاد آتا تو آپ اتنا روتیں کہ آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا(2)۔

امام ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن حجیرہ الاکبر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے نذر مانی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 61 2۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 444 (15851) مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت

ہے کہ میں اپنے بھائی سے کلام نہیں کروں گا، عبد اللہ نے فرمایا شیطان کا بچہ پیدا ہوا تھا جس کا نام اس نے نذر رکھا تھا جس نے ان تعلقات کو ختم کرنے کی نذر مانی جن کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے تو اس پر لعنت اترتی ہے۔

امام مالک، ابن ابی شیبہ، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو نذر مانے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اسے اطاعت کرنی چاہیے اور جو نافرمانی کی نذر مانے وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے (1)۔

امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کیا ہے (2)۔

امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا گناہ کی نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انصار کی ایک عورت گرفتار کی گئی تھی اور عضباء اونٹنی بھی پکڑی گئی تھی وہ عورت اس اونٹنی کی پشت پر بیٹھی پھر اس کو چلنے کے لئے ڈانٹا۔ وہ چلی تو اس نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے اس اونٹنی پر نجات دی تو وہ اسے ذبح کرے گی۔ جب وہ مدینہ طیبہ پہنچی تو لوگوں نے عضباء اونٹنی کو دیکھا تو کہا عضباء رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی آگئی ہے۔ اس عورت نے کہا اس نے نذر مانی تھی کہ اللہ نے اسے اس پر نجات دی تو وہ اسے ذبح کرے گی۔ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور یہ مسئلہ ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! اس نے اسے کتنی بری جزا دی ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ اللہ نے اسے اس پر نجات دی تو اسے ذبح کرے گی۔ اللہ کی نافرمانی کی نذر کو پورا نہیں کیا جائے گا اور نہ اس چیز کی نذر کو پورا کیا جائے گا جس کا انسان مالک نہیں (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے جب اس نے نام نہ لیا ہو (5)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ثابت بن الضحاک سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بندے پر اس نذر کا پورا کرنا لازم نہیں جس کا وہ مالک نہیں (6)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نذر سے منع فرمایا اور فرمایا یہ کوئی خیر نہیں لاتی اور اس کے ذریعے صرف بخیل (کی جیب) سے مال نکالا جاتا ہے (7)۔

امام مسلم، ترمذی، نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نذر نہ مانا کرو کیونکہ نذر تقدیر کو ٹالنے کا فائدہ نہیں دیتی یہ صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے (8)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 66 (12146) مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 184، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد 3۔ ایضاً 4۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 45، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

5۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 184 6 ایضاً 7۔ صحیح مسلم جلد 2، صفحہ 44 8۔ جامع ترمذی جلد 1، صفحہ 185

امام بخاری، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نذر انسان کو وہ چیز نہیں پہنچاتی جو میں نے اس کی تقدیر میں نہیں لکھی بلکہ نذر کبھی اس تقدیر سے موافقت کر جاتی ہے جو میں نے اس کے لئے لکھی ہوتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ بخیل سے اس کے ذریعے مال نکالتا ہے۔ پس وہ مال خرچ کرتا ہے جو اس سے پہلے خرچ کرنے کے لئے تیار نہ تھا(1)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے بیٹوں کا سہارا لے کر چل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی اس نے کعبہ تک چل کر جانے کی نذر مانی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ انسان جو اپنے آپ کو عذاب دے رہا ہے اللہ تعالیٰ اس سے غنی ہے (پھر آپ نے) اسے سوار ہونے کا حکم دیا(2)۔

امام مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے سہارے چل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا اس کو کیا ہوا اس کے بیٹوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس نے نذر مانی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے شیخ سوار ہو جا۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے اور تیری نذر سے غنی ہے(3)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میری بہن نے بیت اللہ کی طرف ننگے پاؤں چل کر جانے کی نذر مانی پھر اس نے مجھے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق مسئلہ پوچھوں، میں نے مسئلہ پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے چلنا چاہیے اور سوار ہونا چاہیے(4)۔

امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عقبہ بن عامر کی بہن نے نذر مانی کہ وہ پیدل حج کرے گی اور وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی تھی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری بہن کے پیدل چلنے سے بے نیاز ہے وہ اسے چاہیے کہ وہ سوار ہو جائے اور ایک اونٹ ہدی دے(5)۔

امام ابوداؤد اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری بہن نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری بہن کی تکلیف کا کچھ نہیں کرے گا اسے سوار ہو کر حج کرنا چاہیے اور اپنی قسم کا کفارہ دینا چاہیے(6)۔

امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کے متعلق نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ اس نے ننگے پاؤں بغیر دوپٹہ کے حج کرنے کی نذر مانی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے حکم دو کہ وہ دوپٹہ اوڑھ لے اور سوار ہو جائے اور تین دن کے روزے رکھے(7)۔

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 561 (2123)
2۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 45، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً
5۔ سنن ابوداؤد، جلد 2، صفحہ 112، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد
6۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 335 (7830) مطبوعہ ریاض
7۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 566 (2134)

امام بخاری، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک شخص دھوپ میں کھڑا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابواسرائیل ہے اس نے کھڑے ہونے اور نہ بیٹھنے اور سایہ نہ لینے اور کلام نہ کرنے اور روزہ رکھنے کی نذر مانی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کلام کرنی چاہیے، اسے سائے میں بیٹھنا چاہیے اور اسے روزہ مکمل کرنا چاہیے(1)۔

امام ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نذر مانی جس کا نام نہ لیا تو اس کا کفارہ، قسم والا کفارہ ہے۔ اور جس نے گناہ کی نذر مانی اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے، جس نے ایسی نذر مانی جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے، جس نے ایسی نذر مانی جس کو وہ پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہے اس کو نذر پوری کرنی چاہیے(2)۔

امام نسائی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ نذر کی دو قسمیں ہیں جو نذر اللہ کی اطاعت کے بارے ہو وہ اللہ کے لئے ہے اور اس کو پورا کرنا لازمی ہے اور جو نذر اللہ کی نافرمانی کے متعلق ہو وہ شیطان کے لئے ہے اور اس کا پورا کرنا نہیں ہے اور وہ شخص وہ کفارہ دے جو قسم کا دیا جاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، نسائی اور حاکم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نافرمانی اور غصہ میں نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ، کفارہ یمین ہے(3)۔

امام حاکم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہر خطبہ میں صدقہ کا حکم دیا اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔ فرمایا مثلہ یہ ہے کہ ناک کاٹ دیا جائے اور پیدل حج کرنے کی نذر سے منع فرمایا پس جو پیدل حج کرنے کی نذر مانے وہ ہدی دے اور سوار ہو جائے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں نے شام تک قعیقعان پہاڑ پر برہنہ کھڑے ہونے کی نذر مانی ہے۔ ابن عباس نے فرمایا شیطان نے ارادہ کیا ہے کہ تیری شرم گاہ کو برہنہ کردے اور تجھ پر لوگوں کو ہنسائے اپنے کپڑے پہن لے اور حجر اسود کے پاس دو رکعت پڑھ(5)۔

امام عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نذر کی چار قسمیں ہیں جس نے مطلق نذر مانی نام نہ لیا تو اس کا کفارہ، کفارہ قسم ہے اور جو معصیت کی نذر مانے اس کا کفارہ بھی کفارہ قسم ہے اور جس نے ایسی نذر مانی جس کے پورا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کا کفارہ بھی کفارہ یمین ہے اور جو ایسی نذر مانے جو پوری کرسکتا ہے تو اسے وہ نذر پوری کرنی چاہیے(6)۔

1۔ سنن ابوداؤد، جلد 2، صفحہ 111
2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 563 (2128) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 339 (7840)
4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 340 (7843)
5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 67 (12153)
6۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 69 (12185)

وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ (اور نہیں ہے ظالموں کے لئے کوئی مددگار)

امام ابن ابی حاتم نے شریح سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ظالم، سزا کا منتظر ہوتا ہے اور مظلوم، مدد کا منتظر ہوتا ہے۔

امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ظلم قیامت کے روز تاریکیوں کا باعث ہوگا(1)۔

امام بخاری نے الادب میں، مسلم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے روز تاریکیوں کا باعث ہوگا، بخل سے بچو کیونکہ بخل نے ہی تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا اس نے انہیں خون بہانے اور محارم کو حلال کرنے پر برانگیختہ کیا تھا(2)۔

امام بخاری نے الادب میں، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ظلم سے بچو یہ قیامت کے روز کئی تاریکیوں کا باعث ہوگا، فحش کلامی سے بچو، اللہ تعالیٰ فحش کلام کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا اور بخل سے بچو کیونکہ بخل نے پہلے لوگوں کو اس بات کی طرف ابھارا کہ انہوں نے خون ریزی کی، محارم کو حلال سمجھا اور رشتہ داریوں کو قطع کیا(3)۔

امام حاکم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے روز کئی اندھیروں کا باعث ہوگا اور فحش کلام اور فحش کام کرنے سے بچو اور بخل سے بچو کیونکہ بخل کی وجہ سے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے تھے۔ بخل نے انہیں قطع تعلقی کا حکم دیا تو انہوں نے قطعہ تعلقی کی اور انہیں کنجوسی کا حکم دیا تو انہوں نے کنجوسی کی انہیں بدکاری کا حکم دیا تو انہوں نے بدکاری کی(4)۔

امام طبرانی نے الہرماس بن زیاد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو اونٹنی پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا خیانت سے بچو، یہ چھپی ہوئی بری خصلت ہے، ظلم سے بچو کیونکہ یہ قیامت کے روز کئی تاریکیوں کا باعث ہے، بخل سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل نے ہلاک کیا تھا حتی کہ انہوں نے اپنے خون بہائے اور رشتہ داروں سے قطع تعلقی کی۔

امام الاصبہانی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ظلم نہ کرو ورنہ تم دعا کرو گے تو قبول نہ ہوگی، بارش طلب کرو گے تو بارش نہ ہوگی، مدد طلب کرو گے تو مدد نہیں کئے جاؤ گے۔

امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے دو قسم کے لوگ ہیں جنہیں میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی، انتہائی ظالم امام اور انتہائی خیانت کرنے والا۔

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 8-7، صفحہ 140 (2030) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 424 (10832)

3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 57 (28) مطبوعہ الریاض

4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 55 (26)

امام حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ وہ آسمان کی طرف اس طرح بلند ہوتی ہے گویا کہ وہ شعلہ ہے(1)۔

امام طبرانی نے عقبہ بن عامر الجہنی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی دعا قبول ہوتی ہے، والد، مسافر، مظلوم۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے اگرچہ فاجر بھی ہو پس اس کے فجور کا وبال اس کی اپنی جان پر ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو دعائیں ایسی ہیں جن کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا، مظلوم کی دعا اور وہ شخص جو اپنے بھائی کے لئے اس کی عدم موجودگی میں دعا کرتا ہے(2)۔

امام طبرانی نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی دعا سے بچو کیونکہ وہ بادلوں کے اوپر اٹھائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری عزت اور جلال کی قسم میں تیری مدد کروں گا اگرچہ کچھ عرصہ بعد کروں گا(3)۔

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے بچو اگرچہ وہ کافر ہی ہو کیونکہ اس کے سامنے حجاب نہیں ہے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے سخت غصہ آتا ہے اس پر جو ایسے شخص پر ظلم کرتا ہے جس کا میرے سوا کوئی مددگار نہیں ہے۔

امام ابوالشیخ ابن حبان نے کتاب التوبیخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے، میری عزت وجلال کی قسم میں ظالم سے جلدی اور بدیر ہر صورت میں انتقام لوں گا اور میں اس شخص سے بھی انتقام لوں گا جو مظلوم کی مدد کرنے پر قادر ہو پھر مدد نہ کرے۔

امام اصبہانی نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو وہ سب اپنے سر اٹھائے اپنے قدموں پر برابر کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رب تو کس کے ساتھ ہے فرمایا میں مظلوم کے ساتھ ہوں حتی کہ اس کا اسے حق ادا کیا جائے۔

امام مردویہ اور الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک بادشاہ اپنی مملکت میں لوگوں سے چھپ کر پھرنے لگا حتی کہ وہ ایک ایسے شخص کے پاس گیا جس کی ایک گائے تھی وہ گائے شام کے وقت واپس

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 83 (81) 2۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 119 (11232) مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم

3۔ معجم کبیر، جلد 4، صفحہ 84 (3718)

آئی اور اس کا دودھ دوہا گیا تو دودھ تیس گائیوں کے دودھ کے برابر تھا بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ وہ یہ گائے لے لے گا۔ جب دوسرے دن گائے چراگاہ میں چرنے کے لئے گئی اور شام کو واپس آئی تو اس کا دودھ دوہا گیا آج اس کا دودھ پندرہ گائیوں کے دودھ کے برابر تھا۔ بادشاہ نے گھر کے مالک کو بلایا اور کہا کہ مجھے اپنی گائے کے متعلق بتاؤ کیا یہ آج کسی دوسری چراگاہ میں چرنے کے لئے گئی تھی اور اس نے آج کسی دوسرے گھاٹ سے پانی پیا ہے۔ اس نے کہا ایسی کوئی بات نہیں ہے چراگاہ بھی وہی تھی اور گھاٹ بھی وہی تھا۔ بادشاہ نے کہا پھر آج اس کا دودھ کیوں کم ہو گیا ہے۔ گائے کے مالک نے کہا میرا خیال ہے کہ بادشاہ نے اس کو لینے کا ارادہ کیا ہے، اس وجہ سے اس کا دودھ کم ہو گیا ہے۔ جب بادشاہ ظلم کرتا ہے یا ظلم کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو برکت اٹھ جاتی ہے۔ بادشاہ نے پوچھا، بادشاہ تجھے کیسے جان لے گا اس نے کہا بات اس طرح ہے جو میں نے کہی ہے۔ بادشاہ نے اپنے رب سے دل میں عہد کیا کہ وہ ظلم نہیں کرے گا اور نہ یہ گائے لے گا اور نہ اس کا مالک بنے گا اور کبھی اس کی ملک میں نہ ہو گی پھر جب اگلے روز گائے چرنے کے لئے گئی اور شام کو واپس آئی تو اس کا دودھ دوہا گیا تو تیس گائیوں کے برابر اس کا دودھ تھا بادشاہ نے اپنے دل میں کہا اور عبرت حاصل کی کہ بادشاہ جب ظلم کرتا ہے یا ظلم کا ارادہ کرتا ہے تو برکت اٹھ جاتی ہے اس لئے میں ہمیشہ اب عدل کروں گا اور بہتر عدل کرنے والا بنوں گا۔

امام الاصبہانی نے سعید بن عبد العزیز سے روایت کیا ہے کہ جو نیکی کرے اسے ثواب کی امید کرنی چاہیے اور جو برائی کرے اسے جزاء کا انکار نہیں کرنا چاہیے اور جو بغیر حق کے عزت حاصل کرے گا اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ اسے ذلت دے گا اور جو ظلم کے ساتھ مال جمع کرے گا اللہ تعالیٰ بغیر ظلم کے اسے فقر کا وارث بنائے گا۔

امام احمد نے الزہد میں وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو فقراء کے اموال سے غنی بنے گا میں اسے فقیر بنا دوں گا اور ہر ایسا گھر جو کمزوروں کی قوت کے ساتھ بنے گا میں اس کا انجام خراب کر دوں گا۔

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۷۱﴾

''اگر ظاہر کرو (اپنی) خیرات تو بہت اچھی بات ہے اور اگر پوشیدہ رکھو صدقوں کو اور دو انہیں فقیروں کو تو یہ بہت بہتر ہے تمہارے لئے اور (صدقہ کی برکت سے) مٹا دے گا تم سے تمہارے بعض گناہ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو خبردار ہے''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفلی صدقہ خفیہ طریقہ سے دینے کو اعلانیہ صدقہ پر ستر گنا فضیلت دی ہے اور فرضی صدقہ علانیہ دینے کو خفیہ طریقہ پر دینے سے پچیس درجہ فضیلت دی ہے، اسی طرح تمام اشیاء میں فرائض و نوافل کا حکم ہے (1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 62، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

امام بیہقی نے الشعب میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خفیہ عمل، اعلانیہ عمل سے افضل ہے اور یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو آپ کی اقتداء کا ارادہ رکھتا ہے(1)۔

امام بیہقی نے حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر فرض کی ہے اس کا اعلانیہ کرنا افضل ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ حکم سورۂ برأت کے نزول سے پہلے کا ہے جب فرضی صدقات کے متعلق سورۂ برأت کی آیات نازل ہوئیں تو صدقات کے ظہور کا حکم ختم ہو گیا۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ہر عمل مقبول ہے جب کہ نیت سچی ہو اور خفیہ صدقہ افضل ہے اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ صدقہ خطاء کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے(3)۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ کا ارشاد منسوخ ہے اور وَ فِيۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الۡمَحۡرُوۡمِ (الذاریات:19) بھی منسوخ ہے اور قرآن کریم میں ہر صدقہ کے حکم کو سورہ توبہ کی آیت اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ الخ (التوبہ:60) نے منسوخ کر دیا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا جو کم مال والا اپنی گنجائش کے مطابق عطا کرے۔ یا جو خفیہ طور پر فقیر تک پہنچایا جائے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَ اِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَ تُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ؕ وَ يُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ۔

امام الطیالسی، احمد، البزار، الطبرانی (الاوسط میں) اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تیری راہنمائی جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی طرف نہ کروں؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ضرور کرم فرمایئے۔ فرمایا لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ نماز؟ فرمایا یہ اچھا عمل ہے جو اتارا گیا ہے جو چاہے کم پڑھے جو چاہے زیادہ پڑھے۔ پھر میں نے پوچھا روزہ یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا قرض ہے جو جزاء کا موجب ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ صدقہ؟ فرمایا کئی گنا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں زائد ہے، میں نے عرض کی کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا کم آمدنی والے کا اپنی گنجائش کی مقدار صدقہ کرنا اور خفیہ طریقہ پر فقیر تک پہنچانا(4)۔

امام احمد اور طبرانی نے الترغیب میں ابی امامہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صدقہ کیا ہے فرمایا کئی گنا اور اللہ کے نزدیک زائد ہے پھر یہ آیت نازل فرمائی مَنۡ ذَا الَّذِيۡ يُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 376 (7012) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 378 (7020)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 62 4۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 291 (3576)

اَضۡعَافًا كَثِيۡرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقۡبِضُ وَيَبۡصُۜطُ ۖ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ (245) عرض کی گئی یا رسول اللہ کون سا صدقہ افضل ہے فرمایا جو فقیر کو خفیہ طریقہ پر دیا جائے یا کم آمدنی والا اپنی گنجائش کے مطابق عطا کرے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ۔

امام احمد، ترمذی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے الشعب میں حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ ڈولنے لگی پھر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا فرمایا اور انہیں زمین کے اوپر ڈال دیا پس اس طرح زمین قرار پذیر ہوگئی، فرشتوں نے پہاڑوں کی تخلیق سے تعجب کیا اور عرض کی یا رب تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے زیادہ سخت ہے؟ فرمایا ہاں، لوہا۔ فرشتوں نے عرض کی کیا لوہے سے بھی کوئی سخت مخلوق ہے؟ فرمایا ہاں، آگ۔ فرشتوں نے کہا کیا تو نے آگ سے بھی زیادہ کوئی سخت چیز پیدا کی ہے؟ فرمایا ہاں پانی۔ فرشتوں نے پوچھا پانی سے کوئی سخت چیز پیدا کی ہے؟ فرمایا ہاں ہوا۔ فرشتوں نے عرض کی ہوا سے بھی کوئی سخت چیز پیدا کی ہے؟ فرمایا ہاں ابن آدم اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے اور اسے بائیں ہاتھ سے بھی چھپا کر کرتا ہے (یہ عمل ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے) (1)

امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ سات انسانوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا (1) عدل کرنے والا امام (2) وہ نوجوان جو عبادت الٰہی میں پروان چڑھا (3) وہ شخص جس کا دل مساجد سے لگا ہوا ہو (4) وہ دو شخص جو اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں، محبت الٰہی پر جمع ہوں اور محبت الٰہی پر ایک دوسرے سے جدا ہوں (5) وہ شخص جس کو منصب و جمال والی عورت (برائی کی) دعوت دے اور وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں (6) وہ شخص جو صدقہ کرے اور اتنا مخفی کرے کہ جو اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا ہو اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو (7) اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھوں میں آنسو آجائیں (2)۔

طبرانی نے معاویہ بن حیدہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پوشیدہ صدقہ رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیکی کے کام برائی کی جگہ سے بچاتے ہیں۔ مخفی صدقہ رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے (3)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیکی کے کام برائی کی جگہ سے بچاتے ہیں، خفیہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے، اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے اور ہر نیکی صدقہ ہے دنیا میں نیکی کرنے والے ہی آخرت میں نیکی کرنے والے شمار ہوں گے اور دنیا میں برائی کرنے والے ہی آخرت میں برائی کرنے والے شمار ہوں گے، جنت میں سب سے پہلے نیکوکار داخل ہوں گے۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 8، صفحہ 60 (2506) مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت 2۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 191 مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد

3۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 261 (8014) مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب قضاء الحوائج میں اور بیہقی نے الشعب میں اور اصبہانی نے الترغیب میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا خفیہ صدقہ ، رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے، صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے، نیکی کے کام برائی کی جگہ سے بچاتے ہیں (1)۔

امام احمد نے الزہد میں سالم بن ابی الجعد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا ایک شخص تھا جس نے لوگوں کو اذیت دی تھی۔ لوگوں نے صالح علیہ السلام سے عرض کی اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے بددعا کریں۔ حضرت صالح نے فرمایا تم جاؤ، اس کے متعلق تمہارا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ وہ شخص ہر روز لکڑی لانے کے لئے جاتا تھا۔ دوسرے دن گیا اور اس کے پاس دو روٹیاں تھیں۔ ایک کو اس نے کھایا اور دوسری کو صدقہ کر دیا، پھر لکڑیاں اکٹھی کیں۔ وہ لکڑیاں لے کر صحیح و سلامت لکڑیاں لے کر واپس آ گیا اور اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ صالح علیہ السلام نے اسے بلایا اور فرمایا آج تو نے کیا کام کیا ہے؟ اس نے کہا میں جارہا تھا تو میرے پاس دو روٹیاں تھیں، میں نے ایک صدقہ کر دی اور ایک کھالی۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا اپنی لکڑیوں کا گٹھا کھول۔ اس نے انہیں کھولا تو ان میں شہتیر کی مثل سیاہ سانپ موجود تھا۔ وہ ایک لکڑی کی جڑ چوس رہا تھا، حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا صدقہ نے اس سانپ سے اس کا دفاع کیا۔

امام احمد نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک عورت نکلی جس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔ بھیڑیا آیا اور اس نے بچہ چھین لیا۔ وہ عورت اس کے پیچھے نکلی جب کہ اس کے پاس ایک روٹی بھی تھی۔ اس کے سامنے ایک منگتا آیا تو وہ روٹی اس نے اسے دے دی، بھیڑیا وہ بچہ واپس لے آیا اور ماں کو لوٹا دیا۔

امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور تین شخصوں سے بغض رکھتا ہے، جن سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے وہ یہ ہیں (1) ایک شخص جو کسی قوم کے پاس آتا ہے اور اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہے اور کسی قرابت کے واسطہ سے سوال نہیں کرتا پھر ایک شخص ان تمام سے بڑھتا ہے اور پوشیدگی میں سائل کو کچھ عطا فرماتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس دینے والے کے سوا کوئی نہیں جانتا (2) وہ لوگ جو رات کو چلتے ہیں حتی کہ نیند کا وقت ہو جاتا ہے تو ایک جگہ پڑاؤ کرتے ہیں اور اپنے سر رکھ دیتے ہیں پس ایک شخص کھڑے ہو کر میری بارگاہ میں اظہار بندگی کرنے لگا اور میری آیات کی تلاوت شروع کر دی (3) وہ شخص جو ایک جنگ میں دشمن سے آمنے سامنے ہوتا ہے۔ پس وہ دشمن ان کو شکست دیتے ہیں۔ پس وہ شخص سینہ تان کر آتا ہے حتی کہ شہید ہو جاتا ہے یا اس کو فتح عطا کی جاتی ہے اور وہ تین افراد جن سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے، وہ یہ ہیں (1) بوڑھا زانی (2) متکبر فقیر (3) ظالم غنی (2)۔

امام ابن ابی الدنیا نے اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا نماز میں قرآن پڑھنا نماز کے باہر قرآن پڑھنے سے افضل ہے اور نماز کے باہر قرآن پڑھنا تسبیح و تکبیر سے افضل ہے اور

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 248 (3442) 2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 577 (1520) مطبوعہ الریاض

تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزے سے افضل ہے اور روزہ آگ سے ڈھال ہے۔

امام ابن ماجہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو مشغولیت سے پہلے جلدی جلدی اعمال صالحہ کرلو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرکے اور ظاہر و پوشیدہ صدقہ کرکے اس تعلق اور رشتہ کو ملاؤ جو تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے، تمہیں رزق دیا جائے گا اور تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہیں ملایا جائے گا۔

امام ابو یعلی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت کعب بن عجرہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اے کعب بن عجرہ نماز اللہ تعالیٰ کے قرب کا باعث ہے، روزہ ڈھال ہے اور صدقہ خطاء کو بجھا دیتا جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اے کعب بن عجرہ لوگ صبح کے وقت جاتے ہیں (کچھ) اپنے نفس کو بیچنے والے ہوتے ہیں اور کچھ اپنی گردن کو ہلاک کرنے والے ہوتے ہیں اور کچھ اپنے نفس کو اپنی گردن کی آزادی میں خریدنے والے ہوتے ہیں(1)۔

امام ابن حبان نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے کعب بن عجرہ جنت میں ایسا گوشت اور خون کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے جو حرام کے مال پر بڑھے ہوں، ایسے شخص کے لئے آگ ہی بہتر ہے، اے کعب بن عجرہ لوگ صبح کو نکلتے ہیں، کچھ اپنے نفس کو چھڑانے والے ہوتے ہیں، پس وہ اسے آزاد کرنے والا ہے اور ایک صبح کو جاتا ہے، اس کو ہلاک کرنے والا ہوتا ہے، اے کعب بن عجرہ نماز باعث قرب ہے، روزہ ڈھال ہے، صدقہ خطا کو اس طرح بجھا دیتا ہے جیسے پانی(2)۔

امام احمد، ابن خزیمہ، حاکم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا حتی کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا(3)۔

امام ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے بتایا گیا ہے کہ اعمال ایک دوسرے پر فخر کریں گے تو صدقہ کہے گا میں تم سب سے افضل ہوں(4)۔

امام احمد، البزار، ابن خزیمہ، طبرانی اور حاکم اور بیہقی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صدقہ کرے گا وہ ستر شیطانوں کے جبڑوں سے چھوٹ جائے گا(5)۔

امام طبرانی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ، صدقہ کرنے والوں پر قبوروں کی گرمی کو ختم کر دیتا ہے مومن قیامت کے روز اپنے صدقہ کے سایہ میں سایہ حاصل کرے گا(6)۔

1۔ مسند ابو یعلی، جلد 2، صفحہ 266 (1995) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، جلد 5، صفحہ 9 (1723) مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت

3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 576 (1517)

4۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 576 (1518)

5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 577 (1521)

6۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 212 (3347)

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ جلدی کرو کیونکہ مصیبت صدقہ کو نہیں پھلانگ سکتی۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ کرو کیونکہ صدقہ تمہیں آگ سے چھڑاتا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ جلدی کرو کیونکہ مصیبت صدقہ سے نہیں گزر سکتی۔

امام طبرانی نے حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمیں صدقہ کے متعلق ارشاد فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ آگ سے چھٹکارا دیتا ہے اور یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو رضائے الٰہی کے لئے صدقہ کرتا ہے۔

امام ترمذی اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ غضب الٰہی کو بجھا دیتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے (1)۔

امام طبرانی نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ برائی کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے (2)۔

امام طبرانی نے حضرت عمرو بن عوف سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ مسلمان کی عمر میں اضافہ کرتا ہے اور اس کو بری موت سے بچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس شخص سے کبر اور فخر کو دور کر دیتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صدقہ نہیں کیا جاتا مگر اس کی وجہ سے ستر شیطانوں کے منہ اس صدقہ کرنے والے سے جدا ہو جاتے ہیں اور ہر ایک کو اس کو اذیت دینے سے روک دیا جاتا ہے (3)۔

امام ابن المبارک نے البر میں اور الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ صدقہ کی وجہ سے ستر بری موتیں دور فرما دیتا ہے۔

طبرانی نے الاوسط میں اور حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ روٹی کے ایک لقمہ، کھجور کی ایک مٹھی اور ہر ایسی چیز جو مسکین کو نفع دے، کے ذریعے تین شخصوں کو جنت میں داخل کرتا ہے، گھر کا مالک جو صدقہ کا حکم دیتا ہے، بیوی جو اصلاح کے طور پر صدقہ دیتی ہے اور خادم جو مسکین کو وہ صدقہ پیش کرتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَنْسَ خُدَّمَنَا سب تعریفات اللہ کے لئے جس نے ہمارے خدام کو بھی فراموش نہیں کیا (4)

1۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 84، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد 2۔ معجم کبیر، جلد 4، صفحہ 284 (4402) مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 351 (9812) مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

4۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 149 (7178) مطبوعہ الریاض

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور مسلم نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے تم میں سے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا جب کہ درمیان میں کوئی ترجمان نہیں ہوگا، پس وہ دائیں طرف دیکھے گا تو وہ دیکھے گا جو اس نے نیک اعمال کیے اور بائیں طرف دیکھے گا تو وہی دیکھے گا جو اس نے برے اعمال کیے ہوں گے اور اپنے سامنے آگ کو دیکھے گا۔ پس آگ سے بچو اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ (1)۔

امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کو اپنا چہرہ آگ سے بچانا چاہیے اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہو۔

امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ اپنے نفس کو آگ سے خرید لے اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہو۔ کیونکہ صدقہ بھوکے کی بھوک اس طرح ختم کرتا ہے جس طرح سیر شخص کی بھوک ختم کرتا ہے۔

امام البزار اور ابو یعلی نے حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے سنا ہے آگ سے بچو اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہو۔ کیونکہ صدقہ ٹیڑھی چیز کو سیدھا کر دیتا ہے، بری موت کو دور کرتا ہے اور بھوکے کی بھوک اس طرح مٹاتا ہے جس طرح سیر شخص کی مٹاتا ہے (2)۔

امام ابن حبان نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کا ایک شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اور اس نے ساٹھ سال اپنے عبادت خانہ میں عبادت کی زمین پر بارش ہوئی اور وہ سرسبز ہو گئی، راہب نے اپنے عبادت خانہ سے جھانک کر دیکھا تو کہا اگر میں عبادت خانہ سے نیچے اتروں اور اللہ کا ذکر کروں تو اور زیادہ خیر حاصل کرلوں گا۔ وہ نیچے اترا تو اس کے پاس دو روٹیاں تھیں اسی اثناء میں کہ وہ زمین پر تھا، اسے ایک عورت ملی وہ اس سے باتیں کرنے لگا اور وہ اس سے باتیں کرنے لگی حتی کہ وہ اس سے بدکاری میں ملوث ہو گیا، پھر اس پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر وہ ایک تالاب میں غسل کے لئے اترا تو ایک سائل آیا، اس نے دو روٹیاں لے لینے کا اسے اشارہ کیا پھر وہ راہب مر گیا، اس کی ساٹھ سال کی عبادت کا وزن اس گناہ سے کیا گیا تو یہ گناہ اس کی نیکیوں سے بڑھ گیا پھر ایک یا دو روٹیاں جو اس نے صدقہ کی تھیں انہیں اس کی نیکیوں کے ساتھ ملایا گیا تو اس کی نیکیاں بھاری ہو گئیں اور اس کی بخشش کر دی گئی (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک راہب اپنے گرجے میں ساٹھ سال عبادت کرتا رہا۔ پھر ایک عورت آئی اور اس کے قریب رہنے لگی اس نے چھ راتیں اس کے ساتھ بدکاری کی پھر وہ پریشان ہوا اور وہاں سے بھاگ نکلا وہ ایک مسجد میں آیا اور وہاں تین دن پناہ لی کوئی چیز کھاتا نہیں تھا اس کے پاس ایک روٹی لائی گئی۔ اس نے اس کو دو ٹکڑے کیا آدھی دائیں طرف والے شخص کو دے دی اور آدھی بائیں طرف والے شخص کو دے دی، اللہ تعالیٰ نے

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 327، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی　　2۔ مسند ابو یعلی، جلد 1، صفحہ 58 (80) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ الاحسان بترتیب ابن حبان، جلد 2، صفحہ 102 (378) مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

اس کی روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت کو بھیجا پس اس نے اس کی روح قبض کر لی۔ پس اس کی ساٹھ سال کی عبادت ایک پلڑے میں رکھی گئی اور چھ راتوں کا گناہ ایک پلڑے میں رکھا گیا، چھ راتوں کا گناہ بھاری ہو گیا پھر روٹی کو نیکیوں کے پلڑے میں رکھا گیا تو وہ بھاری ہو گئیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام بیہقی نے ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے جس کو نصفہ بن نصفہ کہا جاتا تھا فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کیا تم جانتے ہو طاقتور کون ہے؟ ہم نے کہا جو مقابل کو پچھاڑ دے! فرمایا پورا طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو پالے۔ پھر پوچھا کیا تم جانتے ہو الرقوب کون ہوتا ہے؟ ہم نے عرض کی جس کی اولاد نہ ہو۔ فرمایا رقوب وہ شخص ہوتا ہے جس کی اولاد ہو اور ان میں سے کچھ آگے نہ بھیجا ہو۔ پھر پوچھا کیا تم جانتے ہو الصعلوک (فقیر) کون ہوتا ہے؟ ہم نے عرض کی وہ شخص جس کے پاس مال نہ ہو۔ فرمایا مکمل فقیر وہ ہے جس کے پاس مال ہو لیکن اس نے اس میں سے آگے کچھ نہ بھیجا ہو (یعنی صدقہ وخیرات نہ کیا ہو)

امام البزار اور طبرانی نے حضرت انس، نعمان بن بشیر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہو۔

امام البزار اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ سے خرید لے اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ میں تجھے اللہ کی پکڑ سے کچھ فائدہ نہیں پہنچاؤں گا۔ اے عائشہ تیرے دروازے سے کوئی سائل واپس نہ جائے اگرچہ اسے جلا ہوا بکری کا کھر ہی دے دو (2)۔

امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں ہر ایک کے ہر عضو پر صدقہ کرنا ہوتا ہے پس ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) صدقہ ہے ہر تہلیل (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) صدقہ ہے ہر تکبیر (اللہ اکبر) صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے منع کرنا صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعتیں ان تمام کے قائم مقام ہیں (3)۔

امام البزار اور ابو یعلی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انسان کے ہر جوڑ پر ہر روز صدقہ کرنا واجب ہے، کسی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تو بہت سخت امر ہے، اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ فرمایا نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا صدقہ ہے، راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا صدقہ ہے، کمزور آدمی کا اٹھانا صدقہ ہے، راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا صدقہ ہے، کمزور آدمی کا اٹھانا صدقہ ہے اور نماز کی طرف تم میں کوئی جو قدم اٹھاتا ہے وہ صدقہ ہے (4)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انسان کے تین سو

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 351 (9813) مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 228 (3401)
3۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 315 (1627) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
4۔ مسند ابو یعلی، جلد 2، صفحہ 132 (2428) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

ساٹھ جوڑ ہیں، ان میں سے ہر ایک کی طرف سے ہر روز صدقہ کرنا ہے، پس انسان جو بولتا ہے صدقہ ہے، انسان کا اپنے بھائی کی کسی معاملہ میں معاونت کرنا صدقہ ہے، پانی کا گھونٹ پلانا صدقہ ہے، راستہ سے اذیت ناک چیز کا ہٹانا صدقہ ہے (1)۔

امام البزار اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا، اس کو تیرے نامہ اعمال میں صدقہ لکھا جاتا ہے۔ اور اپنے بھائی کے ڈول میں ڈول انڈیلنا تیرے لئے صدقہ لکھا جاتا ہے، راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا تیرے لئے صدقہ لکھا جاتا ہے اور کسی بھٹکے ہوئے کی راہنمائی کرنا تیرے لئے صدقہ لکھا جاتا ہے۔

امام البزار نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس قیس قبیلہ کے کچھ لوگ چیتوں کی کھالیں پہنے ہوئے (اور) تلواریں لٹکائے ہوئے آئے۔ آپ ﷺ نے ان کی حالت کو ناپسند کیا، آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ پھر تشریف لائے نماز پڑھی اور نشست گاہ پر بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے لوگوں کو صدقہ کا حکم دیا اور صدقہ پر برانگیختہ کیا۔ کسی نے دینار صدقہ کیا، کسی نے درہم صدقہ کیا۔ کسی نے گندم کا صاع صدقہ کیا، کسی نے کھجور کا صاع صدقہ کیا۔ ایک انصاری سونے کی تھیلی لے کر آیا اور آپ ﷺ کے دست اقدس میں پیش کی پھر لوگ متواتر اپنے صدقات لاتے رہے حتی کہ آپ ﷺ نے کپڑوں اور کھانوں کے دو ڈھیر دیکھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو دیکھا وہ اس طرح چمک رہا تھا جیسے سونا ہو۔

امام البزار نے حضرت کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ پر برانگیختہ کیا تو علیہ بن زید کھڑا ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری عزت کے علاوہ کچھ نہیں۔ میں آپ کی گواہی دیتا ہوں یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنی عزت صدقہ کرتا ہوں ان لوگوں پر جو مجھ پر ظلم کریں پھر وہ بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو اپنی عزت کو صدقہ کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے تجھ سے یہ صدقہ قبول کیا ہے۔

امام البزار نے حضرت علیہ بن زید سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے صدقہ پر برانگیختہ کیا تو علیہ اٹھے اور عرض یا رسول اللہ ﷺ آپ نے صدقہ پر برانگیختہ کیا ہے اور میرے پاس میری عزت کے سوا کچھ نہیں، میں نے اپنی عزت کو صدقہ کیا ان لوگوں پر جنہوں نے مجھ پر ظلم کیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے اعراض فرمایا جب دوسرا دن ہوا تو پوچھا علیہ بن زید کہاں ہے یا فرمایا اپنی عزت صدقہ کرنے والا کہاں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے یہ صدقہ قبول فرمایا ہے۔

امام احمد، ابو نعیم نے فضل العلم میں اور بیہقی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ، ہم کہاں سے صدقہ کریں ہمارے پاس مال تو ہیں نہیں؟ فرمایا یہ بھی صدقہ کے ابواب میں سے ہے: اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، استغفر اللہ، تم نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو، لوگوں کے راستے سے کانٹا ہٹاؤ، ہڈی اور پتھر دور کرو، اندھے کی رہنمائی کرو، گونگے بہرے کو سناؤ حتی کہ وہ سمجھ جائے، حاجت طلب کرنے والے کی رہنمائی کرو

1۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 55 (11027) مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم

جب کہ تو اس کی حاجت کی جگہ کو جانتا ہو۔ کمزور کی اپنے طاقتور بازوں کے ساتھ مدد کرو یہ تمام تیری طرف سے صدقہ ہیں۔ تیرا اپنی بیوی سے ہم بستر ہونا اجر ہے۔ ابو ذر نے کہا میرے لئے اپنی قضائے شہوت میں کیسے اجر ہو گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اگر تیرا بچہ پیدا ہو پھر وہ بڑا ہو پھر تو اس کے اجر کی امید رکھتا ہو پھر وہ فوت ہو جائے تو کیا تو اس کے ثواب کی امید کرے گا؟ عرض کی جی ہاں۔ فرمایا کیا تو نے اسے پیدا کیا تھا؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا تھا۔ فرمایا کیا تو نے اس کو ہدایت دی تھی؟ میں نے کہا بلکہ اللہ نے اسے ہدایت دی تھی۔ فرمایا کیا تو نے اسے رزق دیا تھا؟ میں نے کہا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے رزق دیا تھا۔ فرمایا اسی طرح تو اس کو حلال میں رکھ اور حرام سے اجتناب کر، اگر اللہ چاہے گا تو اسے زندہ رکھے گا۔ چاہے گا تو اسے موت دے گا جب کہ تجھے اجر ملے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے حارثہ بن وہب الخزاعی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ کرو کیونکہ ہو سکتا ہے کوئی ایسا وقت آجائے انسان صدقہ کرے اور کوئی ایسا شخص نہ پائے جو اسے قبول کرے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ مال سے کبھی کمی نہیں کرتا پس تم صدقہ کرو۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں ہمیں ایک بھونی ہوئی بکری صدقہ کی گئی۔ میں نے اس کے بازوؤں کے سوا سب صدقہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے بکری کا صدقہ کرنے کا ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا سوائے اس بازو کے (جو تم نے اپنے لئے رکھا ہے) باقی سب تمہارے لئے ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، الاصبہانی نے (الترغیب میں) اور ابن عساکر نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا نصف مال لوگوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا اور سیدنا ابو بکر مخفی طریقہ سے تمام مال لے کر آئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے اہل کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ عرض کی اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ۔ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا ہم نے جب بھی نیکی میں آپ سے سبقت لے جانے کی کوشش کی تو آپ ہم سے سبقت لے گئے۔

امام ابو داؤد، ترمذی اور حاکم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا اس دن میرے پاس مال تھا، میں نے سوچا کہ آج میں ابو بکر سے سبقت لے جاؤں گا۔ پس میں اپنا نصف مال لایا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اپنے اہل کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کیا اس کی مثل (یعنی نصف مال)۔ ابو بکر اپنے گھر کا سارا سامان اٹھا لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ ابو بکر نے عرض کی ان کے لئے میں اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے کہا میں تجھ سے کبھی سبقت نہیں لے جا سکتا (3)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 351 (9811) مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 352 (9816)

3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 574 (1510) مطبوعہ الریاض

امام ابن جریر نے یزید بن ابی حبیب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ یہود ونصاریٰ پر صدقہ کرنے کے متعلق نازل ہوئی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے وَيُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ تلاوت فرمائی اور فرمایا یہ صدقہ ہی گناہوں کو مٹاتا ہے۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں الاعمش سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں خَيۡرٌ لَّكُمۡ تُكَفِّرُ ہے یعنی بغیر واؤ کے ہے۔

لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰىهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلِاَنۡفُسِكُمۡ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يُّوَفَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۷۲﴾

''نہیں ہے آپ کے ذمہ ان کو سیدھی راہ پر چلانا ہاں اللہ سیدھی راہ پر چلاتا ہے جسے چاہتا ہے اور جو کچھ تم خرچ کرو (اپنے) مال سے تو (اس میں) تمہارا اپنا فائدہ ہے اور تم تو خرچ ہی نہیں کرتے ہو سوائے اللہ کی رضا طلبی کے اور جتنا کچھ تم خرچ کرو گے (اپنے) مال سے پورا ادا کر دیا جائے گا تمہیں اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔

ائمہ الفریابی، عبد بن حمید، نسائی، البزار، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ، بیہقی اور الضیاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام مشرکین کو کچھ دینا ناپسند کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰىهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلِاَنۡفُسِكُمۡ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يُّوَفَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ۔ پس ان کو مشرکوں پر خرچ کرنے کی رخصت دی گئی (1)۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور الضیاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صرف اہل اسلام پر صدقہ کرنے کا حکم دیتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی پھر اس کے بعد ہر اس شخص کو صدقہ دینے کا حکم دیتے تھے جو بھی سوالی بن کر آئے خواہ اس کا کسی دین سے تعلق ہو۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین پر صدقہ نہیں کرتے تھے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ پس پھر آپ نے مشرکین پر صدقہ کیا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف اپنے دین والے لوگوں پر صدقہ کرو۔ اس پر یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام ادیان والوں پر صدقہ کرو (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابن الحنفیہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ مشرکین پر صدقہ کرنا ناپسند کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 63 2۔ ایضاً 3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 401 (10398)

آیت نازل فرمائی پھر لوگوں نے مشرکین پر صدقہ کیا(1)۔

امام ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں انصار کی قریظہ اور نضیر کے ساتھ رشتہ داری اور قرابت تھی، وہ ان پر صدقہ کرنے سے بچنے لگے اور ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ اسلام قبول کرلیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی(2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں فرمایا گیا ہے کہ چند صحابہ نے کہا کیا ہم ان پر صدقہ کریں جو ہمارے دین پر نہیں ہیں؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی(3)۔

امام ابن جریر نے الربیع سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب مسلمانوں میں سے کسی شخص کا کسی مشرک آدمی کے ساتھ رشتہ ہوتا اور وہ مشرک غریب ہوتا تو مسلمان اس پر صدقہ نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ میرے دین دار بھائیوں میں سے نہیں ہے اس پر یہ مذکورہ آیت نزول ہوئی(4)۔

امام ابن المنذر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے ان سے سوال کیا جو ان کے دین پر نہیں تھا۔ پس انہوں نے دینے کا ارادہ کیا پھر کہا کہ یہ میرے دین پر نہیں ہے۔ پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ۔

امام سفیان اور ابن المنذر نے حضرت عمرو الہلالی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کیا ہم اہل کتاب کے فقراء پر صدقہ کریں اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی پھر مسلمانوں کی اس امر پر راہنمائی کی گئی جو بہتر اور افضل تھا ارشاد ہوا لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا۔ (البقرہ:273)

امام ابن المنذر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مسلمان پہلے ذمیوں کے فقراء پر صدقات کرتے تھے۔ جب مسلمانوں کے فقراء زیادہ ہوگئے تو انہوں نے کہا ہم صرف مسلمان فقراء پر صدقہ کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ سے مراد مشرکین ہے۔ پھر نفقہ کے اہل کو بیان فرمایا لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (بقرہ:273)(5)

امام ابن ابی حاتم نے عطاء الخراسانی سے روایت کیا ہے وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ فرماتے ہیں جب تم رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرو گے تو تم پر کوئی حرج نہیں کہ سائل کا عمل کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں مومن کا خرچ (صدقہ) اپنے لئے ہے۔ مومن جب بھی خرچ کرتا ہے رضائے الٰہی کے لئے کرتا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ فرماتے ہیں جب اس صدقہ اور خرچہ کا ثمرہ تمہاری طرف لوٹتا ہے تو پھر تم اس کی وجہ سے کیوں کسی کو اذیت دیتے ہو اور اس کا احسان جتلاتے ہو تو اپنی ذات کے فائدہ اور اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تجھے اس کی جزاء دے گا(6)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 401 (10399) 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 63 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 63
4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 63 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 64

امام ابن ابی حاتم نے حضرت یزید بن ابی حبیب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت نقل کیا ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ پر خرچ کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ۚ لَا یَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۲۷۳﴾

”(خیرات) ان فقیروں کے لئے ہے جو روکے گئے ہیں اللہ کی راہ میں نہیں فرصت ملتی انہیں (روزی کمانے کے لئے) چلنے پھرنے کی زمین میں، خیال کرتا ہے انہیں ناواقف (کہ یہ) مال دار (ہیں) بوجہ ان کے سوال نہ کرنے کے۔ (اے حبیب) آپ پہچانتے ہیں انہیں ان کی صورت سے، یہ نہیں مانگا کرتے لوگوں سے لپٹ کر اور جو کچھ تم خرچ کرو گے (اپنے) مال سے پس یقیناً اللہ تعالیٰ اسے خوب جاننے والا ہے“۔

امام ابن المنذر نے حضرت کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اس آیت میں فقراء سے مراد اصحاب صفہ ہیں۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اصحاب صفہ فقراء تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو ساتھ لے جائے (1)۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اہل صفہ کے ساتھ مل جاؤ اور انہیں بلاؤ۔ فرمایا اہل صفہ اسلام کے مہمان ہیں، یہ اہل و مال کی پروا نہیں کرتے، جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صدقہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف بھیجتے اور آپ اس میں سے کچھ تناول نہ فرماتے اور جب کوئی ہدیہ آتا تو ان کی طرف بھیجتے اور اس سے خود بھی تناول فرماتے۔

امام ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو کچھ لوگ نماز میں قیام کے دوران بھوک کی وجہ سے جھک جاتے تھے اور یہ لوگ اصحابہ صفہ ہوتے تھے حتیٰ کہ بدو لوگ کہتے یہ لوگ مجنون ہیں۔

امام ابن سعید اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اور ابونعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اصحاب صفہ ستر افراد تھے ان میں سے کسی ایک پاس بھی اوپر کی چادر نہیں تھی۔

امام ابونعیم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صفہ مسلمانوں کی ضعیف الحال لوگوں کے لئے بنایا گیا تھا، مسلمان اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس کی طرف اپنے صدقات بھیجتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آتے تو

1۔ صحیح مسلم، جلد 13، صفحہ 16 (176) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

فرماتے السلام علیکم یا اہل الصفہ۔ وہ کہتے وعلیك السلام یا رسول اللہ ﷺ! رسول اللہ ﷺ پوچھتے کیسے صبح کی ہے؟ وہ کہتے یا رسول اللہ ﷺ خیر کے ساتھ صبح کی ہے۔ آپ فرماتے تم آج بہتر ہو یا اس دن جب تم میں سے کسی کو صبح کے وقت مٹھی غذا دی جائے گی اور شام کو اس کی دوسری خوراک کھلائی جائے گی۔ صبح کے وقت اس کے پاس ایک لباس ہو گا اور شام کو دوسرا لباس ہو؟ اصحاب صفہ نے کہا ہم اس دن بھی خیر سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عطا کرے گا اور ہم اس کا شکر ادا کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلکہ آج تم بہتر ہو۔

امام ابن سعد نے حضرت محمد بن کعب القرظی سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اصحاب صفہ ہیں اور مدینہ طیبہ میں ان کے مکانات اور خاندان نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان پر صدقہ کرنے پر برانگیختہ کیا۔

امام سفیان، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اس آیت سے مراد قریش کے مہاجر ہیں جو مدینہ طیبہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت کر کے آئے تھے پس لوگوں کو ان پر صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا (1)۔

امام ابن جریر نے الربیع سے روایت کیا ہے کہ اس آیت سے مراد مدینہ طیبہ کے مہاجر فقراء ہیں (2)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ فقراء جنہوں نے اپنے آپ کو جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے روک رکھا ہے اور وہ تجارت نہیں کر سکتے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کو اللہ کی راہ میں زخم لگے تھے اور وہ محتاج ہو گئے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مسلمانوں کے اموال میں حق رکھ دیا۔

امام ابن ابی حاتم نے رجاء بن حیوہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ تجارت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمین ساری کی ساری کفر سے بھری پڑی ہے کوئی شخص فضل الٰہی کو تلاش کرنے کے لئے نکلنے کی طاقت نہیں رکھتا جب بھی کفر میں نکلے گا (4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے کہ اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو مشرکوں نے مدینہ طیبہ میں محصور کر دیا تھا۔ وہ تجارت کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور جاہل ان کی حالت دیکھ کر انہیں اغنیاء تصور کرتا ہے (5)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی اصحاب صفہ کی طرف راہنمائی کی ہے اور ان کے نفقات میں ان کا حصہ مقرر کیا ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اپنے صدقات ان کو دیں اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر اپنی رضا کا اظہار فرمایا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 64 2۔ ایضاً 3۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 1، صفحہ 373 (350) مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 64 5۔ ایضاً

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے **تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ** فرماتے ہیں آپ ان کی عاجزی اور خشوع سے انہیں پہچان لیتے تھے (1)۔

امام ابن جریر اور ابن حاتم نے ربیع سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ آپ ان کے چہروں پر بھوک برداشت کرنے کے آثار پہچان لیتے ہیں (2)۔

امام ابن جریر نے ابن زید سے روایت کیا ہے سیماھم سے مراد ان کے کپڑوں کی بوسیدگی ہے (3)۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے زید بن قاسط السکسکی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور سوال کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام کو بلایا اور ان کے کان میں کچھ کہا پھر اس شخص کو کہا اس کے ساتھ جاؤ پھر مجھے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ فقیر تھا؟ میں نے کہا اللہ کی قسم اس نے فقر کی وجہ سے ہی سوال کیا ہے۔ عبداللہ بن عمر نے فرمایا دراہم کے ساتھ دراہم اور کھجوروں کو کھجوروں کے ساتھ ملانے والا فقیر نہیں ہوتا لیکن جو اپنے نفس اور کپڑوں کو صاف رکھتا ہے اور کسی چیز پر قادر نہیں ہوتا وہ فقیر ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ نہیں جس کو ایک کھجور دو کھجوریں، ایک لقمہ اور دو لقمے گھماتے رہتے ہیں مسکین وہ ہوتا ہے جو سوال کرنے سے باز رہتا ہے وہ لوگوں سے اصرار کے ساتھ سوال نہیں کرتا (4)۔ ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر گردش کرنے والا مسکین نہیں ہے جس کو تم لقمہ لقمہ دیتے ہو مسکین وہ ہوتا ہے جو سوال کرنے سے باز رہتا ہے اور لوگوں سے اصرار کے ساتھ سوال نہیں کرتا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گردش کرنے والا مسکین نہیں جس کو ایک لقمہ یا دو لقمے، ایک کھجور اور دو کھجور (کی تلاش) گھماتی رہتی ہے لیکن (کامل) مسکین وہ ہے جو اتنی خوراک نہیں پاتا جو اس کی کفایت کرے اور وہ لوگوں سے سوال کرنے سے بھی شرماتا ہے اس کی غربت اور فقر کو پہچانا بھی نہیں جاتا تاکہ اس پر صدقہ کیا جائے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہے کہ اللہ تعالیٰ حلیم، حیادار، غنی، سوال سے پرہیز کرنے والے سے محبت کرتا ہے اور فحش گو، بدزبان اصرار کے ساتھ سوال کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے (5)۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو استغناء چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دیتا ہے اور جو لوگوں سے اصرار کے ساتھ سوال کرتا ہے وہ آگ میں اضافہ چاہتا ہے۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 1، صفحہ 373 (351)　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 65　3۔ ایضاً
4۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 333، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی　5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 66

امام مالک، احمد، ابوداؤد اور نسائی نے بنی اسد کے ایک شخص سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے سوال کیا جب کہ اس کے پاس ایک اوقیہ چاندی موجود ہے تو اس نے اصرار سے سوال کیا(1)۔

امام ابن جریر نے ابن زید سے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے وہ شخص جو سوال کرنے میں اصرار کرتا ہے(2)۔

امام ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرتا تھا وہ اسے عطا فرماتے تھے لیکن اس کو ناپسند فرماتے تھے اور فرماتے یہ اصرار کے ساتھ سوال ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس چیز کو ناپسند فرماتے تھے کہ دنیا کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ یا قرآن کے واسطہ سے مانگی جائے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس سے اللہ کے نام پر مانگا گیا اور اس نے عطا کیا تو اسے ستر اجر ملیں گے۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی ہمیشہ سوال کرتا رہے گا حتی کہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا جب کہ اس کے منہ پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہیں ہوگا(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے سمرہ بن جندب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سوال کرنا خراش لگانا خود نوچنا ہے، سوال کے ذریعے انسان اپنے چہرے کو نوچتا ہے۔ پس جو چاہے اپنے چہرے پر باقی رکھے جو چاہے ترک کر دے مگر یہ کہ سلطان سے سوال کرے (تو اس کے لئے یہ سزا نہیں ہے) یا مجبور ہو کر سوال کرے(4)۔

امام احمد نے ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ سوال کرنا قیامت کے روز سوال کرنے والے کے چہرے پر گوشت نوچنے کا باعث ہوگا پس جو چاہے اپنے چہرے پر اس خراش اور نوچنے کو باقی رکھے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے بغیر فاقہ کے سوال کیا اس پر یا اس کے عیال پر ایسا فاقہ طاری ہوگا جس کی وہ طاقت نہیں رکھیں گے۔ وہ قیامت کے روز ایسے چہرے کے ساتھ آئے گا جس پر گوشت نہ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے بغیر فاقہ کے اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولا اس پر یا اس کی عیال پر ایسا فاقہ نازل ہوگا کہ وہ برداشت نہیں کر سکیں گے اللہ تعالیٰ اس پر ایسی جگہ سے فاقہ کا دروازہ کھولے گا جس کا اسے گمان ہی نہ ہوگا۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صدقہ مال سے کچھ کمی نہیں کرتا اور کوئی شخص اپنا ہاتھ صدقہ دینے کے لئے دراز نہیں کرتا مگر اس کا صدقہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں پہنچتا ہے اس سے پہلے کہ وہ سائل کے ہاتھ میں پہنچے، اور کوئی شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ غنا کے حصول کے لئے نہیں کھولتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

1۔ مؤطا امام مالک، صفحہ 227 (174) مطبوعہ دار الشروق مکہ مکرمہ 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 66

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 424 (10668) 4۔ سنن ابوداؤد، جلد 6، صفحہ 382 (1758) مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض

امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو کبشہ الانماری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ تین چیزوں پر میں قسم اٹھاتا ہوں اور تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں تم اسے یاد کرلو۔ صدقہ سے انسان کا مال کم نہیں ہوتا اور جیسے بندے پر ظلم کیا جاتا ہے اور پھر وہ اس ظلم پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے اور جو سوال کا دروازہ کھولتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے اور میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد کرلو، دنیا چار شخصوں کے لئے ہے۔ وہ بندہ اللہ تعالیٰ جسے مال اور علم عطا فرمائے پھر وہ اس میں اپنے رب سے ڈرے اور اس میں صلہ رحمی کا مظاہرہ کرے اور یہ جان لے کہ اس مال میں اللہ کا حق ہے، یہ افضل منزل ہے۔ وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائے اور مال عطا نہ فرمائے پھر وہ نیت میں سچا ہو اور کہے میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں کی طرح عمل کرتا پس اپنی نیت کے ساتھ ہے پس ان دونوں کا اجر برابر ہے، وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور علم نہ عطا فرمایا ہو، وہ بغیر علم کے اپنے مال میں محفوظ ہو، مال کے بارے اپنے رب سے نہ ڈرتا ہو اور نہ اس میں صلہ رحمی کا مظاہرہ کرتا ہو اور نہ اس میں اللہ تعالیٰ کا حق جانتا ہو، یہ بدترین منزل ہے، وہ بندہ جس کو اللہ نے نہ مال دیا ہو اور نہ علم دیا ہو اور وہ کہتا ہو اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں اس مال کو فلاں کی طرح خرچ کرتا تو وہ بھی اپنی نیت کے ساتھ ہوگا اور ان دونوں کا گناہ برابر ہوگا۔

امام نسائی نے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور سوال کیا۔ حضور ﷺ نے اسے عطا کیا پھر جب اس نے دروازے کی دہلیز پر پاؤں رکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم جانتے جو سوال کرنے پر وبال ہے تو کوئی شخص کسی سے سوال کرنے کے لئے نہ جاتا۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر سوال کرنے والا جانتا جو اس میں وبال ہے تو کبھی سوال نہ کرتا۔

امام احمد، البزار اور طبرانی نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غنی آدمی کا سوال کرنا قیامت کے روز اس کے چہرے میں عیب کا باعث ہوگا اور غنی کا سوال کرنا آگ ہے، اگر اسے تھوڑا ملے گا تو آگ تھوڑی ہوگی اور اگر زیادہ دیا گیا تو آگ زیادہ ہوگی۔ احمد، البزار اور طبرانی نے ثوبان سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو سوال کرے گا حالانکہ اسے سوال کی ضرورت نہیں تھی تو قیامت کے روز اس کے چہرے پر یہ عیب ہوگا۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے سوال کیا جب کہ وہ سوال کرنے سے مستغنی تھا وہ قیامت کے روز اٹھے گا تو اس کے چہرے پر خراشیں ہوں گی۔

امام حاکم نے حضرت عروہ بن محمد بن عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے میرے باپ نے بتایا انہیں ان کے باپ نے بتایا کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بنی سعد بن بکر کے لوگوں کے ساتھ گیا۔ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجھے کتنی غنا عطا فرمائی ہے پس تو لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کر کیونکہ اوپر والا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ دیا گیا ہے، اللہ کا مال سوال کیا گیا ہے اور عطا کیا گیا ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہماری نعمت کے

ساتھ گفتگو کی (یمن کے لوگ اعطیت کو انطیت پڑھتے، بولتے تھے)(1)

امام بیہقی نے حضرت مسعود بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص کو لایا گیا تا کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اس نے کتنا مال چھوڑا ہے؟ لوگوں نے بتایا دو دینار یا تین دینار۔ فرمایا دو داغ یا تین داغ چھوڑے ہیں۔ میں عبد اللہ بن القاسم مولی ابی بکر سے ملا تو میں نے ان کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا۔ انہوں نے کہا یہ شخص لوگوں سے مال اکٹھا کرنے کے لئے سوال کرتا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن خزیمہ، طبرانی اور بیہقی نے حضرت حبشی بن جنادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو بغیر ضرورت کے سوال کرتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو انگارے چنتا ہے، ابن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں جو لوگوں سے اس لئے سوال کرتا ہے تا کہ زیادہ مال جمع کر لے تو یہ اس کے چہرے میں خراش کا باعث ہوگا اور قیامت کے روز جہنم میں گرم پتھروں کو کھائے گا۔ یہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مال کی زیادتی کی خاطر لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ انگاروں کا سوال کرتا ہے پس چاہے کم جمع کرے یا زیادہ جمع کرے(3)۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد المسند میں اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو غنا کے باوجود سوال کرتا ہے وہ جہنم کے گرم پتھر زیادہ کرتا ہے۔ لوگوں نے کہا غنا سے کیا مراد ہے؟ فرمایا رات کا کھانا۔

امام احمد، ابوداؤد، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے سوال کیا جب کہ اس کے پاس اتنا موجود تھا جو اس کی کفایت کر سکتا تھا وہ جہنم کے انگارے زیادہ کرتا ہے، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کتنا مال کفایت کر سکتا ہے؟ فرمایا صبح و شام کا کھانا(4)۔

امام ابن حبان نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگوں سے مال زیادہ کرنے کے لئے سوال کرتا ہے وہ آگ کا پتھر ہے، وہ اسے بھڑکاتا ہے، پس جو چاہے کم سوال کرے جو چاہے زیادہ کرے۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک سائل آیا اس نے ابوذر سے سوال کیا تو انہوں نے اسے کچھ عطا فرمایا۔ تم نے اسے دیا ہے حالانکہ یہ شخص خوشحال ہے؟ ابوذر نے فرمایا یہ سائل تھا اور سائل کا حق ہے۔ قیامت کے روز یہ خواہش کرے گا، یہ اس کے ہاتھ میں گرم پتھر ہے۔

امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نو یا آٹھ یا سات تھے، فرمایا کیا تم رسول اللہ ﷺ کی بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے عرض کی ہم آپ کی کس بات پر بیعت کریں؟ فرمایا اللہ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 363 (3930) مطبوعہ الریاض　2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 425 (10674)

3۔ ایضاً، (10673)　4۔ سنن ابوداؤد، جلد 6، صفحہ 365 (1749) مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض

کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ پانچ نمازیں (پڑھو) اور اطاعت کرو اور لوگوں سے سوال نہ کرو۔ میں نے ان میں سے کسی کو دیکھا کہ اس کا کوڑا گر جاتا تو وہ کسی سے اٹھا دینے کا سوال بھی نہیں کرتا تھا (1)۔

امام احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلایا اور فرمایا کیا تو بیعت کرتا ہے تیرے لئے جنت ہوگی؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ آپ ﷺ نے شرط لگائی کہ میں کسی سے کوئی چیز نہیں مانگوں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ فرمایا اگرچہ تجھ سے تیرا کوڑا گر جائے گا تو تو اتر کر خود اٹھائے گا کسی سے سوال نہیں کرے گا۔

امام احمد نے حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بعض اوقات حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مہار گر جاتی تو آپ اپنی اونٹنی کے بازو پر مارتے پھر اسے بٹھاتے اور خود اس کی مہار اٹھاتے۔ لوگوں نے آپ سے کہا کیا آپ ہمیں حکم نہیں دیتے کہ ہم آپ کو اٹھا کر دے دیتے؟ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے حبیب رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں کسی سے کوئی چیز نہ مانگوں۔

امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون بیعت کرے گا؟ ثوبان نے عرض کی یارسول اللہ ہم نے بیعت کر لی ہے۔ فرمایا اس بات پر بیعت کرو کہ تم کسی سے سوال نہیں کرو گے ثوبان نے کہا یارسول اللہ ﷺ! ایسی بیعت کرنے والے کے لئے کیا ہوگا؟ فرمایا جنت۔ پس ثوبان سے بیعت کی۔ ابوامامہ نے کہا میں نے ثوبان کو مکہ میں دیکھا جب کہ آپ انتہائی رش میں تھے۔ آپ کا کوڑا گر جاتا جب کہ آپ سوار ہوتے تو کبھی کوڑا کسی شخص کی گردن پر گرتا۔ وہ شخص اٹھا کر آپ کو پیش کرتا تو آپ اس سے نہ لیتے حتی کہ خود سواری سے اترتے اور اٹھاتے تھے۔

امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو مجھے ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے سوال نہیں کرے گا اور میں اسے جنت کی ضمانت دوں؟ میں نے عرض کیا، میں ضمانت دیتا ہوں۔ حضرت ثوبان سے کسی سے کچھ سوال نہ کرتے تھے۔ ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں کہ پس ثوبان کا کوڑا گر جاتا درآں حالیکہ وہ سوار ہوتے لیکن وہ کسی سے کوڑا پکڑانے کا نہ کہتے حتی کہ خود اترتے اور اپنا کوڑا پکڑتے (2)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا فرمایا پھر میں نے سوال کیا تو پھر عطا فرمایا اس کے بعد فرمایا اے حکیم یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے۔ جو اسے نفس کی سخاوت سے لیتا ہے اس کے لئے اس میں برکت ڈالی جاتی ہے اور جو لالچ کے ساتھ لیتا ہے اس کے لئے اس میں برکت نہیں رکھی جاتی۔ وہ اس شخص کی مانند ہوتا ہے جو کماتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں آپ ﷺ کے بعد کسی سے کوئی چیز طلب نہیں کروں گا حتی کہ دنیا چھوڑ جاؤں گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ حکیم کو بلاتے

1۔ صحیح مسلم، جلد 7، صفحہ 118 (108) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 408 (1837) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

تا کہ انہیں عطیہ دیں تو وہ اس سے کچھ بھی قبول کرنے سے انکار دیتے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دور خلافت میں) انہیں بلایا تا کہ انہیں کچھ پیش کریں تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حکیم نے کبھی کسی سے کوئی چیز نہیں مانگی حتیٰ کہ وصال فرما گئے (1)۔

امام احمد نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تین چیزوں پر قسم اٹھاتا ہوں، صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا پس تم صدقہ کرو اور جو آدمی اپنے اوپر کئے گئے ظلم کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے اور جو آدمی سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

امام احمد اور ابو یعلی نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے فلاں فلاں شخص کو سنا ہے وہ تعریف کر رہے تھے اور ذکر کر رہے تھے کہ آپ نے انہیں دو، دو دینار عطا فرمائے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لیکن فلاں ایسا نہیں کرتا جب کہ اسے میں نے دس سے سو تک عطا فرمائے ہیں، پس وہ تو ایسا نہیں کہتا اللہ کی قسم تم میں سے کوئی مجھ سے سوال کر کے نکلتا ہے، وہ بغل میں آگ لے کر نکلتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ انہیں کیوں عطا فرماتے ہیں؟ فرمایا میں کیا کروں مجھ سے مانگے بغیر راضی نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ میرے لئے بخل کا انکار کرتا ہے (یعنی میں بخیل نہیں ہوں)۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابو داؤد، نسائی نے قبیصہ بن المخارق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے ضمانت کا بوجھ اٹھایا تھا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس ضمانت کی ادائیگی کے متعلق سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھہرو حتیٰ کہ ہمارے پاس صدقہ کا مال آجائے، ہم آپ کو ادائیگی کا حکم کریں گے۔ پھر فرمایا اے قبیصہ، سوال کرنا تین افراد میں سے کسی ایک کے لئے جائز ہوتا ہے، ایک وہ شخص جو ضمانت کا بوجھ اٹھائے اس کے لئے سوال کرنا جائز ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ ضمانت ادا کر دے پھر وہ سوال سے رک جائے۔ دوسرا وہ شخص جس پر کوئی آفت آجائے اور اس کا مال ضائع ہو جائے تو اس کے لئے سوال کرنا جائز ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کی معیشت درست ہو جائے۔ تیسرا وہ شخص جس کو فاقہ لاحق ہو تو اس کے لئے سوال جائز ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کی قوم کے تین صاحب عقل لوگ یہ کہیں گے وہ فلاں کو فاقہ لاحق ہو چکا ہے۔ پس اس کے لئے سوال کرنا جائز ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کی معیشت درست ہو جائے ان تینوں کے علاوہ سوال کرنا جائز نہیں۔ اے قبیصہ سوال کرنے والا حرام کمائی کھاتا ہے۔

امام البزار، طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے مستغنی ہو جاؤ اگرچہ مسواک رگڑنا ہو۔

امام البزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ غنی حلیم سوال سے بچنے والے کو پسند کرتا ہے اور فحش گوئی کرنے والے فاجر اصرار سے سوال کرنے والے سے بغض رکھتا ہے۔

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 332، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

امام البزار نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میرے لئے رسول اللہ ﷺ نے ایک وعدہ فرمایا تھا، جب قریظہ فتح ہوا تو میں وہ اپنا وعدہ لینے کے لئے حاضر ہوا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقت یہ فرماتے ہوئے سنا جو استغنا اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے غنی فرما دیتا ہے، جو قناعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قناعت عطا فرماتا ہے۔ میں نے اپنے دل میں فیصلہ کرلیا کہ میں آپ ﷺ سے کسی چیز کا سوال نہیں کروں گا۔

امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے صدق اور سوال کرنے سے پرہیز کا ذکر فرمایا (فرمایا) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ سوال کرنے والا ہے(1)۔

حضرت ابن سعد نے عدی الجذامی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا اے لوگو! جان لو ہاتھ تین قسم کے ہیں اللہ کا ہاتھ علیا ہے۔ عطا کرنے والا ہاتھ درمیانی ہے اور جس ہاتھ کو عطا کیا جائے وہ نیچے والا ہے۔ پس غنا اختیار کرو اگرچہ لکڑیوں کے گٹھے کے ساتھ۔

امام بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاتھ تین ہیں۔ اللہ کا ہاتھ اوپر ہے، عطا کرنے والا ہاتھ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے قریب ہے اور سائل کا ہاتھ نیچے والا ہے یہی فیصلہ قیامت تک ہے پس تم حتی المقدور سوال کرنے سے بچو(2)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبریل امین نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا اے محمد ﷺ جتنا چاہو زندگی بسر کرلو بالآخر آپ نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے جو چاہو عمل کرلو تجھے اس کی جزا ملے گی، جس سے چاہو محبت کرو آپ بالآخر اس سے جدا ہوں گے اور جان لو مومن کا شرف رات کے قیام میں ہے اور مومن کی عزت لوگوں سے استغناء میں ہے۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تونگری، سامان کی کثرت کا نام نہیں بلکہ تونگری دل کی تونگری ہے(3)۔

امام ابن حبان نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم مال کی کثرت کو غنا تصور کرتے ہو؟ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! فرمایا کیا تم مال کی کمی کو فقر خیال کرتے ہو؟ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حقیقی غنا دل کا غنا ہے اور حقیقی فقر دل کا فقر ہے(4)۔

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 332، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 4، صفحہ 198، مطبوعہ دار الفکر بیروت

3۔ صحیح مسلم، جلد 3، صفحہ 115 (2343) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، جلد 2، صفحہ 461، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

امام مسلم اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گیا جو اسلام لایا بقدر کفایت رزق دیا گیا اور جو اسے اللہ نے عطا فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے قانع بنا دیا (1)۔

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ مبارک ہو اس شخص کے لئے جسے اسلام کی ہدایت دی گئی اور اس کی معیشت بقدر کفایت ہو اور قناعت کرتا ہے (2)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لالچ سے بچو کیونکہ یہی فقر ہے، ایسے کام سے بچو جس پر معذرت کرنی پڑے۔

امام حاکم اور بیہقی نے الزہد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے وصیت فرمایئے اور مختصر وصیت فرمایئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے مایوس ہو جا اور لالچ سے بچ کیونکہ یہ موجود فقر ہے اور ایسے قول و فعل سے بچ جس کے بعد معذرت کرنی پڑے۔

امام بیہقی نے الزہد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قناعت ایسا خزانہ ہے جو فنا نہیں ہوتا۔

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے سوال کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے گھر میں کچھ نہیں ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں ایک کملی ہے، اس کا بعض ہم پہنتے ہیں بعض نیچے بچھاتے ہیں، ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دونوں میرے پاس لے آؤ، وہ کملی اور پیالہ لے کر آیا تو دونوں رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پکڑ لئے اور فرمایا یہ دونوں کون خریدے گا، ایک شخص نے کہا میں یہ دونوں ایک درہم میں خریدوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا ایک درہم سے کون زیادہ دے گا، ایک اور شخص نے کہا میں دو درہم میں لوں گا۔ آپ ﷺ نے وہ دونوں چیزیں اسے عطا فرما دیں اور دو درہم لے لئے، وہ دو درہم اس انصاری کو عطا فرمائے اور فرمایا ایک درہم کے ساتھ کوئی چیز خرید اور اپنے گھر والوں کے پاس لے جا اور دوسرے درہم کے ساتھ ایک کلہاڑا خرید اور وہ میرے پاس لے آ وہ لے کر آ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے لکڑیاں کاٹ کر باندھیں پھر فرمایا جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو میں تجھے پندرہ دن نہ دیکھوں۔ اس نے پندرہ دن مزدوری کی۔ پھر وہ آیا تو اس کے پاس دس درہم تھے بعض کے ساتھ اس نے کپڑے خریدے اور بعض کے ساتھ کھانا خریدا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تیرے لئے بہتر ہے بنسبت اس کے تو قیامت کے روز سوال کرنے کی وجہ سے اپنے چہرے پر خراش لائے۔ سوال کرنا صرف تین افراد کے لئے جائز ہے ایسا شخص جس کو مفلسی نے مٹی سے لگا دیا ہو (یعنی اتنا محتاج ہو کہ مٹی پر سوتا ہو) ایسا شخص جو خوفناک حد تک مقروض ہو، ایسا شخص جو دوسرے کی جان بچانے کے دیت کا ضامن ہوا ہو اس کا قتل ہونا

1۔ المسند صحیح مسلم، جلد 3، صفحہ 118 (2349) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 90 (98) مطبوعہ الریاض

اس کو دردمند کرے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور ابن ماجہ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کا اپنی رسیاں لینا پھر اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لانا پھر اس کو فروخت کرنا اور اس کے ذریعے سوال سے اپنے آپ کو بچانا اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے وہ اسے دیں یا نہ دیں (1)۔

امام مالک، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کا اپنی پیٹھ پر لکڑیاں اٹھانا اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے پھر وہ اسے دے یا نہ دے (2)۔

امام طبرانی اور بیہقی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پیشہ ور مومن کو پسند کرتا ہے۔

امام احمد، طبرانی، ابوداؤد اور نسائی نے ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو لوگوں سے استغناء اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے غنی کردے گا اور جو سوال کرنے سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بچالیتا ہے، جو کفایت چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی کفایت فرماتا ہے اور جس نے سوال کیا جب کہ اس کے پاس ایک اوقیہ چاندی ہو اس نے اصرار کیا (جو ممنوع ہے)۔

امام احمد، مسلم اور نسائی نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوال کرنے میں اصرار نہ کرو اللہ کی قسم جو مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے پھر اس کا سوال مجھ سے کوئی چیز نکال دے جب کہ میں اس کو ناپسند کر رہا ہوتا ہوں پھر اس میں برکت ڈالی جائے جو میں نے عطا کیا ہے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

امام ابن حبان نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص میرے پاس آتا ہے، مجھ سے سوال کرتا ہے پھر میں اسے عطا کرتا ہوں پھر وہ چلا جاتا ہے وہ اپنی گود میں آگ اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔

امام ابویعلی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوال کرنے میں اصرار نہ کرو، اصرار کے ساتھ جو چیز ہم سے نکال لی جائے گی اس کے لئے اس میں برکت نہیں ہوگی۔

امام ابن حبان نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سونا تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی عطا فرمائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے عطا فرمایا پھر اس نے عرض کی زیادہ عطا فرمائیے آپ ﷺ نے تین مرتبہ عطا فرمایا پھر جب وہ واپس چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص میرے پاس آتا ہے، مجھ سے سوال کرتا ہے میں اسے عطا کرتا ہوں، پھر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے، میں اسے عطا کرتا ہوں، پھر وہ پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے، وہ اپنے کپڑے میں آگ لے کر جاتا ہے جب اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتا ہے۔

امام احمد، البزار اور ابن حبان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ مال سبز اور شیریں ہے، جس کو ہم اس میں سے کچھ عطا کریں جب کہ ہمارا نفس خوش ہو اور اس کی طرف سے عمدہ طلب ہو لالچ کی بنا پر

1۔ صحیح بخاری، باب الاستعفاف فی المسئلۃ، جلد 1، صفحہ 199، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد

2۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 333، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

نہ ہوتو اس مال میں اس کے لئے برکت ڈالی جائے گی اور جس کو ہم اس دنیا سے کچھ عطا کریں جب کہ ہم دل سے اس پر خوش نہ ہوں اور اس کی طرف سے طلب اچھی نہ ہو اور اس کا نفس لالچ کر رہا ہو تو اس میں اس کے لئے برکت نہیں ڈالی جاتی۔

امام بخاری، مسلم اور نسائی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے عطیہ دیا تو میں نے عرض کی حضور! اس کو عطا فرمائیں جو مجھ سے زیادہ اس کا محتاج ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ لے لو جب تمہارے پاس اس مال سے کچھ آئے جب کہ تم اس کا لالچ نہیں کر رہے تھے اور نہ اس کے سوالی تھے تو وہ لے لیا کرو اور مال دار ہو جایا کرو اگر تم چاہو تو اس کو کھاؤ اور اگر چاہو تو اس کو صدقہ کر دو اور اگر ایسی حالت نہ ہو تو اس کے پیچھے اپنے نفس کو نہ لگایا کرو۔ سالم بن عبداللہ نے فرمایا اسی وجہ سے حضرت عبداللہ کسی سے کوئی چیز نہیں مانگتے تھے اور جو چیز انہیں عطا کی جاتی وہ لوٹا دیتے نہیں تھے (1)۔

امام مالک نے حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ایک عطیہ بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپس کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم نے عطیہ واپس کیوں کر دیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے ارشاد نہیں فرمایا کہ ہم میں سے بہتر وہ ہے جو کسی سے کوئی چیز نہ لے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ حکم سوال کرنے کے متعلق ہے (یعنی کسی سے کوئی چیز نہ مانگو) لیکن جو بغیر سوال کے ملے وہ رزق ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں کسی سے کوئی چیز نہیں مانگوں گا اور جو چیز بغیر سوال کے میرے پاس آئے گی وہ میں لے لوں گا۔

امام بیہقی نے زید بن اسلم عن ابیہ کے طریقہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا آگے مذکورہ حدیث بیان کی۔

امام احمد اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ جو تجھے کوئی چیز بغیر سوال کے عطا کرے وہ قبول کر لے۔ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا کیا ہے۔

امام ابو یعلی نے حضرت واصل بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تیرے لئے بہتر ہے کہ لوگوں میں سے کسی سے کوئی چیز نہ مانگ؟ فرمایا (اس صورت میں لینا منع ہے) جب کہ تم سوال کرو، اور جو تمہارے پاس بغیر سوال کے آئے وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا فرمایا ہے (2)۔

امام احمد، ابو یعلی، ابن حبان، طبرانی اور حاکم نے حضرت خالد بن عدی الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کو اپنے بھائی کی طرف سے کوئی چیز پہنچے جب کہ اس نے سوال نہ کیا ہو اور نہ اس کا وہ لالچ کر رہا ہو تو اس کو قبول کر لینی چاہیے اسے واپس نہ کرے وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف بھیجا ہے (3)۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ اس مال سے کچھ عطا

1۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 199، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد 2۔ مسند ابو یعلی، جلد 1، صفحہ 94 (162) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مسند ابو یعلی، جلد 1، صفحہ 387، (921)

فرمائے جب کہ اس نے کسی سے سوال نہ کیا ہو تو اسے وہ قبول کرنا چاہیے، وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف بھیجا ہے۔

امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کو اس رزق میں سے کوئی چیز بغیر سوال اور بغیر لالچ کے پیش کی جائے اسے اس کے ذریعے اپنے رزق میں وسعت کرنی چاہیے، اگر خود غنی ہو تو جو زیادہ محتاج ہے اس کی طرف بھیج دینی چاہیے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں سے مستغنی ہو جاؤ اگرچہ مسواک کا ٹناہی ہو۔

امام ابن ابی شیبہ نے حبشی بن جنادہ السلولی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے، جب کہ ایک اعرابی آیا اور آپ سے سوال کیا، سوال کرنا حلال نہیں ہے مگر ایسے فقر کی وجہ سے جو انسان کو مٹی سے لگا دے یا ایسے قرض کی وجہ سے جو خوفناک حد تک پہنچا ہوا ہو (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تم سے تین چیزیں ناپسند کرتا ہے۔ قیل وقال (بحث وتکرار، جھگڑا) مال کا ضائع کرنا اور کثرت سے سوال کرنا۔ پھر جب تو کسی کو سارا دن قیل وقال میں مصروف دیکھے اور وہ رات کو لوٹتا ہے حتی کہ اپنے سر مردار رکھے ہوئے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دن اور رات میں کچھ حصہ نہیں بناتا اور جو تو کسی کو صاحب مال دیکھے (اور) وہ اپنی شہوت ولذت اور کھیل وکود میں مال کو صرف کر رہا ہے اور اللہ کے حق سے اعراض کئے ہوئے ہے تو یہ مال کا ضائع کرنا ہے۔ جب تو کسی کو ہاتھ پھیلائے ہوئے لوگوں سے سوال کرتے ہوئے دیکھے پس جو اسے عطا کریں تو ان کی مدح میں مبالغہ کرے اور جو عطا نہ کریں ان کی مذمت میں مبالغہ کرے (3)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وسعت کی وجہ سے عطا کرنے والا لینے والے سے افضل نہیں ہے جب کہ لینے والا محتاج ہو۔

امام ابن حبان نے الضعفاء میں طبرانی نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو وسعت کی وجہ سے عطا کرتا ہے وہ اجر میں زیادہ نہیں ہوتا اس سے جو قبول کرتا ہے جب کہ وہ محتاج ہوتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ کے تحت روایت کیا ہے کہ جو تم خرچ کرتے ہو وہ اللہ کی بارگاہ میں محفوظ ہے، وہ اس کو جاننے والا ہے اور اس کی قدردانی فرمانے والا ہے، کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ قدردان نہیں ہے اور کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ نیکی کی جزا دینے والا نہیں ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ

1۔ معجم کبیر، جلد 18، صفحہ 19 (30) مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 426 (10683)
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 66

اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝

"جو لوگ خرچ کیا کرتے ہیں اپنے مال رات میں اور دن میں چھپ کر اور علانیہ، تو ان کے لئے ان کا اجر ہے اپنے رب کے پاس اور نہ انہیں کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔

ائمہ ابن سعد، ابوبکر احمد بن ابی عاصم (نے الجہاد میں)، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن عدی، طبرانی، ابوالشیخ نے (العظمہ میں) اور الواحدی نے یزید بن عبداللہ بن عریب الملکی عن ابیہ عن جدہ عن النبی ﷺ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت گھوڑوں والوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

امام ابن عساکر نے ابوامامہ الباہلی سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت گھوڑوں والوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو گھوڑے باندھتے ہیں لیکن اظہار تکبر اور شرط کے لئے نہیں باندھتے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ عمدہ نسل کے اور گھٹیا نسل کے باندھے ہوئے گھوڑے دیکھتے تو کہتے اس آیت میں ان گھوڑوں والے مراد ہیں (1)۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور الواحدی نے ابوامامہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے اللہ راہ میں (جہاد کے لئے) گھوڑا باندھا جب کہ ریاء کاری اور شہرت کے لئے نہ باندھا ہو تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور الواحدی نے حنش الصنعانی کے طریق سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس آیت کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے گھوڑوں کو چارہ ڈالتے ہیں۔

امام بخاری نے تاریخ میں اور حاکم نے حضرت ابوکبشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر باندھی ہوئی ہے اور گھوڑوں والے گھوڑوں پر اور گھوڑوں پر خرچ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جو صدقہ دینے کے لئے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتا ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن عساکر نے حضرت عبدالوہاب بن مجاہد عن ابیہ عن ابن عباس کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، آپ کے پاس چار درہم تھے، آپ نے ایک درہم رات کو، ایک درہم دن کو، ایک درہم خفیہ اور ایک درہم اعلانیہ خرچ کیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مسعر عن عون رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ایک شخص نے تلاوت کی پھر کہا چار درہم تھے، ایک انہوں نے رات کے وقت، ایک دن کے وقت، ایک خفیہ اور ایک اعلانیہ خرچ کیا۔

امام ابن المنذر نے ابن اسحٰق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے لوگوں سے خطاب کیا، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا اے لوگو! بعض لالچ فقر ہیں،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 67

بعض مایوسیاں غنا ہیں، تم وہ جمع کرتے ہو جو کھاتے نہیں ہو اور ان چیزوں کی امید رکھتے ہو، جو پاتے نہیں ہو جان لو کہ بعض بخل نفاق کا شعبہ ہیں، پس اپنے نفسوں کی بھلائی کے لئے خرچ کرو، اس آیت والے کہاں ہیں اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ الخ۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر رنے قتادہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے راستہ میں وہ خرچ کیا جو ان پر فرض کیا گیا ہے۔ اس میں نہ اسراف تھا نہ تنگی نہ تبذیر تھی نہ فساد تھا (1)۔

امام ابن المنذر رنے حضرت ابن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت سے مراد حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے جنگ تبوک کے لشکر کی تیاری میں مال پیش کیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے الضحاک سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ حکم زکوۃ کے فرض ہونے سے پہلے تھا۔

امام ابن جریر نے حضرت العوفی عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے کہ اس پر عمل ہوتا تھا جب کہ سورۂ برأت نازل نہیں ہوئی تھی جب سورۂ برأت صدقات کے فرائض اور صدقات کی تفصیل کے ساتھ نازل ہوئی تو یہ صدقات ختم ہو گئے (2)۔

اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَیۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰہُ الۡبَیۡعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنۡ جَآءَہٗ مَوۡعِظَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ فَانۡتَہٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمۡرُہٗۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۷۵﴾

''جو لوگ کھایا کرتے ہیں سود وہ نہیں کھڑے ہوں گے، مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے وہ جسے پاگل بنا دیا ہو شیطان نے چھو کر، یہ حالت اس لئے ہوگی کہ وہ کہا کرتے تھے کہ سوداگری بھی سود کی مانند ہے، حالانکہ حلال فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجارت کو اور حرام کیا سود کو۔ پس جس کے پاس آئی نصیحت اپنے رب کی طرف سے تو وہ (سود سے) رک گیا تو جائز ہے اس کے لئے جو گزر چکا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو شخص پھر سود کھانے لگے تو وہ لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

امام ابو یعلی نے حضرت الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ سود کھانے والے لوگ قیامت کے دن پہچانے جائیں گے، وہ کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر مخبوط الحواس انسان کی طرح جس کا گلہ دبایا گیا ہو۔ انہوں نے بیع کو سود کی مثل کہہ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ جو سود کھانے کی طرف لوٹے گا وہ لوگ دوزخی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ربا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 67 2۔ ایضاً

چھوڑ دو۔ ابن عباس فرماتے ہیں یہ آیت بنی عمرو بن عوف من ثقیف اور بنی مغیرہ من بنی مخزوم کے بارے میں نازل ہوئی، بنو مغیرہ ثقیف کو سود دیتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کو مکہ مکرمہ پر غلبہ عطا فرمایا تو اس دن تمام سود ختم کر دیا گیا جب کہ طائف والوں نے اس شرط پر صلح کی کہ ان کے لئے سود ہوگا اور جو ان کے اوپر سود ہے وہ ختم ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے صحیفے کے آخر میں لکھا کہ ان کے لئے وہ تمام حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے لئے ہیں اور ان پر وہ تمام واجبات ہوں گے جو مسلمانوں پر ہیں، نہ وہ سود کھائیں گے نہ کھلائیں گے۔ بنو عمرو بن عمیر بنی مغیرہ کے ساتھ عتاب بن اسید کے پاس آئے وہ مکہ کا حکمران تھا۔ بنو مغیرہ نے کہا ہمیں سود کی وجہ سے تمام لوگوں سے زیادہ بدبخت بنا دیا گیا ہے، باقی تمام لوگوں سے سود ساقط کر دیا گیا ہے، بنو عمرو بن عمیر نے کہا ہم سے اس بات پر صلح کی گئی ہے کہ ہمارے لئے سود ہوگا۔ عتاب بن اسید نے یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کی طرف لکھ کر بھیجا تو یہ آیت نازل ہوئی فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ (البقرۃ:279)

امام اصبہانی نے اپنی ترغیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز سود کھانے والا مفلوج ہو کر آئے گا، اپنی اطراف کو کھینچ رہا ہوگا۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سود خور قیامت کے روز مجنون گلہ بند ہو کر اٹھے گا (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک دوسرے واسطہ سے روایت کیا ہے کہ یہ اس کی حالت اس وقت ہوگی جب وہ قبر سے اٹھے گا (2)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور ربا کا ذکر کیا اور اس کی ہر قباحت بیان فرمائی، فرمایا ایک شخص جو ایک درہم سود کا حاصل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھتیس مرتبہ انسان کے زنا سے بھی بڑا گناہ ہے اور سب سے بڑھ کر سود کسی مسلمان کی عزت بگاڑنا ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ربا بہتر گناہ کے برابر ہے اور سب سے چھوٹا گناہ ہے جیسے کوئی شخص اسلام میں اپنی ماں سے بدکاری کرے۔ سود کا ایک درہم تیس سے زائد مرتبہ بدکاری کرنے سے بھی زیادہ شدید ہے۔ فرمایا قیامت کے روز تمام لوگوں کو کھڑے ہونے کی اجازت ہوگی خواہ نیکوکار ہوں یا فاجر ہوں لیکن سود کھانے والے کو یہ اجازت نہ ہوگی، وہ اس شخص کی مانند کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو

امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ربا ستر گناہوں کے برابر ہے، ان میں سے چھوٹا گناہ اپنی ماں سے بدکاری ہے اور سب سے بڑا سود اپنے مسلمان بھائی کی ناحق عزت خراب کرنا ہے۔

امام عبد الرزاق، احمد اور بیہقی نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں تینتیس مرتبہ بدکاری کرنا مجھے سود کا ایک درہم کھانے سے زیادہ پسند ہے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ درہم میں نے بطور سود کھایا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 68 2۔ ایضاً

امام طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سود کا ایک درہم اللہ کے نزدیک چھتیس زنا سے بھی زیادہ شدید ہے (1) اور فرمایا جس کا گوشت حرام خوری سے بڑھا ہے آگ اس کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

امام حاکم اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سود کے تہتر دروازے ہیں، ان میں سے آسان ترین کی مثال یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے اور سب سے بڑا سود مسلمان آدمی کی عزت اچھالنا ہے (2)۔

امام حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ربا کے ستر دروازے ہیں ان میں سے کم از کم کی مثال اپنی ماں سے بدکاری کرنا ہے اور سب سے بڑا سود اپنے بھائی کی عزت اچھالنا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسے گناہوں سے بچو جن کی بخشش نہیں ہوتی، مال غنیمت میں خیانت کرنا، جو کسی چیز کی خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن لے کر آئے گا۔ سود کھانا، جو سود کھائے گا وہ قیامت کے روز مخبوط الحواس اور مجنون اٹھے گا۔ پھر مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

امام ابوعبید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ وہ یہ آیت تلاوت فرماتے تھے اور کہتے یہ قیامت کے روز سود خوروں کی کیفیت ہوگی۔

امام ابن جریر نے الربیع سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سود خور قیامت کے دن اٹھیں گے تو شیطان کے چھونے کی وجہ سے ان کے اعضاء بیکار ہوں گے اور بعض قرأتوں میں (لَا يَقُوْمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) بھی ہے (3)۔

امام عبدالرزاق، احمد، بخاری، مسلم اور ابن المنذر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں جب سورۂ بقرہ کی آخری آیات ربا کے متعلق نازل ہوئیں تو آپ ﷺ مسجد کی طرف تشریف لائے اور لوگوں پر ان آیات کی تلاوت فرمائی پھر شراب کی تجارت کو حرام کیا (4)۔

امام خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب سورۂ بقرہ میں شراب کی حرمت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

امام ابوداؤد اور حاکم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ جب یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مخابرہ (زمین کو نصف یا چوتھائی پر بٹائی پر دینا) ترک نہیں کرتا اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کا اعلان جنگ ہے (5)۔

1۔ معجم اوسط، جلد 3، صفحہ 330 (2703) مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض　2۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 298 (6711)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 68

4۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 8، صفحہ 150 (14674) مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت

5۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 314 (3129) مطبوعہ الریاض

امام احمد، ابن ماجہ، ابن الضریس، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آخر میں جو آیت نازل ہوئی وہ آیۃ الربا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی تک ہمارے سامنے اس کی تفسیر بیان نہیں کی تھی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ پس تم سود اور جس میں سود کا شبہ ہو اس کو چھوڑ دو (1)۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے خطبہ دیا اور فرمایا نزول کے اعتبار سے آخری آیت (یعنی جو کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوئی) سود کی آیت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا جب کہ آپ نے ہمارے لئے اس کی وضاحت نہیں فرمائی تھی۔ پس تم اس کو چھوڑ دو جو شک میں ڈالے اور اس کو اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے۔

امام بخاری، ابو عبید، ابن جریر اور بیہقی نے دلائل میں شعبی کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آخری آیت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی تھی وہ آیت ربا تھی (2)۔

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آخری آیت جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی وہ آیت ربا (سود) تھی (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کا دوسرے پر قرض ہوتا تھا اور مقروض، قرض خواہ سے کہتا تم مجھ سے قرض مؤخر کر دو تمہیں اتنا زائد دوں گا تو وہ اس سے قرض کو مؤخر کر دیتا تھا، یہ ربا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے (4)۔

امام ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کا سود یہ تھا کہ ایک شخص دوسرے کو کوئی چیز کچھ مدت تک کے لئے بیچتا تھا، جب وہ ادائیگی کا وقت ہو جاتا اور مقروض کے پاس قرض کی ادائیگی کی سبیل نہ ہوتی تو وہ رقم میں اضافہ کر دیتا اور قرض کی مدت کو مؤخر کر دیتا (5)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا وہ لوگ جو سود کو حلال سمجھ کر کھاتے ہیں لَا یَقُوْمُوْنَ وہ قیامت کے روز کھڑے نہیں ہوں گے۔ یعنی ان پر جو یہ مصیبت نازل ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا بیع، ربا کی مثل ہے، اس کی صورت یہ تھی کہ جب قرض کی ادائیگی کا وقت ہو جاتا تو مقروض، قرض خواہ سے کہتا تم مدت میں اضافہ کر دو، میں تیرے مال میں اضافہ کروں گا۔ جب اس طرح وہ کر دیتے تو انہیں کہا جاتا کہ یہ سود ہے، وہ کہتے ہمارے لئے یہ برابر ہے کہ ہم بیع کی ابتداء میں رقم زیادہ کر لیں یا ادائیگی کے وقت زیادہ کر لیں، دونوں صورتیں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو جھوٹا کہا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربا کو حرام کیا ہے پس جس کے پاس سود کی تحریم کا بیان آچکا ہے وہ اس سے رک جائے پس تحریم سے پہلے جو اس نے سود کھایا ہے وہ معاف

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 81 (2776) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت — 2۔ فضائل القرآن از ابو عبید، صفحہ 369، مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق

3۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 302، مطبوعہ بیروت — 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 67 — 5۔ ایضاً

ہے۔ پس تحریم کے بعد اور سود کے چھوڑنے کے بعد معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اگر وہ چاہے تو اس سے بچالے اور چاہے تو نہ بچائے اور جو سود کے حرام کئے جانے کے بعد سود کو زمانہ جہالت کے لوگوں کے قول کی وجہ سے حلال سمجھے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور وہاں ان پر موت طاری نہ ہوگی۔

امام احمد، البزار نے رافع بن خدیج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ کون سی کمائی پاکیزہ ہے؟ فرمایا انسان کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر بیع جو (شرعاً) مقبول ہو۔

امام مسلم اور بیہقی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے رویت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجوریں لائی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ ہماری کھجوروں میں سے تو نہیں ہیں۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم نے اپنی کھجوروں کے دو صاع اس کھجور کے ایک صاع کے بدلے بیچے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ سود ہے، یہ واپس کر دو، پہلے اپنی کھجور بیچو اور پھر ہمارے لئے اس کھجور سے خریدو (1)۔

امام عبد الرزاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے ان سے کہا کہ میں نے زید بن ارقم کو ایک غلام آٹھ سو درہم میں ادھار بیچا ہے، پھر زید بن ارقم کو اس غلام کی قیمت کی ضرورت پڑ گئی میں نے ادھار کی مدت کے مکمل ہونے سے پہلے چھ سو میں خرید لیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تو نے بہت برا سودا کیا ہے اور زید کو پیغام پہنچا دو کہ انہوں نے اگر توبہ نہ کی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جو جہاد کیا ہے اس کو وہ ضائع کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا اگر میں دو سو چھوڑ دوں اور صرف چھ سو لے لوں تو پھر؟ فرمایا ہاں پھر ٹھیک ہے۔

امام ابو نعیم نے الحلیہ میں جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو کیوں حرام کیا ہے؟ فرمایا تاکہ لوگ نیکی کرنے سے نہ رک جائیں۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾

"مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ہر ناشکرے گنہگار کو۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور کرتے رہے اچھے عمل اور صحیح صحیح ادا کرتے رہے نماز کو اور دیتے رہے زکوٰۃ کو ان کے لئے ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس، نہ کوئی خوف ہے انہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔

1۔ صحیح مسلم، جلد 2 صفحہ 27 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن جریج عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَ یُرۡبِی الصَّدَقٰتِ کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو کم کرتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے(1)۔

امام احمد، ابن ماجہ، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود اگرچہ زیادہ بھی ہو اس کا انجام کمی ہی ہوگا(2)۔ عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم نے سنا کہ سود خور پر چالیس سال نہیں گزرتے کہ وہ سود خود مٹ جاتا ہے(3)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا، اور اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا مگر حلال مال۔ اللہ تعالیٰ اس صدقہ کو دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے پھر اس کو صدقہ کرنے والے کے لئے بڑھاتا رہتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے، حتی کہ وہ صدقہ (قیامت کے روز) پہاڑ کی مثل ہوگا(4)۔

امام شافعی، احمد، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن خزیمہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور دارقطنی نے الصفات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ صدقہ قبول فرماتا ہے اور اپنے دائیں ہاتھ میں اسے پکڑتا ہے پھر اس کی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے حتی کہ (صدقہ) کا لقمہ احد (پہاڑ) کی مثل ہو جاتا ہے اور اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں ہے اَلَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقۡبَلُ التَّوۡبَۃَ عَنۡ عِبَادِہٖ وَ یَاۡخُذُ الصَّدَقٰتِ (التوبہ:104) یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَ یُرۡبِی الصَّدَقٰتِ۔(5)

امام البزار، ابن جریر، ابن حبان اور طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ صدقہ قبول فرماتا ہے اور صدقہ میں سے قبول نہیں فرماتا مگر پاکیزہ۔ اور اس صدقہ کو صدقہ کرنے والے کے لئے اسی طرح پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے یا اونٹنی کے بچے کی پرورش کرتا ہے حتی کہ وہ بڑے ٹیلے کی مثل ہوگا پھر مذکورہ آیت تلاوت فرمائی(6)۔

امام ابن المنذر نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سود دنیا میں بڑھتا ہے اور زیادہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں مٹا دے گا اور سود کھانے والوں کے لئے اس میں سے کچھ بھی باقی نہ ہوگا۔ وَ یُرۡبِی الصَّدَقٰتِ یعنی اللہ تعالیٰ صدقہ کو صدقہ کرنے والے سے لیتا ہے اس سے قبل کہ وہ اس کے ہاتھ میں پہنچے جس پر صدقہ کیا جا رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کی پرورش کرتا رہتا ہے حتی کہ صدقہ کرنے والا اپنے رب سے ملتا ہے پھر وہ اسے عطا فرما دیتا ہے صدقہ کھجور ہو یا کوئی اور چیز ہو اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتا رہتا ہے حتی کہ وہ بڑے پہاڑ کی مثل ہوگا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 69 2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 82 (2279) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 8 صفحہ 316 (15353) مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت

4۔ صحیح مسلم، جلد 3، صفحہ 90 (2268) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 69 6۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 70

امام طبرانی نے ابو برزہ الاسلمی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک آدمی چھوٹا سا ٹکڑا صدقہ کرتا ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں بڑھتا رہتا ہے حتی کہ وہ احد کی مثل ہو گا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾

''اے ایمان والوں ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود سے اگر تم (سچے دل سے) ایمان دار ہو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اعلان جنگ سن لو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہیں (مل جائیں گے) اصل مال نہ تم ظلم کیا کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت بنی عبد المطلب اور بنی مغیرہ کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی وہ دونوں زمانہ جاہلیت میں شریک تھے۔ یہ دونوں بنی ثقیف کے لوگوں کو سود پر ادھار دیتے تھے۔ ثقیف کے لوگوں سے مراد بنو عمرو بن عمیر ہیں۔ اسلام کا دور آیا تو ان دونوں کی سود پر دی ہوئی بہت سی رقم تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا زمانہ جاہلیت کا سود چھوڑ دو(1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ثقیف نے نبی کریم ﷺ سے اس شرط پر صلح کی تھی کہ جو لوگوں نے ان کا سود دینا ہے وہ انہیں ملے گا اور لوگوں کا جو ان پر سود ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ جب مکہ فتح ہوا اور عتاب بن اسید کو مکہ کا والی مقرر کیا گیا اس وقت بنو عمرو بن عوف، بنی مغیرہ سے سود لیتے تھے اور بنو مغیرہ زمانہ جاہلیت میں ان کو سود دیتے تھے، اسلام کا انصاف پسند دور آیا تو بنو عمرو بن عمیر کی بنی مغیرہ پر بہت زیادہ رقم تھی، بنو عمرو ان کے پاس آئے اور ان سے اپنے سود کا مطالبہ کیا۔ بنو مغیرہ نے اسلام میں سود دینے سے انکار کر دیا۔ وہ اپنا مقدمہ عتاب بن اسید کی طرف لے گئے، عتاب نے رسول اللہ ﷺ کی طرف لکھا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے عتاب کی طرف لکھا کہ اگر بنو عمرو اس فیصلہ پر راضی ہو جائیں تو فبہا ورنہ ان کے ساتھ اعلان جنگ کرو(2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ سود کا لوگ زمانہ جاہلیت میں کاروبار کرتے تھے۔ جب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو انہیں اپنے راس المال لینے کا حکم دیا گیا(3)۔

امام آدم، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں اس طرح معاملہ کرتے تھے کہ ایک شخص کا دوسرے پر قرض ہوتا تھا تو مقروض اسے کہتا تم مجھ سے قرض کو مؤخر کرو تمہیں اتنا زیادہ مال دوں گا تو وہ قرض کو مؤخر کر دیتا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 71 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 71 3۔ ایضاً

امام مالک اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں زمانہ جاہلیت میں سود کی یہ شکل تھی کہ ایک شخص کا دوسرے پر ایک مدت تک حق ہوتا تھا۔ جب حق کی ادائیگی کا وقت آ جاتا تو وہ مقروض سے کہتا قرضہ ادا کرو گے یا بڑھاؤ گے؟ اگر وہ حق ادا کر دیتا تو وہ لے لیتا ورنہ وہ حق میں زیادتی کر دیتا اور قرض خواہ مدت بڑھا دیتا (1)۔

امام ابونعیم نے المعرفہ میں ایک کمزور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت بنی ثقیف کے چند افراد کے متعلق نازل ہوئی جن میں یہ افراد بھی تھے۔ مسعود، ربیعہ، حبیب، عبد یالیل یہ بنوعمرو بن عمیر بن عوف الثقفی تھے اور قریش میں سے بنی مغیرہ کے متعلق نازل ہوئی۔

امام ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت بنی عمرو بن عمیر بن عوف الثقفی کے افراد مسعود بن عمرو بن عبد یالیل بن عمرو، ربیعہ بن عمرو، حبیب بن عمیر سے تھا، بنوعمرو، بنی مغیرہ کو زمانہ جاہلیت میں سود دیتے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ثقیف سے صلح کی تھی بنوثقیف نے بنومغیرہ سے اپنے سود کا مطالبہ کیا اور وہ بہت سا مال تھا۔ بنومغیرہ نے کہا اللہ کی قسم ہم اسلام میں سود ادا نہیں کریں گے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مسلمانوں سے سود کو ساقط کر دیا ہے۔ وہ اپنا معاملہ معاذ بن جبل کے پاس لے گئے بقول بعض عتاب بن اسید کے پاس لے گئے۔ پس رسول اللہ ﷺ کی طرف انہوں نے لکھا کہ بنوعمرو و عمیر، بنی مغیرہ سے اپنا سود مانگتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ ان پر یہ آیت پیش کرو، اگر وہ تسلیم کر لیں تو انہیں اپنا راس المال ملے گا۔ اگر وہ انکار کریں تو انہیں اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جنگ سے آگاہ کرو۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں (فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ) جو سود لینے پر مصر ہو اور اس سے نہ رکے تو مسلمانوں کے امام پر واجب ہے کہ وہ اس کو توبہ کرائے۔ اگر وہ سود سے رک جائے تو فبہا ورنہ اس کی گردن اڑا دے۔ لَا تَظْلِمُوْنَ، نہ تم سود لو گے۔ وَلَا تُظْلَمُوْنَ، نہ تمہارے راس المال کم کئے جائیں گے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قیامت کے روز سود خور سے کہا جائے گا جنگ کے لئے اپنا ہتھیار پکڑ (3)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ کا معنی یہ ہے کہ جنگ کا یقین کرو (4)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس ارشاد کے تحت روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قتل کی وعید سنائی ہے (5)۔

امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں عمرو بن الاحوص سے روایت کیا ہے کہ وہ حجۃ الوداع

1۔ مؤطا امام مالک، جلد 2 صفحہ 672 (83) مطبوعہ دار الشروق مکہ مکرمہ
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3 صفحہ 71
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 3 صفحہ 72

کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا خبردار زمانہ جاہلیت کا ہر سود ختم ہے تمہیں اپنا راس المال ملے گا تم نہ سود لو گے اور نہ تمہارے راس المال میں کمی کی جائے گی۔ پہلا سود جو ساقط ہے وہ عباس کا سود ہے۔

امام ابن مندہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت ربیعہ بن عمرو اور اس کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی، وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ۔

امام مسلم اور بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود کے گواہ، سود کے کاتب (لکھنے والا) پر لعنت کی ہے اور فرمایا یہ سب برابر (کے مجرم) ہیں (1)۔

امام عبد الرزاق اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے دس افراد پر لعنت فرمائی۔ (1) سود کھانے والا (2) سود کھلانے والا (3) سود کا گواہ بننے والا (4) سود لکھنے والا (5) گودنے والی پر (6) گدوانے والی پر (اس سے مراد یہ ہے کہ جسم میں سوئی سے چھید لگا کر اس میں سبزہ یا نیل بھر دینا) (7) صدقہ نہ دینے والے پر (8) حلالہ کرنے والے پر (9) جس کے لئے حلالہ کیا گیا (2)۔

امام بیہقی نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کی یا رب قیامت کے روز حظیرۃ القدس میں کون ٹھہرے گا اور کون تیرے عرش کے سایہ میں ہوگا جس دن تیرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ یہ وہ لوگ ہیں جن کی آنکھوں نے برائی میں نہیں دیکھا جو اپنے اپنے مالوں میں سود نہیں چاہتے، جو اپنے حکم پر رشوت نہیں لیتے، مبارک ہو ان کو اور اچھا ٹھکانا ہے (3)۔

امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کے دونوں گواہوں اور سود لکھنے والے پر لعنت فرمائی (4)۔

امام بخاری اور ابو داؤد نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے گودنے والی، گدوانے والی، سود خور، سود کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے اور کتے کی قیمت، بدکاری کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور تصویریں بنانے والوں پر لعنت کی ہے (5)۔

امام احمد، ابو یعلی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سود کھانے والا، سود کھلانے والا، سود کا گواہ، سود کا کاتب، جب کہ انہیں معلوم ہو حسن و خوبصورتی کے لئے گودنے والی اور گدوانے والی، صدقہ میں ٹال مٹول کرنے والا، ہجرت کے بعد اعرابی کا مرتد ہونا یہ سب قیامت کے روز محمد ﷺ کی زبان پر ملعون ہیں (6)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 391 (5506) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 391 (5508)

3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 392 (5513)

4۔ جامع ترمذی، جلد 3، صفحہ 512 (1206) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

5۔ صحیح بخاری، [illegible]، جلد 1، صفحہ 280، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد 6۔ مسند ابو یعلیٰ، جلد 4، صفحہ 431 (5219)

امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا چار شخصوں کے متعلق اللہ پر حق ہے کہ وہ انہیں جنت میں داخل نہ کرے گا اور نہ جنت کی نعمتوں کا مزہ انہیں چکھائے گا (1) دائمی شراب پینے والا (2) سود کھانے والا (3) بغیر حق کے یتیم کا مال کھانے والا (4) والدین کا نافرمان (1)۔

امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ درہم جو انسان کو بطور سود ملتا ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں ان تینتیس بدکاریوں سے بھی بڑا گناہ ہے جو انسان زمانہ اسلام میں کرتا ہے۔

امام احمد اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ غسیل ملائکہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سود کا ایک درہم جو انسان جانتے ہوئے کھاتا ہے وہ چھتیس مرتبہ زنا سے بھی شدید ہے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ربا (سود) کے ستر دروازے ہیں ان میں سے کم از کم کی مثال یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے برائی کرے اور سب سے بڑا سود انسان کا کسی دوسرے کی عزت اچھالنا ہے۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے پھل خریدنے سے منع فرمایا حتی کہ وہ کھایا جائے اور فرمایا جب بدکاری اور سود کسی شہر میں غالب ہو جائے تو وہ خود اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو اتاریں گے (2)۔

امام ابو یعلی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کسی قوم میں زنا اور ربا عام ہو جائے گا تو وہ لوگ خود اپنے اوپر عذاب الٰہی اتاریں گے (3)۔

امام احمد نے عمرو بن العاص سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جس قوم میں سود غالب ہو جاتا ہے ان پر قحط آجاتا ہے اور جس قوم میں رشوت غالب ہو جاتی ہے وہ رعب (خوف) میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔

امام طبرانی نے قاسم بن عبدالواحد الوراق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ کو بازار میں دیکھا وہ یہ کہہ رہے تھے اے سنارو! تمہیں خوشخبری ہو۔ انہوں نے کہا تمہیں اللہ جنت کی خوشخبری دے تم ہمیں کس چیز کی خوشخبری دے رہے ہے؟ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے سنارو کے متعلق فرمایا تمہیں آگ کی خوشخبری ہو۔

امام ابوداؤد، ابن ماجہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ہر شخص سود کھانے والا ہوگا، جو سود نہیں کھائے گا اسے اس کا غبار پہنچ جائے گا (4)۔

امام مالک، شافعی، عبدالرزاق، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے مالک بن اوس بن الحدثان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے طلحہ بن عبیداللہ سے سونے کو چاندی سے بدلنا چاہا تو طلحہ نے کہا مجھے مہلت دو حتی کہ ہمارا خازن الغابہ (جگہ کا نام) سے آجائے۔ حضرت عمر بن خطاب نے جب یہ معاملہ سنا تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 43 (2260) مطبوعہ الریاض
2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 43 (2261)
3۔ مسند ابو یعلی، جلد 4، صفحہ 314 (4960)
4۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 81 (2278) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ایسا نہ کرو، تم طلحہ سے جدا نہ ہونا حتی کہ ان سے اپنا صرف (چاندی، سونا) پورا کر لو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ سونے کا چاندی سے تبادلہ کرنا سود ہے مگر جب کہ دست بدستی ہو گندم کا گندم سے تبادلہ سود ہے مگر جب دست بدستی ہو جو کا جو سے تبادلہ سود ہے۔ مگر جب دست بدستی ہو، کھجور کا کھجور سے تبادلہ سود ہے مگر جب دست بدستی ہو(1)۔

امام عبد بن حمید، مسلم، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سونے کا سونے سے تبادلہ برابر برابر دست بدستی ہے۔ چاندی کا چاندی سے تبادلہ برابر برابر دست بدستی ہے، کھجور کا کھجور سے تبادلہ برابر دست بدستی ہے، گندم کا گندم سے تبادلہ برابر دست بدستی ہے، جو کا جو سے تبادلہ برابر برابر دست بدستی ہے، نمک کا نمک سے تبادلہ برابر برابر دست بدستی ہے، جو زیادہ دے گا یا جو زیادہ طلب کرے گا اس نے سود لیا۔ سود لینے والے اور سود دینے والا برابر (مجرم) ہیں(2)۔

امام مالک، شافعی، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سونے کو سونے کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر اور بعض کو بعض پر زائد نہ کرو۔ چاندی کو چاندی کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر۔ بعض کو بعض پر زائد نہ کرو، اور غائب کو نقد کے بدلے نہ بیچو(3)۔

امام شافعی، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت عبادہ بن الصامت سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سونے کو سونے کے بدلے نہ بیچو اور چاندی کو چاندی کے بدلے نہ بیچو، گندم کو گندم کے بدلے نہ بیچو، جو کو جو کے بدلے نہ بیچو، کھجور کو کھجور کے بدلے نہ بیچو، نمک کو نمک کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر، نقد کو نقد کے بدلے اور دست بدستی۔ لیکن تم سونے کو چاندی کے بدلے چاندی کو سونے کے بدلے، گندم کو جو کے بدلے، جو کو گندم کے بدلے، کھجور کو نمک کے بدلے اور نمک کو کھجور کے بدلے دست بدستی جیسے چاہو کمی بیشی کے ساتھ بیچو جو زیادہ دے گا یا زیادہ طلب کرے گا اس نے سود دیا(4)۔

امام مالک، مسلم اور بیہقی نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک دینار کو دو دیناروں کے بدلے اور ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے نہ بیچو(5)۔

امام مالک، مسلم، نسائی اور بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک دینار ایک دینار کا بدل ہے دونوں کے درمیان زیادتی نہیں ہے ایک درہم ایک درہم کا بدل ہے دونوں کے درمیان زیادتی نہیں ہے(6)۔

امام مسلم اور بیہقی نے حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دینار کے بدلے دینار ہے اور درہم کے بدلے درہم ہم وزن ہیں، ان کے درمیان فضیلت نہیں ہے، نقد کو ادھار کے بدلے نہیں بیچا جائے گا(7)۔

1۔ مؤطا امام مالک، جلد 2، صفحہ 636 (38) مطبوعہ دار الشروق مکہ مکرمہ
2۔ صحیح مسلم، جلد 11، صفحہ 13 (1584) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مؤطا امام مالک، جلد 2، صفحہ 632 (30)
4۔ صحیح مسلم، جلد 11، صفحہ 11 (1587)
5۔ مؤطا امام مالک، جلد 2، صفحہ 633 (32)
6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 632 (29)
7۔ صحیح مسلم، جلد 11، صفحہ 14

امام بخاری، مسلم، نسائی اور بیہقی نے ابوالمنہال سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے بیع صرف (سونے، چاندی کی بیع) کے متعلق یہ سنا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تاجر تھے، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیع صرف کے متعلق پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دست بدستی سودے میں کوئی حرج نہیں اور جو ادھار ہو جائے تو وہ جائز نہیں۔

امام مالک، شافعی، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھجور کو چھواروں کے بدلے خریدنے کے متعلق پوچھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تازہ کھجور جب خشک ہو جاتی ہے تو اس کا وزن کم ہو جاتا ہے؟ صحابہ کرام نے کہا۔ ہاں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بیع سے منع فرمادیا (1)۔

امام البزار نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے سونے کا تبادلہ سونے سے، چاندی کا چاندی سے تبادلہ برابر ہے، زیادہ دینے والا اور زیادہ طلب کرنے والا (دونوں) آگ میں ہیں۔ البزار نے ابوبکرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے دو ماہ قبل بیع صرف سے منع فرمایا تھا۔

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾

"اور اگر مقروض تنگ دست ہو تو مہلت دو اسے خوشحال ہونے تک اور بخش دینا اسے (قرض) بہت بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم جانتے ہو"۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ربا کے بارے میں نازل ہوئی (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے العوفی عن ابن عباس کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا۔ سود کے بارے حکم دیا کہ تنگ دست کو مہلت دی جائے اور امانت میں مہلت نہیں ہے لیکن امانت اہل امانت کے سپرد کی جائے گی (3)۔

امام ابن المنذر نے عطاء کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ ربا (سود) کے متعلق ہے پس معسر کے لئے صدقہ کرنا اور اس کو چھوڑ دینا تمہارے لئے بہتر ہے۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، عبد بن حمید، النحاس اور ابن جریر نے ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ دو آدمی کسی حق کے متعلق اپنا جھگڑا قاضی شریح کے پاس لے گئے۔ پس قاضی نے مقروض کے خلاف فیصلہ کر دیا اور اسے قید کرنے کا حکم دیا۔ ایک شخص جو اس کے قریب تھا اس نے کہا یہ شخص تنگ دست ہے اور اللہ تعالیٰ نے تنگ دست کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر وہ تنگ

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 75 (2264) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 986 (454) مطبوعہ دار الصمیعی الریاض

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 73

دست ہے تو اسے خوشحالی تک مہلت دو۔ قاضی شریح نے کہا یہ ربا (سود) کے متعلق ہے جو انصار کے قبیلہ میں ہوتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ ارشاد نازل فرمایا اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا (نساء:58)(1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے کہ آیت میں ذُوْ عُسْرَةٍ سے مراد مقروض ہے(2)۔

امام ابن جریر نے السدی سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر مقروض تنگ دست ہو تو راس المال کے ساتھ خوشحالی تک مہلت دو وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا اور فقیر پر راس المال کو صدقہ کرنا تمہارے لئے بہتر ہے، تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے راس المال صدقہ کر دیا(3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو تنگ دست ہو قرض خواہ اسے خوشحالی تک مہلت دے۔ اسی طرح مسلمان پر قرض کا حکم ہے۔ پس کسی مسلمان کا اپنے بھائی پر قرض ہو پھر وہ جانتا ہو کہ اس کا بھائی تنگ دست ہے تو اس کے لئے اسے قید کرنا جائز نہیں، وہ اس سے نہ مانگے حتی کہ اللہ تعالیٰ اسے خوشحال کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مہلت پر صدقہ کو ترجیح دی ہے(4)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جو شخص اپنا قرض کسی نادار، غریب پر صدقہ کر دے۔ یہ اس کے لئے اجر کے اعتبار سے بہت عظیم ہے اور جو اپنا قرض صدقہ نہیں کرتا تو وہ گناہ گار نہیں ہے اور جس نے کسی تنگ دست کو قید میں ڈال دیا تو وہ گناہ گار ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ۔ اور جس کے پاس قرضہ ادا کرنے کی طاقت ہو لیکن وہ ادا نہ کرے تو وہ ظالم لکھا جاتا ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید (نے اپنی مسند میں)، مسلم اور ابن ماجہ نے ابوالیسر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فقیر تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض ساقط کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا کرے گا جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا(5)۔

امام احمد، بخاری اور مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا تو نے دنیا میں کیا عمل کیا تھا؟ اس شخص نے کہا میں نے ذرہ برابر بھی نیکی کا عمل نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے تین مرتبہ پوچھا تو اس شخص نے تیسری مرتبہ کہا تو نے مجھے دنیا میں وافر مال عطا فرمایا تھا، میں لوگوں کے ساتھ بیع وشراء کرتا تھا، میں خوشحال پر آسانی کرتا تھا اور تنگ دست کو مہلت دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اپنے بندے سے تجاوز کرنے کا تجھ سے زیادہ حق دار ہوں، پس اس شخص کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرما دی(6)۔

امام احمد نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا کسی

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 985 (453) 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 73 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً جلد 3، صفحہ 74
5۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3 صفحہ 157 (2419) 6۔ صحیح مسلم، جلد 10، صفحہ 190 (1560) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

دوسرے پر حق ہو پھر وہ اس کو مؤخر کر دے تو اسے ہر روز صدقہ کا اجر ملے گا۔ احمد، ابن ابی الدنیا نے کتاب اصطناع المعروف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی دعا قبول ہو اور اس کی تکلیف دور ہو تو اس کو کسی تنگ دست کی تنگ دستی دور کرنی چاہیے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی تنگ دست کو خوشحالی تک مہلت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو توبہ تک گناہوں کی مہلت دیتا ہے (یعنی اس کے گناہوں کا فوراً مؤاخذہ نہیں فرماتا)۔

امام احمد، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی تنگ دست کو مہلت دے گا اس کو ہر دن کے بدلے اس کی مثل صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ پھر فرماتے ہیں میں نے یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو تنگ دست کو مہلت دے گا اس کو ہر دن اس کی دو مثل صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا(1) میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ ہر روز اس کی ایک مثل صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا اور آج آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اسے دو مثل صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تک قرض کی ادائیگی کا وقت نہیں پہنچا ہوگا تو اسے ایک مثل صدقہ کا ثواب ملے گا اور اگر قرض کی ادائیگی کا وقت آچکا ہوگا تو اسے ہر روز اس کی دو مثل صدقہ کا ثواب ملے گا۔

امام ابوالشیخ نے الثواب میں، ابونعیم نے الحلیہ میں، بیہقی نے الشعب میں، الطستی نے الترغیب میں، ابن لال نے مکارم الاخلاق میں حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پسند کرتا ہے کہ اس کی دعا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور آخرت میں اس کی تکلیف دور فرمائے تو اسے کسی تنگ دست کو مہلت دینی چاہیے یا اس کو چھوڑ دینا چاہیے (یعنی اس کا قرض معاف کر دینا چاہیے) اور جسے یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے جہنم کی تپش سے بچا کر سایہ عطا فرمائے اور اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے تو وہ مومنین پر سختی نہ کرے اور مومنین پر رحم فرمانے والا ہو جائے۔

امام مسلم نے ابوقتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی سختیوں سے بچالے تو اسے تنگ دست کو ڈھیل دینی چاہیے یا اس سے قرضہ ساقط کر دے(2)۔

امام احمد، دارمی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو اپنے مقروض کو ڈھیل دے گا یا اس کا قرض مٹا دے گا وہ قیامت کے روز عرش کے سایہ میں ہوگا(3)۔

امام الترمذی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تنگ دست کو مہلت دے گا یا اس سے قرضہ ساقط کرے گا تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا(4)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 34 (2225) مطبوعہ الریاض
2۔ صحیح مسلم، جلد 10، صفحہ 191 (32) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 537 (11259)
4۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 6-5، صفحہ 33 (1306)

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک بندے کو اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا سوائے اس کے سایہ کے۔ یہ وہ ہے جو تنگ دست کو مہلت دے گا یا مقروض کا قرض چھوڑ دے گا۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو تنگ دست کو مہلت دے گا یا قرض اس پر صدقہ کر دے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے عرش کے سایہ میں اسے جگہ عطا فرمائے گا۔

امام طبرانی نے الاوسط میں ابوقتادہ سے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی سختیوں سے نجات عطا فرمائے اور اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے تو اسے تنگ دست کو مہلت دینی چاہیے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کسی تنگ دست کو مہلت دے گا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کسی تنگ دست کو مہلت دے گا یا اس پر آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس دن اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

امام طبرانی نے الکبیر میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کسی تنگ دست کو مہلت دے گا یا اس کا قرض ساقط کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا۔

امام طبرانی نے اسعد بن زرارہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا تو اسے چاہیے کہ وہ تنگ دست پر آسانی کرے یا اس کا قرض معاف کر دے۔

امام طبرانی نے ابوالیسر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز سب سے پہلے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا وہ ایسا شخص ہوگا جس نے کسی تنگ دست کو خوشحال ہونے تک مہلت دی ہوگی یا اس پر اپنا قرض صدقہ کر دیا ہوگا اسے کہا ہوگا کہ میں نے اپنا مال رضائے الٰہی کی خاطر تجھ پر صدقہ کیا ہے اور اس کا رجسٹر پھاڑ دیا ہوگا۔

امام احمد اور ابن ابی الدنیا نے کتاب اصطناع المعروف میں ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کسی تنگ دست کو مہلت دے گا یا اس سے قرض ساقط کر دے گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی تپش سے محفوظ فرمائے گا۔

امام عبدالرزاق، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے

ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی مسلمان سے دنیا کی سختیوں میں سے کسی سختی کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی سختیوں میں ایک سختی کو دور کرے گا اور جو کسی تنگ دست کو دنیا میں سہولت دے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس پر آسانی فرمائے گا اور جو دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے(1)۔

امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے کبھی کوئی نیکی کا عمل نہیں کیا تھا اور وہ لوگوں کو قرض دیتا تھا اور اپنے بیٹے کو کہتا جب کوئی تیرے پاس تنگ دست آئے تو اس سے تجاوز کرنا، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سے تجاوز فرمالے وہ اللہ تعالیٰ سے ملا (یعنی فوت ہو گیا) تو اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں سے تجاوز (معاف) فرما دیا(2)۔ مسلم اور ترمذی نے ابو مسعود البدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کا محاسبہ کیا گیا تو اس کے لئے کوئی خیر کا عمل نہ پایا گیا سوائے اس کے کہ وہ لوگوں کے ساتھ معاملات کرتا تھا اور وہ خوشحال شخص تھا۔ وہ اپنے بیٹوں کو حکم دیتا تھا کہ تنگ دست سے تجاوز کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اس سے تجاوز کرنے کے زیادہ حق دار ہیں(3)۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨١﴾

"اور ڈرتے رہو اس دن سے لوٹائے جاؤ گے جس میں اللہ کی طرف پھر پورا پورا دے دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا ہے اور ان پر زیادتی نہ کی جائے گی"۔

امام ابو عبید، عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن الانباری (المصاحف میں) طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کئی طریق کے ذریعے روایت کیا ہے کہ آخری آیت جو قرآن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ یہ آیت تھی (4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سدی اور حضرت عطیہ العوفی رحمہم اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن الانباری نے حضرت ابو صالح اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر اور بیہقی نے دلائل میں کلبی کے طریق سے حضرت ابو صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آخری آیت ہے جو منیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس کے نزول اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے درمیان اکیاسی دنوں کا فاصلہ تھا(5)۔

1۔ صحیح مسلم، جلد 17، صفحہ 18 (38) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً جلد 10، صفحہ 191 (31)
3۔ جامع ترمذی، جلد 1، صفحہ 156، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد
4۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 137
5۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سارے قرآن سے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نو راتیں زندہ رہے پھر ربیع الاول کی دو تاریخ کو سوموار کے دن وصال فرما گئے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ کے تحت روایت کیا ہے کہ خیر و شر میں سے جو کچھ کسی نفس نے کیا اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ یعنی ان کی نیکیوں میں سے کچھ کمی نہیں کی جائے گی اور ان کی برائیوں میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

"اے ایمان والو! جب تم ایک دوسرے کو قرض دو مدت مقررہ تک تو لکھ لیا کرو اسے اور چاہیے کہ لکھے تمہارے درمیان لکھنے والا عدل و انصاف سے اور نہ انکار کرے لکھنے والا لکھنے سے جیسے سکھایا ہے اس کو اللہ نے پس وہ بھی لکھ دے اور لکھوائے وہ شخص جس کے ذمہ حق (قرضہ) ہے اور ڈرے اللہ سے جو اس کا پروردگار ہے اور نہ کمی

کرے اس سے ذرہ بھر پھر اگر وہ شخص جس پر قرض ہے بے قوف ہو یا کمزور ہو یا اس کی طاقت نہ رکھتا ہو کہ خود لکھا سکے، تو لکھائے اس کا ولی (سرپرست) انصاف سے اور بنالیا کرو دو گواہ اپنے مردوں سے اور اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جن کو پسند کرتے ہو تم (اپنے لئے) گواہ تا کہ اگر بھول جائے ایک عورت تو یاد کرائے (وہ) ایک دوسری کو اور نہ انکار کریں گواہ جب وہ بلائے جائیں اور نہ اکتایا کرو اسے لکھنے سے خواہ (رقم قرضہ) تھوڑی ہو یا زیادہ اس کی میعاد تک یہ تحریر عدل قائم کرنے کے لئے بہت مفید ہے اللہ کے نزدیک اور بہت محفوظ رکھنے والی ہے گواہی کو اور آسان طریقہ ہے تمہیں شک سے بچانے کا مگر یہ کہ سودا دست بدستی ہو جس کا تم لین دین آپس میں کرو۔ (اس صورت میں) نہیں تم پر کچھ حرج اگر نہ بھی لکھواسے اور گواہ ضرور بنالیا کرو جب خرید وفروخت کرو اور ضرر نہ پہنچایا جائے لکھنے والے کو اور نہ گواہ کو اور اگر تم ایسا کرو گے تو یہ نافرمانی ہو گی تمہاری اور ڈرا کرو اللہ سے اور سکھاتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ (آداب معاشرت) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''۔

امام ابن جریر نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ قرآن میں جس آیت کا تعلق عرش سے قریب ترین ہے وہ دین والی آیت ہے۔

امام ابوعبید نے فضائل میں ابن شہاب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن کی آخری آیت جس کا عرش سے قریب ترین تعلق ہے وہ آیت ربا اور آیت دین ہے(1)۔

امام الطیالسی، ابویعلی، ابن سعد، احمد، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ (العظمہ میں) اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب دین (قرض) والی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سب سے پہلے انکار کیا وہ آدم علیہ السلام تھے (وہ اس طرح کے) کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا ان کی پیٹھ پر مسح فرمایا تو ان سے وہ تمام انسان نکالے جو قیامت تک پیدا ہونے تھے، آدم علیہ السلام کے سامنے ان کی اولاد پیش کی گئی تو انہوں نے ان میں ایک شخص دیکھا جس کا چہرہ انتہائی روشن تھا۔ عرض کی اے رب یہ کون ہے؟ فرمایا یہ تیرا بیٹا داؤد ہے۔ پوچھا اس کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا ساٹھ سال۔ عرض کی اے رب کریم! اس کی عمر میں اضافہ فرما۔ فرمایا ایسا نہیں ہوگا لیکن آپ کی عمر سے میں اس کی عمر میں اضافہ کروں گا۔ حضرت آدم کی عمر ہزار سال تھی۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر میں چالیس سال کا اضافہ کر دیا۔ پس آدم علیہ السلام کی عمر کم کر کے لکھی گئی اور فرشتوں کو اس پر گواہ بنا دیا گیا۔ جب آدم علیہ السلام پر موت کا وقت قریب آیا اور فرشتے روح قبض کرنے کے لئے آئے تو آدم علیہ السلام نے کہا ابھی میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں، انہیں کہا گیا آپ نے یہ چالیس سال اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو ہبہ کر دیئے تھے۔ آدم علیہ السلام نے کہا میں نے تو ایسا نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے وہ تحریر ان کے خلاف ظاہر فرمائی اور فرشتوں نے بھی ان کے خلاف گواہی دی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے ہزار سال مکمل فرمائے اور داؤد علیہ السلام کے بھی سو سال مکمل فرما دیئے (2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 137	2۔ مسند ابویعلی، جلد 2، صفحہ 552 (2702)، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

امام شافعی، عبدالرزاق، عبد بن حمید، بخاری، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ ادھار جس کی ضمانت دی گئی ہو ایک مقررہ مدت تک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مدت کا ذکر کیا ہے اور اس کی اجازت دی ہے پھر بطور دلیل یہ آیت تلاوت کی (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ گندم میں معلوم کیل اور معلوم مدت کے ساتھ بیع سلم کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے (2)۔

امام بخاری مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ دو سال اور تین سال کے لئے پھلوں کی بیع سلم کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو بیع سلم کرے وہ کیل معلوم، وزن معلوم کے ساتھ مدت معلومہ تک کرے (3)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بیع سلم، عطاء تک، فصل کاٹنے تک، کھلیان تک، رس نچوڑنے تک نہیں ہے بلکہ اس کی مدت متعین کرو۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دین کا معاملہ کرتے وقت گواہ بنانے کا حکم دیا ہے تاکہ انکار اور نسیان داخل نہ ہو۔ جس نے دین کا معاملہ کرتے وقت گواہ نہیں بنائے اس نے نافرمانی کی، مسلمانوں میں سے کسی کو گواہ کی ضرورت ہو تو گواہ بننے سے انکار نہ کرے یا جس کے پاس کوئی شہادت ہو تو جب اسے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کرے۔ اس کے بعد فرمایا وَ لَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّ لَا شَهِیْدٌ ضرار یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو کہے جب کہ وہ اس سے مستغنی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے حکم دیا ہے کہ تو انکار نہ کرے جب تجھے بلایا جائے بس اس طرح گواہ کو تکلیف ہوگی جب کہ وہ کسی دوسرے گواہ سے گواہی حاصل کر سکتا ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے وَ اِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ یعنی ایسا کرنا معصیت ہے فرمایا شہادت کا چھپانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ مَنْ یَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (بقرہ: 283) (4)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں یعنی کاتب لکھنے میں دونوں کے ساتھ عدل کرے مطلوب پر زیادتی نہ کرے اور طالب کے حق سے کمی نہ کرے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ لَا یَاْبَ كَاتِبٌ یعنی کاتب پر لکھنا فرض ہے (5)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ لَا یَاْبَ كَاتِبٌ یعنی کاتب جب فارغ ہو تو انکار نہ کرے (6)۔

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 6، صفحہ 18، مطبوعہ دارالفکر بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 161 5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 78 6۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 142

امام ابن ابی حاتم نے مقاتل سے اس کے تحت یہ بیان کیا ہے کہ اس زمانہ میں کاتب کم تھے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس زمانہ میں کاتب کم تھے۔

امام ابن جریر نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ پہلے یہ حکم عزیمت تھا پھر وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ نے اسے منسوخ کر دیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے الضحاک سے كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ کا معنی یہ روایت کیا ہے: جس طرح اللہ نے اسے حکم دیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کا یہ مفہوم بیان فرمایا ہے كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے لکھنا سکھایا اور دوسرے کو محروم رکھا ہے وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ اس سے مراد مطلوب (مقروض) ہے یعنی مقروض خود کاتب کو لکھائے۔ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا قرض خواہ کے حق میں کمی نہ کرے۔ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اگر مقروض عاجز ہو یا گناہ گار ہو یا بیوقوف ہو۔ اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ یعنی اگر مقروض اچھی طرح نہ لکھوا سکتا ہو۔ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ تو پھر قرض خواہ کو لکھوانا چاہیے۔ بِالْعَدْلِ یعنی اس پر کوئی چیز زائد نہیں کرنی چاہیے۔ وَاسْتَشْهِدُوْا یعنی اپنے حق پر گواہ بنالو۔ شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ دو گواہ آزاد مسلمانوں میں سے۔ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى یعنی اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بناؤ ان میں سے جن کو تم بطور گواہ پسند کرتے ہو تا کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے شہادت یاد دلائے۔ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا یعنی جس کے پاس شہادت ہے وہ شہادت سے بلانے کے وقت انکار نہ کریں۔ وَلَا تَسْئَمُوْۤا اور تم نہ اکتاؤ۔ اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا یعنی حق چھوٹا ہو یا بڑا ہو زیادہ ہو یا تھوڑا ہو اسے لکھو۔ اِلٰۤى اَجَلِهٖ کیونکہ تحریر مدت اور مال کو شمار کرتی ہے۔ ذٰلِكُمْ یہ تحریر۔ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ یعنی زیادہ عدل والی ہے۔ وَاَقْوَمُ اور زیادہ درست ہے۔ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى یعنی زیادہ لائق ہے۔ اَلَّا تَرْتَابُوْۤا یعنی حق، مدت اور گواہی جب لکھی ہوئی ہوگی تو اس میں تم شک نہیں کرو گے۔ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً سابقہ حکم سے استثناء فرمائی کہ جو تجارت دست بدستی ہو اس کو نہ لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ جس میں مدت نہیں ہوتی۔ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا یعنی تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم اس حاضر تجارت کو نہ لکھو۔ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ یعنی اپنے حق پر گواہ بنالو جب اس میں مدت ہو یا نہ ہو ہر حال میں اپنے حق پر گواہ بنالو۔ وَاِنْ تَفْعَلُوْا یعنی کاتب، گواہ یا وہ چیزیں جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے اگر تم ان کو تکلیف پہنچاؤ گے۔ فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ تو یہ گناہ ہے پھر فرمایا۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ یعنی اللہ کی نافرمانی نہ کرو۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں (سَفِيْهًا) سے مراد وہ شخص ہے جو لکھوانے سے جاہل ہو (اَوْ ضَعِيْفًا) جو بیوقوف ہو۔

امام ابن جریر نے حضرت سدی اور حضرت ضحاک رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ سَفِيْهًا سے مراد چھوٹا بچہ ہے(3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 142　2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 144　3۔ ایضاً

امام ابن جریر نے عوفی عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں (ولیہ) سے مراد قرض خواہ ہے (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یتیم کا ولی ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت الضحیٰ ک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد سفیہ یا ضعیف کا ولی ہے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے مجاہد عن ابن عمر کے طریق سے وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب نقدی کے ساتھ بیچے تو گواہ بنادے اور لکھے نہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں جب ادھار بیچے تو لکھے اور گواہ بنالے۔

امام سفیان، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے مجاہد سے مذکورہ جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ آزاد لوگوں کو گواہ بننے کا حکم ہے (3)۔ سعید بن منصور نے داؤد بن ابی ہند سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے مجاہد سے لونڈی سے ظہار کرنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا اس میں کچھ واجب نہیں ہے۔ میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں ہے وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ (مجادلہ: 3) تو کیا لونڈیاں عورتوں سے نہیں ہیں۔ مجاہد نے فرمایا اللہ کا ارشاد ہے وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ کیا غلاموں کو گواہ بنانا جائز ہے؟ حالانکہ یہاں بھی تو رِّجَالِكُمْ (اپنے مردوں سے) فرمایا ہے غلام بھی تو مرد ہیں) (4)

امام ابن المنذر نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے عورتوں کی گواہی کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا دین میں اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کیا ہے۔ اس میں ان کی گواہی جائز ہے دوسرے معاملات میں نہیں۔

امام ابن المنذر نے مکحول سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دین (قرض) کے سوا عورتوں کی گواہی جائز نہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت یزید بن عبد الرحمٰن بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حقوق میں دو مردوں کی جگہ چار عورتوں کی گواہی جائز نہیں اور عورتوں کی گواہی جائز نہیں مگر جب ان کے ساتھ مرد ہو، ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صرف عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے مگر اس معاملہ میں جس پر مرد مطلع نہیں ہوتا مثلاً عورتوں کے پوشیدہ معاملات حیض اور حمل وغیرہ۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے دین وعقل کے اعتبار سے ناقص کوئی ایسی نہیں دیکھی ہیں جو صاحب عقل شخص پر تم سے زیادہ غالب آنے والیاں ہوں۔ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عقل اور دین کا نقصان کیا ہے؟ فرمایا عقل کا نقصان تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے، یہ عقل کا نقصان ہے، کئی راتیں عورت نہ نماز پڑھتی ہے نہ رمضان کا روزہ رکھتی ہے، یہ دین کا نقصان ہے۔

امام ابن جریر نے ربیع سے مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد عادل لوگ ہیں (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 145　2۔ ایضاً　3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 991 (456) مطبوعہ دار الصمیعی الریاض

4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 991 (457)　5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 146

امام ابن جریر نے عوفی عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں (ولیہ) سے مراد قرض خواہ ہے (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یتیم کا ولی ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد سفیہ یا ضعیف کا ولی ہے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے مجاہد عن ابن عمر کے طریق سے وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب نقدی کے ساتھ بیچے تو گواہ بنا دے اور لکھے نہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں جب ادھار بیچے تو لکھے اور گواہ بنالے۔

امام سفیان، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے مجاہد سے مذکورہ جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ آزاد لوگوں کو گواہ بننے کا حکم ہے (3)۔ سعید بن منصور نے داؤد بن ابی ہند سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے مجاہد سے لونڈی سے ظہار کرنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا اس میں کچھ واجب نہیں ہے۔ میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں ہے وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ (مجادلہ: 3) تو کیا لونڈیاں عورتوں سے نہیں ہیں۔ مجاہد نے فرمایا اللہ کا ارشاد ہے وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ کیا غلاموں کو گواہ بنانا جائز ہے؟ حالانکہ یہاں بھی تو رِّجَالِكُمْ (اپنے مردوں سے) فرمایا ہے غلام بھی تو مرد ہیں) (4)

امام ابن المنذر نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے عورتوں کی گواہی کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا دین میں اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کیا ہے۔ اس میں ان کی گواہی جائز ہے دوسرے معاملات میں نہیں۔

امام ابن المنذر نے مکحول سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دین (قرض) کے سوا عورتوں کی گواہی جائز نہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت یزید بن عبد الرحمٰن بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حقوق میں دو مردوں کی جگہ چار عورتوں کی گواہی جائز نہیں اور عورتوں کی گواہی جائز نہیں مگر جب ان کے ساتھ مرد ہو، ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صرف عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے مگر اس معاملہ میں جس پر مرد مطلع نہیں ہوتا مثلاً عورتوں کے پوشیدہ معاملات حیض اور حمل وغیرہ۔

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دین و عقل کے اعتبار سے ناقص کوئی ایسی نہیں دیکھی ہیں جو صاحب عقل شخص پر تم سے زیادہ غالب آنے والیاں ہوں۔ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عقل اور دین کا نقصان کیا ہے؟ فرمایا عقل کا نقصان تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے، یہ عقل کا نقصان ہے، کئی راتیں عورت نہ نماز پڑھتی ہے نہ رمضان کا روزہ رکھتی ہے، یہ دین کا نقصان ہے۔

امام ابن جریر نے ربیع سے مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد عادل لوگ ہیں (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 145 2۔ ایضاً 3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 991 (456) مطبوعہ دار الصمیعی الریاض

4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 991 (457) 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 146

امام سعید بن منصور، ابن ابی حاتم، حاکم اور بیہقی نے سنن میں ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس کی طرف خط لکھا اور ان سے بچوں کی گواہی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواباً لکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ پس بچے ان لوگوں سے نہیں ہیں جن سے تم خوش ہو اس لئے ان کی گواہی جائز نہیں ہے (1)۔

امام شافعی اور بیہقی نے مجاہد سے مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ دونوں گواہ عادل ہوں، آزاد ہوں، مسلمان ہوں۔

امام عبد بن حمید نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ وہ فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى میں (کاف) کو شد کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں الاعمش سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں اس طرح تھا اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى۔

امام بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا فرماتے ہیں جب کسی مسلمان کو اس کو گواہ بنانے کی ضرورت ہو یا اس کے پاس کوئی شہادت ہو تو بلانے کے وقت انکار کرنا حلال نہیں ہے پھر وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ اضرار یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو کہے جب کہ وہ اس سے مستغنی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے حکم دیا ہے کہ تو انکار نہ کرے جب تجھے بلایا جائے پس وہ اس بات کے ساتھ اسے ضرر پہنچائے جب کہ اس کو اس کی ضرورت نہ ہو پس اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ان تمام ممنوعہ چیزوں کا ارتکاب معصیت ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ عن ابی عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے کہ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا یعنی جب ان کے پاس گواہی ہو پھر انہیں بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت الربیع سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص ایک قوم کے پاس بار بار چکر لگاتا تھا اور انہیں گواہی دینے کے لئے بلاتا تھا لیکن کوئی بھی اس کے ساتھ نہ چلتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا۔(3)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مذکورہ جملہ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص ایک بڑے قبیلے میں ایک قوم کے پاس بار بار چکر لگاتا تھا اور انہیں گواہی دینے کے لئے بلاتا تھا لیکن کوئی بھی اس کے ساتھ نہ چلتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی (4)۔ سفیان، عبد بن حمید اور ابن جریر مجاہد سے مذکورہ جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب تمہارے پاس گواہی ہو تو گواہی کو قائم کرو لیکن پھر جب تمہیں گواہی کے لئے بلایا جائے تو تمہاری مرضی ہے چاہو تو جاؤ چاہو تو نہ جاؤ (5)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب اس کے پاس شہادت ہو۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 989 (455) 2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 10، صفحہ 160، مطبوعہ دار الفکر بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 150 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 151

امام ابن جریر نے حسن سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہاں تیرے لئے دو امر جمع کئے گئے ہیں جب تیرے پاس شہادت ہو تو شہادت دینے سے انکار نہ کر اور جب تجھے بلایا جائے شہادت کی طرف تو بھی تو انکار نہ کر (1)۔

امام ابن المنذر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اَقْسَطُ کا معنی اعدل روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے وَ اَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت کو فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (البقرہ:283) کی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک کوزہ خریدا تو اس پر گواہ بنایا اور کہا اللہ کا ارشاد ہے وَ اَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ۔

امام النحاس نے ناسخ میں حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب تم کوئی چیز فروخت کرو تو گواہ بناؤ اور جب کوئی چیز خریدو تب بھی گواہ بناؤ اگرچہ وہ سبزی کا گٹھہ ہی ہو۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الضحاک سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں گواہ بناؤ اگرچہ ساگ کا گٹھہ ہی ہو۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص دو آدمیوں کے پاس آتا، انہیں تحریر لکھنے اور گواہ بننے کے لئے بلاتا تو ان میں سے ہر ایک کہتا مجھے ایک کام ہے۔ تو وہ انہیں کہتا تم دونوں کو یہ بات قبول کرنے کا حکم دیا گیا ہے، پس اس کے لئے کاتب اور شہید کو تکلیف دینا جائز نہیں ہے (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ کاتب اور گواہ کو کوئی ایسا کام ہو جس کا چھوڑنا ممکن نہ ہو تو انہیں چھوڑ دو (3)۔

امام سفیان، عبد الرزاق، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس کو (وَلَا يُضَارَرْ) مجہول کا صیغہ پڑھتے تھے (4)۔ ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بھی لَا يُضَارَرْ پڑھتے تھے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بھی (وَلَا يُضَارَوْ) پڑھتے تھے اور اس کی تاویل یہ کرتے تھے کہ جس کا حق ہوتا تھا وہ جاتا تھا اور کاتب اور شاہد کو گواہی کے لئے بلاتا تھا شاید وہ مصروف یا کسی کام میں مشغول ہوتے تھے (5)۔

امام ابن جریر نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے (وَلَا يُضَارَرُ) کاتب یعنی وہ ایسی بات لکھے جو اس کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 150 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 161 3۔ ایضاً

4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 999، (466) مطبوعہ دار الصمیعی الریاض

5۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 10، صفحہ 161، مطبوعہ دار الفکر بیروت

لکھوائی نہیں تھی وَّلَا شَهِيْدٌ اور وہ ایسی گواہی دے جس کا اسے گواہ نہیں بنایا گیا(1)۔

امام ابن جریر اور بیہقی نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ یعنی وہ کوئی چیز زیادہ لکھ دے یا کوئی چیز مٹا دے وَّلَا شَهِيْدٌ وہ گواہی نہ چھپائے اور حق کے ساتھ گواہی دے(2)۔

امام ابن جریر نے الربیع سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ تو کوئی شخص کاتب کے پاس جاتا اسے کہتا میرے لئے تحریر لکھو۔ کاتب کہتا میں مشغول ہوں یا میرا کوئی کام ہے، تم کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ تو وہ شخص کاتب کو چمٹا رہتا اور اسے کہتا کہ تجھے میرے لئے تحریر لکھنے کا حکم دیا گیا ہے، پس وہ اس بیچارے کاتب کو نہیں چھوڑتا تھا اور اسے تکالیف پہنچاتا تھا حالانکہ اسے دوسرے کاتب بھی میسر ہوتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ۔(3)

امام ابن جریر نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اگر تم وہ کام نہیں کرو گے جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے تو تمہارے لئے فسق ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ۔ اللہ سے ڈرو یہ تعلیم اس نے تمہیں دی ہے اس کو لے لو(4)۔

امام ابو یعقوب بغدادی نے کتاب روایۃ الکبار عن الصغار میں سفیان سے روایت کیا ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے اسے اس کی توفیق بخشی جاتی ہے جو وہ نہیں جانتا ہے۔

امام ابو نعیم نے الحلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کا وارث بناتا ہے جو وہ نہیں جانتا ہے۔

امام ترمذی نے یزید بن سلمہ الجعفی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ سے بہت سی احادیث سنی ہیں مجھے ان کے اول و آخر کے بھولنے کا خوف ہوتا ہے۔ پس آپ مجھے کوئی جامع کلمہ عطا فرمائیے فرمایا جو تو جانتا ہے اس کے بارے اللہ سے ڈر۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تقویٰ کے معادن میں سے یہ ہے کہ جو تو جانتا ہے اس کے ساتھ وہ بھی سیکھے جو تو نہیں جانتا اور جو تو جانتا ہے اس میں نقص و تقصیر یہ ہے کہ اس میں زیادتی کا خواہش مند نہ ہو اور جو چیز انسان نہیں جانتا اس میں عدم دلچسپی کا باعث انسان کے علم میں جو ہو اس سے نفع نہ اٹھانا ہے(5)۔

امام دارمی نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ عمر بن الخطاب نے عبد اللہ بن سلام سے پوچھا ارباب علم کون ہیں فرمایا جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہیں پوچھا اور کون سی چیز لوگوں کے سینوں سے علم چھین لیتی ہے؟ فرمایا لالچ۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں خاموشی سیکھو پھر حلم سیکھو پھر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 159 2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 10، صفحہ 160، مطبوعہ دار الفکر بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 161 4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 163

5۔ معجم اوسط، جلد 3، صفحہ 240 (2513) مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض

علم سیکھو پھر اس پر عمل سیکھو پھر علم کو پھیلاؤ (1)۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب التقویٰ میں زیاد بن جدید سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو قوم تقویٰ پر فائز نہیں ہوتی اس نے سمجھ حاصل نہیں کی۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب میں جانتا ہوں کہ میرے بندے پر میری اطاعت کو مضبوطی سے پکڑنا غالب ہے تو میں اس پر یہ احسان کرتا ہوں کہ وہ میرے ذکر میں مشغول رہے اور میری طرف ہی متوجہ رہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت جویبر عن الضحاک عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم اسلام کی حیات اور ایمان کا ستون ہے اور جو علم کی تعلیم دے گا اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کے لئے اس کے اجر میں اضافہ کرتا رہے گا اور جس نے علم سیکھا اور اس پر عمل کیا اللہ پر حق ہے کہ اسے وہ علم بھی عطا فرمادے جو اسے حاصل نہیں ہے۔

امام ہناد نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تین شخصوں کی دعا نہیں سنتا (1) وہ شخص جس کے ساتھ زنا کے لئے عورت ہو، جب بھی وہ اپنی شہوت اس سے پوری کرتا ہے تو کہتا ہے اے رب کریم مجھے بخش دے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس عورت سے دور ہو جا میں تجھے بخش دوں گا ورنہ نہیں (2) وہ شخص جو ایک مدت تک ادھار بیع کرے اور گواہ نہ بنائے اور نہ اس کو تحریر کرائے پھر مشتری اس کے حق کا انکار کر دے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے یا رب فلاں نے میرے مال کا انکار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تجھے نہ اجر دوں گا نہ تیری دعا قبول کروں گا، میں نے تجھے تحریر اور گواہ قائم کرنے کا حکم دیا تھا لیکن تو نے میری نافرمانی کی (3) وہ شخص جو کسی قوم کا مال کھاتا ہے جب کہ وہ ان کی طرف دیکھ رہا ہوتا ہے اور پھر دعا کرتا ہے اے میرے رب جو میں نے ان لوگوں کا مال کھایا ہے وہ مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کے مال انہیں واپس کر دے (تجھے معاف کر دیا جائے گا) ورنہ نہیں۔

وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَ لْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾

''اور اگر تم سفر میں ہو اور نہ پاؤ کوئی لکھنے والا تو کوئی چیز گروی رکھ لیا کرو۔ اور اس کا قبضہ دے دیا کرو پھر اگر اعتبار کرے کوئی تم میں سے دوسرے پر پس چاہیے کہ ادا کر دے وہ جس پر اعتبار کیا گیا ہے اپنی امانت کو اور ضروری ہے کہ ڈرتا رہے اللہ سے جو اس کا رب ہے اور مت چھپاؤ گواہی کو اور جو شخص چھپاتا ہے اسے تو یقیناً گنہگار ہے اس کا ضمیر اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خوب جاننے والا ہے''۔

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 288 (1791) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ائمہ ابوعبید، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن الانباری نے المصاحف میں حضرت ابن عباس سے کئی طرق کے ذریعے روایت کیا ہے کہ وہ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا پڑھتے تھے اور فرماتے کبھی کاتب پایا جاتا ہے اور قلم، دوات اور رجسٹر نہیں ہوتا (1) اور کتاب کا لفظ ان تمام چیزوں کو جامع ہے فرماتے تھے کہ ابی کی قرأت بھی اسی طرح تھی۔

امام عبد بن حمید نے ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ وہ (فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا كِتَابًا) پڑھتے تھے اور فرماتے کبھی کاتب پایا جاتا ہے لیکن دوات اور رجسٹر نہیں پایا جاتا۔

امام ابوعبید، عبد بن حمید اور ابن الانباری نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بھی (فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا كِتَابًا) پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ کتاباً سے مراد سیاہی ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ بھی (فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا كِتَابًا) پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ کاتب بہت ہیں عرب کا کوئی شہر ایسا نہیں جہاں کاتب نہ ہوں لیکن وہ کاغذ، قلم اور دوات پر قادر نہیں ہوتے تھے۔

امام ابن الانباری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ (فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا كُتَّابًا) کاف کے ضمہ کے اور تاء کے شد کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام حاکم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ بغیر الف کے پڑھایا تھا (2)۔

امام سعید بن منصور نے حمید الاعرج اور ابراہیم سے روایت کیا ہے یہ دونوں فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ پڑھتے تھے (3)۔

امام سعید بن منصور نے الحسن اور ابوالرجاء سے روایت کیا ہے کہ وہ دونوں فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ پڑھتے تھے (4)۔

امام ابن جریر نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو کسی سفر پر ہو پھر ایک مدت تک کوئی چیز بیچے پھر وہ کاتب نہ پائے تو اس کو فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ میں رخصت دی گئی ہے اور اگر کاتب پائے تو اس کے لئے رہن رکھنا واجب نہیں ہے (5)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ ......الخ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں رہن کا حکم صرف سفر میں ہی ہے۔

امام بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے ادھار کھانا خرید اتھا اور اس کے پاس ایک لوہے کی زرہ رہن رکھی تھی (6)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اگر تم سفر میں دین کی کتابت پر قادر نہ

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 1001 (467)، مطبوعہ دار الصمیعی الریاض
2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 256 (2922) مطبوعہ الریاض
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 1003 (471)
4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 1003 (472)
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 165
6۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 341، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد

ہوں تو قرض خواہ، مقروض سے رہن لے لے فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اگر وہ شخص امین ہو جس پر قرض ہے تو قرض خواہ اس پر اعتماد اور اس کے متعلق حسن ظن کی وجہ سے رہن نہ رکھے فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ قرض دینے والے کو قرض ادا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے مقروض کو ڈرایا ہے۔ فرمایا وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۭ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ یعنی حکام کے پاس گواہی نہ چھپاؤ جس کو کسی حق پر گواہ بنایا گیا ہو تو وہ ہر صورت میں گواہی ادا کرے۔ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا یعنی جو شہادت کو چھپائے گا اور بلانے کے وقت گواہی نہیں دے گا۔ فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے گواہی کو چھپانے اور ادا کرنے کو جانتا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رہن پر قبضہ ضروری ہے یعنی جس کا مال ہے وہ رہن پر قبضہ کرلے پھر یہ جملہ تلاوت فرمایا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ

امام بخاری نے التاریخ الکبیر میں ابو داؤد، النحاس ان دونوں نے الناسخ میں، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو نعیم (الحلیہ میں) اور بیہقی نے سنن میں جید سند کے ساتھ حضرت ابو سعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی حتی کہ جب فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا پر پہنچے تو فرمایا اس جملہ نے سابقہ حصہ کو منسوخ کر دیا ہے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ میں روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب تمہیں امن ہو تو نہ لکھو اور نہ گواہی قائم کرو کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا۔

امام ابن ابی حاتم نے الربیع سے روایت کیا ہے وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ فرمایا کسی کے لئے اس گواہی کو چھپانا حلال نہیں جو اس کے پاس ہو اگرچہ وہ اس کی اپنی ذات، والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو۔

امام ابن جریر نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اٰثِمٌ قَلْبُهٗ اس کا دل فاجر ہے (2)۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

''اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا تم اسے چھپائے رہو حساب لے گا تم سے اس کا اللہ تعالیٰ، پھر بخش دے گا جسے چاہے گا اور عذاب دے گا جسے چاہے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ شہادت کے بارے نازل ہوئی (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 141 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 167

3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 1004 (473) مطبوعہ دار الصمیعی الریاض

امام ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت مقسم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ شہادت کے چھپانے اور گواہی کے قائم کرنے کے متعلق نازل ہوئی (1)۔

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو صحابہ کرام کو بڑی پریشانی ہوئی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہمیں ایسے اعمال کا مکلف بنایا گیا تھا جن کی ہم طاقت رکھتے تھے (مثلاً) نماز، روزہ، جہاد، صدقہ، اب آپ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم بھی وہ کہنا چاہتے ہو جو تم سے پہلے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے کہا تھا ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی؟ بلکہ تم کہو سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ٗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (البقرہ: 285) جب قوم نے یہ الفاظ کہنے کی کوشش کی تو اس کے ساتھ ان کی زبانیں آسانی سے چلنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ٗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (البقرہ: 285) کا ارشاد نازل فرمایا۔ جب صحابہ کرام نے یہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا الخ نازل فرما دیا (2)۔

امام احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام کے دلوں میں ایسی پریشانی نازل ہوئی جو پہلے کبھی داخل نہیں ہوئی تھی، صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کہو ہم نے سنا اور اطاعت کی اور تسلیم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان ڈال دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ٗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ کا ارشاد نازل فرمایا پھر صحابہ کرام نے یہ کہا تو لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا...... نازل فرمایا جب یہ عرض کیا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ایسا کر دیا۔ پھر عرض کیا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ایسا بھی کر دیا۔ پھر کہا رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ فرمایا میں نے ایسا کر دیا۔ پھر کہا گیا وَ اعْفُ عَنَّا ۥ وَ اغْفِرْ لَنَا ۥ وَ ارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ فرمایا میں نے ایسا کر دیا ہے (3)۔

امام عبدالرزاق، احمد، ابن جریر ابن المنذر نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا تو میں نے انہیں بتایا کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا تھا تو انہوں نے یہ آیت تلاوت کی پھر رونے لگ گئے، ابن عباس نے پوچھا کون سی آیت تلاوت کی؟ میں نے کہا وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ ابن عباس نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 169 2۔ ایضاً 3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 315 (3132) مطبوعہ الریاض

فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو صحابہ کرام کو بہت غم اور پریشانی لاحق ہوئی تھی۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر ہم سے ہماری باتوں اور ہمارے اعمال کا مؤاخذہ ہوا تو ہم ہلاک ہو گئے۔ لیکن ہمارے دل تو ہمارے قبضے میں نہیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کہو ہم نے سن لیا ہے اور ہم نے اطاعت کی۔ پس اس آیت کو اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ...... کی آیت نے منسوخ کر دیا۔ پس خیالات کو معاف کر دیا گیا اور اعمال کا مؤاخذہ ہوگا۔

امام عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن جریر، طبرانی اور بیہقی نے الشعب میں سعید بن مرجانہ سے روایت کیا ہے کہ وہ عبداللہ بن عمر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے یہ آیت تلاوت کی۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم اگر اس کے ساتھ ہمارا مؤاخذہ کیا گیا تو ہم ہلاک ہو جائیں گے پھر وہ رونے لگے حتی کہ سعید نے ان کی آواز سنی، ابن مرجانہ کہتے ہیں میں وہاں سے اٹھا اور ابن عباس کے پاس آیا جو کچھ عبداللہ نے کہا تھا اور جو کچھ کیا تھا سب میں نے انہیں بتایا۔ ابن عباس نے فرمایا اللہ کریم ابو عبدالرحمٰن کی مغفرت فرمائے میری عمر کی قسم جب یہ آیت نازل ہوتی تھی تو مسلمانوں کو بھی اس طرح کا غم لاحق ہوا تھا جیسا کہ عبداللہ بن عمر کو ہوا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَ اعْفُ عَنَّا ٙ وَ اغْفِرْ لَنَا ٙ وَ ارْحَمْنَا ٙ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ نازل فرمایا۔ ابن عباس نے فرمایا یہ وسوسہ ایسا تھا جس کو روکنے کی مسلمانوں کو طاقت نہ تھی پس اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ دیا ہر نفس کو اپنے قول و عمل کی جزا و سزا ملے گی (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، النحاس اور حاکم نے سالم سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد نے یہ آیت پڑھی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جب ان کی اس کیفیت کے متعلق خبر پہنچی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمٰن پر رحم فرمائے جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام کی بھی یہی کیفیت ہوئی تھی پھر اس آیت کو لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا نے منسوخ کر دیا تھا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد نے الزہد میں، عبد بن حمید نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بھی اس آیت پر پہنچتے تو رونے لگ جاتے اور فرماتے یہ شمار بڑا سخت ہے۔

امام بخاری اور بیہقی نے الشعب میں مروان الاصغر کے واسطہ سے ایک صحابی سے روایت کیا ہے میرا خیال ہے وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تھے وہ فرماتے تھے کہ اس آیت کو بعد والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے (3)۔

امام عبد بن حمید اور ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس نے ہمیں پریشان کر دیا ہم نے کہا کیا ہم میں سے کوئی دل میں خیال کرتا ہے پھر اس کا محاسبہ کیا جائے گا ہمیں معلوم نہیں جو اس سے معاف کیا گیا ہے اور جو معاف نہیں کیا گیا ہے؟ پس اس کے بعد لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا

1۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 293 (329) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 315 (3133)

3۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 297 (330)

اِكْتَسَبَتْ کا ارشاد نازل ہوا تو اس نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے روایت کیا ہے کہ محاسبہ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ کے نزول سے پہلے تھا، اس آیت نے محاسبہ کو منسوخ کر دیا(1)۔

امام ابن جریر نے بنادہ کے طریق سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں اس کو لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ سے منسوخ کر دیا ہے(2)۔

امام سفیان، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن المنذر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے میری امت کے دل میں پیدا ہونے والے خیالات کو معاف فرمایا ہے جب تک کہ وہ کلام نہیں کرے گی اور اس خیال پر عمل نہیں کرے گی(3)۔

امام الفریابی، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو نبی اور رسول تشریف لایا جس پر کتاب نازل کی گئی تو اس پر یہ آیت وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ الخ نازل کی گئی پس پہلی امتیں اپنے انبیاء و رسل کا انکار کرتی رہیں اور کہتی تھیں کہ ہمارے خیالات پر ہمارا مؤاخذہ ہوگا جب کہ ہمارے اعضاء نے وہ عمل نہ بھی کیا ہوگا، پس وہ انکار کرتے تھے اور بھٹکتے رہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر بھی اسی طرح شاق گزرا جس طرح پہلی امتوں پر شاق گزرا تھا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے ہمارے خیالات پر مؤاخذہ ہوگا جب کہ ہمارے اعضاء سے عمل سرزد نہ ہوا ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں، تم سنو اطاعت کرو اور اپنے رب سے طلب کرو۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ الخ سے یہی مراد ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خیالات کا مؤاخذہ ختم کر دیا اور ہر نفس کو خیر کی جزاء اور برائی کی سزا کا اصول عطا فرمایا۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا۔ پس اللہ تعالیٰ نے خطاء اور بھول کو بھی ساقط کر دیا۔ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا...... الایۃ فرمایا مسلمانوں کو اس کا مکلف نہ بنایا جس کی انہیں طاقت نہ تھی اور وہ بوجھ ان پر نہ ڈالا جو پہلی امتوں پر ڈالا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاف فرما دیا اور ان کی مدد و نصرت فرمائی۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ اس سے مراد تیرے باطن اور تیرے ظاہر کے اعمال ہیں يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ یہ منسوخ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ جب قیامت کے روز تمام مخلوق کو جمع فرمائے گا تو ارشاد ہوگا میں تمہیں ان خیالات کی خبر دیتا ہوں جو تم نے اپنے دلوں میں چھپا رکھے تھے جن پر میرے فرشتے بھی مطلع نہیں ہوئے تھے۔ لیکن مومنین کو اللہ تعالیٰ خبر دے گا پھر ان کے خیالات کو معاف فرما دے گا يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ سے یہی مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں خبر دے گا لیکن اہل شک و ریب ان کو ان کی چھپائی ہوئی تکذیب کی خبر دے گا اس ارشاد کا یہی مطلب ہے وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ (البقرہ: 225)(4)

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 1018 (482)
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 173
3۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 128 (201) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 173

امام عبد بن حمید، ابوداؤد (الناسخ میں) ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور النحاس نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ جو تم یقین میں سے ظاہر کرتے ہو اور شک میں سے چھپاتے ہو(1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یہ ہمارے عمل اور اس کی علانیت کا راز ہے یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ جو بندہ مومن دل میں کسی نیک عمل کا خیال کرتا ہے تاکہ وہ اس کار خیر کو ادا کرے اگر وہ اس کو کر لیتا ہے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اگر وہ اس پر قادر نہیں ہوتا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے کیونکہ وہ مومن ہے اور اللہ تعالیٰ مومنین کے سر اور علانیت سے خوش ہے، اگر کوئی مومن کسی برائی کا تصور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر مطلع ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس دن اس کی خبر دے گا جس دن سب راز فاش کر دیے جائیں گے۔ اگر وہ عمل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس پر مؤاخذہ نہیں فرمائے گا حتی کہ وہ برائی کرے۔ اگر وہ عمل کر بھی لے گا تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا جیسا کہ ارشاد فرمایا اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ (الاحقاف: 16)(2)

امام ابوداؤد نے الناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت وَ اِنْ تُبْدُوْا الخ نازل ہوئی تو اس کو لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا نے منسوخ کر دیا۔

امام طبرانی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت وَ اِنْ تُبْدُوْا الخ نازل ہوئی تو مسلمانوں کو انتہائی پریشانی ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا اور یہ ارشاد نازل فرمایا لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔(3)

امام طبرانی نے مسند الشامیین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت وَ اِنْ تُبْدُوْا الخ نازل ہوئی تو ابوبکر، عمر، معاذ بن جبل اور سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اس سے سخت آیت ہم پر نازل نہیں ہوئی۔

امام ابن جریر نے ضحاک کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا میرے لکھنے والوں نے تمہارے صرف ظاہر اعمال لکھے لیکن جو تم نے اپنے دلوں میں چھپائے تھے ان کا میں آج میں تمہارا محاسبہ کروں گا میں جس کو چاہوں گا بخش دوں گا، جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا(4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے، اس کو کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بتائے گا کہ تو نے دل میں ایسے ایسے خیال چھپائے تھے، پھر اس پر مؤاخذہ نہیں فرمائے گا(5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 175　2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 174　3۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 196 (328)

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 174　5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 174

امام طیالسی، احمد، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الشعب میں امیہ سے روایت کیا ہے کہ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وَاِنْ تُبْدُوْا الخ اور مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ (النساء:123) کے ارشاد کے متعلق پوچھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے متعلق پوچھا ہے کسی نے مجھ سے نہیں پوچھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا یہ بخار اور مصیبت جو بندے کو پہنچتی ہے، اس کی صورت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عتاب فرماتا ہے حتیٰ کہ وہ ٹکڑا جو آدمی اپنی قمیص کے بازو میں رکھتا ہے پھر وہ اس سے گم ہو جاتا ہے اور اس کے لئے پریشان ہوتا ہے پھر سے اپنے پہلو میں پالیتا ہے حتیٰ کہ بندہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے سرخ سونا بھٹی سے نکلتا ہے (1)۔

امام سعید بن منصور اور ابن جریر نے ضحاک کے طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے تحت روایت کیا ہے فرماتی ہیں انسان برائی کا ارادہ کرتا ہے اور اس برائی پر عمل نہیں کرتا تو اس کی معصیت کی مقدار اس پر غم اور پریشانی ڈالی جاتی ہے پس یہی اس کا محاسبہ ہے (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں ہر بندہ جو برائی اور معصیت کا ارادہ کرتا ہے دل میں اس کا تصور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ دنیا میں فرماتا ہے، وہ ڈرایا جاتا ہے، پریشان کیا جاتا ہے، اس کا ارادہ اس پر شدید ہو جاتا ہے، اس میں سے اسے کچھ پہنچتا نہیں ہے جس طرح کہ اس نے برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تھا (3)۔

امام عبد بن حمید نے عاصم سے یہ روایت کیا ہے کہ وہ فیغفر اور یعذب کو رفع کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اعمش ان کو جزم کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام ابوداؤد نے المصاحف میں الاعمش سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں یغفر تھا یعنی بغیر فاء کے تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے اس کے بڑے گناہوں میں سے بخش دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے چھوٹے گناہ پر عذاب دیتا ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا

1۔ جامع ترمذی، جلد 5، صفحہ 206 (2991) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت　　2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 1017 (481)
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 176

تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾

''ایمان لایا یہ رسول (کریم) اس (کتاب) پر جو اتاری گئی اس کی طرف اس کے رب کی طرف سے اور (ایمان لائے) مومن یہ سب دل سے مانتے ہیں اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو (نیز کہتے ہیں) ہم فرق نہیں کرتے کسی میں اس کے رسولوں سے اور انہوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی ہم طالب ہیں تیری بخشش کے اے ہمارے رب! اور تیری طرف ہی ہمیں لوٹنا ہے۔ ذمہ داری نہیں ڈالتا اللہ تعالیٰ کسی شخص پر مگر جتنی طاقت ہو اس کی، اس کو اجر ملے گا جو (نیک عمل) اس نے کیا اور اس پر وبال ہوگا جو (برا عمل) اس نے کمایا۔ اے ہمارے رب نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھول لیں یا خطا کر بیٹھیں، اے ہمارے رب! نہ ڈال ہم پر بھاری بوجھ جو تو نے ڈالا تھا ان پر جو ہم سے پہلے گزرے ہیں، اے ہمارے پروردگار! نہ ڈال ہم پر وہ بوجھ جس کے اٹھانے کی ہم میں قوت نہیں اور درگزر فرما ہم سے اور بخش دے ہم کو اور رحم فرما ہم پر، تو ہی ہمارا دوست (اور مددگار) ہے تو مدد فرما ہماری قوم کفار پر''۔

امام سعید بن منصور اور عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ الخ کا ارشاد نازل ہوا تو صحابہ کرام کو پریشانی لاحق ہوئی انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم دل میں کچھ خیال کرتے ہیں جن پر مخلوق میں سے کسی کا آگاہ ہونا ہمیں پسند نہیں ہوتا ہمارے لئے پھر ایسا ایسا ہوگا فرمایا کیا تم ایسی کیفیت سے دوچار ہوتے ہو؟ یہ تو صریح ایمان ہے اللہ تعالیٰ نے اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ الخ کی آیات نازل فرمائیں (1)۔

امام حاکم اور بیہقی نے الشعب میں یحییٰ بن ابی کثیر کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت کریمہ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ الخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نبی کے لئے حق ہے کہ وہ ایمان لائے (2)۔

امام علامہ ذہبی کہتے ہیں یحییٰ اور انس کے درمیان انقطاع ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے حق ہے کہ وہ ایمان لائے میں

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 1065 (474) مطبوعہ دار الصمیعی بیروت 2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 315 (3134) مطبوعہ الریاض

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 178

کہتا ہوں یہ حدیث حضرت انس کی حدیث کی شاہد ہے (3)۔

امام ابن ابی داؤد نے المصاحف میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس آیت میں الْمُؤْمِنُوْنَ سے پہلے بھی آمن پڑھتے تھے۔

امام سعید بن منصور نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ پڑھتے تھے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو مومنین نے کہا، كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ۔ ہم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسل پر ایمان لائے۔

امام ابن ابی حاتم نے مقاتل بن حیان سے روایت کیا ہے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ یعنی جو رسول لے کر آئے ہم اس کا انکار نہیں کرتے ہم ان میں سے کسی کی تکذیب نہیں کرتے۔ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا یعنی جو قرآن اللہ کی طرف سے آیا اسے ہم نے سنا وَ اَطَعْنَا اور انہوں نے اقرار کیا کہ وہ امر و نہی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے۔ ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے یحییٰ بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ وہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ پڑھتے تو کہتے كُلٌّ اٰمَنَ وَ كُلٌّ لَا یُفَرِّقُ (یعنی ہر ایک ایمان لایا اور ہر ایک فرق نہیں کرتا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے غُفْرَانَكَ رَبَّنَا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں (اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں) میں نے تمہیں بخشش دیا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ اور تیری طرف ہی قیامت کے روز لوٹنا ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت حکیم بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب اٰمَنَ الرَّسُوْلُ الخ کی آیت نازل ہوئی تو جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کی اور آپ کی امت کی بہت تعریف فرمائی ہے آپ سوال کریں آپ کو عطا کیا جائے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے یہ مانگا لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَ اعْفُ عَنَّا ٙ وَ اغْفِرْ لَنَا ٙ وَ ارْحَمْنَا ٙ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۔ (2)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر ان کے دین کے معاملہ میں وسعت پیدا فرمائی۔ ارشاد فرمایا وَ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج: 78) اور نہیں روا رکھی اس نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی اور فرمایا یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ: 185) اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تمہارے لئے سہولت اور نہیں چاہتا تمہارے لئے دشواری۔ اور فرمایا فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (التغابن: 16) پس ڈرتے رہو اللہ سے جتنی تمہاری استطاعت ہے (3)۔

امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے بواسیر

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 3، صفحہ 1014 (477) 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 181 3۔ ایضاً

کی تکلیف تھی، میں نے نبی کریم ﷺ سے نماز کے پڑھنے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر اس کی طاقت نہیں رکھتے تو پھر بیٹھ کر نماز پڑھو، اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے تو پہلو کے بل لیٹ کر نماز پڑھو (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ سے مراد عمل ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت زہری عن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام چیخ پڑے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم ہاتھ، پاؤں اور زبان کے عمل سے تو توبہ کرتے ہیں خیالات و وساوس سے کیسے توبہ کریں، ہم وسوسہ سے بچ کیسے سکتے ہیں تو جبرئیل امین یہ آیت کریمہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لے کر اترے، تم وسوسہ سے بچنے کی طاقت نہیں رکھتے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے وُسْعَهَا کا معنی طاقتها روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر نے الضحاک رحمہ اللہ سے اِلَّا وُسْعَهَا کا معنی الا ماتطیق (جس کی طاقت رکھتا ہے) روایت کیا ہے۔

امام سفیان، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دل میں پیدا ہونیوالے وساوس سے تجاوز فرمایا ہے جب تک کہ وہ عمل نہ کرے اور کلام نہ کرے (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابوبکر الہذلی عن شہر عن ام الدرداء کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے تین صورتوں میں تجاوز فرمایا ہے۔ خطا، بھول اور مجبور کئے جانے کے وقت۔ میں نے یہ حضرت انس کے سامنے ذکر کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق فرمائی تو اس کے ساتھ یہ آیت پڑھ سکتا ہے رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا الخ۔

امام ابن ماجہ، ابن المنذر، ابن حبان، طبرانی، دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری خاطر میری امت سے تین صورتوں میں تجاوز فرمایا ہے خطا، نسیان اور جس کام پر انہیں مجبور کیا جائے۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری خاطر میری امت سے (تین صورتوں میں) تجاوز فرمایا ہے خطا، بھول اور جس کام پر انہیں مجبور کیا جائے۔

امام طبرانی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ میری وجہ سے میری امت سے (تین صورتوں میں) مؤاخذہ نہیں فرماتا خطا، نسیان اور جس کام پر انہیں مجبور کیا جائے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے میری امت سے خطا، بھول اور مجبوری کے عمل سے تجاوز فرمایا ہے۔

1۔ سنن ابوداؤد، جلد 4، صفحہ 224 (928) مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 181
3۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 128 (201) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

امام طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا، بھول اور مجبور کے عمل پر مؤاخذہ ساقط کر دیا ہے۔

امام ابن عدی نے الکامل میں، ابونعیم نے التاریخ میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے خطا، نسیان اور جس امر پر انہیں مجبور کیا جائے (کا مؤاخذہ) اٹھا دیا ہے۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا خطا، نسیان اور مجبوری کے عمل کو اس امت سے معاف کر دیا گیا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے تین چیزیں معاف کر دیں ہیں۔ خطا، نسیان اور جس عمل پر اسے مجبور کیا جائے۔

امام سعید بن منصور نے الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی تین چیزوں سے تجاوز فرمایا ہے وہ عمل جو خطا کرے، وہ عمل جو بھول کر کرے، وہ عمل جس پر مجبور کیا جائے اور جس سے مغلوب ہو جائے۔

امام ابن جریر نے حضرت السدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا۔ تو جبرئیل نے کہا یا محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا ہے (یعنی نسیان اور خطا کو معاف فرما دیا ہے) (1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے إِصْرًا کا معنی عہد روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی اصراً کا معنی عہد روایت کیا ہے۔

امام الطستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسا عہد تو نے یہود پر لادا تھا۔ پس انہیں بندروں میں اور خنازیر میں مسخ کر دیا تھا۔ ابن الازرق نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے ابوطالب کا یہ شعر نہیں سنا۔

أَفِي كُلِّ عَامٍ وَاحِدٌ وَصَحِيفَةٌ يُشَدُّ بِهَا أَمْرٌ وَثِيقٌ وَأَيْصَرُهُ

امام ابن جریر نے ابن جریج سے إِصْرًا کا معنی عہد روایت کیا فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر ایسا عہد نہ ڈال جس کو اٹھانے کی ہم طاقت نہیں رکھتے اور جس کو قائم رکھنے کی ہمیں استطاعت نہیں ہے۔ جس طرح کہ تو نے یہود و نصاریٰ پر ایسا عہد ڈالا تو وہ اسے قائم نہ رکھ سکے پھر تو نے انہیں ہلاک کر دیا اور ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ حضرت ابن جریج فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ بندروں اور خنازیر (کی صورت یا عادت) میں مسخ کرنا (4)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کتنی ہی سختیاں تھیں جو ہم سے پہلے لوگوں پر تھیں اور کتنی تخفیف اور آسانی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا فرمائی۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 182 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 184 3۔ ایضاً صفحہ 3، صفحہ 185 4۔ ایضاً

امام ابن جریر نے عطاء بن ابی رباح سے روایت کیا ہے لَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَآ إِصۡرٗا ہمیں بندروں اور خنازیر کی شکل میں مسخ نہ فرما۔

امام ابن ابی حاتم نے ربیع سے لَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَآ إِصۡرٗا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس سے مراد وہ شدت ہے جس کا اہل کتاب کو پابند کیا گیا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے عبدالرحمٰن بن حسنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو اسرائیل کے کپڑوں پر پیشاب لگ جاتا تو وہ اسے قینچی کے ساتھ کاٹتے تھے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنو اسرائیل میں سے کسی کے کپڑے پر پیشاب لگ جاتا تو وہ قینچیاں چلاتا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں میرے پاس ایک بھوکی عورت آئی اور کہا عذاب قبر پیشاب (سے پرہیز نہ کرنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔ میں نے کہا تو نے جھوٹ بولا ہے۔ اس نے کہا نہیں (اسی وجہ سے ہوتا ہے) اس کی وجہ سے جلد اور کپڑا کاٹا جاتا تھا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے اس عورت کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے (3)۔

امام ابن جریر نے ابن زید سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم پر ایسا گناہ نہ ڈال جس کی توبہ اور کفارہ نہ ہو (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے الفضیل سے وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَآ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل کا کوئی شخص گناہ کرتا تو اسے کہا جاتا کہ تیری توبہ یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو قتل کر پس وہ اپنے آپ کو قتل کر دیتا۔ لیکن اس امت سے یہ سختیاں دور کر دی گئیں۔

امام ابن جریر نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں ایسے اعمال کا مکلف نہ بنا جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے (5)۔

امام ابن جریر نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں تحریم کی شدت اور بیڑیاں جو پہلے لوگوں پر تھیں ہمیں ان کی طاقت نہیں ہے (6)۔

امام ابن جریر نے سلام بن سابور سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ ہمیں غلامی کی طاقت نہیں ہے (7)۔

امام ابن ابی حاتم نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ ہمیں غربت، غلامی اور غلبہ شہوت کا بوجھ نہ اٹھوا جس کی ہمیں طاقت نہیں ہے۔

امام ابن جریر نے ابن زید سے روایت کیا ہے وَٱعۡفُ عَنَّا اگر ہم سے تیرے کسی امر میں قصور ہوا ہے تو ہمیں معاف فرما دے وَٱغۡفِرۡ لَنَا ہم نے جو تیری منع کردہ چیز کا ارتکاب کیا ہے وہ بھی ہمیں بخش دے۔ وَٱرۡحَمۡنَآ ہم تیری رحمت کے بغیر نہ تو تیرے کسی حکم کو بجا لا سکتے ہیں اور نہ تیری ممنوعات سے بچ سکتے ہیں، کوئی شخص اس کی رحمت کے بغیر نجات نہیں پا سکتا (8)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 115 (1303) مطبوعہ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً، (1305) 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 115 (1307)

4۔ تفسیر طبری زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 185 5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 186

6۔ ایضاً 7۔ ایضاً 8۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 187

امام سعید بن منصور اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبرئیل امین یہ آیت لے کر آئے تو ان کے ساتھ کچھ فرشتے بھی تھے اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ۫ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۫ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا٘ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ۝۲۸۵ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ جبریل نے کہا یہ نعمت آپ کو مل چکی ہے اور پھر ہر کلمہ کے بعد فرمایا کہ یہ نعمت تمہیں مل چکی ہے (1)۔

امام سفیان بن عیینہ اور عبد بن حمید نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جبریل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سورت آخر تک پڑھائی پھر جب اس کو یاد کر لیا تو جبریل نے کہا اب خود پڑھو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تو جس کلمہ کو پڑھتے جبریل کہتے یہ آپ کے لئے ہے، حتی کہ آپ نے سورت مکمل کر لی۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیات نازل ہوئیں تو جبرئیل جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پڑھتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے آمین یارب العالمین۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ دعائیہ آیات نبی کریم کے ساتھ خاص ہیں۔

امام ابن جریر نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی نے اپنے رب سے سوال کیا پس اللہ تعالیٰ نے اسے وہ عطا فرمایا اور یہ دعائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں (2)۔

امام ابو عبیدہ نے حضرت ابومیسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۂ بقرہ کے خاتمہ کے وقت جبریل امین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آمین کی تلقین کی (3)۔

امام ابو عبید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ جب اس سورۂ کی قرات سے فارغ ہوتے تو کہتے آمین (4)۔

امام ابو عبید نے جبیر بن نفیر سے روایت کیا ہے کہ جب وہ سورۂ بقرہ کا خاتمہ پڑھتے تو کہتے آمین آمین (5)۔

امام ابن السنی اور بیہقی نے الشعب میں حذیفہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ تلاوت فرمائی جب اس کے خاتمہ پر پہنچے تو کہا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، یہ دس یا سات مرتبہ کہا۔

امام ابو عبید، سعید بن منصور، احمد، دارمی، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن الضریس اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رات کے وقت سورۂ بقرہ کی آخرت دو آیات پڑھیں وہ اس کی کفالت کریں گی (6)۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 1019 (483)　　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 189

3۔ فضائل القرآن از ابوعبید، جلد 1، صفحہ 234　　4۔ ایضاً　　5۔ ایضاً

امام ابوعبید، دارمی، ترمذی، نسائی، ابن الضریس، محمد بن نصر، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے ایک کتاب لکھی پھر اس سے دو آیتیں اتاریں جن کے ساتھ سورۂ بقرہ کا اختتام فرمایا، جس گھر میں تین راتیں یہ دو آیات پڑھی جائیں اس کے قریب شیطان نہیں جاتا(1)۔

امام احمد، ابوعبید اور محمد بن نصر نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ سورۂ بقرہ کی آخری ان دو آیات کو پڑھو کیونکہ یہ دونوں میرے رب نے مجھے عرش کے نیچے سے عطا فرمائی ہیں(2)۔

امام طبرانی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات بار بار پڑھو کیونکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو چن لیا ہے۔

امام احمد، نسائی، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے الشعب میں صحیح سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے مجھے سورۂ بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے کے خزانہ سے عطا کی گئی ہیں، مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملی تھیں(3)۔

امام اسحق بن راہویہ، احمد اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے سورۂ بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے کے خزانہ سے عطا کی گئی ہیں، مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئی ہیں۔

امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ کو معراج کی رات سیر کرائی گئی تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا پھر آپ کو تین چیزیں عطا کی گئیں پانچ نمازیں عطا کی گئیں، سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطا کی گئیں اور آپ کی امت میں سے ہر اس شخص کے بڑے بڑے گناہ جو دوزخ میں پھینک دینے والے ہیں، معاف کر دیئے گئے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔

امام حاکم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو ایسی دو آیات کے ساتھ ختم فرمایا جو اس نے مجھے اپنے اس خزانہ سے عطا فرمائی ہیں جو عرش کے نیچے ہے پس تم ان دو آیات کو سیکھو اور اپنی عورتوں اور اپنے بیٹوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ دونوں نماز، قرآن اور دعا ہیں(4)۔

امام ابوعبید، ابن الضریس اور جعفر الفریابی (فی الذکر) نے محمد بن المنذر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے سورۂ بقرہ کی آخری آیات کے متعلق فرمایا یہ قرآن ہیں، یہ دعا ہیں، یہ جنت میں داخل کرتی ہیں، یہ رحمٰن کو راضی کرتی ہیں(5)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 750 (2065) مطبوعہ الریاض
2۔ فضائل القرآن از ابوعبید، جلد 1، صفحہ 232
3۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 460 (2399)
4۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 750 (2066)
5۔ فضائل القرآن از ابوعبید، جلد 1، صفحہ 233 مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق

امام دیلمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو آیتیں قرآن ہیں، شفا بخشنے والی ہیں، یہ ان آیات سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے وہ سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں ہیں (1)۔

امام طبرانی نے جید سند کے ساتھ شداد بن اوس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے ایک کتاب لکھی۔ پھر اس سے دو آیتیں نازل فرمائیں جن کے ساتھ سورۂ بقرہ کو ختم کیا وہ کسی گھر میں تین راتیں پڑھی جائیں تو اس گھر کے قریب شیطان نہیں جاتا۔ مسدد نے حضرت عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں اس شخص کو عقل مند نہیں سمجھتا جو سورۂ بقرہ کی آخری آیات پڑھنے سے پہلے سو جائے کیونکہ یہ عرش کے نیچے کے خزانہ سے ہیں۔

امام دارمی نے محمد بن نصر، ابن الضریس اور ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں اس شخص کو عقل مند نہیں سمجھتا جو سورۂ بقرہ کی آخری تین آیات پڑھنے سے پہلے سو جائے کیونکہ یہ عرش کے نیچے کے خزانہ سے ہیں۔

امام الفریابی، ابو عبید، طبرانی اور محمد بن نصر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سورۂ بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے کے خزانہ سے نازل کی گئی ہیں (2)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے سورۂ بقرہ کی آخری تین آیات رات کے وقت تلاوت کیں اس نے زیادہ (عمل) کیا اور عمدہ کیا۔

امام الخطیب نے تلخیص المتشابہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے سورۂ بقرہ کی آخری تین آیات پڑھیں اس نے زیادہ کیا اور اچھا کیا۔

امام ابن عدی نے حضرت ابن مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دو آیات جنت کے خزانوں سے نازل فرمائی ہیں، ان کو رحمٰن نے اپنے دست قدرت سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے لکھا ہے، جو ان کو عشاء کی نماز کے بعد تلاوت کرے گا اس کے رات کے قیام کے قائم مقام ہوں گی۔

امام ابن الضریس نے حضرت ابن مسعود البدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جس نے رات کے وقت سورۂ بقرہ کا خاتمہ پڑھا یہ اس کے رات کے قیام کے قائم مقام ہوگا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ کو سورۂ بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے کے خزانہ سے عطا کی گئی ہیں۔

امام ابو یعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فجر کی دو رکعتوں میں پڑھتے ہوئے سنا پہلی رکعت میں آمن الرسول سے آخر تک تلاوت فرمائی اور دوسری رکعت میں آل عمران کی یہ آیات پڑھیں قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ (آل عمران: 64)

امام ابو عبید نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ محمد ﷺ کو چار آیات عطا کی گئی ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کو

1۔ مسند الفردوس للدیلمی، جلد 1، صفحہ 143 (1671) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت　　2۔ فضائل القرآن از ابو عبید، جلد 1، صفحہ 233

عطا نہیں کی گئیں، اور موسیٰ علیہ السلام کو ایک ایسی آیات عطا کی گئی جو محمد ﷺ کو عطا نہیں کی گئی۔ فرمایا وہ آیات جو محمد ﷺ کو عطا کی گئی ہیں وہ یہ ہیں لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ...... فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ، یہ تین آیات ہیں اور (چوتھی آیت) آیۃ الکرسی ہے اور وہ آیت جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی گئی ہے وہ یہ ہے اَللّٰهُمَّ لَا تُوْلِجِ الشَّيْطَانَ فِيْ قُلُوْبِنَا وَخَلِّصْنَا مِنْهُ مِنْ اَجْلِ اَنَّ لَكَ الْمَلَكُوْتَ وَالْاَيْدَ وَالسُّلْطَانَ وَالْمُلْكَ وَالْحَمْدَ وَالْاَرْضَ وَالسَّمَاءَ وَالدَّهْرَ الدَّاهِرَ اَبَدًا اَبَدًا اٰمِيْن اٰمِيْن۔(1)

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ سورۂ بقرہ کی آخرت آیات تلاوت کرتے پھر کہتے یا لك نعمة یالك نعمة۔

امام ابن جریر نے تہذیب الآثار میں حضرت ایوب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پریشانی دور کرنے کی دعا لکھی اور اسے اپنے بیٹے کو سکھانے کا حکم دیا وہ دعا یہ تھی۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ سُبْحَانَكَ يَا رَحْمٰنُ مَاشِئْتَ اَنْ يَكُوْنَ كَانَ وَمَا لَمْ تَشَأْ لَمْ يَكُنْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَعُوْذُ بِالَّذِيْ يُمْسِكُ السَّمٰوَاتِ السَّبْعَ وَمَنْ فِيْهِنَّ اَنْ يَقَعْنَ عَلَى الْاَرْضِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ مَا بَرَأَ وَاَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ السَّامَّةِ وَالْهَامَّةِ وَمِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ پھر آیۃ الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات پڑھیے۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بہت عظیم اور بردبار ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا مالک ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ساتوں آسمانوں کا رب ہے اور ساتوں زمین کا رب ہے، عرش کریم کا رب ہے، تیری ذات پاک ہے اے رحمٰن! جس چیز کا تو ہونا چاہتا ہے وہ ہو جاتی ہے اور جس کا ہونا نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہ نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ گناہ سے بچنے کی قوت ہے، میں پناہ مانگتا ہوں اس کی بارگاہ میں جو ساتوں آسمانوں اور ان میں جو کچھ ہے سب کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی اور اس چیز کے شر سے جو اس نے تخلیق فرمائی، میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کلمات تامہ کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں جن سے کوئی نیکوکار و فاجر تجاوز نہیں کر سکتا ہر اس چیز کے شر سے جو اکتا دینے والی ہو اور ڈنگ مارنے والی ہو اور دنیا و آخرت کے ہر شر سے (پناہ مانگتا ہوں)۔

کتابِ رشد و ہدایت کی ہمہ گیر آفاقی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے

نور و سرور اور جذبہ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مبنی آیات احکام کی مفصل وضاحت

اردو زبان میں پہلی مرتبہ

تفسیر احکام القرآن

مفسر قرآن، علامہ مفتی محمد جلال الدین قادری

آیات احکام کا مفصل لغوی و تفسیری حل امہات کتب تفسیر کی روشنی میں

مفسرین کی تصریحات کے مطابق پیش کیا گیا۔

اس لئے یہ کتاب طلباء، علماء، وکلاء، ججز

اور عوام وخواص کے لئے قیمتی سرمایہ

آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی۔ پاکستان